غُنیۃُ الطّالبین (اُردو)

محبوبِ سبحانی، غوثِ صمدانی حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدّس سرّہ العزیز

کی

مشہور و معروف عربی تصنیف "غُنیۃُ الطّالبین" کا سلیس، با محاورہ اور عام فہم اُردو ترجمہ
یہ پاکیزہ تصنیف مخزنِ تصوّف، کاشفِ اسرار و رموزِ ولایت، خزینۂ شریعت و
طریقت اور گنجینۂ حقیقت و معرفت ہے۔

مُترجم

حضرت مولانا سیّد عبدالدائم الجلالی مدظلّہ العالی

سابق پرنسپل اورینٹل کالج رامپور، مُفسّرِ قرآن تفسیر "بیان السُّبحان"، مترجم صحاحِ ستّہ

ناشر

مدنی کتب خانہ ○ بیرون اکبری دروازہ ○ لاہور

برانچ: مدنی کتب خانہ، چوک گنپت روڈ، لاہور

بار اوّل تعداد ۲۰۰۰
طابع محمّد امین ملک
مطبوعہ اُردو پریس لاہور
ہدیہ بےجلد آٹھ روپے مجلّد ۹ روپے

سٹاکسٹ لاہور

۱۔ مدنی کتب خانہ، چوک گنپت روڈ، لاہور
۲۔ ایم شمس الدین زیر مسلم مسجد
۳۔ قریشی بک ایجنسی " " "
۴۔ سندھ ساگر اکادمی " " "
۵۔ مکتبۂ جدید، چوک انارکلی
۶۔ گوشۂ ادب " "
۷۔ ادارۂ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی
۸۔ نور کمپنی ۱۷۴ "
۹۔ کتب خانہ عزیزیہ کشمیری بازار
۱۰۔ نوری کتب خانہ بازار حضرت داتا گنج بخش رح
۱۱۔ احسن برادرز چوک انارکلی
۱۲۔ شارعِ ادب زیر مسلم مسجد
۱۳۔ مکتبۃ الناصر۔ بیرون شاہ عالمی
۱۴۔ فیروزسنز دی مال

سٹاکسٹ مُلتان

۱۔ مکتبۂ حُسینیہ صدیقیہ بیرون بوہڑ گیٹ
۲۔ مکتبۂ رحیمیہ " " "
۳۔ مکتبۂ کریمیہ " " "
۴۔ مدنی کتب خانہ کچہری روڈ

سٹاکسٹ راولپنڈی

۱۔ اسلامی کتب خانہ زیر جامع مسجد
۲۔ پاکستان بک ڈپو صدر بازار
۳۔ یونیورسٹی بک ڈپو اُردو بازار

سٹاکسٹ کراچی

۱۔ نور محمد کارخانہ تجارت آرام باغ۔ کراچی
۲۔ محمد سعید تاجران کتب مطبع سعیدی۔ کراچی
۳۔ شوکت بک ڈپو بندر روڈ۔ کراچی

فہرست مضامین

سوانح حیات حضور محبوب سبحانیؒ

یعنی

حضرت سیدنا و سندنا محی الدین عبد القادر حسنی حسینی جیلانی رحمۃ اللہ کی سیرت مقدسہ کے متعلق چند معتبر ملفوظات

ولادت امام ابن جوزی نے کتاب منتظم میں حضرت کی تاریخ ولادت سنہ ۴۷۱ھ لکھی ہے۔ شریف مرتضیٰ نے تاج العروس میں بھی اس کی صراحت کی ہے۔ ان دونوں بزرگوں کی صراحتوں کی بنا ابونصر صالح کی روایت پر ہے جس میں سنہ ولادت ۴۷۰ ہجری مذکور ہے۔

مقام ولادت اور نسب نامہ قصبہ نیف علاقہ گیلان شہر فارس میں آپ کی ولادت ہوئی۔ عربی میں گیلان کے گاف کو جیم سے بدل کر جیلان کہا جاتا ہے۔ صاحب بہجۃ القادریہ نے لکھا ہے کہ کسی نے آپ سے آپ کا سال ولادت دریافت کیا۔ فرمایا کہ صحیح تاریخ ولادت تو مجھے بھی معلوم نہیں اتنا یاد پڑتا ہے کہ میں اس سال بغداد آیا تھا جس سال تمیمی (یعنی ابو محمد رزق اللہ بن عبد الوہاب بن عبد العزیز بن حارث بن اسد تمیمی) کا انتقال ہوا تھا۔ اس وقت میری عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ اسی سند کے لحاظ سے ابوالفضل احمد بن صالح شافعی جیلی نے آپ کی سن ولادت ۴۷۱ھ ہجری لکھی ہے۔ کیونکہ بغداد شریف میں آپ کا ورود مسعود پہلی بار ۴۸۸ھ ہجری میں ہوا تھا۔

صاحب بہجۃ القادریہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کو جیلانی جیل کی طرف منسوب کرکے کہا جاتا ہے۔ طبرستان سے ماوراء ایک علاقہ کا نام جیل ہے۔ بظاہر یہ توجیہ غلط ہے۔ کیونکہ جیل کی طرف نسبت کرنے کی صورت میں جیلی کہنا چاہیے جیسے ابوالفضل احمد بن صالح کو جیلی کہا جاتا ہے۔ جیلانی کا الف اور نون کس قاعدہ نسبت میں آتا ہے۔

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ آپ کے جدِ اعلیٰ جیلان ابوعبید اللہ صومعی تھے۔ اسی نسبت سے آپ کو جیلان کہا جاتا ہے۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو جیلان گیلان کا معرب نہ ہوگا نہ کسی مکان کی طرف نسبت کی وجہ سے آپ کو جیلانی کہنا صحیح ہوگا بلکہ یہ نسبی نسبت ہوگی۔ مگر حضرت کے نسب نامہ میں ہم کو جیلان ابوعبید اللہ کسی بزرگ کا نام نظر نہیں آتا۔ کیونکہ نفحات الانس میں مولانا جامی میں طبقات حنابلہ میں علامہ ابوالفرح عبدالرحمن شہاب نے اور طبقات کی تائید میں اصحاب قلادۃ النحر۔ فوات الوفیات۔ شذرات۔ نزہت اور بہجۃ الاسرار نے آپ کو حسینی سید لکھا ہے اور نسب نامہ اس طرح درج کیا ہے۔

شیخ عبدالقادر بن ابوصالح جنگی بن موسیٰ بن عبداللہ بن یحییٰ زاہد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض بن حسن مثنیٰ بن سیدنا حضرت امام حسنؓ۔ اس طرح آپ اسد اللہ الغالب حضرت علیؓ بن ابی طالب کی گیارہویں نسل تھے۔

بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ کے بارہویں دادا تھے حسب نامہ اس طرح ہے

شیخ عبدالقادر بن ابوصالح جنگی بن عبداللہ بن یحییٰ زاہد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ الثانی بن عبداللہ الثانی بن موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض بن حسن مثنیٰ بن حضرت امام حسنؓ۔ والدہ کی طرف سے آپ پندرہ واسطوں سے حسینی ہیں۔ بہرحال کسی نسب نامہ میں آپ کے کسی جد اعلیٰ کا نام جیلان ابوعبید اللہ صومعی نہیں ہے۔
بعض روایات میں آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

عبدالقادر ابومحمد ولد ابوصالح موسیٰ ولد عبداللہ جیلی ولد یحییٰ زاہد ولد محمد ولد داؤد ولد موسیٰ ولد عبداللہ ولد موسیٰ ولد عبداللہ المحض ولد حسن مثنیٰ ولد سیدنا حضرت امام حسنؓ ولد سیدنا حضرت علیؓ بن ابی طالب
اس سلسلہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے دادا کا نام عبداللہ جیلی تھا۔ جیلانی عبید اللہ کا ذکر اس سلسلہ میں بھی نہیں ہے

وفات شریف

آپ کی عمر ۹۱ سال کی ہوئی۔ دوشنبہ کی رات کو نماز عشاء کے بعد ۱۱ ربیع الثانی کو اور بقول صاحب بہجۃ الاسرار ۹ ربیع الثانی کو اور بقول سید احمد رفاعی شنبہ کی رات میں ۱۰ ربیع الثانی کو اور بقول صاحب تحفۂ قادریہ و اوراد قادریہ ۱۷ ربیع الثانی کو ۵۶۱ھ میں وفات پائی۔

ایک شاعر کا شعر ہے۔ جس سے آپ کی تاریخ پیدائش اور مدت عمر معلوم ہوتی ہے اور دونوں کو ملانے سے تاریخ وفات کا پتہ چل جاتا ہے۔ کہتا ہے ؎

إنَّ بَازَ اللهِ سُلْطَانَ الرِّجَال   جَاءَ فِیْ عِشْقٍ تُوُفِّیْ فِیْ کَمَال

یعنی اللہ کا باز جو سب لوگوں کا سلطان تھا عشق میں آیا اور کمال میں وفات پائی۔ مطلب یہ ہے کہ پیدائشی عاشق تھا اور وفات کے وقت کامل ہو چکا تھا۔ عشق کے عدد ۴۷۰ ہیں۔ یہ حضرت کا سن ولادت ہے اور

کمال کے عدد ۹۱ ہیں۔ یہ آپ کی مدت عمر ہے۔ ۴۷۰ ہیں ۹۱ بڑھانے سے ۵۶۱ ہوجاتے ہیں یہ آپ کا سال وفات ہے۔

حلیہ مبارک

ابو سعید نے فرمایا کَانَ الشَّیْخُ مُحِیُّ الدِّیْنِ عَبْدُ الْقَادِرِ اَحْمَرَ اللَّوْنِ نَحِیْفَ الْبَدَنِ رُبَعَ الْقَامَةِ شیخ محی الدین عبدالقادر کا رنگ سرخ بدن لاغر قد موزون تھا۔ شیخ محمد عبداللہ نے فرمایا کَانَ شَیْخُ الْاِسْلَامِ مُحِیُّ الدِّیْنِ عَبْدُ الْقَادِرِ نَحِیْفَ الْبَدَنِ اَحْمَرَ اللَّوْنِ مَقْرُوْنَ الْحَاجِبَیْنِ شیخ الاسلام محی الدین عبدالقادر کا بدن چھریرا موزون قامت۔ چوڑا سینہ پھیلی ہوئی داڑھی سرخ رنگ اور دونوں ابرو ملے ہوئے تھے۔

حصول تعلیم اور اساتذہ

علوم اسلامیہ میں سے ہر فن کے آپ عالم بے بدل تھے۔ بلاغت فقہ اور حدیث میں تو آپ کی نظیر ہی نہ تھی۔ ابوالوفا علی بن عقیل۔ ابو محمد بن حسین بن محمد اور ابو سعید بن مبارک مخزومی سے آپ نے فقہ حاصل کی اور شیخ ابو غالب محمد بن حسن باقلانی۔ شیخ ابو سعید بن عبدالکریم اور شیخ ابو القاسم محمد بن علی بن محمد وغیرہم سے حدیث کی سماعت کی۔ آپ نے تحصیل علم کی ابتدا بغداد میں کی تھی اور تکمیل بلاد اسلامیہ میں مختلف اساتذہ کی۔

ایک غیبی واقعہ

کہا جاتا ہے کہ حضرت شیخ اپنے بچپن میں ایک گائے کو پکڑنے کو دوڑے۔ گائے نے آپ کی طرف دیکھکر کہا مَا لِھٰذَا خُلِقْتَ وَلَا لِھٰذَا اُمِرْتَ۔ تم کو اس لئے نہیں پیدا کیا گیا اور نہ اس کا تم کو حکم دیا گیا ہے۔ آپ یہ سنکر ڈر کر بھاگ آئے اور چھت پر چڑھ گئے۔ سامنے ایک قافلہ حج کو جاتا نظر آیا۔ نیچے اتر کر آئے تو دل میں تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا۔ والدہ سے کہا میں تحصیل علم کے لئے بغداد جانا چاہتا ہوں۔ سعید خاتون نے اجازت دے دی اور ۸۰ دینار جو ترکۂ پدر کے رکھے تھے ان میں سے چالیس دینار بھی دیدیئے اور چلتے وقت نصیحت کی کہ ہمیشہ سچ بولنا جھوٹ نہ بولنا کیونکہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ یُھْلِکُ۔ سچ بچا لیتا ہے اور جھوٹ ہلاک کر دیتا ہے۔ آپ نے نصیحت گرہ میں باندھ لی اور روانہ ہوگئے۔ راستہ میں ڈاکوؤں نے قافلہ لوٹ لیا۔ رہزنوں نے آپ سے پوچھا لڑکے تیرے پاس کیا ہے۔ فرمایا چالیس دینار۔ سچ بات کہنے کا ان کو یقین نہ آیا۔ سمجھے لڑکا پاگل ہے یا ہم سے مذاق کر رہا ہے۔ پکڑ کر اپنے سردار احمد کے پاس لے گئے۔ احمد کے دریافت کرنے پر بھی آپ نے سچ بات کہہ دی۔ پوچھا کہاں ہیں؟ آپ نے گدڑی ادھیڑ کر نکال کر دیدیئے۔ احمد نے کہا۔ یہ تو ایسی جگہ پوشیدہ تھے کہ تلاشی لینے کے بعد بھی برآمد ہونا دشوار تھے تو نے کیوں ظاہر کر دیئے۔ فرمایا ماں نے سچ بولنے کی نصیحت کی تھی۔ اور رسول اللہ کا فرمان سنایا تھا میں نے حکم کی تعمیل کی۔ سنگدل احمد کی ہادی برحق کی سچائی کو دیکھکر حالت بدل گئی۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور سوچا کہ میں نے اب تک اپنے مالک کے کسی فرمان کی تعمیل نہیں کی۔ یہ لڑکا کتنا اچھا ہے کہ صرف ایک فرمان سنا اور تعمیل کے لئے اپنی جان وقف کر دی۔ رقت قلب اتنی بڑھی کہ فوراً تائب ہوگیا۔ سب چوروں نے بھی توبہ کر لی۔ قافلے والوں کا مال واپس کر دیا۔ کہتے ہیں کہ سب رہزن بڑے بڑے عارف باللہ اور اولیاء اللہ ہوگئے۔

زہد تقویٰ اور اخلاق کریمہ آپ بچپن سے پاک باطن احکام شریعت کے پابند اور متقی تھے۔ سلام کی ابتدا خود کرتے بڑوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر شفقت فرماتے۔ ضعیفوں اور فقیروں کی خدمت کرتے لیکن کسی اونچے مرتبہ والے رئیس یا حاکم کی تعظیم کے لئے کبھی کھڑے نہ ہوتے۔ نہ کسی امیر کے دروازہ پر جاتے۔ بادشاہ وقت سے لے کر معمولی درجہ کے حاکم تک کسی کی پرواہ نہ کرتے۔ اگر کسی کو کوئی موعظت نامہ لکھتے یا کسی حق دار کے حق کو ادا کرنے کی طرف متوجہ کرتے تو حاکمانہ حکم دیتے اور لجاجت یا التماس کو چھوڑ کر فرمان نافذ کرتے۔

وعظ حافظ تقی الدین واسطی نے طبقات خرقہ میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ نے وعظ کہنے کا آغاز ۵۲۰ھ میں کیا۔ ابتدائی حالت میں سننے والے چند آدمی ہوتے تھے لیکن آپ مستقل مزاج صاحب عزم اور بلند حوصلہ تھے۔ ذہنی شکست سے اتنے ہی دور تھے۔ جتنا مجاہد اعظم کو ہونا چاہئے۔ رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچ گئی کہ دس دس بیس بیس ہزار بلکہ کبھی اس سے بھی زائد آدمی آپ کے وعظ میں حاضر رہتے۔ امراء وزراء علماء اور فقراء اولیا سب ہی گوش عقیدت سے آپ کی دل پذیر نصیحتیں سنتے اور بعض لوگ تو ایسے ڈوب جاتے کہ اپنا بھی ہوش نہ رہتا۔ ہر جلسہ میں سیکڑوں گناہگار تائب ہوجاتے اور متعدد غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام بن جاتے۔

وعظ میں زیادہ تر آپ یہ الفاظ فرماتے۔ اِتَّبِعُوْا وَلَاتَبْتَدِعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَلَاتَمْرَقُوْا وَاصْبِرُوْا وَلَاتَجْزَعُوْا وَانْتَظِرُوْا الْفَرَجَ وَلَاتَيْأَسُوْا وَاجْتَمِعُوْا عَلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَلَاتَفَرَّقُوْا وَتَطَهَّرُوْا بِالتَّوْبَةِ عَنِ الذُّنُوْبِ وَلَاتَلَطَّخُوْا وَعَنْ بَابِ مَوْلَاكُمْ فَلَاتَبْرَحُوْا۔ رسول اللہ کی پیروی کرو اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر چلو۔ دین میں نئی بات نہ نکالو۔ نافرمانی مت کرو۔ صبر رکھو بے صبری نہ کرو۔ کشائش کا انتظار کرو ناامید نہ ہو۔ اللہ کے ذکر پر سب متفق ہوجاؤ۔ آپس میں پھوٹ نہ پیدا کرو۔ توبہ کرکے گناہوں سے پاک ہو جاؤ (معصیت کی گندگی سے) آلودہ نہ ہو اور اپنے مولا کے دروازہ سے نہ ہٹو۔

ایک مرتبہ فرمایا۔ فرائض کے بعد جب میں اچھے کاموں پر غور کرتا ہوں تو محتاجوں اور مہمانوں کو کھانا کھلانے اور عام و خاص کے ساتھ خوش خلقی کرنے سے بہتر کسی کام کو نہیں پاتا اگر تمام دنیا کی دولت مجھے مل جاتی۔ تو میں فقراء اور مساکین کو کھلا دیتا۔ لفظ فقیر کی تحقیق کرتے ہوئے فرمایا۔

فَنَاءُ الْفَقِيْرِ فَنَاءُهٗ فِيْ ذَاتِهٖ

وَفَرَاغُهٗ مِنْ نَعْتِهٖ وَصِفَاتِهٖ

یعنی فقیر کی ف سے اشارہ فنا اور فراغ کی طرف ہے۔ مراد یہ ہے کہ فقیر ذات باری تعالیٰ کی محبت میں اپنی ذات کو فنا کر دے اپنی ہستی اور انانیت کو باقی نہ رکھے۔ اپنے تمام اوصاف خواہشات اور

ارادوں سے فارغ ہو جائے۔ اس کی مرضی اللہ کی مرضی کے تابع ہو جائے گویا اسی کے سانچے میں ڈھل جائے۔

وَالْقَافُ قُوَّةُ قَلْبِهٖ بِحَبِيْبِهٖ   وَقِيَامُهٗ بِاللّٰهِ فِيْ مَرْضَاتِهٖ

اور قاف قوت قلب اور قیام کا ہے۔ یعنی فقیر کے دل کو قوت حبیب سے حاصل ہوتی ہے اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے میں وہ ہمہ تن مصروف رہتا ہے۔

وَالْيَاءُ يَرْجُوْ رَبَّهٗ وَيَخَافُ   وَيَقُوْمُ بِالتَّقْوٰى بِحَقِّ تُقَاتِهٖ

اور یاء سے اشارہ اشارہ يَرْجُوْ اور يَخَافُ اور يَقُوْمُ کی طرف ہے۔ یعنی فقیر کا مرکز امید وبیم صرف اللہ ہوتا ہے اور کامل طور پر وہ اس کی نافرمانی سے پرہیز رکھتا ہے۔

وَالرَّاءُ رِقَّةُ قَلْبِهٖ وَصَفَاتِهٖ   وَرُجُوْعُهٗ لِلّٰهِ عَنْ شَهْوَاتِهٖ

اور راء سے یہ مراد ہے کہ فقیر کے دل میں رقت اور صفائی ہوتی ہے۔ اور وہ اللہ کے لئے اپنی خواہشات سے رجوع کرتا ہے۔

کرامات

اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ کرامت اولیاء حق ہے۔ مادہ پرست کیسا ہی انکار کریں۔ لیکن مشاہدہ اور متواتر مشاہدہ گواہ ہے کہ روحانیت کے غیر معمولی تصرفات اس مادی کائنات میں ہوئے ہیں ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ انبیاء کے معجزات اور اولیا کی کرامات ناقابل انکار ہیں۔ حضرت غوث اعظم اولیاء امت کے سرگروہ تھے۔ خود حضرت نے فرمایا تھا۔ قَدَمِيْ هٰذِهٖ عَلٰى رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيِّ اللّٰهِ۔ میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔ یعنی بارگاہ خداوندی میں میری عزت ہر ولی سے زائد ہے عزت کی یہ افزونی عطیہ الٰہی ہے۔ اگرچہ اتباع سنت پابندی شریعت تقوی قوت ایمان محبت الٰہی اور ترک ماسوا اس عزت کے حصول کے ذرائع ہیں لیکن وسائل کی قوت کے باوجود حصول عزت وکرامت فضل خداداد ہے۔ ایں سعادت بزور بازو نیست۔ بہر حال حضرت کی ذات والاصفات سے خوارق کا صدور اور کرامات کا ظہور ایسی حقیقت ہے۔ جو باجماع اہل روحانیت ثابت ہے تفصیلی روایات پر جرح قدح اور سلسلہ رواۃ پر نقد وتبصرہ ممکن ہے۔ لیکن کسی خاص کرامت کو متواتر ثابت کرنا اور مفید یقین قرار دینا ضروری نہیں۔ کسی نبی سے معجزہ کا ظہور منکروں کو نبی کی صداقت کا قائل بنانے کے لئے ہوتا ہے یا وقتی ضرورت کو پورا کرنے اور اہل ایمان کو مرتبۂ اطمینان پر فائز بنانے کے اور مومنوں کے دلوں میں نبی کی محبت جمانے کے لئے اسی طرح فوق العادت خوارق کا کسی ولی کی قوت روحانیت سے نمودار ہونا اہل الظن کے مزید اطمینان خاطر اور عقیدت کے رسوخ کا سبب ہوتا ہے اور منکروں کو تصدیق حق و بل حق کی دعوت دیتا ہے۔ اس لئے ایسے خوارق کو نقل کرنا روایت کی سخت ترین شرطوں پر موقوف نہیں

اگر منکروں کے انکار کو ظنی روایات زائل نہ بھی کر سکیں گی۔ پھر بھی اہل ایمان تو ان سے سکون قلب
ضرور ہی حاصل کر سکیں گے۔

حضرت شیخ کے متعلق روایاتِ کرامت بھی اسی طرح کی ہیں۔ ان کو محض جھوٹا پروپیگنڈا نہیں کہا
جا سکتا۔ نہ ایسی روایات کا موضوع ولایت شیخ کو تسلیم کرانا ہے۔ نہ شیخ پر کسی خلاف شرع فعل کے
ارتکاب کی بہتان بندی ان کی غرض ہے۔ افادۂ اطمینان اور مواعظ حسنہ کی تعمیل ان کا اصل مقصد
ہے جو بہرحال عوام و خواص سب کو حاصل ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہم حضرت کی چند کرامات کا تذکرہ کرنا چاہتے
ہیں جن کا ثبوت ظنی موجود ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی سر گروہ طائفۂ سہروردیہ مشہور صوفی فلسفی متکلم اور
اشراقی گذرے ہیں۔ جوانی کے زمانہ میں آپ کو علم جدل وکلام کا بے حد شوق تھا۔ آپ کو آپ کے
چچا حضور غوث اعظمؒ کی خدمت میں لے گئے۔ قریب پہنچے تو چچا نے کہا یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا
نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَتَكُمْ۔ ایمان والو جب تم رسول اللہ سے
گفتگو کرو تو گفتگو سے پہلے کچھ مال راہ خدا میں خیرات کر دیا کرو۔ بھتیجے یہ بزرگ ہیں ان کے سامنے احتیاط
سے کام لینا۔ دیکھوں تم کس ادب اور تعظیم کے ساتھ پیش آتے ہو۔ خدمت گرامی میں حاضر ہونے کے بعد
چچا نے عرض کیا۔ میرے اس بھتیجے کو علم الکلام کا بے حد شوق ہے۔ میں روکتا ہوں اور یہ باز نہیں آتا۔
شیخ نے فرمایا عمر تم نے علم کلام کی کون کون سی کتابیں پڑھی ہیں۔ شیخ شہاب الدین نے کچھ کتابوں کا ذکر کیا۔
حضرتؒ نے دستِ مبارک شیخ کے سینہ پر پھیر دیا۔ فوراً جو کچھ شیخ کو یاد تھا۔ سب محو ہو گیا (غالباً علم کلام سے
مراد اللہ کی ذات صفات اور مبدء و معاد کے متعلق وہ انتہائی پیچ کی بحثیاں ہیں جن کا شکار اکثر گمراہ بدعتی
فرقے ہو گئے)۔

ابو المظفر منصور کا بیان ہے میں جوانی کے زمانے میں ایک بار شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت میرے
ہاتھ میں فلسفہ کی ایک کتاب تھی۔ حضرت نے بغیر پوچھے اور بلا دیکھے فرمایا۔ یہ کتاب تیری بدترین رفیق ہے
اس کتاب کو دھو ڈال۔ کتاب نایاب تھی۔ میں نے خیال کیا۔ گھر جا کر اس کو رکھ دوں گا۔ یہ خیال آنا تھا کہ حضرت نے
فرمایا ذرا یہ کتاب مجھے دے دو۔ میں نے دے دی۔ حضرت نے ہاتھ میں لے کر واپس کر دی۔ میں نے کھول کر
دیکھا تو سب ورق صاف تھے۔ ایک حرف بھی لکھا باقی نہ تھا۔

ایک شخص چوری کے ارادہ سے خانۂ مبارک میں داخل ہوا۔ اندر پہنچ کر نابینا ہو گیا۔ راز کھل گیا۔ آپ نے
اس کو ہدایت کی۔ چور نے توبہ کی اور شیخ وقت ہو گیا۔

اسی طرح بکثرت کرامات حضرت گرامی کی منقول ہیں۔ ہم بخوف طوالت یہاں ان کا ذکر مناسب نہیں سمجھتے۔

واقعۂ وفات

ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ ۵۶۱ھ ماہ ربیع الثانی کی ۹ یا ۱۰ یا ۱۱ یا ۱۷ تاریخ کو حضرت کا وصال بغداد میں ہوا اور باب الازج میں آپ کو دفن کیا گیا۔

وفات کے قریب آپ نے اپنی اولاد سے فرمایا۔ میرے پاس سے جاؤ۔ بظاہر میں تمہارے درمیان ہوں لیکن میرا دل تم سے اجنبی ہے۔ پھر ارشاد فرمایا عَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ غَفَرَ اللّٰهُ لِي وَلَكُمْ تَابَ اللّٰهُ عَلَيَّ وَعَلَيْكُمْ بِسْمِ اللّٰهِ غَيْرُ مُوَدِّعِيْنَ۔ حضرت کے صاحبزادہ شیخ عبدالرزاق کا بیان ہے۔ پھر حضرت نے دونوں ہاتھ اٹھائے پھیلائے اور فرمایا وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ تُوْبُوْا وَادْخُلُوْا فِي الصَّفِّ اِذَا جِئْ اِلَيْكُمْ۔ حضرت کے صاحبزادہ شیخ عبدالجبار کا بیان ہے۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت کے جسم میں درد کہاں ہوتا ہے۔ فرمایا میرے تمام اعضا دکھ رہے ہیں۔ ہاں میرا دل نہیں دکھتا۔ میرا دل اللہ کے ساتھ ہے۔

صاحبزادہ سید موسیٰ کا بیان ہے کہ آخری حالت میں بار بار فرماتے تھے۔ تعززو لم یودھا علی الصحتہ۔ اس کے بعد منہ سے چیخ نکل گئی۔ تین بار اللہ کہا اور رفیق اعلےٰ سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

اولاد امجاد

۱۔ سیف الدین عبدالوہاب ولادت ۵۲۲ھ وفات ۵۹۳ھ

۲۔ شرف الدین سید عیسیٰ وفات ۵۷۳ھ آپ ہی کے لئے حضرت غوث اعظمؒ نے فتوح الغیب تالیف فرمائی۔ آپ کی تصانیف میں سے کتاب جواہر الاسرار ہے۔

۳۔ سراج الدین ابوالفتح سید عبدالجبار وفات ۵۷۵ھ

۴۔ تاج الدین ابوبکر سید عبدالرزاق وفات ۶۰۳ھ

۵۔ ابواسحاق سید ابراہیم وفات ۶۰۰ھ

۶۔ ابوالفضل سید محمد وفات ۶۰۰ھ

۷۔ ابوعبدالرحمٰن سید عبداللہ وفات ۵۸۷ھ

۸۔ ابوذکریا سید یحییٰ وفات ۶۰۰ھ

۹۔ ضیاء الدین ابونصر سید موسیٰ وفات ۶۱۸ھ

۱۰۔ شمس الدین سید عبدالعزیز وفات نامعلوم۔

۱۱۔ سید صالح وفات نامعلوم۔

اگر منکروں کے انکار کو صنی روایات زائل نہ بھی کر سکیں گی۔ پھر بھی اہل ایمان تو اُن سے سکون قلب ضرور ہی حاصل کر سکیں گے۔

حضرت شیخ کے متعلق روایات کرامت بھی اسی طرح کی ہیں۔ ان کو محض جھوٹا پروپیگنڈا نہیں کہا جا سکتا۔ نہ ایسی روایات کا موضوع ولایت شیخ کو تسلیم کرانا ہے۔ نہ شیخ پر کسی خلاف شرع فعل کے ارتکاب کی بہتان بندی ان کی غرض ہے۔ افادۂ اطمینان اور مواعظ حسنہ کی تعمیل ان کا اصل مقصد ہے جو بہرحال عوام و خواص سب کو حاصل ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہم حضرت کی چند کرامات کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جن کا ثبوت ظنی موجود ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی سرگروہ طائفۂ سہروردیہ مشہور صوفی فلسفی متکلم اور اشراقی گذرے ہیں۔ جوانی کے زمانہ میں آپ کو علم جدل وکلام کا بے حد شوق تھا۔ آپ کو آپ کے چچا حضور غوث اعظمؒ کی خدمت میں لے گئے۔ قریب پہنچے تو چچا نے کہا یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً۔ ایمان والو جب تم رسول اللہ سے گفتگو کرو تو گفتگو سے پہلے کچھ مال راہ خدا میں خیرات کر دیا کرو بھتیجے یہ بزرگ ہیں ان کے سامنے احتیاط سے کام لینا۔ دیکھوں تم کس ادب اور تعظیم کے ساتھ پیش آتے ہو۔ خدمت گرامی میں حاضر ہونے کے بعد چچا نے عرض کیا میرے اس بھتیجے کو علم الکلام کا بے حد شوق ہے۔ میں روکتا ہوں اور یہ باز نہیں آتا۔ شیخ نے فرمایا عمر تم نے علم کلام کی کون کون سی کتابیں پڑھی ہیں۔ شیخ شہاب الدین نے کچھ کتابوں کا ذکر کیا۔ حضرتؒ نے دست مبارک شیخ کے سینہ پر پھیر دیا۔ فوراً جو کچھ شیخ کو یاد تھا سب محو ہو گیا (غالباً علم کلام سے مراد اللہ کی ذات صفات اور مبدء و معاد کے متعلق وہ الہیاتی کج بحثیاں ہیں جن کا شکار اکثر گمراہ بدعتی فرقے ہو گئے)۔

ابو المظفر منصور کا بیان ہے میں جوانی کے زمانے میں ایک بار شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت میرے ہاتھ میں فلسفہ کی ایک کتاب تھی۔ حضرت نے بغیر پوچھے اور بلا دیکھے فرمایا۔ یہ کتاب تیری بدترین رفیق ہے اس کتاب کو دھو ڈال۔ کتاب نایاب تھی۔ میں نے خیال کیا۔ گھر جا کر اس کو رکھ دوں گا۔ یہ خیال آنا تھا کہ حضرت نے فرمایا ذرا یہ کتاب مجھے دے دو۔ میں نے دے دی۔ حضرت نے ہاتھ میں لے کر واپس کر دی۔ میں نے کھول کر دیکھا تو سب ورق صاف تھے۔ ایک حرف بھی لکھا باقی نہ تھا۔

ایک شخص چوری کے ارادہ سے خانۂ مبارک میں داخل ہوا۔ اندر پہنچ کر نابینا ہو گیا۔ راز کھل گیا۔ آپ نے اس کو ہدایت کی۔ چور نے توبہ کی اور شیخ وقت ہو گیا۔

اسی طرح کبثرت کرامات حضرت گرامی کی منقول ہیں۔ ہم بخوف طوالت یہاں ان کا ذکر مناسب نہیں سمجھتے۔

واقعۂ وفات ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ ۵۶۱ھ ماہ ربیع الثانی کی ۹ یا ۱۰ یا ۱۱ یا ۱۷ تاریخ کو حضرت کا وصال بغداد میں ہوا اور باب الازج میں آپ کو دفن کیا گیا۔

وفات کے قریب آپ نے اپنی اولاد سے فرمایا۔ میرے پاس سے جاؤ۔ بظاہر میں تمہارے درمیان ہوں لیکن میرا دل تم سے اجنبی ہے۔ پھر ارشاد فرمایا عَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ غَفَرَ اللّٰہُ لِیْ وَلَکُمْ تَابَ اللّٰہُ عَلَیَّ وَعَلَیْکُمْ بِسْمِ اللّٰہِ غَیْرَ مُوَدِّعِیْنَ۔ حضرت کے صاحبزادہ شیخ عبدالرزاق کا بیان ہے۔ پھر حضرت نے دونوں ہاتھ اٹھائے پھیلائے اور فرمایا وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ تُوْبُوْا وَادْخُلُوْا فِی الصَّفِّ اِذَا جِیُٔ اِلَیْکُمْ۔ حضرت کے صاحبزادہ شیخ عبدالجبار کا بیان ہے۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت کے جسم میں درد کہاں ہوتا ہے۔ فرمایا میرے تمام اعضا دکھ رہے ہیں۔ ہاں میرا دل نہیں دکھتا۔ میرا دل اللہ کے ساتھ ہے۔

صاحبزادہ سید موسیٰ کا بیان ہے کہ آخری حالت میں بار بار فرماتے تھے۔ تعزز و لم یو دھا علی الصحتہ۔ اس کے بعد منہ سے چیخ نکل گئی۔ تین بار اللہ کہا اور رفیق اعلےٰ سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اولاد امجاد

۱۔ سیف الدین عبدالوہاب ولادت ۵۲۲ھ وفات ۵۹۳ھ

۲۔ شرف الدین سید عیسیٰ وفات ۵۷۳ھ آپ ہی کے لئے حضرت غوث اعظمؒ نے فتوح الغیب تالیف فرمائی۔ آپ کی تصانیف میں سے کتاب جواہر الاسرار ہے۔

۳۔ سراج الدین ابوالفتح سید عبدالجبار وفات ۵۷۳ھ

۴۔ تاج الدین ابوبکر سید عبدالرزاق وفات ۶۰۳ھ

۵۔ ابواسحاق سید ابراہیم وفات ۶۰۰ھ

۶۔ ابوالفضل سید محمد وفات ۶۰۰ھ

۷۔ ابوعبدالرحمٰن سید عبداللہ وفات ۵۸۹ھ

۸۔ ابوذکریا سید یحییٰ وفات ۶۰۰ھ

۹۔ ضیاء الدین ابونصر سید موسیٰ وفات ۶۱۸ھ

۱۰۔ شمس الدین سید عبدالعزیز وفات نامعلوم۔

۱۱۔ سید صالح وفات نامعلوم۔

تصانیف حضرت شیخ کے پرحکمت کلمات تصوف اور مواعظ حسنہ ناقابلِ شمار ہیں۔ لیکن مشہور ترین مندرجہ ذیل کتابیں ہیں۔

۱۔ فتوح الغیب۔ یہ تصوف کی ایسی کتاب ہے۔ جس کی نظیر اخلاقی متصوفانہ کتب میں معدوم ہے۔ خالص پیام توحید ہے۔ درس رسالت ہے۔ مواعظ و حِکَم کا قیمتی ذخیرہ ہے۔ اردو میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ ہر جگہ ملتی ہے۔

۲۔ مواعظ و خطبات کا مجموعہ۔ یہ مجموعہ چھپ چکا ہے۔ اردو میں ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ لیکن مجموعہ مختصر ہے۔

۳۔ غنیۃ الطالبین۔ یہ بھی شائع ہو چکی ہے۔ اس کے کئی تراجم بھی اردو میں ہو چکے ہیں۔ لیکن تحت اللفظ غیر مفید ہیں۔ پیش نظر ترجمہ میں نے بھی کیا ہے۔ جو اگرچہ زیادہ تحت اللفظ نہیں ہے۔ لیکن محض تعبیر بھی نہیں ہے۔ نہ زیادتی کمی نہیں کی گئی۔ سیاق اور رفتارِ عبارت کو نہیں بدلا گیا۔ سادہ عام فہم الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ عالمانہ طرزِ عبارت سے قصداً گریز کیا گیا ہے۔ کیونکہ افادہ عوام اصل مقصد ہے۔

کیا یہ پوری کتاب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ اہل تحقیق نے اس پر اتفاق نہیں کیا۔ لیکن یہ بات بہرحال محقق ہے کہ حضرت شیخ کی طرف اس کتاب کا انتساب بالکل غلط نہیں ہے۔ سیاق عبارت شیخ کا ہے۔ ترتیب معانی پرحکمت تعلیم بےباکانہ موعظت اور طرز خطابت شیخ کا ہے۔ اں بعض مباحث خصوصاً جنت و دوزخ کی تفصیلی حالت کے متعلق احادیث منقولہ کو الحاقی اور موضوع کہا جا سکتا ہے۔ اتباع (امام) ابوحنیفہؒ کو گمراہ فرقوں میں سے شمار کرنا بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ کیونکہ آپ کا فقہی مسلک حنبلی اور عقائد محدثین کے لئے اور ظاہر ہے کہ امام احمد حنبل احناف کو غیر ناجی نہیں جانتے۔ نہ امام سے کوئی ایسی صراحت منقول ہے۔ نہ اصحاب حدیث حنفیہ کو فرقۂ ضالہ غیر ناجیہ کہتے ہیں۔ نہ احناف کو مرجیہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اہل کبائر کو حنفی بھی فاسق کہتے ہیں۔ تمام اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے۔ امام احمد بھی اسی کے قائل ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اصحاب حدیث اعمال کو جزء ایمان قرار دیتے ہیں اور اہل کبائر کو ناقص الایمان کہتے ہیں۔ لیکن نواصب کی طرح کافر اور معتزلہ کی طرح غیر مومن اور غیر کافر نہیں کہتے۔ اس لئے حنفیہ کو مرجیہ میں سے شمار کر کے غیر ناجیہ قرار دینا محض الحاقی اور شیخ کی طرف غلط انتساب ہے۔ واللہ اعلم

چند ملفوظات گرامی اللہ کے ہو جاؤ۔ تقویٰ ضروری سمجھو۔ اپنے نفس کا ساتھ نہ ہو۔ صبر کا دامن تھام لو۔ اللہ کے طلبگار رہو۔ باؤ۔ غرور سے باز آ جاؤ۔ ظاہر کی آراستگی پر اکتفا نہ کرو۔ طرح طرح کی غذا کھا مگر زہد کے ہاتھ سے نہ کہ رغبت کے ہاتھ سے۔ قسم قسم کا کھانا کھا۔ مگر تیرا دل حق تعالیٰ کے ساتھ رہے۔ تو کھانوں کی خرابی سے محفوظ رہے گا۔ اگر طبیب کے ہاتھ سے کھائے گا۔

تمہارے دل کس قدر سخت ہو گئے۔ تم امانت کھو بیٹھے۔ تمہارے درمیان سے رحمت و شفقت اٹھ گئی شریعت کے احکام تمہارے پاس امانت تھے جن کو تم نے چھوڑ دیا۔ افسوس اگر تو امانت کی حفاظت ضروری نہ سمجھیگا۔ تو عنقریب تیری آنکھ میں پانی اُتر آئے گا۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت کا دروازہ تجھ پر بند کردے گا۔

اپنے سروں کو اللہ کے سوا دوسروں کے سامنے جھکانے سے محفوظ رکھ۔

اندھے پن اور غفلت کے ساتھ لوگوں سے میل جول مت رکھ۔ بلکہ بصیرت اور علم و بیداری کے ساتھ ان سے مل۔ اگر ان کی طرف سے کوئی اچھی بات تجھے ملے تو اختیار کرلے۔ بری بات ہو تو اس سے خود بھی اجتناب کر اور اُن کو بھی روک۔

افسوس تو کس قدر تاویلیں کرتا اور وجوہ جواز ڈھونڈتا ہے۔ (اپنے ناروا فعل کی) تاویلیں کرنے والا بد عہد باغی ہے۔

عزیمت جاتی رہی اور اس کے اہل بھی جاتے رہے۔ یہ زمانہ رخصتوں کا رہ گیا نہ کہ عزیمتوں کا۔ یہ زمانہ دو غلی بات اور نفاق اور دوسروں کے مال لینے کا رہ گیا۔

بہت لوگ ہیں جو نماز روزہ حج زکوٰۃ اور تمام نیک کام مخلوق کے لئے کرتے ہیں۔ خالق کے لئے نہیں کرتے۔ اس دنیا کا بڑا حصہ مخلوق ہی مخلوق بن گیا۔ تم سب مردہ دل ہو۔ زندہ نفس ہو۔ زندہ خواہش والے ہو۔ طالب دنیا ہو۔ دل کی زندگی اس میں ہے کہ مخلوق کے خیال سے نکل جائے اور باطنی طور پر اللہ سے وابستہ ہو جائے۔ یہاں صورت کا اعتبار نہیں۔ قلب کی زندگی حق تعالیٰ کے حکم کی تعمیل۔ ممانعت پر پابند رہنے اور مصائب پر صبر رکھنے سے حاصل ہوتی ہے۔

مالدار بننے کی تمنا نہ کرو۔ بوالہوس مت بنو

علم بغیر عمل کے مفید نہیں۔

کما اپنے کسب کے ذریعہ سے۔ مت کما اپنے دین کے ذریعہ سے۔

کما اور کھا اور اس سے دوسروں کی غم خواری بھی کر۔

اللہ کا شکوہ بندہ سے نہ کر۔

اللہ سے ڈرنا کامیابی کی کنجی ہے۔

غنیمت سمجھ زندگی کے دروازہ کو جب تک وہ کھلا ہوا ہے۔

جوڑو بناؤ جو کچھ توڑ چکے ہو۔ دھوؤ جس کو گندہ کر چکے ہو۔ سنوارو جس کو بگاڑ چکے ہو۔ صاف کرو جس کو میلا کر چکے ہو۔ لوٹا دو جو کچھ لے چکے ہو۔

واعظ بننا زیبا نہیں جب تک اپنے باطن کے اعتبار سے سب کو چھوڑ نہ دے۔

کاہل ہمیشہ محروم رہتا ہے۔ پشیمانی کی رسی اس کی گردن میں ہوتی ہے۔

بدکاروں کی صحبت سے پرہیز رکھو۔

اللہ سے شرماؤ غفلت میں نہ پڑے رہو۔

شریعت پر عمل کرنے سے ہی روحانی ترقی حاصل ہوتی ہے۔

طلب کرو یا نہ کرو رزق مقدر ضرور ملیگا۔

احمق کی صحبت بڑی نقصان دہ ہے۔ اگر تو جاہلوں کی صحبت اختیار کرے گا تو ان کی جہالت تجھ تک بھی پہنچے گی۔

اپنی حقیقت کو پہچانو۔

قلب کے عمل کے بغیر زبانی علم تجھ کو حق کی طرف ایک قدم بھی نہ چلا سکیگا۔ رفتار قلب ہی کی رفتار ہے۔ بشرطیکہ اعضاء سے شریعت کی حدود کی محافظت ہو۔

جس نے اپنے اعمال مخلوق کے لئے کئے اُس کا کوئی عمل نہیں۔ اعمال خلوتوں میں ہی ہوتے ہیں۔ جلوتوں میں نہیں ہوتے۔ بجز فرائض کے کہ ان کا ظاہر کرنا ضروری ہے۔

اگر بنیاد کو مضبوط کرنے میں کوتاہی ہو چکی تو اوپر کی عمارت کی مضبوطی بے سود ہے۔ اگر بنیاد مضبوط ہو اور اوپر کی تعمیر میں خرابی آجائے تو تعمیر کی تلافی ہو سکتی ہے۔ اعمال کی بنیاد توحید و اخلاص ہے جس کے پاس توحید و اخلاص نہ ہو اس کے پاس کوئی عمل نہیں۔

ریاکار کا کپڑا صاف ہے دل گندہ ہے۔ مباح چیزوں کو ترک کر کے زاہد بنتا اور ریاکاری کرنے سے کاہل رہتا ہے۔ دین کے ذریعہ سے کماتا ہے اور کسی چیز سے پرہیز نہیں کرتا عوام سے اس کی حالت پوشیدہ ہے۔ مگر خواص سے مخفی نہیں۔ اس کا سارا زہد اور ساری طاعت ظاہر ہی میں ہے۔ اس کا ظاہر آباد ہے اور باطن ویران۔ اللہ کی اطاعت قلب سے ہوتی ہے (صرف) قالب سے نہیں۔

تیری زبان پرہیزگار ہے مگر دل بدکار۔ تیرا ظاہر مسلمان ہے مگر دل کافر۔ تیرا بیرون موحد ہے مگر باطن مشرک۔ تیرا زہد ظاہر میں ہے تیرا دین ظاہر میں ہے۔ لیکن تیرا باطن خراب ہے۔ جیسے بیت الخلا پر قلعی۔ مومن اول اپنا باطن آباد کرتا ہے پھر ظاہر کو بناتا ہے۔ جیسے مکان بنانے والا پہلے اندرونی حصہ بناتا ہے۔ پھر اندرونی تعمیر سے فارغ ہو کر دروازہ بناتا ہے۔

ایمان داروں کی آزمائش ہوتی ہے۔

خدمت کرو مخدوم بن جاؤ گے۔
عبادت میں تکلف نہ برتو۔
افسوس کہ تو حافظ قرآن بنتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا۔
سنت رسول اللہؐ کا حافظ بنتا ہے اور اس کی عملی موافقت نہیں کرتا۔
دوسروں کو حکم دیتا ہے۔ خود نہیں کرتا تم کیوں کہتے ہو ایسی بات جو خود نہیں کرتے۔ تم کو شرم نہیں آتی۔
کیوں دعوے کرتے ہو ایمان کا حالانکہ تم خود مومن نہیں۔
بغیر عمل کے تحصیل علم میں عمر ضائع نہ کر۔
شریعت کی حدود کی حفاظت کرو۔
عارف مصیبتوں میں مبتلا رہ کر بھی دم نہیں مارتا۔
شریعت پر عمل کرنے سے ہی حقیقی تصوف حاصل ہوتا ہے۔
اول ظاہری فقہ حاصل کر پھر باطنی فقہ کی تحصیل کے لئے عزلت اختیار کر۔
تونگری کی طلب چھوڑ دو تونگر بن جاؤ گے۔
اے علم کا دعوےٰ کرنے والے مولوی! اللہ کے ڈر سے تیرا رونا کہاں گیا۔ تیری طرف سے گناہوں کا اقرار کہاں گیا۔ شب و روز اللہ کی اطاعت میں بسر کرتا کیا ہوا۔ تیری اپنے نفس کو ادب آموزی کدھر گئی۔ تیری توجہ کا پورا مرکز کرتہ عمامہ کھانا پینا نکاح مکان دکان اور دنیا کے ساتھ تعلق ہی ہو کر رہ گیا۔ اپنی توجہ کو ان تمام چیزوں سے الگ کرے۔ اگر ان میں سے کوئی چیز تیرے نصیب کی ہوگی۔ تو اپنے وقت پر خود تیرے پاس آجائے گی۔
علماء صلحاء اور اولیاء پہاڑوں کی طرح ہیں۔ جن کو آفات و مصائب کی آندھیاں نہ ہلا سکتی ہیں نہ اکھاڑ سکتی ہیں۔
وہ توحید کے مقام سے ہلتے بھی نہیں۔
مالدار و فقیر کے درمیان امتیاز نہ رکھو۔
عالم بن جاجان بوجھکر جاہل نہ بن۔
عالم باعمل اللہ کا نائب ہے۔
بندہ کے دل کی آبادی اسلام ہے۔ تم نفس کے دنیا کے اور خواہش کے بندے ہو۔
عبادت پر گھمنڈ نہ کرو۔
تمہارے اقوال ہیں افعال نہیں اور افعال ہیں تو ان میں توحید و اخلاص نہیں۔
دنیا سے کچھ بھی محبت رکھو گے تو ہرگز فلاح نصیب نہ ہوگی۔

جہادِ باطن جہادِ ظاہر سے زیادہ سخت ہے

روزہ دار بن کر دن بھر بھوکا پیاسا رہنا اور شام کو مال حرام سے افطار کرنا کیا کارآمد ہوگا۔ حرام خور و تم دن میں اپنے آپ کو پانی پینے سے روکتے ہو اور افطار کا وقت آتا ہے تو مسلمان کے خون سے افطار کرتے ہو۔

تم سیر ہو کر کھاتے ہو حالانکہ تمہارے پڑوسی بھوکے ہوتے ہیں اور پھر دعوے کرتے ہو مسلمان ہونے کا۔

میں کہتا ہوں یا تو اسلام کی جملہ شرائط کے پابند ہو ورنہ مسلمان ہونے کا زبانی دعوے مت کرو۔

تو مخلوق کی غم خواری کر۔ اللہ اپنی رحمت سے تیری غم خواری کرے گا تو زمین والوں پر رحم کر آسمان والا تجھ پر رحم کریگا۔

برداشت اور قطع شر کی عادت ڈال۔

تم نے خدا کو چھوڑ کر غیروں کو معبود بنا رکھا ہے۔ تجھے اعتماد ہے اپنے نفس پر، مخلوق پر، روپیہ پر، تجارت پر اور شہر کے حاکم پر جس چیز پر تیرا اعتماد ہو وہی تیری معبود ہے جس سے تجھے خوف یا طمع ہو وہی تیرا معبود ہے۔ جس کو تو نفع نقصان پہنچانے والا سمجھے وہی تیرا معبود ہے۔

تو اعظ مت بن ظاہر کو خوبصورت بنا کے جب کہ تیرا باطن بگڑا ہوا ہو۔

ریاکار منافق دین سے دنیا کمایا کرتے ہیں اور باوجود نا اہل ہونے کے نیکوں کی سی صورت بنا تا اُن جیسی باتیں کرتا اور اُن کا سا لباس پہنتا ہے۔ حالانکہ اُن جیسے کام نہیں کرتا۔

کوشش تو کر مدد کرنا اس کا کام ہے۔ اس سمندر میں ہاتھ پاؤں مار موجیں تجھے اٹھا کر اور پلٹے دے کر کنارہ تک لے ہی آئیں گی۔

نصیحت وہی کارگر ہوتی ہے جو عمل کی زبان سے ہو۔

حضرت شیخ کے ملفوظات گرامی بلامبالغہ لاکھوں ہیں اور ہر نصیحت کے اندر حکمت و معرفت کے خزانے پوشیدہ ہیں۔ ہم نے بطور نمونہ چند کلمات نقل کئے ہیں۔ آپ کے مواعظ و حِکَم کا بہت ہی قیمتی ذخیرہ حضرت کی کتابوں میں موجود ہے اور سب حرزِ جان بنانے کے قابل ہے۔ اس سے زیادہ اس جگہ لکھنا موجب طوالت ہے۔

احقر مترجم غفرلہٗ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پروردگار آسانی عطا فرما۔ کریم میری مدد کر۔ الٰہی میں تیری مدد اور مہربانی کا خواستگار ہوں۔ آقائے گرامی محمد رسول اللہ صلعم اور حضور کے آل و اصحاب پر اللہ کی رحمت اور سلام ہو۔

سزاوار حمد ہے وہ خدا جس کی تعریف سے ہر کتاب کی ابتدا اور جس کے ذکر سے ہر کلام کا آغاز ہوتا ہے۔ عالم آخرت میں راحت پانے والے اس کی ثنا سے لطف اندوز ہوں گے اس کے نام سے ہر بیماری کی شفا ہوتی ہے اور ہر غم و مصیبت کا ازالہ دشواری ہو یا آسانی سکھ ہو یا دکھ ہر حال میں اس کے سامنے زاری اور سوال کے ہاتھ پھیلائے جاتے ہیں۔ زبانوں کے اختلاف کے باوجود ہر قسم کے خطاب کی تمام آوازیں وہی سنتا ہے اور بے قرار کی دعا قبول فرماتا ہے۔ وہی سزاوار حمد ہے کہ اس نے اپنی جود و احسان سے نوازا اس کا شکر ہے کہ اس نے نعمت و عطا سے سرفراز فرمایا، راہ حق واضح کی اور اس پر چلایا۔

رحمت و سلام ہو اللہ کے برگزیدہ رسول محمد پر جن کے ذریعہ سے اللہ نے گمراہوں کو گمراہی سے نکال کر راہ حق دکھائی آپ کے آل و اصحاب برادران رسالت اور مقرب ملائکہ پر بھی درود و سلام ہو۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ میرے بعض دوستوں کو چونکہ میری درست بیانی کے متعلق حسن ظن ہے اس لیے انہوں نے اس کتاب کو تصنیف کرنے کی مجھ سے پرزور درخواست کی حالانکہ قولی اور فعلی غلطی سے بچانے والا تو اللہ ہی ہے وہی نیتوں اور ارادوں سے واقف ہے اور جو کچھ میرے دوست کی خواہش ہے اس میں اپنے انعام و فضل سے سہولت عطا کرنے والا بھی وہی ہے۔ ریا اور نفاق سے دلوں کو پاک کرنے اور برائیوں کو نیکیوں سے بدل دینے کی اسی سے امید ہے۔ وہی گناہ و قصور معاف کرنیوالا اور بندوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

جب میں نے دیکھا کہ میرے دوست کو بھی رغبت ہے۔ فرض سنت اور مستحب آداب سلامتی کو بتانے کی دلائل اور براہین سے خالق کی معرفت حاصل کرنے کی قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ سے نصیحت حاصل کرنے کی اور صالحین کے اخلاق پہچاننے کی اور اس سے غرض اس کی صرف یہ ہے کہ راہ حق پر چلنے اوامر کی تعمیل کرنے اور ممنوعات سے باز رہنے میں اس کو مدد مل جائے۔ مجھے الہام غیبی سے اس کی نیت کی صداقت کا بھی انکشاف ہوا تو میں نے اس کی درخواست

(غسل کی کیفیت و تفصیل باب آداب الخلاء میں آئے گی)

لباس پاک ہو بقدر ستر عورت ہو ریشمی نہ ہو اس کے علاوہ کسی قسم کا ہو۔ ریشمی کپڑوں سے نماز نہیں ہوتی۔ خواہ پاک ہی ہوں کسی سے چھینے ہوئے کپڑوں سے بھی نماز صحیح نہیں

نماز کی جگہ کا ہر نجاست سے پاک ہونا لازم ہے۔ گر زمین پر پڑی ہوئی نجاست ہوا یا دھوپ سے خشک ہو گئی ہو تو اس پر پاک جانماز بچھا کر نماز پڑھنی (ایک روایت میں) درست ہے۔ ایک ضعیف روایت کے بموجب چھینی ہوئی زمین میں نماذ پڑھنی درست ہے۔

مکہ اور قریب مکہ کے رہنے والوں کے لئے ٹھیک کعبہ کی سمت کی طرف رخ کریں۔ ہوا سورج اور ستاروں کی علامات سے کوشش کر کے سمت کعبہ معلوم کریں اور جہاں تک ممکن ہو۔ صحیح رخ دریافت کریں۔

نیت کا مقام دل ہے۔ نیت کرنے کا معنی یہ ہے کہ مقررہ فرض نماز کو ادا کرنے اور اللہ کے واجب حکم کی تعمیل کرنے کا پختہ ارادہ دل میں جما لیا جائے۔ دوسروں کو دکھانا یا سنانا ہرگز مقصود نہ ہو۔ نماز سے فارغ ہونے تک دل کو حاضر رکھا جائے۔ حدیث میں آیا ہے حضور اقدس صلعم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے فرمایا تھا۔ تم کو نماز کا صرف اسی قدر حصہ ملیگا جس میں تمہارا دل حاضر رہا ہوگا۔

نماز کا وقت ہو جانے کا علم یقینی طور پر ہونا چاہئے۔ بادل خوف اور دوسرے موانع کی وجہ سے یقینی علم حاصل نہ ہو۔ تو گمان غالب پر عمل کیا جائے۔

مذکورہ بالا امر کے بعد اذان دی جائے ترتیب اذان اس طرح ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ چار بار اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ دو بار۔ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ دو بار حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ دو بار حَیَّ عَلَی الْفَلَاح دو بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ دو بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ایک بار۔

پھر اقامت کہے۔ اقامت یہ ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

فصل اوّل

شرائط مندرجہ بالا کی تکمیل کے بعد اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کی جائے۔ اللہ اکبر کے علاوہ دوسرے تعظیمی الفاظ کا استعمال نماز شروع کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔

نماز کے ارکان پندرہ ہیں۔ قیام۔ تکبیر تحریمہ۔ سورہ حمد پڑھنا۔ رکوع۔ رکوع میں ٹھہراؤ۔ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا۔ رکوع کے بعد قیام میں ٹھہراؤ۔ سجدہ۔ سجدہ میں ٹھہراؤ۔ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا۔ اور اس بیٹھک میں ٹھہراؤ کرنا۔ قعدہ اخیرہ۔ اخیری قعدہ میں تشہد پڑھنا۔ رسول اللہ پر درود پڑھنا۔ سلام پھیر کر نماز ختم کرنا۔

نماز کے واجب نو ہیں۔ تکبیر تحریمہ کے علاوہ دوسری تکبیریں۔ رکوع کے اٹھنے کے وقت۔ سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد کہنا۔ ایک بار رکوع میں اور ایک بار سجدہ میں تسبیح پڑھنا (یعنی رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ تین تین بار پڑھنا) دو سجدوں کے درمیان جلسہ کی حالت میں ایک بار ربّ اغفرلی کہنا۔ قعدۂ اول۔ قعدہ اول میں تشہد پڑھنا۔ سلام پھیرتے وقت نماز سے خارج ہونے کی نیت کرنا۔

نماز کی سنتیں چودہ ہیں۔ نماز شروع کرتے وقت إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ پڑھ کر نماز کا آغاز کرنا۔ اعوذ باللہ پڑھنا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا۔ سورہ فاتحہ کے ختم پر آمین کہنا۔ کوئی سورت (سورہ فاتحہ کے بعد) پڑھنا۔ ربنا لک الحمد کے بعد مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ کہنا۔ رکوع اور سجدہ میں ایک مرتبہ سے زائد تسبیح پڑھنا۔ ایک بار سے زائد (دونوں سجدوں کے درمیان جلوس کی حالت میں) رَبِّ اغْفِرْلِی کہنا۔ سجدہ میں پیشانی کے علاوہ ناک بھی زمین پر لگانا (اس کا ثبوت صرف ایک روایت میں ہے)۔ دونوں سجدوں کے بعد (کھڑا ہونے سے پہلے) قدرے آرام حاصل کرنے کے لئے بیٹھنا (اس کو جلسہ استراحت کہتے ہیں) چار چیزوں سے پناہ مانگنا یعنی أَعُوذُ بِاللهِ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ پڑھنا۔ (میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، دجال کے فتنہ سے زندگی اور موت کی آزمائشوں سے) آخری قعدہ میں درود کے بعد وہ دعا مانگنا جو حدیث میں آئی ہے مثلاً رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ وتر میں دعائے قنوت پڑھنا۔ دوسرا سلام پھیرنا (اس کا ثبوت ضعیف روایت سے ہے)

نماز کی ہیئت سے پچیس امور کا تعلق ہے

نماز شروع کرتے وقت، رکوع کو جاتے وقت، رکوع سے سر اٹھانے کے بعد دونوں ہاتھوں کو اس طرح اٹھانا کہ دونوں مونڈھوں کے مقابل دونوں ہاتھ آجائیں۔ انگوٹھے کانوں کے پاس اور انگلیوں کے پورے کانوں کے قریب پہنچ جائیں پھر دونوں ہاتھوں کو چھوڑ دیا جائے۔ ناف سے اوپر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا جائے۔ سجدہ کے مقام

پر نظر رکھی جائے جہری قرأت میں آمین بھی جہر کے ساتھ کہنا اور سری قرأت میں آمین بھی سری کہنا۔ رکوع میں دونوں ہاتھ دونوں زانوؤں پر رکھے جائیں۔ پشت ہموار رکھی جائے۔ دونوں بازو پہلوؤں سے الگ رکھے جائیں۔ سجدہ کو جاتے وقت زانو کو زمین پر پہلے رکھا جائے، پھر ہاتھ رکھے جائیں پیٹ رانوں سے اور رانیں پنڈلیوں سے جدا رکھی جائیں۔ سجدہ کی حالت میں دونوں زانوؤں میں بھی جدائی رکھی جائے۔ دونوں ہاتھ مونڈھوں کے مقابل چاہئیں۔ دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں اور قعدہ اول میں (ایک) پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھا جائے اور قعدہ اخیر میں سرین کے بل قعود کیا جائے (جیسے عورتیں ایک طرف کو دونوں پاؤں نکال دیتی ہیں اور سرین پر بیٹھتی ہیں) دائیں ران پر دایاں ہاتھ اور بائیں ران پر بایاں ہاتھ رکھا جائے۔ دائیں ہاتھ کی انگلیاں بند ہوں۔ کلمہ کی انگلی اشارہ کے لئے اٹھی ہوئی ہو اور انگوٹھے کو بیچ کی انگلی کے ساتھ ملا کر گول حلقہ بنا لیا جائے۔ الٹے ہاتھ کی انگلیاں کھلی ہوئی ران پر رکھی ہوں۔

نماز کی شرطوں میں سے کسی شرط کی تکمیل اگر بلا عذر نہ کی جائے گی تو نماز منعقد ہی نہ ہوگی۔

اگر قصداً یا سہواً کوئی رکن چھوٹ جائے گا تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

اگر کوئی واجب بھول کر رہ جائے تو سجدہ سہو لازم ہے اور قصداً ترک سے نماز نہیں ہوتی۔

کسی سنت یا ہیئت کے ترک سے نہ نماز باطل ہوتی ہے نہ سجدہ سہو کیا جاتا ہے۔

زکوٰۃ کا بیان

مال زکوٰۃ موجود ہو تو زکوٰۃ فرض ہے۔

زکوٰۃ کے نصاب اور مقدار واجب کی تفصیل

بیس مثقال سونا یا دو سو درہم چاندی یا کوئی تجارتی سامان جس کی قیمت ان دونوں میں سے کسی کے برابر ہو یا ۲۵ اونٹ یا ۳۰ گائے بھینسیں یا چالیس بھیڑ بکریاں بشرطیکہ یہ سب جانور پورے سال جنگل میں آزاد مفت چرتے ہوں نصاب زکوٰۃ ہے۔ غلام اور مکاتب پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

سونے اور چاندی کی مقدار زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے یعنی ۲۰ دینار پر آدھا دینار۔ دو سو درہم پر پانچ درہم۔ پانچ اونٹوں پر ایک بھیڑ یا بکری۔ بھیڑ کی عمر کم سے کم پورے چھ ماہ اور بکری کی عمر پورا ایک سال ہونا چاہیے۔ دس اونٹوں پر دو بھیڑ بکریاں۔ ۱۵ اونٹوں پر تین بھیڑ بکریاں اور ۲۰ اونٹوں پر چار بھیڑ بکریاں دی جائیں۔ ۲۵ اونٹوں پر پورے سال بھر کی اونٹنی اور موجود نہ ہو تو پورے دو سال کی عمر کا اونٹ دیا جائے۔ ۳۶ اونٹوں پر دو سال کی عمر کی اونٹنی۔ ۴۶ پر سہ سالہ اونٹنی ۶۱ پر چار سالہ اونٹنی ۷۶ پر دو دو سالہ ۹۱ پر دو سہ سالہ اونٹنیاں ۹۱ سے ۱۲۰ تک دو سہ سالہ اونٹنیاں۔ اس سے اوپر ایک بھی بڑھ جائے تو ایک دو سالہ اونٹنی دی جائے گی۔ چالیس سال تک اور چالیس کا اضافہ ہو جائے تو ہر چالیس

پر ایک سہ سالہ اونٹنی دینی لازم ہے۔

گائیں بھینسیں تیس ہو جائیں تو ایک راس یک سالہ نر یا مادہ دیا جائے چالیس ہونے پر ایک راس دو سالہ نر یا مادہ۔ ساٹھ پر دو راس یک سالہ نر یا مادہ۔ ستر پر ایک یک سالہ اور ایک دو سالہ۔ اسی طرح ہر ۳۰ پر ایک یک سالہ نر یا مادہ اور ۴۰ پر ایک دو سالہ نر یا مادہ دیا جائے گا۔

بھیڑ بکریوں میں ہر ۴۰ پر ایک دی جائے ۱۲۰ تک۔ اس سے اوپر دو بکریاں یا بھیڑیں دو سو تک۔ پھر اگر ایک بھی زیادہ ہو جائے تو تین دی جائیں تین سو تک۔ اس سے آگے ہر سینکڑہ پر ایک دی جائے۔

مصرف زکوٰۃ

زکوٰۃ اُن آٹھ اقسام کے لوگوں کو دی جائے جن کا ذکر قرآن مجید میں آچکا ہے۔ (۱) فقرا یعنی وہ نادار لوگ جن کے پاس بسر اوقات کے لئے کچھ نہ ہو (۲) مسکین یعنی وہ مفلس جن کے پاس کچھ تو ہو مگر بقدر ضرورت نہ ہو (۳) زکوٰۃ کے کارندے یعنی زکوٰۃ وصول کرنے والے اور بیت المال تک پہنچانے کے ذمہ دار (۴) مولفۃ القلوب یعنی وہ کافر جن کو اگر مال دیا جائے تو ان کے مسلمان ہو جانے کی امید ہو یا کم سے کم مسلمانوں کا ان کی شرارتوں سے تحفظ ہی ہو جائے (۵) مکاتب غلاموں کا قرض ادا کر کے ان کو آزاد کرانا بلکہ ایک روایت میں تو باندی غلام خرید کر آزاد کرنے کے لئے بھی زکوٰۃ کا مال صرف کیا جا سکتا ہے۔ (۶) قرضداروں کی اعانت جن کو ادائے قرض کی طاقت نہ ہو (۷) مجاہدین جن کی تنخواہیں نہ بیت المال سے ہوں نہ حاکموں سے ان کو کچھ ملتا ہو۔ مجاہدین اگر لدار بھی ہوں تب بھی ان کو زکوٰۃ کا مال دیا جائے (۸) وہ مسافر جس کے پاس سفر میں مال نہ ہو۔ لیکن جس مسافر نے بھی اپنی بستی کو چھوڑ کر سفر شروع کیا ہے اس کو زکوٰۃ کا مال نہ دیا جائے بلکہ جو وطن سے کٹ گیا ہو دور ہو گیا ہو وہ **مصرف زکوٰۃ** ہے۔

فرض زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد نفل خیرات ہر زمانہ میں اور ہر وقت مستحب ہے خصوصاً برکت والے مہینوں اور دنوں میں تو اور بھی افضل ہے مثلاً ماہ رجب رمضان شعبان عیدکے ایام محرم کے دس دن۔ قحط سالی اور تنگ حالی کا زمانہ۔

جان و مال اور اہل عیال کو ہر دکھ سے بچاؤ دنیا میں نعم البدل کی خواہش اور آخرت میں ثواب عظیم کا حصول صدقہ خیرات کا مقصد ہونا چاہئے۔

صدقہ فطر

اپنی اور بیوی بچوں کی روزی سے اگر زیادہ ہو تو صدقہ فطر واجب ہے عید کی رات میں یا دن کو اپنی ذات اور بیوی اور غلام باندی اور اولاد اور ماں باپ اور بھائی بہن اور چچا اور چچی کی اولاد کی طرف سے صدقہ فطر دیا جائے۔ بشرطیکہ یہ لوگ اس کی زیر کفالت ہوں اور اُن کے مصارف کی ذمہ داری اس پر ہو۔ صدقہ دینے میں اقارب کی ترتیب ملحوظ رہے جس کا رشتہ زیادہ قریب ہو۔ اس کی طرف سے صدقہ دینا مقدم ہے۔

مقدار صدقہ

کھجور کشمش گیہوں جو یا اُن کے ستو یا آٹا ایک صاع دیا جائے ایک صاع بوزن عراقی ۵½ پونڈ ہوتا ہے۔ بر قول صحیح پنیر کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر کہیں یہ چیزیں موجود نہ ہوں۔ تو شہر کے اندر جو غلہ عموماً کھایا جاتا ہو۔ مثلاً چاول جوار، چینا وغیرہ اُسی میں سے اتنی مقدار ادا کرے۔

روزہ

ماہ رمضان شروع ہو جانے پر روزہ واجب ہو جاتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے فمن شهد منكم الشهر فليصمهُ تم میں سے جو شخص رمضان کو پائے تو اس میں روزے رکھے۔

اگر چاند دیکھ کر یا کسی عادل ثقہ آدمی کی شہادت سے یا شعبان کی تیسویں رات کو بادل یا غبار کی وجہ سے چاند نہ دکھنے یا شعبان کے ۳۰ دن پورے ہو جانے سے رمضان کی آمد ثابت ہو جائے تو دوسرے دن روزہ رکھے اور وقت مغرب سے طلوع فجر صادق تک جس وقت چاہے دوسرے دن کے روزہ کی نیت کرلے روزانہ پورے مہینے اسی طرح نیت کیا کرے یہی صحیح ہے ایک ضعیف روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ اگر رمضان کی پہلی رات میں مہینہ بھر کے روزوں کی یکدم نیت کرلی تو کافی ہے۔

صبح سے لے کر پورے دن کھانے پینے اور جماع کرنے سے پرہیز رکھا جائے کسی راستہ سے بھی کوئی چیز پیٹ کے اندر نہ پہنچے، نہ خود ٹیکہ لگائے نہ دوسرے سے لگوائے۔ خود قے نہ کرے منی خود خارج نہ کرے۔ اگر ان احکام میں سے کسی ایک کی خلاف ورزی کرے گا تو قضا لازم ہوگی اور اس دن بھی شام تک ہر ممنوع چیز سے پرہیز رکھنا لازمی ہوگا۔ البتہ روزہ میں جماع کرنے سے کفارہ بھی واجب ہو جاتا ہے یعنی کسی ایسے مومن باندی یا غلام کو آزاد کرنا جو کام میں نقص پیدا کرنے والے ہر عیب سے سالم ہو اگر یہ ممکن نہ ہو تو پیہم دو ماہ کے روزے رکھنا اور اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا دینا بحساب فی کس ایک مُد گندم۔ ایک مُد کا وزن ½۱ عراقی پونڈ یا ۱۷۱ درہم کے برابر ہوتا ہے۔ گندم نہ دے تو فی کس نصف صاع کھجوریں یا جو دیدے اور یہ بھی موجود نہ ہو تو شہر میں عموماً جو خوراک کھائی جاتی ہے وہی ادا کرے لیکن اگر کچھ دینے کی توفیق نہ ہو تو اللہ سے توبہ استغفار کرے اور دوسرے روز کوئی اچھا عمل کرے۔

رمضان کے مہینہ میں دن کے وقت کسی جوان عورت کے ساتھ خلوت میں نہ رہے نہ بوسہ لے خواہ وہ اس کی محرم ہو یا اس کے لئے حلال ہی ہو۔ نہ دل کے جذبہ سے کرنے سے پرہیز کرے۔ گوند نہ چبائے لعاب دہن منہ میں تشنگی دور کرنے کے لئے نہ نگلے۔ نمک وغیرہ معلوم کرنے کے لئے کھانے کا مزا نہ چکھے۔

غیبت۔ چغل خوری۔ جھوٹ اور گالی دینے سے اجتناب رکھے بادل کے دن افطار میں تاخیر اور بے دل نہ ہو تو افطار میں جلدی کرنی مستحب ہے۔ اگر ایسے لوگوں میں سے نہ ہو جو طلوع فجر تک ... جیسے نابینا یا کمزور نظر والے کسی ...

مکان میں بند رہنے والے) تو سحری کی تاخیر مستحب ہے۔

افضل یہ ہے کہ کھجور یا پانی سے افطار کرے اور افطار کے وقت وہی دعا کرے جو حضور نے ارشاد فرمائی ہے سرکار ارشاد فرمایا کہ اگر کسی نے روزہ رکھا ہو اور (افطار کے وقت) شام کا کھانا اس کے سامنے لایا جائے تو (افطار کرتے وقت) کہے۔ بسم اللہ اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت سبحانک وبحمدک اللھم تقبل منا فانک انت السمیع العلیم ۔ اسے اللہ میں نے تیرے لئے روزہ رکھا تیرے دیئے ہوئے رزق سے افطار کرتا ہوں۔ تو پاک ہے میں تیری حمد کرتا ہوں۔ الہی تو میری طرف سے اس (روزہ) کو قبول فرما۔ تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اعتکاف

اعتکاف مستحب ہے۔ صرف اسی مسجد میں ہوتا ہے جس میں نماز کی جماعت ہوتی ہے۔ ایام اعتکاف میں اگر جمعہ واقعہ ہوتا ہو تو جامع مسجد میں اعتکاف کرنا اولی ہے۔

اعتکاف بغیر روزہ کے بھی اگرچہ درست ہے۔ مگر روزہ کے ساتھ ہونا افضل ہے۔ کیونکہ اس سے تخیل میں یکسوئی اور نفس کے زور کی شکست ہوجاتی ہے نفس امارہ کو شکست دینے میں یہ چیز بڑی مددگار ہے۔ اعتکاف کا لغوی معنی ہے اپنے آپ کو کسی خاص مقام میں روکے رکھنا کسی چیز پر جما رہنا اور کسی شے پر پابندی اختیار کرنا۔ اللہ نے فرمایا ما ھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون ۔ یہ کیا مورتیاں ہیں جن (کی پوجا) پر تم جمے ہوئے ہو۔

اعتکاف سنت رسول اللہ صلعم بھی ہے اور سنت صحابہ بھی۔ ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں حضور نے اعتکاف کیا تھا اور وقت وفات تک اسی سنت پر قائم رہے اور صحابہ کو بھی اسی کی دعوت دی۔ فرمایا جو شخص اعتکاف کرنا چاہے۔ وہ (رمضان کی) آخری دس راتوں میں کرے۔

اعتکاف کرنے والا بحالت اعتکاف ایسے اعمال میں مشغول رہے۔ جو قرب الہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں مثلاً تلاوت قرآن مجید۔ تسبیح۔ تہلیل۔ صفات الہی میں غور و مراقبہ میں مشغول رہے۔ بیکار قول و عمل سے اجتناب رکھے۔ اللہ کی یاد کے علاوہ ہر بات سے خاموش رہے (علم دین) پڑھانا اور قرآن سکھانا جائز ہے۔ چونکہ اس سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے اس لئے ایسی عبادت سے افضل ہے جس کا فائدہ تنہا عبادت کرنے والے ہی کو حاصل ہوتا ہے۔

غسل جنابت کے لئے کھانے پینے کے لئے۔ قضا حاجت یعنی بول و براز کے لئے فتنہ اور سخت بیماری کی وجہ سے جان کا اندیشہ ہو جانے کے وقت، غرض مجبوری کی صورت میں مقام اعتکاف سے باہر آجانا جائز ہے

حج

جب تمام شرائط حج موجود ہوں تو عمر بھر حج اور عمرہ واجب ہو جاتا ہے۔ شرائط حج مندرجہ ذیل ہیں۔
مسلمان ہو، آزاد ہو، پاگل نہ ہو، بالغ ہو، زاد راہ اور سواری کی استطاعت ہو، راستہ میں دشمن کا خوف نہ ہو، وقت میں اتنی گنجائش ہو کہ جا کر حج کر سکے۔ اتنی تندرستی ہو کہ جم کر سواری پر بیٹھ سکے۔ استطاعت زاد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ واپسی کے وقت تک بیوی بچوں کے گزارے کا سامان اور رہنے کے لئے مکان ہو۔ اگر قرضدار ہو تو قرض ادا کر دینا ہو۔ واپس آنے کے بعد گذر بسر کا کچھ سامان ہو۔ کچھ پس انداز مال ہو یا جائداد کا کرایہ۔ یا کوئی اور سرمایہ۔ اگر ان احکام کی خلاف ورزی کریگا۔ اہل وعیال کے حق میں کوتاہی کی ہوگی یا قرض ادا نہ کیا ہوگا اور ایسی حالت میں حج کو چلا جائیگا تو گنہگار رہیگا۔ حق تلفی کرنے والا ہوگا اور اللہ کی ناراضگی میں مبتلا ہوگا۔

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ جن لوگوں کی روزی اس سے وابستہ ہے۔ ان کو تباہ حال چھوڑ دے۔ احکام کی مخالفت کرتے ہوئے حج وعمرہ کریگا تو فرض ادا ہو جائیگا۔

میقات احرام

شرعی میقات۔ مغرب والوں کے لئے جُحفہ، مشرق والوں کے لئے ذات عرق، اہل مدینہ کے لئے ذوالحُلَیفہ، اہل یمن کے لئے یَلَمْلَم اور مکان نجد کے لئے قرن مقرر ہے۔

میقات پر پہنچکر غسل اور کامل طہارت کرے۔ پانی نہ ملے تو تیمم کرے۔ پھر ایک سفید چادر باندھ لے اور ایک سفید چادر اوڑھ لے۔ چادریں پاک ہوں۔ پھر خوشبو لگا کر دو رکعت نماز پڑھکر احرام باندھ لے۔ احرام کی نیت دل میں کرے اور زبان سے بھی کہے۔ اگر تمتع کرنا چاہے تو صرف عمرہ کے لئے اور تنہا حج کرنا چاہے تو صرف حج کے لئے اور دونوں یکجا کرنا چاہے تو دونوں کے لئے یکجائی نیت کرے۔ نیت کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ یَا اُرِیْدُ الْحَجَّ یَا اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ وَالْحَجَّ جَمِیْعًا فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْ مِنِّیْ۔
الٰہی میں عمرہ کرنا چاہتا ہوں یا حج کرنا چاہتا ہوں یا عمرہ اور حج دونوں کرنا چاہتا ہوں مجھے اس کی توفیق عنایت کر اور قبول فرما

اس کے بعد لبیک کہے۔ لبیک کے الفاظ یہ ہیں۔

لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ لَاشَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَكَ
میں تیرے حضور حاضر ہوں الٰہی میں تیرے حضور حاضر ہوں تیرے حضور حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں تیرے حضور حاضر ہوں حمد اور فضل تیرے لئے ہے اور حکومت تیری

لَاشَرِیْكَ لَكَ ۔ لبیک بلند آواز سے کہے۔ احرام باندھنے کے بعد پنج وقتی نماز کے بعد رات اور دن کے آنے کے
تیرا کوئی شریک نہیں

وقت یعنی فجر اور مغرب کے وقت۔ ساتھیوں سے ملاقات کے وقت۔ کسی ٹیلہ پر چڑھتے اور نشیب میں اترتے وقت۔ کسی کی لبیک کی آواز سُنکر۔ مساجد محترمہ اور مقامات مقدسہ میں (غرض اکثر اوقات میں لبیک کا ورد کرے) لبیک کہنے کے بعد رسول اللہ پر درود بھیجے اور اپنے لئے جو کچھ چاہے اللہ سے دعا کرے۔

فصل

احرام باندھ چکنے کے بعد سر نہ ڈھانکے' سیا ہوا کپڑا نہ پہنے' چمڑے کے موزے نہ پہنے ورنہ ایک بکری کی قربانی لازم ہوگی۔ ہاں اگر تہبند یا جوتے نہ ہوں تو پائجامہ اور موزے پہن سکتا ہے۔ بدن اور کپڑوں پر کسی قسم کی خوشبو نہ لگائے اگر قصداً ایسا کر گزرا ہو تو دھو ڈالے اور ایک بکری کی قربانی کرے ناخن نہ ترشے سر نہ منڈائے' اگر تین ناخن ترش لے یا سر اور بدن کے تین بال منڈوادے یا مونڈے تو ایک بکری کی قربانی کرے۔ اس سے کم ترشنے اور مونڈنے پر ہر ایک ناخن اور ہر ایک بال کے عوض ایک مُد کھانا خیرات کرے۔ نکاح نہ اپنا کرے نہ دوسرے کا کرا۔ بیوی بچوں کے پاس آنا جانا جائز ہے لیکن بیوی اور باندی سے مباشرت ناجائز ہے۔ ایسا کرنے سے حج باطل ہو جاتا ہے بشرطیکہ آخری کنکر یاں مارنے سے پہلے ایسا فعل کر بیٹھا ہو۔ اپنے ہاتھ سے خود انزال نہ کرے عورت کو بار بار نہ دیکھے ایسا کرنے سے اگر انزال ہو جائیگا تو کفارہ میں ایک بکری کی قربانی کرنی ہوگی۔ نہ کھائے جانے والے شکار کو قتل کرے نہ اس جاندار کو جو کھائے جانے والے اور نہ کھائے جانے والے جانور سے پیدا ہوا ہو۔ اس شکار کا کوئی حصہ نہ کھائے جو کسی نے شکار کیا ہو یا اس نے شکار کی طرف اشارہ کیا ہو یا مدد کی ہو یا ذبح کرنے میں مدد دی ہو۔ مثلاً شکار کو ذبح کرتے وقت پکڑے رکھا ہو یا ذبح کرنے والے کو چھری دی ہو۔ ایسا کرنے سے شکار کے برابر کسی جانور کی قربانی کرنی ہوگی۔ شتر مرغ کے عوض اونٹ کی قربانی۔ گورخر اور نیل گائے کے عوض گائے کی قربانی۔ ہرن یا لومڑی کے عوض بکری کی قربانی۔ بجو کے عوض مینڈھا۔ خرگوش کے عوض بکری کا بچہ۔ جنگلی چوہے کے عوض بکری کا چار ماہہ بچہ۔ گوہ کے عوض بکری کا بچہ۔ بڑی کے عوض بڑا بچہ اور چھوٹی کے عوض چھوٹا بچہ۔ کبوتر کے عوض ایک بکری اگر مثلی جانور نہ ہو تو اس کی قیمت خیرات کرنی چاہئے۔ قیمت کی تعیین دو ثقہ آدمی مسلمان کی تجویز سے ہوگی۔

پالتو جانور کو ذبح کرنا اور کھانا مُحرم کے لئے جائز ہے۔ ہر موذی جانور کو بحالت احرام قتل کرنا جائز ہے۔ جیسے سانپ' بچھو' کاٹنے والا کتا' شیر' چیتا' بھیڑیا' بگھرا' چوہا' بلی' کوا' چیل' ہر قسم کا باز۔ بھڑ' مچھر' پسو' کھٹمل' چھچھوندر' چھپکلی' مکھی' تمام کیڑے مکوڑے۔ اگر جوئیاں دکھ دیں تو ان کو مارنا بھی جائز ہے جوئیں ورنہ کے انڈوں کا بھی ایک روایت میں یہی حکم (یعنی جواز قتل) آیا ہے۔ دوسری روایت کے بموجب بقدر مقدور کچھ خیرات کرنی لازم ہے۔ حرم کے جانور کو (غیر مُحرم بھی) قتل نہ کرے اگر ایسا کریگا تو بحالت احرام شکار کو قتل کرنے کا جو حکم ہے وہی اس صورت میں

بھی جاری ہوگا۔ حرم کے درختوں کو نہ کاٹے نہ اکھاڑے۔ ورنہ تاوان میں قربانی دینی ہوگی۔ بڑے درخت کے عوض ایک گائے چھوٹے کے عوض ایک بکری۔

مدینہ کے شکار اور درختوں کا بھی یہی حکم ہے۔ شکار کو قتل کرنا اور درختوں کو کاٹنا اکھاڑنا حرام ہے۔ مگر مجرم پر قربانی لازم نہیں بلکہ اس کی سزا یہ ہے کہ اس کے کپڑے چھین لئے جائیں ایسے مجرم کے کپڑے چھیننے والے کے لئے حلال ہیں۔

فصل

اگر وقت میں گنجائش ہو اور یوم عرفہ سے چند روز پہلے مکہ میں داخل ہونے کا امکان ہو تو مستحب یہ ہے کہ کامل غسل کرکے مکہ کے بالائی جانب سے داخل ہو۔ مسجد حرام پر پہنچے تو باب بنی شیبہ سے اندر داخل ہو۔

بیت اللہ نظر کے سامنے آئے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر بلند آواز سے یہ دعا کرے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ تَعْظِیْمًا

الٰہی بلاشبہ تو عافیت بخش ہے تیری ہی طرف سے سلامتی ہوتی ہے پروردگار ہم کو عافیت کے ساتھ زندہ رکھ الٰہی اس گھر کی عظمت بزرگی

وَّ تَشْرِیْفًا وَّ تَكْرِیْمًا وَّ مَھَابَةً وَّ بِرًّا وَ زِدْ مَنْ شَرَّفَهٗ مِمَّنْ حَجَّهٗ اَوِ اعْتَمَرَهٗ تَعْظِیْمًا وَّ تَشْرِیْفًا وَّ

شرف وقار اور خیر کو بڑھا۔ اور جو حج یا عمرہ کرنے والے اس کی تعظیم و تکریم کریں انکی عظمت شرف عزت اور

تَكْرِیْمًا وَّ مَھَابَةً اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِیْرًا كَمَا ھُوَ اَھْلُهٗ وَ كَمَا یَنْبَغِیْ بِكَرَمِ وَجْھِكَ وَعِزِّكَ وَجَلَالِكَ

وقار میں بھی اضافہ فرما اللہ کے لئے کثرت ثنا ہے جیسا کہ وہ مستحق ہے اور جس طرح کہ تیری ذاتی بزرگی عزت اور عظمت کے مناسب ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بَلَّغَنِیْ بَیْتَهٗ وَرَاٰنِیْ لِذٰلِكَ اَھْلًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ

اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اپنے گھر تک پہنچایا اور مجھے اس کے لائق جانا اور ہر حال میں اللہ کا شکر ہے الٰہی تو نے اپنے گھر کا

دَعَوْتَ اِلٰی حَجِّ بَیْتِكَ وَقَدْ جِئْنَاكَ لَهٗ لِذٰلِكَ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ وَاعْفُ عَنِّیْ وَاَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ

حج کرنے کے لئے بلایا ہم تیری بارگاہ میں اس کے لئے حاضر ہوگئے الٰہی میرا یہ حج قبول فرما اور میری خطاؤں سے درگذر کر اور میری شان

كُلَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ

درست کر دے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

اس کے بعد تہذیبی طواف (طواف قدوم) کرے اور چادر کا اضطباع کرلے یعنی اس طرح اوڑھے کہ دایاں شانہ کھلا رہے اور دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر چادر کا پلو بائیں مونڈھے پر ڈال لے جس سے بایاں شانہ چھپ جائے پھر حجر اسود کی طرف بڑھ کر ہاتھ سے اس کو چھوئے اور ممکن ہو تو چومے ممکن نہ ہو تو ہاتھ سے چھو کر ہاتھ ہی کو

چومے۔ اگر کثرت اژدحام کی وجہ سے چھونا بھی ممکن نہ ہو تو ہاتھ سے صرف اشارہ ہی کر دے اور زبان سے یہ الفاظ کہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِكَ وَ تَصْدِیْقًا بِكِتَابِكَ وَ وَفَاءً بِعَھْدِكَ وَ اِتِّبَاعًا لِسُنَّۃِ نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اللہ بڑی عظمت والا ہے الٰہی میں یہ طواف کر رہا ہوں تجھ پر ایمان رکھنے کی وجہ سے تیری کتاب کو سچا جاننے کی وجہ سے۔ تجھ سے کئے ہوئے وعدہ کو پورا کرنے کی وجہ سے اور تیرے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی پیروی کرنے کے لئے۔

پھر دائیں طرف سے طواف شروع کرے جس کی صورت یہ ہو کہ بیت اللہ کے دروازہ تک لوٹ کر اُس پتھر کی طرف سے جس پر کعبہ کا پرنالہ ہے تیزی اور قوت کے ساتھ چھوٹے چھوٹے قدموں سے گزرے رکن یمانی پر پہنچے تو اس کو ہاتھ سے چھو لے بوسہ نہ دے اس طرح حجر اسود تک آئے اس پورے طواف کو ایک پھیرا شمار کرے۔ دوبارہ اور سہ بارہ بھی اسی صورت سے چکر لگائے اور دوران طواف میں یہ الفاظ کہتا جائے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَبْرُوْرًا وَ سَعْیًا مَشْکُوْرًا وَ ذَنْبًا مَغْفُوْرًا

الٰہی میرے اس حج کو مقبول بنا کوشش کو اکارت نہ کر اور گناہ کو معاف فرما دے۔

اس کے بعد چار چکر معمولی ہلکی رفتار سے چھوٹے قدموں کے ساتھ کرے۔ ان چاروں چکروں میں کہے۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاعْفُ عَمَّا تَعْلَمُ وَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ ۔

پروردگار گناہ بخش دے اور رحم فرما اور میری جو خطا تجھے معلوم ہے اس سے درگذر فرما تو بڑی عزت اور بزرگی والا ہے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ

اے ہمارے رب ہم کو دونوں جہان کی بھلائی عطا کر اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔

اس کے علاوہ دنیا و دین کی بھلائی کے لئے جو دعا کرنی چاہے کرے۔ یہ سب کچھ نیت کے ساتھ ہونا چاہیئے باوضو ہو ہر پلیدی سے پاک ہو۔ ستر عورت کئے ہوئے ہو۔ یعنی بدن کے جس حصہ کو چھپانا لازم ہے وہ برہنہ نہ ہو رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا تھا کعبہ کا طواف بھی ایک قسم کی نماز ہی ہے۔ فرق یہ ہے کہ اللہ نے طواف کرنے کی اجازت دے دی ہے اور نماز میں بولنے کی اجازت نہیں ہے) طواف سے فراغت کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے پہنچکر دو مختصر رکعتیں پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قل یا ایہا الکفرون اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ پڑھے۔ پھر لوٹ کر حجر اسود کو چھو کر دروازہ سے نکل کر کوہ صفا کی جانب چلا جائے اور اتنا اونچا چڑھ جائے کہ بیت اللہ نظر آنے لگے۔ اوپر چڑھکر تین بار اللہ اکبر کہہ کر یہ الفاظ کہے۔ الحمد للہ علی ما ھدانا لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریك لہ صدق وعدہٗ ونصر عبدہٗ وھزم الاحزاب وحدہٗ لا الٰہ الا اللہ ولا نعبد الا ایاہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے

ہم کو ہدایت کی اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لاشریک ہے اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اپنے بندہ کو فتح یاب کیا اور (کافروں کے) گروہوں کو شکست دی۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں خلوص کے ساتھ اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو۔

اس کے بعد اتر آئے اور لبیک کہنے کے بعد دوسری اور تیسری بار دعا کرے نیچے اتر کر اتنا پیدل چلے کہ اس کے اور اس سبز میل کے درمیان جو مسجد کے قریب کھڑا ہے۔ کوئی چھ ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے۔ پھر تیزی کے ساتھ چل کر (باقی دوسرے) دو سبز میلوں تک پہنچے۔ اس کے بعد ہلکی رفتار سے چل کر مروہ تک پہنچکر اوپر چڑھ جائے اور جو عمل صفا پر کیا تھا وہی مروہ پر کرے اس کے بعد اتر آئے اور صفا کی طرف روانہ ہو جائے جہاں معمولی رفتار سے چلنے کا موقع ہے وہاں معمولی رفتار سے چلے اور جہاں دوڑنے کا موقع ہے وہاں دوڑے اس طرح سات چکر لائے صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے۔

جس طرح طواف کے وقت طہارت ہونا ضروری ہے اسی طرح صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگانے کے وقت بھی پاک ہونا لازم ہے۔ اگر تمتع کی نیت کی ہو اور قربانی کا جانور ساتھ نہ لایا ہو تو صفا مروہ کی دوڑ سے فارغ ہو کر سر منڈا دے یا بال کترواد ے اور غیر محرم آدمی جو کام کرتا ہے وہ ہر کام اس کے لئے جائز ہے۔ پھر ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ آئے تو مکہ سے حج کا احرام باندھ لے۔ منیٰ میں پہنچ کر ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھکر وہیں رات گذارے۔ فجر کے وقت فجر کی نماز بھی وہیں ادا کرے۔ سورج نکلنے پر لوگوں کے ساتھ عرفہ کے موقف کی طرف چل کھڑا ہو۔ سورج ڈھل جائے تو امام خطبہ پڑھے خطبہ میں لوگوں کو بتائے کہ ان کو کیا کرنا چاہئے مثلاً وقوف کا حکم، وقوف کا وقت، وقوف کی جگہ، عرفات سے روانگی مزدلفہ میں نماز کی ادائیگی اور شب باشی، کنکریاں مارنا، قربانی کرنا، سر منڈانا، بیت اللہ کا طواف وغیرہ۔ حاجی کو چاہئے کہ امام کے قریب ہو کر جو کچھ وہ کہہ رہا ہو سنکر یاد رکھے۔ پھر امام کے ساتھ ظہر و عصر کی نمازیں جمع کرے یعنی ایک ہی وقت میں پڑھے مگر اقامت ہر نماز کی جدا جدا کہے۔ پھر امام سے قریب ہو کر جبل رحمت اور سنگریزوں کی طرف بڑھے تاکہ قبلہ کی طرف منہ ہو جائے اور وہیں کھڑا ہو کر اللہ کی خوب ثنا کرے اور دعا مانگے۔ اللہ کی یاد اکثر ان الفاظ میں کرے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِىْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَىٌّ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِىْ قَلْبِىْ نُوْرًا وَفِىْ بَصَرِىْ نُوْرًا وَفِىْ سَمْعِىْ نُوْرًا وَيَسِّرْ لِىْ اَمْرِىْ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے اسی کی حکومت ہے اسی کے لئے ہر تعریف خاص ہے وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ وہی زندہ ہے جس کو موت نہیں آئے گی اسی کے ہاتھ میں ہر بھلائی ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے الٰہی میرے دل میں نور پیدا کر دے میری آنکھوں میں نور پیدا کر دے۔ میرے کانوں میں نور پیدا کر دے اور میرے کام میرے لئے آسان فرما دے۔

اگر امام کے ساتھ دن میں عرفہ میں نہ ٹھہر سکا ہو اور امام موقف سے نکل چکا ہو مگر شب قربانی کی فجر صادق سے پہلے یہ پہنچ گیا ہو تو وقوف کا حکم قرار دیا جائیگا یعنی حج ہو جائیگا) ورنہ حج فوت ہو جائے گا۔

مزدلفہ کے رستہ کی طرف امام کے ساتھ آہستہ آہستہ سکون اور سنجیدگی کے ساتھ چلنا چاہئے مزدلفہ پہنچکر امام کے ساتھ مغرب اور عشا کی نمازیں باجماعت ادا کرے۔امام کے ساتھ نہ پڑھ سکا ہو تو تنہا پڑھے۔پھر سامان آتار کر رات وہیں گزارے اور اسی مقام سے یا جہاں سے ممکن ہو شمار کر کے ستر کنکریاں چنے سے بڑی اور غلہ سے چھوٹی لے لے کنکریوں کو دھو لینا مستحب ہے۔پھر صبح کو تڑکے سے فجر کی نماز پڑھکر مشعر حرام کے پاس جاکر قیام کرے۔اللہ کی حمد و ثنا اور تہلیل و تکبیر اور دعا میں بہت زیادہ مشغول رہے بمندرجہ ذیل الفاظ دعایں کہنا افضل ہیں۔ اَللّٰهُمَّ كَمَا اَوْ قَفْتَنَا فِيْهِ فَاَرَيْتَنَا اِيَّاهُ فَوَفِّقْنَا لِذِكْرِكَ كَمَا هَدَيْتَنَا وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا كَمَا وَعَدْتَنَا بِقَوْلِكَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ فَاِذَا اَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللهَ سے غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تک۔ الہٰی جس طرح تو نے ہم کو یہاں ٹھہرایا اور یہ جگہ دکھائی۔اسی طرح ہم کو اپنے بتائے ہوئے طریقہ سے اپنی یاد کرنے کی توفیق عطا فرما۔ہمارے گناہ بخشدے۔ہم پر رحم فرما جس طرح تو نے اپنے کلام میں ہم سے وعدہ کیا ہے۔تیرا کلام سچا ہے تو نے فرمایا ہے فاذا افضتم من عرفات سے غفور رحیم تک پوری آیت پڑھے۔

دن نکل آئے اور روشنی خوب ہو جائے۔تو منا کو روانہ ہو جائے۔وادی مُحَسِّر میں تیزی کے ساتھ چلے۔وادی منا میں پہنچ جائے تو جمرۂ عقبہ پر سات کنکریاں مارے۔ہر کنکری مارتے وقت تکبیر بھی کہے اور دونوں ہاتھ اتنے اٹھا دے کہ بغلوں کی سفیدی نمودار ہو جاوے۔روایت میں سرکار عالی کا اسی طرح کنکریاں مارنا منقول ہے۔

پہلی کنکری مارنے کے وقت لبیک کہنے سے خاموش ہو جائے۔اس روز کنکریاں مارنے کا وقت طلوع آفتاب سے لے کر زوال سے پہلے پہلے تک ہے۔اس کے بعد باقی ایام تشریق میں زوال کے بعد کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ کنکریاں مارنے سے فارغ ہونے کے بعد قربانی کا جانور ذبح کرے بشرطیکہ جانور ساتھ ہو۔پھر سر منڈوا دے یا تمام سر کے بال کتروا دے۔عورت پورے پورے برابر بال کتر دے۔

پھر مکہ کو چلا جائے اور غسل یا وضو کر کے طواف زیارت کرے۔طواف زیارت کی نیت کرنی لازم ہے۔طواف کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھے۔ان کاموں سے فارغ ہو کر چاہے تو صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے ورنہ طواف قدوم کے وقت جو سعی کر چکا ہے وہی کافی ہے۔اب وہ تمام باتیں جو احرام کی وجہ سے ممنوع تھیں جائز ہو جائیں گی۔اس کے بعد زمزم کی طرف جائے اور اس کا پانی پئے۔پینے کے وقت کہے بِسْمِ اللهِ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ عِلْمًا نَافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّرِيًّا وَّشِبَعًا وَّشِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ وَّاغْسِلْ بِهٖ قَلْبِيْ وَامْلَاْهُ مِنْ خَشْيَتِكَ ۔ بسم اللہ۔الہٰی اس پانی کو میرے لئے علم نافع رزق وسیع باعث سیرابی ذریعہ شکم سیری اور

ہر مرض کی شفا بنا دے اور میرے دل کو اس سے دھو کر اپنے محبت آمیز خوف سے بھر دے۔

اس کے بعد منا کو لوٹ آئے اور تین رات وہیں رہے اور تینوں جمروں پر ایام تشریق میں (ہدایت مذکورہ بالا کے موافق) کنکریاں مارے۔ ہر جمرہ پر روزانہ سات کنکریاں کل تینوں جمروں پر ۲۱ کنکریاں مارے۔ جمرہ اولیٰ اس جمرہ کو کہتے ہیں جو مسجد خیف کی جانب مکہ سے ہر جمرہ سے زیادہ دور واقع ہے۔ سب سے پہلے قبلہ کی طرف منہ اسی جمرہ پر کنکریاں مارے۔ مارتے وقت جمرۂ اولی بائیں جانب ہونا چاہئے۔ مارنے کے بعد جمرہ سے کچھ آگے بڑھکر ٹھہر جائے تاکہ دوسرے لوگوں کی کنکریاں اس کو نہ لگ جائیں۔ یہاں اتنی دیر ٹھہر کر دعا کرتا ہے جتنی دیر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔ پھر جمرہ وسطیٰ کے پاس پہنچکر اس سے بائیں طرف ٹھہر کر قبلہ رُخ ہو کر کنکریاں مارے اور حسب سابق دعا کرے۔ پھر جمرہ اخیری یعنی جمرہ عقبہ پر پہنچکر اس سے بائیں طرف کھڑا ہو اور قبلہ رُخ ہو کر کنکریاں مارے اور وادی میں اتر جائے۔ توقف نہ کرے۔ اسی طرح دوسرے اور تیسرے دن بھی کرے اگر جلدی ہو اور تیسرے دن تک توقف نہ کرنا چاہے۔ تو جو کنکریاں باقی رہ گئی ہوں ان کو دفن کر کے مکہ کا ارادہ کر کے چلدے اور وادی ابطح میں پہنچکر ظہر عصر مغرب اور عشا کی نمازیں پڑھکر کچھ دیر سو جائے۔ پھر مکہ میں داخل ہو۔ اور مکہ کے اندر یا کسی دوسری جگہ جیسے ظاہر یا ابطح میں قیام پذیر ہو۔ جب بھی کعبہ شریف میں داخل ہونے کا ارادہ ہو برہنہ پاؤں داخل ہو۔ اندر پہنچکر دو نفل پڑھے اور زمزم کا پانی سیر ہو کر پئے اور پیتے وقت زیادتی علم بخشش گناہ اور رضائے مولیٰ کے حصول کی نیت رکھے حدیث مبارک میں آیا ہے حضور نے فرمایا جس بات کے لئے زمزم کا پانی پیا جائے اُسی کے لئے ہے۔ کعبہ شریف کی طرف توجہ اور نگاہ زیادہ کرتا ہے۔ بعض احادیث میں آیا ہے۔ کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ باہر نکلنا چاہے تو بغیر طواف وداع کے باہر نہ نکلے جس کی ترکیب یہ ہے کہ سات بار طواف کرے۔ رکن یمانی اور دروازہ کے درمیان کھڑا ہو کر دعا کرے اور عرض کرے۔ الٰہی یہ تیرا گھر ہے میں تیرا بندہ ہوں۔ تیرے بندے اور بندی کا بیٹا ہوں۔ تو نے سواری کو میرے زیر حکم بنایا اور مجھے سوار کیا۔ تو نے مجھے اپنے شہروں میں پھرایا۔ یہاں تک کہ (اس جگہ تک) اپنے فضل سے پہنچایا اور قربانی پیش کرنے میں میری مدد فرمائی اگر تو مجھ سے راضی ہے تو اپنی خوشنودی میں مزید اضافہ فرما۔ رضا مند نہیں ہے تو اس گھر سے دور ہونے سے پہلے اب کرم فرما اور راضی ہو جا۔ یہ میری واپسی کا وقت ہے۔ میری واپسی تیری اجازت پر موقوف ہے میں تیرے اور تیرے گھر کے عوض نہ کسی دوسرے کو اپنا رب بناؤں گا اور نہ کسی دوسرے گھر کو اختیار کروں گا۔ نہ تجھ سے اور نہ تیرے گھر سے منہ موڑوں گا۔ الٰہی میرے بدن کی عافیت میرے جسم کی صحت اور میرے دین کی حفاظت ہمیشہ میرے ساتھ رکھ۔ میری واپسی بخیر و خوبی کر۔ جب تک تو مجھے زندہ رکھے مجھے اپنی طاعت روزی کر اور دنیا و دین کی بھلائی میرے لئے جمع کر دے۔ تیرے قابو میں سب کچھ ہے۔ اس سے زیادہ دنیا اور دین کی بھلائی کی جتنی دعا کرے بہتر ہوگا اس کے بعد رسول اللہ پر درود بھیجے اور روانہ ہو جائے مکہ میں قیام نہ کرے اگر قیام کرے تو دوبارہ طواف کرے طواف نہ کرے تو بکری کی قربانی کرے۔

فصل

وقت میں گنجائش نہ ہو اور اندیشہ ہو کہ عرفات کا قیام فوت ہو جائیگا تو عرفات سے ہی ابتدا کر دے اول وہیں توقف کرے بشرطیکہ میقات سے احرام باندھا ہو۔ پھر سورج ڈوبنے سے پہلے وہاں سے چل کر وہی عمل کرے جو ہم بیان کر چکے ہیں مثلاً مزدلفہ میں قیام شب منا میں کنکریاں مارنا۔ اس کے بعد جب مکہ میں داخل ہو تو دو طواف کرے۔ اول طواف میں طواف قدوم کی نیت کرے اور دوسرے میں طواف زیارت کی۔ پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے اس کے بعد اس کے لئے ہر چیز جو پہلے ممنوع تھی جائز ہو جائیگی۔ پھر تین دن تک کنکریاں مارنے کے لئے منا میں لوٹ آئے اور بقیہ اعمال کی تکمیل کرے۔

فصل عمرہ کا بیان

عمرہ کی صورت یہ ہے کہ غسل کر کے خوشبو لگائے اور بہ نیت عمرہ احرام باندھکر دو رکعت نماز پڑھے۔ احرام میقات شرعی سے باندھنا چاہیئے۔ پھر مکہ پہنچکر بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کرے اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرنے کے بعد سر منڈ وا دے یا بال چھوٹے کرا دے اور قربانی نہ لایا ہو تو احرام کھول دے اور اگر مکہ کے اندر موجود ہو تو مقام تنعیم میں جاکر وہاں سے احرام باندھکر آئے اور مذکورہ بالا اعمال انجام دے۔

فصل

شرمگاہ میں جماع کرنے سے حج باطل ہو جاتا ہے اور شرمگاہ کے علاوہ فعل صنفی کرنے سے بھی حج جاتا رہتا ہے۔ بشرطیکہ انزال ہو جائے۔ حج کے چار ارکان ہیں احرام۔ عرفات میں ٹھہرنا۔ طواف زیارت اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا۔ شیخ سے مروی ہے کہ حج کے دو رکن ہیں۔ عرفات میں وقوف اور کعبہ شریف کا طواف۔ مگر صحیح اول قول ہے۔ ایک بھی ان چاروں ارکان میں سے ترک کر دیگا تو حج نہ ہوگا اور کسی قربانی کا کفارہ دینے سے اس نقصان کی تلافی نہ ہوگی۔ بلکہ اسی سال یا آئندہ سال احرام کی حالت میں پھر حج کرنا ہوگا۔ حج میں پانچ امور واجب ہیں۔ مزدلفہ میں آدھی رات کے بعد تک ٹھہرنا۔ منا میں رات گزارنا۔ کنکریاں مارنا۔ سر منڈانا۔ طواف وداع کرنا۔ اگر ان میں سے کوئی چھوٹ جائیگا۔ تو ایک بکری کی قربانی کر کے اس کی تلافی کرنی ہوگی جس طرح نماز میں کسی واجب کے ترک سے سجدہ سہو لازم ہو جاتا ہے اور ترک واجب کی تلافی اس سے کی جاتی ہے۔ حج میں سنتیں پندرہ ہیں۔ احرام باندھنے کے لئے۔ مکہ میں داخل ہونے کے لئے۔ عرفات میں ٹھہرنے کے لئے۔ طواف زیارت اور طواف وداع کرنے کے لئے غسل کرنا۔ طواف قدوم۔ طواف میں اکڑ کر دیہلوانوں کی طرح چلنا۔ طواف اور سعی کے وقت چادر کا اضطباع کرنا (اضطباع کی تشریح اوپر گذر چکی) دونوں رکنوں کو ہاتھ سے چھونا

سنگ اسود کو چومنا۔ صفا و مروہ پر چڑھنا۔ منیٰ میں تین راتیں گزارنا۔ مشعر حرام کے پاس کھڑا ہونا۔ تینوں جمروں کے پاس کھڑا ہونا۔ خطبہ پڑھنے اور ذکر الٰہی کرنے کے وقت کھڑا ہونا۔ دوڑنے کے مقامات میں دوڑنا اور معمولی رفتار سے چلنے کے مقامات میں معمولی رفتار سے چلنا۔ طواف کی دو رکعتیں پڑھنا۔ ان امور میں سے اگر کوئی چیز ترک ہو جائے گی تو افضلیت کا درجہ حاصل نہ ہوگا۔ کفارہ کچھ دینا نہ پڑیگا۔

فصل

مدینہ شریف کی زیارت

اگر اللہ مدینہ کی زیارت نصیب کرے اور عافیت کے ساتھ مدینہ میں پہنچ جائے اور مسجد رسول اللہ میں حاضری کا موقع ملے تو داخل ہوتے وقت یہ درود پڑھنا مستحب ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَكُفَّ عَنِّيْ اَبْوَابَ عَذَابِكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ٭ الٰہی ہمارے آقا محمد صلعم اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور میری طرف سے اپنے عذاب کے دروازے بند رکھ۔ سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا مالک ہے۔

پھر روضہ مبارک پر حاضر ہو۔ منبر سے متصل منبر سے دائیں طرف کھڑا ہو مزار مبارک منہ کے سامنے ہو اور قبلہ والی دیوار پشت کے پیچھے اس طرح زیارت شریف زائر اور قبلہ کے درمیان ہو جائے گی۔ پھر کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ٭ اَللّٰهُمَّ اٰتِ سَيِّدَنَا مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ عَلٰى جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَجْسَادِ اَشْهَدُ اَنَّهٗ بَلَّغَ رِسَالَتَكَ وَتَلَا اٰيَاتِكَ وَصَدَعَ بِاَمْرِكَ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِكَ وَاَمَرَ بِطَاعَتِكَ وَنَهٰى عَنْ مَّعْصِيَتِكَ وَعَادٰى عَدُوَّكَ وَوَالٰى وَلِيَّكَ وَعَبَدَكَ حَتّٰى اَتَاهُ الْيَقِيْنُ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ فِيْ كِتَابِكَ لِنَبِيِّكَ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ٭ وَاِنِّيْ اَتَيْتُ نَبِيَّكَ تَائِبًا مِّنْ ذُنُوْبِيْ مُسْتَغْفِرًا فَاَسْئَلُكَ اَنْ تُوْجِبَ لِيَ الْمَغْفِرَةَ كَمَا اَوْجَبْتَهَا لِمَنْ اَتَاهُ فِيْ حَالِ حَيَاتِهٖ فَاَقَرَّ عِنْدَهٗ بِذُنُوْبِهٖ فَدَعَا لَهٗ نَبِيُّهٗ فَغَفَرْتَ لَهٗ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ عَلَيْهِ سَلَامُكَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ لِيَغْفِرَ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَيَرْحَمَنِيْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ مُحَمَّدًا اَوَّلَ الشَّافِعِيْنَ وَاَنْجَحَ السَّائِلِيْنَ وَاَكْرَمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اَللّٰهُمَّ كَمَا اٰمَنَّا بِهٖ وَلَمْ نَرَهُ وَصَدَّقْنَاهُ وَلَمْ نَلْقَهُ فَاَدْخِلْنَا مُدْخَلَهٗ وَاحْشُرْنَا

فِیْ زُمْرَتِهٖ وَاَوْرِدْنَا حَوْضَهٗ وَاسْقِنَا بِكَاْسِهٖ مَشْرَبًا رَوِیًّا سَائِغًا هَنِیْئًا لَا نَظْمَاُ بَعْدَهٗ اَبَدًا
غَیْرَ خَزَایَا وَلَا نَاكِثِیْنَ وَلَا مَارِقِیْنَ وَلَا جَاحِدِیْنَ وَلَا مُرْتَابِیْنَ وَلَا مَغْضُوْبًا عَلَیْهِمْ وَلَا
ضَالِّیْنَ وَاجْعَلْنَا مِنْ اَهْلِ شَفَاعَتِهٖ ۔ اے نبی آپ پر اللہ کی طرف سے سلامتی رحمت اور برکتیں ہوں۔ الٰہی
محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی یقیناً بے شک تو ہی حمد و بزرگی
والا ہے۔ الٰہی ہمارے آقا محمدؐ کو وسیلہ فضیلت اور اونچا درجہ عنایت فرما اور وہ مقام محمود بھی جس کا تو نے ان سے
وعدہ فرمایا ہے۔ الٰہی عالم ارواح میں محمدؐ کی روح پر اور عالم اجسام میں آپ کے جسم پر ایسی ہی رحمت نازل
فرما جیسے انہوں نے تیرا پیغام پہنچایا۔ تیری آیات کی تلاوت کی۔ تیرے حکم کا بلند آہنگی سے اعلان کیا۔ تیری راہ میں
جہاد کیا۔ تیری فرمان برداری کا حکم دیا اور نافرمانی سے روکا۔ تیرے دشمن سے دشمنی اور تیرے دوست سے دوستی کی اور
وقت وفات تک تیری پرستش کی۔ الٰہی تو نے اپنی کتاب میں اپنے نبی کے متعلق فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے اپنی جانوں پر
ظلم کیا ہے وہ آپ کے پاس آکر اللہ سے گناہوں کی معافی چاہیں اور پیغمبر بھی ان کے لئے طلبگار عفو ہوں تو وہ اللہ
کو غفور رحیم پائیں گے۔ اب میں تیرے نبی کی خدمت میں توبہ کرتا ہوا معافی کا طلبگار ہو کر حاضر ہوا ہوں اور تجھ سے
درخواست کرتا ہوں کہ تو میرے لئے مغفرت کو اسی طرح واجب کر دے جس طرح تو نے ان لوگوں کے لئے واجب کر دی
تھی جو تیرے نبی کی زندگی میں ان کے پاس حاضر ہو کر گناہوں کی معافی کے طلبگار ہوئے اور نبی نے بھی ان کے
لئے معافی مانگی اور تو نے ان کی مغفرت فرما دی۔ الٰہی میں تیرے نبیؐ کے وسیلہ سے جو نبی الرحمۃ تھے تیری طرف رجوع
کرتا ہوں کہ وہ میرے گناہ معاف فرما دے۔ الٰہی میں تیرے نبی کے طفیل سے تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو میرے لئے
مغفرت کو اسی طرح واجب کر دے جس طرح تو نے ان لوگوں کے لئے واجب کر دی تھی۔ جو تیرے نبی کی زندگی میں ان
کے پاس حاضر ہو کر گناہوں کی معافی کے طلبگار ہوئے اور نبی نے بھی ان کے لئے معافی مانگی اور تو نے ان کی مغفرت
فرما دی۔ الٰہی میں تیرے نبی کے وسیلے سے جو نبی الرحمۃ تھے۔ تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ یا رسول اللہ میں آپ کے وسیلہ
سے اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ وہ میرے گناہ معاف فرما دے اور مجھ پر رحم کرے۔ الٰہی محمدؐ کو شفاعت کرنے والوں میں
سب سے اول درجہ والا۔ سب دعا کرنے والوں سے زیادہ کامیاب اور اولین و آخرین میں سب سے زیادہ عزت والا بنا۔ الٰہی
جس طرح ہم بغیر دیکھے ان پر ایمان لائے اور بغیر ملے ہم نے ان کی تصدیق کی تو بھی ہم کو اسی جگہ داخل فرما جہاں تو نے ان کو
داخل فرمایا اور ہمارا حشر انہی کے گروہ میں کر اور ہم کو ان کے حوض پر اتار اور ان کے پیالہ سے ہم کو ایسا پانی پلا کر سیراب کر
جو پیاس کو دور کرنے والا لذیذ اور خوشگوار ہو جس کے بعد ہم کبھی بھی پیاسے نہ ہوں۔ ہم کو رسوا، عہد شکن ان کی اطاعت سے
خارج منکر اور دین کی صداقت میں شک کرنے والا نہ بنا۔ ہم کو نہ مغضوب علیہم بنا نہ گم کردہ راہ اور اپنے نبیؐ کی شفاعت
کے مستحقین میں سے کر دے۔

اس کے بعد دائیں طرف کو کچھ آگے بڑھکر کہے۔ السلام علیکما یا صاحبی رسول اللہؐ و رحمۃ اللہ و برکاتہ السلام علیک یا ابا بکر الصدیق السلام علیک یا عمر الفاروق اللھم اجزھما عن نبیھما و عن الاسلام خیرا واغفر لنا والاخواننا الذین سبقونا بالایمان و لا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین اٰمنوا ربنا انک رؤف رحیم اے رسول اللہؐ کے دونوں رفیقو! آپ دونوں پر اللہ کی طرف سے سلامتی رحمت اور برکتیں ہوں۔ اے ابوبکر صدیق آپ پر سلامتی ہو اے عمر فاروق آپ پر سلامتی ہو۔ الٰہی نبیؐ اور اسلام کی طرف ان دونوں صاحبوں کو جزائے خیر عنایت کر اور ہم کو معاف کر دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور اہل ایمان کے لئے ہمارے دلوں میں کینہ نہ پیدا کر، اے رب ہمارے آپ بلاشبہ مہربان اور رحیم ہیں۔

اس کے بعد دو رکعتیں پڑھکر بیٹھ جائے۔ مزار مبارک اور منبر شریف کے درمیان جو جگہ روضہ کہلاتی ہے۔ وہاں نماز پڑھنی مستحب ہے۔ اگر چاہے تو برکت حاصل کرنے کے لئے منبر شریف کو ہاتھ سے چھوئے اگر مسجد قبا میں نماز پڑھنے اور شہیدوں کے مزاروں کی زیارت کرنے کا خواستگار ہو تو ایسا کرے۔ غرض وہاں دعا خوب مانگے۔ مدینہ شریف سے جانا چاہے تو روضۂ پاک حاضری دے اور جو کچھ آنے کے وقت کیا تھا وہی اب کرے اور حضورؐ کے دونوں رفیقوں کے مزاروں پر بھی وہی کام کرے جو پہلے کئے تھے اور رخصت ہوتے وقت دعا کرے کہ الٰہی اپنے نبیؐ کے مزار کی اس زیارت کو میرے لئے آخری زیارت نہ کر دینا (کہ دوبارہ میں حاضری سے محروم رہوں) اور مرتے وقت مجھے آپ کی محبت اور سنت پر قائم رکھنا آمین یا ارحم الراحمین۔

اسلامی اخلاق وتہذیب

سلام کرنا سنت ہے اور سلام کے جواب دینے کا زیادہ تاکیدی حکم ہے لفظ سلام پر الف لام زیادہ کرے یا نہ کرے دونوں طرح اختیار ہے۔ مثلاً السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے یا سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ دونوں طرح جائز ہے۔

سلام کے متعلق ایک حدیث مروی ہے۔ حضرت عمرانؓ بن حصین راوی ہیں کہ ایک شخص نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر السلام علیکم کہا حضور والا نے جواب دیدیا وہ شخص بیٹھ گیا حضورؐ نے ارشاد فرمایا دس (نیکیوں کو اس نے پالیا) کچھ دیر کے بعد ایک اور شخص آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضورؐ نے جواب دیدیا اور وہ بیٹھ گیا۔ سرکارؐ نے ارشاد فرمایا تیس نیکیاں ہوئیں۔ سنت یہ ہے کہ چلنے والا بیٹھے کو اور سوار پیادہ کو اور بیٹھے کو سلام کرے۔ جماعت میں سے اگر ایک نے بھی سلام کر لیا تو سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔ اسی طرح جماعت میں سے ایک جواب دیدے تو سب کی طرف سے کافی ہوگا۔ مشرک کو سلام کرنے کی ابتدا کرنا درست نہیں۔ اگر مشرک خود سلام میں پہل کرے تو جواب میں "علیک" کہنا چاہئے لیکن مسلمان کے سلام کا جواب دیتے وقت وعلیک السلام کہنا چاہئے۔ اگر "برکاتہ" کا لفظ جواب میں بڑھا دے تو افضل ہے۔ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان سے صرف سلامٌ کہے تو جواب نہ دیا جائے اور اس کو بتا دیا جائے کہ یہ اسلامی

سلام نہیں ہے کیونکہ پورا جملہ نہیں ہے۔ عورتوں کے لئے بھی باہم سلام کرنا مستحب ہے۔ جوان عورت کو مرد کا سلام کرنا مکروہ ہے ہاں اگر وہ بے پردہ منہ کھول کر باہر نکلتی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ بچوں کو سلام کرنا مستحب ہے اس سے ان کو اسلامی تہذیب کی تعلیم ہوتی ہے مجلس سے اٹھنے والے کے لئے اہل مجلس کو سلام کرنا مستحب ہے۔ اگر دروازہ دیوار یا کوئی اور چیز حائل ہو تب بھی سلام کرے۔ اگر سلام علیک کرکے کوئی چلا گیا اور دوبارہ آکر ملا تب بھی سلام علیک کرے۔

جو لوگ گناہ کے کاموں میں مشغول ہوں۔ مثلاً شطرنج۔ گٹ۔ جوڑ (پانسہ کی طرح اخروٹ پھینکا جاتا ہے) جوا کھیل رہے ہوں تو ان کو سلام علیک نہ کہے۔ اگر وہ خود سلام کریں تو جواب دیدے لیکن اگر کوئی امید ہو کہ جواب نہ دینے سے (ان کو تنبیہ ہوگی اور وہ) گناہ کے کاموں سے رک جائیں گے۔ تو جواب نہ دے۔ کوئی مسلمان کسی مسلمان بھائی سے تین دن سے زائد تعلقات منقطع نہ رکھے ہاں اگر وہ بدعتی ہو۔ گمراہ ہو معصیت میں مبتلا ہو تو ایسے آدمی سے ہمیشہ ترک تعلق کرے جس مسلمان نے دوسرے مسلمان بھائی سے تعلق توڑ لیا ہو اور پھر اس کو سلام کرے تو تعلق توڑنے کے گناہ سے بچ جاتا ہے۔ مسلمان بھائی سے مصافحہ کرنا سنت ہے۔ اگر خود مصافحہ کی ابتدا کی ہے۔ تو جب تک دوسرا آدمی دستکش نہ ہو یہ اپنا ہاتھ نہ کھینچے۔ بطور تبرک ودیانت ایک کا دوسرے کے سر کو اور ہاتھ کو چومنا اور معانقہ کرنا جائز ہے۔ منہ چومنا مکروہ ہے۔

فصل

بادشاہ عادل۔ والدین۔ دیندار۔ پرہیزگار اور بزرگ آدمیوں کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا مستحب ہے اس کا اصل ثبوت اُس روایت سے ملتا ہے کہ رسول اللہ نے بنی قریظہ کے یہودیوں کے فیصلہ کے لئے حضرت سعد بن معاذ کو بلایا سعد سفید گدھے پر سوار ہو کر آئے۔ (بیماری کی وجہ سے خود اُتر نہ سکتے تھے۔ فقیر) حضور والا نے (حضرت سعد کے قبیلہ والوں سے) فرمایا اپنے سردار کی طرف اٹھو۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جاتے تو فاطمہؓ (حضور کو لینے کے لئے) اُٹھکر حضورؐ کی طرف بڑھتی تھیں اور ہاتھ پکڑ کر چومتی تھیں اور اپنی جگہ بٹھاتی تھیں اور جب فاطمہ رسول اللہ کے پاس آتیں تو آپؐ ان کی طرف اُٹھکر (بڑھتے) اور ہاتھ پکڑ کر چومتے اور اپنی جگہ بٹھاتے تھے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور والا نے ارشاد فرمایا جب کسی قوم کا بزرگ تمہارے پاس آئے تو تم اس کی عزت کرو اس سے محبت اور دوستی دلوں میں جمتی ہے۔ اس لئے نیک لوگوں کی تعظیم مستحب ہے جس طرح ان کو ہدیہ دینا مستحب ہے لیکن اہل معصیت اور اللہ کے نافرمانوں کی تعظیم مکروہ ہے۔ اسلامی تہذیب یہ بھی ہے کہ چھینکنے والا پست آواز سے چھینکے اور اپنا منہ ڈھانک لے اور اونچی آواز سے الحمد للہ رب العالمین کہے بعض حدیث میں مروی ہے کہ حضور اقدس نے فرمایا بندہ جب الحمد للہ کہتا ہے تو فرشتہ رب العالمین کہتا ہے اور جب الحمد للہ کے ساتھ بندہ رب العالمین کہتا ہے

تو فرشتہ کہتا ہے تیرا رب تجھ پر رحم فرمائے۔ چھینکنے والا دائیں بائیں گردن نہ موڑے اور جب وہ الحمد للہ رب العالمین کہے تو سننے والے کے لئے مستحب ہے کہ یرحمک اللہ کہے اور پھر چھینکنے والا دوبارہ کہے یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ (اللہ تم کو ہدایت کرے اور تمہارا حال درست کرے) بجائے یہدیکم اللہ کے یغفر اللہ لکم کہنا بھی درست ہے۔ کسی کو تین چھینکوں سے زیادہ آئیں تو سننے والے پر جواب دینا ضروری نہیں۔ کیونکہ یہ ہوا اور زکام کی وجہ سے ہوتا ہے۔ حدیث میں ایسا ہی آیا ہے۔ حضرت سلمٰی بن اکوع سے مروی ہے حضور اقدس نے ارشاد فرمایا۔ چھینکنے والے کو تین بار جواب دیا جائے اس سے زائد چھینکے تو وہ زکام زدہ ہے۔ کسی کو جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھ لے یا آستین سے ڈھانک لے شیطان منہ میں گھس جاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے حضور والا نے ارشاد فرمایا۔ اللہ چھینک کو پسند فرماتا ہے اور جمائی کو ناپسند۔ تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے لوٹا دے ہا ہا نہ کہے اس سے شیطان ہنستا ہے۔ کھلے منہ بوڑھی عورت کی چھینک کا جواب دینا مرد کے لئے جائز ہے اور نقاب پوش جوان عورت کی چھینک کا جواب دینا مرد کے لئے ناجائز ہے۔ بچہ کی چھینک کے جواب میں کہا جائے۔ اللہ تجھے برکت دے یا اللہ تجھے جزا دے یا اللہ تیرا بھلا کرے۔

فصل

دس فطری خصائل کا بیان

پانچ کا تعلق چہرے سے ہے اور پانچ کا تعلق باقی جسم سے۔ اول پانچ یہ ہیں۔ کلی کرنا۔ ناک میں پانی ڈالنا۔ مسواک کرنا۔ لبیں چھوٹی کرانا۔ ڈاڑھی بڑھانا۔ دوسری پانچ یہ ہیں۔ زیر ناف کے بال صاف کرنا۔ بغلوں کے بال اکھاڑنا۔ ناخن تراشنا۔ پانی سے آبدست کرنا۔ ختنہ کرانا۔ لبیں چھوٹی کرانے کا ثبوت اس حدیث میں جو حضرت ابن عمرؓ نے روایت کی ہے کہ حضور اقدس نے فرمایا لبیں (گہری) کترواؤ اور ڈاڑھی بڑھاؤ۔ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں آیا ہے لبیں کترواؤ اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ۔ دونوں لفظوں کا معنی ایک ہی ہے۔ کترنے سے مراد ہے قینچی سے جڑوں سے ملا کر کترنا۔ استرے سے مونڈنا مکروہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے حضور والا نے ارشاد فرمایا۔ لبیں مونڈنے والا ہم میں سے نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ مونچھیں مونڈنا ایک طرح کی عضو بریدگی ہے۔ اس سے چہرے کی رونق اور خوبصورتی جاتی رہتی ہے۔ بالوں کی جڑیں برقرار رکھنے میں زینت و حسن ہے صحابہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ لبیں کترواتے تھے۔ اعفاء اللحیۃ (ڈاڑھی بڑھانے) کا مطلب ہے ڈاڑھی کو زیادہ کرنا۔ آیت میں حتیٰ عفوا کا معنی کثرت ہے۔ روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر مٹھی سے باہر نکلا ہوا حصہ کتر دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے مٹھی کے نیچے کا حصہ کاٹ دو۔

فصل

زیرناف صفائی کرنے، بغلوں کے بال اکھاڑنے اور ناخن تراشنے کی اصل وہ حدیث ہے جو حضرت انس سے مروی ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مونچھیں کترنے، ناخن تراشنے، بغلوں کے بال اکھاڑنے اور زیرناف مونڈنے کی آخری میعاد رسول اللہؐ نے ہمارے لیے چالیس دن کی مقرر فرمادی تھی کہ ہم اس سے زیادہ نہ چھوڑے رکھیں۔ ہمارے بعض ساتھیوں کا قول ہے کہ یہ اجازت مسافر کے لئے ہے، مقیم کے لئے بیس روز سے آگے بڑھنا اچھا نہیں ہے۔ امام احمد سے اس حدیث کے صحیح اور غلط ہونے کے متعلق مختلف روایات آئی ہیں۔ کسی میں اس کی صحت کا انکار ہے اور کسی میں وقتی تعیین اور حد بندی کے لئے اس حدیث کو حجت قرار دیا ہے۔ بہرحال جب استحباب ثابت ہو گیا تو اب اختیار ہے کہ چونہ لگا کر صفائی کرے یا اُسترے سے مونڈے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ امام احمد چونے کا استعمال کرتے تھے، یہ بال صفا صابن کی طرح چونے کا مخلوط قوام اس زمانہ میں استعمال کیا جاتا تھا۔ منصور بن حبیب بن ابی ثابت کی روایت حضور اقدس کے متعلق بھی یہی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ کیلئے بیب تیار کیا اور زیرناف کا کام رسول اللہؐ نے خود انجام دیا۔ حضرت انس کی روایت اس کے خلاف ہے۔ اس روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے کبھی چونے کا استعمال نہیں کیا۔ بالوں کی زیادتی ہو جاتی تو مونڈ دیتے تھے۔ منصور بن حبیب کی روایت کے ثبوت کی صورت میں یہ بات کھل کر نکلتی ہے کہ اگر آدمی خود درستی نہ کر سکتا ہو، تو زیرناف کو چھوڑ کر باقی رانوں اور پنڈلیوں کی صفائی دوسرے سے کرا سکتا ہے۔ زیرناف کی صفائی خود ہی کرے۔ اس کے ثبوت میں حضرت ام سلمہؓ کی روایت بھی آئی ہے کہ رسول اللہؐ زیرناف تک پہنچتے تو خود اس کام کو انجام دیتے۔ بعض روایات میں زیرناف کی بجائے مَرَاق (پیٹ کا نچلا حصہ) کا لفظ آیا ہے۔ امام احمد نے اسی روایت کو لیا ہے۔ ابوالعباس نسائی کہتے ہیں ہم نے ابوعبداللہ کے چونہ کا لیپ کیا لیکن زیرناف کی حد پر انہوں نے خود چونے کا استعمال کیا۔ غرض جب زیرناف اور رانوں اور پنڈلیوں کی صفائی کا جواز چونے سے ثابت ہے تو اُسترے سے مونڈنا بھی جائز ہے۔ کیونکہ چونہ وغیرہ سے تو اُسترہ زیادہ تیز ہوتا ہے۔ اس قیاس کی تائید حضرت انس کی مذکورہ بالا روایت سے ہوتی ہے کہ رسول اللہؐ نے چونے کا استعمال کبھی نہیں کیا۔ بال زیادہ ہوتے تو مونڈ دیتے تھے۔ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ مونڈنے یا چونے کا استعمال کرنے کے لئے زیرناف کی تخصیص ہے، رانوں اور پنڈلیوں کی صفائی جائز نہیں، کیونکہ حضرت ام سلمہؓ کی روایت کردہ حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ زیرناف کی حد پر پہنچ کر اس کام کو خود انجام دیتے تھے۔ یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ زیرناف کے علاوہ رانوں اور پنڈلیوں کی صفائی کا کام کوئی دوسرا کرتا تھا۔ جس حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ مردوں کی بچھی بڑھانے کے لئے بدفعلی کرانے والے اور ہیجڑے جو زینت کے لئے ایسا کرتے ہیں ان کے لئے یہ فعل جائز نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

فصل

سفید بالوں کو چننا مکروہ ہے۔ عمرو بن شعیب کی روایت (عن ابیہ عن جدہ) آئی ہے کہ حضور اقدس نے سفید بال چننے کی ممانعت فرمائی تھی اور فرمایا تھا یہ اسلام کا نور ہے۔ دوسری روایت میں آیا ہے حضور گرامی نے ارشاد فرمایا۔ سفید بال کو نہ نکالو کیونکہ جس مسلمان کو بحالت اسلام لباس پیری (بالوں کی سفیدی) کا پہنایا گیا۔ قیامت کے دن (بالوں کی یہ سفیدی) اس کے لئے نور ہوگی۔ یحییٰ کی روایت میں آیا ہے کہ اللہ اس کے لئے (ہر بال کے عوض) ایک نیکی لکھیگا اور ایک گناہ ساقط کردیگا۔ بعض تفسیروں میں آیا ہے کہ آیت وجآءکم النذیر میں النذیر سے مراد بالوں کی سفیدی ہے۔ سفید بال موت سے ڈراتے ہیں۔ موت کی یاد دلاتے ہیں۔ خواہشات اور لذت نفس سے باز داشت کرتے اور روکتے ہیں۔ آخرت کی تیاری اور دار البقا کی تعمیر کے لئے سامان فراہم کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ پھر کس طرح ایسی چیز کو دُور کرنا جائز ہو سکتا ہے۔ سفید بال چننے والا (شاید) تقدیر کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ اللہ کے فعل کو بُرا سمجھتا ہے اس کے فیصلہ سے ناراض ہوتا ہے۔ اپنی جوانی چہرہ کی تروتازگی اور کمی عمر پر قائم رہنے کو (حکم خداوندی پر) ترجیح دیتا ہے۔ بزرگی، بردباری اور اسلام کے نورانی لباس اور بزرگی شعار جہانی سے نفرت کرتا ہے۔ بعض کتابوں میں منقول ہے کہ سب سے پہلے حالت اسلام میں سفید بال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہوئے تھے۔ حضور اقدس صلعم کا فرمان مروی ہے کہ اللہ سفید بالوں والے سے شرم کرتا ہے یعنی سفید بالوں والے کو عذاب دینے سے شرم کرتا ہے۔

فصل

جمعہ کے روز ناخن تراشنا مستحب ہے۔ ناخن ترتیب سے نہ کاٹے جائیں (یعنی چھوٹی انگلی سے انگوٹھے تک ترتیب وار نہ تراشے جائیں۔ بلکہ وہ صورت اختیار کی جائے جس کا ذکر آگے آتا ہے) کیونکہ حضور والا کی حدیث منقول ہے کہ جو شخص خلاف ترتیب ناخن کاٹے گا وہ اپنی آنکھوں میں دکھ نہ پائیگا۔ حمید بن عبدالرحمن نے اپنے باپ کی روایت سے نقل کیا ہے۔ کہ جو شخص جمعہ کے روز ناخن تراشیگا اس کے (بدن کے) اندر شفا داخل ہوگی اور بیماری نکل جائیگی۔ جمعرات کے دن عصر کے بعد ناخن تراشنے کی بھی یہی فضیلت اور استحباب منقول ہے۔

خلاف ترتیب کاٹنے کا یہ مطلب ہے کہ اول سیدھے ہاتھ کی چھنگلی سے شروع کرے پھر بیچ کی انگلی پھر انگوٹھا پھر چھنگلی کے پاس والی انگلی پر کلمہ کی انگلی کے ناخن کاٹے اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے شروع کرے پھر درمیانی انگلی پھر چھنگلی پھر کلمہ کی انگلی پھر چھنگلی کے پاس والی انگلی کے ناخن تراشے۔ ہمارے اکابرین سے عبداللہ بن بطہ کی روایت اسی طرح ہے۔ وکیع کی روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا۔ مجھ سے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا عائشہؓ جب تو ناخن تراشے تو بیچ کی انگلی سے شروع کر پھر چھنگلی پر انگوٹھا پھر چھنگلی کے پاس والی انگلی پھر کلمہ کی انگلی کے ناخن کاٹ یہ عمل تونگری پیدا کرتا ہے۔ ناخن قینچی یا چاقو

سے کاٹے جائیں دانتوں سے کاٹنا مکروہ ہے۔ ناخن تراش کرکٹے ہوئے ناخن مٹی میں دبا دیئے جائیں۔ سر اور بدن کے بالوں کا اور بہری ہوئی سینگی اور فصد کے خون کا بھی یہی حکم ہے مروی ہے کہ رسول اللہ نے خون بال اور ناخنوں کو مٹی میں دفن کر دینے کا حکم دیا تھا۔

فصل

امام احمد کی دو روایتوں میں سے ایک مرفوع روایت میں آیا ہے کہ حج اور عمرہ کے بغیر اور بلا ضرورت سر منڈانا مکروہ ہے کیونکہ ابو موسیٰ اشعری اور عُبَید بن عُمَیر کی روایت ہے حضور اقدس نے فرمایا جس نے سر منڈایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے۔ حضور والا نے فرمایا حج اور عمرہ کے علاوہ سر کے بال نہ اتارے جائیں دارقطنی نے اس روایت کو افراد میں نقل کیا ہے۔ رسول اللہ نے خارجیوں کی مذمت فرمائی تھی اور سر منڈانے کو ان کی خصوصی نشانی بتایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے صبیغ سے فرمایا تھا۔ میں نے اگر تیرا سر منڈا پایا تو اسی سر کو پیٹوں گا جس میں تیری آنکھیں ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا جو شخص شہر میں سر منڈاتا ہے وہ شیطان کا ہم خلق ہے۔ سر منڈانے میں عجمیوں سے مشابہت ہوتی ہے اور رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو کسی قوم کی شکل اختیار کریگا وہ اسی میں سے ہوگا جب سر منڈانے کی کراہت ثابت ہے تو اب بجائے منڈانے کے قینچی سے کتروانا چاہیئے امام احمد بن حنبل ایسا ہی کرتے تھے۔ بال کترنے میں اختیار ہے۔ چاہے گہرے طور پر جڑوں سے ملا کر کتروالے چاہے بالوں کی نوکیں کتوا دے۔

امام احمد کی دوسری روایت ہے کہ سر منڈانا مکروہ نہیں ہے کیونکہ ابو داؤد نے اپنی اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفر نے فرمایا (حضرت جعفر کی شہادت کے بعد) رسول اللہؐ نے جعفر کے گھر والوں کے پاس بلاوا بھیجا۔ پھر خود ہی تشریف لے آئے اور فرمایا آج کے بعد میرے بھائی پر نہ رونا پھر فرمایا میرے بھتیجوں کو بلاؤ۔ ہم کو بلایا گیا۔ اس وقت ہم مرغی کے چوزوں کی طرح تھے۔ حضورؐ نے فرمایا: نائی کو بلاؤ۔ نائی حاضر ہوگیا حکم دیا (ان کے سر مونڈ دو) نائی نے ہمارے سر مونڈ دیئے۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضور کے بال کندھوں سے لگتے تھے۔ آخر عمر میں آپ نے سر منڈا دیا تھا حضرت علیؓ کی روایت میں ہے کہ حضورؐ کے بال کانوں کی لو تک تھے۔

ہر زمانہ میں مسلمان سر منڈاتے رہے ہیں اور کسی نے ان کے اس فعل کا انکار نہیں کیا۔ سر منڈانے کی ممانعت میں دشواری و تنگی بھی ہے اور ایسی تنگی معاف کر دی گئی ہے۔ (جیسے بلی اور حشرات الارض کا جھوٹا پاک قرار دیا گیا اس لئے کہ اس سے بچنا دشوار ہے)۔

فصل

سر کا کچھ حصہ منڈانا اور کچھ نہ منڈانا مکروہ ہے (اس کو قزع کہتے ہیں) مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے قزع کی ممانعت فرمائی ہے۔ گردن کے بال منڈانا مکروہ ہے۔ ہاں خصوصیت کے ساتھ صرف پچھنے لگانے کے لئے گردن کی صفائی جائز

ہے۔رسول اللہ نے پچھنے لگانے کے علاوہ گردن منڈوانے سے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ فعل مجوسیوں کا ہے۔امام احمد پچھنے لگانے کے لئے گردن کے بال منڈاتے تھے۔ایسا فعل صرف ضرورت کے تحت کیا جاتا ہے۔بڑے بال رکھنا اور مانگ نکالنا سنت ہے۔روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے خود بھی مانگ نکالی اور صحابہ کو بھی مانگ نکالنے کا حکم دیا۔
یہ روایت کچھ اوپر بیس صحابیوں سے مروی ہے جن میں سے حضرت ابو عبیدہ، حضرت عمار اور حضرت ابن مسعود بھی ہیں تحذلیف یعنی کانوں کے سامنے لٹیں چھوڑنا جیسا کہ علویوں کا طریقہ ہے مردوں کے لئے مکروہ ہے۔عورتوں کے لئے مکروہ نہیں ہے۔کیونکہ ہمارے اکابر میں سے ابوبکر جلاد نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی تحذلیف کو ناپسند فرماتے تھے۔ولید بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے لوگوں کو قرن اول میں ایسی حالت میں پایا کہ تحذلیف ان کے فیشن میں داخل نہ تھا۔
موچنے سے بال نوچنا مردوں اور عورتوں سب کے لئے مکروہ ہے رسول اللہ نے موچنے سے بال نکالنے والیوں پر لعنت کی ہے (حدیث کے الفاظ ہیں لَعَنَ المتنمصات) ابو عبیدہ نے کہا تَنَمُّصُ کا معنی ہے موچنے سے بال لینا۔ پیشانی کے بال شیشہ کی دھار یا استرے سے کاٹنا عورت کے لئے مکروہ ہے۔چہرہ پر اگر بال نکل آئیں تو ان کو بھی شیشہ یا استرے سے کاٹنا عورت کے لئے مکروہ ہے۔اس کی ممانعت پہلے آچکی ہے لیکن اگر شوہر اس کو اس کام کا حکم دے اور اندیشہ ہو کہ حکم نہ ماننے کی صورت میں شوہر اس سے بے رخی کرلے گا اور کسی دوسری عورت سے نکاح کرلیگا اور اس طرح بگاڑ اور ضرر پیدا ہوگا۔تو مصلحت بعض لوگوں کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے مکروہ نہیں ہے جس طرح رنگا رنگ کے کپڑوں سے آرائش قسم قسم کی خوشبو کا استعمال اور شوق کرنا دل لگی اور خوش طبعی کرنا اپنے شوہر سے جائز ہے۔اس صورت میں موچنے سے بال نوچنے والیوں پر جو لعنت حدیث میں آئی ہے اس سے مراد وہ عورتیں ہونگی جو شوہروں کے علاوہ دوسرے مردوں کے لئے ایسا کرتی ہیں۔ان سے بدکاری کرنے کی خواہشمند اور ان کو اپنی طرف مائل بنانے کی طلبگار رہتی ہیں اور زنا کے لئے اپنے آپ کو تیار کرتی ہیں۔واللہ علم۔

فصل

سیاہ خضاب مکروہ ہے حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے سیاہ خضاب کرنے والوں کے متعلق فرمایا۔اللہ قیامت کے دن ان کے منہ کالے کریگا حضرت ابن عباس کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے اُن کے متعلق فرمایا۔وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھیں گے۔سیاہ خضاب کے متعلق جو احادیث آئی ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔سیاہ خضاب کرو اس سے بیوی کو انسیت ورد جہاد میں؛ دشمن کو تمہارے جوان ہونے کا دھوکہ ہو جاتا ہے۔اس حدیث میں سیاہ خضاب کا جواز اصل میں جنگ کے موقع کے لئے ہے۔بیوی کا ذکر اصل مقصود نہیں ہے۔ذیلی طور پر کردیا گیا ہے۔

فصل

جب سیاہ خضاب کی کراہت ثابت ہے تو پھر سر پر مہندی وسمہ کا خضاب کرنا مستحب ہے امام احمد نے ۶۳ سال کی عمر میں مہندی وسمہ کا خضاب کیا تھا۔ ان کے چچا نے کہا تم نے تو وقت سے پہلے ہی خضاب کر لیا۔ امام نے جواب دیا یہ رسول اللہؐ کی سنت ہے حضرت ابوذرؓ کی روایت ہے حضور والا نے ارشاد فرمایا سفید بالوں کا رنگ بدلنے کی بہترین چیز مہندی وسمہ ہے۔ رسول اللہؐ کے خضاب کے متعلق روایات مختلف ہیں حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ تھوڑے سے بالوں کے علاوہ حضور کے بال سفید ہوئے ہی نہ تھے لیکن حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے حضور کے بعد مہندی وسمہ کا خضاب لگایا تھا۔ یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے رسول اللہؐ کے کچھ بال نکال کر لوگوں کو دکھائے جو مہندی وسمہ سے رنگے ہوئے تھے۔ اس حدیث سے رسول اللہؐ کا مہندی وسمہ کا خضاب کرنا ثابت ہوتا ہے۔

ورس اور زعفران سے خضاب کرنے کا جواز امام حماد کے ظاہر کلام میں آیا ہے حضرت ابومالک اشعری کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ کا خضاب ورس اور زعفران کا تھا۔ جب سر کے متعلق یہ حکم ہے تو داڑھی کا حکم بھی ایسا ہی ہوگا کیونکہ حضور والا نے عمومی حکم دیا تھا۔ سفید بالوں کو بدل دو اور یہودیوں سے مشابہت نہ کرو حضرت ابوذرؓ کی روایت میں پہلے گذر چکا ہے کہ حضور نے فرمایا سفید بالوں کو بدلنے کی بہترین چیز مہندی وسمہ ہے۔ یہ حکم بھی عام ہے۔ سر کے بال ہوں یا داڑھی کے سب کو شامل ہے۔ فتح مکہ کے دن حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے والد ابوقحافہ کو لے کر خدمت گرامی میں حاضر ہوئے حضور والا نے حضرت ابوبکر کی عزت افزائی کے لئے فرمایا بڑے میاں کو تم گھر پر ہی رہنے دیتے ہم وہیں ان کے پاس پہنچ جاتے۔ اس کے بعد ابوقحافہ مسلمان ہوگئے۔ اس وقت ان کا سر اور داڑھی دونوں سفید تھی ثغامہ کی طرح حضور نے فرمایا۔ اس رنگ کو بدل دو مگر سیاہی سے اجتناب رکھنا اس میں صاف صراحت ہے کہ داڑھی کا حکم سر کی طرح ہے اور سیاہ خضاب کی ممانعت ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا ثغامہ ایک قسم کی گھاس ہوتی ہے جس کے پھول بھی سفید ہوتے ہیں اور پھل بھی۔ بالوں کی سفیدی کو اس سے تشبیہ دی جاتی ہے ابن اعرابی کا قول ہے کہ ثغامہ ایک سفید درخت ہوتا ہے جو برف کی طرح سفید ہوجاتا ہے۔

فصل

طاق بار سرمہ لگانا مستحب ہے حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ طاق بار سرمہ لگاتے تھے طاق مرتبہ لگانے کی کیفیت میں روایات کا اختلاف ہے۔ حضرت انسؓ کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ دائیں آنکھ میں تین سلائیاں اور بائیں میں دو سلائیاں لگاتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں ہر آنکھ میں تین سلائیاں لگانے کا ذکر ہے۔

فصل

ایک دن بیچ تیل لگایا جائے یعنی ایک دن لگایا جائے ایک دن نہ لگایا جائے۔ حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ حضور والا نے بغیر ایک دن ناغہ کئے کنگھا کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ روغن بنفشہ لگانے کی فضیلت آئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے حضورؐ نے فرمایا دوسرے روغنوں پر روغن بنفشہ کی فضیلت ایسی ہی ہے جیسے ہاتی لوگوں پر میری فضیلت۔

فصل

مستحب ہے کہ اللہ کے خوف اور اس پر توکل کرنے کے بعد آدمی سات چیزوں سے خالی نہ رہے نہ سفر میں نہ حالت اقامت میں۔ صفائی اور ظاہری زیبائش۔ سرمہ دانی۔ کنگھی۔ مسواک۔ قینچی۔ بدرہ یعنی وہ لکڑی جس کا سر گول ہوتا ہے اور بالشت سے چھوٹی ہوتی ہے۔ اہل عرب اور صوفی لوگ اس سے اپنے جسمانی دکھ کا ازالہ کرتے ہیں۔ مثلاً جوؤں کو رگڑ دیتے ہیں۔ کھجلی اٹھتی ہے تو کھجلا لیتے ہیں۔ چیونٹیوں کو مار دیتے ہیں یہاں تک کہ ان کو کسی چیز کو ہاتھ لگانا نہیں پڑتا۔ تیل کی شیشی۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ سفر ہو یا اقامت کسی حال میں یہ چیزیں رسول اللہ کے ساتھ سے نہ چھوٹتی تھیں۔

فصل

ممنوع باتیں

مندرجہ ذیل باتیں مکروہ ہیں۔ سیٹی بجانا۔ تالی بجانا۔ نماز میں انگلیاں چٹکانا۔ سماع کے وقت جھوٹ موٹ کی وجد کی حالت بنا کر اپنے کپڑے پھاڑنا۔ اگر واقعی کسی کی وجد کی حالت ہو تو اس سے اس جھوٹے مدعی کی حالت کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ راستہ میں کھانا۔ اہل مجلس کے سامنے پاؤں پھیلا کر بیٹھنا۔ تکیہ سے سہارا دیکر اس طرح بیٹھنا کہ سیدھا بیٹھنے کی ہیئت سے خارج ہو جائے۔ یہ فعل غرور کی علامت ہے اور اس سے اہل مجلس کی توہین ہوتی ہے۔ ہاں اگر عذر کی وجہ سے ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ ملے ہوئے کپڑے پہننا۔ منہ میں مصطگی چبانا۔ یہ کمینہ پن ہے۔ باچھیں پھاڑ کر ہنسنا۔ ٹھٹھا مارنا۔ بلا ضرورت چلنے رفتار میں اعتدال رکھنا مناسب ہے۔ نہ اس حد تک تیزی ہو کر خود تھکاوٹ پیدا ہو اور دوسرے راہگیروں سے ٹکراؤ ہو جائے نہ ایسی قدم شماری کی جائے جو غرور آمیز ہو۔ بلند آواز سے رونا۔ میت کے اوصاف شمار کرنا۔ ہاں اگر گناہ کے خوف سے یا زندگی کے گذشتہ اوقات بیکار ضائع ہو جانے پر پشیمانی کی وجہ سے ہو یا اس وجہ سے ہو کہ جس درجہ پر پہنچنا پیش نظر تھا۔ اس پر نہ پہنچ سکا اور اس خیال سے دل شکستہ ہو کر افسوس کر کے روئے اور رونے میں آواز اٹھ جائے تو مکروہ نہیں ہے۔ لوگوں کے سامنے بدن کا میل چھڑانا بھی مکروہ ہے۔ حمام پاخانہ اور دوسرے گندہ مقامات میں بات کرنا بھی مکروہ ہے۔ گندہ

مقامات میں نہ کسی کو سلام کرے نہ مسلمان کے سلام کا جواب دے۔ لوگوں[19] کے سامنے سر برہنہ ہونا اور بدن کے اس حصہ کو کھولنا جس کے کھلا رکھنے کا رواج نہ ہو مکروہ ہے اور کشف عورت حرام ہے۔ باپ کی یا اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی ہر حال میں قسم کھانا مکروہ ہے۔ اگر قسم کھانا ہو تو اللہ کی کھائے ورنہ خاموش رہے۔ فرمان نبوی میں ایسا ہی آیا ہے۔

فصل

اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کرنا

کسی کے دروازے پر جانے کا ارادہ ہو تو پہنچکر پہلے سلام کرنا چاہئے اور یوں کہنا چاہئے۔ السلام علیکم۔ کیا میں اندر آسکتا ہوں۔ روایت میں آیا ہے کہ قبیلہ بنی عامر کا ایک آدمی حاضر ہوا۔ حضور اس وقت نبوت خانہ میں تشریف فرما تھے۔ اس نے آستانہ مبارک پر حاضر ہو کر عرض کیا۔ کیا میں اندر آجاؤں۔ حضور والا نے خادم سے فرمایا۔ باہر جا کر اس کو اجازت طلب کرنا سکھاؤ اور اس سے کہو کہ یوں کہے۔ السلام علیکم۔ کیا میں اندر آجاؤں۔ اس بدوی نے یہ فرمان سُن لیا اور عرض کیا۔ السلام علیکم۔ کیا میں اندر آجاؤں۔ حضور نے اس کو اجازت دیدی وہ اندر آگیا۔ دروازہ کی طرف پشت گھما کر بھی نہ کھڑا ہو۔ نہ زیادہ دور کھڑا ہو۔ اس سے جواب کے سُننے میں رکاوٹ ہوگی۔

اجازت تین بار طلب کی جائے۔ اگر مل جائے تو بہتر ورنہ لوٹ آئے لیکن اگر غالب گمان ہو کہ دوری کی وجہ سے صاحب خانہ نے میری آواز نہیں سُنی یا کسی کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے وہ نہ سن سکا تو تین مرتبہ سے زائد اجازت طلب کرنا جائز ہے۔ تین مرتبہ طلب اجازت کرنے کے بعد واپس چلے جانے کا ثبوت حضرت ابو سعید خدری کی اس روایت سے ہوتا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضور اقدس نے ارشاد فرمایا اجازت کی طلب تین بار ہونی چاہئے۔ اجازت مل جائے تو اندر داخل ہو جاؤ ورنہ لوٹ جاؤ۔ طلب اجازت کا حکم سب کے لئے برابر ہے۔ غیر ہوں یا ایسے قریب ترین اقربا جن سے نکاح بھی حرام ہے۔ جیسے ماں وغیرہ سب سے داخل ہونے کی اجازت مانگنی چاہئے۔ ایک بار کسی شخص نے رسول اللہ سے عرض کیا کیا ماں کے پاس داخل ہونے کی بھی اجازت لینی میرے لئے ضروری ہے۔ فرمایا ہاں اس نے عرض کیا۔ میں تو ماں کے ساتھ گھر میں رہتا ہوں فرمایا (پھر بھی) اجازت لو۔ اس نے عرض کیا میں تو اس کا خادم ہوں فرمایا (پھر بھی) اجازت مانگو۔ کیا تم اس کو برہنہ دیکھنا پسند کرتے ہو۔

البتہ اپنی بیوی اور وہ باندی جس سے اس کے لئے قربت جائز ہے۔ محتاج اذن نہیں ان کے پاس اذن طلب کئے بغیر داخل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ ان کو ننگی کھلی حالت میں دیکھیگا اور یہ ناجائز نہیں ہے۔ ان کے بدن کو دیکھنا اس کے لئے جائز ہے۔ مگر ایسی صورت میں بھی مستحب یہ ہے کہ جوتوں کی آہٹ مکان میں داخل ہوتے وقت سناوے تاکہ اس کے داخل ہونے کا علم ہو جائے۔ بیہقی کی روایت میں امام احمد نے اس کی صراحت

کردی ہے۔ گھر میں داخل ہو تو بیوی کو سلام کرے اس سے گھر کی خیر زیادہ ہوتی ہے۔ حدیث میں ایسا ہی آیا ہے (اس کا تفصیلی بیان باب دخول المنزل میں انشاء اللہ آئے گا) سفر سے واپس آئے تو رات کو اچانک گھر والوں کے پاس نہ پہنچ جائے رسولؐ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ دو آدمیوں نے ایسا کیا تھا۔ تو انہوں نے اپنی بیویوں کی وہ حالت دیکھی جس کو وہ پسند نہ کرتے تھے (یعنی اندرونی کثافت دیکھی) دوسرے کے گھر میں داخلہ کی اجازت مل جائے اور اندر جائے تو صاحب خانہ جہاں بیٹھنے کی اجازت دے وہیں بیٹھ جائے۔ خواہ صاحب خانہ ذمی کافر ہی ہو۔ اگر لوگ کھانے پر ہوں اور کوئی ان کے پاس اچانک جا پہنچے تو کھانا نہ کھانے لگے ہاں اگر صاحب خانہ کی عادت ہی ہو کہ وہ طبعی سخاوت اور طیب خاطر سے اس کو پسند کرتا ہو۔

فصل

دائیں ہاتھ سے کیا کام کرنا مستحب ہے اور بائیں ہاتھ سے کیا کام بہتر ہے

کوئی چیز لینا کھانا پینا مصافحہ کرنا وضو کی جوتہ پہننے کی اور کپڑے پہننے کی ابتدا کرنا دائیں ہاتھ سے مستحب ہے اسی طرح مسجد ایسے متبرک مقام میں جلسوں میں گھروں میں اور سرائوں میں داخل ہوتے وقت سیدھا پاؤں پہلے داخل کرنا چاہئے بایاں ہاتھ گندے کاموں کے لئے ہے۔ جیسے دور کرنا ناک جھاڑنا ناک کی صفائی استنجا اور ہر طرح کی پلیدی کو دھونے کا کام بائیں ہاتھ سے لیا جائے ہاں اگر کسی کے لئے ایسا کرنا دشوار یا ناممکن ہو جیسے کسی کا بایاں ہاتھ شل ہو گیا ہو یا کٹ گیا ہو تو دائیں ہاتھ سے کر سکتا ہے۔ ایک پاؤں میں جوتہ پہن کر نہ چلے۔ ہاں اگر تھوڑا سا چلنا ہو تو ایک جوتہ سالم ہو اور دوسرے کا تسمہ ٹوٹ گیا ہو جس کی مرمت کرنا ہو تو قدرے چل سکتا ہے۔

کسی کو کوئی حکمنامہ یا خط دینا ہو تو سیدھے ہاتھ سے دے۔ بڑے رتبہ والے کے ساتھ چلنا ہو تو اس کے دائیں ہاتھ کو چلے اور اس کو نماز کے امام کی طرح (جبکہ صرف دو آدمیوں کی جماعت ہو) اپنے بائیں ہاتھ کو کرلے اور اپنے سے کم رتبہ آدمی کے ساتھ چلنا ہو تو اس کے بائیں جانب چلے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر صورت میں دائیں ہاتھ پر چلنا مستحب ہے تاکہ بائیں سمت تھوکنے کے لئے خالی رہ جائے۔

فصل

کھانے پینے کی تہذیب

کھانے پینے والے کے لئے مستحب ہے کہ شروع میں بسم اللہ کہے اور فارغ ہونے پر اللہ کا شکر کرے اس سے کھانے کی برکت زیادہ ہوتی ہے اور شیطان بہت دور بھاگتا ہے۔ روایت میں آیا ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کھاتے ہیں مگر سیری نہیں ہوتی فرمایا شاید تم لوگ الگ الگ کھاتے ہو گے صحابہ نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا اکٹھے ہو کر کھایا کرو اور بسم اللہ کر لیا کرو۔ تم کو کھانے میں برکت حاصل ہوگی۔ حضرت جریر بن عبداللہ کہتے ہیں میں نے خود رسولؐ کو فرماتے سنا ہے

ہے جب آدمی گھر میں آتا ہے اور داخل ہوتے وقت نیز کھانے وقت بسم اللہ کہتا ہے۔ تو شیطان اپنی ذریات سے کہتا
ہے۔ آج رات یہاں نہ تمہیں رہنے کا ٹھکانا ملیگا نہ رات کا کھانا۔ لیکن اگر گھر میں داخل ہوتے وقت اس نے اللہ کا نام نہ
لیا تو شیطان اپنی ذریات سے کہیگا تم کو آج رات کو رہنے کا ٹھکانا مل گیا۔ پھر کھانے پر بھی اگر اس نے بسم اللہ نہیں
کی تو شیطان کہتا ہے۔ تم کو رات کے ٹھہرنے کا ٹھکانا بھی مل گیا اور رات کھانا بھی۔

حضرت حذیفہ کا بیان ہے۔ جب ہم رسول اللہ کے ساتھ کسی کھانے پر موجود ہوتے۔ تو حضور سے پہلے کوئی کھانے پر
ہاتھ نہیں چھوڑتا تھا۔ ایک بار حضور کے ساتھ ہم کھانے پر حاضر تھے۔ ایک دیہاتی آیا معلوم ہوتا تھا۔ تیزی میں دھکیلتا آیا ہے
آتے ہی کھانے پر ہاتھ ڈالنے لگا۔ حضور والا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اتنے میں ایک لڑکی آئی اور وہ بھی ایسی حالت میں تھی کہ
گویا اس کو کوئی دھکیلتا چلا ہے۔ وہ بھی آتے ہی کھانے میں ہاتھ ڈالنے لگی۔ سرکار نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا جس کھانے
پر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔ اس کو شیطان حلال سمجھتا ہے۔ اس دیہاتی کے ساتھ بھی شیطان آیا تھا اور کھانے کو اپنے لئے
حلال بنانا چاہتا تھا اور اس لڑکی کے ساتھ بھی آیا تھا۔ تاکہ اس کے ذریعہ سے کھانے کو اپنے لئے حلال بنالے میں نے اس
دیہاتی کا بھی ہاتھ پکڑ لیا اور اس لڑکی کا بھی۔ قسم ہے اس کی جس کے دست قدرت میں میرا ہاتھ ہے۔ ان دونوں کے ہاتھوں کے
ساتھ شیطان کا ہاتھ بھی میرے ہاتھ میں آگیا۔ اگر شروع میں بسم اللہ کرنا بھول جائے تو جس وقت یاد ہو فوراً) کہے بسم اللہ
اولہ و آخرہ۔ فرمان نبوی جو حضرت عائشہؓ نے نقل کیا ہے۔ اسی طرح مروی ہے۔

کھانا شروع بھی نمک سے کرنا مستحب ہے اور ختم بھی نمک پر۔ داہنے ہاتھ سے لقمہ لے کر چھوٹا بنا کر منہ میں رکھے۔ لقمہ خوب چبائے
اور دیر تک نگلے۔ ایک قسم کا کھانا ہو تو اپنے سامنے سے کھائے مختلف اقسام ہوں یا پھل ہوں یا میوہ ہو تو برتن کے اندر
ہاتھ ہٹانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کھانے کی چوٹی اور بیچ سے نہ کھائے کناروں سے کھائے۔ اگر ثرید ہو تو تین انگلیوں
سے کھائے اور آخر میں انگلیاں چاٹ لے۔ کھانے پینے کی چیز پر پھونکیں نہ مارے۔ پینے کے برتن میں سانس نہ لے۔ سانس لینا ہو
میں نہ رہے تو برتن کو منہ سے الگ کرکے سانس لیلے اور سانس لے چکے تو دوبارہ پی لے۔ تکیہ لگا کر کھانا پینا مکروہ ہے۔ کھڑے
ہو کر جائز ہے۔ بعض کے قول میں کھڑے ہو کر بھی مکروہ ہے۔ بیٹھکر کھانا پینا بہت اچھا ہے۔ کھانے پینے کا برتن اہل مجلس میں سے
کسی کو دینا چاہے تو داہنی طرف والے کو دینا شروع کرے۔ سونے چاندی کے برتن اور سونے چاندی سے گلٹ کئے ہوئے
برتن میں بشرطیکہ گلٹ کی مقدار زیادہ ہو کھانا پینا مکروہ ہے۔ اگر اس قسم کے برتن میں کھانا سامنے آئے تو کھانا اٹھا کر روٹی پر
رکھ لے یا دوسرے برتن میں لے لے جو ممنوع اقسام میں سے نہ ہو پھر کھالے۔ ایسے برتنوں میں کھانا لانے والے کے خلاف انکار
کرنا واجب ہے۔ سونے چاندی کے برتن میں خوشبو سلگانے والے اور ایسے گلاب پاش سے چھڑکنے کا بھی یہی حکم ہے۔ ایسے
مقام پر حاضر ہونا ہی جائز نہیں۔ انکار کرنا اور مجلس سے اٹھ کھڑا ہونا واجب ہے۔ مگر انکار نرم الفاظ میں ہو۔ مثلاً اہل خانہ
سے خطاب کرکے کہے آپ کی کامل مسرت یہی ہے کہ جس چیز کو شریعت نے حلال کیا ہے اور زینت آفرین قرار دیا ہے۔ اسی کے

مطابق آرائش کریں جس چیز کی بندش اور ممانعت کی ہے اس کو سبب زینت نہ بنائیں جس لذت کا نتیجہ گناہ ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ رسول اللہ کا فرمان یاد رکھو۔ حضور نے فرمایا تھا کہ جو شخص سونے یا چاندی کے برتن یا اس برتن میں پیتا ہے جس میں سونے چاندی کا کچھ حصہ شامل ہو وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ غٹ غٹ بھرتا ہے۔

منہ کا نوالہ باہر نہ نکالے۔ ہاں اگر مجبور ہو جائے مثلاً نوالہ حلق میں پھنس جائے جس سے پھندا لگ جائے یا گرمی کی وجہ سے (منہ حلق وغیرہ میں) دکھ ہونے لگے تو نوالہ باہر نکال دینا جائز ہے۔ کھانے پر چھینک آ جائے تو منہ پر کوئی چیز رکھ لے اور خوب ڈھانک لے۔ پیچھے کوئی (خدمتگار وغیرہ) کھڑا ہو تو اس کو (ساتھ) بیٹھنے کی اجازت دیدے وہ نہ مانے تو عمدہ کھانے کا کوئی لقمہ اٹھا کر اس کو دیدے۔ کوئی غلام یا خدمتی لڑکا ہو یا پانی پلانے والا ہو تو اس کے ساتھ بھی یہی سلوک کرے۔ برتن میں کھانا پس خوردہ رہ گیا ہو تو اس کو صاف کر لینا برتن یا طباق وغیرہ کے ہر طرف سے کھانے کے ریزے اٹھا لینا مستحب ہے (کھانے میں) ساتھیوں کے ساتھ مناسب حال پاکیزہ باتیں کرنی اور قصے بیان کرنا مستحب ہے اگر وہ کچھ دل گرفتہ ہوں۔

دنیاداروں کے ساتھ کھانے میں ادب پیش نظر ہو۔ غریبوں کے ساتھ کھانے میں ان کو اپنے نفس پر ترجیح دی جائے دوستوں کے ساتھ کھانے میں شگفتہ مزاجی ساتھ ہو علماء کے ساتھ کھانے میں کچھ (ان سے) سیکھنا اور ان کے طریقہ پر چلنا مقصود ہو۔ نابینا کے ساتھ کھائے تو جو کھانا سامنے ہو اس کی اطلاع نابینا کو دیدے۔ نابینا اپنے نابینا ہونے کی وجہ سے اکثر اچھے کھانوں سے محروم رہ جاتا ہے۔ شادی کے ولیمہ کی دعوت قبول کرنی مستحب ہے۔ جانے کے بعد چاہے کھائے نہ چاہے تو دعا کر کے واپس آ جائے۔ حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت ہے۔ حضور نے فرمایا جس کی دعوت کی گئی اور اس نے قبول نہ کی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ جو بغیر بلائے کھانے جاتا ہے وہ چور ہو کر داخل ہوتا ہے اور لٹیرا بن کر واپس آتا ہے۔ دعوت کے مذکورہ بالا احکام اُس وقت ہیں جب مجلس دعوت بری باتوں سے خالی ہو۔ اگر وہاں کوئی ممنوع چیز ہو مثلاً ڈھول سارنگی۔ بربط۔ نفیری۔ شرویق۔ شبابہ۔ رباب۔ سرود۔ طنبور ست درجان جو ترک بجاتے ہیں تو وہاں نہ بیٹھے۔ یہ سب چیزیں حرام ہیں۔ دف کا استعمال موقع نکاح میں جائز ہے۔ بانسری سننا و ناچ مکروہ ہے۔ آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ کی تفسیر میں بعض اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ لہو الحدیث سے مراد راگ اور شعر ہے۔ بعض احادیث نبوی میں آیا ہے کہ راگ دل کے اندر اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح سیلاب سبزی کو اُگاتا ہے راگ کے متعلق شبلی سے دریافت کیا گیا کہ کیا یہ درست ہے۔ شبلی نے کہا نہیں۔ پوچھا گیا پھر کیا ہے۔ شبلی نے کہا۔ درست نہ ہونے کی صورت میں گمراہی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

راگ کے ناجائز ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ اس سے طبیعت میں شورش۔ شہوت میں اُبھار۔ عورتوں کی طرف میلان، بیہودگی نفس حماقت زدگی، بے چینی، چھچھوراپن، کمینگی پیدا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا قیامت پر ایمان رکھنے والوں کے لئے اللہ کی یاد میں مشغول ہونا بہت ہی پاکیزہ اور زینت آفریں عمل ہے۔

دعوت ختنہ مستحب نہیں ہے۔ نہ دعوت ختنہ کو قبول کرنا ضروری ہے بلکہ اس کا دینا مکروہ ہے اس میں نمود کی شہرت
بھی ہے چھچھوراپن اور ذلت بھی ہے۔ ولیمہ نکاح کے علاوہ کسی اور شادی کی دعوت اگر اس طریقہ سے ہو جو حضور والا نے بیان
فرمایا ہے یعنی ضرورت مندوں کو روکا گیا ہو [illegible] ان کو عام دعوت کی ضرورت نہیں ہے اس میں موجود ہوں تو مکروہ ہے۔

علماء اور فضلا کے لئے چاہے جو بھی کچھ فوراً دعوت طعام قبول کر لینا مکروہ ہے اس سے ذلت، ذہانت اور حرص طعام کا مظاہرہ
ہوتا ہے خصوصاً حاکم کے لئے تو اور بھی مکروہ ہے۔ مشہور قول ہے کہ کسی کے پیالہ میں ہاتھ ڈالتے ہی آدمی ذلیل ہو جاتا ہے

دعوت دینے والوں کے ساتھ شامل ہو کر بن بلائے دعوت میں شرکت کرنا حرام ہے۔ یہ ایک طرح کی بے شرمی بھی ہے اور طفیلی پن
بھی۔ بن بلائے شرکت دعوت میں دوہرا گناہ ہے۔ ایک تو بن بلائے کھانا دوسرے کسی پرائے مکان میں بلا اجازت داخل ہونا
اور کسی کے پوشیدہ امور کو دیکھنا اور حاضرین مجلس کی جگہ تنگ کرنا۔ تہذیب کا تقاضہ ہے کہ کھانے والوں کے چہروں کو زیادہ نہ
دیکھئے اس سے ان کو شرمندگی ہوگی۔ کھانے پر ایسی باتیں نہ کرے جن سے لوگ گھن کرتے ہوں نہ ہنسانے والی باتیں کرے اس
سے حلق میں نوالہ پھنس کر یا چھینک آ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ نہ لوگوں کو رنجیدہ کرنے والی باتیں کرے اس سے ان کو کھانا بے لطف
ہو جائے گا۔ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا مستحب ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا
مکروہ ہے۔ گندی سبزی یعنی لہسن پیاز اور گندنا کچا کھانا مکروہ ہے اس میں بدبو ہوتی ہے روایت میں آیا ہے کہ
حضور اقدس نے فرمایا کوئی شخص یہ گندی سبزی کھا کر ہماری مسجد میں داخل نہ ہو۔

اتنا زیادہ کھانا کہ بدہضمی کا خطرہ ہو جائے مکروہ ہے۔ مروی ہے کہ حضور والا نے فرمایا پیٹ سے بدتر کسی برتن
کو آدمی نہیں بھرتا۔ میزبان کی اجازت کے بغیر ایک مہمان کا دوسرے مہمان کو کھانا دینا مکروہ ہے کیونکہ میزبان کی
چیز مہمان کے لئے درست ہے۔ دوسروں کو دینے کا اس کو اختیار نہیں ہے اس لئے یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ عام
دعوت مہمان کی ملک کس وقت بنتا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جب کھانا مہمان کے منہ میں پہنچ کر ختم ہو جائے یعنی
حلق میں اتر جائے اس وقت کھانے والا اس کا مالک ہوتا ہے۔ دوسرے علماء کی رائے ہے کہ جب کھانا سامنے لا کر رکھ
دیا گیا تو کھانا شروع کرنے کے لئے مزید اجازت کی ضرورت نہیں اپنی چیز سمجھ کر کھانا شروع کر دینا چاہئے۔ شرط یہ کہ
اس بستی کا رواج اسی طرح ہو رواج ہی اجازت ہے۔

منہ سے نکال کر کوئی چیز کھانے کے برتن میں واپس کرنا مکروہ ہے۔ کھانے پر چھینک [illegible] مکروہ ہے۔
روٹی سے ہاتھ صاف نہ کرے۔ روٹی کو خراب نہ کرے۔ [illegible] کھانے [illegible] کھانے [illegible]
طبیعت [illegible] ہوتی ہے [illegible] کو [illegible] کر دے۔

کھانے کی برائی کرنا [illegible] میزبان کی تعریف و توصیف اور کھانے کی قیمت [illegible] ذلت کی بات
ہے۔ روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے کھانے کی عیب جوئی نہ فرمائی۔

جب تک اور لوگ کھانے سے ہاتھ نہ اٹھائیں۔ خود بھی ہاتھ نہ کھینچے۔ ہاں اگر لوگوں کی طرف سے بے تکلفی محسوس ہو تو خود بھی تکلف نہ کرے اور ہاتھ کھینچ لے۔ مستحب ہے کہ ایک طشت میں ہاتھ دھوئے جائیں اور دھوون ایک طشت میں جمع ہو۔ حدیث میں آیا ہے کہ تم پراگندہ نہ ہو۔ ورنہ تمہاری جمعیت پریشان ہو جائے گی۔ روایت میں آیا ہے کہ جب تک طشت (دھوون کے) پانی سے بھر نہ جائے۔ رسول اللہ نے اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔ کوئی کھانے کی چیز مثلاً باقلا۔ مسور، ہر طان وغیرہ کا آٹا (بطور صابون) ہاتھ دھونے کے کام میں نہ لایا جائے۔ بھوسی سے ہاتھ دھونا جائز ہے۔

دو دو کھجوریں ملا کر نہ کھائے۔ رسول اللہ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ تنہا کھا رہا ہو یا خود کھانے کا مالک ہو۔ تو ایسا کرنا مکروہ نہیں ہے۔

اپنی مرضی کے کھانے صاحب خانہ سے طلب نہ کرے۔ اس سے اس کو تکلیف اٹھانی پڑے گی۔ بلکہ جو کچھ وہ پیش کردے اسی پر قناعت کرے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے میں اور میری امت کے پرہیزگار تکلف سے بیزار ہیں۔ ہاں اگر صاحب خانہ اس سے اس کی مرضی دریافت کرے تو بتا دے۔

اگر کھانے پینے کی چیز گر پڑے اور مچھلی کے علاوہ کوئی اور سیال خون والی چیز ہو اور ہو بھی پتلی تو وہ ناپاک ہو جاتی ہے اس کو کھانا ناجائز ہو جاتا ہے۔ اور اگر خشک چیز ہو تو اٹھا لے اور اگر سیال خون والی چیز نہ ہو اور ہو پتلی تو اس کو نہ کھائے۔

سانپ بچھو یا کوئی اور ضرر رساں چیز کھانے میں گر جائے تو کھانا حرام ہو جاتا ہے۔ اگر مکھی گر جائے تو اس کو آنا غوطہ دیدے کہ اس کے دونوں بازو ڈوب جائیں۔ پھر نکال کر پھینکدے کھانا پاک رہے گا۔ خواہ مکھی مر ہی گئی ہو۔ ایسا کیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ سے مروی ہے۔ حضور نے فرمایا تم میں سے کسی کے برتن میں اگر مکھی گر جائے تو اس کو غوطہ دے دے کیونکہ مکھی کے ایک بازو میں بیماری اور دوسرے میں شفا ہے اور مکھی شفا والے بازو کو ڈوبنے سے بچائے رکھتی ہے بیماری والے کو ڈبوتی ہے۔ پینے کی چیز کو چوس چوس کر پینا مستحب ہے۔ جانور کی طرح یک دم سانس کھینچکر نہ پئے۔ بلکہ سانس لے لیکر تین مرتبہ میں پئے اور برتن میں سانس نہ لے۔ شروع میں بسم اللہ کہے اور آخر میں الحمد للہ۔

کھانے کے متعلق بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ کھانے کے سلسلہ میں کل بارہ مسائل ہیں۔ چار فرض ہیں چار سنت اور چار مستحب۔ فرض یہ ہیں اول تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ کھانا کہاں سے آیا (حلال راستہ سے یا حرام طریقہ سے) دوم بسم اللہ کرنا سوم (جو کچھ مل جائے اس پر) راضی ہونا۔ چہارم۔ شکر کرنا۔ سنت یہ امور ہیں۔ بائیں پاؤں پر بیٹھنا۔ تین انگلیوں سے کھانا انگلیوں کو کھانے کے بعد چاٹنا۔ اپنے سامنے سے کھانا۔ مستحب یہ ہیں۔ خوب چبانا۔ لقمہ چھوٹا لینا۔ لوگوں کے چہروں کو بار بار نہ دیکھنا۔ روٹی کو دسترخوان نہ بنانا کہ اس پر سالن رکھکر کھائے۔ تکیہ لگا کر اور اوندھے منہ پیٹ کے بل لیٹ کر نہ کھانا۔

فصل

اگر کسی غیر کے پاس روزہ افطار کرے تو یہ کہے۔ روزہ داروں نے تمہارے پاس افطار کیا۔ نیکوں نے تمہارا کھانا کھایا۔ تم پر رحمت ہو۔ فرشتے تمہارے لئے دعا کریں۔ اللہ کا شکر ہے۔ جس نے ہم کو کھلایا اور پلایا۔ مسلمان بنایا گمراہی سے نکال کر سیدھا راستہ دکھایا اور اپنی کثیر مخلوق پر ہم کو فضیلت عطا فرمائی۔ الٰہی امت محمدیہ کے بھوکوں کا پیٹ بھر دے۔ ننگوں کو کپڑے پہنا دے۔ بیماروں کو تندرست کر دے۔ مسافروں کو وطن میں لوٹا دے۔ گھر والوں کی پریشانی کو دور کر دے۔ اُن کی روزی جاری فرما دے۔ یہاں ہمارے آنے کو ان کے لئے باعث برکت اور یہاں سے جانے کو سبب مغفرت بنا دے۔ ہم کو دونوں جہان کی بھلائی عنایت فرما اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔
برحمتك یا ارحم الراحمین۔

فصل

حمام کے مسائل

حمام کو بنانا، بیچنا، خریدنا، کرایہ پر دینا ہر چیز مکروہ ہے۔ کیونکہ اس میں لوگوں کے ستر دیکھے جاتے ہیں۔ حضرت علیؓ کا فرمان منقول ہے کہ حمام بُرا مقام ہے۔ جہاں حیا کا لباس اُتار دیا جاتا ہے اور قرآن کی تلاوت نہیں کی جاتی۔

اگر مجبوری نہ ہو تو حمام میں نہ جانا بہتر ہے۔ روایت میں آیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر حمام سے نفرت کرتے تھے اور علت بیان کرتے تھے کہ یہ عیش پرستی ہے۔ حسن بصری اور ابن سیرینؒ حمام میں نہیں جاتے تھے۔ امام احمد کے صاحبزادے عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو حمام میں جاتے کبھی نہیں دیکھا۔

لیکن اگر حاجت ہو اور ضرورت کا تقاضا ہو تو حمام میں داخل ہونا جائز ہے مگر تہبند سے اپنے ستر کو چھپائے ہوئے دوسروں کے ستر سے آنکھیں بند کئے داخل ہو۔ اگر حمام کا تخلیہ ممکن ہو تو رات کو یا دن میں ایسے وقت کہ گناہ کا اندیشہ کم ہو داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام احمد سے حمام میں داخل ہونے کا مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا اگر تم کو معلوم ہو کہ حمام کے اندر جتنے لوگ ہیں سب تہبند باندھے ہوئے ہیں تو داخل ہو سکتے ہو ورنہ نہیں۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے حضور اقدس نے فرمایا حمام بُرا مقام ہے جہاں پردہ نہیں ہوتا نہ پانی پاک ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر کوہ اُحد کے برابر سونا مل جائے تب بھی عائشہ کو حمام میں جانے کی خوشی نہیں ہو گی۔ حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت ہے حضور گرامی نے ارشاد فرمایا جس کا اللہ اور روز قیامت پر ایمان ہو۔ وہ بغیر تہبند کے حمام میں نہ جائے۔

جو شرطیں مردوں کے لئے حمام میں داخل ہونے کی ہم نے بیان کی ہیں، اُنہی شرطوں کے ساتھ عورتیں بھی جا سکتی ہیں یا کوئی خاص عذر اور حاجت ہو تو جا سکتی ہیں۔ جیسے بیماری حیض نفاس وغیرہ۔ کیونکہ حضرت ابن عمر کی روایت ہے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ عنقریب عجمیوں کا ملک فتح ہو جائے گا اور تم کو وہاں کچھ گھر ملیں گے جن کو حمام کہا جائیگا بغیر تہبند باندھے اُن میں مرد داخل نہ ہوں اور عورتوں کو بھی وہاں جانے سے روکنا۔ ہاں بیمار اور نفاس والی عورتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ حمام میں داخل ہو تو کسی کو سلام نہ کرے نہ قرآن پڑھے اس کے متعلق حضرت علیؓ کی حدیث اوپر گذر چکی ہے۔

فصل

ہر حال میں نیز نہاتے وقت بالکل برہنہ ہونے کی ممانعت ہے۔ ابوداؤد نے اپنی اسناد سے بروایت بہز بن حکیم از حکیم لکھا ہے اور حکیم نے اپنے دادا کا قول نقل کیا ہے۔ حکیم کے دادا نے بیان کیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کس سے ستر چھپائیں اور کس سے کھلا رکھیں۔ فرمایا اپنی بیوی اور مملوکہ باندی کے علاوہ سب سے اپنے ستر کو محفوظ رکھو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر سب لوگ ملے جلے جمع ہوں تو کیا کریں۔ فرمایا جہاں تک تیرے لئے ممکن ہو کہ تیرا ستر کوئی نہ دیکھے۔ تو ستر کو چھپائے رکھ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر کوئی اکیلا تنہا ہو۔ فرمایا آدمیوں سے زیادہ اللہ حق دار ہے کہ اس کی شرم کی جائے۔ ابوداؤد نے بھی اسناد سے حضرت ابوسعید خدری کی روایت نقل کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ نہ مرد کا ستر نہ دیکھے نہ عورت عورت کا۔ مرد مرد کے ساتھ ایک کپڑا اوڑھ کر نہ لیٹے۔ نہ عورت عورت کے ساتھ۔ گر مقام تنہا ہو اور کوئی دیکھتا بھی نہ ہو تب بھی بغیر تہبند باندھے نہانا مکروہ ہے۔ ابوداؤد نے اپنی اسناد سے بروایت عطا، حضرت یعلی بن اُمیّہ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے ایک آدمی کو بغیر تہبند لپیٹے نہاتے دیکھا تو منبر پر تشریف لے جاکر اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا۔ اللہ بڑا شرمیلا اور اندرون پردہ رہنے والا ہے، حیی اور پردہ کو پسند فرماتا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی غسل کرے تو پردہ کر لیا کرے۔ اگر غسل وغیرہ کے لئے کوئی پانی میں داخل ہو تب بھی بغیر تہبند کے ہونا مکروہ ہے۔ پانی میں بھی تو کثرت رہنے والے ہیں۔ حضرت جابر بن عبد اللہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے بغیر تہبند کے پانی میں داخل ہونے کی ممانعت فرمائی ہے۔ حسن بصری کا قول ہے کہ پانی میں بکثرت رہنے والے ہیں۔ ان سے پردہ کرنے کے ہم زیادہ حق دار ہیں۔

فصل

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ امام احمد نے بغیر تہبند کے پانی میں داخل ہونے کی اجازت دیدی تھی اور اس کو مکروہ نہیں سمجھا کیونکہ آپ سے ایک شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو نہر کے کنارے پر تھا اور کوئی اس کو دیکھ نہیں رہا تھا فرمایا میں امید کرتا ہوں مطلب یہ ہے کہ میں امید کرتا ہوں اس کے لئے (بغیر تہبند کے نہر میں غسل کرنے میں) کوئی حرج نہیں ہے۔ اس روایت سے ممانعت والی پہلی روایت زیادہ صحیح اور بہترین ہے۔

فصل

انگوٹھی پہننا اور بنوانا

ابوداؤد نے اپنی اسناد سے لکھا ہے کہ حضرت انس بن مالک نے فرمایا رسول اللہؐ نے بعض عجمیوں کو خط بھیجنے کا ارادہ کیا۔ عرض کیا گیا وہ لوگ بلا مہر کی خط کو نہیں پڑھتے۔ اس وقت آپ نے چاندی کی مہر بنوانے کا حکم دیا جس پر محمد رسول اللہؐ کندہ تھا۔ حضرت انس نے یہ بھی فرمایا کہ رسول اللہ کی پوری انگوٹھی چاندی کی تھی یہاں تک کہ نگینہ کی جگہ بھی چاندی کی تھی حضرت انس کی دوسری روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ کی انگوٹھی چاندی کی تھی جس کا نگینہ حبشی تھا۔

ابوداؤد نے بروایت نافع حضرت ابن عمر کا قول نقل کیا ہے کہ (اول) رسول اللہؐ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی جس کے نگینے کا رخ ہتھیلی کی طرف کر لیا کرتے تھے۔ اس میں محمد رسول اللہؐ کندہ کرایا تھا۔ یہ دیکھکر لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوا لیں۔ حضور والا نے یہ کیفیت ملاحظہ فرمائی تو وہ انگوٹھی اتار پھینکی اور فرمایا میں اس کو کبھی نہیں پہنوں گا۔ پھر چاندی کی مہر بنوائی اور اس میں محمد رسول اللہ کھدوایا۔ حضور والا کے بعد یہ انگوٹھی حضرت ابوبکرؓ نے پہنی۔ آپ کے بعد حضرت عمرؓ نے پہنی۔ حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ نے پہنی۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان کی انگلی سے نکل کر چاہ اریس میں گر پڑی۔

فصل

لوہے اور پیتل کی انگوٹھی بنوانی مکروہ ہے۔ ابوداؤد نے اپنی اسناد سے بروایت عبداللہ بن بریدہ بیان کیا ہے کہ حضرت بریدہ نے فرمایا۔ ایک شخص پیتل کی انگوٹھی پہنے خدمت گرامی میں حاضر ہوا۔ فرمایا کیا وجہ کہ مجھے تیری طرف سے بتوں کی بو محسوس ہو رہی ہے۔ اس شخص نے فوراً انگوٹھی اتار پھینکی۔ دوبارہ وہی شخص لوہے کی انگوٹھی پہن کر حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا کیا وجہ کہ میں تجھے دوزخیوں کا زیور پہنے دیکھ رہا ہوں اس نے فوراً وہ انگوٹھی بھی پھینک دی اور عرض کیا یا رسول اللہؐ پھر میں کس چیز کی بنواؤں فرمایا چاندی کی بنوانے مگر ایک مثقال کی پوری نہ ہو

فصل

بیچ کی انگلی اور کلمہ کی انگلی میں انگوٹھی پہننی مکروہ ہے۔ حضور اقدسؐ نے حضرت علی کو اس سے منع فرمایا تھا۔

فصل

بائیں ہاتھ کی چھنگلی میں انگوٹھی پہننی بہتر ہے۔ ابوداؤد نے اپنی اسناد سے حضرت ابن عمر کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ اور نگینہ کا رخ ہتھیلی کی طرف ہوتا تھا۔ اکثر سلف صالحین کا یہی طریقہ منقول ہے۔ اس کے خلاف

بدعتیوں کی عادت اور خصوصی نشانی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ چیزوں کا لینا دینا سیدھے ہاتھ سے کرنا مستحب ہے۔
اس لئے انگوٹھی بائیں ہاتھ میں رکھنی چاہیے۔ انگوٹھی پر جو نام اور حروف کندہ ہوتے ہیں ان کا ادب بھی اسی طریقہ سے ہوتا ہے
حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ اس روایت کے پیش نظر دایاں اور بایاں ہاتھ دونوں
انگوٹھی پہننے کے لئے برابر ہیں۔ مگر پسندیدہ بات پہلی ہے

فصل

رفع حاجت اور استنجا کا طریقہ

پاخانہ میں جانے کا ارادہ ہو تو سب سے پہلے وہ تمام چیزیں نکال کر الگ رکھدے جن پر اللہ کا نام ہو۔ جیسے مہر
تعویذ وغیرہ۔ پھر الٹا پاؤں آگے بڑھائے اور دایاں پاؤں پیچھے رکھے اور کہے بِسْمِ اللّٰہِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْخُبُثِ
وَالْخَبَائِثِ وَمِنَ الرِّجْسِ النَّجَسِ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بسم اللہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں خبیث جنات نر اور
مادہ سے اور پلید گندے شیطان مردود سے۔ حدیث میں آیا ہے حضور اقدس نے ارشاد فرمایا۔ ان ٹٹیوں میں شیطان ہوتے
ہیں۔ اس لئے تم شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو اور تم میں سے ہر کوئی بیت الخلا میں داخل ہونے وقت کہے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ
مِنَ الرِّجْسِ النَّجَسِ الْخَبِیْثِ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ پاخانہ میں داخل ہوتے وقت سر ڈھانکا ہو ہو اور جب تک زمین کے
قریب تک نہ پہنچ جائے (یعنی جنگل میں) کپڑے نہ اٹھائے۔ بائیں ٹانگ پر زور دے کر بیٹھے اس سے بسہولت فراغت ہوتی
ہے۔ باتیں نہ کرے کسی کے سلام کا جواب نہ دے۔ نہ کسی کی بات کا جواب دے۔ اگر چھینک آجائے تو دل میں الحمد للہ کہے۔
آسمان کی طرف نگاہ نہ اٹھائے خارج ہونے والا مواد ہو یا کوئی اور بات کسی چیز پہ نہ ہنسے۔ رفع حاجت کے لئے لوگوں سے دور
چلا جائے۔ پیشاب کی جگہ نرم جاذب جگہ تلاش کرے تاکہ لوٹ کر چھینٹیں نہ پڑیں۔ کسی کو اپنی شرمگاہ نہ دیکھنے دے۔ اگر جگہ سخت
ہو یا ہوا سامنے سے آنے کا رخ ہو۔ تو شرمگاہ کا منہ زمین سے ملا کر رکھے جنگل میں قبلہ کی طرف نہ منہ کرکے بیٹھے نہ پشت۔ بلکہ جنوب
رویہ یا شمال رویہ بیٹھے۔ حدیث میں یہی آیا ہے۔ چاند اور سورج کی طرف منہ کرکے نہ بیٹھے کسی سوراخ میں پیشاب نہ کرے۔ کسی
پھلدار یا بے پھل درخت کے نیچے پیشاب نہ کرے۔ کبھی لوگ درخت کے سایہ میں بیٹھتے ہیں۔ تو ان کے کپڑے گندے ہو جائینگے
اور جو پھل اوپر سے ٹوٹ کر گر گیا وہ بھی ناپاک ہو جائیگا۔ نہ کسی راستہ میں پیشاب کرے نہ گھاٹ میں نہ کسی دیوار کے سایہ میں۔
اس سے لعنت کا مستحق ٹھہر یگا۔ حدیث میں یونہی آیا ہے۔

رفع حاجت کے مقام پر نہ قرآن مجید پڑھے نہ اور کسی طرح اللہ کا ذکر کرے تاکہ اللہ کے نام کی بے ادبی نہ ہو صرف بسم اللہ
اور اعوذ باللہ پڑھے اس سے زیادہ اور کچھ نہ پڑھے۔ فراغت کے بعد کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّیَ الْاَذٰی وَ
عَافَانِیْ غُفْرَانَکَ۔ اللہ کا شکر ہے جس نے میرا دکھ دور کر دیا اور مجھے محفوظ رکھا میں تجھ سے مغفرت کا خواستگار ہوں۔ اس کے

بعد اس جگہ سے ہٹ کر کسی پاک جگہ میں آجائے۔ وہیں استنجا کرے تاکہ گندگی سے ہاتھ آلودہ نہ ہو اور پانی کی چھینٹیں بدن اور کپڑوں پر نہ آئیں۔ اگر باہر نکلنے والی نجاست غیر معمولی طور پر مقام خروج سے ادھر ادھر نہ پھیلی ہو تو اختیار ہے خواہ کسی خشک چیز سے صفائی کرے یا پانی سے استنجا کرے۔ صفائی کی خشک چیزوں میں سب سے بہتر پتھر ہے۔ پاک غیر مستعمل پتھر تین لئے جائیں جن کی ترکیب یہ ہے کہ دائیں ہاتھ میں ایک پتھر لیا جائے اور اگلی شرمگاہ سے صفائی شروع کی جائے۔ اُلٹے ہاتھ سے پیشاب گاہ کی جڑ سے شروع کرکے سرتک تین مرتبہ سونتا جائے اور کھنکار بھی جائے اور جو قطرے برآمد ہوں ان کو دائیں ہاتھ کے پتھر سے صاف کیا جائے۔ یہاں تک کہ سوراخ کے منہ پر تری کا نشان بھی باقی نہ رہے۔ اس طرح تین پتھروں سے کیا جائے اگر پتھر نہ ملیں تو کپڑے کے تین چیتھڑے یا ڈھیلے استعمال کئے جائیں کچھ بھی نہ ہو تو تین مٹھی مٹی ہی لے لی جائے یا زمین یا دیوار سے ہی رگڑ دیا جائے یہاں تک کہ خشکی اور جذب ہر مرتبہ استعمال کے بعد پیدا ہو جائے۔ ایسا کرنے کے بعد پیشاب گاہ کی نجاست کا حکم ساقط ہو جائے گا صرف یہ کہ سونتنے سے اجتناب کرے۔ کیونکہ پیشاب کے قطرے اکثر نالی میں رہ جاتے ہیں اور وضو سے فارغ ہونے کے بعد نکلتے ہیں جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی لئے کھنکارنے اور صفائی کرنے سے پہلے چند قدم ٹہلنا مشروع ہے کہ نالی میں کوئی قطرہ باقی نہ رہے۔

پچھلی شرمگاہ کی صفائی کی یہ صورت ہے کہ بائیں ہاتھ میں پتھر لے کر آگے سے پیچھے تک مقام خروج پر کھینچے۔ پھر اس پتھر کو پھینک کر دوسرا پتھر لے کر پیچھے سے آگے تک مقام خروج پر کھینچے۔ پھر اس کو بھی پھینک دے اور تیسرا پتھر لے کر مقام خروج کے چاروں طرف کناروں پر پھیرے اور اس پتھر کو پھینک دے اس طرح ضروری طہارت حاصل ہو جائے گی۔ اگر پوری طہارت نہ ہو تیسرے پتھر پر تری کی کوئی نمود آجائے تو بڑھا کر پانچ اور اس سے بھی زیادہ سات تک پتھر استعمال کر سکتا ہے۔ لیکن تعداد طاق پر ختم ہو۔ اگر ایک یا دو پتھروں سے ہی طہارت ہو جائے تب بھی تعداد تین تک بڑھانے شریعت کا حکم اسی طرح آیا ہے۔

پتھر استعمال کرنے کا ایک اور طریقہ بھی آیا ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ بائیں ہاتھ میں ایک پتھر لے کر مقام خروج کے دائیں کنارہ پر آگے سے پیچھے تک کھینچے۔ پھر اسی طرح بائیں کنارہ پر آگے سے پیچھے تک پھیرے۔ پھر دوسرا پتھر لے کر بائیں کنارہ کے اگلے حصہ سے پھیرتا ہوا دائیں کنارہ کے اگلے حصے تک ختم کرے آئے۔ پھر تیسرے پتھر سے درمیانی حد کی صفائی کرے۔ یہ دونوں طریقے جائز ہیں۔

آثار میں آیا ہے کہ ایک آدمی نے کسی دیہاتی صحابی سے کہا۔ میرے خیال میں تم کو اچھی طرح پاخانہ کرنا بھی نہیں آتا صحابی نے کہا آتا کیوں نہیں۔ تیرے باپ کی قسم میں تو اس کا ماہر ہوں۔ اس شخص نے کہا اچھا بیان کرو صحابی نے کہا میں قدموں کو دور دور رکھتا ہوں۔ ڈھیلے تیار رکھتا ہوں۔ شیح سامنے رکھتا ہوں منہ اور ہوا کے رخ کی طرف پشت رکھتا ہوں۔ ہرن کی طرح دونوں پاؤں پر زور دے کر بیٹھتا ہوں اور شتر مرغ کی طرح سرین اٹھاتا ہوں۔ عربی عبارت میں اس جگہ تین لفظ آئے ہیں۔ شیح۔ اقعاء۔ اجفال شیح ایک خوشبودار گھاس ہوتی ہے۔ اقعاء سے مراد ہے پاؤں پر زور دینا اور اجفال کا معنی سرین اونچے رکھنا۔

فصل

پانی سے استنجا کرنے کی یہ ترکیب ہے کہ بائیں ہاتھ سے شرمگاہ کو پکڑ کر دائیں ہاتھ سے پانی ڈالے۔ سونتے کھنکارنے اور پسماندہ حصہ کو نکالنے کے بعد سات مرتبہ دھوئے۔ فقہا مدینہ نے مرد کی پیشاب گاہ کو جانور کے تھن سے تشبیہہ دی ہے کہ جب تک سونتا جائے کچھ نہ کچھ برآمد ہی ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب پانی ڈالا جاتا ہے تو پیشاب بند ہو جاتا ہے۔ پچھلی شرمگاہ کی طہارت کی یہ شکل ہے کہ پانی دائیں ہاتھ سے ڈالے صفائی بائیں ہاتھ سے کرے پانی پیہم ڈالے۔ مخرج کو کسی قدر ڈھیلا چھوڑ دے اور ہاتھ سے خوب ملے یہاں تک کہ پاکیزگی اور طہارت کا یقین ہو جائے۔ اگلی اور پچھلی شرمگاہ کے اندرونی حصہ کا دھونا ضروری نہیں ہے شریعت نے اس کو معاف کر دیا ہے۔ ہوا خارج ہونے کے بعد بھی استنجا لازم نہیں ہے۔ طہارت کے لئے خشک چیز کا استعمال بھی کافی ہے۔ مگر اس کے ساتھ پانی سے بھی استنجا کرلے تو افضل ہے۔ پانی کا استعمال بہرحال اولی ہے۔ اس لئے کہا گیا ہے۔ اگر پانی سے استنجا نہ کیا جائے تو وسواس پیدا ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ کچھ شاعر پانی سے استنجا نہیں کرتے ہیں اسی وجہ سے بیہودہ اور فحش کلام اُن سے سرزد ہوتا ہے۔ اللہ کی پناہ ایسے کلام سے جو گندگی اور گھنونی چیز کی پیداوار ہو۔

فصل

اگر نجاست مثلاً مرد کی شرمگاہ کے سر کے بیشتر حصہ تک پہنچ جائے یا پچھلی شرمگاہ کے دونوں کناروں پر لگ جائے تو اس صورت میں بغیر پانی کے استنجا، کافی نہیں ہوتا۔ کیونکہ جب محل اجازت سے نجاست باہر نکل جاتی ہے تو اس وقت اس نجاست کا حکم ران سینہ اور باقی بدن کی نجاست کی طرح ہوتا ہے کہ بغیر پانی کے طہارت نہیں ہوتی۔

فصل

جس خشک چیز سے صفائی کی جائے وہ پاک ہو صفائی آفرین ہو کھانے میں آنے والی نہ ہو۔ عزت کی نظر سے دیکھی جانے والی چیز نہ ہو کسی جاندار کے بدن میں لگی ہوئی نہ ہو۔ گوبر اور ہڈی سے صفائی ناجائز ہے۔ یہ دونوں جنات کی خوراک ہے کسی ایسی چکنی چیز سے بھی صفائی ناجائز ہے جو صفائی کرنے کی بجائے مزید آلودگی پیدا کر دے۔ جیسے کہ شیشہ چکنا پتھر وغیرہ۔

فصل

ہوا کو چھوڑ کر باقی جو چیز دونوں راستوں سے برآمد ہو اس سے استنجا واجب ہے۔ جیسے پاخانہ۔ کیڑے۔ پتھری۔ خون پیپ ہو بال۔ مرد کی اگلی شرمگاہ سے نکلنے والی پانچ چیزیں ہیں پیشاب مذی یعنی وہ رقیق سفید پانی جو کسی کے تصور کرنے

یا عورتوں سے ملاعبت کرنے کے وقت خارج ہوتا ہے اس کا حکم پیشاب کی طرح ہے۔ مزید یہ کہ شرمگاہ اور فوطوں کو دھو لینا چاہئے۔ حضرت علی کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا یہ نر کا پانی ہے اور ہر نر کا پانی ہوتا ہے۔ شرمگاہ اور دونوں فوطوں کو دھو کر وضو کر لینا چاہئے۔ وَدی یعنی وہ سفید گاڑھی رطوبت جو پیشاب کے بعد نکلتی ہے اس کا حکم پیشاب کا ہے۔ مَنی یعنی وہ سفید پانی جو جماع یا احتلام کی خصوصی کیفیت کے وقت کود کر خارج ہوتا ہے۔ آدمی میں قوت زائد ہو تو اس کا رنگ زرد بھی ہو جاتا ہے اور کثرت جماع کی وجہ سے سرخ بھی ہو جاتا ہے۔ ضعف بدن اور کمزوری کی وجہ سے اس میں رقت ہو جاتی ہے۔ اس کی بو کھجور کے شگوفہ یا گوندھے ہوئے آٹے کی بو کی طرح ہوتی ہے۔ ایک روایت میں اس کو ناپاک کہا گیا ہے۔ مگر مشہور ترین روایت میں پاک قرار دیا گیا ہے۔ اس کے نکلنے سے پورے بدن کا دھونا واجب ہو جاتا ہے۔ عورت کا پانی زرد ہوتا ہے۔ کبھی کبھی شرمگاہ سے ہوا بھی خارج ہو جاتی ہے اس سے استنجا ضروری نہیں۔ (فقیر)

فصل ۱۲
غسل کی کیفیت اور حکم

غسل دو طرح کا ہوتا ہے۔ کامل اور بقدر ضرورت۔ کامل غسل یہ ہے کہ جنابت یا حدث اکبر کو دور کرنے کی نیت کے ساتھ کیا جائے۔ دل سے نیت کرنے کے بعد زبان سے بھی کہہ لے تو افضل ہے۔ پانی لینے کے وقت بسم اللہ کہے۔ تین بار دونوں ہاتھ دھوئے۔ بدن پر جو نجاست لگی ہو اس کو دھو ڈالے۔ پھر پورا وضو کرے۔ پاؤں اس جگہ سے ہٹ کر دھوئے۔ تین لپ پانی سر پر ڈالے کہ بالوں کی جڑیں تر ہو جائیں۔ تین مرتبہ سارے بدن پر پانی بہائے۔ دونوں ہاتھوں سے بدن بھی ملتا جائے۔ بدن کے گوشے اور بدن کی کھال کی شکنیں بھی دھوئے یقینی طور پر ان مقامات میں پانی پہنچنا چاہئے۔ حضور اقدس کا فرمان ہے بالوں کو تر کرو۔ جلد کو خوب صاف کرو۔ کیونکہ ہر بال کی جڑ میں نجاست ہوتی ہے دائیں جانب سے غسل شروع کرے۔ غسل کی جگہ سے ہٹ کر پاؤں دھوئے۔ دوران غسل میں اگر کوئی فعل وضو شکن نہ ہوا ہو تو اس غسل سے نماز پڑھنی جائز ہے اور مزید وضو کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہم اسی غسل کو حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں کو دور کرنے کے لئے کافی قرار دیں گے۔ اگر دوران غسل میں کوئی وضو شکن فعل ہو گیا ہو تو غسل کے بعد پھر وضو کرے۔ اس تفصیل کا اصل ثبوت اس روایت سے ملتا ہے جو حضرت عائشہ نے بیان کی ہے کہ رسول اللہ غسل جنابت کرنا چاہتے۔ تو تین بار دونوں ہاتھ دھوتے۔ پھر دائیں ہاتھ سے لیکر الٹے ہاتھ پر پانی بہاتے۔ پھر کلی کرتے اور ناک میں پانی ڈالتے۔ تین بار منہ اور تین بار دونوں بازو دھوتے۔ پھر تین بار سر پر پانی ڈالتے اور دھوتے جب غسل کر کے نکلتے تو دونوں پاؤں دھوتے۔

بقدر ضرورت غسل کی کیفیت یہ ہے کہ پیشاب گاہ کو دھوئے۔ نیت کرے بسم اللہ پڑھے۔ تمام بدن کو

دھوئے کلّی بھی اور ناک میں پانی بھی ڈالے کیونکہ دونوں واجب ہیں۔ وضو اور غسل میں کلّی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق متضاد روایات آئی ہیں (ایک روایت سے دونوں میں دونوں کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور ایک سے صرف غسل میں وجوب ثابت ہوتا ہے) صحیح ترین وہ روایت ہے جس سے دونوں کا وجوب وضو میں بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس غسل میں اگر وضو کی نیت نہ کرے تو اس سے (جنابت دور ہوجائے گی مگر دوبارہ) وضو کئے بغیر نماز صحیح نہ ہوگی اگر نیت کرلی ہے تو باقی ارکان وضو غسل میں آجائیں گے۔ نیت وضو نہیں کی تو وضو نہیں ہوگا اور نماز بھی درست نہ ہوگی۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں۔ غسل کامل کی حالت اس کے مخالف ہے اس میں وضو کامل ہوچکتا ہے۔

ضرورت سے زائد پانی کا استعمال مستحب نہیں۔ درمیانی طور پر صرف کرنا اچھا بھی ہے اور مستحب بھی۔ اگر غسل اور وضو کی ضروریات پوری ہوجائیں۔ تو اسراف کے مقابلہ میں کم پانی استعمال کرنا بہتر ہے۔ روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے ایک مُد پانی سے وضو اور ایک صاع سے غسل کیا مُد کی مقدار ۱⅓ رطل ہوتی ہے اور صاع چار مُد کا ہوتا ہے۔

فصل

اعضا دھونے کے وقت کی مستحب دعائیں

استنجا سے فارغ ہوکر کہے اَللّٰھُمَّ نَقِّ قَلْبِیْ مِنَ الشَّكِّ وَالنِّفَاقِ وَحَصِّنْ فَرْجِیْ مِنَ الْفَوَاحِشِ الٰہی میرے دل کو شک و نفاق سے پاک رکھ اور بے حیائیوں سے میری شرمگاہ کی حفاظت فرما۔

بسم اللہ پڑھنے کے وقت کہے اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ۔ پروردگار شیطانی وسوسوں سے اور اپنے شیطانوں کے آنے سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔

ہاتھ دھونے کے وقت کہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْیُمْنَ وَالْبَرَكَةَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشُّؤْمِ وَالْھَلَكَةِ الٰہی میں تجھ سے خیر و برکت چاہتا ہوں اور نحوست و بربادی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

کلّی کرتے وقت کہے اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ كِتَابِكَ وَكَثْرَةِ الذِّكْرِ لَكَ الٰہی اپنی کتاب قرآن کے پڑھنے میں اور اپنی یاد کی کثرت میں میری مدد کر یعنی الٰہی میری مدد کر کہ میں تیری کتاب قرآن مجید کو پڑھوں اور تیری یاد بکثرت کروں۔

ناک میں پانی ڈالنے کے وقت کہے اَللّٰھُمَّ اَوْجِدْنِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاَنْتَ عَنِّیْ رَاضٍ الٰہی اپنی خوشنودی کے ساتھ مجھے جنّت کی خوشبو عطا فرما۔ ناک جھاڑنے کے وقت کہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ رَّوَائِحِ النَّارِ وَمِنْ سُوْءِ الدَّارِ الٰہی میں تیری پناہ چاہتا ہوں دوزخ کی بو سے اور دار آخرت کی خرابی سے۔

منہ دھونے کے وقت کہے اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّ بِیَاۡبِکَ وَلَا تُسَوِّدْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَسْوَدُّ وُجُوْہٌ اَعْدَائِکَ الٰہی اس روز میرا منہ اجیالا رکھنا جس روز کہ تیرے دوستوں کے منہ روشن ہونگے ور اس روز میرا منہ کالا نہ کرنا جس روز تیرے دشمنوں کے منہ کالے ہوں گے۔

سیدھی بانہہ دھونے کے وقت کہے اَللّٰھُمَّ اٰتِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا۔ الٰہی اعمالنامہ میرے سیدھے ہاتھ میں دینا اور میرا حساب آسان کرنا۔

بائیں بانہہ دھوتے وقت کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ تُؤْتِیَنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ اَوْ مِنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ الٰہی میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تو بائیں ہاتھ میں یا پشت کے پیچھے سے میرا اعمالنامہ دے

سر کا مسح کرنے کے وقت کہے اَللّٰھُمَّ غَشِّنِیْ بِرَحْمَتِکَ وَاَنْزِلْ عَلَیَّ مِنْ بَرَکَاتِکَ وَاَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِکَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّکَ۔ الٰہی مجھے اپنی رحمت سے ڈھانک لے اور مجھ پر اپنی عطا کردہ کچھ برکت نازل فرما اور جس روز تیرے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا اس روز مجھے اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے۔

کانوں کے مسح کے وقت کہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ اَللّٰھُمَّ اَسْمِعْنِیْ مُنَادِیَ الْجَنَّۃِ مَعَ الْاَبْرَارِ۔ الٰہی مجھے ان لوگوں میں سے کردے جو اچھی بات سن کر اس کی پیروی کرتے ہیں۔ الٰہی مجھے نیکوں کے ساتھ بہشت کے منادی کی آواز سنا۔

پھر گردن کا مسح کرنے کے وقت کہے۔ اَللّٰھُمَّ فُکَّ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ السَّلَاسِلِ وَالْاَغْلَالِ۔ الٰہی میری گردن دوزخ سے آزاد کر اور زنجیروں اور طوقوں سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔

سیدھا پاؤں دھوتے وقت کہے۔ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ مَعَ اَقْدَامِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ الٰہی اہل ایمان کے ساتھ میرے قدم کو پل صراط پر قائم رکھ۔

بایاں پاؤں دھوتے وقت کہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ تَزِلَّ قَدَمِیْ عَنِ الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ اَقْدَامُ الْمُنَافِقِیْنَ۔ الٰہی جس روز منافقوں کے قدم پل صراط سے پھسل جائیں گے میں اس روز اپنا قدم پھسلنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ وضو سے فارغ ہوکر آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ عَمِلْتُ سُوْءً وَّظَلَمْتُ نَفْسِیْ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَسْاَلُکَ التَّوْبَۃَ فَاغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ عَبْدًا شَکُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ اَذْکُرُکَ کَثِیْرًا وَّاُسَبِّحُکَ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لا شریک کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ تو پاک ہے اور اپنی تعریف کا مستحق۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے بدی کی اور اپنی جان پر ظلم کیا۔

میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور معافی کی درخواست کرتا ہوں۔ مجھے بخش دے اور معافی دیدے حقیقت میں تو بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے الٰہی مجھے توبہ کرنیوالوں میں سے کر دے اور پاکبازوں میں سے بنادے اور صابر و شکر گذار کر دے اور ایسا بنا دے کہ میں تیری یاد کیا کروں اور صبح شام تیری پاکی بیان کروں۔

فصل

آداب لباس کا بیان

لباس پانچ طرح کا ہوتا ہے۔ ہر مکلف کے لئے حرام۔ بعض کے لئے حلال بعض کے لئے حرام۔ مکروہ۔ مباح مستحب الترک۔

(۱) چھینا ہوا لباس ہر مکلف کے لئے حرام ہے (۲) ریشمی لباس عورتوں کے لئے درست ہے۔ بالغ مردوں کیلئے حرام۔ چھوٹے لڑکوں کو ریشمی لباس پہنانے کے جواز اور عدم جواز کی دو روایتیں ہیں۔ جہاد میں مجاہدین کیلئے ریشمی لباس کے جواز و عدم جواز کی بھی دو متضاد روایات ہیں۔ (۳) کپڑا اتنا لمبا پہننا کہ غرور اور تکبر کی حد میں داخل ہو جائے مکروہ ہے۔ اسی طرح وہ لباس بھی مکروہ ہے جس میں ریشم اور سوت کی مقدار معلوم نہ ہو کہ کتنی ہے نصف نصف ہے یا کم و بیش (۵) مستحب الترک وہ لباس ہے جس پر لوگوں کی انگلیاں اٹھیں اور پہننے والے کی اس سے شہرت ہو جائے۔ جیسے کوئی شخص شہری اور خاندانی رواج کے خلاف لباس پہنے۔ ایسا لباس نہ پہننا بہتر ہے۔ کیونکہ لوگ پس پشت اس کو برا کہتے ہیں اور سوسائٹی کی مخالفت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ غیبت میں مبتلا ہوتے ہیں گویا یہ شخص لوگوں کو گناہ غیبت میں مبتلا ہونے کا سبب بنتا ہے۔ اس طرح ان کے ساتھ غیبت کے گناہ میں شریک ہو جاتا ہے۔

فصل

ہمارے لئے لباس کی دو قسمیں اور بھی ہیں۔ ایک واجب دوسری مستحب۔ واجب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کا تعلق حق اللہ سے ہے۔ دوسری کا تعلق خصوصیت کے ساتھ انسانی حق سے ہے۔ اللہ کا حق تو ستر عورت ہے اس کی تفصیل ہم برہنگی کی فصل میں کر چکے ہیں۔ انسانی حق سے تعلق رکھنے والا لباس وہ ہے۔ جو گرمی سردی اور مختلف تکلیفوں سے حفاظت کرتا ہو ایسا لباس واجب ہے اس کا ترک کرنا حرام ہے کیونکہ اس کے ترک میں خودکشی کی کوشش ہے۔ اور خودکشی کی کوشش حرام ہے۔

مستحب لباس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کا تعلق اللہ کی خوشنودی سے ہے۔ دوسرے کا تعلق انسانی سوسائٹی سے ہے اول الذکر وہ لباس ہے جو چادر کی طرح نماز کی جماعتوں، عید کی صبح کے اجتماعوں اور جمعوں میں لوگ پہنتے ہیں۔ آدمی کو

چاہیئے کہ اس طرح کے اجتماعوں میں خوبصورت کپڑوں سے اپنے کندھوں کو برہنہ نہ رکھے۔ دوسری قسم کا لباس وہ ہے جو جائز کپڑوں کی مختلف اقسام سے تیار کرکے لوگ زیب تن کرتے ہیں۔ ضروری ہے کہ آدمی اپنی شرافت نفس میں کمی نہ ہونے دے اور دوسروں کو حقیر نہ جانے۔ چاند کھلا چھوڑ کر عمامہ باندھنا مکروہ ہے اور چاند ڈھانکا ہوا عمامہ باندھنا مستحب ہے۔

جس لباس میں عربی وضع کی مخالفت اور عجمی وضع کی مشابہت ہو وہ مکروہ ہے۔ تہبند (یا پاجامہ) کی حد کراہت تک پہنچی ہوئی طوالت بھی مکروہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے حضور اقدس نے ارشاد فرمایا مسلمان کی تہبند آدھی پنڈلی تک ہوتی ہے اگر ٹخنوں کے درمیان تک ہو تب بھی کوئی حرج اور گناہ نہیں۔ جو ٹخنوں سے نیچے ہو وہ دوزخ میں جلیگا جو اتراکر تہبند گھسیٹتا ہوا چلتا ہے۔ اللہ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں کریگا۔ یہ حدیث ابو داؤد نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابو سعید حذری کی روایت سے نقل کی ہے۔ نماز میں اس طرح چادر لپیٹی رکھنا کہ دونوں پلّو ایک طرف ہو جائیں اور ہاتھ کے باہر نکلنے کی جگہ نہ رہے مکروہ ہے۔ سدل بھی مکروہ ہے یعنی چادر کے وسطی حصہ کو سر پر قائم رکھنا اور ادھر اُدھر کے دونوں حصے پشت پر لٹکا دینا یہ یہودیوں کا پہناوا ہے۔ اگر اندرونی کپڑے پہنے نہ ہو اور صرف تہبند باندھے ہو تو احتبا بھی ناجائز ہے۔ احتبار کی صورت یہ ہے کہ دونوں زانو کھڑے کرکے سینہ کی جانب سمیٹ لے اور سرینوں کی جانب بیٹھ جائے اور ایک چادر کمر کے پیچھے سے گھما کر سامنے لاکر گھٹنوں کو گھیرے میں لیکر باندھ دے تاکہ کمر کا سہارا ہو جائے اس سے شرمگاہ سامنے سے کھلی رہتی ہے۔ لیکن اگر کوئی کپڑا اندرونی طور پر پہنے ہو تو احتبار ناجائز نہیں۔ نماز میں منہ بالکل لپیٹ لینا اور ناک ڈھانک لینا مکروہ ہے۔ مردوں کے لئے عورتوں کی وضع اختیار کرنا اور عورتوں کے لئے مردوں کے لباس کی مشابہت کرنا مکروہ ہے رسول اللہ نے ایسا کرنے والے پر لعنت بھیجی ہے اور عذاب کی وعید سنائی ہے۔

اِقعا بھی مکروہ ہے۔ اقعا کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ پاؤں کے تلوے اور ایڑیاں اوپر کی طرف اور پشت پا زمین سے چسپاں ہو اور آدمی ایڑیوں پر بیٹھا ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ سرینوں کی لوکوں پر بیٹھا ہو اور پاؤں (کتے کی طرح) آگے کی طرف پھیلائے۔ رسول اللہ نے فرمایا یہ کتے کی بیٹھک ہے اس کی ممانعت کردی گئی ہے۔

ایسا لباس پہننا جس سے بدن چمکتا ہو مکروہ ہے۔ اگر قصداً ایسا لباس پہنے گا جس سے بدن کا ممنوعہ حصہ چمکتا ہو۔ تو فسق ہوگا۔ یہ ایسا ہی ہوگا جیسا قصداً ممنوعہ حصہ کھلا چھوڑ دیا ایسا لباس پہن کر نماز بھی درست نہ ہوگی۔ پاجامہ کی رسول اللہ نے تعریف فرمائی ہے اور اس کو آدھا لباس فرمایا ہے۔ مردوں کے حق میں تو اس کی مزید تاکید ہے۔ پاجامہ کے پائنچوں کی موریاں (زیادہ) کشادہ رکھنا مکروہ ہے۔ تنگ موریاں زیادہ بہتر اور پسندیدہ ہیں۔ اس سے بے پردگی نہیں رہتی۔ ستر عورت خوب ہوتا ہے۔ روایت میں آیا ہے حضور اقدس نے فرمایا الٰہی پاجامہ پہننے والیوں کو بخش دے۔ حضورؐ نے یہ ایک عورت کے متعلق فرمایا جو پائنچے اٹھائے ہوئے تھی۔ اس سے گر پڑی۔ حضورؐ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ عرض کیا گیا یہ تو پاجامہ پہنے ہوئے تھی (برہنہ نہیں ہوئی) بعض حدیث میں آیا ہے کہ حضورؐ نے ایسے لمبے فراخ پاجامہ کو جو قدموں

پر پڑا ہونا پسند فرمایا ہے۔ کشادہ پائینچوں والے ڈھیلے بے پائجامہ کو مُخَرْفَجْ کہتے ہیں۔ خَرْفَجَۃٌ کا معنی ہے فراخی عَیْشٌ مُخَرْفَجٌ فراخ حالی کی زندگی۔ سب سے بہتر لباس وہ ہے جو پردہ پوش ہو کپڑوں کا سب سے اعلے رنگ سفید ہے۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ تمہارے سب سے اچھے کپڑے سفید ہیں۔ حدیث کے دوسرے الفاظ میں اس طرح آیا ہے جو کوتم میں سے زندہ لوگ پہنتے ہیں۔ مردوں کو کفن بھی انہی کا دو۔ حضرت بن عباس کی روایت ہے حضور نے ارشاد فرمایا سفید رنگ کے کپڑے پہنو۔ تمہارے لئے یہ بہترین لباس ہیں۔ انہی کا مُردوں کو کفن دو۔ بہترین سرمہ اثمد ہے۔ بینائی کو تیز کرتا ہے اور (پلکوں کے) بال اُگاتا ہے۔

فصل

آداب خواب

کوئی سونا چاہے تو مشکیزہ کا منہ باندھ دے چراغ بجھا دے۔ دروازہ بند کر دے۔ اگر کوئی بودار چیز کھائی ہو تو منہ دھو ڈالے تاکہ چیونٹیاں نہ چڑھیں۔ پھر بسم اللہ کر کے اس ترکیب کے ساتھ مندرجہ ذیل الفاظ کہے جو ابوداؤد نے اپنی اسناد سے سعید بن عبیدہ کی روایت سے نقل کئے ہیں۔ حضرت براء بن عازب کا بیان ہے کہ حضور والا نے ارشاد فرمایا خوابگاہ میں جاؤ تو پہلے نماز کے وضو کی طرح وضو کرلو پھر دائیں کروٹ سے لیٹ کے پڑھو اور اپنی بات کے آخر میں اس کو پڑھو (اس کے بعد کوئی بات نہ کرو) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْلَمْتُ وَجْهِیْ اِلَيْكَ وَ فَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَيْكَ وَاَلْجَأْتُ ظَهْرِیْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ الٰہی میں اپنے آپ کو تیرا فرماں پذیر بناتا ہوں۔ اپنے کام تیرے سپرد کرتا ہوں۔ اپنا سہارا تجھے قرار دیتا ہوں۔ تجھ سے امید کرتا ہوں اور تجھ سے ڈرتا ہوں سوائے تیرے تجھ سے بھاگ کر پناہ لینے کا کوئی مقام ہے نہ بچنے کا۔ جو کتاب تونے نازل کی اس پر میرا یقین ہے اور جو نبی تونے بھیجا اس پر میرا ایمان ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اگر اس کو پڑھنے کے بعد تم (سوتے میں) مر جاؤ گے۔ تو اسلام پر مروگے۔ حضرت براء کہتے ہیں۔ میں نے اس کو یاد کرنا شروع کیا تو وَبِنَبِيِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ کی جگہ بِرَسُوْلِكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ پڑھا۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں وَبِنَبِيِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ پڑھو۔ قبر میں لیٹنے کی طرح سیدھی کروٹ پر قبلہ رخ سونے کو لیٹے۔ حدیث میں ایسا ہی آیا ہے۔ گر آسمان وزمین میں قدرت کے اقتدار کا مطالعہ کرتے ہوئے چت لیٹ کر بھی سوچے گا۔ تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اگر سوتے میں ڈراونے خواب نظر آئیں تو خواب کے برے اثر سے اللہ کی پناہ مانگے اور بائیں طرف تین بار تھوک دے اور کہے الٰہی خواب کی بھلائی مجھے روزی کر اور برائی سے بچا۔ اگر ناپاک نہ ہو تو آیت الکرسی اور سورۂ اخلاص اور سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھے اور سوائے اس عالم یا دانشمند دوست کے جو خواب کی تعبیر اچھی طرح جانتا ہو کسی سے

خواب نہ بیان کرے اور شیطانی خوابوں کو تو کسی سے بیان نہ کرے۔ شیطان کسی صورت کا جامہ پہن کر خواب میں دکھائی دیتا ہے۔ حضرت ابو قتادہ کا بیان ہے۔ میں نے خود رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ (سچا) خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور بے ہودہ خواب شیطان کی طرف سے۔ اگر کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو بائیں طرف کو تین بار تھوک دے۔ پھر خواب کی برائی سے اللہ کی پناہ مانگے۔ اس طرح خواب کے شر سے محفوظ رہے گا۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ کی عادت تھی کہ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر حاضرین کی طرف رخ کر کے فرماتے تھے کیا آج رات تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ میرے بعد سوائے سچے خواب کے نبوت کا کوئی اور حصہ باقی نہیں رہے گا۔ حضرت عبادہ بن صامت کی روایت ہے۔ حضور والا نے ارشاد فرمایا۔ مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

گھر سے نکلتے وقت وہ الفاظ کہے جو شعبی کی روایت کردہ حدیث میں آئے ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا جب بھی رسول اللہؐ میرے گھر سے باہر نکلے ہمیشہ آسمان کی طرف نظر اٹھا کر یہ الفاظ فرمائے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیَّ الٰہی میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں خود گمراہ ہو جاؤں یا مجھے گمراہ کر دیا جائے۔ میں پھسل جاؤں یا مجھے پھسلا دیا جائے۔ میں خود ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے۔ میں خود جہالت کروں یا میرے خلاف جہالت کی جائے۔ صبح شام قل ھو اللہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھے اور دعا کے وہ الفاظ بھی پڑھے جو سرکار عالی پڑھتے تھے اَللّٰھُمَّ بِکَ نُصْبِحُ وَبِکَ نُمْسِیْ وَبِکَ نَحْیٰی وَبِکَ نَمُوْتُ صبح کی دعا میں آخر میں وَاِلَیْکَ النُّشُوْرُ کہے اور شام کی دعا میں وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ۔ اس دعا کے ساتھ یہ بھی کہے۔ اللھم اجعلنی من اعظم عبادك عندك نصیبًا فی کل خیر تقسمہ فی ھذا الیوم و فی ما بعدہ من نور تھدی بہ او رحمۃ تنشرھا او رزق تبسطہ او ضر تکشفہ او ذنب تغفرہ او شدۃ تدفعھا او فتنۃ تصرفھا او معافاۃ تمن بھا برحمتك انك علی کل شئ قدیر۔ الٰہی تیرے ہی حکم سے ہم صبح کرتے ہیں۔ تیرے ہی حکم سے شام کرتے ہیں۔ تیرے ہی حکم سے جیتے ہیں تیرے ہی حکم سے مریں گے صبح کی دعا کے آخر میں کہے۔ تیرے ہی جانب قبروں سے اٹھ کر جانا ہے اور شام کی دعا کے آخر میں کہے۔ تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ الٰہی آج اور آج کے بعد جو خیر تو تقسیم کرے تو مجھے اپنے ان بندوں کی برابر کر دے جو تیرے نزدیک بڑے حصے والے ہیں۔ خواہ وہ تیری طرف سے ہدایت بخش نور ہو یا تیری رحمت عامہ یا تیرا دیا ہوا رزق وسیع یا تیری طرف سے دفع کردہ تکلیف یا معاف کیا ہوا گناہ یا دور کی ہوئی سختی یا زائل کردہ مصیبت یا بطور احسان عطا کی ہوئی عافیت۔ بہر حال جو خیر بھی ہو مجھے اس میں بڑا حصہ پانے والے بندوں کے ساتھ اپنی رحمت سے شریک بنا دے تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

مسجد میں داخل ہونا چاہے تو دایاں قدم آگے اور بایاں قدم پیچھے رکھے اور کہے بسم اللہ السَّلَامُ عَلٰی

رَسُوْلِ اللہ صلّی اللہ علیہ وَسَلَّمَ اللّٰھم صلّ علٰی محمد وعلٰی اٰل محمد واغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک۔ بسم اللہ۔ اللہ کی طرف سے سلامتی ہو رسول اللہ پر الٰہی میرے گناہ معاف فرما دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

مسجد میں اگر کوئی ہو تو اُس کو سلام علیک کرے۔ نہ ہو تو کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا مِنْ رَّبِّنَا عَزَّ وَجَلَّ اللہ بزرگ و برتر کی طرف سے ہم پر سلامتی ہو۔ مسجد میں داخل ہو جائے تو بغیر دو رکعتیں پڑھے نہ بیٹھے۔ اس کے بعد دل چاہے تو نفل پڑھے یا اللہ کے ذکر میں بیٹھکر مشغول رہے یا خاموش بیٹھ جائے دنیا کی کسی بات کا تذکرہ نہ کرے بات بقدر ضرورت کرے زیادہ نہ کرے۔ نماز کا وقت شروع ہو جائے تو سنتیں پڑھکر جماعت کے ساتھ فرض ادا کرے۔ نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر نکلنا چاہے تو بایاں پاؤں آگے اور دایاں پیچھے رکھے اور کہے بسم اللہ۔ السلام علی رَسُوْلِ اللہِ صلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ بسم اللہ۔ اللہ کی طرف سے سلامتی ہو رسول اللہ پر الٰہی محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر اپنی رحمت نازل فرما میرے گناہ بخش دے اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔

ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھنا سنت ہے بیکڑوں کے ختم پر کہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی حکومت ہے اسی کے لئے ہر تعریف زیبا ہے وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ جو مریگا نہیں عظمت اور بزرگی والا ہے۔ بہتری اسی کے ہاتھ میں ہے اور اسی کے قابو میں ہر چیز ہے۔

ہر وقت با وضو رہنا مستحب ہے حضرت انس بن مالک کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا اپنی عمر میں ہر وقت باطہارت رہو جتنی ہو سکے رات دن میں نماز پڑھتے رہو۔ نگرانی رکھنے والے تم سے محبت کریں گے چاشت کی نماز پڑھا کرو۔ یہ نماز اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں کی ہے۔ گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کیا کرو۔ تمہارے گھر کی برکت زیادہ ہوگی۔ بڑی عمر والے مسلمانوں کی عزت کرو اور چھوٹوں پر شفقت رکھو جنت میں میرے رفیق بن جاؤ گے۔

اس حدیث میں بکثرت اخلاقی اور سماجی آداب کو جمع فرما دیا ہے۔

فصل ۱۶

گھر میں داخل ہونے، حلال کمائی کرنے اور گوشہ نشینی اختیار کرنے کا بیان

اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت کھنکائے اور کہے السَّلَامُ عَلَیْنَا مِنْ رَبِّنَا بغیر اس کے داخل نہ ہو یعنی احادیث میں آیا ہے جب مومن اپنے گھر سے نکلتا ہے تو اللہ اس کے دروازے پر دو فرشتوں کو مقرر فرما دیتا ہے۔ جو اس کے مال کی اور گھر والوں کی نگہداشت کرتے ہیں۔ اور شیطان ستر سرکش شیطانوں کو مقرر کر دیتا ہے۔ (لوٹ کر) جب مومن اپنے دروازہ کے قریب پہنچتا ہے۔ تو فرشتے کہتے ہیں۔ الٰہی اگر یہ حلال کمائی کر کے لوٹا ہے۔ تو اس کو توفیق دے پھر جب کھنکارتا ہے تو فرشتے قریب آجاتے ہیں اور جب السلام علینا من ربنا کہتا ہے تو شیطان روپوش ہو جاتے ہیں اور دونوں فرشتے آکر اس کے دائیں بائیں کھڑے ہو جاتے ہیں جب دروازہ کھول کر بسم اللہ کہتا ہے تو شیطان چلے جاتے ہیں اور فرشتے اس کے ساتھ اندر داخل ہوتے ہیں۔ اس کے گھر کی ہر چیز عمدہ کر دیتے ہیں اور اس کی شبانہ روز کی معیشت کو پاکیزہ بنا دیتے ہیں۔ جب مومن بیٹھ جاتا ہے تو اس کے سر کے پیچھے دونوں فرشتے کھڑے ہو جاتے ہیں اب وہ کھاتا ہے تو پاکیزہ کھانا کھاتا ہے۔ پیتا ہے تو پاکیزہ پانی پیتا ہے۔ وہ پاکیزہ نفس ہو جاتا ہے جب تک وہ گھر میں رہتا ہے۔ دن بھر اور رات بھر اس کی یہی حالت رہتی ہے۔ اگر ان کاموں میں سے کوئی کام وہ نہیں کرتا تو فرشتے اس کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور شیطان آجاتے ہیں اور گھر کی ہر چیز کو اس کی نظر میں قبیح بنا دیتے ہیں۔ گھر والوں کی طرف سے ایسی باتیں سنواتے ہیں جو اس کو ناگوار ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے گھر والوں کے ساتھ ایسے جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں جو دین کو بگاڑنے والے ہیں۔ اگر وہ رنڈوا ہوتا ہے تو شیطان اس پر اونگھ اور سستی کو مسلط کر دیتے ہیں۔ سوتا ہے تو مردار کی طرح۔ اٹھ کر بیٹھتا ہے تو غیر مفید تمناؤں کے ساتھ۔ وہ خبیث النفس ہو جاتا ہے۔ کھانا، پینا، سونا سب کچھ اپنے لئے خود بگاڑ لیتا ہے۔

کمائی کے متعلق حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جو شخص سوال سے بچنے گھر والوں کی روزی حاصل کرنے اور ہمسایہ پر مہربانی کرنے کے لئے حلال دنیا طلب کرتا ہے۔ قیامت کے دن جب اللہ اس کو ملے گا تو اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا اور جو شخص دوسروں کے مقابلہ میں اپنے مال کو بڑھانے فخر کرنے اور لوگوں کو اپنی مالداری دکھانے کے لئے حلال مال طلب کرتا ہے۔ قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے جائیگا تو اللہ اس پر غضبناک ہوگا۔

حضرت ثابت بنانی کہتے ہیں مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ عافیت کے دس حصے میں نو طلب معاش میں ہیں اور

ایک عبادت ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ راوی ہیں سرکارؐ نے فرمایا۔ جو شخص اپنے لئے سوال کا دروازہ کھولتا ہے، اللہ اس کیلئے محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ جو شخص (سوال کرنے سے) بچتا ہے اللہ بھی اسے بچاتا ہے۔ جو شخص (لوگوں سے) مستغنی ہوتا ہے اللہ بھی اس کو غنی کر دیتا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی رسی لے کر جنگل کو جا کر لکڑیاں جمع کر کے بازار میں لا کر ایک مدّ جَو، دال کے عوض فروخت کرے تو لوگوں کے سامنے دست سوال پھیلانے سے بہتر ہیں۔ لوگ دیں یا نہ دیں۔ ایک روایت میں آیا ہے جو شخص اپنے لئے سوال کا ایک دروازہ کھولتا ہے، اللہ اس کے لئے ستر دروازے محتاجی کے کھول دیتا ہے۔ روایت میں آیا ہے، حضور والا نے فرمایا عیال دار کمانے والے مومن کو اللہ پسند فرماتا ہے اور جو تندرست نکما ہو نہ دنیا کا کام نہ دین کا اللہ اس کو پسند نہیں فرماتا۔

روایت میں آیا ہے کہ حضرت داؤد پیغمبر نے اللہ سے درخواست کی کہ میری معاش کا ذریعہ میرے ہاتھ کی کمائی بنا دے۔ اللہ نے ان کے ہاتھ میں لوہے کو نرم کر دیا۔ ان کے ہاتھ میں لوہا موم اور گوندھے ہوئے آٹے کی طرح ہو گیا۔ حضرت داؤد لوہے کی زرہیں بنا کر بیچا کرتے تھے اور ان کی قیمت سے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی روزی حاصل کرتے تھے۔

حضرت داؤدؑ کے بیٹے حضرت سلیمانؑ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا، پروردگار میں نے تجھ سے درخواست کی تھی کہ مجھے ایسی حکومت عطا فرما جو تو نے مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی ہو۔ تو نے ایسی حکومت فرما دی۔ میں نے تجھ سے درخواست کی کہ میرے بعد ایسی حکومت کسی اور کو عطا نہ فرمائی جائے۔ تو نے اس درخواست کو بھی قبول فرما لیا۔ اس کے باوجود میں اگر تیرا (پورا پورا) شکر ادا کرنے سے قاصر ہوں تو مجھے کوئی ایسا بندہ بتا دے جو مجھ سے زیادہ شکر گزار ہو۔ اللہ نے سلیمان کے پاس وحی بھیجی کہ جو بندہ اپنی بھوک کو روکنے اور بے پردگی کو چھپانے کے لئے اپنے ہاتھ سے کمائی کرتا ہے اور میری عبادت کرتا ہے۔ وہ تجھ سے بھی زیادہ شکر گزار ہے۔ سلیمانؑ نے عرض کیا تو میری روزی بھی میرے ہاتھ کی کمائی سے مقرر فرما دے۔ چنانچہ جبریئل نے آکر ان کو کھجور کے پتوں سے ٹوکرے بنانا سکھایا۔ زنبیلیں بنانے کا کام سب سے پہلے حضرت سلیمان نے ہی کیا تھا۔

ایک دانشمند کا قول منقول ہے۔ دین دنیا کی درستی صرف چار شخصوں سے ہوتی ہے۔ حاکم، عالم، مجاہد، سپاہی اور پیشہ ور۔ حکام نگران ہیں جو رعیت کی نگرانی کرتے ہیں۔ علماء انبیاء کے جانشین ہیں۔ جو لوگوں کو آخرت کا رستہ بتاتے ہیں اور لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں۔ مجاہدین اللہ کی فوج ہے۔ جس سے کافروں کی جڑ کٹتی ہے اور کسب کرنے والے اللہ کی طرف سے مقرر کئے ہوئے امین ہیں۔ انہی سے مصالح خلق کی فراہمی اور زمین کی آبادی ہوتی ہے۔ اگر چرواہے بھیڑیئے بن جائیں۔ تو بکریوں کی حفاظت کون کرے۔ اگر علماء (علم کو چھوڑ کر دنیا جمع کرنے) میں مشغول ہو جائیں۔ تو لوگ کس کی پیروی کریں۔ اگر مجاہد فخر و غرور کے زیر اثر (گھوڑوں پر) سوار ہوں اور طمع کی غرض سے میدان جہاد میں

نکلیں۔ تو دشمن پر فتح کیسے پائیں۔ اگر کسب کرنے والے لوگوں کی خیانت کریں۔ تو لوگ ان کو کس طرح امین سمجھیں۔ اگر تجھ میں تین باتیں نہ ہوں گی۔ تو دنیا و دین میں وہ محتاج ہوگا۔ (۱) تین برائیوں سے پرہیز رکھنے والی زبان جھوٹ۔ لغو۔ قسم (۲) دوست اور ہمسایہ سے حسد کرنے اور کھوٹ کرنے سے صاف دل (۳) ایسا نفس جو تین باتوں کی نگہداشت رکھے۔ نماز جمعہ اور ہر نماز کی جماعت۔ رات اور دن کے بعض اوقات میں تحصیل علم۔ اللہ کی رضامندی کو ہر چیز پر مقدم قرار دینا۔ حرام کمائی سے پرہیز رکھو۔ ایک قول ہے۔ کہ بندہ جب ناپاک کمائی کر کے اس میں سے کچھ کھاتا پیتا ہے اور بسم اللہ کہتا ہے۔ تو شیطان کہتا ہے۔ جب تو نے کمائی کی تھی تو میں تیرے ساتھ تھا اب تجھ سے الگ نہ ہوں گا۔ تیرے ساتھ شریک رہوں گا۔ چنانچہ ہر حرام کمانے والے کے ساتھ شیطان شریک رہتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ وشارکھم فی الاموال والاولاد (شیطان کو خطاب کر کے فرمایا) تو انسانوں کے ساتھ مال اور اولاد میں شریک ہو جا۔ مال سے مراد حرام مال ہے اور اولاد سے مراد اولاد زنا۔ تفسیر آیت میں یہی بیان کیا گیا ہے۔

حضرت ابن مسعود کی روایت ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ ایسا نہیں ہوتا کہ حرام کمائی کرکے بندہ اس میں سے خیرات کرے اور اس کو اجر دیا جائے یا حرام کمائی کا کچھ حصہ وہ خرچ کرے اور اس کو برکت عطا فرمائی جائے۔ اور حرام کمائی کا جو مال وہ پیچھے چھوڑ جائے گا وہ دوزخ تک پہنچنے کا اس کے لئے توشۂ راہ ہوگا۔

حرام مال سے وہی رغبت رکھتا ہے جس کو اپنے خون اور گوشت کے متعلق (دوزخ میں جلنے کا) اندیشہ لگا رہتا ہے۔ آدمی کی زینت تو گوشت اور خون سے ہی ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ خود بھی مال حرام سے بچے اور گھر والوں کو بھی بچائے اور حرام کمائی والوں کے ساتھ بھی نہ بیٹھے نہ ان کا کھانا کھائے، نہ کسی کو حرام کمائی کا راستہ بتلائے۔ ورنہ اس کو بھی اس کا شریک ٹھہرایا جائے گا۔ پرہیزگاری دین کی اصل ہے۔ عبادت کا قوام ہے اور آخرت کے کام پورے ہونے کا ذریعہ ہے۔

گوشہ نشینی کے متعلق رسول اللہ کا ارشاد ہے۔ گوشہ نشینی اختیار کرو یہ ایک سونی عبادت ہے۔ یہ بھی حضور نے ارشاد فرمایا۔ مومن وہ ہے جو اپنے گھر بیٹھا رہے۔ یہ بھی ارشاد فرمایا سب سے افضل آدمی وہ ہے جو گوشہ گیر ہو کر لوگوں سے اپنی بدی کو روکتا رہا۔ حدیث کے بعض الفاظ میں آیا ہے کہ حضور والا نے فرمایا۔ پردیسی وہ ہے جو اپنے دین کو لے کر بھاگتا ہے بشر حافی کا قول ہے یہ خاموش رہنے اور گھر میں بیٹھ رہنے کا زمانہ ہے۔

جب حضرت سعد بن ابی وقاص عقیق میں اپنے محل کے اندر سب سے الگ ہو کر بیٹھ رہے۔ تو لوگوں نے کہا آپ نے بازاروں کو جانا اور اجتماعوں میں شرکت کرنا چھوڑ دیا۔ تنہائی پسند ہو گئے۔ فرمایا۔ میں نے بازاروں کو بے ہودہ اور لوگوں کے جلسوں کو بیہودگی میں دیکھا۔ اس لئے تمام چیزوں میں گوشہ گیری میں ہی عافیت سمجھی۔

وہب بن ورد کا قول ہے میں پچاس برس تک لوگوں سے ملتا جلتا رہا لیکن ایک آدمی بھی ایسا نہیں ملا جو میری کسی ایک لغزش کو بھی معاف کر دیتا اور میرے ایک عیب کو بھی چھپا دیتا۔ نہ اس کے ناراض ہونے کے وقت مجھے

اوس رکی ریذار ساقی اسے، بے خوفی ہوئی میں نے تو ہر ایک کو اپنے مطلبی گھوڑے پر سوار پایا۔

شعبی کا قول ہے ایک مدت تک لوگوں کا میل جول دین کے زیر اثر رہا۔ دین گیا تو شرافت نفس کے زیر اثر رہا۔ شرف نفس بھی گیا تو لوگوں کی شرم ہی کے زیر اثر رہا۔ شرم بھی جاتی رہی تو لالچ اور خوف پر معاشرت کی عمارت قائم رہی۔ اب مجھے اندیشہ ہے کہ اس کے بعد ایسا زمانہ آئے گا جو اس سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔

ایک فلاسفر نے کہا عبادت کے دس حصے ہیں۔ نو خاموشی میں ہیں اور ایک گوشہ نشینی میں۔ میں نے خاموش رہنے کی نفس کو ترغیب دی مگر میرا قابو نہ چلا تو میں گوشہ نشینی کی طرف مائل ہو گیا نتیجہ میں وہ نو حصے بھی میرے پاس جمع کر دیئے گئے۔ یہی فلاسفر کہتا تھا۔ قبر سے بڑا کوئی واعظ نہیں، کتاب سے زیادہ کوئی دل کے لگاؤ کی چیز نہیں اور تنہائی سے زیادہ کسی شے میں عافیت نہیں۔

بشر بن حارث نے کہا۔ دنیا سے بھاگنے کے لئے علم کی طلب ہوتی ہے دنیا کو طلب کرنے کے لئے نہیں ہوتی۔

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہؐ! ہمارا کون سا ہمنشین بہتر ہے۔ فرمایا جس کی صورت تم کو اللہ کی یاد دلائے جس کا علم تم کو آخرت بتائے اور جس کی گفتگو سے تمہارے علم میں بیشی ہو

حضرت عیسےؑ فرماتے تھے اے گروہ مخلصین! اللہ سے محبت کرتے ہو تو گنہگاروں سے نفرت کرو۔ اس کا قرب چاہتے ہو تو نافرمانوں سے دور رہو۔ اس کی رضامندی کے خواستگار ہو تو ان سے غصے رہو۔

اگر میل جول کے بغیر چارہ نہ ہو تو میل علماء سے ہونا چاہیئے۔ کیونکہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ علماء کی ہم نشینی عبادت ہے۔ یہ بھی حضور نے فرمایا۔ اپنے دل میں غور و فکر کو جائے دو جسم کو صبر کرنے کا اور آنکھوں کو رونے کا پابند رکھو۔ اور کل کے رزق کی فکر نہ کرو۔ یہ گناہ ہے۔ جو تمہارے اعمال میں لکھ لیا جاتا ہے۔ مسجدوں سے چمٹے رہو۔ خدا کے گھر کو آباد رکھنے والے اہل اللہ ہیں۔ حضور اقدس نے یہ بھی ارشاد فرمایا مسجدوں میں زیادہ آمد و رفت رکھنے والا کبھی ایسے بھائی کو پا لیتا ہے جس کے گناہوں کی مغفرت ہو چکی ہوتی ہے۔ کبھی رحمت منتظر کو پا لیتا ہے کبھی، ہدایت کا راستہ بتانے والا کوئی عقدہ یا ہلاکت سے روکنے والا مل جاتا ہے کبھی علم عجیب پا لیتا ہے اور محبت و خوف کے زیر اثر گناہ کو چھوڑ دیتا ہے۔

آدمی کتنا ہی گوشہ نشین ہو جائے۔ پھر جمعہ اور جماعتوں سے کنارہ کش رہنے کی تو اس کو شرعی اجازت نہیں ہرگز کسی وجہ سے جمعہ اور جماعت کو ترک کر دینا جائز نہیں ہمیشہ ترک جمعہ کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے حضور والا نے فرمایا جو بلا عذر تین جمعے ترک کر دیتا ہے اللہ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے

حضرت جابر کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے حج وداع میں خطبۂ حج میں فرمایا جان لو کہ اس جگہ اس مہینہ میں اس سال میں اللہ نے قیامت کے دن تک کے لئے تم پر جمعہ فرض کر دیا ہے۔ امام عادل ہو یا ظالم زبردستی۔

اگر اس زمانہ میں مسلمانوں کا حکمران موجود ہو اور جمعہ کو حقیر سمجھ کر یا فرضیت کا انکار کر کے کوئی شخص جمعہ کو چھوڑ دے تو اللہ اس کی پریشانی کو دور نہ کرے اور نہ اس کے کاموں کو درست کرے۔ سن لو اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔ آگاہ رہو کہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ متنبہ رہو کہ اس کا حج نہ ہوگا۔ ہوشیار رہو کہ اس کا روزہ نہ ہوگا (یعنی اس کو نہ نماز کا ثواب ملیگا نہ روزہ کا نہ حج کا نہ زکوٰۃ کا) البتہ اگر وہ توبہ کرے گا تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلیگا، جو شخص اللہ سے توبہ کرتا ہے۔ اللہ اس پر رحم فرماتا ہے۔

ترک جمعہ میں دعوت الہیہ کی توہین ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ۔ اے اہل ایمان جب جمعہ کے دن کی نماز کے لئے اذان دی جائے۔ تو اللہ کو یاد کرنے (نماز پڑھنے) کے لئے تیزی کے ساتھ بڑھو۔ اور جو شخص دعوت الہیہ کو حقیر سمجھتا ہے۔ وہ کافر ہوجاتا ہے اس کے لئے توبہ واجب ہے اور اسلام کی تجدید ضروری ہے۔ جو شخص توبہ کرتا ہے اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اس لئے ترک جمعہ بغیر اس عذر کے جائز نہیں جس کی موجودگی میں شریعت نے ترک جمعہ کی اجازت دیدی ہے

گوشہ گیری کے سلسلہ میں کہا گیا ہے لوگوں پر طعن نہ کرو اور نہ ان کی جماعت کو ترک کرو بس ان سے کنارہ کش ہوجاؤ۔ اس سے لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو آدمی لوگوں سے کنارہ کش رہنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ چھوٹی بات دو آدمیوں کے درمیان ہی ہوتی ہے (ایک کہنے والا دوسرا سننے والا) زنا بھی دو کے ملنے سے واقع ہوتا ہے قتل بھی دو کے بغیر نہیں ہوتا (قاتل اور مقتول) رہزنی کا وقوعہ بھی دو ہی آدمیوں میں ہوتا ہے، مگر اور رہزن) سب سے یکسو رہنے اور تنہائی اختیار کرنے میں سلامتی ہے۔ ہاں اگر دینی معاملات میں کوئی مددگار ہو تو اس سے کنارہ کشی ٹھیک نہیں۔

فصل ۱۷

سفر اور رفاقت سفر کے آداب

کسی سفر کا ارادہ ہو یا حج کا جہاد کا ہو یا کسی کام کی کوشش کا یا ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل ہونا ہو بہرحال دو رکعتیں پڑھ لے پھر کام کی کوشش کرے یا مکان منتقل کرے۔ سفر کو جانا ہو تو دو رکعتوں کے ختم پر یہ دعا کرے۔ اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ بَلَاغًا مَبْلَغَ خَیْرٍ وَّ مَغْفِرَةٍ مِّنْكَ وَ رِضْوَانٍ بِیَدِكَ الْخَیْرُ وَ اَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَ الْخَلِیْفَةُ فِی الْاَهْلِ وَ الْمَالِ وَ الْوَلَدِ اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَیْنَا السَّفَرَ وَ اطْوِلَنَا الْبُعْدَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَ کَاٰبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَ سُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَهْلِ وَ الْوَلَدِ وَ الْمَالِ۔ یعنی مجھے اپنی خوشنودی مغفرت اور بھلائی کی جگہ پہنچا دے۔

تیرے ہی دستِ قدرت میں خیر ہے۔ ہر چیز تیرے قابو میں ہے۔ الٰہی سفر میں تو میرا ساتھی ہے اور میرے جانے کے بعد میری جگہ تو میرے بیوی بچوں اور مال کا نگران ہے۔ الٰہی ہمارے لئے سفر کو آسان کر دے۔ اور دوری کو کوتہ کر دے۔ الٰہی سفر کی دشواری اور واپسی کی بدحالی سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس بات سے بھی پناہ کا خواستگار ہوں کہ اہل و عیال اور مال کی کوئی ناگوار حالت دیکھوں۔

سفر کا ارادہ جمعرات یا ہفتہ یا پیر کے دن صبح کو کرے۔ سواری پر ٹھیک ہو کر بیٹھ جائے تو کہے سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۔ پاک ہے وہ خدا جس نے اس کو ہمارا فرماں بردار بنایا، ہم کو اس کے تابعدار بنانے کی طاقت نہ تھی۔ بلاشبہ ہم کو اپنے رب کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

سفر سے واپس آئے تو دو رکعتیں پڑھ کر کہے آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ: ہم اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، اُسی کے عبادت گذار ہیں اور اپنے رب ہی کے ثنا خواں ہیں۔ روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلعم ایسا ہی کرتے تھے۔ سفر میں اگر کوئی دوسرا امیر جماعت مل جائے تو خود جماعت کا لیڈر نہ بنے اور کسی جگہ قیام کرنے کا مشورہ بھی نہ دے بشرطیکہ اس کام کی تکمیل کوئی دوسرا شخص اپنے ذمہ لے لے۔ سفر میں خاموش رہے۔ ساتھیوں کی رفاقت اچھی طرح کرے اور ان کو خوب فائدہ پہنچائے۔ فضول قیل و قال سے پرہیز کرے۔ راستہ پر اور پانی پر پڑاؤ نہ ڈالے۔ یہ مقامات سانپوں اور درندوں کے ہوتے ہیں۔ ان مقامات سے ہٹ کر اترے۔ آخر شب میں راستہ پر ڈیرہ نہ ڈالے۔ یہ برا ہے۔

سفر میں اپنی بری باتوں کی اچھی باتوں سے تمیز کرے۔ بری کو چھوڑ دے اچھی کو اختیار کرے۔ ہوائے نفس کو چھوڑ کر صحیح پرہیزگاری اختیار کر کے رضائے مولا کی طلب کرے۔

شہر سے نکلنے اور سفر پر جانے کا ارادہ ہو تو سب سے پہلے ضروری ہے کہ جن لوگوں سے جھگڑا ہو ان کو راضی کرے، والدین ہوں یا والدین کی طرح دوسرے لوگ۔ جیسے دادا، نانا، خالائیں سب کی رضامندی حاصل کرے۔ اہل و عیال کو ساتھ لیجائے۔ یا کسی ایسے شخص کو مقرر کر جائے جو ان کے سب کام کر سکے۔

ہر مسافر کا سفر سفر طاعت ہونا چاہئے۔ مثلاً حج یا روضۂ رسول اللہ کی زیارت یا کسی بزرگ کی ملاقات یا مقامات مقدسہ میں سے کسی کی زیارت یا تحصیل علم یا تجارت کے لئے سفر مباح۔ مگر یہ سفر پانچوں عبادتوں کے مسائل سیکھنے کے بعد ہونا چاہئے۔ کیونکہ عبادت کا علم فرض ہے اور اس کے علاوہ دوسرا علم مباح ہے مگر مستحب ہے۔ بعض لوگ فرض کہتے ہیں۔ سفر میں رفیقان سفر کے ساتھ خوش خلقی اور نرمی کا برتاؤ کرے۔ کسی کی مخالفت نہ کرے۔ نہ کسی بات پر جھگڑا کرے۔ خود ساتھیوں کی خدمت کرتا رہے اور بغیر مجبوری کے کسی سے خدمت نہ لے۔ کوشش کر کے ہمیشہ سفر میں پاک رہے۔

مذہبی روایات میں سے یہ بات بھی ہے کہ ساتھی تھک جائے تو خود بھی ٹھہر جائے۔ اس کو پیاس لگے تو پانی پلائے۔ گر

سختی کرے تو یہ اس کے ساتھ نرمی کرے۔ وہ ناراض ہو تو اس کو منالے وہ سوتا ہو تو اس کی اور اس کے سامان کی حفاظت رکھے۔ خرچ راہ کم ہو تو اس کو اپنی ذات پر مقدم رکھے، اگر کوئی دعالی، کشائش ملے تو تنہا خود ہی سب نہ لے لے۔ اس کی بھی ہمدردی کرے اس سے کوئی راز نہ چھپائے اس کا راز فاش نہ کرے اس کے پیٹھ پیچھے بھلائی کے ساتھ ہی اس کا تذکرہ کرے۔ اس کی غیبت میں اس کی غیبت رد کر دے۔ رفیقان سفر کے سامنے اس کی برائی نہ کرے۔ اس کی شکایت نہ کرے بلکہ اس کا ذکر اچھے الفاظ میں کرے۔ وہ مشورہ کا طالب ہو تو خیر خواہی کے ساتھ مشورہ دے۔ اس کا نام نسب اور وطن دریافت کرلے خواہ یہ مرتبہ میں اس سے بہت ہی اونچا ہو۔

اگرچہ خود سب رفیقوں کا سردار ہو۔ مگر ظاہر سب سے یہی کرے کہ میں تمہارا تابع ہوں۔ جو لوگ اس کے تابع ہوں خیر خواہی کے طور پر ان کے عیوب سے ان کو واقف کر دے۔ زجر و تنبیہ کا طرز نہ اختیار کرے۔ اگر کسی چیز کا اندیشہ ہو یا کسی فرودگاہ پر اترے یا کسی جگہ بیٹھے یا کہیں سوئے تو اس طرح اللہ کی پناہ مانگے۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَبِكَلِمَاتِهِ التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ وَّ بِاَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰی كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمُ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَءَ وَبَرَءَ وَمِنْ شَرِّ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَءَ فِی الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ فِتْنَةِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ طَارِقِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ اِلَّا طَارِقًا یَّطْرُقُ مِنْكَ بِخَیْرٍ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ٥ وَمِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ رَبِّیْ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں اور اس کے ان پورے کلمات (حکم) کی پناہ لیتا ہوں جن (کے دائرہ) سے نہ کوئی نیک باہر نکل سکتا ہے نہ بد اور اس کے تمام اچھے ناموں کی پناہ لیتا ہوں خواہ وہ مجھے معلوم ہوں یا نہ ہوں ان تمام چیزوں کی شر سے جو اللہ نے پیدا کیں بکھیریں اور ایجاد کیں اور ان چیزوں کی شر سے جو اوپر سے اترتی اور اوپر کو چڑھتی ہیں اور ان چیزوں کی شرارت سے جو اللہ نے زمین پر پھیلائی ہیں اور زمین سے برآمد ہوتی ہیں اور رات دن کی مصیبتوں سے اور شبانہ روز کے حوادث سے بجز ان حوادث کے جو اے ارحم الراحمین تیری طرف سے خیر کو لے کر آئیں اور ہر ذی جانور کے شر سے جو پورے طور پر اللہ کے قبضہ میں ہے۔ بلاشبہ میرا رب سیدھے راستہ پر ہے۔

اونٹوں کی گردنوں میں گھنٹیاں نہ باندھے رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔ یہ بھی حضور نے فرمایا ہے کہ ان مسافروں کے ساتھ فرشتے نہیں رہتے جن (کے اونٹوں کی گردنوں) میں گھنٹیاں ہوں۔

مستحب ہے کہ سفر میں لاٹھی ساتھ رکھے اور کوشش کرے کہ کسی وقت لاٹھی سے خالی نہ ہو۔ میمون بن مہران کی روایت ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا لاٹھی ہاتھ میں رکھنا انبیاء کا طریقہ اور مومنوں کی علامت ہے۔

حسن بصری نے فرمایا لاٹھی میں چھ اچھی باتیں ہیں۔ انبیاء کی سنت ہے نیک لوگوں کا فیشن ہے۔ دشمنوں یعنی سانپ بچھو وغیرہ کے مقابلہ کے لئے ہتھیار ہے۔ کمزوروں کا سہارا ہے۔ منافقوں کو ذلیل کرنے والی ہے۔ نیکیوں میں اضافہ کا سبب ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جس مومن کے پاس لاٹھی ہوتی ہے۔ اس سے شیطان بھاگتا ہے۔ منافق اور بدکار اس سے ڈرتا ہے۔ نماز کے وقت وہ قبلہ کا کام دیتی ہے یعنی سترہ بن جاتی ہے۔ تھک جاتا ہے۔ تو اس کی قوت بن جاتی ہے۔ لاٹھی کے اور بہت فائدے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسےٰ کے قصہ میں اللہ نے (موسیٰ کے قول کی نقل کرتے ہوئے) فرمایا ہے۔ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ۔ وہ میری لاٹھی ہے میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اپنی بکریوں کے لئے درختوں کے پتے جھاڑتا ہوں۔ اس سے میری اور ضرورتیں بھی وابستہ ہیں۔

فصل

کسی جانور یا غلاموں کو خصی کرنا ناجائز ہے۔ حرب اور ابو طالب کی روایت میں امام احمد کی یہی صراحت منقول ہے۔ اسی طرح چہرہ کو داغنا بھی ناجائز ہے۔ ابو طالب نے (امام احمد کا) یہی قول نقل کیا ہے رسول اللہ نے چوپایوں کو خصی کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے چہرہ پر داغ لگانے کی ممانعت فرمائی ہے۔ کانوں کو داغنے کی اجازت دی ہے۔ اگر غیر چوپایوں سے شناخت کرنے کی ضرورت ہی ہو۔ تو چہرہ کے علاوہ کسی اور عضو مثلاً ران یا کان کو داغنا جائز ہے۔

فصل

گندگی کی کوئی چیز مسجد میں کرنی ناجائز ہے۔ دوسرے کام مثلاً کپڑا یا موزہ سینا، بیچنا، خریدنا اور اسی جیسے دوسرے کام مسجد میں کرنا مکروہ ہے۔ علاوہ ذکر خدا کے کسی قسم کی آواز بلند کرنی مکروہ ہے۔ مسجد میں تھوکنا مکروہ ہے۔ اس کا اتارا یہ ہے کہ اس تھوک کو مٹی میں دبا دیا جائے۔ طرح طرح کے نقوش اور رنگ دار خوشبو سے مسجد کو آراستہ کرنا مکروہ ہے۔ کچا پکا پلاستر کرنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ سوائے مسافر یا معتکف کے مسجدوں کو مقام شب باشی قرار دینا مکروہ ہے۔ رسول اللہ نے قبیلۂ عبد قیس (اور دوسری روایت کے اعتبار سے، قبیلۂ ثقیف کے نمائندوں کو مسجد میں اتروایا تھا۔

اگر بے ہودگی اور مسلمانوں کی ہجو سے اشعار اور قصائد خالی ہوں تو مسجدوں کے اندر پڑھنے میں کوئی ہرج نہیں۔ مگر مسجدوں کو شعر خوانی سے بچانا اولیٰ ہے۔ ہاں اگر دنیا سے بے رغبتی کی تعلیم دینے والے رقت آفریں عشق انگیز اور گریہ خیز اشعار ہوں تو ان کو بار بار پڑھنا جائز ہے لیکن اس سے افضل قرآن کی تلاوت اور تسبیح پڑھنی ہے کیونکہ مسجدوں کا قیام ہی اللہ کی یاد اور نماز کے لئے ہوا ہے۔ پس مناسب یہی ہے کہ وہاں کوئی دوسری چیز

نہ ڈالی جائے۔ مسجد کی مٹی منتقل کرنا مکروہ ہے۔ ان مسجدوں کا کوڑا کرکٹ اور جھاڑن باہر نکال کر پھینک دینا مستحب ہے اس کا بڑا ثواب ہے۔ روایت میں آیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ حوروں کا مہر ہے۔ بچوں اور دیوانوں کو مسجدوں میں بے ادب ہونے کا موقع دینا مکروہ ہے۔ جنابت والے کو مسجد میں ہو کر گذرنا ممنوع نہیں ہے۔

مسجد میں داخل ہونے سے حیض والی عورت کو روک دیا جائے۔ کیونکہ مسجد کے نجاست آلودہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ بوقت ضرورت جنابت والے کے لئے وضو کر کے مسجد کے اندر ٹھہرنا جائز ہے۔ غسل کرے۔ بہتر یہ ہے کہ اسی کے ساتھ بہ نیت جنابت تیمم بھی کر لے۔ اگر مسجد کے کنوئیں کے علاوہ پانی نہ ملے تو کنوئیں تک پہنچنے کے لئے تیمم کرکے مسجد میں سے گذرنا جائز ہے جب کنوئیں تک پہنچ جائے تو غسل کرے۔

فصل

لہو سے خالی اشعار دو قسم کے ہوتے ہیں۔ مباح اور ممنوع۔ جن شعروں میں کوئی بے ہودگی نہ ہو ان کو پڑھنا جائز ہے۔ بیہودہ شعر پڑھنا ناجائز ہے جن شعروں میں لہو کی آمیزش ہو وہ بہرحال ممنوع ہیں۔ خواہ بیہودگی سے خالی ہوں یا بیہودگی آمیز ہوں۔ مؤخر الذکر صورت میں ممانعت دوبالا ہو جاتی ہے۔

قرآن کی تعظیم و تنزیہ کے پیش نظر ایسی خوش گلوئی سے پڑھنا کہ تفریحی گانوں کی مشابہ ہو جائے مکروہ ہے۔ یا اس کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں کلام اپنے اصل طریقہ سے خارج ہو جاتا ہے۔ حرف کی تلفظی لمبائی کو ساقط کرنا پڑتا ہے۔ ہمزہ کی جگہ ہمزہ کو گرا کر پڑھنا ہوتا ہے۔ وقف کو وصل اور وصل کو وقف کر دیا جاتا ہے اور حرفوں کو ادغام بھی کر دینا پڑتا ہے۔ کراہت کی وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن کا مدعا یہ بھی ہے کہ خدا کا خوف دل میں پیدا ہو۔ نصیحت کی باتیں سن کر نافرمانی سے ڈریں گے۔ دل میں رقت اور مثالیں سنکر عبرت حاصل ہو جس چیز کا قرآن نے وعدہ کیا ہے۔ اس کی رغبت ہو۔ یہ باتیں لذت سماع میں کھو جاتی ہیں۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ۔ مومن وہی ہیں کہ اللہ کی یاد کے وقت ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔ جب اللہ کا کلام ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو یہ تلاوت ان کے ایمان میں ترقی کا سبب ہوتی ہے۔ اور اپنے رب پر ہی وہ بھروسہ کرتے ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ۔ یہ لوگ قرآن پر غور کیوں نہیں کرتے۔ ایک اور آیت ہے وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ۔ جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں۔ جو رسول پر اتارا گیا ہے تو تم کو نظر آئے گا کہ حق کو پہچان لینے کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے۔ تفریحی نغمے اس چیز کے حصول سے مانع ہوتے ہیں اس لئے مکروہ ہیں۔

جنگ میں مقابلہ کے وقت قرآن ساتھ لے کر نہ جائے۔ تاکہ کافروں کے ہاتھ قرآن نہ لگ جائے اور وہ قرآن کی بے ادبی نہ کرسکیں۔ اجنبی جوان عورتوں کی آواز کی طرف کان نہ دھرے۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ سبحان اللہ (پڑھنے کا حکم) مردوں کے لئے ہے۔ اور تالی بجانے (کا حکم) عورتوں کے لئے۔ یہ حکم تو اس وقت ہے جب نمازی کو نماز پڑھنے میں کوئی حادثہ پیش آجائے (اور اس کو روکنا چاہے تو عورت تالی بجا دے سبحان اللہ نہ کہے) پھر شعراء ایسا تغزل کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ جس میں عاشق و معشوق کے حالات کا بیان، محبت و عشق کی نازک کیفیات کا اظہار اور گانا سننے کی رغبت پیدا کرنے والے ایسے مرغوب شنیع احوال کا تذکرہ ہوتا ہے۔ جو جذبات سامع میں جوش اور محرمات کی جانب طبیعت کو ابھارتے ہیں اس لئے اس کا سننا کسی کے لئے جائز نہیں۔

اگر کوئی کہے کہ میں ایسے اشعار سن کر ایسے معنی پر محمول کرتا ہوں کہ عنداللہ میں فساد سے محفوظ رہتا ہوں تو ہم اس کی بات کو صحیح نہیں مانیں گے۔ شریعت نے حرمت میں کوئی تفریق نہیں کی ہے۔ اگر کسی کے لئے یہ جائز ہوتا تو پیغمبروں کے لئے ہوتا۔ اگر یہ عذر واقعی صحیح ہے۔ تو پھر ہم اجازت دے دیں گے کہ جو شخص دعوے کرے کہ پیشہ ور گانے والیوں کے گانا سننے سے میرے اندر شہوانی جوش نہیں پیدا ہوتا اس کے لئے رنڈیوں کا گانا سننا مباح ہے اور جو شخص دعوے کرے کہ شراب پینے سے مجھے نشہ نہیں ہوتا اس کے لئے شراب پینا حلال ہے۔ اگر کوئی یہ بھی کہے کہ میری عادت ہی یہ ہے کہ شراب پینے کے بعد میں حرام سے رک جاتا ہوں تب بھی اس کے لئے شراب پینا حلال نہیں ہے۔ یا اگر کوئی یہ کہے کہ بے داڑھی مونچھ کے نوخیز لڑکوں اور اجنبی عورتوں کو میں اس لئے دیکھتا ہوں اور اس لئے ان سے خلوت کرتا ہوں کہ میں ان کے حسن سے سبق حاصل کرتا ہوں۔ تب بھی ہم یہی کہیں گے کہ ایسا کرنا جائز نہیں۔ بلکہ ترک واجب ہے عبرت تو ایسی چیزوں سے بھی بہت زیادہ حاصل کی جاسکتی ہے۔ جو حرام نہیں ہیں حقیقت میں یہ طریقہ ان لوگوں کا ہے۔ جو ارتکاب حرام کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے خواہش نفس کے گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں۔ ہم ایسے لوگوں کی بات نہیں مان سکتے نہ ان کی طرف التفات کرسکتے ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے۔ قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالک ازکی لھم۔ اہل ایمان سے کہدو کہ اپنی آنکھیں بند رکھیں اور شرمگاہوں کی نگہداشت کریں یہ ان کے لئے پاکیزہ ترین فعل ہے۔ اب جو شخص قائل ہے کہ نامحرم کو دیکھنا پاکیزہ عمل ہے۔ وہ قرآن کی تکذیب کرتا ہے۔

میت پر واویلا مچانا اور بین کرنا مکروہ ہے۔ میت پر آنسو بہانا مکروہ نہیں ہے

فصل ۱۸

کس جانور کو قتل کرنا جائز ہے اور کس کو قتل کرنا ناجائز

گھر کے اندر کوئی سانپ دکھائی دے تو تین مرتبہ اس کو خبردار کر دے۔ اس کے بعد بھی وہ سامنے آئے تو مار ڈالے۔ جنگل میں بغیر خبردار کئے قتل کرنا جائز ہے۔ دُم بریدہ سانپ اور دو دھاریوں والا سانپ جس کی پشت پر سیاہ دھاری ہوتی ہے (بعض لوگ کہتے ہیں کہ) اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کچھ سیاہ بال بھی ہوتے ہیں اس کو بھی بغیر خبردار کئے قتل کرنا جائز ہے۔ خبردار کرنے کا یہ معنی ہے کہ سانپ کو خطاب کر کے کہے جن سے کرچہ جا ہم کو ایذا نہ دے۔ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھریو سانپوں کی بابت دریافت کیا گیا۔ ارشاد فرمایا۔ اگر گھروں کے اندر کوئی دکھائی دے تو اس سے کہہ دو میں تم کو اس وعدہ کا واسطہ دیتا ہوں جو نوح علیہ السلام نے تم سے لیا تھا اور اس عہد کی قسم دیتا ہوں جو تم سے سلیمان علیہ السلام نے لیا تھا کہ ہم کو اذیت نہ دو۔ اس کے بعد بھی اگر وہ سانپ لوٹ کر آئیں تو ان کو قتل کر دو۔

حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سب سانپوں کو مار ڈالو جو ان کے انتقام سے ڈرتا ہے اس کا تعلق مجھ سے نہیں۔ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں آیا ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ سانپوں کو قتل کر دو۔ خصوصاً دو دھاریوں والے اور دُم بریدہ کو یہ دونوں نگاہ کو اندھا کر دیتے ہیں اور حمل کو گرا دیتے ہیں۔ عبداللہ ہر سانپ کو مار ڈالتے تھے۔ ایک بار ان کو کسی سانپ کا پیچھا کرتے ابو لبابہ نے دیکھ لیا تو کہا حضورؐ نے گھریو سانپوں کو قتل کرنے کی ممانعت فرما دی تھی۔ خانگی سانپوں کے قتل کی ممانعت کی اصل وہ حدیث ہے، جو ابوالسائب سے مروی ہے۔ ابوالسائب کا قول ہے کہ میں حضرت ابو سعید خدری کے پاس بیٹھا ہوا تھا اچانک چارپائی کے نیچے کسی چیز کے ہلنے کی آواز سنائی دی دیکھا تو سانپ تھا میں کھڑا ہو گیا۔ حضرت ابو سعید نے فرمایا کیوں کیا بات ہے میں نے عرض کیا یہاں سانپ ہے فرمایا تم کیا کرنا چاہتے ہو میں نے کہا مارڈالنا چاہتا ہوں۔ حضرت ابو سعید نے اپنے گھر کی سامنے والی کوٹھڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ میرے چچا کا بیٹا اس کوٹھڑی میں رہتا تھا نئی شادی ہوئی تھی۔ جنگ احزاب کے دن اس نے رسول اللہؐ سے گھر آنے کی اجازت مانگی حضورؐ نے اس کو اجازت دے دی اور حکم دیا کہ ہتھیار ساتھ لے کر جائے وہ گھر پہنچا تو بیوی کو دروازہ پر کھڑا پایا تو بیوی کی طرف نیزہ سے (بارادۂ قتل) اشارہ کیا۔ بیوی نے کہا جلدی نہ کرو پہلے اندر جا کر دیکھو کہ میرے باہر آنے کی وجہ کیا ہے وہ کوٹھڑی کے اندر گیا تو بڑا ہیبت ناک سانپ دکھائی دیا۔ اس نے نیزہ سے اسے چھید دیا۔ وہ نیزہ میں چھبا ہوا پھڑکتا ہوا سانپ لے کر باہر نکلا لیکن خود بھی فوراً گر کر مر گیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ کون پہلے مرا۔ وہ آدمی یا سانپ اس کی قوم والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اللہ سے دعا کر دیجئے کہ وہ ہمارے آدمی کو واپس

کر دے رسول اللہ نے فرمایا اپنے آدمی کے لئے دعا مغفرت کرو پھر ارشاد فرمایا جنت کی ایک جماعت مسلمان ہو گئی ہے جو مدینہ میں رہتی ہے اگر ان میں سے کوئی تم کو دکھائی دے تو تین مرتبہ اس کو متنبہ کر دو۔ تنبیہ کے بعد بھی اگر سامنے آئے تو مار ڈالو بعض روایات میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ اس کو تین بار خبردار کر دو۔ پھر بھی سامنے آئے تو اس کو مار ڈالو وہ شیطان ہے۔

گرگٹ کو قتل کرنا بھی جائز ہے۔ عامر بن سعید نے اپنے باپ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے گرگٹ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور اس کو بدکار کہا تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے حضورؐ نے فرمایا پہلی ضرب دے کر مار ڈالنے میں ستر نیکیاں ہیں یعنی قاتل کے لئے۔

چیونٹیوں کا مارنا مکروہ ہے ہاں اگر سخت تکلیف دیں تو خیر۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کسی چیونٹی نے ایک پیغمبر کے کاٹ لیا۔ پیغمبر نے چیونٹیوں کا بل جلا دینے کا حکم دے دیا۔ حسب الحکم چیونٹیوں کا گھر جلا دیا گیا۔ اللہ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ تم کو ایک چیونٹی نے کاٹا تھا مگر تم نے اللہ کی تسبیح کرنے والی پوری امت کو ہلاک کر دیا۔

مینڈک کو قتل کرنا بھی مکروہ ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان کی روایت ہے کہ کسی نے دوا کے لئے مینڈک کو قتل کرنے کا حکم پوچھا حضورؐ نے مینڈک کو قتل کرنے کی ممانعت فرما دی۔

جس جانور کا قتل جائز ہے اس کو آگ سے جلانا پھر بھی مکروہ ہے مثلاً جوں، مچھر، کھٹمل، پسو، چیونٹی۔ کیونکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے آگ کا عذاب سوائے آگ کے خالق کے اور کوئی نہیں دے سکتا۔ جو جانور خلقتہً موذی ہے خواہ اس سے اذیت نہ پہنچی ہو مگر اس کو قتل کرنا جائز ہے کیونکہ اذیت دینا اس کی فطرت ہے۔ مثلاً سانپ (جس کی حالت ہم پہلے بیان کر چکے ہیں) بچھو، کاٹنے والا کتا، چوہا وغیرہ۔ بہت زیادہ کالے کتے کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ وہ شیطان ہے۔ پیاسے جانور کو پانی پلانا ثواب ہے۔ بشرطیکہ موذی نہ ہو۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہر سوختہ جگر کو پانی پلانے کا اجر ہے اگر جانور موذی ہو تو اس کو پانی نہ پلائے اس سے اس کی ایذا رسانی اور بڑھے گی اور یہ جائز نہیں۔

شکار یا کھیتی اور چوپایوں کی حفاظت کے لئے اگر کتا نہ ہو تو اس کو اپنے گھر میں پالنا مکروہ ہے۔ کاٹنے والے کتے کو چھوڑ رکھنا حرام ہے اس کے متعلق کوئی دوسرا قول نہیں ہے۔ لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لئے کاٹنے والے کتے کو قتل کرنا جائز ہے۔

بعض احادیث میں آیا ہے کہ شکار اور چوپایوں کی حفاظت کے بغیر جس نے کتا پال رکھا ہو اس کی نیکیوں کے ثواب میں سے روزانہ دو قیراط کی کمی ہوتی رہے گی۔

جانوروں پر ان کی برداشت سے زیادہ مشقت کا بوجھ ڈالنا ناجائز ہے خواہ زمین جوتنے کا ہو یا بوجھ اٹھانے کا یا سواری

کا۔ بقدر کفایت اس کو چارہ نہ دینا بھی ناجائز ہے۔ اگر ایسا کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ جانور کو اس کی طاقت سے زیادہ کھلانا اور
ایسی خوراک دینا جو موٹا کرنے کے لئے عام طور پر لوگ دیا کرتے ہیں مکروہ ہے (یعنی زبردستی ایسی خوراک کھلانا جیسے بھنگ یا شراب
وغیرہ) پچھنے لگانے والے کی کمائی کھانا بھی مکروہ ہے۔ اس میں کمینہ پن ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے پچھنے لگانے والے کی کمائی
پلید ہے۔ ہمارے بعض محققوں نے اس کو حرام قرار دیدیا ہے کیونکہ امام احمد بن حنبل سے یہی مروی ہے۔

فصل

ماں باپ سے بھلائی کرنا واجب ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا
فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۔ اگر تیری زندگی میں والدین میں سے ایک یا
دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف بھی نہ کہو اور نہ کوئی جھڑکی کی بات کہو۔ ایک اور آیت ہے وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا
مَعْرُوْفًا۔ دنیا میں ان دونوں کا اچھی طرح ساتھ دو۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ۔ میرا اور اپنے
والدین کا شکر ادا کرو۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ حضرت ابن عباس کی روایت ہے۔ ماں باپ کو ناراض کرنے کی حالت میں جو
شخص صبح کریگا اس کے لئے صبح کو دوزخ کے دو دروازے کھلے ہوں گے اور جو شخص ماں باپ کو ناراض کرنے کی حالت میں شام
کریگا اس کے لئے شام کو دوزخ کے دو دروازے کھلے ہونگے اور ایک کو ناراض کریگا تو ایک دروازہ ہوگا۔ اگرچہ والدین نے اس پر
ظلم کیا ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے حضورؐ نے فرمایا اللہ کی رضامندی ماں باپ کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی
ماں باپ کی ناراضگی میں۔ یہ بھی حضرت عبداللہ ہی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کیا میں جہاد کا
ارادہ رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا کیا تیرے والدین ہیں۔ اس نے عرض کیا جی ہاں فرمایا ان ہی (کی خدمت کرنے) میں جہاد (کا ثواب حاصل)
کر۔ والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کی یہ صورت ہے کہ ان کی ضرورت کو پورا کرے۔ ان سے دکھ پہنچانے والی چیز کو دور کرے اور بچہ کی طرح
ان سے نرمی کرے۔ ان سے اور ان کے کاموں سے اکتا نہ جائے۔ بہت سی نفل نمازوں اور روزوں کی جگہ ان کی خدمت کرے
نماز کے بعد ان کے لئے دعا مغفرت کرے۔ ان کو تھکنے کا ضرورت مند نہ کردے۔ ان کی طرف سے دکھ کو برداشت کرے ان کی
آواز سے اپنی آواز اونچی نہ کرے۔ شرعی مخالفت نہ ہو تو کسی کام میں ان کی مخالفت نہ کرے۔ مطلب یہ کہ ماں باپ کے حکم ماننے میں
کسی فرض کو ترک کرنا نہ پڑے۔ جیسے حج، پنجگانہ نماز، زکوٰۃ، کفارہ، اللہ کے نام کی نذر وغیرہ اور نہ کسی حرام ممنوع کام کا ارتکاب کرنا
پڑے۔ جیسے زنا، شراب پینا، قتل کرنا، کسی پر زنا کی تہمت لگانا، ناجائز مال بیٹا بیٹی کو چوری۔ کیونکہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے
وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ۔ اگر والدین تجھ سے اصرار کریں کہ کسی چیز کو خدا کا شریک قرار دے باوجودیکہ اس کے شریک ہونے
کا تجھ کو علم ہی نہیں ہے تو تم ان کا کہنا نہ مانو ہاں دنیا میں ان کا اچھا ساتھ دو۔ اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بھی اللہ کی
نافرمانی یا اللہ کی اطاعت ترک کرنے کا حکم دے عموماً اس کی بات نہ مانی جائے۔ ابوطالب کی روایت میں یہی آیا ہے کہ اگر کسی شخص
کو اس کے والدین نماز با جماعت سے منع کرتے ہوں تو امام احمد نے اس کے متعلق فرمایا کہ ترک فرض میں والدین کی اطاعت نہیں ہے
لیکن اطاعت والدین کے لئے نوافل کو ترک کرنا جائز بلکہ افضل ہے

والدین سے بھلائی کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جن لوگوں سے والدین نے منا جلنا چھوڑ دیا ہو ان سے یہ بھی ترک تعلق کرے اور جن سے والدین نے تعلق رکھا ہو ان سے یہ بھی تعلق رکھے۔ والدین کے معاملہ میں دشمنوں پر ایسا ہی غصہ کرے جیسا اپنی ذات کے لئے کرتا ہے۔ اگر والدین پر غصہ کرنے کا کچھ جوش طبیعت میں پیدا ہو تو یاد کرے کہ انہوں نے پرورش کی تھی وہ اس کے لئے بیدار رہے تھے، مہربانی کرتے تھے اور اس کی خدمت کرتے کرتے تھکتے تھے اور اللہ کے اس فرمان کو بھی یاد کرے کہ قل لهما قولاً كريما۔ اگر والدین کی شفقت کی یاد بھی غصہ کو فرو نہ کر سکے تو سمجھ لے کہ وہ بدنصیب ہے اور اللہ ناراضگی میں مبتلا ہے۔ اللہ کے حکم کی مخالفت کی ہو تو غصہ اترنے کے بعد اللہ سے توبہ کرے۔

اگر سفر واجب نہ ہو تو بغیر والدین کی اجازت کے سفر نہ کرے جہاد کو بھی نہ جائے ہاں اگر ان کی اجازت سے سفر کا تعین ہو گئی ہو تو چلا جائے۔ ماں باپ کو رنج نہ دے کیونکہ اگر اس کی (جدائی کی) وجہ سے اس کے ماں باپ کو دکھ پہنچتا ہو تو غیروں کو بھی ایسا کرنے کی ممانعت فرما دی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ ماں اور اس کے بچہ میں جدائی کرنے والے پر اللہ کی لعنت۔ اگر کہیں سے کھانا پینا ہاتھ لگ جائے تو سب سے اچھا کھانا ماں باپ کر دے وہ بیٹی تو اکثر بھوکے رہے ہیں اور اس کو اپنے اوپر ترجیح دی ہے اور اس کا پیٹ بھرا ہے۔ خود بیدار رہے ہیں اور اسے سلایا ہے

فصل ۱۹

مستحب اور مکروہ کنیت اور نام

کسی بچہ کا نام مع کنیت وہ رکھنا جو رسول اللہ کا نام اور کنیت تھا مکروہ ہے۔ لیکن اگر صرف محمد یا صرف ابو القاسم رکھ لیا جائے تو مکروہ نہیں ہے۔ امام احمد کے اس کے متعلق دو قول مروی ہیں۔ ایک میں بہر صورت جواز اور دوسری روایت میں بہر حال عدم جواز منقول ہے۔

رسول اللہ کا نام رکھ لینا اور کنیت نہ رکھنا حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس کی روایت سے ثابت ہے کہ حضور اقدس نے فرمایا کہ میرا نام رکھ لیا کرو اور میری کنیت نہ رکھا کرو۔

نام اور کنیت دونوں ملا کر رکھنے کا جواز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ہوتا ہے کہ ایک عورت نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میرے ایک لڑکا ہوا ہے میں نے اس کا نام محمد رکھا، اور کنیت ابو القاسم مقرر کی۔ مجھ سے کہا گیا کہ حضور کو یہ بات پسند نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا میرے نام پر نام رکھنا جائز اور میری کنیت کے موافق کنیت مقرر کرنا ناجائز کس سبب سے ہوا یا یوں فرمایا کہ میری کنیت کا موجب جواز اور میرے نام کا موجب عدم جواز کیا ہے۔

ابو یحییٰ اور ابو عیسیٰ کنیت مقرر کرنی مکروہ ہے۔ غلام یا باندی کا نام افلح نجاح یسار نافع رباح برکت

بَرّہ حزن اور عاصیہ رکھنا مکروہ ہے۔ حضرت فاروق اعظم کی روایت ہے کہ حضور اقدس نے فرمایا اگر میں زندہ رہا تو غلاموں کے نام یسار یا برکت یا رباح یا نجاح یا افلح رکھنے کی ممانعت کردوں گا۔ ایسے لقب اور نام رکھنا جو اللہ کے ناموں کے برابر ہوں مکروہ ہے۔ جیسے مہاراجہ شہنشاہ اور اسی کے مشابہ دوسرے اسماء۔ یہ عجم کا طریقہ ہے۔

وہ نام رکھنے مکروہ ہیں۔ جو صرف اللہ ہی کے لئے سزاوار ہیں جیسے قدوس۔ الٰہ۔ خالق مہیمن۔ اللہ نے فرمایا ہے وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَمُّوهُمْ بعض اہل تفسیر میں لکھا ہے کہ مشرکوں نے اللہ کے فرضی شریک تو قرار دے لئے۔ آپ اُن سے کہہ دیجئے کہ ان شریکوں کے نام بھی میرے ناموں کی طرح رکھو پھر دیکھو کہ شریکوں کے ایسے نام رکھنا مناسب ہے یا نامناسب۔ اپنے بھائی یا غلام کو ایسا لقب دینا جو اُسے ناگوار ہو حرام ہے۔ اللہ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے اور اس کو فسوق کہا ہے۔ فرمایا ہے ولا تنابزوا بالالقاب۔ برے لقبوں سے مت پکارو۔ اپنے بھائی کو ایسے نام سے پکارنا مستحب ہے جو اس کو بہت زیادہ پسند ہو۔

فصل غصہ کے وقت اگر کوئی آدمی کھڑا ہو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔ ٹھنڈے پانی کو چھونے سے غصہ ٹھنڈا پڑجاتا ہے۔ حضرت امام حسن کی روایت ہے حضور نے فرمایا غصہ ایک انگارا ہے جو آدمی کے دل میں دہکتا ہے۔ اگر کسی کی ایسی کیفیت ہو اور کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو تکیہ کے سہارے سے ٹیک لگالے۔

اگر کچھ لوگ اپنے راز کی باتوں میں مشغول ہوں تو کسی کا ان کے اندر گھس کر بیٹھنا مکروہ ہے۔ رسول اللہ نے اسکی ممانعت فرمائی ہے

دھوپ اور سایہ کے درمیان یعنی کچھ دھوپ اور کچھ سایہ میں بیٹھنا مکروہ ہے۔

بائیں ہاتھ پر سہارا دیکر بیٹھنا مکروہ ہے۔ بیٹھے ہوئے لوگوں کے درمیان لیٹنا مکروہ ہے۔

جلسہ سے اٹھتے تو مجلس کے اندر جو گناہ کی بات ہوگئی ہو اس کے کفارہ کے لئے یہ کہہ کر اٹھنا مستحب ہے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

جوتے پہنے قبرستان میں چلنا مکروہ ہے۔ قبرستان میں داخل ہونے والے کے لئے مندرجہ ذیل دعا پڑھنی مستحب ہے۔
اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الْاَجْسَادِ الْبَالِيَةِ وَالْعِظَامِ النَّخِرَةِ الَّتِيْ خَرَجَتْ مِنْ دَارِ الدُّنْيَا وَهِيَ بِكَ مُؤْمِنَةٌ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْزِلْ عَلَيْهِمْ رَوْحًا مِنْكَ وَسَلَامًا مِنِّيْ۔ اے اللہ اے مالک ان کہنہ جسموں اور بوسیدہ ہڈیوں کے جو دنیا سے نکلتے وقت ایمان رکھتے تھے۔ محمد اور محمد کی آل پر اپنی رحمت اور اپنی طرف سے راحت نازل فرما اور میرا سلام ان کو پہنچا دے۔ قبرستان میں داخل ہو تو کہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ۔ مومنوں کی بستی کے رہنے والو تم پر سلام ہو انشاءاللہ ہم بھی تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں روایت میں یہی آیا ہے

کسی قبر کی زیارت کے وقت قبر پر ہاتھ نہ رکھے نہ بوسہ دے یہ یہودیوں کا طریقہ ہے۔ قبر پر نہ بیٹھے نہ کمر لگائے نہ اس کو پامال کرے۔ سخت مجبوری کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے۔

قبر سے اتنے فاصلہ پر، اس جگہ کھڑا ہو جہاں صاحبِ قبر کی زندگی میں کھڑا ہوتا اور ویسا ہی اس کا احترام کرے۔ جیسے زندہ کا کرے۔ گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ وغیرہ پڑھ کر صاحبِ قبر کو بطور ہدیہ بھیجے اور اللہ سے عرض کرے۔ الٰہی اس سورت کو پڑھنے کا ثواب اگر تو نے میرے لئے مقرر کیا ہے تو میں وہ ثواب اس قبر والے کے لئے ہدیہ کرتا ہوں اس کے بعد اللہ سے اپنی مراد مانگے مردہ کی ہڈی کو نہ توڑے نہ پامال کرے اگر بے اختیاری میں ایسا ہو جائے تو صاحبِ قبر کے لئے اللہ سے دعا مغفرت کرے۔ بدشگونی لینی مکروہ ہے۔ نیک فال حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ہر شخص سے تواضع کرنی بڑھوں کی عزت اور بچوں پر شفقت کرنی مستحب ہے۔ بچوں کے قصور سے درگذر کرنا مستحب ہے مگر ادب آموزی ترک نہ کرے۔

فصل ذمی کافروں سے مصافحہ کرنا مکروہ ہے حضرت ابوہریرہ کی روایت میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا ذمیوں سے مصافحہ نہ کرو۔

فصل دعا مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پھیلائے اللہ کی تعریف کرے رسول اللہؐ پر درود بھیجے پھر اپنی مراد مانگے دعا کرتے وقت آسمان کی طرف نہ دیکھے دعا سے فارغ ہو کر دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے۔ حضور اقدس سے مروی ہے ارشاد فرمایا تھا ہتھیلیاں پھیلا کر اللہ سے مانگو۔

فصل قرآن کی پناہ لینی جائز ہے اللہ نے فرمایا ہے فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ۔ اللہ نے قل اعوذ برب الفلق اور قُل اعوذ برب الناس بھی فرمایا ہے حدیث میں آیا ہے کہ حضور اگر کچھ بیمار ہوتے تو یہ ہی دونوں سورتیں پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیتے تھے۔ حضور والا یہ دعا بھی پڑھتے تھے۔ اعوذ بوجہ اللہ الکریم وکلماتہ التامات من شر ما خلق وذرأ وبرأ ومن شر کل دابۃ ربی آخذ بناصیتہا
ترجمہ اوپر دیکھے۔ قرآن مجید کو اور اللہ کے اسماء حسنیٰ کو بطور افسون پڑھنا بھی جائز ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ دوسری آیت میں وارد ہے هٰذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ

حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے سلسلہ میں حضور اقدس نے فرمایا تھا کہ اس کو دم کر کے نظر بد کو جھاڑ کرو۔ اگر تقدیر سے کوئی چیز آگے بڑھ جاتی۔ تو نظر بڑھ جاتی۔

فصل بخار زدہ کے لئے تعویذ لکھ کر گلے وغیرہ میں ڈالنا جائز ہے۔ امام احمد نے فرمایا مجھے بخار ہو گیا تو میرے لئے بخار کا یہ تعویذ لکھا گیا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَبِاللّٰهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَسَلَامًا عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَأَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِيْنَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَإِسْرَافِيْلَ اِشْفِ صَاحِبَ هٰذَا الْكِتَابِ بِحَوْلِكَ وَقُوَّتِكَ وَجَبَرُوْتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

فصل ہمارے بعض ساتھیوں کا قول ہے کہ جس عورت کا بچہ دشواری سے پیدا ہوتا ہو تو وضع حمل کی آسانی کے لئے کسی چینی کے یا دوسرے کے پاک برتن میں مندرجہ ذیل دعا لکھ کر پانی سے دھو کر کچھ پانی عورت کو پلا دیا جائے اور کچھ اس کے سینہ پر چھڑک دیا جائے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔ کَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَهَا لَمْ یَلْبَثُوْا اِلَّا عَشِیَّةً اَوْ ضُحٰهَا ۔ کَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَ مَا یُوْعَدُوْنَ لَمْ یَلْبَثُوْا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلَاغٌ فَهَلْ یُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔

چیونٹی بچھو۔ سانپ کھٹمل پسو مچھر وغیرہ کے کاٹنے کا منتر پڑھنا بھی جائز ہے۔ کیونکہ رسول اللہ نے ہر زہر دار کے منتر پڑھنے کی اجازت دی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص شام کو تین بار صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی نُوْحٍ وَعَلٰی نُوْحٍ السَّلَامُ پڑھیگا تو اس رات اس کو بچھو نہیں کاٹیگا اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص شام کو تین بار اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ پڑھیگا اس رات اس کو کوئی ڈنک (والا) دکھ نہیں پہنچا ئیگا۔ منتر پڑھکر دم کرنا جائز ہے تھتکارنا مکروہ ہے۔

فصل نظر لگانے والا اپنا چہرہ دونوں ہاتھ دونوں کہنیاں دونوں زانو پاؤں کے سرے اور تہبند کے اندرونی اعضا ایک برتن میں دھوکر بیمار پر وہ پانی ڈالے۔ ابو امامہ بن سہل بن حنیف کا بیان ہے۔ میں غسل کر رہا تھا۔ عامر بن ربیعہ نے دیکھ لیا اور (خوبصورتی کو دیکھکر) تعجب کیا اور کہا خدا کی قسم میں نے آج کے منظر کی طرح کبھی نہیں دیکھا کسی پردہ نشین عورت کی جلد بھی ایسی نہیں دیکھی۔ مجھے فوراً فالج ہو گیا کہ سر بھی نہیں اٹھا سکتا تھا۔ لوگوں نے اس کا تذکرہ حضور سے کیا۔ ارشاد فرمایا کیا تم کسی کو ملزم قرار دیتے ہو۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ عامر بن ربیعہ نے ہی ایسا کہا تھا حضور نے عامر کو بلوایا اور مجھے بھی بلوایا اور فرمایا سبحان اللہ! کوئی اپنے بھائی کو کیوں مارے ڈالتا ہے۔ اگر کوئی چیز کسی کو پسند ہو تو اس کے لئے برکت کی دعا کرے۔ پھر عامر کو نہانے کا حکم دیا۔ عامر نے اپنا چہرہ پشت کف۔ دونوں کہنیاں۔ سینہ۔ تہبند کے اندر۔ دونوں زانو اور دونوں پاؤں کے پنچے۔ دوسرے ایک برتن میں دھوئے۔ اور حضور کے حکم کے موافق وہ پانی پیچھے سے میرے سر پر لوٹا دیا گیا۔ میرا خیال ہے کہ حسب الحکم چند گھونٹ پانی میں نے پیا بھی تھا فوراً سواروں کے ساتھ مل کر میں خود لوٹ آیا۔ اگر پورا غسل کرکے نظر زدہ پر پانی ڈالا جائے تو زیادہ کامل ہوگا۔

فصل بیماریوں کے علاج کے لئے سینگی لگوانا فصد کرنا۔ داغ لگوانا دوائیں شربت اور عرق پینا۔ رگوں کو کاٹنا۔ زخم کو چیرنا کینسر ہو اور باقی بدن کی طرف مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو عضو کو کاٹ دینا یا ہر کا اپریشن کرانا اور جسم کے جو ترکیب مفید ہو وہ کرنا جائز ہے۔ روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے سینگی لگوائی اور طبیب سے مشورہ کیا اور طبیبوں سے فرمایا تمہاری رائے ہی علاج ہے۔ طبیبوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اس میں کچھ فائدہ ہے۔ فرمایا جس نے بیماری اتاری ہے اس نے دوا بھی اتاری ہے۔ امام احمد سے وسختی کا مسئلہ پوچھا گیا۔ فرمایا ... ہیں۔ رسول اللہ نے خود بھی داغا ہے اور صحابہ نے بھی ایسا کیا ہے۔ ایک دوسرے مقام پر امام احمد نے فرمایا عمران بن حصین نے عرق النساء کا اپریشن کیا تھا۔ امام احمد سے دوسری روایت میں آیا ہے کہ داغنا مکروہ ہے۔

حرام چیز کا دوا کے لئے استعمال درست نہیں۔ جیسے شراب۔ زہر۔ مردار۔ ناپاک چیز۔ گدھی کے دودھ سے بھی علاج درست نہیں۔ روایت میں آیا ہے کہ حضور اقدس نے فرمایا۔ میری امت کی شفا حرام چیزوں میں نہیں رکھی گئی

اینا مکروہ ہے۔ مگر ضرورت کے وقت مکروہ نہیں۔ پلیگ سے بھاگنا جائز نہیں لیکن اگر کہیں طاعون ہو تو اس میں گھسنا بھی ممنوع ہے تا کہ خود اپنی ہلاکت کا مددگار نہ ہو۔

فصل نامحرم کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھے۔ رسول اللہ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے اور فرمایا ہے وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے کیونکہ شیطان گناہ کی طرف ان کو لبھاتا ہے۔

کسی جوان عورت کی طرف (علاج یا گواہی کی غرض کے بغیر) نہ دیکھے جو بوڑھی عورت ننگے منہ باہر پھرتی ہے اس کو دیکھنا جائز ہے فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ نہیں ہے۔ دو مرد یا دو عورتیں برہنہ ایک لحاف یا ایک تہبند میں نہ ہوں۔ رسول اللہ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ اس طرح لیٹنے سے ایک کی نظر دوسرے کے ستر پر پڑتی ہے اور اس کی ممانعت ہے۔ پھر شیطان کے لبھانے سے ارتکاب گناہ کا بھی اندیشہ ہے۔

فصل اپنے غلام اور باندی سے نرمی کے ساتھ پیش آئے۔ ناقابل برداشت کام نہ لے۔ اُن کو لباس پہنائے کھانا کھلائے اگر وہ خواہشمند ہوں تو ان کا نکاح بھی کرا دے لیکن نکاح پر مجبور نہ کرے۔ اس میں اگر کوتاہی کریگا تو گنہگار ہوگا اگر چاہے تو ان کو فروخت کر دے یا آزاد کر دے۔ اگر غلام مطالبہ کرے تو کچھ روپیہ مقرر کر کے غلام کو آزاد کر دے۔ مقررہ رقم اگر غلام کما کر ادا کر دیگا تو آزاد ہو جائیگا۔ حدیث میں آیا ہے کہ آخری وصیت جو رسول اللہ نے فرمائی وہ یہ تھی الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم یعنی نماز کے پابند رہو اور باندی غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

فصل دشمن کے ملک میں قرآن کو (دوران جہاد میں) ساتھ لیجانا مکروہ ہے تاکہ کہیں کافروں کے ہاتھ میں نہ پڑ جائے اور وہ قرآن کی بے ادبی کریں۔ ہاں اگر مسلمانوں میں غیر معمولی طاقت و دبدبہ اور غلبہ ہو تو پڑھنے کے لئے ساتھ لے جانا جائز ہے۔ تاکہ فراموش نہ ہو جائے۔

فصل مستحب ہے کہ آئینہ دیکھ کر پڑھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَوّٰی خَلْقِیْ وَاَحْسَنَ صُوْرَتِیْ وَزَانَ مِنِّیْ مَا شَانَ مِنْ غَیْرِیْ۔ اللہ کا شکر ہے جس نے میری بناوٹ درست کی۔ مجھے خوبصورتی ادا کی اور جو چیز دوسروں کو بُری دی مجھے وہ اچھی دی۔ رسول اللہ سے یہی مروی ہے۔

فصل رسول اللہ سے مروی ہے حضور نے فرمایا کوئی خود کچھ بیمار ہو یا اس کا بھائی کچھ بیمار ہو۔ تو پڑھے۔ رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ تَقَدَّسَ اِسْمُكَ اَمْرُكَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِغْفِرْ لَنَا حُوْبَنَا وَخَطَايَانَا يَا رَبَّ الطَّيِّبِيْنَ اَنْزِلْ رَحْمَةً مِّنْ رَّحْمَتِكَ وَشِفَاءً مِّنْ شِفَائِكَ۔ ہمارا اللہ وہ ہے جس کا نام آسمانوں میں مقدس ہے تیرا حکم آسمان اور زمین میں ایسا ہی نافذ ہے جیسی تیری رحمت آسمان و زمین میں عام ہے۔ ہمارے گناہ اور قصور معاف کر دے۔ اے پاک لوگوں کے رب اپنی رحمت کا کچھ چھینٹا اور اپنی شفا کا کچھ حصہ نازل فرما۔ یہ پڑھکر درد کی جگہ دم کرے اللہ کے حکم سے اچھا ہو جائے گا۔

فصل اگر کسی کا کان بجنے لگے تو رسول اللہ پر درود پڑھکر کہے ذَکَرَ اللّٰہُ مَنْ ذَکَرَنِیْ بِخَیْرٍ۔ جو میرا ذکر بخیر کرے اللہ اس کا ذکر بخیر کرے۔ رسول اللہ سے یہی مروی ہے۔

فصل بدشگونی پیدا کرنے والی کوئی چیز دیکھے تو کہے اَللّٰھُمَّ لَا یَاْتِیْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا یَذْھَبُ بِالسَّیِّاٰتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ ہی بھلائیوں کو تیرے سوا کوئی نہیں لاتا اور نہ سوا تیرے کوئی برائیوں کو دفع کرتا ہے۔ رسول اللہ سے یہی مروی ہے

فصل اگر عیسائیوں یا یہودیوں کا عبادت خانہ نظر آئے یا بوق یا سنکھ کی آواز سنائی دے یا مشرکوں یہودیوں اور عیسائیوں کی جماعت دکھائی دے تو یہ الفاظ کہنا مستحب ہے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ الٰھا واحدا لانعبد الا ایاہُ رسول اللہ سے یہی مروی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے جو شخص مذکورہ الفاظ کہے گا مشرکوں کی تعداد کی برابر اللہ اس کے گناہ معاف فرمائیگا۔

گرج اور کڑک کی آواز سنکر کہے اللھم لاتقتلنا بغضبک ولاتھلکنا بعذابک وعافنا قبل ذالک۔ الٰہی اپنے غضب سے ہم کو قتل نہ کردینا اور اپنے عذاب سے ہم کو ہلاک نہ کردینا اور اس سے پہلے ہم کو بچا نا۔

آندھی کو دیکھکر کہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَمَا اُرْسِلَتْ بِہٖ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّمَا اُرْسِلَتْ بِہٖ۔ الٰہی میں تجھ سے اس کی خیر کا طلبگار ہوں اور جس کام کے لئے اس کو بھیجا گیا ہے اس کی خیر کا بھی طلبگار ہوں اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس کی شر سے اور اس چیز کی شر سے جس کے لئے اس کو بھیجا گیا ہے۔

فصل بازار میں جائے تو وہ دعا پڑھے جو رسول اللہ پڑھتے تھے حضور فرماتے ہیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھٰذَا السُّوْقِ وَخَیْرَمَا فِیْہِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّمَا فِیْہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اُصِیْبَ فِیْھَا یَمِیْنًا فَاجِرَۃً اَوْصَفْقَۃً خَاسِرَۃً لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَحَیٌّ لَایَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَعَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ الٰہی میں تجھ سے بازار اور موجودات بازار کی بھلائی کا خواستگار ہوں اور بازار کی برائی اور اس کی موجودات کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ الٰہی میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ بازار میں میں جھوٹی قسم میں مبتلا ہو جاؤں یا کوئی نقصان کا سودا مجھ پر پڑ جائے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی حکومت ہے اسی کے لئے تعریف ہے وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے وہ زندہ ہے خود نہیں مرے گا اسی کے قبضہ میں بھلائی وہی ہر چیز پر قابو رکھتا ہے۔

مہینہ کا نیا چاند دیکھ کر پڑھے اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ الٰہی اس کو برکت ایمان سلامتی اور اسلام کے ساتھ ہم پر نمودار فرما میرا اور تیرا رب ہے۔

فصل کسی کو کسی دکھ میں مبتلا دیکھ کر پڑھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلَیْکَ

وَعَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلاً ۔ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اس دکھ سے بچایا جس میں تجھے مبتلا کیا اور مجھے تجھ پر اور بہت سی مخلوق پر برتری عطا فرمائی۔ جب تک یہ پڑھنے والا زندہ رہیگا اللہ اس دکھ سے اسے محفوظ رکھیگا خواہ کوئی بھی ہو۔

فصل حاجی سفر حج سے واپس آئیں تو کہے تَقَبَّلَ اللّٰہُ نُسُکَکَ وَاَعْظَمَ اَجْرَکَ وَاَخْلَفَ نَفَقَتَکَ ۔ اللہ تیرے حج کو قبول فرمائے تجھے بڑا اجر عطا کرے اور جو کچھ تیرا خرچ ہوگیا ہے اس کا عوض تجھے عنایت کرے۔ روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمرؓ یہی فرماتے تھے۔

فصل کسی مسلمان بیمار کی عیادت کو جائے اور اس کو مرتے دیکھے۔ تو وہ دعا کرے جو حضورؐ کرتے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ موت ایک بڑی گھبراہٹ کی چیز ہے۔ کسی کو کسی رفیق کے مرنے کی اطلاع ملے تو کہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰھُمَّ اکْتُبْہُ عِنْدَکَ فِی الْمُحْسِنِیْنَ وَاجْعَلْ کِتَابَہٗ فِیْ عِلِّیِّیْنَ وَاخْلُفْ عَلٰی عَقِبِہٖ فِی الْاٰخِرِیْنَ وَلَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ ۔ بلاشبہ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اسی کی طرف ہم لوٹنے والے ہیں اپنے رب کے پاس ہی ہم کو پلٹ کر جانا ہے۔ الٰہی اپنے پاس کو نیکوں کی فہرست میں لکھ لے اس کا اعمالنامہ علیین میں رکھ دے پچھلوں میں اس کی جگہ اس کے پسماندگان کی تو نگرانی فرما۔ ہم کو اس کے ثواب سے محروم نہ کر اور اس کے بعد ہم کو مصیبت میں نہ ڈال۔ مستحب ہے کہ مرنے والا اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرنے اور جو کچھ حقوق العباد اس پر ہوں ان کو ادا کرنے دوارثوں کو مشورہ دے۔ ان غریب رشتہ داروں کے لئے جو اس کے وارث نہیں ہیں کل مال کا تہائی حصہ دینے کی وصیت کرے۔ اگر ایسے رشتہ دار نہ ہوں تو محتاجوں مسکینوں مسجدوں پلوں اور ہر طرح کے نیکی کے کاموں میں صرف کرنے کے لئے مال کی وصیت کر دے۔

فصل رسول اللہ نے فرمایا مردوں کو قبروں میں رکھتے وقت کہو بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اس سے میت کو قبر میں رکھتے وقت یہی الفاظ کہے اور مٹی ڈالتے وقت کہے اِیْمَانًا بِکَ وَتَصْدِیْقًا بِرَسُوْلِکَ فَاِیْمَانًا بِبَعْثِکَ هٰذَا مَا وَعَدَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَصَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ ۔ حضرت علیؓ سے یہی مروی ہے اگر ایسا کریگا تو مٹی کے ہر ذرہ کے عوض اس کو ایک نیکی ملیگی۔

فصل ۲۰

نکاح کے آداب

نکاح کرنے سے نکاح کرنیوالے کا اصل مقصود اللہ کے حکم کی تعمیل ہو۔ اللہ نے فرمایا ہے وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَائِکُمْ اپنی رانڈوں کا اور صالح غلاموں اور باندیوں کا نکاح کرو دوسری آیت میں ہے فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ حسب پسند عورتوں سے نکاح کرو۔ دو دو تین تین چار چار۔ رسول اللہ

نے ارشاد فرمایا۔ باہم نکاح کرو نسلیں بڑھاؤ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا اگرچہ کچا بچہ ہی ہو۔ زنا کا اندیشہ ہو یا توقع ہوگیا ہو دونوں صورتوں میں انہی دونوں آیات اور حدیث کی وجہ سے نکاح کے وجوب کا عقیدہ رکھنا چاہیئے۔ تاکہ علماء کے باہمی اختلاف سے اجتناب ہوجائے۔ کیونکہ امام احمد کی روایت کی رُو سے ابوداؤد کے نزدیک نکاح مطلقاً واجب ہے پس اداء واجب کی نیت کرنے والے کے لئے تعمیل حکم خداوندی کا ثواب ہوگا۔

اس کے ساتھ اپنے دین کی تکمیل اور حفاظت بھی مقصود ہو۔ کیونکہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ہے جس نے نکاح کر لیا اس نے اپنا آدھا دین محفوظ کر لیا۔ دوسرا فرمان نبوی ہے جب بندہ نے نکاح کر لیا تو اس نے اپنا آدھا دین مکمل کر لیا۔

نکاح کے لئے انتخاب ایسی عورت کا کرے جو اچھی ذات کی ہو۔ قرابت دار نہ ہو دوشیزہ ہو اور ایسی عورتوں میں سے ہو جو کثیر النسل مشہور ہوں۔ حضرت جابر بن عبداللہ نے حبیب رسول اللہ کو بتایا کہ میں نے رنڈ سے نکاح کیا ہے تو حضورؐ نے فرمایا تو نے دوشیزہ سے نکاح کیوں نہیں کیا کہ تیرا بہلاوہ اس سے ہوتا اور اس کا بہلاوا تجھ سے۔ ہم نے کثیر النسل عورتوں میں سے ہونے کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ باہم نکاح کرو نسلیں بڑھاؤ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا اگرچہ کچا بچہ ہی ہو۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ ایسی عورت سے نکاح کرو جو بہت بچے دینے والی اور بڑی محبت کرنے والی ہو میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔ عورت کے قرابت دار نہ ہونے کی شرط ہم نے اس لئے لگائی ہے کہ اگر باہم نفرتؐ عداوت ہوجائے تو اس قرابت کو قطع کرنا نہ پڑ جائے جس کو جوڑے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے شریعت نے نکاح کے اندر دو بہنوں کو جمع کرنے سے منع کر دیا ہے۔

دراز زبان خُلع کی خواستگار اور بدن گدرانے والی عورت سے بھی نکاح نہ کرنا چاہیئے۔ نکاح کرنے کے بعد عورت سے خوش خلقی سے پیش آئے اس کو دُکھ نہ دے۔ اس پر جبر نہ کرے کہ وہ خلع کی خواستگار ہو اور مہر کو بدل خلع میں محسوب کر دے اس کے والدین کو گالی نہ دے۔ اگر ایسا کریگا تو اس سے اللہ اور رسول دونوں بیزار ہوں گے۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ عورتوں سے بھلائی کرنے کا میرا آخری حکم مانو وہ تمہارے پاس قیدی ہیں۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی عورت سے مہر کے ساتھ نکاح کرے اور نیت مہر دینے کی نہ ہو تو قیامت کے دن زانی کی حالت میں آئے گا۔ اگر عورت اپنی دراززبانی سے دُکھ دے اور اس میں کچھ دین کا بگاڑ ہوتا ہو تو مناسب ہے اپنی جان کو اس عورت سے بچالے یا اللہ کی طرف رجوع کرے اور زاری کے ساتھ دعا کرے اللہ اس کا کام پورا کر دے گا اور اگر اس دکھ پر صبر کرے گا تو راہ خدا میں جہاد کرنے والے کی طرح ہوگا۔ اگر عورت بخوشی خاطر بغیر جبر اپنا کچھ مال اس کو دیدے تو مزے کے ساتھ بغیر ناگواری کے کھالے۔

مناسب ہے کہ نکاح سے پہلے عورت کا چہرہ اور ظاہری بدن دیکھ لے تاکہ نکاح کے بعد دل میں کچھ ناپسندیدگی نہ پیدا ہو اور قریب ہی زمانہ میں چھوڑنے اور طلاق دینے کی نوبت نہ آجائے۔ طلاق کی صورت میں ایسی بات اختیار کرنی پڑجاتی ہے جو اللہ کی نظر میں مکروہ ہو۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جائز چیزوں میں طلاق سے زیادہ مکروہ چیز اللہ کے نزدیک کوئی اور نہیں ہے

چہرہ وغیرہ کو دیکھ لینے کے سلسلہ میں حل دلیل ایک حدیث ہے۔ حضور اقدس نے فرمایا۔ اگر تم میں سے کسی کے دل میں کسی عورت کو پیام نکاح بھجوانے کا ارادہ اللہ پیدا کر دے تو پہلے اس عورت کے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کو دیکھ لینا چاہئے۔ یہ طریقہ آپس کی الفت پیدا ہونے کے لئے نہایت مناسب ہے۔ حضرت جابر راوی ہیں۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو نکاح کا پیام دے تو اگر ان (اعضاء) کو دیکھنا ممکن ہو جو نکاح کے داعی ہیں تو ایسا کر لے۔ حضرت جابر کہتے ہیں۔ میں نے ایک لڑکی کو نکاح کا پیام دیا اور چھپ کر اس کا اتنا حصہ دیکھ لیا جس نے مجھے اس سے نکاح کر لینے پر آمادہ کر دیا۔ (سنن ابوداؤد) — عورت کو عقلمند اور دیندار بھی ہونا چاہئے۔ کیونکہ حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ عورت سے نکاح چار وجوہ کے زیر اثر ہوتا ہے۔ مال۔ جمال۔ شرافت اور دینداری تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں تو دیندار عورت پر کامیاب ہو جا۔ رسول اللہ نے دیندار عورت سے نکاح کرنے کی اس لئے صراحت فرمائی ہے کہ دیندار عورت زندگی کی مددگار ہوتی ہے اور تھوڑی روزی پر قناعت کر لیتی ہے باقی عورتیں گناہ اور مصیبت میں ڈالتی ہیں۔ سوائے اس کے کہ اللہ ہی بچائے۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ اب ان سے مباشرت کرو اور اللہ نے تمہارے لئے جو کچھ لکھ دیا ہے اس کی طلب کرو۔ مفسرین نے تفسیر کی ہے کہ مباشرت سے مراد ہے جماع کرنا اور اللہ کے لکھے ہوئے کو طلب کرنے سے مراد ہے طلب اولاد۔ عورت کے لئے بھی مناسب ہے کہ نکاح کرنے میں اس کا مقصود اپنی عصمت کا تحفظ اولاد کی طلب اور اللہ کا دیا ہوا بڑا ثواب ہو اور اسی نیت سے شوہر کے پاس (ہر قسم کے دکھ) اور حمل اور تکلیف ولادت اور اولاد کی پرورش کو صبر سے برداشت کرے۔ زیاد بن میمون نے حضرت انس بن مالک کا قول نقل کیا ہے۔ کہ مدینہ کی رہنے والی ایک عطر فروش جس کو حولا کہا جاتا تھا حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا۔ ام المومنین میرا شوہر فلاں شخص ہے۔ میں ہر رات سنگھار کر کے خوشبو لگا کے ایسی ہو جاتی ہوں جیسے شب زفاف کی دلہن جب وہ آکر اپنے بستر پر لیٹ جاتا ہے تو میں اس کے لحاف میں گھس جاتی ہوں۔ ان تمام کاموں سے میرا مقصود اللہ کی رضا مندی ہوتا ہے۔ مگر وہ میری طرف سے اپنا رخ پھیر لیتا ہے۔ میرے خیال میں اس کو مجھ سے نفرت ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا بیٹھ۔ رسول اللہ اندر تشریف لے آئیں۔ اتنے میں حضور اندر تشریف لے آئے اور فرمایا۔ مجھے یہ خوشبو کیسی محسوس ہو رہی ہے۔ کیا تمہارے پاس حولا آئی ہے۔ کیا تم نے اس سے کچھ خریدا ہے۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ بخدا کچھ نہیں کیا۔ پھر حولا نے اپنا قصہ عرض کیا۔ حضور گرامی نے فرمایا جا اس کی بات سن اور اس کا حکم مان۔ حولا نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ایسا ہی کرونگی۔ مجھے ثواب کیا ملیگا۔ فرمایا جو عورت بنیت درستی اپنے شوہر کے گھر کی کوئی چیز اٹھاتی اور رکھتی ہے۔ اس کے لئے اللہ ایک نیکی لکھتا اور ایک گناہ دور کرتا ہے اور اس کا ایک درجہ اونچا کر دیتا ہے۔ جو حاملہ عورت حالت حمل کی کوئی تکلیف برداشت کرتی ہے۔ اس کے لئے قائم اللیل وصائم النہار اور راہ خدا میں جہاد کرنے والے کی برابر ثواب ہے جس عورت کو دردزہ ہوں تو ہر درد کے دورے کے عوض اس کو ایک جان آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور بچہ کو دودھ کی ہر چسکی پلانے کے عوض ایک بردہ آزاد کرنے کا اجر ہے

جب عورت اپنے بچہ کا دودھ چھڑاتی ہے تو آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے۔ اے عورت! تو نے ماضی میں سب کام پورے کر لئے۔ اب نئے سرے سے کام کا آغاز کر یعنی تیری گذشتہ زندگی کے گناہ معاف کر دیئے گئے اب نئے سرے سے زندگی شروع کر۔ حضرت عائشہ بولیں۔ اے مردوں کے گروہ تمہارا کیا حال ہے۔ عورتوں کو تو بہت کچھ دیدیا گیا۔ حضور والا یہ سن کر ہنس پڑے۔ اور فرمایا جو مرد اپنی بیوی کا ہاتھ اس کو بہلانے کے لئے پکڑتا ہے اللہ اس کے لئے ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔ اگر اس سے معانقہ کرتا ہے تو دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ پھر جب اس سے قربت کرتا ہے تو دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے بہتر ثواب ہوتا ہے۔ جب غسل کرنے کھڑا ہوتا ہے۔ تو اس کے بدن کے جس بال پر سے پانی گزرتا ہے اس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک گناہ مٹایا جاتا ہے اور ایک درجہ اونچا کیا جاتا ہے اور غسل کے عوض جو کچھ (ثواب) اس کو دیا جائیگا وہ دنیا اور ما فیہا سے بہتر ہوگا۔ اللہ بطور فخر فرشتوں سے فرماتا ہے۔ دیکھو میرا بندہ ٹھنڈی رات میں کھڑا جنابت کا غسل اس یقین کے ساتھ کر رہا ہے کہ میں اس کا رب ہوں، تم شاہد رہو کہ میں نے اس کو بخش دیا۔ امام حسین سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا، عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی میری وصیت مانو۔ وہ تمہارے پاس قید ہیں، خودمختار نہیں ہیں۔ تم نے بامانت خدا ان کو لیا ہے اور اللہ کے حکم سے ان کی شرمگاہوں کو اپنے لئے حلال بنایا ہے۔

ام المومنین حضرت میمونہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ میری امت کے مردوں میں بہترین مرد وہ ہیں جو اپنی عورتوں کیلئے بہتر ہیں۔ اور میری امت کی عورتوں میں بہترین وہ عورتیں ہیں۔ جو اپنے مردوں کیلئے بہتر ہیں۔ ایسی ہر ایک عورت کیلئے ہر رات اور دن میں ہزار شہیدوں کا ثواب ہے جو بامید ثواب صبر کر کے راہ خدا میں مارے گئے ہوں۔ ایسی ہر ایک عورت حورعین پر ویسی ہی فضیلت رکھتی ہے جیسے تم میں سے ہر مرد پر محمد کو بزرگی حاصل ہے۔ میری امت کی بہترین عورتیں وہ ہیں۔ جو اپنے شوہروں کی طلب کو آسانی کے ساتھ پورا کرتی ہیں۔ بشرطیکہ اللہ کی نافرمانی نہ ہو۔ میری امت کے بہترین مردوں میں وہ مرد ہیں۔ جو اپنی بیویوں پر ایسی مہربانی کرتے ہیں جیسی ماں اپنے بچہ پر۔ ایسے ہر مرد کیلئے ہر رات دن میں سو شہیدوں کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ جو بامید ثواب صبر کے ساتھ راہ خدا میں مارے گئے ہوں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیا بات ہے کہ عورت کو ہزار شہیدوں کا اور مرد کو سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم کو نہیں معلوم کہ اجر اور ثواب میں عورت مرد سے بڑھکر اور برتر ہے۔ جنت میں اللہ مرد کے درجات میں مزید درجات کا اس لئے اضافہ فرمائیگا کہ اس کی بیوی اس سے خوش ہے اور اس کے لئے دعا کرتی ہے۔ کیا تم کو نہیں معلوم کہ عورت کے لئے شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ شوہر کی نافرمانی ہے۔ خبردار دو کمزوروں کے حق کی بابت اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ تم سے ان دونوں کی بازپرس کریگا۔ یتیم اور عورت جس نے ان دونوں سے بھلائی کی۔ وہ اللہ اور اس کی رضامندی تک پہنچ گیا اور جس نے ان دونوں سے برائی کی وہ اللہ کے غضب کا سزاوار ہو گیا۔ شوہر کا حق بیوی پر ایسا ہے جیسا میرا حق تم پر جس نے میری حق تلفی کی اس نے اللہ کا حق ضائع کیا وہ اللہ کے غضب میں مبتلا ہو کر لوٹا۔ اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور جہنم برا مقام رجوع ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ کا بیان ہے۔ ہم حضور کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ صحابہ کی جماعت میں رونق افروز تھے۔

اچانک ایک عورت آکر حضورؐ کے سرہانے کھڑی ہوگئی اور بولی السلام علیک یا رسول اللہ۔ میں حضورؐ کی خدمت میں عورتوں کی نمائندہ ہوکر آئی ہوں۔ ہر عورت میری اس حاضری کی اطلاع پاکر خوش ہوگی۔ یا رسول اللہ۔ اللہ مردوں کا بھی ہے اور عورتوں کا بھی۔ آدم مردوں کے بھی باپ تھے اور عورتوں کے بھی۔ حوا مردوں کی بھی ماں تھیں اور عورتوں کی بھی۔ مرد جب راہ خدا میں نکل کر مارے جاتے ہیں۔ تو وہ اپنے رب کے پاس زندہ رہتے ہیں جن کو وہاں روزی دی جاتی ہے اور زخمی ہو جاتے ہیں تب بھی ان کے لئے ثواب ویسا ہی ہے۔ جیسا آپ واقف ہیں اور ہم مردوں پر (بندھی) بیٹھی رہتی ہیں۔ اور ان کی خدمت کرتی ہیں۔ ہمارے لئے بھی کچھ اجر ہے۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا میری طرف سے عورتوں کو سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ شوہر کی اطاعت اور اس کے حق کا اقرار (مردوں کے جہاد کے) ثواب کی برابر ہے (مگر) تم میں سے کم عورتیں ایسا کرتی ہیں۔

حضرت ثابت بن انس کا بیان ہے۔ مجھے عورتوں نے رسول اللہؐ کی خدمت میں بھیجا میں نے حاضر ہوکر عرض کیا۔ یا رسول اللہ (عورتیں کہتی ہیں کہ) مرد بزرگی میں بڑھ گئے اور راہ خدا میں جہاد کرنے کا اجر لے گئے ہمارے لئے کسی ایسے عمل کا تذکرہ نہیں ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے عمل کی برابری کر سکیں۔ ارشاد فرمایا۔ گھر میں بیٹھکر تم میں سے ہر ایک کا کام کاج کرنا راہ خدا میں جہاد کرنے والوں کے عمل کے برابر ہے۔ حضرات عمران بن حصین سے مروی ہے۔ رسول اللہ سے دریافت کیا گیا۔ کیا عورتوں پر بھی جہاد فرض ہے۔ فرمایا ہاں۔ ان کا جہاد غیرت ہے۔ وہ اپنے نفسوں سے جہاد کرتی ہیں۔ اگر صبر رکھیں گی تو وہ مجاہدہ ہوں گی اور (روزی کی تنگی یا شوہر کی سختی پر) راضی رہیں تو وہ (گویا) جہاد کی تیاری کرنے والیاں ہیں۔ عورتوں کے لئے دوہرا اجر ہے۔

پس میاں بیوی پر لازم ہے کہ عقد اور جماع کے وقت اس ثواب پر عقیدہ رکھیں جس کا ذکر حدیث میں آچکا ہے۔

میاں بیوی میں سے ہر ایک کا حق دوسرے پر واجب ہے۔ اس کا ثبوت اس آیت سے ہوتا ہے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ۔ جیسا عورتوں پر حق ہے ویسا ہی ان کا بھی حق ہے۔ یہ بات اس لئے ہے کہ دونوں اللہ کے حکم کے فرمانبردار ہوجائیں عورت اس کا بھی عقیدہ رکھے کہ اس کے لئے (گھر کا انتظام اور اطاعت شوہر) جہاد در راہ خدا میں جنگ کرنے سے بہتر ہے۔ حدیث میں آیا ہے حضورؐ نے فرمایا ہے۔ عورت کے لئے شوہر یا قبر سے بہتر اور کوئی چیز نہیں حضورؐ نے یہ بھی فرمایا۔ مسکین ہے مسکین ہے وہ مرد جس کی بیوی نہ ہو۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ خواہ وہ غنی ہو۔ فرمایا اگرچہ وہ مال کے لحاظ سے غنی ہو۔ پھر فرمایا مسکین ہے مسکین ہے مسکین ہے وہ عورت جس کا شوہر نہ ہو۔ عرض کیا گیا خواہ وہ مالدار ہو۔ فرمایا۔ گرچہ مالی لحاظ سے وہ غنی ہو۔

نکاح جمعرات یا جمعہ کو کرنا مستحب ہے۔ صبح کی بجائے شام کے وقت نکاح اولی ہے۔ ایجاب و قبول سے پہلے خطبہ پڑھنا مسنون ہے۔ نکاح کے بعد خطبہ کا پڑھنا جائز ہے۔ نکاح میں اختیار ہے کہ خود کرے یا وکیل کی معرفت کرے۔ نکاح ہوچکے تو حاضرین کے لئے مستحب ہے کہ یہ الفاظ کہیں بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ وَعَافِيَةٍ

نکاح کے بعد اگر بیوی اور اس کے گھر والے رخصت کے لئے کچھ مہلت مانگیں تو ان کی درخواست قبول کرلینی مستحب ہے تاکہ عورت کے ضروری امور کی تیاری ہوسکے مثلاً جہیز کی خریداری اور دلہن کا سنگھار وغیرہ۔ جب عورت کو رخصت کرکے مرد کے پاس بھیجدیا جائے تو عبداللہ بن مسعود کے حکم کے موافق عمل کرے۔ ایک شخص حضرت عبداللہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں نے ایک دوشیزہ سے نکاح کیا ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے پسند نہ کرے یا مجھ سے نفرت کرے۔ حضرت نے فرمایا۔ الفت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور نفرت شیطان کی طرف سے جب تم بیوی کے پاس جاؤ تو سب سے اول اس کو حکم دینا کہ وہ تمہارے پیچھے دو رکعت نماز پڑھے اور تم اس طرح دعا کرنا اللھمّ بارك لي في اهلي وَ بَارِكْ لِاَهْلِي فِيَّ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِي مِنْھُمْ وَارْزُقْھُمْ مِنِّي اَللّٰھُمَّ اجْمَعْ بَيْنَنَا اِذَا جَمَعْتَ فِي خَيْرٍ وَفَرِّقْ بَيْنَنَا اِذَا فَرَّقْتَ اِلٰى خَيْرٍ۔ الٰہی میرے لئے میری بیوی کو مبارک کر اور بیوی کے لئے مجھے مبارک بنا الٰہی مجھے ان سے اولاد روزی کر اور ان کو مجھے۔ الٰہی جب تک تو ہم کو جمع رکھے خیر پر جمع رکھنا اور جب ہم کو جدا جدا کرے۔ تو حصول خیر کے لئے جدا جدا کرنا۔ ارادہ جماع کے وقت کہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنْ قَدَّرْتَ اَنْ تُخْرِجَ عَنْ صُلْبِي اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنِي الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنِي۔ عالی مرتبہ عظمت والے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ الٰہی اگر تو نے مقدر کردیا ہے کہ میری پشت سے (کوئی اولاد) برآمد ہو تو اس کو پاکیزہ نسل بنانا۔ الٰہی شیطان کو مجھ سے دور رکھ اور جو اولاد تو مجھے روزی کرے اس سے شیطان کو دور رکھ۔ ضرورت سے فارغ ہوکر بغیر لب ہلائے دل میں پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا۔ بسم اللہ اس اللہ کے لئے تعریف ہے جس نے آدمی کو پانی سے پیدا کیا۔ پھر اس کے لئے (باہم محبت پیدا کرنے کے لئے) رشتہ (قرابت) اور سسرال بنایا۔ ہمارے اس بیان کی بابت وہ حدیث ہے۔ جو کریب نے بحوالہ ابن عباس نقل کی ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جانا چاہے تو کہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا۔ حضورؐ نے فرمایا اس کو پڑھنے کے بعد اگر کوئی بچہ ہونا مقدر ہوگا تو شیطان اس بچہ کو کبھی ضرر نہ پہنچا سکیگا۔ حاملہ ہونے کی علامت ظاہر ہوجائے تو مرد پر لازم ہے کہ عورت کی غذا کو حرام اور حرام کے شبہ سے بھی پاک رکھے تاکہ بچہ کی تخلیق اس بنیاد پر ہو کہ شیطان کی وہاں تک رسائی ہی نہ ہوسکے۔ بلکہ اولیٰ یہ ہے کہ غذا حلال کی پابندی وقت زفاف ہی سے کی جائے تاکہ وہ خود اور اس کی بیوی بچے دنیا میں شیطان کی دسترس سے اور آخرت میں دوزخ سے محفوظ رہیں اللہ کا ارشاد ہے يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا۔ ایمان والو اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ۔ اس کے علاوہ (بشرط مذکور) بچہ نیکوکار اور ماں باپ کا فرمانبردار اور اللہ کا مطیع ہوتا ہے۔ اور یہ سب کچھ غذا کی صفائی کی برکت سے ہوتا ہے۔

جماع سے فراغت کے بعد ہٹ جائے داگر نجاست (بدن کے کسی حصہ پر ہو) تو دھو ڈالے اور دوبارہ ارادہ ہو تو وضو کرلے ورنہ غسل کرے۔ جنابت کی حالت میں نہ سوئے یہ مکروہ ہے۔ رسول اللہؐ سے اس طرح مروی ہے ہاں اگر سخت سردی ہونے کی وجہ سے نہانا دشوار ہو یا حمام دور ہو یا پانی دور ہو یا کچھ خوف دعائل ہو تو بغیر غسل کے سو جائے اور اس وقت تک بغیر غسل رہے جب تک یہ عذر دور نہ ہو جائیں۔ جماع کے وقت قبلہ رُخ نہ ہو سر کو چھپائے کسی کی نظر کے سامنے نہ ہو۔ یہاں تک کہ چھوٹے بچے کے سامنے بھی نہ ہو۔ کیونکہ رسول اللہ سے مروی ہے حضورؐ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے قربت کرے تو پردہ کرلے بے پردہ ہوگا تو ملائکہ حیا کی وجہ سے باہر نکل جائیں گے اور شیطان آجائے گا اب اگر کوئی بچہ ہوا تو شیطان کی اس میں شرکت ہوگی بزرگان سلف سے یہ بھی منقول ہے کہ بغیر بسم اللہ جماع کرنے کی صورت میں مرد کی شرمگاہ سے شیطان لپٹ جاتا ہے اور اس مرد کی طرح وہ بھی جماع کرتا ہے۔ جماع سے پہلے عورت سے بہلاوا کرنا مستحب ہے۔ اگر ایسا نہ کریگا تو عورت کو رنج پہنچیگا جو غالباً نفرت اور جدائی تک پہنچا دیگا۔

شرمگاہ سے باہر انزال کرنا جائز نہیں اگر عورت آزاد ہو تو اس کی اجازت سے ایسا کرسکتا ہے اور کسی کی باندی ہو تو اس کے آقا کی اجازت ضروری ہے اور اگر اپنی باندی ہو تو اجازت لینے کی ضرورت نہیں اس کو خود اختیار ہے۔ ایک شخص نے رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ میری ایک باندی ہے جو ہماری خدمتگار بھی ہے۔ میں اس سے جماع کرتا ہوں مگر اس کا حاملہ ہونا مجھے پسند نہیں۔ فرمایا اگر چاہو تو عزل کرلیا کرو لیکن جو اس کے لئے مقدر ہو چکا ہے وہ تو اس کو ملیگا ہی۔

حالت حیض ونفاس میں جماع کرنے سے پرہیز کرے اور ایک قول کے لحاظ سے حیض کا خون ختم ہونے کے بعد غسل سے پہلے جماع کرنے سے بھی پرہیز کرے اور نفاس کے چالیس روز گذرنے سے پہلے داگر خون ختم ہوگیا ہو تب بھی جماع نہ کرنا مستحب ہے۔ پانی نہ ملے تو تیمم کرے اگر اس حکم کے خلاف جماع کر گذرا ہو تو ایک روایت کے بموجب ایک یا آدھا دینار بطور کفارہ خیرات کرے اور دوسری روایت کے لحاظ سے دکفارہ مقرر نہیں) بلکہ اللہ سے توبہ استغفار کرے کفارہ کچھ نہ دے آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد کرے مکروہ مقام میں جماع کرنے سے اجتناب رکھے رسول اللہ کا ارشاد ہے ملعون ہے وہ آدمی جو عورت سے دواطت کرتا ہے۔ اگر جماع کی رغبت نہ ہو تب بھی ترک جماع جائز نہیں کیونکہ اس معاملہ میں عورت کو بھی حق ہے اور ترک جماع سے عورت کا ضرر بھی ہے۔ کیونکہ عورت کی خواہش مرد کی خواہش سے بڑی ہوتی ہے حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے حضور اقدس نے فرمایا عورت کی خواہش جماع مرد کی خواہش سے ننانوے درجے زائد ہے۔ مگر اللہ نے اُن پر حیا کو مسلط کر دیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شہوت کے دس حصے ہیں نو عورتوں کے لئے ہیں اور ایک مردوں کے لئے۔ بغیر عذر کے چار ماہ سے زیادہ جماع میں تاخیر کرنی جائز نہیں۔ اگر چار ماہ سے زیادہ مدت گذر جائیگی

تو عورت کو مرد کا فراق ہوگا اگر مرد سفر میں چھ ماہ سے زیادہ رہے اور عورت نے وطن میں واپس بلایا ہو اور مرد باوجود قدرت رکھنے کے جانے سے منکر ہو اور عورت حاکم سے تفریق کی خواستگار ہو حاکم دونوں میں تفریق کرا دے۔ حضرت عمرؓ نے سفر جہاد پر جانے والوں کے لئے یہی مدت مقرر کی تھی کہ چار ماہ سفر پر رہیں چار ماہ ٹھہر رہیں اور ایک ماہ واپسی کے وقت راہ طے کرنے میں گذاریں۔

اگر غیر کی بیوی کو دیکھ کر اس کا حسن پسند آئے تو آکر اپنی بیوی سے قربت کر لے تاکہ جوش شہوانی میں سکون پیدا ہو جائے روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا اگر کسی کو کوئی اجنبی عورت اچھی لگے تو اپنی بیوی سے قربت کرے کیونکہ عورت کی شکل میں شیطان سامنے آتا ہے اور عورت کی شکل میں شیطان پیٹھ پھیر کر جاتا ہے۔ اگر اپنی بیوی نہ ہو تو اللہ کی طرف رجوع کرے اسی سے گناہ سے بچا رکھنے کی درخواست کرے اور شیطان مردود سے اسی کی پناہ مانگے۔

اپنی بیوی سے جماع کرنے کی حالت کا کسی سے تذکرہ کرنا جائز نہیں نہ عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی عورت سے اس کا ذکر کرے۔ یہ چھچھوراپن اور ذلت ہے شرعاً و عقلاً بھی برا ہے۔ ایک طویل حدیث میں حضرت ابوہریرہ کی روایت کے بموجب آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے مردوں کی طرف رخ کر کے فرمایا کیا تم میں کوئی شخص ہے جو بیوی سے جماع کرتے وقت دروازہ بند کر لیتا ہے اپنے اوپر پردہ ڈال لیتا ہے اور اللہ کے حکم کے موافق پردہ میں چھپ جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا پھر بیٹھ کر وہی شخص (لوگوں سے) کہتا ہے میں نے ایسا ایسا کیا۔ یہ سنکر لوگ خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد حضورؐ نے عورتوں کی طرف توجہ کی فرمایا تم میں کوئی عورت ہے جو بیان کرتی ہے عورتیں خاموش رہیں لیکن ایک جوان عورت دو زانو ہو کر گھٹنوں پر زور دیکر اتنی اونچی ہوئی کہ رسول اللہؐ اس کو دیکھ لیں اور اس کی بات سن لیں اور کہنے لگی یا رسول اللہ مرد بھی اس کو بیان کرتے ہیں اور عورتیں بھی بیان کرتی ہیں۔ حضور اقدس نے ارشاد فرمایا۔ تم جانتے ہو کہ اس کی مثال کیا ہوتی ہے اس کی مثال ایسی ہوتی ہے کہ ایک شیطانی کسی شیطان سے گلی میں ملی اور جماع کر لیا اور لوگ ان کو دیکھتے رہے۔ خبردار مردوں کے استعمال کی وہ خوشبو ہے جس کی خوشبو پھیلتی ہے۔ رنگ نمایاں نہیں ہوتا اور عورتوں کے استعمال کی وہ خوشبو ہے جس کا رنگ نمایاں ہوتا ہے مگر مہک نہیں پھیلتی۔

فصل اگر کوئی اپنی بیوی کو جماع کے لئے بلائے اور وہ نہ مانے تو اللہ کی نافرمان ہوگی اور اس پر گناہ ہوگا۔ حدیث ابوہریرہ میں آیا ہے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ جو عورت اپنے شوہر کو اس کے کام (جماع) سے روک دیتی ہے اس پر دو قیراط گناہ ہوتا ہے اور جو مرد اپنی عورت کی حاجت پوری نہیں کرتا اس پر ایک قیراط گناہ ہوتا ہے بعض احادیث میں آیا ہے حضورؐ نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے تو اس کو آجانا چاہیے۔ چاہے تنور پر ہی ہو۔ حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے حضورؐ نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے اور یہ غصہ کی حالت میں رات گذار دے تو صبح تک فرشتے عورت پر لعنت کرتے ہیں۔ قیس بن سعد کا بیان ہے کہ میں حیرہ کو گیا تو دیکھا کہ حیرہ کے لوگ اپنے بادشاہ کو سجدہ کرتے ہیں

میں (مدینہ لوٹ کر آیا اور) خدمت گرامی میں حاضر ہوا تو عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو سجدہ کئے جانے کے زیادہ مستحق ہیں۔ ارشاد فرمایا بتاؤ اگر تم میری قبر کی طرف سے گزرو گے تو قبر کو سجدہ کرو گے۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا تو ایسی صورت میں مجھے بھی سجدہ نہ کرو (یعنی میں فانی ہوں۔ مرنے کے بعد کسے سجدہ کرو گے۔ کیا قبر کو کرو گے۔ سجدہ اسی کو زیبا ہے جو مرنے والا نہیں) حضورؐ نے ارشاد فرمایا اگر میں کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا۔ تو عورتوں کو حکم دیتا کہ شوہروں کو سجدہ کریں۔ کیونکہ اللہ نے عورتوں پر شوہروں کے حقوق واجب کئے ہیں

معاویہ قشیریؓ کا بیان ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم پر ہماری بیوی کا کیا حق ہے فرمایا تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ تم پہنو تو اسے بھی پہناؤ۔ چہرہ پر نہ مارو اس کے چہرہ کو بدنما نہ بناؤ گھر کے اندر کے علاوہ اس سے جدا نہ ہو۔ اگر عورت نشوز پر جمی رہے (نشوز کے معنی قربت سے انکار کرے) یا راضی بھی ہو تو ناگواری کے ساتھ جھگڑے کے بعد تو اول شوہر اس کو نصیحت کرے اللہ کے عذاب سے ڈرائے اگر وہ پھر بھی اپنی حالت پر قائم رہے تو خوابگاہ میں اس کو تنہا چھوڑ دے اور تین روز سے کم کلام کرنا بھی ترک کر دے اس طور پر باز آجائے تو خیر ورنہ پھر اس کو مارنے کا حق ہے۔ لیکن ضرب کا نشان ابھرنے نہ پائے (یہ) ہیان نہ پڑ جائیں، مثلاً کسی معمولی تسمہ سے یا بٹے ہوئے کپڑے سے مارے کیونکہ مقصود ہلاک کرنا نہیں ہے بلکہ مقصد ہے اس کی فرماں پذیری اور سرتابی سے بازداشت۔ اس پر بھی اگر باہمی معاملہ درست نہ ہو تو حکم دو پنچ مقرر کر دے جو آزاد ہوں مسلمان ہوں متقی ہوں۔ ایک شوہر کے قرابت داروں میں سے ہو اور دوسرا بیوی کے گھر والوں میں سے۔ زوجین بھی دونوں کو اپنا اپنا وکیل مان لیں۔ دونوں پنچ معاملہ پر غور کریں اور جیسی مصلحت ہو خواہ صلح ہو یا تفریق مال کے ساتھ ہو یا بغیر مال کے فیصلہ کر دیں ان کا فیصلہ زوجین کے لئے قطعی ہوگا۔

فصل شادی کا ولیمہ مستحب ہے۔ سنت یہ ہے کہ ایک بکری سے کم نہ کرے۔ ولیمہ میں سر کھانا دینا جو میسر ہو اگر مسلمان پہلے دن ولیمہ کی دعوت کرے تو قبول کرنا واجب ہے۔ دوسرے دن کی دعوت قبول کرنا مستحب ہے تیسرے دن مباح ہے بلکہ تیسرے دن ولیمہ کرنا ایک طرح کی پوچ حرکت ہے اصل وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہؐ نے حضرت عبدالرحمن سے فرمایا تھا۔ ولیمہ کرو خواہ ایک ہی بکری کا ہو۔ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا تھا اول دن ولیمہ کرنا حق ہے دوسرے دن ولیمہ کرنا اچھا کام ہے اور اس کے بعد پوچ حرکت ہے۔ حضرت ابن عمر کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جس کو شادی کے ولیمہ کی دعوت دی جائے وہ قبول کرے اگر روزہ نہ ہو تو کھائے اور روزہ دار ہو تو بغیر کھائے واپس چلا جائے کیا نچھاور کرنا اور اس کو لوٹنا جائز ہے یا مکروہ ہے۔ ایک روایت میں مکروہ ہونا آیا ہے کیونکہ اس میں چھچھوراپن ہے ذلت نفس ہے۔ لوٹنے میں حرص نفس ہے۔ اس لئے اس سے بچنا اولیٰ ہے اور ازروئے تقویٰ اس کو ترک کرنا ہی زیادہ مناسب ہے دوسری روایت کے لحاظ سے مکروہ نہیں ہے کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ حضورؐ نے ایک اونٹ کی قربانی کی اور مسکینوں کے لئے اس اونٹ کو آزاد چھوڑ دیا اور حکم دیدیا کہ جو شخص چاہے اس کا گوشت کاٹ کر لیجائے۔ نچھاور میں در

اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ حاضرین کو تقسیم کر دے۔ یہ فعل بہت پاکیزہ نہایت حلال اور بہت متقیانہ ہے

فصل نکاح کی شرائط یعنی ولی عادل موجود ہو۔ عادل گواہ بھی ہوں۔ زوجین باہم کفو بھی ہوں۔ کوئی مرتد نہ ہو۔ عورت عدت میں بھی نہ ہو۔ غرض کوئی مانع نہ ہو اور یہ سب شرطیں پوری موجود ہوں تو عقد باندھنے والا عورت سے اذن طلب کرے۔ بشرطیکہ اس پر جبر نہ کیا گیا ہو اور وہ رانڈ ہو یا دوشیزہ ہو اور اس کا باپ نہ ہو اور شوہر یا اس کے طرفداروں نے عورت کو مہر کی مقدار بتا دی ہو۔ جب عورت اذن دیدے تو نکاح خواں خطبہ پڑھے اور اللہ سے خود بھی استغفار کرے اور مستحب یہ ہے کہ ولی کو بھی استغفار کرنے کا حکم دے۔ پھر شوہر سے جواب طلب کرے اور عورت کا نام مع مقدار مہر بتا کر کہے کہ میں نے اپنی فلاں بیٹی یا بہن کا نکاح اتنے مہر پر تیرے ساتھ کیا۔ شوہر کہے میں نے اس نکاح کو قبول کیا۔ جو شخص اچھے طور پر عربی جانتا ہے۔ اس کا نکاح صرف عربی زبان میں ہی ہوتا ہے اور جو اچھی طرح عربی نہیں جانتا اس کا نکاح کسی کی زبان میں ہوتا ہے۔ جو شخص اچھی طرح عربی نہیں جانتا کیا نکاح کے لئے عربی سیکھنا اس کیلئے لازم ہے یا نہیں اس کی بابت دو قول ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود کا روایت کردہ خطبہ نکاح پڑھنا مستحب ہے۔ امام احمد بن حنبل اگر کسی محفل عقد میں شریک ہوتے تھے اور حضرت عبداللہ والا خطبہ نکاح کے وقت نہیں سنتے تو محفل کو چھوڑ کر لوٹ آتے تھے۔ ہم کو ابن مسعود کا روایت کردہ خطبہ مندرجۂ ذیل سلسلۂ روایت سے پہنچا ہے شیخ امام ہبۃ اللہ بن مبارک بن موسیٰ سقطی نے بغداد میں بحوالہ قاضی مظفر ہناد بن ابراہیم بن محمد بن نصر نسفی بیان کیا۔ قاضی مظفر نے بحوالہ قاضی ابو عمر قاسم بن جعفر بن عبدالواحد ہاشمی بصری بیان کیا۔ قاضی ابو عمر نے بحوالہ محمد بن احمد لؤلؤی اور لؤلؤی نے بحوالہ ابو داؤد اور ابو داؤد نے بحوالہ محمد بن سلیمان انباری مقتی اور محمد بن سلیمان نے بحوالہ وکیع اور وکیع نے بحوالہ اسرائیل اور اسرائیل نے بحوالہ ابو الاحوص اور ابو الاحوص نے بحوالہ ابو عبیدہ حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کیا۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا۔ رسول اللہ نے ہم کو یہ خطبۂ نکاح سکھایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا .... وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۔ اللہ کے لئے تعریف ہے ہم اس کی ثنا کرتے ہیں۔ اس سے مدد مانگتے ہیں اس سے معافی چاہتے ہیں۔ اپنے نفسوں کی برائیوں اور اپنی بداعمالیوں سے اس کی پناہ لیتے ہیں جس کو وہ ہدایت کر دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو وہ گمراہ چھوڑ دے۔ اس کو راہ راست پر کوئی لانے والا نہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں۔ کہ

محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں ۔ لوگو اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا ۔ اسی سے اس کے جوڑے کو پیدا کیا اور دونوں سے بہت مرد اور عورتیں پھیلائیں اور اللہ (کی عہد شکنی سے) ڈرو جس کے واسطے سے تم باہم مانگتے ہو اور قطع رشتہ داری سے بھی بچتے رہو ۔ بلاشبہ اللہ تمہارا نگران ہے ۔ اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو اور پکی بات کہو ۔ اللہ تمہارے اعمال تمہارے لئے درست کر دیگا اور تمہارے گناہ معاف کر دیگا جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے گا ۔ اس کو بڑی کامیابی حاصل ہوگی ۔ مستحب ہے کہ اس کے بعد ان آیات کو مزید پڑھے ۔ وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔ اپنی رانڈوں اور اپنے نیکوکار غلاموں اور باندیوں کا نکاح کردو اگر وہ نادار ہیں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دیگا اللہ کشائش والا ہے اور خوب جاننے والا ہے جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے ۔

اس خطبہ کے علاوہ کوئی دوسرا خطبہ پڑھنا بھی جائز ہے مثلاً یوں پڑھے ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُتَفَرِّدِ بِآلَائِهِ الْجَوَادِ بِاِعْطَائِهِ الَّذِيْ تَجَلّٰى بِاَسْمَائِهِ الْمُتَوَحِّدِ بِكِبْرِيَائِهِ لَا يَصِفُ الْوَاصِفُوْنَ صِفَتَهٗ وَلَا يَبْلُغُهٗ النَّاعِتُوْنَ حَقَّ نَعْتِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الْمَعْبُوْدُ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ نَبِيًّا صَفِيًّا بَرِيًّا مِنَ الْعَاهَاتِ كُلِّهَا فَبَلَّغَ مَا اُرْسِلَ بِهٖ سِرَاجًا زَاهِرًا وَنُوْرًا سَاطِعًا لَامِعًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى اٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ ثُمَّ اِنَّ هٰذِهِ الْاُمُوْرَ كُلَّهَا بِيَدِ اللّٰهِ يَصْرِفُهَا فِيْ طَرَائِقِهَا وَيُمْضِيْهَا فِيْ حَقِّ بِقَعِهَا لَا مُقَدِّمَ لِمَا اَخَّرَ وَلَا مُؤَخِّرَ لِمَا قَدَّمَ وَلَا يَجْتَمِعُ اِثْنَانِ اِلَّا بِقَضَائِهٖ وَقَدَرِهٖ وَلِكُلِّ قَضَاءٍ قَدَرٌ وَلِكُلِّ قَدَرٍ اَجَلٌ وَلِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ ؕ اللہ کے لئے ثنا ہے جو اپنے انعامات میں یگانہ اور بخشش میں بڑا سخی ہے ۔ اپنے ناموں سے ممتاز ہے اپنی بزرگی میں یکتا ہے ۔ بیان کرنے والے اس کی شان نہیں بیان کرسکتے اور نہ اس کی صفات کا اظہار کرنے والے حق تعریف ادا کرسکتے ہیں ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ واحد بے نیاز ہے ۔ وہی معبود ہے ۔ اس کی مثل کوئی چیز نہیں وہ خوب سنتا اور دیکھتا ہے ۔ بابرکت ہے ۔ وہ اللہ جو غالب ہے اور گناہوں کو بخشنے والا ہے ۔ اس نے محمدؐ کو برحق برگزیدہ اور خرابیوں سے پاک نبی بناکر بھیجا آپ روشن چراغ اور چمکتا دمکتا نور تھے ۔ آپ نے وہ پیغام پہنچا دیا جس کے پہنچانے کے لئے بھیجے گئے تھے ۔ آپ پر اور آپ کی تمام آل پر درود و سلام ہو ۔ یہ تمام امور اللہ کے ہاتھ میں ہیں ۔ وہی ان کے راستوں پر ان کو چلاتا اور مناسب مقامات پر جاری فرماتا ہے جس چیز کو پیچھے کردے اس کو کوئی آگے بڑھانے والا نہیں اور جس کو آگے کردے اس کو کوئی پیچھے کرنے والا نہیں ۔ بغیر اللہ کے حکم اور تقدیر کے

دو بھی جمع نہیں ہو سکتے۔ ہر فیصلہ کا پہلے سے اندازہ ہے اور ہر اندازہ کی ایک میعاد ہے اور ہر میعاد لکھی ہوئی ہے اللہ جس تحریر کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔

اس کے بعد کہے اللہ کے حکم اور اندازہ کے مطابق فلاں بن فلاں تمہاری خاتون کو پیام نکاح دے رہا ہے۔ برغبت خاطر تمہاری خاتون سے درخواست نکاح کرنے آیا ہے۔ مقررہ مہر بھی یہ ادا کر چکا ہے اس لئے آپ اس درخواست گزار سے شادی کر دو اور اپنی خاتون کا نکاح کر دو۔ اللہ نے فرمایا ہے وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم و اماکم ان یکونوا فقراء یغنہم اللہ من فضلہ واللہ واسع علیم۔ (ترجمہ اوپر گزر گیا)

خطبہ سے فارغ ہو کر حسب مذکور نکاح باندھ دے۔

محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ لوگو اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا۔ اسی سے اس کے جوڑے کو پیدا کیا اور دونوں سے بہت مرد اور عورتیں پھیلائیں اور اللہ (کی عہد شکنی سے) ڈرو جس کے واسطے سے تم باہم مانگتے ہو اور قطع رشتہ داری سے بھی بچتے رہو۔ بلاشبہ اللہ تمہارا نگران ہے۔ اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو اور پکی بات کہو۔ اللہ تمہارے اعمال تمہارے لئے درست کر دیگا اور تمہارے گناہ معاف کر دیگا جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے گا۔ اس کو بڑی کامیابی حاصل ہوگی۔ مستحب ہے کہ اس کے بعد ان آیات کو مزید پڑھے۔ وَ اَنْكِحُوا الْاَیَامٰی مِنْكُمْ وَالصَّالِحِیْنَ من عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَاءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ، یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ اپنی رانڈوں اور اپنے نیکو کار غلاموں اور باندیوں کا نکاح کر دو اگر وہ نادار ہیں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دیگا اللہ کشائش والا ہے اور خوب جاننے والا ہے جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

اس خطبہ کے علاوہ کوئی دوسرا خطبہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ مثلاً یوں پڑھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُتَفَرِّدِ بِآلَائِهٖ الْجَوَادِ بِاِعْطَائِهٖ اَلَّذِیْ تَجَلّٰی بِاَسْمَائِهٖ اَلْمُتَوَحِّدِ بِكِبْرِیَائِهٖ لَا یَصِفُ الْوَاصِفُوْنَ صِفَتَهٗ وَلَا یَنْعَتُهُ النَّاعِتُوْنَ حَقَّ نَعْتِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الْمَعْبُوْدُ لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ نَبِیًّا صَفِیًّا بَرِیًّا مِنَ الْعَاهَاتِ كُلِّهَا فَبَلَّغَ مَا اُرْسِلَ بِهٖ سِرَاجًا زَاهِرًا وَنُوْرًا سَاطِعًا لَامِعًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِهٖ اَجْمَعِیْنَ ثُمَّ اِنَّ هٰذِهِ الْاُمُوْرَ كُلَّهَا بِیَدِ اللّٰهِ یَصْرِفُهَا فِیْ طُرُقِهَا وَیُمْضِیْهَا فِیْ حَقَائِقِهَا لَا مُقَدِّمَ لِمَا اَخَّرَ وَلَا مُؤَخِّرَ لِمَا قَدَّمَ وَلَا یَجْتَمِعُ اثْنَانِ اِلَّا بِقَضَائِهٖ وَقَدَرِهٖ وَلِكُلِّ قَضَاءٍ قَدَرٌ وَلِكُلِّ قَدَرٍ اَجَلٌ وَلِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ یَمْحُو اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ۔

اللہ کے لئے ثنا ہے جو اپنے انعامات میں یگانہ اور بخشش میں بڑا سخی ہے۔ اپنے ناموں سے ممتاز ہے اپنی بزرگی میں یکتا ہے۔ بیان کرنے والے اس کی شان نہیں بیان کر سکتے اور نہ اس کی صفات کا اظہار کرنے والے حق اظہار ادا کر سکتے ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ واحد بے نیاز ہے۔ وہی معبود ہے۔ اس کی مثل کوئی چیز نہیں وہ خوب سنتا اور دیکھتا ہے۔ بابرکت ہے۔ وہ اللہ جو غالب ہے اور گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ اس نے محمدؐ کو برحق برگزیدہ اور خرابیوں سے پاک نبی بنا کر بھیجا آپ روشن چراغ اور چمکتا دمکتا نور تھے۔ آپ نے وہ پیام پہنچا دیا جس کے پہنچانے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ آپ پر اور آپ کی تمام آل پر درود و سلام ہو۔ یہ تمام امور اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ وہی ان کے راستوں پر ان کو چلاتا اور مناسب مقامات پر جاری فرماتا ہے جس چیز کو پیچھے کر دے اس کو کوئی آگے بڑھنے والا نہیں اور جس کو آگے کر دے اس کو کوئی پیچھے کرنے والا نہیں۔ بغیر اللہ کے حکم اور تقدیر کے

دو بھی جمع نہیں ہو سکتے۔ ہر فیصلہ کا پہلے سے اندازہ ہے اور ہر اندازہ کی ایک میعاد ہے اور ہر میعاد لکھی ہوئی ہے اللہ جس تحریر کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔

اس کے بعد کہے اللہ کے حکم اور اندازہ کے مطابق فلاں بن فلاں تمہاری خاتون کو پیام نکاح دے رہا ہے۔ برغبت خاطر تمہاری خاتون سے درخواست نکاح کرنے آیا ہے بمقررہ مہر بھی یہ ادا کر چکا ہے اس لئے آپ اس درخواست گزار سے شادی کر دو اور اپنی خاتون کا نکاح کر دو۔ اللہ نے فرمایا ہے وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم و امائکم ان یکونوا فقراء یغنہم اللہ من فضلہ واللہ واسع علیم۔ (ترجمہ اوپر گزر گیا)

خطبہ سے فارغ ہو کر حسب مذکور نکاح باندھ دے۔

باب ۲

بھلائی کا حکم اور برائی سے بازداشت

اللہ نے بھلائی کا حکم دینے والوں اور برائی سے روکنے والوں کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے اور ان کی تعریف فرمائی ہے ارشاد فرمایا ہے۔ اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ بھلائی کا حکم دینے والے بُرائی سے روکنے والے اور اللہ کی قائم کردہ حدوں کی نگرانی رکھنے والے۔ دوسری آیت میں آیا ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ۔ تم لوگوں (کی ہدایت) کے لیے بہترین گروہ بنا کر بھیجے گئے ہو۔ بھلائی کا حکم دیتے ہو۔ برائی سے بازداشت کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ ایک اور آیت میں فرمایا ہے۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ مومن مرد اور مومن عورتیں باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

روایت میں آیا ہے رسول اللہؐ نے فرمایا (یا تو) تم قطعاً بھلائی کا حکم دوگے اور بُری باتوں سے بازداشت کروگے۔ ورنہ اللہ تمہارے نیکوں پر تمہارے بُروں کو ضرور مسلط کردیگا۔ پھر نیک لوگ دعا کریں گے مگر ان کی دعا قبول نہ ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ہے۔ حضور والا نے فرمایا اچھی باتوں کا حکم دو اور بری باتوں سے روکو اس سے پہلے کہ تمہارے نیکوں کی دعائیں قبول نہ ہوں اور تم استغفار کرو مگر تمہیں معاف نہ کیا جائے۔ خوب سمجھ لو کہ اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا نہ رزق کو دور کرتا ہے نہ عمر کی مدت کو کم کرتا ہے۔ خوب سن لو کہ یہودی علماء اور عیسائی مشائخ نے جب اچھی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا چھوڑ دیا تو اللہ نے ان کے پیغمبروں کی زبانی اُن پر لعنت کی۔ پھر عموماً سب بلاؤں میں گرفتار کیے گئے۔

ہر مسلمان آزاد عاقل بالغ پر جو معروف اور منکر سے واقف ہو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بشرطیکہ قدرت ہو اس طرح کرنا واجب ہے کہ بڑا بگاڑ نہ پیدا ہو اور اپنی جان مال اور عیال و اولاد کا ضرر بھی نہ ہو۔ تبلیغ کے لئے کوئی شرط نہیں حاکم ہو یا عام، خلیفہ ہو یا عام کوئی فرد رعیت امر ممنوع کے واقع ہونے کی قطعی واقفیت کی شرط اس لئے ضروری ہے کہ نا واقفیت کی وجہ سے کہیں گناہ میں نہ پڑ جائے ممکن ہے کہ واعظ کے گمان کے خلاف واقعہ ہو اللہ نے فرمایا اے اہل ایمان بہت سے گمانوں سے اجتناب رکھو بعض گمان بلاشبہ گناہ ہیں۔ مبلغ پر یہ بھی واجب نہیں ہے کہ چھپی ہوئی

باتوں کا ذکر کوشش کے ساتھ انکشاف کرے۔ اللہ نے اس کی ممانعت فرمادی ہے۔ ارشاد فرمایا ہے۔ لَا تَجَسَّسُوْا ٹوہ میں نہ رہو۔ واجب صرف یہ ہے کہ خلاف شرع بات اگر ظاہر ہو تو اس کا انکار کرے چھپی باتوں کی تفتیش میں پردہ دری ہوتی ہے جس کی ممانعت ہے۔

فصل روکنے کی طاقت رکھنے کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے اگر کسی قوم میں کوئی شخص گناہ کر رہا ہے اور لوگ اس کو بدلنے کی طاقت رکھتے ہوں اور نہ بدلیں تو اللہ کی طرف سے سب پر توبہ کرنے سے پہلے ہی عمومی عذاب آجاتا ہے۔ اس حدیث میں رسول اللہؐ نے طاقت رکھنے کی شرط مقرر فرمائی ہے اور طاقت اس وقت حاصل ہوتی ہے کہ اہل صلاح کا غلبہ حاصل ہو لیکن اگر باز داشت کرنے میں کچھ اپنی جان کا یا مال کا ضرر ہو تو باز داشت واجب نہیں۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو دوسری آیت ہے۔ وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ خودکشی نہ کرو۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اپنے آپ کو بے عزت کرنا مومن کے لئے زیبا نہیں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ کوئی خود اپنے کو بے عزت کیسے کرتا ہے۔ فرمایا۔ ایسی بات کے درپے نہ ہو جس کی اس کو طاقت نہ ہو۔ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا ہے اگر تم کوئی ایسی بات دیکھو جس کو بدل نہ سکتے ہو تو صبر کرو یہاں تک کہ اللہ اس کو خود ہی بدل دے۔ اب سوال یہ ہے کہ جان کے اندیشہ کے وقت امر منکر کی تردید اگرچہ واجب نہیں مگر جائز بھی ہے یا نہیں۔ ہمارے نزدیک جائز بلکہ افضل ہے بشرطیکہ حوصلہ اور صبر کامل ہو اور جہاد کی طرح ہے۔ باری تعالیٰ نے حضرت لقمان کے قصہ میں فرمایا وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا اَصَابَكَ (اچھائی کا حکم دو بری بات سے روکو اور جو کچھ تم کو دکھ پہنچے اس پر صبر رکھو۔ خصوصاً کسی ظالم بادشاہ کے سامنے ایسا کرنا یا غلبۂ کفر کے وقت ایمان کا کلمہ زبان پر لانا بڑی بات ہے۔ ان دونوں مقاموں میں اظہار حق کرنے پر فقہا کا بھی اتفاق ہے۔ اختلاف کے مواقع اس سے الگ ہیں۔

فصل امر منکر کو رد کرنے والے تین قسم کے ہیں (۱) قوت سے روکنے والے یہ گروہ تو بادشاہوں اور حاکموں کا ہے (۲) صرف زبان سے منع کرنے والے یہ علما ہوتے ہیں (۳) دل سے برا جاننے والے یہ عام لوگ ہیں۔ اس معنی کی ایک حدیث بھی آئی ہے۔ جس کو حضرت ابوسعید خدری نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اگر بری بات دیکھے تو قوت سے اس کو بدل دے۔ ایسا نہ کر سکے تو زبان سے (اس کو روکے) اور ایسا بھی نہ کر سکے تو دل سے (اس کو برا جانے) یہ ضعیف ترین ایمان ہے۔ یعنی ایمانی عمل کا کمزور ترین درجہ ہے۔ بعض صحابیوں کا قول ہے کہ اگر کوئی امر ممنوع دیکھے اور اس کو منع کرنے کی طاقت نہ ہو تو تین مرتبہ کہے۔ الٰہی یہ بلاشبہ برا کام ہے اگر ایسا کہہ دے گا۔ تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ثواب اس کو ملیگا۔

فصل۔ اگر غالب گمان ہو کہ منع کرنے سے بھی برائی دور نہ ہوگی اور کرنے والا جاری رکھے گا تو ایسی حالت میں کیا تردید

واجب ہے یا نہیں۔ امام احمد سے اس مسئلہ میں دو قول مروی ہیں۔ ایک میں وجوب منقول ہے، کیونکہ ممکن ہے وہ باز آجائے۔ رک جائے اس کے دل میں نرمی پیدا ہو جائے اس کو اللہ کی طرف سے توفیق مل جائے۔ منع کرنے والے کی سچائی کی برکت سے اس کو ہدایت حاصل ہو جائے اور وہ اپنے عمل سے لوٹ جائے۔ دوسرے قول میں ہے کہ روکنا واجب نہیں جب تک غالب خیال نہ ہو کہ برائی دور ہو جائے گی۔ کیونکہ روکنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ برائی دور ہو جائے۔ اس سے اگر قوی گمان ہو کہ برائی دور نہ ہوگی۔ تو ترک نصیحت اولیٰ ہے۔

فصل بھلائی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے کے لئے پانچ شرطیں ہیں۔ امر و نہی کا عام ہو۔ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے دین کو قوی بنانے اور اللہ کا بول بالا کرنے کے لئے وعظ کہے۔ دکھاوٹ شہرت اور ذاتی شہرت مقصود نہ ہو اگر سچا مخلص ہوگا تو اللہ کی طرف سے اس کو مدد دی جائے گی۔ توفیق شامل حال ہوگی اور بری بات دور ہو جائے گی۔ اللہ نے فرمایا ہے اگر تم اللہ کے دین کی حمایت کرو گے۔ تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو جما دیگا۔ دوسری آیت میں آیا ہے۔ اللہ (کی مدد) ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ رکھتے ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ ہے جو نیکوکار ہیں۔ اگر شرک سے بچیگا اور نصیحت کرنے میں مخلوق کی رعایت چھوڑ دے گا اور اخلاص کے ساتھ اچھے عمل کرے گا تو اس کو کامیابی حاصل ہوگی۔ ورنہ (اللہ کی طرف سے) مدد نہ ہوگی بے عزتی ذلت اور حقارت نصیب نہ ہوگی۔ برائی بھی زائل نہ ہوگی۔ بلکہ بڑھ جائے گی۔ برائی کا غلبہ ہو جائے گا بلکہ معصیت گناہوں کے پیچھے دوڑنے کے پیشہ میں جن و انس اللہ کی مخالفت اور نافرمانی اور ارتکاب ممنوعات پر اتفاق کر لینگے امر و نہی نرمی اور محبت کے ساتھ ہو۔ بدخلقی اور سختی کے ساتھ نہ ہو بلکہ نرمی خیر خواہی اور اپنے بھائی پر شفقت کی جائے اور وہ اپنے دشمن شیطان ملعون کے ساتھ کس طرح متفق ہو گیا اور شیطان اس کی عقل پر چھا گیا رب کی نافرمانی کو اس کی نظر میں خوبصورت بنا کر دیا۔ اس سے شیطان کا مقصد صرف یہ تھا کہ اس گنہگار کو تباہ کر دے اور دوزخ میں پہنچا دے۔ اللہ نے فرمایا اِنَّمَا یَدْعُوْ حِزْبَہٗ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ شیطان اپنے گروہ والوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ دوزخی ہو جائیں۔

اللہ نے اپنے نبی کو خطاب کر کے فرمایا ہے فَبِمَا رَحْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَہُمْ وَ لَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ۔ آپ اللہ کی مہربانی سے ان کے ساتھ نرمی کرتے ہیں اگر آپ درشت خو سخت دل ہوتے تو آپ کے گرد و پیش سے وہ پراگندہ ہو جاتے۔ اللہ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کو پیغمبر بنا کر فرعون کے پاس بھیجا۔ تو فرمایا۔ فَقُوْلَا لَہٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّہٗ یَتَذَکَّرُ اَوْ یَخْشٰی اس سے نرمی سے بات کرنا۔ شاید وہ نصیحت قبول کر لے یا (اللہ کی نافرمانی سے) ڈر جائے۔

حضرت اسامہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے۔ حضور نے فرمایا جب تک کسی میں تین باتیں نہ ہوں اچھائی کا حکم

دینا اور بری باتوں سے (کسی کو) باز داشت کرنا اس کے لئے زیبا نہیں ۔ا جس چیز کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دے رہا ہو اس کو خود بھی جانتا ہو ۲ امر و نہی نرمی کے ساتھ کرے صابر ہو بردبار ہو۔ قوت برداشت رکھتا ہو متواضع ہو خوش نفس سے دور قوی دل ہو خوش خلق ہو طبیب ہو کہ بیمار کا علاج کر سکے دانشمند ہو کہ دیوانہ کی دوا کر سکے۔ امام ذی ہو۔ اللہ نے فرمایا ہے وجعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا ہم نے ان میں سے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم کے موافق ہدیت کرتے تھے ۔ جب اللہ کے دین کی حمایت اور عزت کے لئے اور دین کو قائم کرنے کے لئے انھوں نے اپنی قوم کے مقابلہ میں ہر دکھ پر صبر کیا۔ تو اللہ نے بھی ان کو پیشوا لیڈر دین کے طبیب اور مسلمانوں کا قائد بنا دیا۔

حضرت لقمان کے قصہ میں اللہ نے فرمایا۔ اچھے کام کا حکم دے بُری بات سے باز داشت کر جو کچھ تجھے دکھ پہنچے اس پر صبر رکھ۔ یہ بڑے حوصلہ کا کام ہے ۔۳ جس چیز کا حکم دے رہا ہو اس پر خود بھی کاربند ہو جس چیز کی ممانعت کر رہا ہے اس میں خود آلودہ نہ ہو پاک ہو تاکہ مخالفوں کا اس پر غلبہ نہ ہو سکے۔ اور اللہ کے نزدیک مذموم اور ملامت زدہ نہ ہو۔ اللہ نے فرمایا ہے اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسكم وانتم تتلون الكتاب افلا تعقلون ۔ کیا تم لوگوں کو تو نیکی کرنے کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے کو بھول جاتے ہو۔ حالانکہ کتاب (الٰہی) پڑھتے ہو۔ کیا اتنا بھی نہیں سمجھتے ۔ حضرت انس بن مالک کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے ۔ حضور اقدس نے فرمایا۔ میں نے شب معراج میں کچھ لوگ دیکھے جن کے لب قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے میں نے کہا جبرئیل یہ کون ہیں۔ جبرئیل نے کہا یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں۔ جو لوگوں کو حکم دیتے تھے اور خود اپنے کو بھولے ہوئے تھے۔ باوجودیکہ کتاب بھی پڑھتے تھے ۔ ایک شاعر کا قول ہے جس بات کو تو خود کرتا ہے لوگوں کو اس سے نہ روک۔ اگر ایسا کریگا تو یہ تیرے لئے بڑی شرم کی بات ہوگی ۔ قتادہ نے فرمایا ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ توراۃ میں لکھا ہوا ہے۔ آدمی (دوسروں کو) میری یاد دلاتا ہے اور خود مجھے بھولا رہتا ہے (دوسروں کو) میری طرف آنے کی دعوت دیتا ہے اور خود مجھ سے بھاگتا ہے اور بیکار ہے تمہارا ڈرانا۔ اس آخری فقرہ سے مراد یہ ہے کہ جو دوسروں کو اچھے کام کا حکم دیتا ہے اور بُری بات سے روکتا ہے مگر اپنی ذات کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس کا یہ نصیحت کرنا بیکار ہے ۔ اللہ بزرگ و برتر ہی اپنی مراد سے خوب واقف ہے۔

فصل اگر امر و نہی ممکن ہو تو بہتر یہ ہے کہ تنہائی میں ایسا کرے۔ تاکہ حکم الٰہی کامل طور پر پہنچ جائے۔ وعظ تنبیہ اور نصیحت پختہ طور پر ہو جائے قبول کرنے اور امر ممنوع سے باز رہنے کا قریب ترین موقع مل جائے ۔ حضرت ابو الدرداء نے فرمایا جس نے اپنے بھائی کو علانیہ نصیحت کی اس نے عیب دار بنا دیا اور جس نے تنہائی میں نصیحت کی اس نے سنوار دیا۔ تنہائی میں نصیحت کرنی اگر سودمند نہ ہو سکے تو پھر ظاہر کرے اور دوسرے اہل خیر کی بھی مدد لے اس طرح بھی فائدہ نہ ہو تو پھر حکومت کے آدمیوں سے مدد لے۔ بُری بات سے باز داشت کبھی نہ چھوڑے جس قوم نے باز داشت ترک کردی اور اس کی طرف سے غافل ہو گئی۔ اللہ نے اس کی مذمت کی ہے۔ فرمایا ہے لوگ جو برے کام کرتے تھے ان سے ایک دوسرے

کو نہیں روکتے تھے۔ وہ یہ بری حرکت کرتے تھے۔ دوسری آیت میں فرمایا ہے۔ گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے ان کے مشائخ اور علماء کیوں نہیں روکتے۔ یہ بری حرکت کرتے ہیں۔ یعنی علماء اور مشائخ اور قاریوں نے ان کو بیجائی کی باتیں کہنے حرام کھانے اور گناہ کے کام کرنے سے کیوں نہیں روکا۔

کہا گیا ہے کہ حضرت یوشع بن نون کے پاس اللہ نے وحی بھیجی کہ میں تمہاری قوم میں سے چالیس ہزار نیکوں اور ساٹھ ہزار بدی کرنے والوں کو ہلاک کروں گا۔ حضرت یوشع نے عرض کیا۔ برے تو خیر لیکن نیکوں کو ہلاک کرنے کی کیا وجہ ہے۔ اللہ نے فرمایا وہ میری ناراضگی پر ناراض نہیں ہوئے اور بدوں کے ساتھ کھاتے پیتے رہے۔

فصل ہم نے شروع میں ذکر کیا ہے کہ واعظ خود بھی اوامر کا پابند اور مناہی سے پرہیز رکھنے والا ہو لیکن ہمارے مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر شخص پر واجب ہے۔ فاسق ہو یا صالح الاعمال اس کے متعلق گذشتہ آیت واحادیث میں جو عموم بلا تفریق آیا ہے۔ ہم نے اس کی طرف بھی اشارہ کر دیا۔ بعض سلف نے آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (بعض آدمی اللہ کی مرضی کی طلب میں اپنی جان فروخت کرتے ہیں) کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر محمول کیا ہے (یعنی لوگوں کو نصیحت کرنے کی وجہ سے ایک آدمی مارا گیا اس کا تذکرہ اس آیت میں ہے) ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو یہ آیت پڑھتے سنا تو فرمایا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ وہ ایک آدمی تھا جو کھڑا بھلائی کرنے اور برائی سے باز رہنے کی نصیحت کر رہا تھا اس کو شہید کر دیا گیا۔

حضرت ابوامامہ کی روایت ہے۔ حضور نے فرمایا ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنی افضل جہاد ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت ہے۔ حضور نے فرمایا قیامت کے دن تمام شہیدوں میں افضل حمزہ بن عبدالمطلب ہوں گے۔ اور وہ آدمی ہوگا جس نے ایک ظالم بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو کر اس کو بھلائی کا حکم دیا اور برائی سے روکا اور بادشاہ نے اس کو قتل کر دیا۔ وہ شخص کہ اگر اس کو بری بات سے روکا جائے تو اس کو اکڑ آجائے اور مخالفت نہ مانے۔ اللہ نے آیت ذیل میں اس کا بیان کیا ہے اور فرمایا ہے واذا قیل له اتق الله اخذته العزة بالاثم۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا اللہ کے نزدیک بزرگ ترین گناہوں میں سے ہے۔ یہ امر کہ کسی سے کہا جائے اللہ سے ڈر اور وہ جواب دے تجھے اپنے آپ سے مطلب ہے۔ نیک ہو یا بد۔ یہ حکم سب کے لئے عام ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا اچھی بات کا حکم دو خواہ خود عمل نہ کیا ہو اور بری بات سے روکو خواہ خود نہ رکتے ہو۔ کیونکہ کوئی شخص بھی گناہ سے خالی نہیں۔ ظاہری گناہ یا چھپا ہوا گناہ۔ اب اگر نصیحت کرنے اور دوسروں کو روکنے کے لئے اپنی پاک دامنی کی شرط لگائی جائے گی تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دشوار ہو جائیگا۔ اس طرح نصیحت کرنے کا حکم ہی ہٹ جائے گا اور نابود ہو جائیگا۔

فصل : بات کتاب سنت اور عقل کے موافق ہو وہ معروف (اچھی) ہے اور جو مخالف ہو وہ منکر (بری) ہے۔

معروف و منکر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جس کا وجوب یا حرمت عوام خواص سب جانتے ہیں۔ جیسے پانچوں وقت کی نماز، رمضان کے روزے، زکوٰۃ حج وغیرہ کی فرضیت اور زنا۔ شراب خواری۔ چوری۔ رہزنی۔ سود خواری۔ ڈاکہ وغیرہ کی حرمت ایسے گناہوں کی تردید سب کے ذمہ ہے۔ عوام ہوں یا علما۔ دوسری قسم وہ ہے جس سے صرف خواص (علماء) ہی واقف ہیں جیسے اللہ کی سلبی یا ثبوتی صفات۔ اس قسم کے خلاف شرع امور کا انکار علما کے لئے مخصوص ہے۔ اگر کوئی عام عوام کو بتلائے تو اُس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ عام لوگوں کے لئے منکر کی تردید اس وقت واجب ہے۔ جب ان کو اس کی قدرت ہو۔ اگر کوئی مسئلہ مختلف فیہ ہو فقہا کا اس میں اختلاف ہو۔ اجتہاد کی گنجائش ہو۔ جیسے امام ابوحنیفہ کی تقلید میں عام لوگوں کا نبیذ پینا بغیر ولی کے عورت کا خود نکاح کر لینا تو امام احمد اور امام شافعی کے مقلد کے لئے اس کے خلاف آواز اُٹھانا جائز نہیں مروزی کی روایت ہے کہ امام احمد نے فرمایا کسی فقیہہ کے لئے جائز نہیں کہ لوگوں کو اپنے مسلک پر ابھارے اور ان پر سختی کرے حقیقت میں مخالفت کی آواز صرف اس صورت میں اٹھانی چاہئے کہ اجماع (علماء) کی شکست ہو رہی ہو مختلف فیہ مسائل میں نکیر نہ ہونا چاہئے۔ امام احمد سے مختلف فیہ مسائل میں مخالفت کی آواز اٹھانے کی بھی ایک روایت آئی ہے چنانچہ میمونی کی روایت میں آیا ہے کہ اگر کچھ لوگ شطرنج کھیل رہے ہوں اور کوئی شخص اُدھر سے گزرے تو ان کو منع کرے اور روکے اور ظاہر ہے کہ شطرنج کھیلنا شافعیہ کے نزدیک جائز ہے۔

فصل ہر مومن پر واجب ہے کہ ہر حال میں ان آداب پر عمل کرے ترک نہ کرے۔ مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ پہلے باادب ہو جاؤ۔ پھر علم حاصل کرو۔ ابوعبداللہ بلخی نے فرمایا ادب علم علم سے بہت زیادہ (اہم) ہیں عبداللہ بن مبارک نے کہا جب مجھ سے بیان کیا جاتا ہے کہ فلاں عالم کو تمام اگلوں اور پچھلوں کی برابر علم ہے تو مجھے اس کی ملاقات نہ ہونے کا افسوس نہیں ہوتا لیکن اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص کو ادب نفس حاصل ہے تو مجھے اس سے ملنے کی آرزو ہوتی ہے اور ملاقات نہ ہونے کا افسوس۔

مستحبات کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کسی شہر کے پانچ حصار ہوں۔ پہلی فصیل سونے کی دوسری چاندی تیسری لوہے کی۔ چوتھی پختہ اینٹوں کی جب تک حصار والے کچی اینٹوں کی فصیل کی نگرانی رکھیں گے۔ دشمن پکی اینٹوں والی فصیل کی طمع نہ کرے گا اگر بغیر نگرانی کے چھوڑ دینگے تو دشمن کو دوسری فصیل کی طمع ہوگی۔ پھر تیسری کی۔ اسی طرح پانچوں فصیلوں کو گرا دیا جائیگا۔ ایمان کی بھی یہی حالت ہے۔ اس کی پانچ فصیلیں ہیں اول یقین کی دوسری۔ خلوص کی تیسری ادائے فرائض کی چوتھی تکمیل سنت کی پانچویں مستحبات کی پابندی کی۔ جب تک بندہ مستحبات کی پابندی اور نگرانی رکھتا ہے شیطان کو اس پر حملہ کرنے کی طمع نہیں ہوتی مستحب کو چھوڑ دیتا ہے تو شیطان کو سنت کی فصیل پر حملہ کرنے کی طمع ہوتی ہے پھر فرائض پر پھر اخلاص پر پھر ایمان پر۔ اس لئے مناسب ہے کہ وضو نماز خرید و فروخت غرض ہر بات میں آدمی مستحب کا پابند رہے۔

ہم نے اپنی مراد اپنے پسندیدہ مقصد اور آداب شریعت کا خلاصہ بیان کر دیا ہمارے بیان کا آخری حصہ یہی ہے۔ پانچوں عبادتوں کے حکم کی تعمیل سے آدمی مسلمان ہوجاتا ہے اور ان آداب کو اختیار کرنے سے سنت کا پیرو اور آثار سلف کا تابع بن جاتا ہے اور اس طرح اس کو کچھ معرفت حاصل ہوجاتی ہے۔ باقی معرفت صانع کی حقیقت کا تعلق تو قلبی اعمال سے ہے ہم نے قلبی اعمال کا بیان اس لئے پیچھے کیا ہے کہ دین اسلام میں داخل ہونے میں دشواری نہ ہو آدمی جب ظاہری طور پر اسلام کا لباس پہن لے گا تو پھر ہم اس سے فرمایان کا باطنی لباس پہننے کے لئے کہیں گے۔

صانع کی معرفت

آیات اور دلائل کی روشنی میں مختصراً اللہ کی معرفت یہ ہے کہ مندرجہ ذیل چیزوں کی معرفت اور یقین ہو۔ اللہ اکیلا ہے ایک ہی ہے تنہا ہے۔ باپ نہیں بیٹا نہیں اس کا کوئی ہمسر نہیں کوئی چیز اس کی مثل نہیں وہ سمیع ہے بصیر ہے اس کا کوئی ہم شکل نہیں کوئی نظیر نہیں کوئی مددگار نہیں کوئی شریک نہیں کوئی پشت پناہ نہیں کوئی وزیر نہیں۔ کوئی برابر کا مخالف نہیں کوئی صلاح کار نہیں وہ جسم نہیں کہ چھونے میں آئے جوہر نہیں کہ سمجھ جائے عرض نہیں کہ گزر جائے نہ اس کے اجزا ہیں نہ ذرائع۔ نہ تالیف نہ ماہیت نہ حد۔ وہی اللہ ہے آسمان کو اونچا اور زمین کو نیچا بنانے والا۔ نہ وہ طبیعت عامہ ہے نہ طالع۔ نہ ہر چیز پر چھانے والا اندھیرا نہ جگمگاتی روشنی۔ ہر چیز کا اس کو علم حضوری ہے۔ بغیر چھونے کے وہ ہر چیز کا مشاہدہ کرتا ہے۔ غالب ہے تسلط والا ہے۔ حاکم ہے قدرت والا ہے۔ رحیم ہے بخشنے والا ہے۔ گناہوں کا پردہ پوش ہے۔ عزت دینے والا ہے۔ حامی ہے بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔ خالق ہے نیست سے ہست کرنیوالا ہے۔ سب سے اول ہے سب کے آخر ہے ظاہر بھی ہے اور باطن بھی تنہا معبود ہے نہ مرنے والا زندہ ہے۔ غیر فانی ازلیت والا ہے ہمیشہ اس کی حکومت رہے گی۔ اس کا غلبہ ہمیشہ ہمیشہ ہے۔ سب کو تھامنے والا ہے۔ سوتا نہیں۔ وہ قوت والا ہے جس پر ظلم نہیں کیا جا سکتا ایسا مضبوط ہے کہ اس کی حدود میں کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔ اسی کے عظمت والے نام ہیں اسی کی بڑی بڑی بخششیں ہیں اس نے تمام مخلوق کے فنا ہونے کا فیصلہ کر دیا اور فرمایا زمین پر جو کوئی ہے فنا پذیر ہے۔ صرف بزرگی اور عزت والے رب کی ذات باقی رہے گی۔ وہ اوپر کی جانب ہے۔ عرش پر مستوی ہے حکومت کو گھیرے ہوئے۔ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ پاکیزہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور اچھے عمل ان کو اوپر کو اٹھاتے ہیں۔ وہ آسمان سے زمین تک ہر چیز کا انتظام کرتا ہے۔ پھر ہر چیز ایسے دن جس کی مقدار تمہاری گنتی کے ہزار برس کی برابر ہوگی اسی کی طرف مڑ جائے گی۔ اُس نے تمام مخلوق کو اور ان کے افعال کو پیدا کیا اور ان کے رزق اور زندگی کی مدتیں مقرر کیں جس چیز کو اس نے پیچھے کیا اس کو آگے کرنے والا اور جس چیز کو اس نے آگے کیا اس کو پیچھے کرنے والا کوئی نہیں وہی سارے اہل جہان اور ان کے کاموں کا ارادہ کرتا ہے اگر وہ ان کو نافرمانی سے بچا لیتا تو وہ

مخالفت نہ کرسکتے اور اگر چاہتا تو اس کے سب فرماں بردار ہو جائیں تو سب فرماں بردار ہو جاتے۔ وہ چھپی اور بہت ہی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور دلوں کے سرار سے واقف ہے۔ جس کو اس نے خود پیدا کیا بھلا وہ اُس سے کس طرح واقف نہ ہوگا۔ وہ تو بڑا باریک بین اور باخبر ہے۔ وہی حرکت دینے والا اور ٹھہرانے والا ہے۔ ہم اس کا تصور نہیں کرسکتے اور نہ ذہن اس کا اندازہ کرسکتے ہیں۔ اس کا قیاس انسانوں پر نہیں کیا جاسکتا جس چیز کو اس نے خود بنایا اس کے ساتھ مشابہت سے وہ پاک ہے اور اس بات سے بھی وہ برتر ہے کہ جس چیز کو اس نے ایجاد کیا اور نیست سے ہست بنایا اس سے اس کی نسبت کی جائے۔ ہر شخص جو کچھ کرتا ہے وہ اس پر قابو رکھتا ہے سب کو اس نے اپنے علمی حافظہ میں رکھا ہے اور گن رکھا ہے۔ ہر ایک قیامت کے دن اس کے سامنے تن تنہا جائے گا تاکہ ہر ایک کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے قیامت کی غرض یہ ہے کہ بدکاروں کو ان کی بدکاری اور نیکی کرنیوالوں کو ان کی نیکی کا بدلہ دیدے۔ وہ مخلوق کا محتاج نہیں اپنی مخلوق کو رزق دیتا ہے وہ کھلاتا ہے کھلایا نہیں جاتا۔ وہ روزی دیتا ہے اس کو روزی دی نہیں جاتی۔ وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے برخلاف کسی کو پناہ نہیں دی جاتی۔ مخلوق اس کی محتاج ہے اس نے مخلوق کو اس لئے پیدا نہیں کیا کہ خود نفع حاصل کرے یا اپنے دُکھ کو دور کرے یا کسی درخواست کنندہ نے اس سے تخلیق کی درخواست کی ہو یا اس کے دل میں پیدا کرنے کا کوئی خیال آیا یا کوئی سوچ پیدا ہوئی بلکہ (ہر چیز سے پاک) خالص ارادہ ہوا اس نے خود ہی فرمایا ہے اللہ ہر صادق سے زیادہ وہ صادق القول ہے۔ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ "وہ بزرگ مالک عرش ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ اکیلا قدرت رکھتا ہے۔ اعمال کو نیست سے ہست کرنے کی دکھ اور مصیبت کو دور کرنے کی اشیاء کو متغیر کرنے کی اور حالات کو بدلنے کی وہ روزانہ نئی شان میں ہے۔ جو کچھ اس نے مقدر کیا ہے اس کو اس کے مقرر کردہ وقت کی جانب وہی چلاتا ہے۔ بلاشبہ وہ حیات کے ساتھ زندہ ہے۔ قدرت کے ساتھ قادر ہے۔ ارادہ کے ساتھ صاحب ارادہ ہے کان سے سننے والا ہے آنکھ سے دیکھنے والا ہے علم سے ادراک کرنے والا ہے کلام کے ساتھ متکلم ہے امر کے ساتھ آمر ہے اور نہی کے ساتھ ناہی اور خبر کے ساتھ خبر دینے والا۔ (حضرت شیخ نے ان الفاظ میں علم کلام کے اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ گروہ معتزلہ قائل ہے کہ اللہ حی ہے بغیر حیات کے قادر ہے بغیر قدرت کے سمیع ہے۔ بغیر سمع کے بصیر ہے۔ بغیر بصر کے عالم ہے۔ بغیر علم کے یعنی اللہ کی ذات ہی تمام صفات کی قائم مقام ہے اس کے اندر جدا صفات نہیں۔ لیکن اصحاب ظاہر اللہ کی ذات کے ساتھ مستقل صفات کے قائل ہیں اور شیخ حنبلی العقیدہ ہیں اس لئے آپ نے اللہ کی مستقل صفات ہونے کی صراحت فرمائی) بلاشبہ اللہ اپنے حکم اور فیصلہ میں عادل ہے۔ انعام و عطا محض اس کی مہربانی اور احسان ہے (کسی کا اس پر حق نہیں) پہلی بار بھی وہی پیدا کرنے والا ہے اور دوبارہ بھی وہی پیدا کرے گا۔ وہی زندگی عطا کرنے والا اور موت دینے والا ہے۔ وہی عدم سے وجود میں لانے والا اور ایجاد کرنے والا ہے۔ وہی جزا سزا دینے والا ہے۔ وہ بڑا سخی ہے بخل نہیں کرتا۔ بڑا بردبار ہے (انتقام میں) جلدی نہیں کرتا یاد رکھنے والا ہے

جھوٹا نہیں۔ حاضر العلم ہے سہو سے پاک خبردار ہے۔ غفلت سے بری۔ روزی تنگ کرتا ہے اور فراخ کرتا ہے۔ ہنستا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ محبت کرتا ہے اور نفرت کرتا ہے۔ ناپسند کرتا ہے اور پسند کرتا ہے۔ غصہ ہوتا ہے اور ناراض ہوتا ہے مہربانی کرتا ہے اور گناہ بخشتا ہے دیتا ہے اور روک لیتا ہے اس کے دو ہاتھ ہیں۔ اس کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ اس نے خود فرمایا ہے۔ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ اس کے دائیں ہاتھ میں آسمان لپٹے ہوئے ہیں۔ حضرت ابن عمر کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ممبر پر تشریف فرما ہو کر آیت والسموٰت مطویات بیمینہ تلاوت فرمائی اور فرمایا آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں ہونگے اور ان کو اس طرح پھینک دے گا جیسے لڑکا گیند کو پھینک دیتا ہے۔ پھر فرمائیگا میں ہی غالب ہوں روی کا بیان ہے میں نے دیکھا کہ (یہ فرمانے کے وقت) رسول اللہ منبر پر ہل رہے تھے۔ قریب تھا کہ نیچے گر پڑیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ اللہ تمام زمین و آسمان کو مٹھی میں پکڑ لیگا کہ ان کا کوئی کنارہ بھی مٹھی سے باہر نہیں رکھے گا۔ حضرت انس بن مالک اور حضرت ابن عباس کی روایت ہے۔ کہ حضور اقدس نے فرمایا انصاف کرنے والے قیامت کے دن نور کے منبروں پر رحمٰن کے دائیں جانب ہوں گے اور اس کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔

اللہ نے آدم کو اپنے ہاتھ سے اپنی شکل پر بنایا اور عدن کی جنت کو اپنے ہاتھ سے بویا اور طوبیٰ کا درخت بھی اپنے ہاتھ سے لگایا اور تورات اپنے ہاتھ سے لکھی اور موسیٰ کے ہاتھ میں اپنے ہاتھ سے دی اور بلا واسطہ غیر ترجمان کے ان سے خود کلام کیا۔ بندوں کے دل رحمٰن کی دو انگلیوں میں ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے ان کو پھیر دیتا ہے۔ اور جو کچھ چاہتا ہے ان میں بھر دیتا ہے۔ قیامت کے دن آسمان اور زمین اس کی مٹھی میں ہوں گے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اللہ اپنا قدم جہنم میں رکھیگا تو جہنم سمٹ جائیگا اور کہیگا بس بس۔ اور اس کے بعد ایک قوم آگ سے باہر نکلیگی۔ اہل جنت اللہ کے چہرہ کو دیکھیں گے اس کے دیکھنے میں نہ ان کو کچھ اشتباہ ہوگا نہ دکھ۔ حدیث میں ایسا ہی آیا ہے۔ اللہ ان پر جلوہ انداز ہوگا اور ان کی تمنا پوری کرے گا۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ نیک کام کرنے والوں کے لئے اچھی جزاء ہے اور کچھ زیادہ بھی۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ الحسنیٰ سے مراد جنت ہے اور زیادت سے مراد دیدار الٰہی۔

دوسری آیت ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ کچھ چہرے اس روز تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہونگے۔ فیصلہ اور جزا کے دن اللہ کے سامنے بندوں کی پیشی ہوگی۔ خود ہی ان کا حساب لینے کا ذمہ دار ہوگا۔ کوئی دوسرا ذمہ دار نہ ہوگا۔ اللہ نے سات آسمان ایک کے اوپر دوسرا اور سات زمینیں ایک کے نیچے دوسری پیدا کیں۔ اوپر کی زمین سے نچلے آسمان تک پانچسو برس کا راستہ ہے اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک بھی اتنا ہی فاصلہ ہے۔ پانی ساتویں آسمان کے اوپر ہے۔ رحمٰن کا عرش پانی پر ہے۔ اور اللہ عرش پر ہے اس سے ورے ستر ہزار حجاب میں۔ نور کے تاریکی کے اور ان چیزوں کے جن کو وہی خوب جانتا ہے۔ عرش کو اٹھانے والے فرشتے

ہوئے ہیں۔ اللہ نے خود فرمایا ہے ۔ اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَہٗ ۔عرش کی حد ہے جس سے اللہ واقف ہے ۔ فرشتے عرش کے گرد گھیرے ہوئے ہیں ۔عرش سرخ یاقوت کا ہے ۔اس کی وسعت آسمانوں اور زمینوں کی وسعت کی طرح ہے عرش کے مقابلہ میں کرسی ایسی ہے ۔جیسے کسی میدان میں چھلا پڑا ہو۔ جو کچھ ساتوں آسمانوں میں اور ان کے درمیان اور ان کے نیچے ہے اور جو کچھ تحت الثریٰ ہے اور جو کچھ سمندروں کی گہرائیوں میں ہے ۔ اللہ اس کو جانتا ہے ۔ وہ ہر بال کے ، ہر درخت کے اور ہر کھیتی کے مقام روئیدگی سے بھی واقف ہے اور ہر پتہ کے گرنے کی جگہ کو اور ان کی پوری شمار کو بھی جانتا ہے ۔ پتھر کے ریزوں ، ریت اور مٹی کے ذروں ، پہاڑوں کے وزن اور سمندروں کی ناپ کا اس کو علم ہے بندوں کے اعمال بھید ، سانسیں اور اقوال کو جانتا ہے ۔ ہر چیز سے واقف ہے اس میں کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں اس کے علم سے کوئی جگہ خالی نہیں ۔ وہ مخلوق کی مشابہت سے پاک ہے ۔ یہ کہنا جائز نہیں کہ وہ ہر جگہ ہے بلکہ یہ کہا جائے کہ وہ آسمان میں عرش پر ہے ۔ کیونکہ اللہ نے خود فرمایا ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی اور ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ الرَّحْمٰنُ ۔ اسی کی طرف پاکیزہ الفاظ چڑھتے ہیں اور اچھے عمل ان کو اونچا کرتے ہیں ۔ ایک باندی سے حضورؐ نے پوچھا تھا کہ اللہ کہاں ہے ۔اس نے آسمان کی طرف اشارہ کر دیا ۔ رسول اللہؐ نے اس کے مسلمان ہونے کا فیصلہ فرمایا حضرت ابوہریرہ کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے ۔ حضور گرامی نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اپنے ذمہ ایک تحریر لکھ لی اور وہ تحریر اس کے پاس عرش کے اوپر ہے ۔ وہ تحریر یہ ہے ۔ اِنَّ رَحْمَتِیْ غَلَبَتْ غَضَبِیْ بلاشبہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے ۔ حدیث کے دوسرے الفاظ اس طرح آئے ہیں کہ جب اللہ سبحانہٗ پیدائش کو پورا کر چکا تو اس نے اپنی ذات پر ایک تحریر میں لکھا کہ بلاشبہ میری رحمت میرے غضب سے آگے ہے ۔ وہ تحریر اس کے پاس عرش کے اوپر ہے ۔ ضروری ہے کہ لفظ استوار کا اطلاق اللہ پر بلا تاویل کے کیا جائے ۔ استوا سے مراد عرش پر ذات کا مستوی (ہموار) ہونا ہی ہے لیکن یہ استوا اس قعود اور مس کے بغیر ہے جس کا قائل فرقہ مجسمہ اور کرامیہ ہے ۔ اس کا معنی تسلط اور غلبہ ہے جس کے قائل معتزلہ ہیں ۔ نہ اس کا معنی بلندی اور علو ہے جس کے قائل اشعری فرقہ والے ہیں ۔ ایسے معنی نہ شریعت میں کہیں آئے ہیں ۔ نہ کسی صحابی تابعی محدث اور سلف صالحین سے منقول ہیں بلکہ ان سے منقول صرف لفظ استوار کا اطلاق ہے ۔

ام المومنین حضرت سلمہ نے آیت اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی کی تشریح میں فرمایا ۔ کیفیت مجہول ہے ۔ استوار کا معنی معلوم ہے ۔ اس کا اقرار واجب ہے انکار کفر ہے ۔ حضرت انس کی روایت سے مسلم نے اپنی صحیح میں اس کو مرفوعاً نقل کیا ہے اور فرمان رسول ہونے کی صراحت کی ہے ۔ امام احمد بن حنبل نے اپنے انتقال سے کچھ پہلے فرمایا صفات خداوندی کی خبروں کو ویسا ہی رکھا جائے جیسی وہ آئی ہیں ۔ نہ ایسی تاویل کی جائے کہ اللہ کی تشبیہ مخلوق سے لازم آئے نہ ایسی توجیہہ کی جائے کہ اللہ کا صفات سے خالی ہونا لازم آئے ۔

بعض روایات میں امام احمد کا یہ قول بھی آیا ہے کہ میں صاحب کلام نہیں اور نہ ان مقامات کے متعلق کسی جگہ اللہ کی کتاب حدیث رسول اور اقوال صحابہ و تابعین میں مجھے کہیں کلام ملتا ہے۔ ان کے علاوہ قرآن کے دوسرے مقامات کے متعلق بھی کلام اچھا نہیں ہے۔ اللہ کی صفات میں چون و چرا نہ کی جائے۔ نہ بطور شک ایسا کہا جائے۔ امام احمد نے ایک اور جگہ کہا ہے ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ عرش پر ہے جیسی اور جس طرح اس کی مشیت ہے نہ کوئی حد ہے کہ کوئی حد بندی کر سکے اور نہ کوئی حد بندی کر سکے۔ نہ کوئی ایسی صفت ہے کہ بیان کرنے والا اس کو بیان کر سکے۔ کیونکہ سعید بن مسیب نے کعب احبار کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ نے توراۃ میں فرمایا ہے میں اللہ ہوں اپنے بندوں کے اوپر میرا عرش تمام مخلوق سے اوپر ہے اور میں اپنے عرش کے اوپر ہوں۔ اپنے بندوں کا انتظام میں عرش کے اوپر سے کرتا ہوں۔ میرے بندوں کی کوئی چیز مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ کا عرش پر بغیر کیفیت کے ہونا ہر اس کتاب میں مذکور ہے۔ جو اللہ کی طرف سے کسی پیغمبر پر اتاری گئی۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ تمام مخلوق پر خواہ عرش ہو یا غیر عرش اللہ کو علو قدرت تسلط اور غلبہ ہمیشہ سے حاصل ہے اس لئے استواء علی العرش کو مخصوص طور پر اس معنی پر محمول نہیں کیا جائیگا۔ پس استواء اللہ کی ذاتی صفت ہے۔ اس کی اطلاع اور صراحت اور تاکید سات آیات میں اور حدیث رسول میں آئی ہے استواء اللہ کی صفت لازمہ ہے اور اس کے لئے موزوں ہے۔ جیسے ذات چہرہ، آنکھ، سمع اور بصر، حیات، قدرت، خلق رازق، محی اور ممیت ہونا اس کی صفات لازمہ میں سے ہے۔ ہم قرآن اور حدیث سے باہر نہیں جائیں گے۔ ہم قرآن اور حدیث پڑھتے ہیں اور جو کچھ ان دونوں میں ہے اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ صفات کی کیفیت کو اللہ کے علم کے سپرد کر دیتے ہیں۔ سفیان بن عیینہ نے یہی فرمایا ہے۔ کہ اللہ نے اپنی ذات کی جو صفت اپنی کتاب میں بیان کی ہے وہ ویسا ہی ہے۔ اس کی تفسیر بس اس کا پڑھنا ہے اس کے سوا اس کی تفسیر کوئی نہیں۔ ہم اس کے علاوہ کسی اور بات کے مکلف بھی نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ غیب ہے اس کے فہم میں عقل کی گنجائش نہیں۔ ہم اللہ سے عفو اور عافیت کی درخواست کرتے ہیں اور اس کی ذات و صفات کے متعلق ایسی بات کہنے سے جس کی نہ خود اس نے اطلاع دی اور نہ اس کے رسول نے ہم اس کی پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ ہر رات کو آسمان دنیا پر جس طرح اور جس کیفیت کے ساتھ چاہتا ہے اترتا ہے اور اپنے بندوں میں سے جس گنہگار، خطاکار، مجرم، نافرمان کو پسند کرتا اور چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ وہ بابرکت بزرگ، بلند مرتبہ اور سب سے بالا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کے اچھے نام ہیں۔ آسمان دنیا پر اللہ کے نازل ہونے کا معنی یہ نہیں ہے کہ اس کی رحمت یا ثواب اترتا ہے یہ خود ساختہ دعوے معتزلہ اور اشاعرہ کا ہے۔ حضرت ابوہریرہ کی روایت میں آیا ہے۔ حضور والا نے فرمایا اللہ بزرگ و برتر ہر رات کو جبکہ آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے اور فرماتا ہے۔ کیا کوئی مانگنے والا ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جائے۔ کیا کوئی گناہوں کی معافی کا طلبگار ہے کہ اس کو معاف کر دیا جائے۔ کیا کوئی قیدی ہے کہ اس کی قید دور کر دی جائے

یہ نماز صبح کی نماز تک رہتی ہے۔ پھر ہمارا رب اوپر چلا جاتا ہے۔ عبادہ بن صامت کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ ہر رات جب آخری تہائی حصہ رہ جاتا ہے۔ آسمان سے دنیا کی جانب نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے کیا میرے بندوں میں سے کوئی بندہ ہے۔ جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں۔ کیا اپنے نفس پر کوئی ظلم کرنے والا ہے جو مجھے پکارے اور میں اس کو بخش دوں۔ کیا کوئی ایسا شخص ہے کہ اس کا رزق تنگ کر دیا گیا ہو اور وہ مجھ سے طلب کرے اور میں اس کا رزق اس کی جانب بھیج یا دوں۔ کیا کوئی قیدی ہے جو مجھے پکارے اور میں اس کی قید دور کر دوں۔ یہ طلوع فجر تک رہتا ہے اور اللہ اپنی کرسی پر ہوتا ہے حضرت ابوہریرہؓ حضرت جابرؓ حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت ابو الدرداءؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ اس لئے یہ سب حضرات پچھلی رات کی نماز کو شروع رات کی نماز سے افضل قرار دیتے تھے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اللہ نصف شعبان کی رات کو آسمان سے دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور سوائے اس کے جس کے دل میں کینہ یا شرک ہو ہر شخص کو بخش دیتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ کا قول ہے میں نے خود سنا کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ جب رات کا نصف اول حصہ گذر جاتا ہے۔ تو اللہ آسمان سے دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے کیا کوئی استغفار کرنے والا ہے کہ میں اس کے گناہ بخش دوں۔ کیا کوئی سائل ہے کہ میں اس کو عطا کروں۔ کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ میں اس کی توبہ قبول کروں۔ صبح کی پو پھٹنے تک یہی کیفیت رہتی ہے۔

اسحاق بن راہویہ سے کہا گیا۔ یہ کیا حدیثیں ہیں جو آپ بیان کرتے ہیں کہ اللہ آسمان دنیا کی طرف نزول کرتا ہے۔ صعود کرتا ہے اور حرکت کرتا ہے۔ اسحاق نے کہا کیا تم قائل ہو کہ بغیر حرکت کے اللہ نزول و صعود پر قادر ہے۔ سائل نے کہا جی ہاں۔ اسحاق نے کہا تو پھر تم حرکت کرنے کا کیوں انکار کرتے ہو یحییٰ بن معین نے کہا۔ کہ اگر کوئی جہمی (جہم بن صفوان کا پیرو) تم سے کہے کہ اللہ نزول کیسے کرتا ہے تو تم اس سے کہو کہ اللہ نے صعود کیسے کیا۔ فضیل بن عیاض نے کہا کہ اگر کوئی جہمی تم سے کہے کہ میں ایسے رب کا منکر ہوں جو نزول کرتا ہے۔ تو تم اس سے کہو کہ میں ایسے رب پر ایمان رکھتا ہوں جو جیسے چاہتا ہے کرتا ہے۔

شریک بن عبداللہ سے کہا گیا کہ ہمارے پاس کچھ لوگ ہیں جو ان احادیث کا انکار کرتے ہیں۔ شریک نے کہا ہمارے پاس یہ تمام صلوٰۃ صیام۔ زکوٰۃ حج کون لایا ہے؟ کیا یہ رسول اللہ سے منقول نہیں۔ ہم نے تو انہی احادیث سے اللہ کو پہچانا ہے۔

فصل ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے۔ اللہ کی کتاب ہے۔ اللہ کا خطاب ہے۔ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی ہے جس کو لے کر جبرئیل رسول اللہ پر نازل ہوتے تھے۔ اللہ نے خود فرمایا ہے نزل به الروح الامین

علیٰ قلبك لتكون من المنذرین بلسان عربی مبین ۔ روح امین نے اس کو آپ کے دل پر اتارا ہے۔ تا کہ واضح عربی زبان میں آپ (لوگوں کو) ڈرانے والوں میں سے ہوں۔ اللہ کے حکم کی تعمیل میں رسول اللہ نے یہ قرآن اپنی امت کو پہنچا دیا۔ اللہ نے فرمایا تھا۔ یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك اے پیغمبر جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر اتارا گیا ہے۔ اس کو پہنچا دو۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ موقف حج میں رسول اللہ لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرتے ہوئے فرماتے تھے کوئی شخص ہے جو مجھے اپنی قوم کے پاس لیجائے۔ قریش نے تو مجھے اللہ کا کلام پہنچانے سے روک دیا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ اگر کوئی مشرک تمہاری پناہ میں آنا چاہے تو تم اس کو پناہ دو کہ وہ اللہ کا کلام سن لے ۔ اللہ کا کلام قرآن شریف ہے مخلوق نہیں ہے ۔ جس طرح بھی اس کو پڑھا لکھا جائے اور جس طرح بھی اس کی تلاوت کی جائے اور جیسا بھی قاریوں کی قرأت تحفظ کرنے والوں کے تلفظ اور حافظوں کی یادداشت کے اختلاف سے اس میں اختلاف ہو۔ بہرحال وہ کلام اللہ ہے۔ اللہ کی صفات ذاتیہ میں سے ہے نہ اس میں حدوث ہے۔ نہ تبدل و تغیر ہوتا ہے نہ اس میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ نہ (انسان کی) تالیف و صنعت کا اس میں دخل ہے۔ اللہ ہی کی طرف سے اس کے نزول کا آغاز ہوا اور اسی کی طرف اس کا حکم لوٹیگا۔ حضرت عثمان کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے حضور نے فرمایا۔ قرآن کی فضیلت تمام کلاموں پر ایسی ہی ہے جیسی اللہ کی برتری تمام مخلوق پر۔ اللہ کی طرف سے نزول قرآن کا آغاز ہوا اور اسی کے حکم کا رجوع ہوگا ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کا نزول اور ظہور اللہ کی طرف سے ہوا اور قرآن کے تمام احکام ادار فرائض اور ترک ممنوعات اللہ کے ہی فرمان کے تحت ہیں۔ اسی کی وجہ سے ہر فعل و ترک ہے۔ اس لئے تمام احکام کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔ اسی بنا پر بعض لوگوں نے کہا کہ اللہ ہی کی طرف سے قرآن کا ظہور بطور حکم ہوا اور اسی کی طرف قرآن کا رجوع بطور علم ہوتا ہے (یعنی قرآن اللہ کا حکم بھی ہے اور علم بھی) بہرحال قرآن اللہ کا کلام ہے۔ حفظوں کے سینوں میں ہو یا پڑھنے والوں کی زبانوں پر یا لکھنے والوں کے ہاتھوں میں یا دیکھنے والوں کی نظر میں اہل اسلام کے مصحفوں (پر لکھا ہوا) ہو یا بچوں کی تختیوں پر جہاں بھی دیکھا اور پایا جائے۔ جو شخص کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے یا اس کی عبارت یا تلاوت قرآن نہیں ہے یا کہتا ہے کہ قرآن کو میرا تلفظ کرنا مخلوق ہے وہ باللہ العظیم کافر ہے۔ اس سے نہ اسلامی میل رکھا جائے نہ اس کے ساتھ کھایا جائے نہ نکاح کیا جائے نہ اس کی ہمسائیگی اختیار کی جائے۔ بلکہ بالکل اس کو چھوڑ دیا جائے۔ کلام ترک کر دیا جائے اور اسکی اہانت کی جائے۔ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اس کی گواہی نہ قبول کی جائے اس کا ولی نکاح ہونا درست نہیں۔ مرجائے تو اس کے جنازہ کی نماز بھی نہ پڑھی جائے۔ اگر اس پر قابو چل جائے تو مرتد کی طرح اس سے تین مرتبہ توبہ کرائی جائے اگر توبہ کرے تو خیر ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے۔

امام احمد سے دریافت کیا گیا کہ جو شخص کہتا ہو قرآن کو میرا تلفظ کرنا مخلوق ہے۔ اس کا کیا حکم ہے۔ فرمایا وہ کافر ہو گیا۔ یہ بھی امام احمد کا قول ہے کہ جو شخص کہتا ہے قرآن کلام اللہ ہے مخلوق نہیں ہے لیکن تلاوت قرآن مخلوق ہے وہ بھی کافر ہو گیا۔ حضرت ابو درداء کہتے ہیں میں نے رسول اللہ سے قرآن کے متعلق دریافت کیا ارشاد فرمایا۔ وہ کلام اللہ ہے مخلوق نہیں ہے۔ عبداللہ بن عبدالغفار جو رسول اللہؐ کے آزاد کردہ غلام تھے کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا جب اللہ کی یاد کی جسے (یعنی قرآن پڑھا جائے) تو تم کہو اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے جس نے مخلوق کہا وہ کافر ہے۔

اللہ نے فرمایا ہے اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ اس آیت میں اللہ نے امر کو خلق سے جدا بیان کیا ہے۔ اگر امر خدا (جو کن ہے جس سے وہ مخلوق کو پیدا کرتا ہے) بھی مخلوق ہو۔ تو الخلق سے جدا کہنا بیکار ہے اور یہ تکرار بے سود ہے گویا عبارت یوں ہو جائے گی الا لہ الخلق والخلق اور یہ تکرار بے سود ہے۔ اللہ اس سے پاک ہے۔

آیہ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ میں لفظ غیر ذی عوج کی تفسیر حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس سے غَيْرَ مَخْلُوْقٍ منقول ہے۔ ولید بن مغیرہ مخزومی نے جب قرآن کو انسان کا کلام قرار دیا تو اللہ نے اس کو دوزخ کی وعید سنائی۔ چنانچہ فرمایا فقال ان ھذا الا سحر یوثر ان ھذا الا قول البشر سا صلیہ سقر۔ اس نے کہا یہ تو محض منقول جادو ہے۔ یہ سوا انسانی کلام کے اور کچھ بھی نہیں۔ میں عنقریب اس کو سقر میں جھونکوں گا۔ اب جو شخص بھی قرآن کو عبارت یا مخلوق کہتا ہے یا کہتا ہے قرآن کو میرا تلفظ کرنا مخلوق ہے اس کے لئے سقر مقرر ہے۔ آیت میں آیا ہے۔ کہ اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اس کو تم پناہ دو کہ وہ اللہ کا کلام سن لے۔ اس آیت میں کلام اللہ فرمایا ہے تمہارا کلام نہیں فرمایا۔ دوسری آیت میں ہے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر یعنی وہ قرآن جو سینوں اور ورقوں میں ہے۔ اس کو ہم نے لیلۃ القدر میں نازل کیا۔ ایک اور آیت ہے و اذ قری القران فستمعوا لہ وَاَنْصِتُوْا جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور کان لگاؤ۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے۔ وقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ ہم نے قرآن کو علیحدہ علیحدہ کر دیا تاکہ ٹھہر کر تم لوگ کے سامنے پڑھو۔ لوگوں نے صرف رسول اللہ کی قرات اور تلفظ کو سنا پس آپ کا تلفظ قرآن ہی قرآن ہے۔ اللہ نے ان جنات کی مدح فرمائی جنہوں نے رسول اللہؐ کی قرات سنی تھی فرمایا قَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا يَهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ جنات نے کہا کہ ہم نے عربی قرآن سنا جو ہدایت کا راستہ بتاتا ہے۔ یہ بھی فرمایا وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ہم نے جنات کی ایک جماعت کا رخ تمہاری طرف پھیر دیا تاکہ وہ قرآن سن لیں۔

جبرئیل کے قرآن پڑھنے کو بھی اللہ نے قرآن فرمایا ہے لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ قرآن کو جلد (یاد) کرنے کے لئے تم اپنی زبان مت ہلاؤ۔ قرآن کو (تمہارے سینہ میں) جمع کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ جب ہم پڑھیں تو ہمارے پڑھنے کے پیچھے تم پڑھو۔ ایک جگہ وارد ہے۔

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۔ قرآن کا جتنا حصہ (تمہارے لئے) آسان ہو پڑھو۔

مسلمانوں کا اجماع قول ہے کہ نماز میں جس نے سورہ فاتحہ پڑھی اس کو کتاب اللہ کا پڑھنے والا کہا جاتا ہے جس نے بات کرنے کی قسم کھائی ہو اور قرآن پڑھے اس پر قسم شکنی کا جرم نہ ہوگا۔ یہ تمام امور ثبوت ہیں کہ قرآن انسانی عبارت نہیں ہے۔

علاوہ یہ بن حکم والی حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا تھا ہماری اس نماز میں آدمیوں کا کوئی کلام درست نہیں۔ نماز تو صرف قرات تسبیح تہلیل اور تلاوت قرآن ہے۔ اس حدیث میں حضور نے بتایا کہ تلاوت قرآن قرآن ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تلاوت اور متلو (جس کو پڑھا جائے) دونوں ایک ہیں۔ اللہ اور اللہ کے رسول نے مسلمانوں کو نماز میں قرات کا حکم دیا ہے اور بات کرنے سے منع فرما دیا ہے اگر ہماری قرات ہمارا کلام ہو اللہ کا کلام نہ ہو تو ہم امر ممنوع کے مرتکب قرار پائیں گے۔

فصل ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن سمجھے جانے والے حروف اور سنی جانے والی آواز میں ہے۔ کیونکہ بغیر حروف آواز والی بات گونگا اور خاموش آدمی متکلم اور ناطق ہو جاتا ہے اور اللہ کا کلام حروف اور آوازوں سے الگ نہیں ہو سکتا۔ اس سے مراد بات کا منکر محسوس کا مخالف اور کور بصیرت ہے۔ اللہ نے فرمایا الٓمّٓ ذٰلِكَ ۔ حٰمٓ ۔ طٰسٓمٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ۔ دیکھو اللہ نے حروف کا ذکر کیا اور پھر ان کا کنایہ کتاب سے کیا۔ ایک جگہ وارد ہے وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۔ زمین میں جتنے درخت ہیں اگر قلم بن جائیں اور سمندر کی روشنائی بن جائے اور اس کو سات اور سمندر مدد پہنچائیں تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔ اس آیت میں اللہ نے اپنے کلمات کو بے شمار ہونا ثابت کیا ہے۔ اسی طرح دوسری آیت ہے وَلَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ ۔ اگر سمندر میرے رب کے کلمات لکھنے کے لئے روشنائی بن جائیں تو کلمات رب ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائیں گے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا قرآن پڑھا کرو۔ تم کو ہر حرف کے عوض دس نیکیاں دی جائیں گی میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ الف دس نیکیاں اور لام دس نیکیاں اور میم دس نیکیاں یہ تیس نیکیاں ہوتی ہیں۔ یہ بھی حضورؐ نے فرمایا کہ قرآن کو سات قرآتوں (لہجوں) پر نازل کیا گیا ہے جن میں سے ہر ایک شفا بخش ہے۔ اللہ نے حضرت موسیٰ کے متعلق فرمایا۔ وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰۤى وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ ۔ تیرے رب نے موسیٰ کو پکارا ہم نے اس کو طور کے دائیں جانب سے پکارا اللہ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا تھا اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ بلاشبہ میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری عبادت کر۔ یہ ندا اور قول بغیر آواز کے نہیں ممکن۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اللہ کے علاوہ یہ کلام اور پیغام کسی فرشتے یا کسی دوسری مخلوق کی ہو۔

حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا قیامت کا دن ہوگا تو اللہ غم کے رسیاں تیار کر اور وہاں تسبیح کلام کریگا فرمائیگا۔ اور وہ تمام صداقتوں سے زیادہ صادق ہے چپ رہو طویل مدت تک جب سے کہ میں

نے تم کو بنایا تھا میں تمہارے لئے خاموش رہا تمہارے اعمال کو دیکھتا رہا تمہاری باتیں سنتا رہا اب یہ تمہارے اعمال نامے ہیں جو تم کو پڑھکر سنائے جائیں گے جس کو ان کے اندر کوئی خیر ملے وہ اللہ کا شکر کرے اور جس کو کچھ اور ملے وہ اپنی جان ہی کو برا کہے۔ صحیح بخاری میں بروایت عبد اللہ بن انس آیا ہے کہ حضور فرما رہے تھے اللہ بندوں کو اٹھائیگا اور ایسی آواز سے پکاریگا جس کو دور والا بھی قریب والے کی طرح سنیگا میں بادشاہ ہوں میں بدلہ دینے والا ہوں۔

مسلم بن مسروق نے حضرت عبد اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ جب وحی بولتی ہے تو اس کی آواز آسمان والے سنتے ہیں اور سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ جب دلوں سے وہ ہیبت دور کر دی جاتی ہے تو پکارتے ہیں۔ تمہارے رب نے کیا فرمایا دوسرے جواب دیتے ہیں حق فرمایا۔ ایسا ایسا فرمایا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ جب وحی کے کلمات بولتا ہے تو آسمان والوں کو ایسی آواز سنائی دیتی ہے جیسے پتھر کی چٹان پر لوہے کے گرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ فوراً سجدہ میں گر پڑتے ہیں جب دلوں سے (ہیبت) دور کر دی جاتی ہے۔ تو کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا (دوسرے) جواب دیتے ہیں حق فرمایا وہ بزرگ و برتر ہے۔

محمد بن کعب نے کہا بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے پوچھا جب اللہ نے آپ سے کلام کیا تھا تو آپ نے اپنے رب کی آواز کو مخلوق میں سے کس کے مشابہ پایا۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا اپنے رب کی آواز کو میں نے رعد کی آواز کے مشابہ پایا جبکہ اس میں انسٹ نہ ہو۔ یہ آیات اور احادیث بتا رہی ہیں کہ کلام اللہ آواز ہے مگر آدمیوں کی طرح نہیں۔ جیسے اس کا علم قدرت اور تمام صفات آدمیوں کی صفات کی طرح نہیں اسی طرح اس کی آواز بھی آدمیوں کی آواز کی طرح نہیں ہے۔

امام احمد نے صحابہ کی ایک جماعت کی روایات کی روشنی میں اللہ کے لئے آواز ہونے کی صراحت کی ہے برخلاف اشاعرہ کے قول کے اشاعرہ کہتے ہیں کہ کلام اللہ ایک معنی ہے۔ جو ذات الٰہی کے ساتھ قائم ہے۔ اللہ ہر بد بختی گمراہ اور گمراہ کرنے والے کی حساب فہمی کرنے والا ہے۔

اللہ سبحانہ ہمیشہ سے متکلم ہے اور اس کا کلام امر نہی استفہام کے تمام معانی کو حاوی ہے۔ ابن خزیمہ نے فرمایا اللہ کا کلام پیہم ہے۔ اس میں وقفہ اور خاموشی نہیں۔ امام احمد سے پوچھا گیا۔ کیا یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ متکلم ہے اور سکوت اس کے لئے درست ہے۔ فرمایا ہم اجمالی طور پر کہتے ہیں کہ اللہ ہمیشہ سے متکلم ہے۔ اگر کوئی حدیث آتی کہ اللہ خاموش ہو گیا تو ہم یہی کہتے۔ اب تو ہم یہی کہتے ہیں کہ وہ متکلم ہے بغیر کسی خاص کیفیت اور تشبیہ کے جس طرح چاہے۔

فصل حروف ہجا بھی مخلوق نہیں ہیں خواہ اللہ کے کلام میں ہوں یا آدمیوں کے کلام میں۔ اہل سنت میں سے ایک گروہ کا خیال ہے کہ قرآن مجید کے حروف قدیم ہیں اور اس کے علاوہ حادث۔ مگر یہ اول کی نفی ہے۔ اہل سنت کے نزدیک صحیح ترین قول اول ہی ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے اِنَّمَا اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ لفظ کن دو حرفی ہے اگر یہ لفظ مخلوق ہوگا تو دوسرے کن کے ذریعہ تخلیق ہوگی اور اس طرح غیر متناہی سلسلہ چل پڑیگا قرآن کے

غیر مخلوق ہونے کی) آیات قرآنیہ سے بہت دلیلیں اوپر گزر چکیں ہم ان کو دوبارہ نہیں لوٹاتے۔ حدیث نبوی میں آیا ہے کہ جب آپ سے ا ب ت ث الخ کے متعلق دریافت کیا تو حضور نے حضرت عثمان سے فرمایا الف اللہ کے اسم کا ہے اور ب اللہ کے نام الباری کا اور ت اللہ کے نام المتکبر کا۔ اور ث اللہ کے نام الباعث اور الوارث کا اسی طرح حضور نے تمام حروف کو اللہ کے صفتی ناموں کا جزو قرار دیا اور اللہ کے اسماء مخلوق نہیں ہیں۔ اس لئے حروف ہجا بھی مخلوق نہیں ہیں۔

حضرت علی نے جب حضور سے ابجد ہوز حطی الخ کا معنی دریافت کیا تو فرمایا علی کیا تم ابی جاد (ابجد) کی تشریح سے واقف نہیں۔ الف اللہ کا ہے اور ب اللہ کے نام الباری کا اور ج اللہ کے نام جلیل کا اسی طرح حضور نے تمام حروف کو اللہ کے اسماء کا جزو ہونا ظاہر فرمایا حالانکہ یہی حروف آدمیوں کے کلام کے بھی اجزا ہیں۔

امام احمد نے حروف ہجا کے قدیم ہونے کی صراحت کی ہے۔ وہ خط جو نیشا پور اور جرجان کے باشندوں کو آپ نے بھیجا تھا اس میں لکھا تھا کہ جو شخص حروف ہجا کو حادث کہتا ہے وہ اللہ کا منکر ہے۔ جب وہ قائل ہے کہ حروف ہجا مخلوق ہیں تو اس نے قرآن کو مخلوق قرار دیا۔ آپ سے کہا گیا کہ ایک شخص کہتا ہے جب اللہ نے حروف کو پیدا کیا تو لام لیٹ گیا اور الف کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا جب تک مجھے حکم نہیں دیا جائیگا میں سجدہ نہیں کروں گا۔ امام احمد نے فرمایا یہ قائل کافر ہے۔

امام شافعی نے فرمایا کہ تم حروف کے حادث ہونے کے قائل نہ ہو۔ سب سے پہلے یہودی اس قول کے قائل ہو کر ہلاک ہوئے جو شخص کسی ایک حرف کے حدوث کا قائل ہوا وہ حدوث قرآن کا قائل ہوا ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب حروف قرآن میں قدیم ہیں۔ تو غیر قرآن میں بھی قدیم ہوں گے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک چیز بعینہٖ قدیم بھی ہو اور حادث بھی۔ قرآن میں ان حروف کا حادث نہ ہونا تو ثابت ہو گیا۔ لہٰذا غیر قرآن میں بھی یہ قدیم ہوں گے۔

فصل ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ کے ننانوے نام ہیں جو ان کو یاد کرلیگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس نے فرمایا اللہ کے ننانوے یا ایک کم سو نام ہیں۔ جو ان کو یاد کرلیگا بہشت میں داخل ہوگا۔ تمام نام قرآن کے اندر متفرق سورتوں میں مذکور ہیں۔ پانچ سورہ فاتحہ میں ہیں۔ یا اللہ۔ یا رحمن۔ یا رحیم۔ یا ملک۔ (یہ چار ہوئے شاید پانچواں رب العالمین ہے) ۲۷ سورہ بقرہ میں ہیں۔ یا محیط یا قدیر یا علیم یا حلیم یا تواب یا بصیر یا واسع یا بدیع یا رؤف یا شاکر یا اللہ یا واحد یا غفور یا حکیم یا قابض یا باسط یا لا الٰہ الا ہو یا حی و یا قیوم یا علی یا عظیم یا ولی یا غنی یا حمید (اس میں کل ۲۲ کا ذکر ہے اور ۲۶ نہیں ہیں اور یا اللہ مکرر ہے۔ سورہ فاتحہ میں بھی آ چکا ہے جلالی) ۴ سورہ آل عمران میں ہیں یا قائم یا وہاب یا سریع یا خبیر ۷ سورہ نساء میں ہیں یا رقیب یا حسیب یا شہید یا غفور یا مقیت یا وکیل (اس میں یا غفور مکرر ہے۔ سورہ بقرہ میں بھی آیا ہے) ۵ سورہ انعام میں ہیں یا فاطر یا قاہر یا قادر یا لطیف یا خبیر (اس میں یا خبیر مکرر ہے آل عمران میں بھی آیا ہے) سورہ اعراف میں دو ہیں۔

حضرت ابن عباس حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابو درداء کے متعلق روایت میں آیا ہے کہ یہ سب حضرات ایمان کے زیادہ اور کم ہونے کے قائل تھے اس کے علاوہ مزید روایات ہیں جن کی تفصیل موجب طوالت ہے۔

اشاعرہ کہتے ہیں کہ ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ لغت میں ایمان کسی چیز کو دل سے سچ جاننے کو کہتے ہیں اور کسی چیز کی تصدیق کی تہ میں اس کا یقین بھی ہوتا ہے اور شریعت میں تصدیق ہی ایمان ہے یعنی اللہ کی ذات و صفات پر یقین رکھنا لیکن تمام فرض اور نفل طاعتوں کی ادائیگی اور تمام گناہوں اور لغزشوں سے اجتناب رکھنے کے ساتھ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ایمان نام ہے دین اور شریعت اور ملت کا دین انہی طاعتوں کو کہتے ہیں جن کی تکمیل کی جائے لیکن ممنوعات اور محرمات سے اجتناب رکھنا بھی اسی کے ساتھ ضروری ہے۔ یہ ہی ایمان کی حالت ہے۔ اسلام ایمان کی جز ہے۔ ہر ایمان تو اسلام ہے مگر ہر اسلام ایمان نہیں ہے کیونکہ اسلام کے معنی ہے مان لینا اور تابعدار ہو جانا ہر مومن بہر حال مانتا بھی ہے اور اللہ کا فرماں بردار بھی ہوتا ہے لیکن ہر مسلم مومن نہیں ہوتا ممکن ہے تلوار کے ڈر سے مانتا اور تابعداری کرتا ہو۔ ایمان ایک ایسا اسم ہے جس کی مسمی متعدد چیزیں ہیں فعل بھی مسمی ہے اور قول بھی لفظ ایمان تمام طاعتوں کو شامل ہے اور اسلام سے مراد ہے شہادتِ توحید و رسالت دینا اطمینان قلب کے ساتھ اور پانچوں عبادتیں ادا کرنا۔ امام احمد نے ایمان کو اسلام سے جدا قرار دیا ہے۔ کیونکہ حضرت عمر کی روایت ہے کہ ایک روز میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نمودار ہوا جس کے کپڑے بہت سفید اور بال نہایت سیاہ تھے سفر کی کوئی علامت اس پر دکھائی نہیں دیتی تھی۔

لیکن اس کو ہم میں سے کوئی پہچانتا بھی نہ تھا۔ آکر وہ رسول اللہ کی طرف منہ کر کے اپنے دونوں زانو رسول اللہ کے زانوؤں سے جوڑ کر حضور کی دونوں رانوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا۔ پھر بولا محمدؐ اسلام کے متعلق مجھے بتاؤ حضور نے فرمایا (اسلام یہ ہے کہ) تم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول کی شہادت دو ٹھیک ٹھیک نماز پڑھو زکوٰۃ ادا کرو۔ رمضان کے روزے رکھو اور استطاعت راہ ہو تو کعبہ کا حج کرو کہنے لگا آپ نے سچ کہا۔ راوی کا بیان ہے ہم کو تعجب ہوا کہ خود ہی پوچھتا ہے اور خود ہی تصدیق کرتا ہے۔ پھر کہنے لگا کہ مجھے ایمان کی کیفیت بتاؤ حضور نے فرمایا (ایمان یہ ہے کہ) تم اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اس کی کتابوں کو اس کے پیغمبروں روز آخرت کو مانو اور اس بات کو بھی مانو کہ (ہر چیز کے) اچھا برا ہونے کا فیصلہ اندازہ الٰہیہ کے موافق ہے۔ اس نے کہا آپ نے سچ کہا۔ پھر بولا احسان کی کیفیت بیان کیجئے۔ حضور نے فرمایا (خوبی یہ ہے کہ) تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو۔ گویا اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس کو نہیں دیکھتے ہو تو وہ بلاشبہ تم کو دیکھتا ہے۔ کہنے لگا قیامت کے متعلق بیان کرو۔ حضور نے فرمایا جس سے قیامت کے متعلق سوال کیا جا رہا ہے وہ سائل سے زیادہ قیامت کو نہیں جانتا۔ کہنے لگا کہ اس کی کچھ علامات ہی بتاؤ۔ حضور نے فرمایا (قیامت کی علامات میں سے یہ امر ہے کہ) بندی اپنی آقا کو جنے گی اور ننگے پاؤں، برہنہ بدن بھوکے بکریوں کے چرانے والے تم کو اونچی اونچی عمارتوں

کی تعمیر پر فخر کرتے نظر آئیں گے ساوی کا بیان ہے۔ اس کے بعد کچھ دیر ہم ٹھہرے رہے۔ دیر کے بعد حضورؐ نے خود ہی مجھ سے فرمایا۔ تم کو معلوم ہے کہ سائل کون تھا۔ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب واقف ہے۔ ارشاد فرمایا وہ جبرئیل تھا۔ تم کو تمہارا دین سکھانے آیا تھا۔ حدیث کے دوسرے الفاظ میں ہے۔ وہ جبرئیل تھا۔ تم کو تمہارے دینی امور سکھانے آیا تھا۔ اس سے پہلے جب کبھی جس شکل میں آیا۔ میں نے اس کو پہچان لیا۔ مگر اس شکل میں نہیں پہچانا۔ (دیکھو) جبرئیل نے ایمان اور اسلام کے متعلق الگ الگ سوال کر کے دونوں میں تفریق کر دی اور رسول اللہؐ نے دونوں کے جواب الگ الگ دیئے۔ امام احمد کے پیش نظر اعرابی والی حدیث بھی تھی کہ جب کسی اعرابی نے حضورؐ سے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ نے فلاں شخص کو تو دیا اور مجھے نہیں دیا۔ سرکار نے ارشاد فرمایا وہ مومن ہے۔ اعرابی نے کہا میں بھی مومن ہوں فرمایا تم مسلم ہو۔ امام احمد کے پیش نظر یہ آیت بھی تھی۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ۔ دیہاتی کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے۔ آپ کہہ دیجئے تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ مسلمان ہو گئے۔ ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

ایمان میں زیادتی صرف نماز روزے سے نہیں ہوتی بلکہ قلبی یقین کے بعد مندرجہ ذیل امور ایمان کو بڑھاتے ہیں۔ اوامر و نواہی کی پابندی۔ تقدیر کو ماننا اللہ کے کسی فعل پر اعتراض نہ کرنا۔ اللہ نے جو تقسیم اور رزق وغیرہ کا وعدہ کیا ہے اس پر اعتماد رکھنا اور شک نہ کرنا۔ اللہ پر بھروسہ کرنا۔ اور اپنی قوت و طاقت سے باہر نکل جانا یعنی بھروسہ نہ رکھنا مصیبت پر صبر کرنا۔ نعمتوں پر شکر ادا کرنا۔ اللہ کو عیوب سے پاک جاننا اور کسی قسم کی اس پر کسی حال میں تہمت تراشی نہ کرنا۔ امام احمد سے دریافت کیا گیا۔ ایمان مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔ امام نے فرمایا جس نے ایمان کو مخلوق کہا وہ کافر ہو گیا کیونکہ اس عبارت سے قرآن کے مخلوق ہونے کا وہم ہوتا ہے اور تعریض پیدا ہوتی ہے اور جس نے ایمان کو غیر مخلوق کہا وہ بدعتی ہو گیا۔ کیونکہ اس سے دھوکہ ہوتا ہے کہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا اور اعضا سے تعلق رکھنے والے دوسرے ارکان مخلوق نہیں ہیں۔ اس جواب میں امام نے دونوں گروہوں کی تردید کر دی اور رسول اللہ کی حدیث بیان کی کہ ایمان کی کچھ دپر ستر خصلتیں ہیں۔ سب سے افضل لا الٰہ الا اللہ کا اقرار ہے اور سب سے ادنیٰ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کر دینا ہے دونوں گروہ کو امام نے کافر اور دوسرے گروہ کو بدعتی قرار دیا۔ کیونکہ امام کا مسلک ہے کہ قرآن اگر کسی چیز کی صراحت نہ کرے اور رسول اللہ کی سنت بھی اس کے متعلق منقول نہ ہو اور صحابہ کا زمانہ ختم ہو گیا ہو اور کسی شخص نے کسی صحابی کا کوئی قول نقل نہ کیا ہو۔ تو ایسی چیز میں کلام کرنا بدعت ہے۔ نئی ایجاد ہے۔ مومن کے لئے جائز نہیں کہ یوں کہے میں یقیناً مومن ہوں۔ معتزلہ اول قول کے جواز کے قائل ہیں۔ ہمارے قول کی وجہ وہ روایت ہے جس میں حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مومن (یقیناً) ہے وہ کافر ہے۔ حسن بصری راوی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے سامنے بیان کیا گیا کہ فلاں شخص کہتا ہے میں قطعی مومن ہوں۔ حضرت نے فرمایا اس سے پوچھو جنت میں جائے گا یا دوزخ میں۔ لوگوں نے اس

سے پوچھا، کہنے لگا اللہ ہی خوب واقف ہے۔ ابن مسعود نے فرمایا۔ دوسری بات کو اللہ کے سپرد کیا پہلی بات کو بھی اللہ کے سپرد کیوں نہیں کر دیا (یعنی پہلے سے ہی کہہ دیا ہوتا کہ میرا مومن ہونا اللہ ہی کو معلوم ہے) ایک بات یہ بھی ہے کہ حقیقی مومن وہ ہوگا۔ جو اللہ کے نزدیک مومن ہو اور وہی جنتی بھی ہوگا، اور اس کا اعتبار اس وقت ہے جب ایمان پر خاتمہ ہو اور کسی کو یہ ان کے خاتمہ کا معلوم نہیں۔ اس لئے مناسب ہے کہ ڈرتا بھی رہے اور امید بھی رکھے۔ اعمال کی درستی بھی کرتا رہے اور اندیشہ کے ساتھ ساتھ امیدوار بھی رہے۔ یہاں تک کہ نیک عمل پر خاتمہ ہو جائے۔ اگر زندگی جن اعمال پر گزارتے ہیں۔ انہی پر خاتمہ ہوتا ہے اور جن احوال پر خاتمہ ہوگا انہی پر حشر ہوگا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے حضور نے فرمایا جیسے زندہ رہوگے ویسے ہی مروگے اور جیسے مروگے ویسے ہی اٹھائے جاؤگے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ بندوں کے اعمال اللہ کے پیدا کردہ ہیں اور بندوں کے کمائے ہوئے ہیں اچھے ہوں برے ہوں نیک ہوں بد ہوں۔ طاعت ہوں کچھ بھی ہوں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ نے معصیت کا حکم دیا ہے۔ بلکہ معنی یہ ہیں کہ اللہ نے (کسی کے) گنہگار ہونے کا فیصلہ اور اندازہ کر لیا ہے اور اپنے ارادہ کے موافق اس معصیت کی تخلیق کی ہے۔

ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ نے رزق بانٹ دیا ہے اور اندازہ کر لیا ہے اور اپنے ارادہ کے موافق اس معصیت کی تخلیق کی ہے

ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ نے رزق بانٹ دیا ہے اور اندازہ کر لیا ہے۔ نہ کوئی بند کرنے والا اس کو بند کر سکتا ہے نہ روکنے والا روک سکتا ہے۔ زائد رزق کم نہیں ہو سکتا اور کم زیادہ نہیں ہوتا نہ آرام دکھ ہو سکتا ہے نہ دکھ آرام۔ کل کو ملنے والا رزق آج نہیں کھایا جا سکتا۔ زید کا حصہ عمر کو نہیں مل سکتا۔ اللہ حرام رزق بھی دیتا ہے اور حلال بھی اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس نے حرام کو مباح کر دیا ہے۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ حرام کو بھی وہ بدن کی غذا اور جسم کی قوت بنا دیتا ہے۔ اسی طرح قاتل مقتول کی مدت زندگی منقطع نہیں کرتا بلکہ مقتول اپنی موت سے مرتا ہے۔ یہی حال اس شخص کا ہے جو پانی میں ڈوب جاتا ہے یا اس پر دیوار گر جاتی ہے یا پہاڑ کی بلندی سے پھینکا جاتا ہے یا اس کو درندہ کھا جاتا ہے (سب اپنی موت سے مرتے ہیں) مسلمانوں کے ہدایت یاب اور کافروں کے گمراہ ہونے کا بھی یہی حکم ہے۔ یہ سب اللہ کا فعل اور عمل ہے۔ اس کی حکومت میں کوئی بھی اس کا ساجھی نہیں۔ کسب اور کمائی کی نسبت بندوں کی طرف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بندوں کی طرف مربنی اور خطاب کا رخ ہے۔ ثواب اور عذاب کا استحقاق اللہ کے وعدہ اور ذمہ داری کے بموجب بھی بندوں ہی کو ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ان کے اعمال کے عوض بِمَا صَبَرْتُمْ تمہارے صبر رکھنے کے عوض۔ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ۔ تم کو سقر میں کس چیز نے داخل کیا۔ انہوں نے کہا ہم نمازیوں میں سے نہ تھے اور نہ مسکین کو کھانا دیتے تھے۔ هَذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ۔ یہ وہ آگ ہے جس کو تم نہیں مانتے تھے بِمَا قَدَّمَتْ يَدَاكَ۔ جو تیرے دونوں ہاتھ پہلے کر چکے ہیں اس کے عوض۔

ان کے علاوہ دوسری آیات ہیں جن میں اللہ نے انسان کے اعمال سے سزا جزا کو وابستہ کیا ہے۔

جہمیہ کا قول اس کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ بندوں کے کسب کا وجود نہیں انسانی عمل ایسا ہی ہے۔ جیسے دروازہ کا کھلنا اور بند ہونا۔ آدمی دروازہ کی طرح ہے اور اُس درخت کی مثال ہے جس کو ہلایا جاتا ہے اور حرکت دی جاتی ہے (درخت مجبور ہے اس کی حرکت خود اس کے اختیار سے نہیں ہوتی) یہ لوگ حق کے منکر ہیں کتاب اور سنت کی تردید کرتے ہیں۔ قدریہ (معتزلہ) قائل ہیں کہ انسان اپنے اعمال کا خود خالق ہے۔ یہ ہلاک ہو جائیں۔ یہ امت اسلامیہ کے مجوسی ہیں (جو دو خالق مانتے ہیں)۔ انہوں نے انسانوں کو اللہ کا شریک بنا رکھا ہے۔ اللہ کی طرف عجز کی نسبت کی ہے اور اللہ کے ملک میں ایسی چیزوں کے وجود کو تسلیم کیا ہے جو اللہ کی قدرت اور ارادہ سے باہر ہیں۔ اللہ اس شرکت سے بہت اونچا ہے۔ اللہ نے تو خود فرمایا ہے۔ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔ اللہ نے تم کو اور تمہارے عمل کو پیدا کیا۔ جب بدلہ انسان کے اعمال پر واقع ہے۔ تو اللہ کی طرف سے تخلیق بھی اعمال پر ہوگی۔ (مطلب یہ کہ جب خلق جزا وسزا اللہ کا کام ہے تو اعمال کی تخلیق بھی اللہ ہی کا کام ہوگا)

کہا یہ جاتا ہے کہ ما کنتم تعملون سے مراد پتھروں کے بت ہیں۔ مگر یہ غلط ہے۔ پتھر تو اجسام ہیں کسی جسم کو کرنے کا کچھ معنی نہیں بلکہ کرنے کا تعلق ان اعمال سے ہے جو انسان کرتا ہے پس اعمال وہ ہیں جو انسان کرتا ہے۔ حقیقت میں تخلیق ہی کا رخ انسان کے اعمال کی طرف مڑتا ہے۔ حرکت ہو یا سکون۔ ارشاد خداوندی ہے وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ۔ وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے سوا ان لوگوں کے جن پر تیرا رب رحم کرے ان کو اسی لئے (یعنی اختلاف کرنے کے لئے) اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ۔ کیا انہوں نے اللہ کے لیے شریک بنا رکھے ہیں، جنہوں نے اللہ کی تخلیق کی طرح مخلوق کو پیدا کیا ہو تو اس وجہ سے اللہ کی مخلوق اور مفروضہ شریکوں کی مخلوق میں ان کو امتیاز نہیں! آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو آسمان و زمین سے تم کو رزق دیتا ہے۔

مشرکوں کی حالت بیان کرتے ہوئے فرمایا: اِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۔ اگر ان کو بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ تیری جانب سے ہے۔ ان سے کہہ دو سب خدا کی جانب سے ہے۔ ان لوگوں کو کیا ہو گیا کہ بات نہیں سمجھتے۔ حضرت حذیفہ والی حدیث میں رسول اللہ نے فرمایا اللہ نے ہر کاریگر کو اور اس کی صنعت کو پیدا کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قصاب کو اور اس کا ذبح کرنے کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔

حضرت ابن عباس کی روایت ہے حضور نے فرمایا۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ میں نے خیر و شر کو پیدا کیا ہے خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس کے ہاتھوں سے میں نے خیر کو (جاری ہونا) مقدر کیا اور ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جس کے

ہاتھوں سے میں نے شر (کا ظاہر ہونا) مقدر کیا۔

امام احمد سے دریافت کیا گیا کہ جن اعمال کی وجہ سے لوگ اللہ کی رضامندی یا ناخوشی کے مستحق ہوتے ہیں، کیا ان میں سے کوئی عمل اللہ کی طرف سے ہوتا ہے یا بندوں کی طرف سے۔ فرمایا وہ پیدا کئے ہوئے اللہ کے ہیں اور کئے ہوئے بندوں کے۔

ہمارا عقیدہ یہ بھی ہے کہ مومن نے کتنے ہی کبیرہ صغیرہ گناہ کئے ہوں اور بغیر توبہ کے مر بھی گیا ہو تب بھی کافر نہیں مرجاتا۔ بشرطیکہ توحید اور اخلاص نیت پر مرا ہو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگا۔ چاہے تو بخش دے اور جنت میں داخل کردے اور چاہے تو سزا دے اور دوزخ میں بھیج دے۔ تم کو اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان دخل نہ دینا چاہیے۔ جب تک اللہ اس کے انجام کی اطلاع خود نہ دے۔

فصل ہمارا عقیدہ ہے کہ مومن کو گناہ کبیرہ کی وجہ سے جب اللہ دوزخ میں داخل کریگا۔ تو وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا بلکہ آخر میں وہاں سے نکل آئے گا۔ اس کے حق میں دوزخ مثل قیدخانہ کے ہوگا۔ جہاں سے بقدر جرم و گناہ رہنے کے بعد رہائی ہو جائے گی۔ ہمیشہ رہنا نہ ہوگا۔ اس کے چہرہ پر آگ کی لپٹ نہیں لگیگی۔ اس کے اعضاء سجود کو آگ نہیں جلائے گی۔ ایسا کرنا آگ کے لئے حرام کر دیا گیا ہے۔ جب تک وہ دوزخ میں ہوگا۔ اللہ سے اس کی امید نہیں ٹوٹے گی۔ بالآخر دوزخ سے نکل کر جنت میں داخل ہو جائے گا اور دنیا میں جیسی طاعت کی تھی اسی کے موافق اس کو جنت میں درجات دیئے جائیں گے۔ معتزلہ کا قول اس کے خلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ سے نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں۔ ان کا کوئی ثواب نہیں ملیگا۔ خوارج کا بھی یہی قول ہے۔ مومن پر لازم ہے کہ تقدیر کی بھلائی برائی اور قضا ہی کے تلخ و شیریں پر اس کا ایمان ہو اور اس بات پر بھی ایمان ہو کہ پہنچنے والی چیز احتیاط سے ٹل نہیں سکتی۔ گذشتہ زمانوں میں جو کچھ ہو چکا اور روز حشر و نشر تک جو کچھ ہوگا۔ وہ قضا و تقدیر سے ہوا اور ہوگا۔ اندازہ الہی جو لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے۔ اس سے کسی مخلوق کا چھٹکارا نہیں۔ قضاء الہی کے خلاف انتہائی کوشش کرنے کے بعد نہ کوئی کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ حضرت ابن عباس کی حدیث میں ایسا ہی آیا ہے اور اللہ نے بھی فرمایا ہے۔ وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ۔ اگر اللہ تم کو کوئی دکھ دے دے تو سوائے اس کے اس دکھ کو دور کرنے والا کوئی نہیں۔ اور اگر وہ تم کو بھلائی پہنچانا چاہے۔ تو اس کے فضل کو کوئی لوٹانے والا نہیں۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنا فضل پہنچاتا ہے

حضرت زید بن وہب اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا۔ تم میں سے ہر ایک کی بناوٹ اس طرح ہوتی ہے کہ چالیس دن یا چالیس رات (شک راوی) ماں کے پیٹ میں نطفہ رہتا ہے۔ پھر اتنی ہی مدت تک جما ہوا خون پھر اسی قدر مدت میں بوٹی پھر چار باتوں کا حکم دے کر اللہ فرشتہ کو بھیجتا ہے۔ صورت رزق عمل اور شقاوت یا سعادت پھر بعض دوزخیوں کے کام کرتا ہے کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔

(اچانک) تقدیر کا لکھا غالب آتا ہے اور وہ اہل جنت کا کام کر کے جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور آدمی (عمر بھر) اہل جنت کے کام کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے (اچانک) تقدیر کا لکھا غالب آتا ہے اور وہ دوزخیوں کا کام کر کے دوزخ میں چلا جاتا ہے۔

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ بلاشبہ آدمی جنت والوں کے ایسے کام کرتا ہے لیکن کتاب میں لکھا ہوتا ہے کہ وہ دوزخی ہے۔ تو مرنے کے وقت پلٹ کر دوزخیوں کا عمل کرتا ہے اور دوزخ میں چلا جاتا ہے اور آدمی دوزخیوں کے ایسے کام کرتا ہے لیکن کتاب میں لکھا ہوتا ہے کہ وہ جنتی ہے۔ تو مرنے سے پہلے وہ اہل جنت کے کام کرتا ہے اور مر کر جنت میں چلا جاتا ہے۔

حضرت علیؓ نے بیان فرمایا ہم رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اس وقت حضور زمین کرید رہے تھے (زمین کریدنا کچھ سوچنے کی علامت ہے) اچانک سر اٹھا کر فرمایا ہر ایک جگہ دوزخ میں یا جنت میں نشان زد کر دی گئی ہے صحابہ نے عرض کیا پھر ہم اسی پر اعتماد نہ کر بیٹھیں۔ فرمایا کئے جاؤ، ہر ایک کو اسی چیز کی توفیق دی جاتی ہے جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہم جو کچھ کرتے ہیں کیا یہ پہلے سے طے شدہ چیز ہے یا از سر نو پیدا ہوتی اور شروع کی جاتی ہے۔ فرمایا طے شدہ چیز ہے۔ حضرت عمر نے عرض کیا تو پھر اسی پر اعتماد کر کے نہ بیٹھ رہیں۔ فرمایا ابن خطاب کئے جا ہر ایک کو اسی بات کی توفیق دی جاتی ہے۔ جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ جو اہل سعادت میں سے ہوتا ہے وہ سعادت کے کام کرتا ہے۔ ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ رسول اللہؐ نے شب معراج میں اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ فقط دل سے نہیں نہ خواب کی حالت میں۔ حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے آیت وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی کی تشریح میں فرمایا۔ میں نے اپنے رب کو رو در رو دیکھا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں اور عند سدرۃ المنتھی کی تشریح میں فرمایا میں نے اس کو سدرۃ المنتہی کے پاس دیکھا۔ یہاں تک کہ رب کے (چہرہ کا) نور میرے سامنے ظاہر ہوا۔

حضرت ابن عباس نے آیت وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاسِ میں فرمایا رُؤیا سے مراد آنکھوں کا دیکھنا ہے۔ جو شب معراج میں رسول اللہ کو دکھایا گیا تھا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ حضرت ابراہیمؑ کو خُلَّت ملی اور حضرت موسیٰؑ کو کلام اور محمد رسول اللہ کو دیدار۔ یہ بھی حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ محمد رسول اللہ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دو مرتبہ دیکھا۔ اس قول سے حضرت عائشہؓ کے اس قول کا معارضہ نہیں کیا جا سکتا جس میں ام المومنین نے رویت کا انکار کیا ہے۔ کیونکہ ام المومنین کے قول میں نفی ہے اور حضرت ابن عباس کے قول میں اثبات اور اثبات کو نفی پر ترجیح دی جائے گی کیونکہ رسول اللہؐ نے اپنے لئے رویت کو ثابت کیا ہے۔ ابوبکر بن سلیمان کا قول ہے کہ رسول اللہ نے اپنے رب کو گیارہ مرتبہ دیکھا نو مرتبہ کا ثبوت حدیث سے ملتا ہے اور دو مرتبہ کا قرآن سے۔ شب معراج میں جب رسول اللہؐ نے حضرت موسیٰ اور بارگاہ الٰہی کے درمیان

نماز کو کم کرانے کے لئے آمد و رفت کی تھی اور ۴۵ نمازیں کم کر دی گئی تھیں۔ اس رات کو نو مقامات پر نو مرتبہ دیدار ہونا حدیث سے ثابت ہے۔ ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ سوا انبیا کے ہر شخص کے پاس قبر میں منکر نکیر آتے ہیں۔ مردہ میں روح ڈالی جاتی ہے۔ منکر نکیر اس سے سوال کرتے ہیں اور امتحان لیتے ہیں کہ وہ کس دین کا معتقد تھا۔ مردہ کو بٹھایا جاتا ہے۔ جب سوال ہوچکتے ہیں۔ تو بلا تکلیف کے اس کی روح کھینچ لی جاتی ہے۔

ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ مردہ کے پاس جب کوئی زیارت کو آتا ہے۔ تو وہ اس کو پہچانتا ہے۔ جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد سورج نکلنے سے پہلے یہ شناخت زیادہ قوی ہوتی ہے۔ قبر کے عذاب اور دباؤ کو گنہگاروں اور کافروں کے لئے ماننا واجب ہے اور اطاعت گذار ایمان دار لوگوں کے راحت قبر پر ایمان رکھنا لازم ہے۔

معتزلہ کا قول اس کے خلاف ہے۔ وہ قبر کے عذاب ثواب اور منکر نکیر کے سوال کو نہیں مانتے۔ اہل سنت کے قول کا ثبوت اس آیت سے ہوتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے۔

یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ۔ اہل ایمان کو اللہ مضبوط بات پر قائم رکھتا ہے۔ دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اس آیت کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ دنیوی زندگی سے مراد وقت انتقال ہے اور آخرت سے مراد قبر کے اندر منکر نکیر کے سوال کا وقت۔

حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی یا کوئی آدمی [illegible] قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو کالے نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں۔ ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ دونوں کہتے ہیں تو اس شخص یعنی محمد رسول اللہ کے متعلق کیا کہتا تھا۔ مردہ جو کچھ دنیا میں کہتا تھا وہی جواب دے گا۔ اگر مومن ہے تو کہتا ہے۔ اللہ کے بندے ہیں۔ اللہ کے رسول ہیں۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ۔ فرشتے کہتے ہیں۔ ہم تو پہلے ہی سے جانتے تھے کہ تو ایسا کہے گا۔ پھر اس کے لئے قبر کے اندر لمبائی میں ستر ہاتھ چوڑی میں ستر، ستر یعنی ۴۹۰۰ ہاتھ کی کشائش کر دی جاتی ہے اور اس کی قبر میں روشنی کر دی جاتی ہے۔ اس کے بعد اس سے کہا جاتا ہے سو جا۔ وہ کہتا ہے مجھے چھوڑو میں اپنے گھر والوں کے پاس جاؤں گا۔ جواب دیا جاتا ہے۔ دولہا کی طرح سو جا۔ جس کو وہی بیدار کرتا ہے جو گھر والوں میں اس کو سب سے پیارا ہوتا ہے۔ (دولہا کی طرح وہ سو جائے گا) یہاں تک کہ اللہ اس کو اس کی خوابگاہ سے اٹھائے گا۔ اور اگر منافق ہے تو کہتا ہے۔ میں نہیں جانتا۔ جو کچھ لوگوں کو کہتے سنتا تھا۔ وہی میں کہہ دیتا تھا۔ فرشتے کہتے ہیں۔ ہم تو پہلے ہی جانتے تھے کہ تو ایسا کہے گا۔ اس کے بعد زمین سے کہا جاتا ہے۔ اس کو دبا کر مل جا۔ زمین اس کو دبا کر ایسی مل جاتی ہے کہ ادھر ادھر اس کی پسلیاں نکل جاتی ہیں۔ وہ برابر اسی عذاب میں رہے گا یہاں تک کہ اللہ اس کو اس کی خوابگاہ سے اٹھائے گا۔

عطاء بن یسار کی روایت سے بھی لوگوں نے تمسک کیا ہے۔ جس میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ عمر اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تیرے لئے تین ہاتھ ایک بالشت لمبی اور ایک ہاتھ ایک بالشت چوڑی زمین درست کی جائیگی پھر تیرے گھر والے تیری جانب رخ کریں گے اور غسل دے کر کفن پہنا کر خوشبو مل کر اٹھا لے جائینگے اور زمین میں چھپا کر اوپر سے مٹی ڈال کر لوٹ آئیں گے۔ پھر تیرے پاس قبر میں سوال کرنے والے منکر اور نکیر آئیں گے جن کی آوازیں تباہ کن کڑک کی طرح اور آنکھیں چندھیا دینے والی بجلی کی طرح ہوں گی۔ بال لٹکائے ہوئے ہونگے۔ تجھے گھبرائینگے ڈرائیں گے اور کہیں گے تیرا رب کون ہے۔ تیرا دین کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ کیا جو دل میرے پاس آج ہے کیا وہی دل اس وقت ہوگا۔ فرمایا ہاں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا تو میں ان سے نمٹ لوں گا۔

یہ حدیث ثبوت اور نص ہے اس بات کی کہ روح دوبارہ بدن میں ڈالی جائے گی۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے جب کہا تھا کہ کیا میرے ساتھ میرا دل ہوگا۔ تو حضور نے فرمایا۔ ہاں۔

حضرت منہال بن عمرو اور حضرت براء بن عازب کہتے ہیں۔ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے۔ قبر میں پہنچے تو اس وقت تک لحد تیار نہیں ہوئی تھی۔ حضور وہاں بیٹھ گئے۔ ہم بھی گرداگرد بیٹھ گئے۔ حضورؐ کی ہیبت سے (ہم ایسے بے حس و حرکت بیٹھے تھے) کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے تھے۔ حضور اپنے ہاتھ کی لکڑی سے زمین کریدنے لگے۔ پھر سر اٹھا کر دو یا تین بار فرمایا۔ میں عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ پھر فرمایا۔ جب مومن بندہ آخرت کی طرف منہ کئے دنیا سے قطع تعلق کی حالت میں ہوتا ہے۔ تو گورے رنگ کے فرشتے اس پر اترتے ہیں۔ ان کے چہرے آفتاب کی شکل ہوتے ہیں۔ ان کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے۔ یہ فرشتے اس مومن سے بقدر انتہائے نگاہ فاصلے پر بیٹھتے ہیں۔ اس کے بعد موت کا فرشتہ اس کے سرہانے بیٹھکر کہتا ہے۔ اے مطمئن والے پاکیزہ نفس باہر نکل آ۔ اللہ کی رضا مندی، مغفرت اور خوشنودی کی طرف آ۔ روح اس طرح بہہ کر باہر آ جاتی ہے۔ جیسے پانی کی بوند برتن سے (چھوٹ کر) باہر نکل آتی ہے۔ فوراً فرشتے اس کو لے لیتے ہیں اور پل بھر ملک الموت کے ہاتھ میں نہیں چھوڑتے اور لے کر اسی جنت والے کفن اور خوشبو میں لپیٹ دیتے ہیں اور مشک سے زیادہ پاکیزہ خوشبو اس سے نکلتی ہے۔ پھر اس کو لیکر اوپر کو چڑھتے ہیں۔ ملائکہ کے جس گروہ کی طرف سے ان کا گذر ہوتا ہے۔ سب کہتے ہیں یہ خوشبو پاکیزہ کیسی ہے۔ روح کو لے جانے والے مردہ کا سب سے اچھا نام لے کر کہتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے۔ پھر آسمان دنیا تک اس کو لے کر پہنچتے اور دروازہ کھلواتے ہیں دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ فرشتے اس کا استقبال کرتے ہیں اور برابر والے دوسرے آسمان تک اس کے ساتھ جاتے ہیں یہاں تک کہ پہنچ ساتویں آسمان تک پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔ اس کی کتاب کا علیین میں اندراج کرو اور زمین کی طرف دوبارہ لے جاؤ۔ ہم نے زمین سے ان کو پیدا کیا اور اسی میں لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ برآمد کریں گے۔ چنانچہ

روح کو دوبارہ جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے اور دو فرشتے آکر اس سے کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے میرا دین اسلام ہے۔ دونوں فرشتے کہتے ہیں۔ تو اس شخص کے متعلق کیا کہتا ہے جس کو تم لوگوں میں بھیجا گیا تھا۔ وہ کہتا ہے۔ وہ اللہ کے رسول تھے۔ حق بات لے کر ہمارے پاس آئے تھے۔ دونوں فرشتے کہتے ہیں۔ کہ تجھے اس بات کا علم کیسے ہوا؟ وہ کہتا ہے۔ میں نے اللہ کی کتاب یعنی قرآن کو پڑھا اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ اس وقت آسمان سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے۔ میرے بندہ نے سچ کہا۔ اس کے لئے جنت کا بستر کر دو۔ اس کو جنت کا لباس پہنا دو۔ اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھول دو۔ چنانچہ اس کو جنت کی ہوا اور خوشبو آنے لگتی ہے اور اس کی قبر میں بقدر انتہا نظر کشائش کر دی جاتی ہے اور ایک خوبصورت مہکتی خوشبو دار آدمی اس کے پاس آکر کہتا ہے۔ اس مسرت آفرین چیز کی تجھے بشارت ہو۔ یہ وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ وہ کہتا ہے تو کون ہے۔ آنے والا کہتا ہے۔ میں تیرا عمل صالح (نیک عمل) ہوں۔ اس وقت بندہ کہتا ہے پروردگار قیامت برپا کر دے۔

حضور نے فرمایا۔ جب بندہ کافر کے سامنے آخرت اور دنیا سے قطع تعلق کا وقت ہوتا ہے۔ تو اللہ اس پر کچھ کالے منہ والے ملائکہ اتارتا ہے۔ وہ ایک ٹاٹ ساتھ لے کر آکر انتہا نگاہ کے فاصلے پر بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر موت کا فرشتہ آکر اس کے سرہانے بیٹھ کر کہتا ہے۔ اے خبیث روح باہر نکل۔ اللہ کی ناراضگی اور غضب کی طرف آ۔ روح ڈر کے مارے تمام اعضا میں پھیل جاتی ہے۔ ملک الموت اس کو اس طرح کھینچتا ہے۔ جیسے بھیگے ہوئے اون میں سے (کانٹوں دار) سیخ کھینچی جاتی ہے اور اس کی رگیں اور پٹھے ٹوٹ جاتے ہیں۔ فرشتے اس کو لے کر ٹاٹ میں لپیٹ دیتے ہیں۔ اس سے مردار سے زیادہ بری بو نکلتی ہے۔ فرشتے اس کو چڑھا لے جاتے ہیں اور جس گروہ ملائکہ کی طرف سے گزرتے ہیں۔ وہ یہی کہتے ہیں۔ یہ خبیث بو کہاں سے آئی۔ روح کو لے جانے والے فرشتے اس مردہ کا سب سے برا نام لے کر کہتے ہیں۔ یہ فلاں بن فلاں ہے۔ پھر آسمان دنیا تک پہنچتے ہیں اور دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں تو دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ اس کے بعد حضور نے آیت لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ تلاوت فرمائی۔ اللہ فرماتا ہے۔ کہ اس کی کتاب کو سجین میں درج کرو۔ اس کے بعد اس کی روح کو پھینکدیا جاتا ہے۔ یہ فرمانے کے بعد حضور نے یہ آیت تلاوت کی وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّیْرُ اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِیْقٍ۔ یعنی اس کی روح دوبارہ بدن میں لوٹائی جاتی ہے اور دو فرشتے آکر اس کو بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے۔ ہائے ہائے مجھے نہیں معلوم۔ فرشتے کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ فرشتے کہتے ہیں۔ یہ شخص جس کی بعثت تم لوگوں میں ہوئی تھی۔ اس کے متعلق تو کیا کہتا ہے۔ وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ اس

وقت ایک منادی پکارتا ہے۔ میرے بندہ نے جھوٹ کہا اس کے لئے آگ کا بستر کر دو۔ آگ کے کپڑے پہنا دو اور دوزخ کا ایک دروازہ اس کے لئے کھول دو۔ چنانچہ دوزخ کی کچھ گرمی اور لُو اس کی طرف آتی ہے قبر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ ادھر اُدھر پسلیاں نکل جاتی ہیں۔ اور ایک شخص بدصورت بدلباس بدبودار آکر کہتا ہے۔ تکلیف انگیز حالت کی تجھے بشارت ہو۔ یہی وہ دن ہے جس کا وعدہ تجھ سے کیا جاتا تھا۔ وہ کہتا ہے تو کون ہے آنے والا۔ کہتا ہے میں تیرا عمل بد ہوں۔ مردہ کہتا ہے پروردگار قیامت بپا نہ کرنا۔

حضرت عبداللہ بن عمر کا قول ہے کہ جب مومن کو قبر میں رکھدیا جاتا ہے۔ تو اس کی قبر ستر ہاتھ لمبی اور ستر ہاتھ چوڑی کر دی جاتی ہے۔ اس پر پھول بکھیرے جاتے ہیں اور جنت کے ریشمی کپڑوں سے اس پر پردہ ڈالا جاتا ہے۔ اب اگر اس کے پاس قرآن کا کوئی حصہ حفظ (یعنی قرآن کا کچھ حصہ اس کو یاد ہو اور جس کو وہ پڑھا کرتا تھا) تو اس کا نور اس کے لئے کافی ہوتا ہے۔ ورنہ آفتاب کے نور کی طرح اس کے لئے روشنی کر دی جاتی ہے اور اس کی حالت اس دلہن کی طرح ہوتی ہے۔ جس کو بیدار کرنے والا سوا اس کے پیارے کے اور کوئی نہیں ہوتا۔ وہ سو کر اٹھتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اس کی نیند پوری نہیں ہوئی۔ اور کافر کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس پر قبر تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں اندر گھس جاتی ہیں اور بختی اونٹ کے برابر سانپ اس پر چھوڑے جاتے ہیں۔ سانپ اس کا گوشت کھاتے ہیں کہ سوا ہڈیوں کے کچھ نہیں چھوڑتے اور کچھ گونگے بہرے اندھے شیطان اس پر چھوڑے جاتے ہیں۔ شیطان رجیم سے یہی مراد ہے۔ اُن کے پاس لوہے کے گُرز ہوتے ہیں۔ جن سے ان کو مارتے ہیں۔ اور نہ اس کی آواز سنتے ہیں۔ نہ اس کو دیکھتے ہیں کہ رحم کریں اور صبح شام اس کی پیشی آگ پر ہوتی ہے۔ یہ تمام احادیث قبر کے عذاب ثواب پر دلالت کر رہی ہیں۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ جس شخص کو سولی دیدی گئی ہو اور درندے پرندے اس کا گوشت لے گئے ہوں یا جل گیا ہو یا ڈوب گیا ہو یا درندوں نے اسے پھاڑ کھایا ہو تو اس کا کیا ہوگا۔ جواب میں کہا جائے گا کہ رسول اللہؐ نے عذاب قبر کا ذکر فرمایا ہے اور مسئلہ کی بنا اسی رواج پر ہے کہ لوگ مُردوں کو قبر میں دفن کیا کرتے ہیں۔ لیکن اگر مردہ کسی غیر معمولی نادر ترین حالت کا ہو تو ناممکن نہیں کہ اللہ اس کی روح کو زمین کی طرف لوٹا دے اور اس کو دبایا جائے اور اس سے سوال کیا جائے اور تکلیف یا راحت اس کو پہنچائی جائے جیسا کہ کافروں کی روحوں کو روزانہ دوبار صبح و شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔ یہ مدت تک یہی ہوتا رہے گا پھر مع اجسام کے ان کو دوزخ میں داخل کیا جائیگا۔ اللہ نے خود فرمایا ہے۔ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ۔ صبح و شام ان کی آگ پر پیشی ہوتی ہے اور قیامت کے دن حکم ہوگا۔ فرعون والوں کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔

ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ شہیدوں اور مومنوں کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں۔ جنت میں وہ

آزاد پھرتے ہیں اور عرش کے نیچے نور کی قندیلوں میں (لوٹ کر) ٹھکانا پکڑتے ہیں۔ پھر دوسرے صور پھونکنے پر وہ جسموں میں داخل ہو کر قیامت کے دن بیٹھیں گی اور حساب کے لئے زمین کی طرف آئیں گی حضرت ابن عباس کی روایت ہے حضورؐ نے فرمایا جب تمہارے بھائی اُحد میں شہید ہو گئے تو ان کی روحوں کو اللہ نے سبز پرندوں کے پیٹوں میں داخل کر دیا وہ جنت میں آزاد پھرتے ہیں اور عرش کے سایہ میں سونے کی قندیلوں میں ٹھکانا پکڑتے ہیں جب انہوں نے اپنے کھانے پینے اور آرام گاہوں کی پاکیزگی پائی تو کہنے لگے ہمارے بھائیوں کو کوئی اطلاع دیدے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں ہم کو رزق دیا جاتا ہے پس ان کو بھی جہاد سے گریز اور جنگ سے اعراض نہ کرنا چاہیئے۔ اللہ نے فرمایا اور وہ بڑا سچا ہے کہ میں ان کو یہ اطلاع پہنچا دوں گا۔ چنانچہ اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ جو لوگ راہ خدا میں مارے گئے ان کو مردہ نہ خیال کرو۔ بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے جو کچھ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا کیا اس پر وہ خوش ہیں۔

پس ہو سکتا ہے کہ سوال اور عذاب ثواب کا تعلق مومن اور کافر کے جسم کے بعض حصوں سے ہو بعض سے نہ ہو۔ اور جو سلوک بعض اجزاء سے ہو وہی کل سے ہو (جواب میں) یہ بھی کہا گیا ہے کہ اجزاء منتشرہ کو قبر کے دباؤ اور منکر نکیر کے سوال کے لئے اللہ جمع کر دیتا ہے جس طرح حشر او حساب کے لئے اللہ (متفرق اجزاء کو) جمع کریگا۔

قبروں سے اُٹھنے اور میدان قیامت میں پھیلنے کو ماننا واجب ہے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے۔ وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ۔ اور یہ کہ قیامت ضرور آئیگی اس میں کوئی شک نہیں اور اللہ قبروں والوں کو ضرور اٹھائیگا۔ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ۔ جس طرح اللہ نے تم کو پہلی بار پیدا کیا ویسے ہی تم دوبارہ لوٹوگے (دوبارہ پیدا کئے جاؤگے) مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔ اس زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا اسی میں لوٹا دیںگے اور اسی سے دوسری بار نکالینگے۔ لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى وَلِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى۔ اللہ قبروں سے برآمد کریگا اور جمع کریگا اس لئے کہ ہر شخص کو اپنی کوشش کا عوض مل جائے۔ بدی کرنے والوں کو ان کے عمل کی سزا دیدے اور جنہوں نے نیکی کی ہے ان کو نیکی کا ثواب عطا کر دے اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ وہ خدا جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو موت دیتا ہے اور پھر تم کو زندہ کریگا۔ جو خدا اول بار پیدا کر سکتا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے فرقہ معطلہ اس کا منکر ہے۔

تمام مومنین کا یہ ایمان لانا واجب ہے کہ اہل کبیرہ اور دوسرے گنہگاروں کے متعلق رسول اللہ کی شفاعت اللہ قبول فرمائیگا [illegible] کے وقت دوزخ میں جانے سے پہلے آپ تمام مومنوں کی امتوں کی شفاعت کریں گے۔ در

دوزخ میں داخل ہونے کے بعد صرف اپنی امت کی۔ حضور کی اور دوسرے اہل ایمان کی شفاعت سے گناہگار دوزخ سے نکلیں گے۔ یہاں تک کہ جس کے دل میں بوزن ذرہ ایمان ہوگا اور جس نے خلوص کے ساتھ صرف ایک بار لا الٰہ الّا اللہ کہا ہوگا۔ وہ بھی دوزخ میں باقی نہیں رہے گا قدریہ (معتزلہ) اس کے منکر ہیں۔ اللہ کے قول میں ان کے قول کی تکذیب موجود ہے۔ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ۔ ہمارا نہ کوئی سفارشی ہے نہ گہرا دوست۔ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَا۔ کیا ہمارے کچھ سفارشی ہیں جو ہماری سفارش کریں۔ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ۔ سفارشیوں کی سفارش ان کو فائدہ نہیں دیگی۔ ان سب آیات سے ثابت ہے کہ آخرت میں شفاعت (کا وجود) ہوگا (خواہ کافروں کے لئے نہ ہو) اسی طرح حدیث میں بھی شفاعت کا ثبوت موجود ہے۔ حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے۔ رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا سب سے پہلے میں ہی وہ شخص ہوں گا جو قیامت کے دن زمین کے شگافتہ ہونے کے بعد برآمد ہوگا (مگر یہ بات میں) فخر کے طور نہیں کہہ رہا ہوں۔ میں ہی اولادِ آدم کا سردار ہوں اور (مجھے اس پر) فخر نہیں۔ میں ہی بلا فخر لواء الحمد کا حامل ہوں۔ میں ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا۔ اور کوئی فخر نہیں۔ میں ہی جنت کے دروازہ کی زنجیر پکڑ کر (کچھ عرض کرنے کی) اجازت طلب کروں گا اور اجازت عطا کردی جائے گی۔ میرے سامنے جبار کا رُخ ہوگا۔ تو میں سجدہ میں گر پڑوں گا۔ اللہ فرمائیگا محمد سر اٹھاؤ شفاعت کرو۔ تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ سوال کرو تمہارا سوال پورا کیا جائے گا۔ میں سر اٹھا کر عرض کروں گا۔ يَا رَبِّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ میں برابر اپنے رب کی طرف رجوع کرتا رہوں گا۔ اللہ فرمائیگا جاؤ دیکھو۔ جس کے دل میں دانہ کے وزن کے برابر ایمان پاؤ اس کو آگ سے نکال لو۔ حضورؐ نے فرمایا میں اپنی امت کے ڈھیروں آدمی پہاڑوں کے برابر نکال لوں گا۔ دوسرے پیغمبر مجھ سے کہیں گے۔ اپنے رب سے پھر رجوع کرو اور اس سے سوال کرو۔ میں کہوں گا میں بار بار اپنے رب کی طرف جا کر (سوال کر چکا) اب مجھے اس سے شرم آتی ہے۔

حضرت جابر کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا۔ امت محمدیہ کے کبیرہ گناہ کرنیوالوں کیلئے میری سفارش ہوگی۔

حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہر نبی کی ایک دعا قبول کی جاتی ہے۔ چنانچہ ہر نبی نے اپنی دعا کرنے میں جلدی سے کام لیا اور میں نے اپنی دعا کو محفوظ رکھ چھوڑا ہے کہ قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کروں۔ چنانچہ میری شفاعت انشاء اللہ امت کے ان لوگوں کے لئے ہوگی جو مرتے وقت مشرک نہ رہے ہوں۔

حضرت انس کی روایت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ روئے زمین پر جتنے پتھر اور ڈھیلے ہیں۔ ان سے بھی زیادہ لوگوں کی میں قیامت کے دن شفاعت کروں گا۔ رسول اللہ قیامت کے دن میزان کے پاس بھی شفاعت کریں گے اور پل صراط کے پاس بھی۔ اسی طرح ہر نبی کو شفاعت کا حق ہوگا۔

حضرت حذیفہ کی روایت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ابراہیم قیامت کے دن کہیں گے اے میرے رب۔ اللہ فرمائیگا لبیک۔

ابراہیم کہیں گے۔ پروردگار تو نے اولاد آدم کو جلا دیا۔ اللہ فرمائے گا جس کے دل میں ایک گندم یا جو کے وزن کے برابر ایمان ہو اس کو آگ سے نکال لو۔ اسی طرح ہر امت کے صدیق اور نیک لوگ شفاعت کریں گے۔ حضرت ابوسعید خدری کی روایت میں آیا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ ہر نبی کو (ایک دعا کرنے کا حق) عطا کیا گیا ہے اور میں نے اپنی امت کی شفاعت کے لئے اپنے حصّے کا عطیہ محفوظ رکھ چھوڑا ہے۔ میری امت کے بعض آدمی قبیلہ کی شفاعت کریں گے۔ اور اللہ اس قبیلہ کو اُس شخص کی شفاعت سے جنت میں داخل فرمائیگا بعض لوگ ایک جماعت کی شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت سے اللہ ان کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ بعض لوگ تین آدمیوں کی بعض دو آدمیوں کی اور بعض ایک آدمی کے سفارشی ہوں گے۔ حضرت ابن مسعود کی حدیث ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا مسلمانوں کے ایک گروہ کو دوزخ کا عذاب دیا جائے گا لیکن اللہ کی رحمت اور شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے ان کو جنت میں داخلہ مل جائے گا۔

اویس قرنی کی مشہور حدیث میں آیا ہے کہ جب لوگ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے تو جس پر اللہ مہربانی کرنا، رحمت اور احسان کرنا چاہے گا۔ اس کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل فرما دیگا

حسن بصری نے بروایت حضرت انس بیان کیا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا میں برابر شفاعت کرتا رہوں گا۔ میرا رب میری سفارش قبول فرماتا رہے گا یہاں تک کہ میں عرض کروں گا۔ پروردگار میری سفارش ان لوگوں کے حق میں قبول فرما جو صرف لا الٰہ الا اللہ کے قائل تھے۔ اللہ فرمائے گا۔ محمد یہ نہ تیرے لئے ہے نہ اور کسی کے لئے۔ اپنی عزت۔ عظمت اور رحمت کی قسم میں لا الٰہ الا اللہ کے کسی قائل کو آگ میں نہیں چھوڑوں گا۔

جہنم پر صراط ہونے کا یقین رکھنا بھی واجب ہے۔ صراط جہنم کی پشت پر ایک دراز پل ہوگا اللہ جس کو چاہے گا صراط اس کو جہنم میں پھینک دے گا اور جس کو اللہ چاہے گا وہ گذر جائے گا۔ ایسے حالات میں اعمال کے موافق گذرنے والوں کے لئے روشنی ہوگی۔ کچھ پیادہ چلنے والے ہوں گے کچھ دوڑنے والے کچھ سوار کچھ زانو کے بل سرکنے والے کچھ سرینوں کے بل گھسٹنے والے۔ رسول اللہ صلعم نے ایک طویل حدیث میں فرمایا کہ صراط میں آنکڑے ہونگے جیسے سعدان کے کانٹے۔ کیا تم سعدان کے کانٹوں سے واقف ہو۔ صحابہ نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ۔ فرمایا تو وہ سعدان کے کانٹوں کی طرح ہونگے۔ مگر ان کی عظمت کا اندازہ کسی کو سوائے خدا کے معلوم نہیں۔ وہ آنکڑے لوگوں کو جھپٹ کر پکڑ لینگے پس بعض لوگ اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں گے بعض لوگ گہرے زخم کھا کر دوزخ میں پھینک دیئے جائیں گے اور بعض لوگ زخمی ہو جانے کے بعد نجات پا جائیں گے۔ وہ آنکڑے (اپنی دھار سے) کاٹنے کے لئے بھی ہوں گے۔ یہ بھی ایک قول ہے۔ حضور نے یہ بھی فرمایا کہ اپنے قربانی کے جانوروں کو عمدہ بناؤ وہ صراط پر تمہاری سواریاں ہیں۔

صراط کی کیفیت رسول اللہ سے منقول ہے کہ صراط بال سے باریک انگارے سے گرم اور تلوار سے تیز ہوگی۔ آخرت کے سالوں کے لحاظ سے تین سو سال کے راستہ کے بقدر اس کا طول ہوگا۔ نیکوکار اس سے پار ہو جائیں گے اور بدکار

پھسل پڑیں گے ۔ بعض روایات میں تین ہزار سال کے بقدر طول آیا ہے ۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن ہمارے رسول کا ایک حوض ہوگا جس سے اہل ایمان سیراب ہوں گے کافروں کو اس کا پانی نہیں دیا جائے گا۔ پل صراط سے گذرنے کے بعد جنت میں داخل ہونے سے پہلے اس کا محل وقوع ہوگا۔ ایک بار اس کا پانی پینے کے بعد کبھی پیاس نہیں لگے گی ۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہوگا۔ اس کی چوڑائی ایک ماہ کے راستہ کے بقدر ہوگی اس کے کوزے شمار میں آسمان کے ستاروں کے برابر ہونگے اس میں کوثر سے آکر دو نالوں کے دھانے بہتے ہیں۔ کوثر کی اصل جنت کے اندر اور شاخ مقام حساب میں ہوگی ۔

حوض کا تذکرہ رسول اللہ نے حضرت ثوبان کی حدیث میں فرمایا ہے ۔ارشاد فرمایا میں قیامت کے دن اپنے حوض کے پاس ہوں گا ۔حضور والا سے حوض کی وسعت دریافت کی گئی ۔ تو فرمایا جتنی میرے اس مقام سے عمان تک ہے اتنی ہی حوض کی وسعت ہوگی) اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا اور اس میں جنت سے آکر دو پرنالے بہتے ہیں ایک چاندی کا دوسرا سونے کا ۔ جو ایک بار اس کا پانی پی لے گا ۔ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا ۔

حضرت عبداللہ بن عمر کی روائت کردہ حدیث میں حضور نے فرمایا ۔تم سے ملنے کا مقام میرا حوض ہے جس کی چوڑائی لمبائی کے برابر ہوگی ۔ ایلہ سے مکہ تک جتنا فاصلہ ہے اس کی وسعت اس سے بھی زیادہ ہوگی ۔ یہ فاصلہ ایک مہینہ کے راستہ کے بقدر ہے ۔اس پر کوزے ستاروں کی طرح ہوں گے ۔اس کا پانی سفیدی میں چاندی سے زیادہ ہوگا ۔ جو ایک مرتبہ پی لے گا پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا ۔اسی طرح ہر نبی کا ایک حوض ہوگا سوائے صالح پیغمبر کے کہ ان کا حوض وہی اونٹنی کے تھن ہونگے ۔ ہر امت کے اہل ایمان حوض کا پانی پئیں گے ۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے ۔حضور نے فرمایا میرا حوض اتنا ہے جتنا عدن سے عمان تک (فاصلہ) ہے ۔اس کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتیوں کے خیمے ہیں ۔اور اس کے برتن گنتی میں آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں ۔اس کی کیچڑ خالص مشک ہے اس کا پانی دودھ سے سفید اور برف سے ٹھنڈا اور شہد سے میٹھا ہے ۔ جو اس کو ایک بار پی لے گا ۔ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا ۔ قیامت کے دن (حوض پر) میرے پاس آنے سے بعض لوگوں کو روکا جائے گا ۔ جیسے غیر اونٹوں کو اپنے اونٹوں میں سے ہنکا دیا جاتا ہے ۔میں کہوں گا ارے ادھر آؤ ارے ادھر آؤ ۔ جواب دیا جائے گا آپ کو نہیں معلوم کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا نئی باتیں نکال رکھی تھیں ۔ میں کہوں گا کیا نئی باتیں نکال رکھی تھیں ۔ کہا جائیگا ۔انہوں نے (آپ کی تعلیم کو) بدل ڈالا تھا اور طرح کر دیا تھا تو میں کہوں گا خبردار ۔ دور ۔ دور ۔ معتزلہ نے حوض کا انکار کیا ہے ۔پس ان کو حوض کا پانی نہیں پلایا جائے گا اور اگر اپنے قول اور انکار حق اور آیات واحادیث واقوال صحابہ کو رد کرنے سے توبہ نہیں کریں گے تو دوزخ میں پیاسے داخل کئے جائینگے ۔حضرت انس بن مالک کی مرفوع روایت ہے ۔رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جس نے شفاعت کی تکذیب کی ۔

اس کو شفاعت نصیب نہ ہوگی اور جس نے حوض کی تکذیب کی اس کو حوض سے کچھ نہیں ملیگا۔

اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ اپنے ساتھ عرش پر تمام پیغمبر اور رسولوں سے اوپر اپنے نبی مختار کو بٹھائے گا۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ہے، رسول اللہ نے آیت عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا کی تشریح میں فرمایا کہ اللہ آپ کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھائیگا۔ ہشام بن عروہ کہتے ہیں حضرت عائشہؓ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلعم سے مقام محمود کے متعلق دریافت کیا۔ فرمایا مجھ سے میرے رب نے عرش پر بیٹھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب کی روایت بھی اسی طرح ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا کہ قیامت کا دن ہوگا۔ تو تمہارے نبی کو بلا کر اللہ کے سامنے اس کی کرسی پر بٹھایا جائے گا۔ دریافت کیا گیا ابو مسعود حبیب اللہ اپنی کرسی پر ہوگا (تو نبی اس کی کرسی پر کیسے ہوں گے) کیا اللہ ان کے ساتھ نہ ہوگا کہنے لگے ارے یہ حدیث دنیا میں میری آنکھوں کو بڑی ٹھنڈک پہنچانے والی ہے (یعنی صحیح ہے قابل شک نہیں) حجاج نے اپنی حدیث میں بیان کیا ہے کہ قیامت کا دن ہوگا تو جبار اپنے عرش پر نازل ہوگا اور اس کے دونوں قدم کرسی پر ہوں گے اور تمہارے نبی کو لاکر اللہ کے سامنے اس کی کرسی پر بٹھایا جائے گا۔ لوگوں نے حُمیدی (راوی) سے پوچھا کیا نبی اللہ کے ساتھ (کرسی پر) ہوں گے۔ حُمیدی نے کہا۔ ارے ہاں وہ اس کے ساتھ ہوں گے۔

اہل سنت کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ اپنے مومن بندہ کا حساب لے گا۔ اس کو اپنے نزدیک کرے گا۔ اپنا پہلو اس پر رکھیگا۔ یہاں تک کہ لوگوں سے اس کو چھپا لے گا۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ہے کہ رسول اللہ فرما رہے تھے۔ میں نے خود سنا تھا کہ قیامت کے دن مومن کو لایا جائے گا۔ اللہ اس کو اپنے نزدیک کرلے گا۔ اس پر اپنا پہلو رکھیگا۔ یہاں تک کہ لوگوں سے اس کو چھپا لے گا۔ پھر فرمائے گا۔ میرے بندے کیا تو فلاں گناہ کو جانتا ہے۔ کیا تو اپنے فلاں گناہ سے واقف ہے۔ یہ دو مرتبہ فرمائیگا۔ بندہ عرض کرے گا۔ جی ہاں میرے رب۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنے سب گناہوں کا اقرار کرلیگا اور اس کو یقین ہوجائے گا بے ہلاک ہوگیا۔ تو اللہ فرمائیگا۔ میرے بندے تیرے یہ گناہ میں نے دنیا میں چھپائے تھے۔ اور آج میں ان کو معاف کرتا ہوں۔ حساب فہمی کا معنی یہ ہے کہ بندہ کے سامنے برائیوں اور نیکیوں کی فہرست پڑھ کر اس کو عمل کی جزا سزا کی مقدار سے واقف کیا جائیگا۔ اور جو چیز اس کو نفع نقصان پہنچانے والی ہے۔ وہ اس کو بتادی جائے گی معتزلہ حساب فہمی کے بھی منکر ہیں۔ اللہ نے اس آیت میں ان کی تکذیب کی ہے۔ اِنَّ اِلَیْنَآ اِیَابَھُمْ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَھُمْ بے شک ہماری ہی طرف ان کی واپسی ہوگی اور ہمارے ہی ذمہ ان کا حساب ہے۔

اہل سنت کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ کی ایک ترازو ہے جس کے دو پلڑے اور ایک زبان ہے۔

قیامت کے دن نیکیوں اور برائیوں کا اس میں وزن کرے گا۔ معتزلہ مع فرقہ مرجیہ اور خوارج کے اس سے بھی منکر ہیں۔ وہ کہتے ہیں میزان کے معنی اعمال کو تولنا نہیں ہے بلکہ عدل کرنا ہے۔ اللہ کی کتاب اور رسول کی احادیث میں ان کی تکذیب موجود ہے۔ اللہ نے فرمایا وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ ۝ ہم میزانیں (یعنی عدل) قیامت کے دن قائم کریں گے کسی کی کچھ بھی حق تلفی نہیں کی جائے گی۔ اگر رائی کے دانہ کے وزن کے برابر کوئی چیز ہوگی۔ تو ہم اس کو لے آئیں گے۔ ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔

فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ
پس جس کی تول بھاری ہوگی وہ پسندیدہ عیش میں ہوگا اور جس کے وزن ہلکے ہونگے (وہ) ہاویہ کی گود میں جائے گا، اس کی ماں ہاویہ ہوگی۔ ہلکا بھاری ہونا عدل کی صفت نہیں ہوتا۔ بات صرف یہ ہے کہ میزان (عدل) اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ کیونکہ وہی لوگوں کی حساب فہمی کا ذمہ دار ہے۔ نواس بن سمعان کلابی کہتے تھے۔ میں نے خود سنا رسول اللہ فرماتے تھے۔ میزان رحمن کے ہاتھ میں ہے۔ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو اونچا اور کچھ کو نیچا وہی کریگا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ میزان جبرائیل کے ہاتھ میں ہوگی۔ حضرت حذیفہ بن یمان نے فرمایا۔ بلاشبہ جبرئیل صاحب میزان ہوں گے۔ اللہ جبرائیل سے فرمائے گا ان کا ہی ترازن کر (جبرائیل ترازن کریں گے، تو بعض لوگ بعض سے وزنی نکلیںگے (یعنی اعمال،

حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ہے سرکار عالی نے فرمایا۔ قیامت کے دن میزان قائم کی جائے گی اور ایک آدمی کو لاکر ترازو کے ایک پڑے میں رکھا جائے گا اور اسی پلڑے میں اس کے گنتی کئے ہوئے اعمال بھی رکھے جائینگے۔ ترازو اس کو لے کر جھک جائے گی تو اللہ اس کو دوزخ میں بھیجدے گا جب اس کی پشت پھیر کر لے جایا جائے گا تو اچانک ایک منادی اللہ کی طرف سے چیخ کر آواز دے گا۔ جلدی نہ کرو جلدی نہ کرو اس کا (کچھ عمل) باقی رہ گیا ہے چنانچہ کچھ لایا جائیگا جس میں لا الہ الا اللہ ہوگا اور لاکر اس آدمی کے نیکیوں کے پڑے میں رکھ دیا جائے گا۔ تو اس کی وجہ سے ترازو جھک جائے گی اور اس کو جنت میں بھیجنے کا حکم دیدیا جائے گا۔

ایک دوسری مرفوع حدیث میں آیا ہے حضورؐ نے فرمایا قیامت کے دن ایک آدمی کو میزان کے پاس لایا جائے گا۔ پھر ننانوے طومار لائے جائیں گے۔ ہر طومار کی لمبائی، ساتھ حد نگاہ کے برابر ہوگی۔ سب میں اس کے گناہوں اور خطاؤں کا اندراج ہوگا۔ چنانچہ اس کی بدیاں نیکیوں پر غالب آئیں گی اور اس کو دوزخ کی طرف بھیجنے کا حکم ہو جائے گا۔ جب اس کی پشت پھیر کر لے جایا ہی جائے گا تو اچانک ایک چیخنے والا اللہ کی طرف سے چیخ کر ندا دے گا۔ ابھی اس کا کچھ حصہ رہ گیا ہے۔ چنانچہ انگوٹھے کے سر کی برابر کچھ لایا جائے گا۔ حضور نے انگوٹھے کا نصف حصہ پکڑ کر بتایا جس میں لا الہ الا اللہ و ان محمد رسول اللہ کی شہادت درج ہوگی اس کو نیکیوں کے پلڑے میں رکھا

جائے گا تو نیکیاں برائیوں سے بھاری ہو جائیں گی اور اس کو جنت کی طرف بھیجنے کا حکم ہو جائے گا۔

ایک اور حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں کہ حضور نے انگوٹھا پکڑ کر بتایا۔ پھر ایک کاغذ اس کے لئے نکالا جائے گا جس میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت درج ہو گی۔ بعض قول میں آیا کہ چیونٹی اور رائی کے دانہ کے ہم وزن بھی پاسنگ ہو گا نیکیوں کو حسین صورت میں لا کر نور کے پلڑے میں ڈالا جائے گا اور گناہوں کو بری شکل دے کر تاریکی والے پلڑے میں لا کر ڈالا جائے گا۔ اول کی وجہ سے اللہ کی رحمت سے پلڑا بھاری ہو جائے گا اور دوسری کی وجہ سے عدل خداوندی پلڑا ہلکا ہو جائے گا۔ میزان کے بھاری ہونے کی علامت پلڑے کا اونچا ہونا ہو گا اور ہلکے ہونے کی علامت پلڑے کا نیچے آجانا۔ میزان آخرت کی وزن کشی کا یہ طریقہ دنیوی ترازوں کے خلاف ہو گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آخرت کی وزن کشی دنیا کے وزن کی طرح ہو گی (یعنی بھاری پلڑا نیچا اور ہلکا پلڑا اونچا ہو گا) پلڑے کے بھاری ہونے کا سبب ایمان اور اقرار توحید و رسالت ہو گا اور ہلکا ہونے کا سبب اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک قرار دینا۔

جس کا پلڑا اونچا ہو جائے گا اس کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ جنت اونچی ہے۔ اور جس کا پلڑا ہلکا ہو گا۔ اس کو آگ میں یعنی ہاویہ میں داخل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ ہاویہ زمین کے نیچے سفل السافلین میں ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ جس کے وزن بھاری ہوں گے وہ پسندیدہ زندگی میں یعنی بہشت بریں میں ہو گا۔ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ اور جس کے وزن ہلکے ہوں گے۔ اس کی ماں ہاویہ ہو گی۔ ماں سے مراد ہے مرکز اصلی۔ مقام رجوع۔ جائے بازگشت۔ نَارٌ حَامِيَةٌ گرم آگ یعنی ہاویہ۔

اعمال کی وزن کشی کے لحاظ سے لوگوں کی تین قسمیں ہو جائیں گی ۱۔ وہ لوگ جن کی نیکیاں برائیوں سے زائد ہوں گی۔ ان کو جنت بھیجنے کا حکم ہو گا ۲۔ وہ لوگ جن کی بدیاں نیکیوں پر غالب ہوں گی ان کو دوزخ بھیجنے کا حکم ہو گا ۳۔ وہ لوگ جن کی نیکیاں بدیاں برابر ہوں گی یہ اعراف والے ہوں گے پھر جب اللہ چاہے گا ان کو جنت میں داخل فرما دے گا۔ آیت وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ کا یہی مطلب ہے۔

اہل قرب جنت میں بے حساب داخل ہوں گے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ستر ہزار جنت میں بلا حساب داخل ہوں گے جن میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ستر ہزار ہوں گے اور کافر دوزخ میں بغیر حساب فہمی کے داخل ہوں گے۔ اہل ایمان میں سے بعض لوگوں کا تھوڑا سا حساب لے کر جنت میں داخلہ کا حکم ہو جائے گا۔ بعض لوگوں کی پوری حساب فہمی ہو گی۔ پھر ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہو گا وہ چاہے گا جنت میں بھیجے گا یا دوزخ کو بھیجے گا۔ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ فاما من اوتی کتابہ بیمینہ فسوف یحاسب حسابا یسیرا جس کے دائیں ہاتھ میں اعمالنامہ دیا جائے گا اس کا حساب آسان لیا جائے گا الخ دوسری آیت ہے وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ہر انسان کا اعمالنامہ

ہم نے اس کی گردن سے چپکا دیا ہے۔ قیامت کے دن ہم اس کا اعمالنامہ نکالیں گے جس کو وہ کھلا ہوا پائے گا اور اس کو حکم دیں گے کہ اپنی فرد حساب پڑھ آج تیری ذات خود ہی حساب لینے کے لئے کافی ہے۔

حضرت علیؓ کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تمام مخلوق کا سوا مشرکوں کے حساب لے گا۔ مشرک کا حساب نہیں لیا جائے گا اور ان کو بلا حساب ہی دوزخ میں بھیج دینے کا حکم ہو جائیگا۔

فصل اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ جنت اور دوزخ پیدا ہو چکی ہیں۔ یہ دونوں دو گھر ہیں۔ ایک اہل طاعت ایمان کے ثواب و راحت کے لئے دوسرا گنہگاروں اور سرکشوں کی سزا اور عذاب کے لئے اللہ نے تیار کیا ہے۔ جب سے اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے۔ اب تک باقی ہیں اور باقی رہیں گے کبھی فنا نہیں ہوں گے۔ یہ جنت وہی ہے جس میں حضرت آدم حضرت حوا اور ابلیس ملعون تھے۔ پھر ان کو ہاں سے نکال دیا گیا۔ معتزلہ اس کے منکر ہیں۔ یہ لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے اپنی جان کی قسم یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ کیونکہ ان کو (جنت دوزخ کے پیدا ہونے کا) انکار ہے اور جو مومن موحد ستر برس تک اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ صرف ایک کبیرہ گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے یہ لوگ اس کو دوامی دوزخی قرار دیتے ہیں۔ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ کے فرمان میں ان کی تکذیب موجود ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ جنت کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے وہ متقیوں کے لئے تیار کی ہے۔ اِتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ اس دوزخ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ ہر دانشمند جانتا ہے کہ جو چیز تیار ہو چکی وہ یقیناً پیدا کر دی گئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ جنت دوزخ پیدا ہو چکی ہیں۔

حضرت انس کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا میں جنت کے اندر گیا تو میں نے وہاں ایک نہر بہتی دیکھی جس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے خیمے تھے۔ بہتے پانی کی طرف ہاتھ مار کر جو دیکھا۔ تو وہ خالص مشک تھا۔ میں نے کہا جبرئیل یہ کیا ہے۔ جبرئیل نے کہا یہ وہی کوثر ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔

حضرت ابوہریرہ کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے کہ جب رسول اللہ سے دریافت کیا گیا کہ جنت کس چیز کی بنی ہوئی ہے۔ تو فرمایا اس کی عمارتوں کی، ایک اینٹ سونے کی ایک اینٹ چاندی کی گارا خالص مشک کا سنگریزے یاقوت اور موتیوں کے، ورمٹی ورس و زعفران کی ہے۔ جو اس میں داخل ہو جائیگا ہمیشہ رہے گا کبھی نہیں مریگا آرام سے رہیگا دکھ نہیں پائے گا۔ اہل جنت کے کپڑے نہیں پھٹیں گے۔ ان کی جوانی پرانی نہیں ہوگی۔ اس سے ثابت ہوا کہ جنت دوزخ پیدا ہو چکی ہیں اور جنت کی راحت دوامی ہے غیر فانی ہے۔ اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَظِلُّهَا اس کا میوہ دوامی ہے اور اس کا سایہ بھی۔ دوسری آیت میں ہے لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ

جنت کی نعمتوں میں بڑی آنکھوں والی حوریں بھی ہیں۔ اللہ نے ان کو جنت کے اندر ہمیشہ رہنے کے لئے پیدا کیا

ہے۔ وہ نہ فنا ہوں گی نہ مریں گی۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ فِیْھِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ یَطْمِثْھُنَّ اِنْسٌ قَبْلَھُمْ وَلَا جَآنٌّ۔ ان میں نظر کو روک رکھنے والیاں (حوریں) ہیں جن سے اہل جنت سے پہلے نہ کسی انسان نے قربت کی ہوگی نہ جن نے۔ دوسری آیت ہے حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ۔ خیموں کے اندر بند حوریں۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آیت کَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَکْنُوْنِ کی تشریح فرمایئے۔ رسولؐ نے فرمایا۔ ان کی صفائی ایسی ہوگی جیسے سیپ کے اندر موتی کی۔ اس حدیث کے آخر میں حضورؐ نے فرمایا حوریں کہیں گی ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں کبھی نہیں مریں گی۔ ہم راحت میں رہنے والیاں ہیں دُکھ نہیں پائیں گی ہم جنت میں اقامت پذیر ہیں کبھی (یہاں سے) کوچ نہیں کریں گی۔ ہم خوش رہنے والیاں کبھی غصے نہیں ہوں گی (حضورؐ نے فرمایا) حوریں سچے گھر میں ہوں گی۔ سچی بات ہی کہیں گی۔ رسول اللہؐ سچے ہیں سچ ہی فرماتے ہیں۔ آپ نے بتایا کہ حوریں ہمیشہ رہیں گی (کبھی) نہیں مریں گی۔

حضرت معاذ بن جبل کی روایت ہے۔ حضور اقدس نے فرمایا جب بھی کوئی عورت دنیا میں اپنے شوہر کو تکلیف دیتی ہے تو حور عین میں سے اس کی بیوی (جنت کے اندر) کہتی ہے تجھے خدا کی مار اس کو دُکھ نہ دے۔ وہ تیرے پاس مہمان ہے۔ عنقریب تجھ سے جدا ہو کر میرے پاس آجائے گا۔ (مذکورہ بالا احادیث سے) جب ثابت ہوگیا کہ جنت اور دوزخ فنا نہیں ہونگی اور دو چیزیں فنا ہونگی جو جنت دوزخ کے اندر ہوں گی۔ پس جنت سے اللہ کسی کو نہیں نکالے گا۔ نہ اہل جنت پر موت کو مسلط کرے گا۔ نہ جنت کی راحت کو زوال ہوگا۔ جنتی ہمیشہ ہمیشہ بڑھتی ہوئی راحت میں رہیں گے اور تکمیلِ راحت اس طرح ہوگا کہ بحکم خدا جنت دوزخ کی درمیانی دیوار پر موت کو ذبح کردیا جائے گا اور ایک منادی پکار کر کہدے گا۔ اے اہل جنت ہمیشہ رہنا ہے موت نہیں ہے۔ اے دوزخ والو ہمیشہ رہنا ہے موت نہیں ہے۔ رسول اللہ سے حدیث صحیح میں اسی طرح منقول ہے۔

فصل تمام اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم صلعم اللہ کے رسول رسولوں کے سردار اور آخری نبی تھے۔ آپ کو سب انسانوں اور تمام جنات کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اللہ نے فرمایا ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ۔ ہم نے آپ کو سبھی آدمیوں کے لئے بھیجا ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ ہم نے آپ کو جہان والوں کے لئے رحمت ہی (بنا کر) بھیجا ہے۔

حضرت ابو امامہ کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ نے دوسرے انبیاء پر مجھے چار باتوں میں برتری عطا فرمائی ہے۔ مجھے تمام لوگوں کے لئے بھیجا گیا ہے۔ الخ

اہل اسلام کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جتنے معجزے دوسرے پیغمبروں کو عطا کئے گئے۔ وہ سب رسول اللہ کو دیئے گئے اور کچھ زیادہ بھی۔ بعض علماء نے ان کی گنتی ایک ہزار بتائی ہے جن میں سے ایک معجزہ قرآن مجید بھی ہے۔

قرآن مجید کی ترتیب عبارت ایسے نرالے طریقے سے ہے۔ جو کلام عرب کے تمام اوزان سے الگ ہے۔ اس کی ترتیب اس کی ترکیب اس کی فصاحت وبلاغت ہر فصیح کی فصاحت اور ہر بلیغ کی بلاغت سے آگے ہے۔ عرب اس کی ایک سورت کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہو گئے۔ اللہ نے فرمایا تھا کہ اس جیسی دس سورتیں از خود بنا کر لے آؤ لیکن لوگ نہ لا سکے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا۔ ایک ہی سورت اس جیسی لے آؤ لیکن لوگ ایسا بھی نہ کر سکے اور عاجز ہو گئے حالانکہ بلاغت وفصاحت میں اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ اس سے رسول اللہ کی فضیلت تمام لوگوں پر ظاہر ہو گئی۔ اور قرآن آپ کا معجزہ قرار پایا جس طرح حضرت موسیٰ کے لئے عصا معجزہ تھا حضرت موسیٰ کو بڑے بڑے ماہرین فن جادوگروں کے دور میں بھیجا گیا تھا۔ جادوگروں نے ایسا جادو کیا تھا کہ جس سے لوگوں کی نظر بندی کر دی اور خیال میں (غیر واقعی چیز کو واقع کر کے) دکھا دیا۔ مگر حضرت موسیٰ کا عصا سب کو نگل گیا۔ جادوگر مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر لوٹے اور بے اختیار ہو کر سجدہ میں گر پڑے یا جیسے حضرت عیسیٰ مردوں کو زندہ کرتے مادر زاد نابینا اور کوڑھی کو تندرست کر دیتے تھے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ کی بعثت ہی ایسے زمانہ میں ہوئی کہ بڑے ماہر طبیب موجود تھے۔ لوگ ایسے لاعلاج بیماروں اور بیماریوں کو پیش کرتے تھے۔ جو باوجود فنی مہارت کے طبیبوں کے علاج سے شفایاب نہ ہو سکتے تھے۔ آخر کار سب طبیب حضرت عیسیٰ کے فرماں بردار ہو گئے اور ایمان لے آئے۔ اس لئے کہ حضرت عیسیٰ فن طب اور مہارت میں آگے بڑھ گئے۔ اور صاحب معجزہ ثابت ہوئے۔ خلاصہ یہ کہ قرآن کی فصاحت اور معجزہ اسی طرح رسول اللہ کا معجزہ ہے۔ جیسا حضرت موسیٰ کے حق میں عصا اور حضرت عیسیٰ کے حق میں مردوں کو زندہ کرنا معجزہ تھا۔ رسول اللہ کے معجزات میں سے یہ امور بھی تھے۔ حضورؐ کی انگلیوں کے بیچ میں سے پانی پھوٹ کر بہہ نکلا تھا۔ تھوڑا کھانا اتنا بہت ہو گیا کہ بہت لوگوں کو کھلایا گیا (بکری کے گوشت کے) زہر آلود دست نے آپ سے کلام کیا تھا اور کہا تھا آپ مجھے نہ کھائیں میں زہر آلودہ ہوں۔ چاند (آپ کی انگلیوں کے اشارے سے) پھٹ گیا تھا۔ ستون رویا تھا۔ اونٹ نے کلام کیا تھا۔ درخت آپ کے پاس آیا تھا وغیرہ۔ لوگوں نے ایک ہزار تک آپ کے معجزے بیان کئے ہیں۔

حضور کے معجزات ایسے (محسوس مادی) نہ تھے۔ جیسے حضرت موسیٰ کا عصا اور ید بیضا یا حضرت عیسیٰ کا مردوں کو زندہ کرنا۔ اندھے اور کوڑھیوں کو تندرست کرنا یا حضرت صالح کی اونٹنی یا دوسرے انبیاء کے اسی طرح کے معجزات تھے۔ اس کے دو سبب تھے ۱۔ گذشتہ متوں نے جب اپنے اپنے انبیاء کے (محسوس مادی) معجزات کا انکار کیا تو ان کو ہلاک کر دیا گیا اگر رسول اللہ کے معجزات بھی اسی قسم کے ہوتے تو تکذیب کرنے والی قوم ہلاک کر دی جاتی اور کسی امت کو ہلاک کرنا مقصود نہ تھا۔ اللہ نے فرمایا وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بھا الاولون۔ ہم کو (گذشتہ معجزات کی طرح) نشانیاں بھیجنے سے صرف اس مصلحت نے روکا۔ کہ

پہلے لوگوں نے ان کی تکذیب کی تھی (اور ان کو ہلاک کر دیا گیا اگر یہ بھی تکذیب کریں گے تو ہلاک ہو جائینگے)
۲۔ اگر گذشتہ انبیا کے معجزوں کی طرح آپ بھی معجزات پیش کرتے تو لوگ کہتے کہ آپ کوئی نئی بات تو نہیں لائے۔ آپ نے خود ہی موسےٰ اور عیسےٰ کے متعلق یہ چیزیں نقل کی ہیں اس لئے آپ بھی ان کے نابداروں میں سے ہیں جب تک آپ کوئی ایسی چیز نہ لائیں جو گذشتہ انبیاء نہ لائے ہوں۔ اس وقت تک ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اس لئے اللہ نے کسی نبی کو وہ معجزہ نہیں عطا فرمایا جو دوسرے نبی کو عطا کیا گیا تھا۔ بلکہ ہر نبی کو ایک مخصوص معجزہ عطا فرمایا۔

فصل اہل سنت کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ امت محدیہ تمام امتوں سے بہتر ہے۔ امت محمدیہ میں سب سے افضل قرن اول والے تھے۔ جنہوں نے حضور کو دیکھا۔ ایمان لائے تصدیق کی بیعت کی پیروی کی حضور کے آگے آگے جہاد کیا۔ اپنی جانیں و مال حضور پر سے قربان کئے۔ آپ کی تعظیم کی اور مدد دی۔ قرن اول والوں میں اہل حُدیبیہ سب سے برگزیدہ تھے۔ جنہوں نے بیعت رضوان کی۔ ان کی تعداد ایک ہزار چار سو تھی۔ اہل حُدیبیہ میں سے سب سے افضل اہل بدر تھے۔ یہ تعداد میں ۳۱۳ تھے۔ جتنے طالوت کے ساتھی تھے۔ اہل بدر میں دار خیزران والے افضل تھے جن کی تعداد چالیس تھی۔ ان کی (تعداد کا کمل) حضرت عمرؓ بن خطابؓ (کے ایمان لانے) سے ہوا تھا۔ ان چالیس میں سے دہ دس آدمی سب سے افضل تھے جن کو رسول اللہؐ نے جنت کی بشارت دی تھی یعنی عشرہ مبشرہ یہ تھے۔ ابو بکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ طلحہؓ زبیرؓ عبدالرحمن بن عوفؓ سعدؓ سعیدؓ ابو عبیدہؓ۔ ان دس ابرار میں چاروں خلفائے راشدین سب سے افضل تھے اور چاروں میں ابوبکرؓ کو پھر عمرؓ کو پھر عثمانؓ کو پھر علیؓ کو فضیلت حاصل ہے۔ رسول اللہ کے بعد انہی چاروں بزرگوں کی خلافت یکے بعد دیگرے تیس سال تک رہی۔ حضرت ابوبکر کچھ اوپر دو سال۔ حضرت عمرؓ دس سال حضرت عثمانؓ بارہ سال اور حضرت علیؓ چھ سال خلیفہ رہے پھر معاویہ کو نو سال تک خلافت کا والی بنادیا گیا۔ اس سے پہلے حضرت عمرؓ نے معاویہ کو شام کا امیر بنایا تھا۔ اس عہدہ پر آپ بیس سال تک رہے۔

خلفاء اربعہ نے خلافت تلوار اور جبر کے ذریعہ سے حاصل نہیں کی تھی نہ اپنے سے افضل سے چھینی تھی بلکہ ہم عصر لوگوں پر ان کو فضیلت حاصل تھی اور صحابہ کے انتخاب اتفاق و رضامندی سے ان کو خلافت ملی تھی حضرت ابوبکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ کی خلافت تو مہاجرین و انصار کے اتفاق آراء سے ہوئی تھی۔ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد انصار کے مقرروں نے کھڑے ہو کر کہا تھا کہ ایک امیر ہم میں سے اور ایک تم میں سے ہو۔ مگر حضرت عمرؓ نے کہا اے گروہ انصار کیا تم ناواقف ہو کہ رسول اللہؐ نے حضرت ابوبکر کو امامت کرنے کا حکم دیا تھا۔ انصاریوں نے کہا ایسا ضرور ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا تو اب تم میں سے کس کا جی ابوبکر سے آگے بڑھنے کو چاہتا ہے۔ انصاریوں نے کہا معاذ اللہ

کہ ہم ابوبکرؓ سے آگے بڑھیں۔ دوسری روایت اس طرح ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ تم میں سے کس کا جی چاہتا ہے کہ جس مقام پر رسول اللہؐ نے ابوبکرؓ کو کھڑا کیا ہے اس جگہ سے ان کو ہٹا دے۔ سب نے بالاتفاق کہا۔ ہم سب نہیں چاہتے۔ ہم اللہ سے معافی چاہتے ہیں۔ چنانچہ سب انصار مہاجرین سے متفق ہوگئے اور سب نے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی۔ بیعت کرنے والوں میں حضرت علیؓ بھی تھے۔ اس لئے صحیح روایت میں آیا ہے۔ کہ بیعت ہو جانے کے بعد تین روز تک لوگوں کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو کر کہتے تھے۔ لوگو! میں تمہاری بیعت واپس کرتا ہوں کیا تم میں سے کوئی میری بیعت کرنے کو ناگوار سمجھتا ہے اور حضرت علی سب سے آگے آگے کھڑے ہو کر کہتے تھے۔ نہ ہم آپ سے بیعت واپس لیتے ہیں نہ کبھی بیعت لینے کی خواہش کریں گے۔ آپ کو رسول اللہؐ نے آگے کیا ہے۔ اب کون آپ کو پیچھے کریگا۔ ہم کو ثقہ لوگوں سے اطلاع ملی ہے کہ حضرت ابوبکر کی امامت کے قول میں حضرت علی سب صحابہ سے سخت تھے۔ روایت میں آیا ہے کہ جنگ جمل کے بعد عبداللہ بن کواء نے حضرت علی سے آکر پوچھا کیا آپ کو اس امر (خلافت) کے متعلق رسول اللہؐ نے کچھ وصیت کی تھی۔ حضرت علی نے فرمایا ہم نے اپنے معاملہ پر خود غور کیا اور دیکھا کہ نماز اسلام کا بازو ہے پس ہم نے اپنی دنیا کے لئے اسی چیز کو پسند کیا جو رسول اللہؐ نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمائی تھی۔ اس لئے ہم نے ابوبکر کو اس خلافت کا والی بنایا۔ حضرت علی کے اس قول کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنی بیماری کے دنوں میں حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کے لئے اپنا جانشین مقرر فرما دیا تھا۔ ہر نماز کے وقت بلال حاضر ہو کر رسول اللہؐ کو نماز تیار ہونے کی اطلاع دیتے تھے اور حضور فرماتے تھے ابوبکر کو حکم دو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ رسول اللہؐ اپنی زندگی ہی میں حضرت ابوبکر کے بارے میں کچھ ایسی باتیں فرماتے تھے کہ صحابہ کو پتہ چل جائے کہ آپ کے بعد خلافت کے سب سے زیادہ حق دار ابوبکر ہیں۔ اسی طرح حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی کے متعلق کچھ اسی طرح فرماتے تھے کہ اپنے اپنے زمانہ میں ان کا حق دار خلافت ہونا معلوم ہو جائے۔ ابن بطہ نے اپنی اسناد سے حضرت علی کا قول نقل کیا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہؐ حضورؐ کے بعد ہم کس کو اپنا امیر بنائیں۔ فرمایا اگر تم ابوبکر کو امیر بناؤ گے۔ تو اس کو امانت دار دنیا سے بے رغبت اور آخرت کا طلبگار پاؤ گے اور اگر عمر کو امیر بناؤ گے تو اس کو طاقتور اور امانتدار پاؤ گے جو اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہیں کرے گا اور اگر علی کو امیر بناؤ گے۔ تو اس کو ہدایت یافتہ ہادی پاؤ گے (انہی اشارات) کی وجہ سے حضرت ابوبکر کی خلافت پر صحابہ کا اجماع ہوگیا

ہمارے امام عبداللہ احمد بن حنبل سے ایک اور روایت آئی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت ابوبکر کی خلافت واضح نص سے بھی ثابت ہے اور اشارہ سے بھی۔ حسن بصری اور محدثین کی ایک جماعت کا یہی مسلک ہے۔ حضرت ابوہریرہ کی مرفوع روایت ہے کہ حضور اقدس نے فرمایا۔ جب مجھے آسمانی معراج ہوئی۔ تو میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ میرے بعد علی ابن ابی طالب کو خلیفہ بنا دے۔ ملائکہ نے کہا محمدؐ اللہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے۔ آپ کے بعد ابوبکر خلیفہ ہوں گے۔

حضرت ابن عمر کی حدیث میں آیا ہے حضور نے فرمایا جو میرے بعد ہوں گے وہ ابوبکر ہے اور وہ بھی میرے بعد زیادہ نہیں ٹھہرے گا
مجاہد نے کہا مجھ سے حضرت علی نے بیان کیا کہ رسول اللہؐ دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک مجھے وصیت
نہ فرمادی کہ میرے بعد ابوبکر امیر ہوگا پھر عمر پھر عثمان پھر علی۔

حضرت عمر کی خلافت حضرت ابوبکر کے خلیفہ بنانے کی وجہ سے ہوئی۔ اس کے بعد صحابہ نے حضرت عمر کی بیعت مان لی اور
آپ کو امیر المومنین کا خطاب دیدیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں صحابہ نے حضرت ابوبکر سے کہا آپ نے عمر کو خلیفہ بنایا ہے
حالانکہ آپ ان کی درشت مزاجی سے واقف ہیں کل کو رب سے ملاقات ہوگی تو آپ کیا جواب دیں گے۔ فرمایا میں جواب دوں گا
تیرے لوگوں میں سے سب سے بہتر کو میں نے لوگوں کا امیر بنایا تھا۔

حضرت عثمان کی خلافت صحابہ کے اتفاق رائے سے ہوئی حضرت عمر نے اپنی اولاد کو خلافت کے استحقاق سے الگ
کر کے چھ آدمیوں کی مجلس شوریٰ کو انتخاب خلیفہ کے لئے مقرر کر دیا تھا حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت سعد بن وقاص حضرت
عثمان حضرت علی حضرت عبد الرحمن بن عوف۔ طلحہ، زبیر اور سعد نے اپنے آپ کو خلافت کی امید داری سے الگ کر لیا۔ تین
رہ گئے۔ عبد الرحمن نے علی اور عثمان سے کہا میں اللہ اللہ کے رسول اور مومنوں کے لئے تم دونوں میں سے ایک کو چن لوں گا
چنانچہ علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ علی تم پر اللہ کے عہد میثاق، ذمہ داری اور اللہ کے رسول کے ذمہ کی پاسداری لازم ہے۔ جب
میں تمہاری بیعت کروں گا تو تم کو اللہ، اللہ کے رسول اور مسلمانوں کی خیر خواہی کرنی ہوگی۔ اور رسول اللہ صلعم ابوبکر اور عمر
کی سیرت پر چلنا پڑے گا۔ حضرت علی کو اندیشہ ہوا کہ آپ میں اس کام کی طاقت نہیں جس کی طاقت مذکورہ صاحبوں میں تھی اس
لیے قبول نہ کیا۔ پھر عبد الرحمن نے عثمان کا ہاتھ پکڑ کر وہی بات کہی جو علی سے کہی تھی۔ عثمان نے قبول کر لیا۔
حضرت عبد الرحمن نے حضرت عثمان کا ہاتھ چھو کر بیعت کر لی اور حضرت علی نے بھی کر لی۔ پھر دوسرے سب آدمیوں نے بیعت کی
اس طرح باتفاق آرا حضرت عثمان خلیفہ ہو گئے اور وقت وفات تک امام برحق رہے کوئی ایسی بات آپ میں نہ ہوئی جو موجب
طعن ہو یا آپ کے فسق کا سبب ہو یا آپ کے قتل کا جواز پیدا کرے۔ رافضیوں کا قول اس کے خلاف ہے اللہ ان کو تباہ کرے۔

حضرت علی کی خلافت جماعت کے اتفاق اور صحابہ کے جمع سے ہوئی۔ ابو عبد اللہ بن بطہ نے محمد بن الحنفیہ کی روایت
نقل کی ہے۔ ابن الحنفیہ نے فرمایا جس زمانہ میں حضرت عثمان محصور تھے میں حضرت علی کے ساتھ تھا۔ ایک آدمی نے آکر کہا
امیر المومنین ابھی شہید ہوئے جاتے ہیں حضرت علی فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں نے آپ کی حفاظت کے خیال سے آپ کی کمر پکڑ
لی فرمایا تیری ماں نہ ہو چھوڑ دے۔ چنانچہ آپ حضرت عثمان کے مکان پر پہنچے۔ مگر امیر المومنین شہید ہو چکے تھے۔ حضرت
علی نے اپنے مکان پر آکر اندر داخل ہو کر دروازہ مقفل کر لیا۔ لوگوں نے دروازہ کھٹ کھٹایا اور گھر کے اندر جا کر کہا۔
حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے اور لوگوں کو خلیفہ کی ضرورت ہے اور آپ سے زیادہ خلافت کا حقدار ہماری نظر میں اور
کوئی نہیں ہے۔ حضرت علی نے فرمایا۔ مجھے خلیفہ بنانے کا ارادہ نہ کرو۔ میں امیر ہونے سے بہتر تمہارے لئے وزیر ہوں۔

لوگوں نے کہا خدا کی قسم آپ سے زیادہ حق دار ہم کسی کو نہیں جانتے فرمایا اگر تم نہیں مانتے تو میری بیعت خفیہ نہ ہوگی میں مسجد کو جاتا ہوں جو میری بیعت کرنا چاہے۔ وہاں بیعت کرلے۔ چنانچہ آپ مسجد کو تشریف لے گئے اور لوگوں نے آپ کی بیعت کرلی پس آپ شہادت کے وقت تک امام برحق تھے۔ خارجیوں کا قول اس کے خلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کبھی امام برحق ہی نہ تھے۔ اللہ ان کو ہلاک کرے۔ رہی آپ کی حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ حضرت عائشہ اور امیر معاویہ سے جنگ تو امام احمد نے صراحت کی ہے کہ اس معاملہ میں بلکہ ان تمام نزاعات اختلافات اور جھگڑوں کے متعلق خاموش رہا جائے جو صحابہ کے درمیان ہوئے۔ کیونکہ قیامت کے دن اللہ ان کے باہمی تنازعات کو دور فرمادیگا۔ اللہ نے خود فرمایا ہے وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ۝ جو کچھ باہمی ناخوشی اُن کے دلوں میں ہوگی ہم اس کو دور کردیں گے۔ وہ بھائی بھائی ہوجائیں گے۔ آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہونگے۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے جو ہم بیان کرچکے ہیں کہ اہل حل وعقد نے حضرت علی کی خلافت پر اتفاق کرلیا تھا اس لئے آپ اپنی خلافت کی صحت کا یقین رکھتے تھے اور مخالفین سے جنگ کرنے میں حق پر تھے۔ اب جو بھی اطاعت سے باہر ہوا اور لڑائی کا جھنڈا بلند کیا وہ باغی ہوا اس سے جنگ کرنا جائز تھا۔ رہا معاویہ اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کا معاملہ تو وہ حضرت (خلیفہ مظلوم) عثمان کے خون کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ قاتل حضرت علی کے لشکر میں موجود تھے پس ہر ایک کے پاس ایک صحیح وجہ جنگ تھی۔ ہمارے لئے سب سے اچھی بات یہ ہے کہ ہم خاموش رہیں اور ان کے معاملہ کو اللہ کی طرف لوٹا دیں۔ وہ سب سے بڑا حاکم اور بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ اپنے عیوب کو دیکھیں اور دلوں کو گناہوں کی جڑوں سے اور ظاہر حال کو تباہی انگیز کاموں سے پاک صاف رکھیں۔

معاویہ بن ابی سفیان کی خلافت صحیح اور ثابت ہے۔ لیکن اس وقت سے جبکہ مصلحت عامہ اور مسلمانوں کے خونوں کی حفاظت کی خاطر امام حسن نے حضرت معاویہ کو خلافت سپرد کردی۔ امام حسن کے اس فعل سے رسول اللہؐ کا وہ فرمان جو امام حسن کے متعلق تھا جس میں حضورؐ نے فرمایا تھا۔ میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اللہ اس کے ذریعہ سے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائیگا صحیح ثابت ہوا۔ امام حسن کے معاہدہ کرلینے سے معاویہ کی خلافت واجب ہوگئی۔ اس سال کا نام سنہ جماعت اس لئے رکھا گیا کہ مسلمانوں کا باہمی اختلاف ختم ہوگیا۔ سب نے معاویہ کا اتباع کرلیا اور کوئی تیسرا مدعا باقی نہیں۔ معاویہ کی خلافت کا تذکرہ رسول اللہ کی حدیث میں ہے جس میں حضورؐ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد ۳۵ یا ۳۶ یا ۳۷ برس اسلام کی چکی گھومیگی۔ چکی گھومنے سے مراد ہے دینی قوت۔ ۳۰ سے اوپر کے پانچسال معاویہ کی مدت خلافت میں آتے ہیں۔ جو چند ماہ اوپر ۱۹ سال (یعنی بعد از وفات) تک باقی رہی۔ ۳۰ سال کی تکمیل تو حضرت علی کی خلافت سے ہوگئی تھی۔

ہم رسول اللہؐ کی تمام بی بیوں کے متعلق حسن ظن رکھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ وہ مومنوں کی مائیں تھیں حضرت عائشہ سارے جہان کی عورتوں سے افضل تھیں۔ قرآن میں ہم بھی پڑھتے ہیں اور قیامت تک اس آیت

کی تلاوت کی جائے گی جس میں تہمت تراشوں کے قول سے حضرت عائشہؓ کی پاکی کا اللہ نے اظہار فرمایا ہے۔

اسی طرح حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ (اللہ ان سے اور ان کے شوہر سے اور ان کی اولاد سے راضی رہے) بھی سارے جہان کی عورتوں سے افضل تھیں جس طرح آپ کے والد کی محبت واجب ہے۔ اسی طرح آپ سے محبت اور دوستی رکھنی بھی واجب ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا تھا فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔ جو چیز اسے رنج دیتی ہے مجھے بھی رنج دیتی ہے۔

یہی وہ قرآن والے ہیں جن کا تذکرہ اللہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور ان کی تعریف کی ہے یہی مہاجرین اور انصار ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی اللہ نے ان کے متعلق فرمایا لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ۔ جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے راہ خدا میں مال صرف کیا اور جہاد کیا وہ (دوسروں کے) برابر نہیں۔ بلکہ وہ مرتبہ میں ان لوگوں سے بہت بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد راہ خدا میں مال صرف کیا اور جہاد کیا۔ مگر اللہ نے ہر (فریق) سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے۔ ایک اور آیت میں فرمایا۔ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ان سے اللہ نے وعدہ فرمالیا ہے کہ ان کو زمین پر اسی طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے اگلوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے اس دین کو مضبوط کر دے گا جو خود اللہ نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور ڈر کے بعد بدلے میں امن عطا فرمائے گا۔ ایک اور آیت میں فرمایا۔ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ رسولؐ کے ساتھ جو لوگ ہیں وہ کافروں پر (دینی امور میں) سخت اور آپس میں نرمی کا سلوک کرنے والے ہیں تم ان کو رکوع اور سجدہ کرنے والے دیکھو گے الخ حضرت جعفر صادق نے اس آیت میں اپنے والد کا قول نقل کیا ہے۔ الَّذِينَ مَعَهُ ابوبکر ہیں جو تنگی فراخی میں غار میں اور (بدر کے دن) جھونپڑی میں رسول اللہؐ کے ساتھ رہے اور أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ عمر بن خطاب ہیں اور رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ عثمان بن عفان ہیں اور رُكَّعًا سُجَّدًا علی بن ابی طالب ہیں وَيَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا رسول اللہ کے دونوں گہرے دوست طلحہ اور زبیر ہیں۔ وسِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ سعد اور سعید، عبدالرحمٰن بن عوف اور ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔ یہ دسوں ایسے ہیں جن کی صفت توراۃ میں بھی ہے اور انجیل میں بھی۔ أَخْرَجَ شَطْأَهُ میں شَطْأَ (کھیتی کی سب سے پہلے پھوٹ کر نکلنے والی سوئی) سے مراد رسول اللہ ہیں اور فَآزَرَهُ سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کے ذریعہ

سے اللہ نے اپنے رسول کو قوت عطا فرمائی اور فَاسْتَغْلَظَ سے مراد یہ ہے کہ عمر کے ذریعہ اس سوئی (یعنی رسول اللہ) کی موٹائی (یعنی طاقت) بڑھی فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ پھر عثمان کے ذریعہ وہ کھیتی اپنی ڈنڈی پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ یعنی علی بن ابی طالب کی وجہ سے وہ اچھی معلوم ہونے لگی اور لیغیظ بہم الکفار سے مراد رسول اللہ اور آپ کے صحابہ ہیں (مطلب یہ کہ آیات مذکورہ کے ہر ٹکڑے کا مصداق عشرہ مبشرہ میں سے کوئی صحابی ہے)

ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ حضرت علی حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت عائشہ اور حضرت معاویہ کے باہمی اختلافات اور نزاعات کے معاملہ میں اپنی (زبان وقلم) کو روکنا اور ان کی برائیوں سے باز رہنا اور ان کے فضائل ومحاسن کو ظاہر کرنا اور ان کے باہمی معاملہ کو اللہ کے سپرد کرنا اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق واجب ہے۔ جیسا کہ اللہ نے خود فرمادیا ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ اور ان لوگوں کے لئے جو ان کے بعد آئے (اور) کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے معاف فرمادے اور اہل ایمان کے لئے ہمارے دلوں میں کینہ نہ پیدا کر۔ پروردگار تو بڑا شفیق مہربان ہے۔ ایک اور آیت میں فرمایا ہے۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْــٴَـلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ یہ ایک امت تھی جو گذرگئی جو کچھ اس نے کمایا وہ اس کے لئے ہے اور جو تم نے کمایا وہ تمہارے لئے ہے تم سے ان کے اعمال کی باز پرس نہ ہوگی۔

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے میرے صحابیوں کا ذکر کیا جائے تو چپ رہو (یعنی کسی کو برا نہ کہو) حدیث کے دوسرے الفاظ اس طرح ہیں۔ میرے صحابیوں کے باہمی نزاعات سے اپنے کو بچائے رکھو (کسی کو برا نہ کہو) اگر تم میں سے کوئی شخص کوہ اُحد کی برابر سونا راہ خدا میں صرف کریگا تو صحابہ کے ایک مُد بلکہ آدھے مُد (کے ثواب) کو بھی نہیں پہنچیگا۔

حضرت انس بن مالک کی حدیث میں آیا ہے حضورؐ نے فرمایا خوشی ہو اس شخص کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور اس شخص کے لئے جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا میرے صحابہ کو گالی نہ دو جوان کو گالی دیگا اس پر اللہ کی لعنت۔ حضرت انس کی روایت میں آیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ اللہ نے مجھے چن لیا اور میرے صحابہ کو میرے لئے چن لیا۔ ان کو میرے لئے انصار اور خسرال بنایا۔ آخر زمانہ میں ایک قوم آئے گی جو صحابہ کے رتبہ کو گھٹائیگی۔ خبردار ان کے ساتھ مل کر تم نہ کھانا نہ پینا۔ خبردار ان سے نکاح بھی نہ کرنا۔ خبردار ان کے ساتھ مل کر نماز بھی نہ پڑھنا۔ خبردار ان کے جنازہ کی نماز بھی نہ پڑھنا۔ ان پر لعنت کرنی جائز ہے۔

حضرت جابر کی روایت ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ درخت (حدیبیہ) کے نیچے جن لوگوں نے بیعت کی ان میں کوئی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ نے

اہل بدر کی حالت کو دیکھ کر ہی فرمایا ہے کہ جو کچھ چاہو کرو میں نے تمہاری مغفرت کردی۔

حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا میرے صحابی ستاروں کی طرح ہیں جس کے قول کو لیلو گے سیدھا راستہ پاؤ گے۔
حضرت بریدہؓ کی روایت ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا جس زمین میں میرا کوئی صحابی مریگا اس زمین والوں کے لئے قیامت کے دن، شفیع بنایا جائے گا۔ سفیان بن عُیَیْنَہ کا قول ہے کہ رسول اللہؐ کے صحابیوں کے متعلق جو شخص ایک لفظ بھی (بُرا) بولے گا وہ بدعتی ہوگا۔ اہل سنت کا اجماع ہے کہ آئمہ مسلمین اور ان کے تابعداروں کا حکم سُننا اور ماننا واجب ہے اور ہر نیک و بد اور عادل و ظالم حاکم کے پیچھے اور اس شخص کے پیچھے جس کو انہوں نے حاکم مقرر کیا ہو قائم کیا ہو نائب بنایا ہو نماز پڑھنی چاہیے۔ اہل سنت کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کے جنتی یا دوزخی ہونے کا قطعی حکم نہ لگانا چاہیے۔ خواہ وہ اطاعت گذار ہو یا نافرمان۔ ہدایت یافتہ ہو یا کج راہ یا سرکش سوا اس کے جس کے بدعتی اور گمراہ ہونے کی اطلاع مل جائے۔ اہل سنت کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ انبیاء کے معجزات اور اولیاء کی کرامتیں واجب التسلیم ہیں اور اشیاء کی ارزانی و گرانی اللہ کی طرف سے ہے نہ کسی ستارہ کی تاثیر کی وجہ سے نہ بادشاہوں اور حاکموں کی (نحوست یا برکت کی) وجہ سے فرقہ قدریہ اور نجومی تاثیر کواکب کے قائل ہیں۔ حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا گرانی اور ارزانی اللہ کے دو لشکر ہیں۔ ایک کا نام لالچ ہے دوسرے کا نام خوف۔ اگر اللہ گرانی کرنا چاہتا ہے تو تاجروں کے دلوں میں لالچ کو ڈال دیتا ہے اور سوداگر ہاتھ روک کر رکھتے ہیں اور اللہ ارزانی کرنا چاہتا ہے تو سوداگروں کے دلوں میں خوف ڈال دیتا ہے اور وہ چیزوں کو اپنے ہاتھوں سے نکال کر باہر کر دیتے ہیں۔

دانشمند ہوشیار مومن کے لئے بہتر ہے کہ سنت کی پیروی کرے۔ بدعت نہ پیدا کرے نہ زیادہ غلو کرے نہ گہرائی میں جانے نہ بناوٹ کرے تاکہ گمراہ نہ ہو اور اس کا قدم پھسل نہ جائے کہ ہلاک ہونا پڑے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا اتباع کرو بدعت نہ کرو۔ تمہارا کام پورا کر دیا گیا ہے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا۔ باریک امور سے بچو، اور کسی چیز کے متعلق چون کرنے سے بھی پرہیز رکھو۔ مجاہد کو جب حضرت معاذ کے اس قول کی اطلاع ملی تو کہنے لگے۔ پہلے ہم بعض چیزوں کے (احکام کے) متعلق کہتے تھے۔ یہ کیا ہے لیکن اب سے نہیں کہیں گے پس مومن پر سنت اور جماعت کا اتباع لازم ہے۔
سنت وہ ہے جس کا طریقہ رسول اللہؐ نے قائم کیا اور جماعت وہ ہے جس پر خلفائے راشدین کے زمانہ میں رسول اللہؐ کے صحابیوں نے اتفاق کر لیا۔ یہ بھی لازم ہے کہ اہل بدعت سے مباحثہ نہ کرے نہ ان سے قرب اختیار کرے نہ ان کو سلام کرے کیونکہ ہمارے امام احمد بن حنبل نے فرمایا جس نے بدعتی کو سلام کیا اور اس سے محبت کر لی۔ رسول اللہؐ کا ارشاد ہے سلام کو آپس میں پھیلاؤ۔ تمہاری آپس میں محبت ہوگی۔ یہ بھی لازم ہے کہ بدعتیوں کا ہم نشین نہ بنے نہ ان سے قرب اختیار کرے۔ نہ ان کو عید اور خوشی کے موقعوں پر مبارکباد دے نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھے نہ تذکرہ آنے پر ان کے لئے دعائے رحمت کرے بلکہ ان سے الگ رہے اور محض اللہ کے لئے ان سے عداوت رکھے۔ اور بدعت کے مذہب کے باطل ہونے کا یقین رکھے

اور اس سے اجر عظیم اور ثواب کثیر کی اللہ سے امید رکھے۔

رسول اللہؐ سے مروی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا جس نے اللہ (کی خوشنودی حاصل کرنے) کے لئے بدعتی کو بغض کی نظر سے دیکھا۔ اس کے دل میں اللہ امن اور ایمان بھر دیتا ہے اور جس نے اللہ (کی خوشنودی حاصل کرنے) کے لئے بدعتی کو نفرت کے ساتھ جھڑکی دی۔ اللہ قیامت کے دن اس کو بے خوف رکھیگا جس نے بدعتی کو حقیر سمجھا اللہ جنت میں اس کے سو درجے اونچے کریگا۔ اور جو بدعتی سے کشادہ روئی یا کسی خوش کن طریقہ سے ملا۔ اس نے اس (دین) کی توہین کی جو اللہ نے محمدؐ پر نازل کیا ہے۔

حضرت ابن عباس کی روایت ہے۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا جب تک بدعتی بدعت کو ترک نہ کردے۔ اللہ اس کے عمل کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ فضیل بن عباس کا قول ہے۔ جو بدعتی سے محبت کرتا ہے اللہ اس کے اعمال برباد کردیتا ہے اور اس کے دل سے نور ایمان نکال دیتا ہے اور جب اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص بدعتی سے نفرت کرتا ہے تو مجھے امید ہے کہ اللہ اس کے گناہ معاف کر دیگا۔ خواہ اس کا عمل کم ہی ہو۔ جب تم بدعتی کو کسی راستہ میں دیکھو۔ تو دوسرا راستہ اختیار کرو۔ فضیل بن عیاض کہتے تھے میں نے خود سفیان بن عینیہ کو یہ کہتے سنا کہ جو شخص کسی بدعتی کے جنازہ کے ساتھ چلتا ہے جب تک واپس نہیں لوٹ آتا اللہ کے غضب میں رہتا ہے۔

رسول اللہؐ نے بدعتی پر لعنت فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے۔ جس نے (دین میں) کوئی نئی بات پیدا کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی۔ اس پر اللہ کی فرشتوں کی انسانوں کی سب کی لعنت۔ اللہ اس کے صرف (فرض) کو قبول کرتا ہے نہ عدل (نفل) کو۔ ابوایوب سجستانی نے فرمایا اگر تم کسی سے حدیث رسول اللہؐ بیان کرو اور وہ کہے اس کو رہنے دو قرآن میں جو کچھ ہے وہی بیان کرو تو سمجھ لو وہ گمراہ ہے۔

فصل بدعتیوں کے کچھ خصوصی نشان ہیں۔ جن سے ان کی شناخت ہوتی ہے۔ اہل حدیث کو برا کہنا بدعتی کی علامت ہے۔ اہل حدیث کو فرقہ حشویہ قرار دینا زندیق کی علامت ہے اس سے اس کا مقصد ابطال احادیث ہوتا ہے۔ اہل حدیث کو جبریہ کہنا فرقہ قدریہ کی علامت ہے۔ اہل سنت کو مشبہہ قرار دینا فرقہ جہمیہ کی نشانی ہے اہل حدیث کو ناصبی (خارجی) کہنا رافضی کی علامت ہے۔ یہ تمام باتیں اہل سنت سے تعصب کرنے اور غصہ ہونے کی نشانیاں ہیں۔ اہل سنّت کا صرف ایک نام اہل حدیث ہے۔ بدعتی ان کو جو لقب دیتے ہیں وہ ان کو چمٹ نہیں جاتے جیسے مکہ کے کافر رسول اللہؐ کو جادوگر شاعر دیوانہ پاگل اور کاہن کہتے تھے۔ مگر رسول اللہ کو ان کا یہ کہنا چمٹ نہیں جاتا تھا۔ اللہ ملائکہ انس وجن اور تمام مخلوق کے نزدیک آپ تمام عیوب سے پاک تھے۔ اور آپ کا لقب رسول نبی تھا۔ اللہ نے فرمایا ہے انظر کیف ضربوا لك الامثال فضلوا فلا یستطیعون سبیلا۔ دیکھو انہوں نے تمہارے لئے کیسی مثالیں بنا رکھی ہیں پس یہ گمراہ ہیں۔ راستہ نہیں پا سکتے۔

اہل سنت وجماعت کے عقیدہ اور صانع کی معرفت کے متعلق بقدر طاقت اختصار کے ساتھ ہم نے جو کچھ جمع کیا یہ ہمارے بیان کا آخری حصہ تھا۔ اس کے پیچھے ہم دو فصلیں اور بیان کرتے ہیں۔ دانشمند مسلمان گر دیل کے راستہ پر چلنا چاہتا ہے۔ تو ان دونوں فصلوں سے ناواقف رہنے کی اس کے لئے گنجائش نہیں۔ اول فصل میں ان صفات انسانی اخلاق اور عیوب کا بیان ہے جن کا اطلاق اللہ پر صحیح نہیں اور ان صفات کا بھی بیان ہے جن کا اطلاق اللہ پر درست ہے۔ دوسری فصل میں ان گمراہ فرقوں کا بیان ہے۔ جو راہ ہدایت سے بھٹک گئے ہیں۔ جزا اور حساب کے دن جن کی طرف سے پیش کردہ حجت باطل ہوگی۔

پہلی فصل ان صفات کے بیان میں جن کا اطلاق اللہ پر ناجائز ہے یا جائز ہے۔ اور ان اوصاف انسانی کے بیان میں جن کی نسبت اللہ کی طرف کرنی ناممکن ہے۔ مندرجہ ذیل امور سے اللہ کو متصف قرار دینا جائز نہیں۔

جہالت شک ظن غلبۂ ظن سہو ونسیان اونگھ نیند بیماری غفلت عاجزی موت گونگا پن بہرا پن نابینا ہونا شہوت نفرت رغبت ظاہری غصہ باطنی غضب غم افسوس ملال پشیمانی ناسف دکھ لذت نفع ضرر آرزو پختہ ارادہ ۔ جھوٹ۔

اللہ کو ایمان کہنا بھی جائز نہیں۔ سالمیہ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ مندرجہ ذیل آیت سے انہوں نے استدلال کیا۔ وَمَنْ یکفر بالایمان فقد حبط عملہ (اس آیت میں اللہ کو ایمان کہا گیا ہے یعنی جو اللہ کا انکار کرے اس کے اعمال بے کار جائیں گے) ہمارے نزدیک ایمان سے وجوب ایمان مراد ہے یعنی جس نے وجوب ایمان کا انکار کیا وہ ایسا ہی ہے۔ جیسے کسی نے رسول اور رسول کے لائے ہوئے اوامر ونواہی کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اللہ کو فرماں بردار عورتوں کو حاملہ کرنے والا بھی کہنا جائز نہیں۔ اللہ کی حد۔ انتہائے قبلیہ بعدیہ نیچے ہونا آگے ہونا پیچھے ہونا کسی کیفیت سے متصف ہونا سب کچھ اللہ کے لئے جائز نہیں۔ شرع میں اس میں سے کسی چیز کا اطلاق اللہ پر نہیں کیا گیا۔ قرآن اور احادیث میں اللہ کا عرش پر مستوی ہونا فقط آیا ہے۔ مقدار ہونے کا اطلاق بھی اللہ پر جائز نہیں۔ اللہ کو شخص کہنے میں علما کا اختلاف ہے۔ مجوزین کہتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کی روایت میں آیا ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا لَا شَخْصَ اَغْیَرُ مِنَ اللّٰہِ وَلَا شَخْصَ اَحَبُّ اِلَیْہِ الْمَعْذِرَۃُ مِنَ اللّٰہِ۔ اللہ سے زیادہ کوئی شخص غیرت والا نہیں۔ اللہ سے زیادہ کسی شخص کو معذرت پیش کرنا محبوب نہیں۔

مخالفت کرنے والے کہتے ہیں کہ حدیث میں خبر کے اندر صراحۃً لفظ شخص مذکور نہیں ہے۔ کیونکہ معنی اس طرح مستنبط ہے کہ کوئی بھی اللہ سے زیادہ غیرت والا نہیں بعض روایات میں لَا اَحَدَ اَغْیَرُ مِنَ اللّٰہِ آیا بھی ہے۔ (مطلب یہ کہ اللہ سے زیادہ کوئی شخص جن انس فرشتہ یا کوئی دوسری مخلوق غیرت مند نہیں۔ اس میں مخلوق کا شخص ہونا تو صراحۃً مذکور ہے لیکن اللہ کا شخص ہونا مذکور نہیں)

اللہ کو فاضل عتیق (آزاد) فقیہ (دانشمند) فہیم (سمجھدار) فطین (زیرک۔ ہوشیار) محقق عاقل موقر (دوسرے کی تعظیم کرنے والا) طیب (پاکیزہ) کہنا جائز نہیں بعض کے نزدیک طیب کہنا جائز ہے۔ اللہ کو عادی (قوم عاد کی طرف منسوب یعنی پرانے زمانہ کا) کہنا بھی جائز نہیں۔ کیونکہ عادی عاد کی طرف منسوب ہے اور قوم عاد قدیم نہیں حادث ہے۔ اللہ کو مُطیق بھی نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ ہر طاقت محدود ہوتی ہے۔ اللہ طاقتور نہیں بلکہ ہر طاقت کا خالق ہے اس کو محفوظ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ وہ حافظ ہے اس کو کسی کام کا مُباشر (مرتکب) بھی نہیں کہا جاسکتا۔ مُکتَسِب کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ مکتسب وہ ہوتا ہے۔ جو قدرت حادثہ کے ذریعہ سے دوسری چیز کو ایجاد کرے اور اللہ کی قدرت حدوث سے پاک ہے۔ اللہ پر عدم (کا ورود) ناجائز ہے۔ وہ قدیم ہے بغیر قدامت کے یعنی اس کے وجود کی ابتدا نہیں۔ ابن کلاب کا قول اس کے خلاف ہے۔ ابن کلاب کہتا ہے اللہ قدیم ہے بقدامت۔ اللہ باقی ہے فانی نہیں۔ اللہ عالم ہے۔ اس کے معلومات غیر متناہی ہیں۔ اللہ قادر ہے اس کے مقدورات کی کوئی انتہا نہیں۔ معتزلہ کہتے ہیں اللہ عالم ہے بعلم متناہی اور قادر ہے بقدر متناہی۔

مندرجہ ذیل صفات سے اللہ کو متصف قرار دینا جائز ہے۔

فرح ضحک غضب سخط (ناراضگی) رضا آغاز باب میں اس کا بیان آچکا ہے۔ اللہ کو موجود کہنا بھی جائز ہے۔ کیونکہ اللہ نے خود فرمایا ہے وَ وَجَدَ اللّٰہَ عِنْدَہٗ اس نے اللہ کو اپنے پاس پایا۔ اللہ کو شئی کہنا بھی جائز ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَہَادَۃً قُلِ اللّٰہُ۔ پوچھو سب سے بڑھکر شہادت دینے والی کون چیز ہے۔ خود ہی بتادو وہ اللہ ہے۔ اللہ کے لئے نفس۔ ذات اور عین (آنکھ) کا ثبوت بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ انسانی اعضا سے تشبیہ نہ دی جائے۔ اللہ کی صفت میں کائن بغیر تعین حد کے کہنا بھی جائز ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے وکان اللہ بکل شیءٍ علیما۔ وکان اللہ بکل شیءٍ رقیبا۔ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ اللہ ہر چیز کا نگران ہے۔ اللہ کو قدیم۔ باقی اور مستطیع (قادر) کہنا بھی جائز ہے۔ کیونکہ استطاعت کے معنی ہے قدرت اور اللہ قدرت والا ہے۔ اللہ کو عَارِفْ (ہر جزئی چیز سے واقف) متین (قوی) واثق اور دَاری (درایت والا۔ علم والا) کہنا جائز ہے۔ کیونکہ ان تمام الفاظ کے معانی کا رجوع عالم کے معنی کی طرف ہوتا ہے (یعنی جاننے والا) اور اس کی ممانعت نہ شرع میں وارد ہے نہ لغت میں۔ بلکہ ایک شاعر کا تو قول ہے۔ اللّٰھمّ لَا اَدْرِیْ وَ اَنْتَ الدَّارِیْ۔ الٰہی میں نہیں جانتا اور تو جاننے والا ہے۔

اللہ کو رائی (دیکھنے والا) بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کے معنی کا رجوع بھی معنی عالم کی طرف ہے۔ اللہ کے متعلق یہ کہنا بھی جائز ہے کہ وہ اپنی مخلوق اور اپنے بندوں کا نگران ہے۔ اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ وہ جانتا ہے۔ اسی طرح واجد (پانے والا) بمعنی عالم کا اطلاق بھی صحیح ہے۔ اللہ کو جمیل (خوبصورت) کہنا بھی صحیح ہے اور مُجمِل کہنا بھی

یعنی مخلوق کی بناوٹ کو خوبصورت بنانے والا۔ اللہ کو دَیَّان یعنی بندوں کے اعمال کی سزا جزا دینے والا کہنا بھی صحیح ہے۔ دین کا معنی ہے حساب (مشہور مقولہ ہے) کَمَا تَدِیْنُ تُدَانُ جیسا کرو گے ویسا تم کو بدلہ دیا جائے گا۔ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ یعنی روز حساب کا مالک یا دیان ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ بندوں کے لئے عبادت اور شریعت مقرر کرنے والا ہے۔ اللہ نے سب کو اس کی دعوت دی ہے اور سب پر اس کو فرض کیا ہے پس وہ جو کچھ کریں گے۔ اللہ ان کو بدلہ دے گا۔

اللہ کو مُقَدِّر کہنا بھی صحیح ہے یعنی مقرر کرنے والا (آیت میں ہے) اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ بلا شبہ ہم ہی نے ہر چیز کو ایک قطعی اندازہ کے ساتھ بنایا یعنی تعین کے ساتھ اَلَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی اللہ وہ ہے جس نے تعین کی اور راستہ بتایا۔ تقدیر بمعنی خبر بھی صحیح ہے (آیت میں آیا ہے) اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَا اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِیْنَ۔ یعنی ہم نے لوط کو خبر دے دی تھی کہ اس کے گھر والوں میں سے صرف اس کی بیوی عذاب کے اندر باقی رہنے والوں میں سے ہے۔ تقدیر کا معنی گمان غالب یا شک نہیں ہے (یعنی تخمین کرنے والا) اللہ اس سے برتر ہے۔

اللہ کو ناظر کہنا بھی صحیح ہے یعنی دیکھنے والا اشیاء کو جاننے والا۔ ناظر کا معنی سوچنے والا غور کرنے والا نہیں ہے۔ اللہ اس سے برتر ہے۔ اس کو شفیق کہنا بھی درست ہے یعنی مخلوق پر رحم کرنے والا مہربانی کرنے والا اللہ کا شفیق ہونا۔ ڈرنے اور غمگین ہونے کے معنی میں نہیں ہے۔

اللہ کو رفیق کہنا بھی درست ہے یعنی مخلوق پر رحمت اور مہربانی کرنے کے معنی میں۔ امور میں جلد بازی کرنے والا چیزوں کی اصلاح کی فکر کرنے والا اور نتائج سے محفوظ رہنے والے کا معنی نہیں۔

اللہ کو سخی کریم اور جواد کہنا بھی صحیح ہے۔ سب کے معنی ہیں مخلوق پر فضل و احسان کرنے والا۔ لغت میں سخاوت کا معنی ہے نرمی اَرْضٌ سَخِیَّةٌ نرم زمین قِرْطَاسٌ سَخِیٌّ نرم کاغذ۔ اللہ پر اس لفظ کا اطلاق نرمی اور ڈھیلے پن کے معنی کے لحاظ سے نہیں ہے۔

اللہ کو اٰمِرٌ (حکم دینے والا) نَاهِی (ممانعت کرنے والا) مُبِیْحٌ (جائز بنا دینے والا) حَاظِرٌ (روک دینے والا بندش کر دینے والا) مُحَلِّلٌ (حلال کرنے والا) مُحَرِّمٌ (حرام کر دینے والا) فَارِضٌ (فرض کر دینے والا) مُلْزِم (لازم کر دینے والا) مُرْشِدٌ (سیدھا راستہ دکھانے والا) قاضی اور حاکم کہنا بھی صحیح ہے۔

اللہ کو وَاعِدٌ (جزا کا وعدہ کرنے والا) مُتَوَاعِدٌ (سزا سے ڈرانے والا) مُخَوِّفٌ (خوف دلانے والا) مُحَذِّرٌ (عذاب سے ڈرانے والا) ذَامٌّ (کسی کی مذمت کرنے والا) مَادِحٌ (کسی کی تعریف کرنے والا) مُخَاطِبٌ (خطاب کرنے والا) مُتَکَلِّمٌ (بات کرنے والا) قَائِلٌ (کہنے والا) کہنا بھی صحیح ہے۔ متکلم کا معنی ہے صفت کلام سے موصوف۔

معصیت کے موافق دکھ دیتا ہے۔ اس کو قدیم الاحسان کہنا بھی درست ہے یعنی تخلیق اور عطاء رزق اس کی قدیمی صفت ہے اللہ نے فرمایا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى اللہ کو دلیل کہنا بھی درست ہے۔ ایک شخص نے امام احمد سے کہا کہ مجھے کچھ توشہٗ دعا عنایت فرمایئے میں طرطوس کو جانا چاہتا ہوں۔ امام نے صراحت کی اور فرمایا اس طرح کہو۔ اے حیرتوں کے دلیل (راہنما) مجھے اہل صدق کا راستہ دکھادے اور اپنے صالح بندوں میں سے کر دے۔

اللہ کو طبیب کہنا بھی صحیح ہے۔ ابو رمثہ تمیمی کہتے ہیں۔ میں اپنے باپ کے ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے حضورؐ کے شانہ پر سیب ایسی کوئی چیز دیکھی۔ میرے والد نے عرض کیا یا رسول اللہ میں طبیب ہوں کیا اس کا علاج کر دوں۔ فرمایا اس کا طبیب وہی ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے۔ ابوالسفر کی روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ بیمار ہوئے۔ ایک جماعت بیمار پرسی کے لئے آئی اور کہنے لگی کیا ہم آپ کے لئے طبیب کو نہ بلائیں۔ فرمایا طبیب نے مجھے دیکھا تھا۔ لوگوں نے کہا پھر اس نے کیا کہا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ اس نے کہا میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ حضرت ابو درداؓ کے متعلق بھی ایسی ہی ایک روایت آئی ہے کہ آپ بیمار ہوئے اور لوگ عیادت کو گئے اور پوچھا آپ کو کیا بیماری ہے۔ فرمایا گناہوں کی۔ لوگوں نے کہا آپ کیا چاہتے ہیں۔ فرمایا جنت۔ لوگوں نے کہا کیا ہم آپ کے لئے طبیب کو نہ بلالیں۔ فرمایا طبیب نے ہی تو مجھے بیمار کیا ہے۔

جب حسب تفصیل مندرجۂ فصل اول بحث کا ثبوت ہو گیا پس جن صفات کا اطلاق اللہ پر جائز ہے۔ ان صفتی ناموں کے ساتھ اللہ کو پکارنا بھی جائز ہے۔ ہم نے گذشتہ بیان میں اللہ کے ننانوے نام ذکر کئے ہیں۔ دعا کے وقت انہی ناموں کو ذکر کرنا زیادہ قوی ہے لیکن جن اسماء وصفی قوی ہے۔ لیکن جن اسماء وصفی کا ذکر اس فصل میں کیا گیا ہے۔ اگر ان اسماء کو لے کر اللہ کو پکارا جائے تب بھی جائز ہے۔ مگر دعا کے وقت اللہ کو یَا سَاحِرُ یَا مُسْتَهْزِئُ یَا مَاکِرُ یَاخَادِعُ یَا مُبْغِضُ یَاغَضْبَانُ یَا مُنْتَقِمُ یَا مُعَادِیْ یَا مُعَذِّبُ یَا مُهْلِكُ کہہ کر پکارنے سے پرہیز کیا جائے۔ اگرچہ مجرموں کے جرم کی سزا اور پاداش دینے کے لحاظ سے اللہ کا ان اوصاف سے متصف ہونا صحیح ہے۔

دوسری فصل

راہ ہدایت سے بھٹکے ہوئے فرقوں کا بیان

گمراہ فرقوں کے متعلق اصل وہ حدیث ہے جس کو عوف نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ تم اپنے سے پہلے لوگوں کے راستہ پر قدم بقدم ضرور چلو گے اور انہی چیزوں کو اختیار کرو گے جن کو انہوں نے اختیار کیا۔ ایک ایک بالشت۔ ایک ایک ہاتھ اور ایک ایک گز۔ یہاں تک کہ گروہ گوہ کے بھٹ میں گھسے تھے تو تم بھی ان کے

ساتھ شریک ہونے کے لئے کود کے بہشت میں داخل ہوگئے۔ خوب سن لو موسیٰ کی امت کے خلاف بنی اسرائیل اکہتر ۷۱ فرقے بن گئے جن میں ایک کے سوا سب گمراہ ہوئے اور وہ ایک فرقہ اسلام اور مسلمانوں کی جماعت کا تھا۔ پھر عیسیٰ بن مریم کی ہدایت کے خلاف عیسائی بہتّر ۷۲ فرقے ہوگئے۔ سوائے ایک کے سب فرقے گمراہ ہوئے وہ ایک فرقہ جماعت اور مسلمانوں کی جماعت کا تھا۔ اس کے بعد تم ۷۳ فرقے ہو جاؤ گے جن میں سوائے ایک کے ہر فرقہ گمراہ ہوگا۔ وہ فرقہ اسلام اور مسلمانوں کی جماعت کا ہوگا۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی کا بیان ہے کہ سرکار عالی نے ارشاد فرمایا۔ میری امت تہتّر ۷۳ فرقے بن جائے گی۔ امت محمدیہ کے لئے سب سے بڑا فتنہ وہ فرقہ ہوگا جو اپنی عقل کا فیصلہ صرف اپنی رائے سے کرے گا۔ خود ہی حلال کو حرام بنائے گا اور خود ہی حرام کو حلال قرار دے گا۔ حضرت ابن عمر کی روایت ہے حضور انور نے ارشاد فرمایا۔ بنی اسرائیل بہتّر ۷۲ فرقے ہوگئے۔ ایک کے علاوہ سب دوزخی اور میری امت کے تہتّر ۷۳ فرقے ہو جائیں گے جن میں ایک کے سوا سب دوزخی ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ ایک کیسا ہوگا فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ کے ایسے راستہ پر ہوگا۔

جس فرقہ بندی کا حضور والا نے تذکرہ فرمایا تھا وہ نہ سرکار کے زمانہ میں ہوئی نہ پہلے خلفاء کے زمانہ میں بلکہ جب صحابہ، تابعین، مدینہ کے ساتوں فقیہ اور مختلف شہروں کے فقہا فوت ہو گئے اور ان کے انتقال سے ہدایت کا نور کم ہو گیا اور اس طرح سالہا سال بیت گئے اور صدی پر صدی گذر گئی تو عموماً دین میں افتراق پیدا ہوا۔ صرف [illegible] اہل حق کو رہنے دیا [illegible] اللہ نے دین کی حفاظت اسی کے ذریعہ سے کی۔ حضرت ابن عمر کی روایت ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ اللہ لوگوں کو علم عطا فرمانے کے بعد ان کے سینوں سے نہیں نکال لیگا۔ بلکہ علماء مر جائیں گے جب کوئی عالم مر جائے گا تو اس کا علم بھی اسی کے ساتھ چلا جائیگا یہاں تک کہ جاہل رہ جائیں گے جو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

حضرت ابن عمر کی دوسری روایت میں الفاظ حدیث اس طرح ہیں۔ حضور نے فرمایا اللہ علم کو قبض اس طرح نہیں کرتا کہ لوگوں کے دلوں سے کھینچ کر نکال لے۔ بلکہ علماء کے مرنے سے علم اٹھ جائے گا جب کوئی عالم نہیں رہے گا۔ تو جاہلوں کو لوگ پیشوا بنالیں گے اور ان سے مسائل پوچھے جائیں گے وہ بغیر جانے فتویٰ دیں گے۔ نتیجہ یہ کہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

حضرت ابن عوف کی روایت ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا جس طرح سانپ سمٹ کر اپنے سوراخ میں آجاتا ہے اسی طرح دین سمٹ کر حجاز میں آجائے گا۔ دین کی حفاظت حجاز سے ہوگی۔ جیسے ہرنوں کی حفاظت پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جانے سے۔ دین کا آغاز ظہور بحالت غربت ہوا تھا اور عنقریب لوٹ کر دوبارہ دین غریب ہو جائے گا۔ پس بار بار

مسافروں) کے لئے خوشی ہو۔ عرض کیا گیا۔ غربا کون لوگ ہیں فرمایا۔ وہ لوگ کہ جب لوگ میری سنت کو بگاڑ دینگے تو وہ سنواریں گے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ ہر زمانے میں لوگ ایک سنت کو مردہ اور ایک بدعت کو زندہ کریں گے۔

حضرت علی نے فرمایا۔ رسول اللہ نے فتنوں کا ذکر فرمایا تو ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ فتنوں سے بچ نکلنے کا کیا راستہ ہوگا۔ فرمایا اللہ کی کتاب یہی پُر حکمت موعظت نامہ ہے یہی صراط مستقیم ہے یہی وہ کتاب ہے جس میں زبانوں کا اشتباہ نہیں ہوتا اسی کو جب جنات نے سُنا تو اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا کہے بغیر نہ رہ سکے۔ جو اس کے موافق کہیگا سچا ہوگا اور جو اس کے مطابق فیصلہ کریگا۔ انصاف کریگا۔

حضرت عرباض بن ساریہ نے فرمایا ہم کو رسول اللہ نے فجر کی نماز پڑھائی اور ایسا دل نشین وعظ فرمایا کہ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ دلوں پر خوف طاری ہوگیا اور بدن گرم ہو گئے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور کی یہ نصیحت تو ایسی ہے جیسے حضور ہم کو چھوڑ رہے ہوں۔ فرمایا میں تم کو نصیحت کرتا ہوں۔ اللہ سے ڈرتے رہنے کی۔ (اور حاکم کی) اطاعت و فرمان پذیری کی۔ خواہ وہ حبشی غلام ہی ہو۔ میرے بعد جو زندہ رہیگا وہ بڑے اختلاف دیکھیگا۔ تمہارے لئے میری سنت اور ان خلفا کی سنت پر قائم رہنا لازم ہے۔ جو میرے بعد ہوں گے اور سیدھا راستہ دکھائیں گے۔ اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور دانتوں سے پکڑ لینا اور (دین میں) نئی ایجاد کردہ باتوں سے بچنا۔ کیونکہ (دین میں) پیدا کی ہوئی ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جو دعوت دینے والا سیدھے راستہ کی طرف بلائے اور اس کی دعوت کی پیروی کی جائے۔ تو پیروی کرنے والوں کی طرح اس رہنما کو بھی ثواب ملیگا۔ مگر پیروی کرنے والوں کے ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی۔ اور جو گمراہی کی دعوت دے اور اس کی پیروی کی جائے۔ تو پیروی کرنے والوں کے گناہوں کے برابر اس گمراہ کرنے والے پر بھی گناہ کا بار ہوگا لیکن گناہ کی پیروی کرنیوالوں کا بار معصیت اس سے کم نہ ہوگا

فصل تہتر فرقوں کی بنیاد دس فرقے ہیں ۱ اہل سنت ۲ خارجی ۳ شیعہ ۴ معتزلہ ۵ مرجیہ ۶ مشبہہ ۷ جہمیہ ۸ ضراریہ ۹ نجاریہ ۱۰ کلابیہ۔

اہل سنت کا ایک فرقہ جہمیہ۔ نجاریہ۔ کلابیہ۔ ضراریہ۔ ہر ایک کا ایک ایک فرقہ خارجیوں کے پندرہ معتزلہ کے چھ، مرجیہ کے بارہ شیعہ کے بتیس اور مشبہہ کے تین کل ۷۲ ہو گئے۔ فرقہ ناجیہ صرف اہل سنت کا فرقہ ہے۔ اس کا مسلک اور عقیدہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

فرقہ ناجیہ کو قدریہ اور معتزلہ جبریہ کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کا عقیدہ ہے کہ تمام مخلوق اللہ کی مشیت قدرت ارادہ اور تخلیق کی تابع ہے۔ مرجیہ فرقہ ناجیہ کو شکاکیہ (شکیہ) کہتے ہیں کیونکہ یہ گروہ ایمان کو مشیت الٰہی کی شرط سے مشروط کرنے کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس طرح کہے کہ میں انشاء اللہ مومن ہوں تو درست ہے (یعنی خاتمہ کا حال

اعتبار ہے۔ اس لئے اہل حدیث اپنے آخری وقت کے ایمان کو مشیت الٰہی کے ساتھ مشروط کرنے کے جواز کے قائل ہیں)

فرقہ ناجیہ خلافت کو انتخابی اور شورائی کہتا ہے۔ اس لئے رافضی فرقہ اس کو خارجی کہتا ہے۔ فرقہ ناجیہ اللہ کی صفات: علم قدرت حیات وغیرہ کو مانتا ہے اس لئے فرقہ جہمیہ اور نجاریہ اس کو مشبہہ کہتا ہے۔ اور چونکہ فرقہ ناجیہ احادیث اور آثار صحابہ کی حجیت کا بھی قائل ہے۔ اس لئے فرقہ باطنہ اس کو حشویہ کہتا ہے۔ مگر اس فرقہ کا اصل نام اصحاب حدیث اور اہل السنت ہے۔

خارجیوں کے نام اور القاب مختلف ہیں۔ خارجی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کے خلاف خروج کیا تھا۔ ان کا نام مُحَکِّمَۃ بھی ہے۔ کیونکہ انہوں نے ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص کے پنچ ہونے کا انکار کیا تھا اور جب حضرت علیؓ نے ان دونوں کو پنچ مان لیا۔ تو خارجیوں نے کہا حکم دینا صرف اللہ کے ساتھ مخصوص ہے (کسی کو تقرر خلیفہ کے متعلق فیصلہ کرنے کا حق نہیں) ان کو حروریہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت علی کا ساتھ چھوڑ کر یہ لوگ مقام حروراء میں جا کر ٹھہرے تھے۔ ان کو شُراۃ (بائع) اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کا دعوٰی تھا کہ ہم نے اللہ کے رستہ میں (اللہ کی خوشنودی اور ثواب حاصل کرنے کے لئے) اپنی جانیں فروخت کر دیں۔ ان کو مارقہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ دین سے خارج ہو گئے تھے۔ رسول اللہؐ نے بھی ان کی حالت بیان کی تھی اور فرمایا تھا۔ جس طرح تیر شکار کے پار نکل جاتا ہے۔ اسی طرح وہ لوگ دین سے نکل جائیں گے۔ پھر دین کی طرف نہیں لوٹیں گے۔ چنانچہ یہ لوگ دین اور اسلام سے باہر ہو گئے۔ ملت اسلامیہ کو چھوڑ دیا۔ ملت اور جماعت سے الگ ہو گئے۔ راہ راست سے بھٹک گئے۔ حکومت اسلامیہ سے خارج ہو گئے۔ خلفا کے خلاف انہوں نے تلوار نکالی۔ ان کے خون اور مال کو حلال قرار دیا۔ اپنے مخالفوں کو کافر کہا۔ رسول اللہ کے صحابیوں اور دامادوں کو گالیاں دیں اور ان سے تبرا کیا۔ ان کی طرف کافر ہو جانے اور کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہونے کی نسبت کی۔ ان کی مخالفت کو جائز قرار دیا۔ یہ لوگ عذاب قبر پر ایمان رکھتے ہیں نہ حوض (کوثر) پر نہ شفاعت پر۔ نہ دوزخ سے کسی کے کبھی نکلنے کے قائل ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ جس شخص نے ایک بار بھی جھوٹ بولا یا چھوٹا بڑا کوئی ایک گناہ کیا اور بغیر توبہ کے مر گیا وہ کافر اور دوامی جہنمی ہے۔ یہ اپنے امام (وقت) کے علاوہ کسی دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے۔ نماز کے وقت سے تاخیر صلوٰۃ کو جائز کہتے ہیں۔ چاند دیکھے بغیر بھی روزہ رکھنے کے قائل ہیں اور روزہ چھوڑ دینے کے بھی۔ بغیر ولی کے نکاح اور متعہ بھی ان کے خیال میں جائز ہے۔ اگر دست بدست ایک درہم کا دو درہموں سے تبادلہ کر لیا جائے۔ تو ان کی نظر میں درست ہے۔ سود نہیں ہے۔ چمڑے کے موزے پہن کر نماز پڑھنی درست نہیں۔ چمڑے کے موزوں پر مسح درست نہیں۔ بادشاہ کی اطاعت درست نہیں۔ خلافت قریش کے ساتھ مخصوص نہیں۔ ان کی زیادہ تعداد جزیرہ عمان، موصل، حضرموت اور اطراف عرب میں ہے۔ عبداللہ بن زید۔ محمد بن حرب، یحییٰ بن کامل اور سعید بن ہارون نے ان کی مذہبی کتابیں لکھی ہیں۔ ان کے پندرہ فرقے ہیں۔ ایک

فرقہ نجدات ہے جو نجدہ بن عامر حنفی ساکن یمامہ کی طرف منسوب ہے۔ یہی گروہ عبد اللہ بن ناصر کے ساتھیوں کا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جس نے ایک مرتبہ جھوٹ بولا یا کوئی صغیرہ گناہ کیا اور اس پر جما رہا (یعنی توبہ نہ کی) تو وہ مشرک ہے اور جس نے زنا کی چوری کی شراب پی مگر ان گناہوں پر جما نہیں رہا (توبہ کر لی) وہ مسلمان ہے۔ ان کی نظر میں وہ وقت کی ضرورت نہیں۔ صرف کتاب اللہ سے واقف ہونا لازم ہے۔ ان میں سے ایک گروہ ازارقہ بھی ہے۔ نافع بن ازرق کے ساتھیوں کا گروہ ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ہر کبیرہ گناہ کفر ہے۔ اور دنیا دار الکفر ہے۔ حضرت علی نے جب ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص کو اپنے اور معاویہ کے درمیان استحقاق خلافت کا جھگڑا چکانے کے لئے پنچ مانا تھا تو ان دونوں نے کفر کیا (کہ پنچ بن کر فیصلہ کیا) مشرکوں کے بچوں کو (جہاد میں) قتل کرنے کو یہ لوگ جائز قرار دیتے ہیں اور زنا کی سزا سنگساری کو حرام کہتے ہیں۔ پاک دامن مرد پر زنا کی تہمت لگانے والے پر حد شرعی جاری نہیں کرتے اور پاک دامن شوہر والی عورت پر زنا کی تہمت لگانے والے کو واجب الحد کہتے ہیں۔

خارجیوں کا ایک گروہ فدکیہ بھی ہے جو ابن فُدَیک کی طرف منسوب ہے اور عطویہ بھی ہے جو عطیہ بن اسود کی طرف منسوب ہے۔ اور عجاردہ بھی ہے۔ جو عبدالرحمٰن بن عجرد سے نسبت رکھتا ہے۔ عجاردہ کے مختلف گروہ میں سے میمونیہ کہا جاتا ہے۔ یہ سب پوتیوں۔ نواسیوں۔ بھانجیوں اور بھتیجیوں سے نکاح کو درست کہتے ہیں اور سورہ یوسف کو قرآن کا جز نہیں قرار دیتے۔ خارجیوں کا ایک فرقہ حازمیہ بھی ہے۔ یہ گروہ سب سے الگ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ دوستی اور دشمنی اللہ کی ذاتی صفات ہیں۔ حازمیہ کی ایک شاخ معلومیہ بھی ہے جس کا مسلک ہے کہ اللہ کو اس کے ناموں سے نہ جانتا ہو وہ جاہل ہے۔ بندوں کے افعال اللہ کے پیدا کئے ہوئے نہیں کسی فعل کی قدرت وقت فعل میں ہوتی ہے (پہلے سے نہیں ہوتی)

خارجیوں کے اصلی پندرہ فرقوں میں سے ایک فرقہ مجہولیہ ہے۔ جو قائل ہے کہ اگر کوئی کسی ایک نام سے بھی اللہ کو جانتا ہو۔ وہ عالم ہے۔ جاہل باللہ نہیں ہے۔ خارجیوں کا ایک فرقہ صلتیہ ہے۔ جو عثمان بن صلت سے نسبت رکھتا ہے اور مدعی ہے کہ جو شخص ہمارے نظریات مان لے اور مسلمان بھی ہو جائے تب بھی اس کی نابالغ اولاد کو مسلمان نہیں کہا جا سکتا جب تک بالغ ہونے کے بعد وہ ہماری بات کو قبول نہ کرے۔

خارجیوں کا ایک فرقہ اخنسیہ ہے۔ جو اخنس کی طرف منسوب ہے۔ یہ قائل ہے کہ آقا غلام کی اور غلام آقا کی زکوٰۃ لے سکتا ہے۔ بشرطیکہ محتاج مسکین ہو۔

خارجیوں کا ایک فرقہ ظفریہ ہے جس کی ایک شاخ حفصیہ ہے۔ اس کا خیال ہے کہ جو شخص اللہ کو پہچانتا ہو اس کا اقرار کرتا ہو۔ وہ شرک سے پاک ہو جاتا ہے۔ خواہ رسول کا جنت کا دوزخ کا سب کا منکر ہو اور تمام جرائم کا مرتکب ہو۔ قاتل ہو۔ زنا کو حلال جانتا ہو۔ مشرک صرف وہ ہے جو اللہ کو نہ پہچانے اور اس کا انکار کرے۔ ان لوگوں کا

یہ بھی دعویٰ ہے کہ قرآن مجید کی آیت میں جو لفظ حیران آیا ہے۔ اس سے مراد علی اور ان کا گروہ ہے اور اصحابٌ یَدْعُوْنَہٗ اِلَی الْھُدَی ائْتِنَا سے مراد اہل نہروان دخارجی ہیں۔ خارجیوں کا ایک فرقہ اباضیہ ہے جس کا خیال ہے کہ تمام فرائض الہٰیہ ایمان ہیں اور گناہ کبیرہ کفران نعمت ہے۔ کفر نہیں ہے۔

خوارج کا فرقہ بہیسیہ جو بی بہیس کی طرف منسوب ہے۔ مدعی ہے کہ جب تک آدمی اللہ کے ہر حلال اور حرام حکم سے تفصیلی طور پر واقف نہ ہو مسلمان نہیں ہوتا۔ اسی گروہ کے کچھ لوگ قائل ہیں کہ اگر کسی نے کوئی حرام فعل کیا تو اس کو اس وقت تک کافر نہیں کہا جا سکتا جب تک اس کا معاملہ حاکم کے سامنے نہ پہنچایا جائے اور وہ اس پر حد شرعی جاری نہ کر دے۔ شرعی سزا جاری ہونے کے بعد اس کو کافر قرار دیا جائیگا۔

خارجیوں کا ایک گروہ شمراخیہ ہے۔ جو عبداللہ بن شمراخ سے نسبت رکھتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ ماں باپ کو قتل کر دینا حلال ہے۔ ابن شمراخ نے جب دارالتقیہ میں اس عقیدہ کا دعویٰ کیا تو تمام خارجی اس سے الگ ہو گئے

خارجیوں کا فرقہ بدعیہ بھی ہے جس کا عقیدہ ازارقہ کی طرح ہے۔ صرف اتنی بات میں یہ لوگ منفرد ہیں کہ نماز دو وقت کی فرض کہتے ہیں۔ دو رکعت صبح اور دو رکعت شام۔ کیونکہ اللہ نے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ فرمایا ہے۔ ازارقہ کی طرح کافروں کی عورتوں کو قید کرنا اور ان کے بچوں کو قتل کرنا یہ لوگ جائز قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے۔ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا۔

فرقہ نجدات کے علاوہ تمام خارجی بالاتفاق مرتکب کبیرہ کو کافر کہتے ہیں اور تحکیم (ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص کی تحکیم) پر راضی ہونے کی وجہ سے حضرت علیؓ کو بھی کافر قرار دیتے ہیں۔

فصل شیعہ فرقہ کے مختلف نام ہیں۔ رافضی۔ غالیہ۔ شیعہ۔ طیارہ۔ شیعہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی پیروی کے مدعی ہیں اور آپ کو تمام صحابہ سے افضل جانتے ہیں۔ رافضی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ انہوں نے اکثر صحابہ کو چھوڑ دیا اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کو نہیں مانا۔ بعض لوگوں نے رافضی کی وجہ تسمیہ یہ بتائی ہے۔ کہ جب زید بن علی زین العابدینؒ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے مودت کا اظہار کیا اور دونوں بزرگوں کی دوستی کا اعتراف کیا تو ان لوگوں نے زید کو چھوڑ دیا۔ زید نے فرمایا ان لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا اس لئے ان کو رافضی کہا جانے لگا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شیعی وہ ہوتا ہے۔ جو حضرت عثمانؓ کو حضرت علیؓ سے افضل نہ قرار دے اور رافضی حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ سے افضل کہتا ہے۔

شیعہ کا ایک فرقہ قطعیہ ہے اس نے موسیٰ بن جعفر کی موت پر اجماع قطعی کر لیا تھا۔ ایک فرقہ غالیہ ہے۔ یہ گروہ حضرت علیؓ کے متعلق بہت زیادہ غلو کرتا ہے۔ نازیبا باتیں کہتا ہے۔ حضرت علیؓ کے اندر ربوبیت اور نبوت کی صفات مانتا ہے۔ ہشام بن حکم۔ علی بن منصور۔ ابوالاحوص۔ حسین بن سعید۔ فضل بن شاذان۔ ابوعیسیٰ وراق۔

ابن راوندی بھی اس فرقہ کے مذہبی مصنفین میں جنہوں نے کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی بیشتر آبادی قم، کاشان بلاد ادریس اور کوفہ میں ہے

فصل۔ رافضیوں کے تین گروہ ہیں۔ غالیہ۔ زیدیہ اور رافضہ۔ غالیہ سے پھٹ کر بارہ فرقے نکلے۔ بُنانیہ۔ طیّاریہ۔ منصوریہ۔ مغیریہ۔ خطابیہ۔ مُعمّریہ۔ بُزیعیہ۔ مُفضّلیہ۔ مُتناسخہ۔ شُریعیہ۔ سَبئیہ اور مُفوّضہ۔ زیدیہ کی چھ شاخیں ہیں۔ جارودیہ۔ سلیمانیہ۔ ابتریہ۔ نعیمیہ۔ یعقوبیہ۔ اور چھٹا گروہ رجعت کا منکر نہیں ہے اور حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ سے اظہار بیزاری کرتا ہے۔

رافضہ کے پھٹ کر ۱۴ فرقے ہوئے۔ قطعیہ۔ کیسانیہ۔ کربیۃ۔ عُمَیریہ۔ محمدیہ۔ حسینیہ۔ ناوسیۃ۔ اسماعیلیہ۔ قرامطیہ۔ مبارکیہ۔ شُمیطیہ۔ عُماریہ۔ ممطوریہ۔ موسویہ۔ امامیہ (رافضہ کے ۱۵ فرقے ہوئے ۱۴ نہیں ہوئے۔ زیدیہ کے چھٹے فرقہ کا نام ظاہر نہیں فرمایا۔ اس لئے وہ ساقط الاعتبار ہے) رافضیوں کے تمام گروہ اور فرقے اس امر پر متفق ہیں کہ خلافت کا ثبوت عقلی ہے اور (اجماعی نہیں بلکہ) نص کی محتاج ہے۔ تمام امام ہر غلطی نسیان اور خطاء سے معصوم ہیں۔ مفضول کی امارت افضل کے ہوتے ہوئے جائز نہیں۔ صحیح قول وہی ہے جو خلفا کے ذکر میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ تمام رافضی حضرت علی کو تمام صحابہ سے افضل جانتے ہیں اور حضور کے بعد آپ کی خلافت کو منصوص کہتے ہیں۔ اور حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ سے تبرا کرتے ہیں۔ صرف زیدیہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ اس بات کے مخالف ہیں۔ رافضی اس بات پر بھی متفق ہیں کہ حضرت علی کی خلافت ترک کرنے کی وجہ سے رسول اللہ کے بعد سوائے چھ آدمیوں کے تمام صحابی مرتد ہو گئے۔ چھ آدمی یہ ہیں۔ علیؓ۔ عمارؓ۔ مقداد بن اسود۔ سلمان فارسیؓ۔ اور دو اور آدمی۔ رافضی کہتے ہیں کہ تقیہ کی حالت میں امام کہہ سکتا ہے کہ میں امام نہیں ہوں۔ کسی چیز کے موجود ہونے سے پہلے اللہ کو اس کا علم نہیں ہوتا۔ روز حساب سے پہلے مردے دنیا میں دوبارہ لوٹ کر آئیں گے۔ رافضیوں میں غالیہ فرقہ تو حساب اور حشر کا بھی منکر ہے۔ رافضیوں کا یہ بھی خیال ہے کہ امام ہر گذشتہ اور آئندہ چیز کو جانتا ہے۔ خواہ وہ کوئی دنیوی چیز ہو یا دینی۔ یہاں تک کہ کنکریوں، بارش کے قطروں اور درختوں کی پتیوں کی تعداد سے بھی واقف ہوتا ہے۔ انبیاء کی طرح آئمہ کے ہاتھوں سے بھی معجزات ظاہر ہوتے ہیں۔ اکثر کا یہ خیال بھی ہے بعض لوگوں کا نہیں ہے کہ حضرت علی سے جن لوگوں نے جنگ کی وہ کافر ہو گئے۔ اس کے علاوہ اور بھی رافضیوں کے عقائد و اقوال ہیں اور رافضیوں سے علیحدہ غالیہ گروہ تو یہ بھی کہتا ہے کہ علی تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ علی دوسرے صحابہ کی طرح زمین میں دفن نہیں ہوئے بلکہ وہ ابر میں ہیں۔ بادل کے اوپر سے اللہ کے دشمنوں سے لڑیں گے۔ آخر زمانہ میں پھر آئیں گے اپنے دشمنوں کو قتل کریں گے۔ علی اور تمام ائمہ مرے نہیں بلکہ قیامت تک زندہ رہیں گے۔ ان کی طرف موت کو راستہ نہیں ملیگا۔ ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ علی نبی ہیں۔ جبرئیلؑ نے وحی کے پہنچانے میں غلطی کی۔ وہ اس بات کے بھی

مدعی ہیں کہ علی الٰہ تھے۔ اللہ ملائکہ اور تمام مخلوق کی قیامت تک ان پر لعنت ہو۔ اللہ ان کی آبادیاں برباد کرے ان کی کھیتیاں اجاڑ دے۔ زمین پر ان کی کوئی بستی نہ چھوڑے انہوں نے غلو کی حد کر دی۔ کفر پر حم لئے۔ اسلام کو چھوڑ دیا۔ ایمان سے الگ ہو گئے۔ اللہ انبیاء اور قرآن کے منکر بن گئے ہم ایسے اقوال اختیار کرنیوالوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ غالیہ کی ایک شاخ بنانیہ ہے جو بنان بن سمعان کی طرف منسوب ہے۔ ان کی تہمت تراشیوں اور بیہودگیوں میں سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ اللہ کی شکل انسان کی طرح ہے۔ یہ جھوٹے ہیں۔ اللہ اس تشبیہ سے پاک ہے اس نے خود فرمایا ہے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ۔

غالیہ کی شاخ طیاریہ عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار کی طرف منسوب ہے۔ یہ تناسخ کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ آدم کی روح اللہ کی روح تھی جو آدم کے اندر داخل ہو گئی تھی۔

فرقہ غالیہ میں سے زیادہ گہرائی میں جانے والے اہل تناسخ تو یہ بھی دعوے کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد جب روح اس دنیا سے نکل کر دوبارہ یہاں آتی ہے تو سب سے پہلے بکری کے بچہ کے جون میں آتی ہے پھر اس سے بھی زیادہ حقیر جون میں آتی ہے اور وقتاً فوقتاً یونہی منتقل ہوتی ہوئی گندگی کے کیڑے میں جنم لیتی ہے۔ جون بدلنے کی یہ آخری حد ہے۔ بلکہ بعض لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ گنہگاروں کی روحیں لوہے۔ کیچڑ اور کچے برتنوں کی شکل اختیار کر لیتی ہیں ان کو آگ میں جلنے کچلنے پٹنے کٹنے پگھلنے ذلیل وخوار ہونے کا جسمانی عذاب ہوتا رہتا ہے۔

فرقہ مغیریہ مغیرہ بن سعد کی طرف منسوب ہے۔ مغیرہ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کا قول تھا کہ اللہ نور ہے بر شکل انسانی۔ اس نے مُردوں کو زندہ کرنے کا بھی دعوے کیا تھا۔

منصوریہ فرقہ ابو منصور کی طرف منسوب ہے۔ ابو منصور کہتا تھا کہ مجھے آسمانی معراج ہوئی تھی اور میرے رب نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا تھا اور عیسےٰ اول ترین مخلوق تھے۔ پھر علی کی پیدائش ہوئی۔ اللہ کے پیغمبروں کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا جنت دوزخ کچھ بھی نہیں ہے۔ اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ جو شخص اس فرقہ کے چالیس آدمیوں کو قتل کرے گا وہ جنتی ہو جائے گا۔ یہ لوگ لوگوں کا مال لوٹنا مباح جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جبرئیلؑ نے نبوت پہنچانے میں غلطی کی۔ یہ بات خالص کفر ہے۔

خطابیہ فرقہ ابو الخطاب کی طرف منسوب ہے ان کا خیال ہے کہ ائمہ انبیاء امین وحی ہیں، ہر زمانہ میں ایک پیغمبر ناطق اور ایک پیغمبر خاموش ہوتا ہے۔ محمد پیغمبر ناطق تھے اور علی پیغمبر خاموش۔

معمریہ کا عقیدہ بھی خطابیہ کی طرح ہے اتنی بات ان میں زائد ہے کہ یہ نماز کے بھی تارک ہیں۔

بزیغیہ فرقہ بزیع کی طرف منسوب ہے۔ ان کا دعوے تھا کہ جعفر اللہ ہیں۔ اللہ اسی شکل میں دکھائی دیتا ہے۔ یہ گروہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس بھی وحی آتی ہے ہم کو عالم ملکوت کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔ ان کی یہ دروغ بندی اور تہمت تراشی

اور خرافات کیسی عظیم الشان ہے۔ ان کو تو اسفل السافلین میں ہاویہ کے اندر گرایا جاتا ہے

مفضلیہ فرقہ مفضل صیرفی کی طرف منسوب ہے۔ یہ بھی جھوٹی رسالت اور نبوت کے دعویدار ہیں۔ اماموں کے متعلق ان کا قول وہی ہے جو مسیح کے متعلق عیسائیوں کا ہے۔

شُریعیہ فرقہ شُریع کی طرف نسبت رکھتا ہے کہ اللہ نے پانچ شخصوں میں حلول کیا تھا نبی اور آل نبی یعنی علی عباس جعفر اور عقیل۔

فرقہ سبائیہ عبداللہ بن سبا کی طرف منسوب ہے۔ اس فرقے کا دعوے یہ ہے کہ علی مرے نہیں قیامت سے پہلے واپس آئیں گے۔ سید حمیری (مشہور شاعر) انہی میں سے تھا۔

مفوضہ قائل ہیں کہ اللہ نے مخلوق کا انتظام ائمہ کے سپرد کر دیا ہے اور اللہ نے کچھ نہیں پیدا کیا بلکہ ہر چیز کی تخلیق اور انتظام کی رسول اللہ کو قدرت عطا فرما دی حضرت علی کے متعلق بھی ان کا اسی طرح کا خیال ہے۔ ان میں سے بعض لوگ ابر کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ علی اس میں ہیں۔

زیدیہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ زید بن علی کے قول کی طرف راغب تھے۔ زید بن علی حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ سے دوستی کے قائل تھے۔ فرقہ جارودیہ ابو الجارود کی طرف منسوب ہے۔ ان کا خیال ہے کہ حضرت علی رسول اللہ کے وصی تھے اور وہی خلیفہ اول تھے۔ ان کا قول تھا کہ رسول اللہ نے حضرت علی کے حالات کی صراحت کی تھی نام کی تعیین نہیں کی۔ یہ لوگ منصوص امامت کا سلسلہ حضرت امام حسین تک چلاتے ہیں پھر خلافت کے شورائی ہونے کے قائل ہیں۔

سلیمانیہ سلیمان بن کثیر کی طرف منسوب ہیں۔ زیدیہ ان نے کہا کہ اس فرقہ کا گمان ہے کہ امام حضرت علی تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی بیعت غلط ہوئی۔ یہ دونوں بیعت کے مستحق نہ تھے۔ امت نے اصلح امر کو چھوڑ دیا۔

فرقہ ابتریہ ابتر کی طرف منسوب ہیں۔ ابتر کا نام نوا اور لقب ابتر تھا۔ ان کا خیال تھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی بیعت غلط نہیں ہوئی۔ کیونکہ حضرت علی نے خلافت کو چھوڑ دیا حضرت عثمان کے معاملہ میں یہ لوگ توقف کرتے ہیں اور کہتے ہیں جب بیعت کی گئی تو علی امام تھے۔

نعیمیہ فرقہ نعیم بن یمان کی طرف منسوب ہے اس کا عقیدہ ابتریہ کی طرح ہے مگر حضرت عثمان سے تبرّا کرتا ہے اور ان کو کافر کہتا ہے۔ یعقوبیہ کی نسبت یعقوب کی طرف ہے۔ یہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی امامت کے قائل تھے اور رجعت کا انکار کرتے تھے مگر ان میں سے بعض لوگ حضرت ابوبکر و حضرت عمر سے تبرّا کرتے ہیں اور رجعت کے قائل تھے۔

فصل رافضیوں کے یہ فرقے شاخ در شاخ بن گئے۔ (۱) قطعیہ۔ اس کو موسیٰ بن جعفر کی موت کا یقین تھا اسی لئے اس کو قطعیہ کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ امامت کا سلسلہ محمد بن حنفیہ تک چلاتے ہیں اور آپ کو ہی قائم منتظر کہتے ہیں۔

(۲) کیسانیہ کی نسبت کیسان کی طرف ہے یہ محمد بن حنفیہ کی امامت کے قائل تھے کیونکہ جنگ جمل میں جھنڈا آپ ہی کو دیا گیا تھا

۳۔ کُربیبیہ۔ یہ لوگ ابن کریب ضریر کے ساتھی تھے۔

۴۔ عُمیریہ۔ یہ لوگ عمیر کے ساتھی تھے۔ مہدی کی طرف خروج کے وقت عمیر ہی ان کا امام تھا

۵۔ محمدیہ۔ ان کا دعویٰ تھا کہ محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسین امام قائم ہیں۔ امام قائم نے تمام بنی ہاشم کو چھوڑ کر اپنا وصی ابومنصور کو بنایا تھا جس طرح حضرت موسیٰ نے اپنی اولاد اور حضرت ہارون کی اولاد کو چھوڑ کر یوشع بن نون کو وصی بنایا

۶۔ حسینیہ۔ اس فرقہ کا خیال ہے کہ ابومنصور نے اپنے بیٹے حسین کو وصی بنایا تھا اس لئے منصور کے بعد حسین ہی امام تھے

۷۔ ناوسیہ۔ اس فرقہ کی نسبت ناوس بصری کی طرف ہے۔ وہی اس کا سردار تھا۔ یہ لوگ جعفر کی امامت کے قائل ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جعفر زندہ ہیں۔ مرے نہیں۔ وہی قائم مہدی ہیں۔

۸۔ اسماعیلیہ قائل ہیں کہ جعفر مر گئے ان کے بعد اسماعیل امام ہوئے۔ اسماعیل ضرور بادشاہ بنیں گے۔ امام منتظر وہی ہیں۔

۹۔ قرامطیہ سلسلۂ امامت کو جعفر تک پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جعفر نے محمد بن اسماعیل کے امام ہونے کی صراحت کی تھی۔ محمد زندہ ہیں۔ مرے نہیں۔ وہی امام مہدی ہیں۔

۱۰۔ مبارکیہ۔ مبارک کی طرف منسوب ہیں۔ مبارک ان کا سردار تھا۔ ان کا خیال ہے کہ محمد بن اسماعیل کا انتقال ہو گیا اور ان کے بعد امامت ان کی اولاد میں آ گئی۔

۱۱۔ شمیطیہ یحییٰ بن شمیط کی طرف منسوب ہیں۔ یہی ان کا سردار تھا۔ ان کا خیال ہے کہ امام جعفر تھے۔ جعفر کے بعد محمد بن جعفر پھر محمد کی اولاد

۱۲۔ فطحیہ۔ اس فرقہ کو افطحیہ بھی کہا جاتا ہے۔ افطح موٹے پاؤں والے کو کہتے ہیں۔ عبداللہ بن جعفر کی ٹانگیں موٹی تھیں۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ جعفر کے بعد عبداللہ بن جعفر امام ہوئے۔ اس فرقہ کی تعداد بہت ہوئی

۱۳۔ ممطوریہ۔ اس فرقہ کو ممطوریہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یونس بن عبدالرحمن سے جب ان کا مناظرہ ہوا۔ اور یونس فرقۂ قطعیہ میں سے تھا تو یونس نے ان سے کہا کہ تم لوگ بارش میں بھیگے ہوئے کتوں سے بھی زیادہ میری نظر میں ذلیل ہو۔ اس قول کے بعد ان کا لقب ہی ممطوریہ پڑ گیا۔ اس فرقہ کو واقفہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ موسیٰ بن جعفر پر پہنچ کر یہ لوگ ٹھہر جاتے ہیں۔ اس سے آگے امامت کا سلسلہ نہیں مانتے۔ اور کہتے ہیں موسیٰ بن جعفر زندہ ہیں نہ مرے ہیں نہ مریں گے وہی امام مہدی ہیں۔

۱۴۔ موسویہ۔ اس فرقہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ موسیٰ بن جعفر پر ٹھہر کر رک جاتے ہیں۔ آگے سلسلۂ امامت کے جاری ہونے کے قائل نہیں۔ اور کہتے ہیں ہم کو نہیں معلوم کہ موسیٰ زندہ ہیں یا مر گئے۔ اگر کسی دوسرے کی امامت صحیح ہوتی۔ تو لوگ اس کو نافذ کرتے۔

۱۵۔ امامیہ۔ یہ فرقہ سلسلۂ امامت کو محمد بن حسن کی طرف چلاتا ہے۔ یہی امام قائم منتظر مہدی۔ کہتا ہے جو زمین کو عدل سے ایسا ہی بھر دیں گے جس طرح اب ظلم سے بھرپور ہے۔

۱۶۔ زراریہ۔ یہ فرقہ زرارہ کے ساتھیوں کا ہے۔ جو دعویٰ معمریہ کا تھا وہی اس کا تھا اسی لئے اس کو سولہواں فرقہ حضرت نے شروع فہرست میں نہیں شمار کیا) بعض لوگ کہتے ہیں کہ زرارہ نے معمریہ کی مخالفت ترک کردی تھی۔ وجہ یہ ہوئی کہ اس نے عبداللہ بن جعفر سے کچھ مسائل دریافت کئے عبداللہ نے نہ بتائے تو اس نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور موسیٰ بن جعفر کی طرف رجوع ہوگیا۔

رافضیوں کے اقوال یہودیوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ شعبی کا قول ہے کہ رافضیوں کی محبت یہودیوں کی محبت ہے۔ یہودی قائل ہیں کہ امامت حضرت داؤد کی نسل کے علاوہ دوسرے کی درست نہیں۔ رافضی کہتے ہیں کہ امامت حضرت علی کی اولاد کے علاوہ کسی اور کی صحیح نہیں۔ یہودی قائل ہیں کہ جب مسیح دجال نکلیگا اور عیسیٰ آسمان سے رسی پکڑ کر اتریں گے اُس وقت جہاد ہوگا۔ اُس سے پہلے جہاد نہیں ہوسکتا۔ رافضی بھی کہتے ہیں کہ جب تک مہدی برآمد نہ ہوجائیں اور ایک منادی آسمان کی طرف سے ندا کردے اس وقت تک جہاد نہیں ہوسکتا۔ یہودی مغرب کی نماز اتنی تاخیر سے پڑھتے ہیں کہ ستاروں کا اجتماع جال کی طرح ہوجائے۔ رافضی بھی مغرب کی نماز میں تاخیر کرتے ہیں۔ یہودی قبلہ کی طرف سے کچھ ہٹے ہوئے رہتے ہیں۔ رافضی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہودی فجر کی نماز صبح کے خوب روشن ہوجانے کے بعد پڑھتے ہیں۔ رافضیوں کی بھی یہی حالت ہے۔ یہودی نماز میں کپڑے لٹکائے رکھتے ہیں۔ رافضی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہودی ہر مسلمان کے خون کو حلال سمجھتے ہیں۔ رافضی بھی ایسے ہی ہیں۔ یہودی عورتوں کی عدت کے قائل نہیں رافضی بھی ایسے ہی ہیں۔ یہودی تین طلاقوں کو کچھ نہیں سمجھتے۔ رافضی بھی یہی کہتے ہیں۔ یہودیوں نے توراۃ میں تحریف کی رافضیوں نے قرآن میں تحریف کی۔ رافضی کہتے ہیں قرآن میں تغیر تبدل کردیا گیا ہے۔ ترکیب اور ترتیب میں الٹ پھیر کردیا گیا ہے۔ ترتیب نزول بدل دی گئی ہے۔ قرآن میں کمی بیشی کردی گئی ہے۔ قرآن کی قرأت ایسے طریقوں سے کی گئی ہے جو رسول اللہ سے ثابت نہیں۔

یہودی جبرئیل سے بغض رکھتے ہیں اور کہتے ہیں وہ ہمارا دشمن ہے۔ رافضیوں کا ایک گروہ بھی قائل ہے کہ جبرئیل نے غلطی کی کہ محمد کو وحی پہنچائی۔ علی کے پاس اس کو وحی دے کر بھیجا گیا تھا۔

اللہ کرے یہ ہمیشہ غارت ہوں۔

فصل مرجیہ کے ۱۲ فرقے ہیں۔ جہمیہ۔ صالحیہ۔ شمریہ۔ یونسیہ۔ یونانیہ۔ نجاریہ۔ غیلانیہ۔ شبیبیہ۔ حنفیہ۔ معاذیہ۔ مُریسیہ۔ کرامیہ۔

مرجیہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان کے خیال میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل خواہ تمام گناہ کرے مگر دوزخ میں نہیں جائے گا۔ ایمان نام قول کا ہے عمل کا نہیں۔ اعمال احکام ہیں۔ ایمان صرف قولی ہے۔ لوگوں کے ایمانوں میں باہم کمی بیشی نہیں ہوتی۔ عام آدمیوں کا ایمان انبیاء کا ایمان اور ملائکہ کا ایمان ایک ہی ہے اس میں نہ کوئی زیادہ ہے نہ کم۔

اظہار ایمان کے ساتھ انشاء اللہ نہ کہا جائے (یعنی یوں نہ کہا جائے کہ میں انشاء اللہ مومن ہوں بلکہ یقین کے ساتھ ایمان کا دعوے کیا جائے اور کہا جائے میں یقیناً مومن ہوں) جو شخص زبان سے (ضروریات دین کا) اقرار کرے اور عمل نہ کرے وہ مومن ہے۔

فصل فرقہ جہمیہ کی نسبت جہم بن صفوان کی طرف ہے۔ جہم کہتا تھا کہ ایمان نام ہے اللہ کو، اللہ کے رسول کو اور ان چیزوں کو جو اللہ کی طرف سے آئی ہیں۔ صرف جاننے اور ماننے کا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ قرآن مخلوق ہے۔ اللہ نے موسیٰ سے کلام نہیں کیا۔ اللہ کلام کرتا ہی نہیں ہے۔ نہ اس کو دیکھا جا سکتا ہے۔ نہ اس کی جگہ جانی جا سکتی ہے۔ نہ اس کا کوئی عرش ہے نہ کرسی۔ نہ وہ عرش پر ہے۔ یہ لوگ میزان اور عذاب القبر کے بھی منکر تھے اور دوزخ جنت کو بھی مخلوق نہیں کہتے تھے۔ ان کا دعوے تھا کہ اگر جنت دوزخ مخلوق ہوں گی تو فنا بھی ضرور ہونگی (کیونکہ ہر مخلوق فانی ہے)، اللہ اپنی مخلوق سے کلام نہیں کرے گا۔ نہ ان کی طرف دیکھے گا۔ نہ اہل جنت اللہ کی طرف دیکھیں گے۔ نہ جنت میں اللہ کو دیکھیں گے۔ ایمان نام صرف اعتراف قلب کا ہے۔ اقرار لسان کا نہیں۔ یہ فرقہ تمام صفات الٰہیہ کا بھی منکر ہے۔

صالحیہ فرقہ۔ ابوالحسین صالحی کی طرف منسوب ہے۔ صالحی کہتا تھا کہ ایمان نام ہے (ضروریات دین کی) پہچاننے کا اور کفر نام ہے نہ پہچاننے کا۔ اگر کسی نے کہا کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے تو فی نفسہٖ یہ قول کفر نہیں ہے۔ اگرچہ اس کو کہنے والے کافر ہیں۔ ایمان کے علاوہ اور کوئی چیز عبادت نہیں ہے۔

یونسیہ۔ یونس بربری کی طرف منسوب ہے۔ یونس کہتا تھا کہ ایمان نام ہے اللہ کو پہچاننے کا۔ اللہ کے سامنے عاجزی کرنے کا اور اللہ سے محبت کرنے کا جس شخص نے ان تینوں باتوں میں سے ایک بات بھی ترک کر دی وہ کافر ہے

شمریہ فرقہ ابو شمر کی طرف منسوب ہے۔ یہ کہتا تھا کہ ایمان نام ہے اللہ کو پہچاننے کا اس کے سامنے خضوع کرنے کا اس سے محبت کرنے کا اس کی توحید کا اقرار کرنے کا اور اس کو بے مثال قرار دینے کا اس کے مجموعہ کا نام ایمان ہے

ابو شمر یہ بھی کہتا تھا کہ مرتکب کبیرہ کو میں نہ فاسق مطلق کہتا ہوں نہ مخصوص گناہ کی وجہ سے فاسق

ثوبانیہ فرقہ کی نسبت ثوبان کی طرف ہے اس کا عقیدہ تھا کہ ایمان نام ہے معرفت کا اور اللہ کا اور اللہ کے پیغمبروں کا اقرار کرنے کا اور عقل کے خلاف اللہ کوئی کام نہیں کرتا۔

نجاریہ فرقہ حسن بن محمد بن عبداللہ نجار کی طرف منسوب ہے یہ فرقہ کہتا ہے کہ ایمان نام ہے اللہ کو اللہ کے پیغمبروں کو اور اللہ کے متفق علیہ فرائض کو جاننے کا اور اللہ کے سامنے خضوع کرنے اور زبان سے اقرار کرنے کا اگر ان چیزوں میں سے کسی ایک سے کوئی ناواقف ہو اور اس کے سامنے دلیل موجود ہو مگر وہ پھر بھی اس کا اقرار نہ کرے تو کافر ہو جائیگا۔

غیلانیہ فرقہ غیلان کی طرف منسوب ہے اور شمریہ کا ہم خیال ہے۔ اس فرقہ کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ اشیاء کے حدوث کو

۱۶۔ زراریہ۔ یہ فرقہ زرارہ کے ساتھیوں کا ہے۔ جو دعویٰ معمریہ کا تھا وہی اس کا تھا اسی لئے اس کو سولہواں فرقہ حضرت نے شرح فہرست میں نہیں شمار کیا) بعض لوگ کہتے ہیں کہ زرارہ نے معمریہ کی مخالفت ترک کردی تھی۔ وجہ یہ ہوئی کہ اس نے عبد اللہ بن جعفر سے کچھ مسائل دریافت کئے عبد اللہ نے نہ بتلائے تو اس نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور موسیٰ بن جعفر کی طرف رجوع ہوگیا۔

رافضیوں کے اقوال یہودیوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ شعبی کا قول ہے کہ رافضیوں کی محبت یہودیوں کی محبت ہے۔ یہودی قائل ہیں کہ امامت حضرت داؤدؑ کی نسل کے علاوہ دوسرے کی درست نہیں۔ رافضی کہتے ہیں کہ امامت حضرت علی کی اولاد کے علاوہ کسی اور کی صحیح نہیں۔ یہودی قائل ہیں کہ جب مسیح دجال نکلیگا اور عیسیٰ آسمان سے رسی پکڑ کر اتریں گے اُس وقت جہاد ہوگا۔ اُس سے پہلے جہاد نہیں ہوسکتا۔ رافضی بھی کہتے ہیں کہ جب تک مہدی برآمد ہوجائیں اور ایک منادی آسمان کی طرف سے ندا کردے اس وقت تک جہاد نہیں ہوسکتا۔ یہودی مغرب کی نماز اتنی تاخیر سے پڑھتے ہیں کہ ستاروں کا اجتماع جال کی طرح ہوجائے۔ رافضی بھی مغرب کی نماز میں تاخیر کرتے ہیں۔ یہودی قبلہ کی طرف سے کچھ ہٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ رافضی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہودی فجر کی نماز صبح کے خوب روشن ہوجانے کے بعد پڑھتے ہیں۔ رافضیوں کی بھی یہی حالت ہے۔ یہودی نماز میں کپڑے لٹکائے رکھتے ہیں۔ رافضی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہودی ہر مسلمان کے خون کو حلال سمجھتے ہیں۔ رافضی بھی ایسے ہی ہیں۔ یہودی عورتوں کی عدت کے قائل نہیں رافضی بھی ایسے ہی ہیں۔ یہودی تین طلاقوں کو کچھ نہیں سمجھتے۔ رافضی بھی یہی کہتے ہیں۔ یہودیوں نے توریت میں تحریف کی رافضیوں نے قرآن میں تحریف کی۔ رافضی کہتے ہیں قرآن میں تغیر تبدل کردیا گیا ہے۔ ترکیب اور ترتیب میں الٹ پھیر کردیا گیا ہے۔ ترتیب نزول بدل دی گئی ہے۔ قرآن میں کمی بیشی کردی گئی ہے۔ قرآن کی قرأت ایسے طریقوں سے کی گئی ہے جو رسول اللہ سے ثابت نہیں۔

یہودی جبرئیل سے بغض رکھتے ہیں اور کہتے ہیں وہ ہمارا دشمن ہے۔ رافضیوں کا ایک گروہ بھی قائل ہے کہ جبرئیل نے غلطی کی کہ محمد کو وحی پہنچائی۔ علی کے پاس اس کو وحی دے کر بھیجا گیا تھا۔

اللہ کرے یہ ہمیشہ غارت ہوں۔

فصل مرجیہ کے ۱۲ فرقے ہیں۔ جہمیہ۔ صالحیہ۔ شمریہ۔ یونسیہ۔ یونانیہ۔ نجاریہ۔ غیلانیہ۔ شبیبیہ۔ حنفیہ۔ معاذیہ۔ مُریسیہ۔ کرامیہ۔

مرجیہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان کے خیال میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل خواہ تمام گناہ کرے مگر دوزخ میں نہیں جائے گا۔ ایمان نام قول کا ہے عمل کا نہیں۔ اعمال احکام ہیں۔ ایمان صرف قولی ہے۔ لوگوں کے ایمانوں میں باہم کمی بیشی نہیں ہوتی۔ عام آدمیوں کا ایمان انبیاء کا ایمان اور ملائکہ کا ایمان ایک ہی ہے اس میں نہ کوئی زیادہ ہے نہ کم۔

اظہار ایمان کے ساتھ انشاء اللہ نہ کہا جائے (یعنی یوں نہ کہا جائے کہ میں انشاء اللہ مومن ہوں بلکہ یقین کے ساتھ ایمان کا دعوے کیا جائے اور کہا جائے میں یقیناً مومن ہوں) جو شخص زبان سے (ضروریات دین کا) اقرار کرلے اور عمل نہ کرے وہ مومن ہے۔

فصل فرقہ جہمیہ کی نسبت جہم بن صفوان کی طرف ہے۔ جہم کہتا تھا کہ ایمان نام ہے اللہ کو' اللہ کے رسول کو اور ان چیزوں کو جو اللہ کی طرف سے آئی ہیں، صرف جاننے اور ماننے کا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ قرآن مخلوق ہے۔ اللہ نے موسیٰ سے کلام نہیں کیا۔ اللہ کلام کرتا ہی نہیں ہے۔ نہ اس کو دیکھا جا سکتا ہے۔ نہ اس کی جگہ جانی جا سکتی ہے۔ نہ اس کا کوئی عرش ہے نہ کرسی۔ نہ وہ عرش پر ہے۔ یہ لوگ میزان اور عذاب القبر کے ہی منکر تھے اور دوزخ جنت کو بھی مخلوق نہیں کہتے تھے۔ ان کا دعوے تھا کہ اگر جنت دوزخ مخلوق ہوں گی تو فنا بھی ضرور ہونگی (کیونکہ ہر مخلوق فانی ہے) اللہ اپنی مخلوق سے کلام نہیں کرے گا۔ نہ ان کی طرف دیکھے گا۔ نہ اہل جنت اللہ کی طرف دیکھیں گے۔ نہ جنت میں اللہ کو دیکھیں گے۔ ایمان نام صرف اعتراف قلب کا ہے۔ اقرار لسان کا نہیں۔ یہ فرقہ تمام صفات الٰہیہ کا بھی منکر ہے۔

صالحیہ فرقہ۔ ابوالحسین صالحی کی طرف منسوب ہے۔ صالحی کہتا تھا کہ ایمان نام ہے (ضروریات دین کی) پہچاننے کا اور کفر نام ہے نہ پہچاننے کا۔ اگر کسی نے کہا کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے تو فی نفسہٖ یہ قول کفر نہیں ہے۔ اگرچہ اس کو کہتے کافر ہی ہیں۔ ایمان کے علاوہ اور کوئی چیز عبادت نہیں ہے۔

یونسیہ۔ یونس بُرّی کی طرف منسوب ہے۔ یونس کہتا تھا کہ ایمان نام ہے اللہ کو پہچاننے کا۔ اللہ کے سامنے عاجزی کرنے کا اور اللہ سے محبت کرنے کا جس شخص نے ان تینوں باتوں میں سے ایک بات بھی ترک کردی وہ کافر ہے

شمریہ فرقہ ابوشمر کی طرف منسوب ہے۔ یہ کہتا تھا کہ ایمان نام ہے اللہ کو پہچاننے کا اس کے سامنے خضوع کرنے کا اس سے محبت کرنے کا اس کی توحید کا اقرار کرنے کا اور اس کو بے مثال قرار دینے کا اس کے مجموعہ کا نام ایمان ہے ابوشمر یہ بھی کہتا تھا کہ مرتکب کبیرہ کو میں نہ فاسق مطلق کہتا ہوں نہ مخصوص گناہ کی وجہ سے فاسق

ثوبانیہ فرقہ کی نسبت ثوبان کی طرف ہے اس کا عقیدہ تھا کہ ایمان نام ہے معرفت کا اور اللہ کا اور اللہ کے پیغمبروں کا اقرار کرنے کا اور عقل کے خلاف اللہ کوئی کام نہیں کرتا۔

نجاریہ فرقہ حسن بن محمد بن عبداللہ نجار کی طرف منسوب ہے یہ فرقہ کہتا ہے کہ ایمان نام ہے اللہ کو اللہ کے پیغمبروں کو اور اللہ کے متفق علیہ فرائض کو جاننے کا اور اللہ کے سامنے خضوع کرنے اور زبان سے اقرار کرنے کا اگر ان چیزوں میں سے کسی ایک سے کوئی ناواقف ہو اور اس کے سامنے دلیل موجود ہو مگر وہ پھر بھی اس کا اقرار نہ کرے تو کافر ہو جائیگا۔

غیلانیہ فرقہ غیلان کی طرف منسوب ہے اور شمریہ کا ہم خیال ہے۔ اس فرقہ کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ اشیاء کے حدوث کو

جاننا ایمان کے لئے ضروری ہے۔ اور عمل توحید لیس زبانی اقرار کا نام ہے قلبی شہادت ضروری نہیں۔ زرقان نے بیان کیا کہ غیلان قائل تھا کہ زبان سے اقرار کرنا ہی ایمان اور تصدیق ہے۔

شبیبیہ فرقہ یعنی محمد بن شبیب کے ساتھی قائل ہیں کہ ایمان نام ہے بندے کے اقرار کرنے کا اللہ کی وحدانیت، پہچاننے کا اور اللہ سے ہر تشبیہ کے نفی کرنے کا (یعنی لیس کمثلہ شئی کے اقرار کا)، محمد کا خیال یہ بھی تھا کہ ابلیس میں ایمان تھا مگر اپنے بڑا قرار دینے کی وجہ سے وہ کافر ہو گیا

حنفیہ۔ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کے ساتھیوں کو کہا جاتا ہے ان کا خیال ہے کہ ایمان نام ہے اللہ کو پہچاننے کا اور اللہ کا اللہ کے پیغمبروں کا اور اجمالی طور پر ان تمام چیزوں کے اقرار کرنے کا جو اللہ کی طرف سے آئی ہیں۔ برہوتی نے کتاب الشجرہ میں یہی ذکر کیا ہے۔

(حضرت شیخ نے حنفیہ کو مرجیہ میں شمار کیا شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ حنفیہ اعمال کو جزء ایمان قرار نہیں دیتے بلکہ صرف اعتراف قلبی اور اقرار زبانی کو ایمان کہتے ہیں۔ مرجیہ کے تمام گروہ بھی اعمال کو جزء ایمان نہیں کہتے باقی حقیقۃً مرجیہ سے حنفیہ کا کوئی تعلق نہیں۔ باوجود توحید و رسالت کے اقرار و اعتراف کے حنفیہ بداعمالی کو سبب سزا اور نیک اعمال کو ذریعہ جزا کہتے ہیں، گناہ باوجود ایمان کے گناہ ہیں۔ اللہ چاہے معاف کرے چاہے سزا دے،

معاذیہ فرقہ۔ معاذ موصی کی طرف منسوب ہے۔ معاذ کہتا تھا جس نے اللہ کی طاعت ترک کی تو اس کو فاسق نہیں کہا جائیگا بلکہ یوں کہا جائیگا کہ اس نے فسق کیا۔ فاسق نہ اللہ کا دشمن ہوتا ہے نہ دوست

مرنسیہ فرقہ بشر مریسی کی طرف منسوب ہے۔ اس فرقہ کا خیال ہے کہ ایمان تصدیق کا نام ہے اور تصدیق دل سے اور زبان [illegible] سے۔ ابن راوندی کا بھی یہی مسلک تھا اس کا قول یہ بھی تھا کہ سورج کو سجدہ کرنا کفر نہیں۔ علامت کفر ہے۔

فصل کرامیہ فرقہ ابو عبداللہ بن کرام کی طرف منسوب ہے اس کا خیال ہے کہ ایمان زبانی اقرار کا نام ہے قلب کی تصدیق کا نام نہیں، منافق حقیقت میں مومن تھے۔ قدرت فعل اگرچہ فعل کے ساتھ موجود ہوتی ہے لیکن فعل کے پہلے سے ہوتی ہے۔ اہل سنت کا قول اس کے خلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں قدرتِ فعل، فعل کے ساتھ موجود ہوتی ہے۔ اور بغیر شرط کے فعل کے پہلے سے نہیں ہوتی۔

کرامیہ مسلک کی کتابوں کے مصنف ابو الحسین صالحی ابن راوندی۔ محمد بن شبیب حسین بن محمد نجار تھے۔ ان کے ہم مسلک مشرق اور اطراف خراسان میں زیادہ ہیں۔

فصل ۳

معتزلہ اور قدریہ کے قول کا بیان

معتزلہ کہنے کی وجہ تسمیّہ

۱۔ یہ لوگ حق سے کنارہ کش ہو گئے تھے (اعتزال کنارہ کش ہو جانا۔ گوشہ گیر ہونا)

۲۔ مسلمانوں کے اقوال سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ مرتکب کبیرہ کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف تھا۔ کوئی کہتا تھا مرتکب کبیرہ مومن ہے کیونکہ ایمان موجود ہے۔ کوئی کہتا تھا کافر ہیں۔ واصل بن عطا نے تیسرا قول ایجاد کیا اور کہا مرتکب کبیرہ نہ مومن ہیں نہ کافر۔ اس طرح سب مسلمانوں سے علیحدہ ہو گیا۔ اور اہل ایمان سے کنارہ کش بن گیا۔ معتزلہ کہنے کی یہی وجہ ہے۔

۳۔ معتزلہ کہنے کی یہ وجہ بتائی گئی ہے کہ حسن بصری کی مجلس سے یہ لوگ الگ ہو گئے تھے۔ جب حسن بصری ان کی طرف سے گزرے تو کہا یہ معتزلہ ہیں۔ یہ لوگ اس وقت عمرو بن عبید کی اقتدا کرتے تھے۔ حسن بصری عمرو پر غضبناک ہو گئے لوگوں نے حسن بصری کے اس غصہ پر آپ کی گرفت کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کیا تم ایسے شخص کے سلسلہ میں مجھے عتاب کرتے ہو جس کو خواب میں سورج کو سجدہ کرتے میں نے خود دیکھا تھا۔

معتزلہ کو قدریہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انسان کے گناہوں کو یہ لوگ اللہ کی قضا و قدر کے ماتحت نہیں کہتے۔ بلکہ انسان کو خود گناہوں کا خالق کہتے ہیں۔

معتزلہ۔ جہمیہ اور قدریہ کا مسلک صفات خداوندی کے انکار کے متعلق ایک ہی ہے۔ ہم ان کے کچھ عقائد پہلے لکھ آئے ہیں۔ ابُو الہُذَیل۔ جعفر بن حرب خیاط۔ کعبی۔ ابو ہاشم۔ ابو عبداللہ بصری۔ عبدالجبار بن احمد ہمدانی اس مسلک کی کتابوں کے مؤلف ہیں۔ ان کا مذہب عسکر اہواز اور جرجان میں زیادہ شائع ہے۔ معتزلہ کے چھ فرقے ہیں۔ ہذلیہ۔ نظامیہ۔ معمریہ۔ جبائیہ۔ کعبیہ۔ ہشمیہ۔ نفی صفات خداوندی پر سب فرقوں کا اتفاق ہے۔ اللہ کے لئے علم۔ قدرت۔ حیات۔ سمع (شنوائی)۔ اور بصر (بینائی) ہونے کے سب ہی منکر ہیں۔ اللہ کا عرش پر استوا اور آسمان دنیا پر نزول وغیرہ جو نقل سے ثابت ہے۔ اس کا بھی یہ لوگ انکار کرتے ہیں۔ اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ اللہ کا کلام حادث ہے۔ اللہ کا ارادہ حادث ہے۔ اللہ کے کلام کرنے کا معنی یہ ہے کہ کسی مخلوق میں اللہ کلام پیدا کر دیتا ہے (مثلاً درخت وغیرہ) اللہ ارادہ کرتا ہے اور اس کا ارادہ حادث ہے جو محل کا محتاج نہیں۔ اللہ اپنے معلوم کے خلاف ارادہ کرتا ہے (یعنی جانتا ہے کہ ایک فعل نہیں ہوگا اور پھر اس فعل کا ارادہ کرتا ہے۔ بندوں کی طرف سے جو فعل نہیں ہونے والا ہے اس کا اللہ ارادہ کرتا ہے

اور ارادۂ خداوندی کے خلاف واقع ہوجاتا ہے (مثلاً اللہ گناہ کا ارادہ نہیں کرتا اور گناہ بندہ سے ہوجاتا ہے)
اللہ دوسرے (یعنی بندہ) کے مقدورات پر قادر نہیں ہے۔ ایسا ہونا محال ہے۔
اللہ نے بندوں کے اعمال نہیں پیدا کئے۔ بندے خود اپنے افعال کے خالق ہیں۔
آدمی بکثرت ایسی روزی کماتا ہے۔ جو اللہ اس کو نہیں دیتا کیونکہ اللہ حلال رزق دیتا ہے حرام رزق نہیں دیتا۔ (اور بندہ حرام کھاتا ہے۔ اس لئے خدا داد رزق نہیں کھاتا) آدمی کبھی اجل مقررہ سے پہلے قتل کردیا جاتا ہے اور قاتل وقت سے پہلے اس کی زندگی ختم کردیتا ہے۔ مومن ارتکاب کبیرہ سے اگرچہ کافر نہیں ہوجاتا مگر ایمان سے خارج ہوجاتا ہے۔ اس کی تمام نیکیاں بیکار جائیں گی اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ معتزلہ کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے رسول اللہؐ کی شفاعت ہونے کے بھی منکر ہیں۔ اکثر معتزلہ عذاب قبر کو بھی نہیں مانتے اور میزان کا بھی انکار کرتے ہیں۔ خلیفۂ وقت کی اطاعت ترک کرنے اور اس کے خلاف بغاوت کرنے کو بھی جائز سمجھتے ہیں۔ زندہ کی دعا یا خیرات سے میت کے نفع اندوز ہونے کے بھی منکر ہیں۔ وصول ثواب کو نہیں مانتے۔ ان کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ نہ اللہ نے آدمؑ سے کلام کیا نہ نوحؑ سے نہ ابراہیمؑ سے نہ محمدؐ سے نہ جبریل سے نہ میکائیل سے نہ اسرافیل سے نہ ان ملائکہ سے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں (قیامت کے دن) اللہ ان میں سے کسی کی طرف نہیں دیکھے گا۔ نہ ابلیس اور یہودیوں وعیسائیوں سے کلام کرے گا۔
فرقۂ ہذیلیہ جس کا سردار ابو الہذیل تھا اس خیال سے دوسرے فرقوں سے منفرد ہے کہ اللہ کے لئے علم بھی ہے اور قدرت بھی سمع بھی اور بصر بھی اور اللہ کا کچھ کلام مخلوق ہے کچھ غیر مخلوق۔ لفظ کُن غیر مخلوق ہے۔ اللہ اپنی مخلوق کا مخالف (دشمن) نہیں۔ اللہ کے مقدورات کی ایک خاص حد ہے۔ اہل جنت جنت میں رہیں گے۔ نہ خود حرکت کریں گے۔ نہ اللہ ان کو حرکت دینے پر قادر ہوگا نہ وہ خود قادر ہوں گے۔ مردے اور معدوم اور عاجز سے فعل کا صدور ہوسکتا ہے۔
ابو الہذیل اللہ کے ہمیشہ سمیع ہونے کا منکر تھا۔

نظامیہ فرقہ کا سردار نظام تھا۔ اس کا خیال تھا کہ جمادات (پتھر وغیرہ) تخلیقی امر کے موافق عمل کرتے ہیں۔ یہ سوائے حرکت اعتمادیہ کے ہر عرش کے وجود کا منکر تھا اور کہتا تھا انسان روح کا نام ہے۔ اس لئے کسی نے رسول اللہؐ کو نہیں دیکھا۔ بلکہ انسان نے کالبد یعنی جسم کو دیکھا۔ اجماع کے خلاف اس کا قول یہ بھی تھا کہ جس نے قصداً یاد رکھتے ہوئے اگر نماز کو ترک کردیا تو لوٹانا اس کے ذمہ واجب نہیں۔ یہ اجماع امت کا قائل نہ تھا اور کسی غلط بات پر امت کے اجماع کو جائز کہتا تھا۔ اس کا یہ بھی قائل تھا کہ ایمان کفر کی طرح ہے اور طاعت گناہ کی طرح اور رسول کا فعل ابلیس کے فعل کی طرح اور عمر و علی کی سیرت حجاج کی سیرت کی طرح۔ اس قول کو اختیار کرنے کی وجہ اس کے لئے یہ تھی کہ اس کے نزدیک تمام جاندار ایک ہی جنسیت رکھتے ہیں (اچھائی برائی عارضی ہے جنسیت ذاتی ہے) اس لئے ہر فعل دوسرے فعل کی طرح ہے اچھا ہو یا برا)
نظام یہ بھی کہتا ہے کہ قرآن مجید اپنی ترتیب عبارت کے لحاظ سے معجز نہیں ہے بلکہ اصول ومعانی کے لحاظ سے معجز ہے، بچہ

اگرچہ دوزخ کے کنارے پر ہو تب بھی اللہ نہ اس کو جلا سکتا ہے۔ نہ دوزخ میں پھینکنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اہل قبلہ میں یہی پہلا شخص تھا جس نے کفر کے اقوال کہے۔ یہ کہتا تھا جسم کی تقسیم کسی حد پر جا کر ختم نہیں ہو سکتی۔ اس کا قول تھا کہ سانپ، بچھو، گوبر کے کیڑے، کتے اور سور بھی جنت میں ہیں۔

معمریہ فرقہ کا بانی معمر تھا۔ اس کے اقوال مادہ پرستوں کی طرح تھے۔ بلکہ ان سے بھی آگے بڑھ کر۔ یہ کہتا تھا کہ اللہ نے نہ کوئی رنگ پیدا کیا۔ نہ مزہ۔ نہ بو۔ نہ موت نہ زندگی۔ بلکہ یہ سب جسم کی طبعی دنیچرل پیداوار ہے۔ قرآن بھی اللہ کا فعل نہیں۔ بلکہ جسم کا فعل ہے۔ اللہ کے قدیم ہونے کا بھی یہ منکر تھا۔ اللہ اس کو تباہ کرے اور اس امت سے اس کے خیالات کو دور رکھے۔

جبائیہ فرقہ کا سردار جبائی تھا۔ چند باتوں میں اس نے اجماع کو توڑا اور سب سے الگ ہو گیا۔ منجملہ دیگر اقوال کے یہ قائل تھا کہ بندے اپنے افعال کے خود خالق ہیں۔ اس سے پہلے کسی نے یہ بات نہیں کہی۔ یہ بھی کہتا تھا کہ اللہ عورتوں کو حاملہ کرتا ہے یعنی ان کے اندر حمل کو پیدا کرتا ہے۔ اس کا یہ بھی قول تھا کہ جب بندوں کے ارادہ کے موافق اللہ کوئی فعل کرتا ہے تو بندوں کا مطیع ہوتا ہے۔ اس کا یہ قول بھی تھا کہ اگر کوئی شخص کہے کہ انشاء اللہ میں کل کو اپنے قرض خواہ کا قرض چکا دوں گا اور قرض ادا نہ کرے، تو حانث (قسم شکن) ہو گا۔ انشاء اللہ کہنے سے اس کو کچھ فائدہ نہیں ہو گا۔ یہ بات بھی کہتا تھا کہ پانچ درہم چوری کرنے سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے اور جو کم پانچ درہم کی چوری سے فاسق نہیں ہوتا۔

ہشمیہ فرقہ ابو ہاشم کی طرف منسوب ہے۔ ابو ہاشم جبائی کا بیٹا تھا۔ یہ کہتا تھا کہ مکلف قادر ہوتا ہے۔ فاعل اور تارک نہیں ہوتا۔ اللہ اس کو اس کے فعل پر عذاب دے گا۔ اگر گنہگار سب گناہوں سے توبہ کرے۔ صرف ایک گناہ سے توبہ نہ کی ہو تو جن گناہوں سے اس نے توبہ کر لی ہے، وہ توبہ بھی صحیح نہیں ہو گی۔

فرقہ کعبیہ ابو القاسم کعبی بغدادی کی طرف منسوب ہے۔ یہ اللہ کے سمیع بصیر درحقیقت میں صاحب ارادہ ہونے کا منکر تھا اور کہتا تھا کہ افعال عباد کے متعلق اللہ کے ارادہ کرنے کا معنی ہے ان افعال کا حکم دینا اور اپنے فعل کا ارادہ کرنے کا معنی ہے فعل کو جاننا اور مجبور نہ ہونا۔ یہ کہتا تھا کہ عالم میں خلا محال ہے اور جسم کی صفت نہیں وہ سطح حرکت کرتی ہے اگر کوئی شخص بدن پر تیل لگا کر چلے تو وہ خود متحرک نہ ہو گا بلکہ تیل متحرک ہو گا۔ یہ قرآن کو حادث کہتا تھا مگر مخلوق نہیں کہتا تھا۔

فصل ۴

مشبّہہ کے اقوال کا بیان

مشبہہ کے تین فرقے ہیں ہشامیہ ۔ مقاتلیہ ۔ واسمیہ ۔ تینوں فرقوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ جسم ہے کسی موجود کا علم بغیر جسم کے نہیں ہوسکتا ۔ روافض اور کرامیہ پر عقیدۂ تشبیہہ کا غلبہ تھا۔

ہشام بن حکم نے مشبہہ فرقہ کی کتابیں تالیف کی ہیں ۔ اللہ کی جسمانیت کے اثبات میں (خصوصیت کے ساتھ) ایک کتاب ہے ۔

ہشامیہ فرقہ ہشام بن حکم کی طرف منسوب ہے ۔ یہ کہتا تھا کہ اللہ لمبا چوڑا موٹا جسم ہے چمکدار نور ہے ۔ اس کی ایک مقرر مقدار ہے ۔ وہ کھڑا ہوتا اور بیٹھتا ہے ۔ وہ متحرک بھی ہوتا ہے اور ساکن بھی ۔ وہ پگھلی ہوئی صاف چاندی کی طرح ہے ۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ہشام نے کہا ۔ اللہ کے لئے سب سے اچھی مقدار (قامت) سات بالشت ہے ۔ پوچھا گیا تیرا رب بڑا ہے یا کوہ اُحد ۔ کہنے لگا میرا رب بڑا ہے ۔

مقاتلیہ فرقہ مقاتل بن سلیمان کی طرف منسوب ہے ۔ مقاتل کہتا تھا کہ اللہ جسم ہے بر شکل انسان ۔ اس کا گوشت بھی ہے خون بھی ۔ سر زبان ۔ گردن اور دوسرے اعضاء و جوارح بھی ۔ لیکن اس کی کوئی چیز کسی چیز کے مشابہ نہیں ۔ نہ کوئی چیز اس کے مشابہ ہے ۔

فصل ۵

جہمیہ کے قول کا بیان

جہم بن صفوان اس قول میں سب سے منفرد ہے کہ جو افعال انسان سے ظاہر ہوتے ہیں ۔ ان کا حقیقی فاعل انسان نہیں ۔ مجازاً اس کی طرف نسبت کی جاتی ہے ۔ جیسے کہا جاتا ہے درخت لمبا ہو گیا ۔ کھجور پختہ ہوگئی ۔ یہ اللہ کو شئی کہنے کا منکر تھا ۔ اللہ کے علم کے حادث ہونے کا قائل تھا ۔ چیزوں کی پیدائش سے پہلے اُن کا علم اللہ کے لئے ہونا محال قرار دیتا تھا ۔ جنت دوزخ کو فانی کہتا تھا ۔ صفات الٰہیہ کے وجود کی نفی کرتا تھا ۔ جہم کا مسلک ترمذ میں ہے ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مرو میں بھی اس خیال کے لوگ ہیں ۔ نفی صفات کے متعلق اس کی ایک تالیف بھی ہے ۔ مسلم بن احوز مروانی نے اس کو قتل کر دیا ۔

ضرآریہ فرقہ ضرار بن عمرو کی طرف منسوب ہے۔ ضرار قائل تھا کہ اجسام مجموعۂ اعراض کا نام ہے۔ اعراض کا اجسام بن جانا اس کے نزدیک جائز تھا (یعنی جوہر و عرض میں حقیقۃً کوئی فرق نہ تھا) کہتا تھا کہ قدرت قادر کا جزء ہے اور فعل سے پہلے ہوتی ہے۔ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابی بن کعب کی قرأت کا یہ منکر تھا۔

بخاریہ فرقہ حسین بن محمد نجار کی طرف منسوب ہے۔ نجار بندوں کے فعل کا حقیقی فاعل اللہ کو ہی قرار دیتا تھا اور بندہ کو بھی اور سوائے ارادہ کے باقی صفات الٰہیہ کی معتزلہ کی طرح نفی کرتا تھا۔ البتہ قدیم کو (اپنے نفس کے افعال کے) لئے صاحب ارادہ مانتا تھا خلق قرآن کا قائل تھا اور کہتا تھا کہ اللہ کے صاحب ارادہ ہونے کا معنی ہے اللہ کا مجبور و مغلوب نہ ہونا اور اللہ کے متکلم ہونے کا معنی ہے کلام کرنے سے عاجز نہ ہو" اور اللہ کے جواد (سخی) ہونے کا معنی ہے بخیل نہ ہونا۔ اس کا مسلک ابن عون اور ابو یوسف رازی کے مسلک کے موافق ہے۔ اس مسلک کے زیادہ لوگ کاشان میں ہیں۔

کلابیہ فرقہ ابو عبداللہ بن کلاب کی طرف منسوب ہے۔ یہ قائل تھا کہ اللہ کی صفات نہ قدیم ہیں نہ حادث۔ نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات۔ آیت الرحمٰن علی العرش استویٰ میں مستوی ہونے کا معنی ہے بیٹھا نہ ہونا۔ اللہ جس حال پر پہلے تھا اسی پر ہمیشہ سے ہے۔ اللہ کی کوئی جگہ نہیں۔ یہ کہتا تھا کہ قرآن کے حروف نہیں ہیں۔

فصل ۶

سالمیہ فرقہ کے قول کا بیان

یہ فرقہ ابن سالم کی طرف منسوب ہے۔ منجملہ اس کے اقوال کے یہ قول بھی ہے کہ قیامت کے دن اللہ کو محمدی آدمی کی شکل میں دیکھا جائے گا۔ جن۔ انس۔ ملائکہ۔ حیوان ہر ایک کے سامنے اسی کی حیثیت میں قیامت کے دن اللہ نمودار ہوگا۔ اللہ کی کتاب میں ان کی تکذیب موجود ہے آیت مبارکہ ہے۔ لیس کمثلہ شیٔ وھو السمیع البصیر اللہ کی طرح کوئی چیز نہیں۔ وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

اس فرقہ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ کا ایک اندرونی راز ہے۔ اگر وہ اس کو ظاہر کردے تو انتظام عالم برباد ہوجائے اور انبیاء کا ایک اندرونی راز ہے اگر اس کا اظہار ہوجائے تو نبوت تباہ ہوجائے۔ اور علماء کا بھی ایک راز ہے اگر وہ کھل جائے اور علم ضائع ہوجائے۔ مگر یہ قول غلط ہے۔ اللہ حکیم ہے اس کا انتظام ناقابل زوال ہے۔ تباہی اور بربادی کا اس کی طرف رخ بھی نہیں ہوسکتا۔ اس گروہ کے اس قول کی صحت حکمت الٰہی کے بے سود اور باطل ہونے تک پہنچا دیتی ہے اور حکمت الٰہی کو باطل قرار دینا کفر ہے۔ اس فرقہ کا یہ قول بھی ہے کہ قیامت کے دن کافر اللہ کو

دیکھیں گے اور اللہ ان کے اعمال کی حساب فہمی کرے گا۔

دوسری مرتبہ ابلیس نے آدمؑ کو سجدہ کر لیا تھا۔ مگر قرآن مجید میں ان کے قول کی تکذیب موجود ہے۔ فرمایا ہے اِلَّا اِبْلِیْسَ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ۔ دوسری آیت ہے۔ اِلَّا اِبْلِیْسَ لَمْ یَکُنْ مِنَ السّٰجِدِیْنَ۔ ابلیس نے انکار اور تکبر کیا۔ وہ کافروں میں سے تھا ہوئے ابلیس کے کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ تھا۔

ان کا قول یہ بھی ہے کہ ابلیس جنت میں داخل نہیں ہوا تھا۔ اس بات کی تکذیب بھی قرآن میں موجود ہے۔ آیت وارد ہے اُخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ۔ جنت سے نکل جا بلاشبہ تو مردود ہے۔ اس فرقہ کا یہ قول بھی ہے۔ کہ جبرئیلؑ رسول اللہ کے پاس آتے تھے مگر اپنی اصلی جگہ سے ہٹتے بھی نہ تھے۔

جب اللہ نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا۔ تو موسیٰ کو کچھ خودپسندی پیدا ہوگئی۔ اللہ نے وحی بھیجی موسیٰ تو خود پسند ہوگیا۔ ذرا آنکھیں اٹھا کر تو دیکھ موسیٰ نے آنکھیں اٹھا کر دیکھا۔ تو سامنے سو طور نظر آئے اور ہر طور پر ایک موسیٰ موجود تھا۔ اہل روایت اور اصحاب حدیث کے نزدیک ان کا یہ قول بالکل غلط ہے باطل ہے۔ رسول اللہؐ پر دروغ بندی کرنے والے کے حق میں سرکار عالی نے بطور وعید فرمایا تھا کہ جس نے مجھ پر قصداً دروغ بندی کی اس کو اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لینا چاہیئے۔

ان کا یہ بھی قول تھا کہ اللہ بندوں سے طاعت کا ارادہ کرتا ہے معصیت کا ارادہ نہیں کرتا گویا گناہ ارادۂ الٰہی سے خارج ہے، اللہ ان سے معصیت کا ارادہ نہیں کرتا۔ بلکہ اپنی کے ساتھ ان کی نافرمانیاں رکھنی چاہتا ہے۔ یہ سب خرافات ہے۔ اللہ جس کے فتنہ یعنی کفر کا ارادہ کرے۔ تو اللہ سے تم اس کو بالکل نہیں بچا سکتے۔ اللہ کے مقابلہ میں اس کے بچانے پر تمہارا قابو نہیں ہوسکتا۔ دوسری آیت میں فرمایا۔ اگر تمہارا رب چاہتا تو وہ کفر نہ کرتے۔ اگر اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے۔ ایک خیال ان کا یہ بھی ہے کہ نبوت سے قبل اور جبرئیل کے آنے سے پہلے رسول اللہ قرآن کو یاد رکھتے تھے۔ اس کی تکذیب بھی قرآن میں موجود ہے مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ۔ تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے؟ نہ ایمان سے واقف تھے۔ مَا کُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ کِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ اس سے پہلے تم نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔ یہ فرقہ اس بات کا بھی قائل تھا کہ ہر قاری کی زبان سے اللہ پڑھتا ہے۔ جب یہ لوگ کسی قاری سے قرآن سنتے تھے تو گویا اللہ کی زبان سے سنتے تھے۔ یہ قول حلول کے عقیدہ تک پہنچا دیتا ہے اور اس سے لازم آتا ہے۔ کہ اللہ کبھی قرآن غلط پڑھتا اور غلط تلفظ کرتا ہے دیکھو تک قاری کبھی ایسا کرتا ہے۔ ان کا قول یہ بھی تھا کہ عرش وغیرہ کی تخصیص نہیں۔ اللہ ہر جگہ ہے۔ قرآن میں اس قول کی تکذیب موجود ہے۔ اللہ کا عرش پر مستوی ہونا فرمایا ہے۔ زمین پر یا پہاڑوں پر یا حاملہ عورتوں کے پیٹ پر مستوی ہونا نہیں فرمایا۔

عقائد اور اصول کے متعلق یہ آخری قول تھا جس کا بیان بطور اشارہ اور اختصار کر دیا گیا۔ کتاب طویل ہو جانے کا اندیشہ تھا اس لئے ہر گمراہ فرقہ کے ہر مسلک کی تردید کی طرف ہم نے اشارہ نہیں کیا۔ گمراہ فرقوں کے صرف اقوال کا ذکر کر دیا تاکہ اُن سے اجتناب رکھا جائے۔ اللہ ہم کو اور آپ کو ان اقوال سے اور ان کے قائلوں کے شر سے محفوظ رکھے اور ہماری موت اسلام وسنت پر فرقۂ ناجیہ میں کرے۔

باب ۳

مواعظ قرآن وحدیث کا بیان چند مجالس میں کیا جائیگا جو آئندہ مذکور ہیں

مجلس

آیت۔ فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ کی تشریح

یہ آیت سورۂ نحل کی ہے، سورت نحل مکی ہے۔ صرف تین آیات کا نزول مدینہ میں ہوا۔ اس کی کل آیات ۱۲۸ کل الفاظ ۱۸۴۱ اور کل حروف ۷۷۰۹ ہیں۔ اہل تفسیر نے سبب نزول اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک بار فجر کی نماز میں رسول اللہ نے مکہ میں سورت النجم پڑھی اور بلند آواز سے پڑھی۔ جب آیت اَفَرَاَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى پر پہنچے تو اونگھ آگئی اور شیطان نے آپ کی قراءت میں یہ الفاظ ملا دیئے تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَعِنْدَهَا الشَّفَاعَةُ تُرْتَجٰى یعنی بھلا تم نے لات عزیٰ اور تیسرے منات کو دیکھا۔ یہ عالی قدر بُت ہیں جن کی شفاعت کی امید ہے۔ مشرک یہ سُنکر بہت خوش ہوئے۔ وہ تو بتوں کی شفاعت کے قائل ہی تھے اور کہتے تھے کہ اللہ کے سامنے یہ ہماری سفارش کریں گے۔ اللہ نے انہی کے قول کو نقل کیا ہے مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ہم ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ کے قرب میں پہنچا دیں۔ کفار کہتے تھے بت بے گناہ اور پاک جسم ہیں اور ملائکہ تصور وار ہیں۔ اس لئے دوسروں کی بہ نسبت بُت معبود ہونے کے زیادہ مستحق ہیں۔ بتوں سے روحوں کا تعلق ہوتا ہے۔ بتوں کو انہوں نے غرانیق سے تشبیہ دی۔ غرانیق غرنوق اور غرنیق کی جمع ہے۔ غرنوق نر پرندے کو کہتے ہیں۔ بلندی مرتبہ کی وجہ سے کفار بتوں کو غرانیق کہتے تھے۔ نر پرندہ زیادہ اونچا اڑتا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ غرنوق ایک سفید رنگ کا آبی پرندہ ہوتا ہے۔ بعض لوگ اس کا ترجمہ کلنگ کرتے ہیں۔ گداز بدن والے جوان آدمی کو بھی غرنوق کہا جاتا ہے۔ حضرت علیؓ کی حدیث میں آیا ہے میں قریش کے

ایک غرنوق (جوان) کو گویا اپنے سامنے خون میں لوٹتا دیکھ رہا ہوں۔ مقاتل کا قول ہے کہ غرانیق ملائکہ ہیں۔ کافروں کا ایک گروہ ملائکہ کی پرستش کرتا تھا۔ ان کو ملائکہ کی سفارش کی امید تھی۔ غرض حضور نے جب سورت نجم ختم کرلی تو سجدہ کیا۔ اس وقت وہاں جو مسلمان یا مشرک موجود تھے سب نے سجدہ کیا۔ صرف ولید بن مغیرہ نے نہیں کیا۔ یہ بہت بوڑھا تھا اس نے مٹھی بھر مٹی اٹھا کر پیشانی سے لگالی اور کہنے لگا۔ کیا ہم ام ایمن اور اس کے ساتھ والی عورتوں کی طرح جھک جائیں۔ ایمن رسول اللہؐ کے خادم تھے۔ ولید حنین کی لڑائی میں مارا گیا۔

مذکورہ بالا دونوں جملے ہر کافر کے دل میں جم گئے۔ حقیقت میں یہ شیطان کی مقفی عبارت تھی اور اسی کا فتنہ تھا۔ اُسی نے رسول اللہؐ کی قرأت میں ان کو ملا دیا تھا۔ سب لوگوں کے سجدہ کرنے پر دونوں فریقوں کو تعجب ہوا۔ مسلمانوں کو اس بات پر تعجب ہوا کہ بغیر یقین و ایمان کے مشرکوں نے سجدہ کیا اور رسول اللہ کی پیروی کی۔ کافروں نے جب حضور سے یہ الفاظ سنے جو شیطان نے آپ کی قرأت میں شامل کر دیئے تھے۔ تو اس سے ان کو خوشی اور مسرت ہوئی۔ محمدؐ اپنے اور اپنی قوم کے دین مذہب کی طرف لوٹ آئے۔ انہوں نے اپنے معبودوں کی تعظیم کے لئے سجدہ کیا تھا۔ شیطانی پروپیگنڈا کی وجہ سے مذکورہ دونوں جملے لوگوں میں خوب پھیل گئے۔ یہاں تک کہ حبش میں بھی پہنچ گئے۔ رسول اللہؐ پر یہ بات بڑی شاق ہوئی۔ شام کو جبرئیل آئے اور کہنے لگے ان دونوں لفظوں سے میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ میرے رب نے یہ دونوں لفظ نہیں اتارے نہ مجھے ان کو پہنچانے کا حکم دیا۔ حضور نے یہ بات ملاحظہ کی تو آپ کو بہت ہی ملال ہوا اور فرمایا میں شیطان کے کہنے میں آگیا اور اس کا کلام اپنی زبان سے نکال دیا اور درحقیقت بہزاد انستہ۔ شیطان نے کلام کو اللہ کے کلام کے ساتھ شریک کر دیا۔ اس کے بعد اللہ نے ان شیطانی القا کردہ جملوں کو (سورہ نجم کی آیات سے) الگ کر دیا اور رسول اللہ پر یہ آیت اتاری وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔ ہم نے آپ سے پہلے جو رسول اور نبی بھیجا جب اس نے (اللہ کا کلام) پڑھا تو شیطان نے اس کی قرأت میں ضرور ہی دخل اندازی کی۔ مگر اللہ شیطانی القا کو دور کر دیتا ہے اور اپنی آیات کو محکم رکھتا ہے۔ اللہ علیم و حکیم ہے۔ جب اللہ نے شیطان کی مقفی عبارت اور اس کے فتنہ سے اپنے نبی کو بری کر دیا تو مشرک پھر اپنی گمراہی اور عداوت کی طرف لوٹ پڑے۔ اس کے بعد رسول اللہؐ کو اللہ سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا اور یہ آیت نازل فرمائی۔ فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ جب قرآن پڑھو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو۔ تو أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پڑھو۔ رجیم یعنی مرجوم ملعون راندہ۔ ابن عباس نے فرمایا ابلیس لعین کے لئے اعوذ باللہ پڑھنے

سے زیادہ سخت اور کوئی چیز نہیں اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ۔ یعنی اللہ کے علم میں جو لوگ مومن ہیں اور اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں ان پر شیطان کا قابو نہیں ہو سکتا کہ ان کو سیدھے راستہ سے بھٹکا سکے اِنَّمَا سُلْطَانُهٗ عَلَى الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَهٗ فَیُضِلُّهُمْ عَنْ دِیْنِهِمْ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ۔ شیطان کا قابو صرف ان لوگوں پر ہوتا ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں یعنی اس کی پیروی کرتے ہیں (پس وہ ان کو ان کے دین سے بہکا دیتا ہے) اور شیطان کا تسلط ان لوگوں پر ہوتا ہے۔ جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک قرار دیتے ہیں۔

فصل اَعُوْذُ کا معنی ہے میں پناہ لیتا ہوں۔ پناہ طلب کرتا ہوں۔ رجوع کرتا ہوں۔ مَعَاذ پناہ کی جگہ۔ عَوْذٌ اور عِیَاذٌ مصدر عَاذَ بِهٖ (ماضی) اس نے اس کی پناہ لی۔ یَعُوْذُ بِهٖ (مضارع) وہ اس کی پناہ لیتا ہے مَعَاذَ اللّٰهِ میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں هٰذَا عَوْذٌ لِیْ مِمَّا اَخَافُ جس چیز کا مجھے ڈر ہے اس سے میرے لئے یہ پناہ ہے۔ مجھے پناہ دینے والا ہے۔ میری طرف سے دفع کرنے والا ہے۔ گویا بندہ اللہ کی پناہ لیتا ہے۔ تاکہ اللہ شیطان کے شر سے اس کو محفوظ رکھے۔ تَعَوَّذَ بِالْقُرْاٰنِ کا معنی ہے قرآن کے ذریعہ سے شفا حاصل کرنا۔ اِسْتِعَاذَہ کا معنی بعض لوگوں نے بچاؤ اختیار کرنا بیان کیا ہے۔ حضرت مریم کی والدہ کے قول کو اللہ نے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ رَبِّیْ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ میں اس (مریم) کو اور اس کی نسل (عیسیٰ) کو شیطان مردود سے تیری حفاظت میں دیتی ہوں۔

شیطان شَطْنٌ سے بنا ہے۔ شَطْنٌ کا معنی ہے لمبی متحرک رسی اور دور ہونا شیطان خیر سے دور ہے اور شر کے اندر طویل و متحرک ہے انسان کو شیطان کہنے کا مطلب ہے شیطان کی طرح انسان کے افعال کا ہونا ہر بری چیز شیطان سے مشابہت رکھتی ہے۔ عربی محاورہ ہے۔ اس کا چہرہ شیطان کے چہرہ کی طرح ہے اور اس کا سر شیطان کے سر کی طرح ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْنِ۔ اس کے شگوفے شیطانوں کے سروں کی طرح ہیں۔ آیت میں شیاطین سے مراد یہی عرفی معنی ہے بعض نے کہا شیاطین بڑے بدصورت سانپ ہوتے ہیں اور گھوڑے کی گردن کے بالوں کو بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا کہ شیطان ایک مشہور گھاس ہے۔ رجیم بمعنی مرجوم یعنی جس پر اللہ کی لعنت کی مار ہے۔ اللہ نے اس کو نافرمانی اور انکار سجدہ کی وجہ سے اپنی بارگاہ سے دور پھینک دیا۔ فرشتوں نے بھی اس کو برچھیوں سے مار کر آسمان سے زمین کی طرف نکال پھینکا۔ پھر اس پر ستاروں کے ٹکڑے بھی مارے جاتے ہیں۔ قیامت تک اس پر اور اس کی ذریات پر ستاروں کے انگاروں کی مار بھی پڑتی رہے گی۔ اور پھٹکار بھی۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ۔

فصل شیطان اللہ سے دور ہے۔ ہر بھلائی سے دور ہے۔ جنت سے دور ہے اور دوزخ سے قریب ہے۔ اللہ

نے اپنے پیغمبر کو اور آپ کی معرفت کو شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم دیا۔ تاکہ دوزخ سے دور اور جنت سے قریب ہو جائیں اور جزا سزا دینے والے بادشاہ کے چہرے کی طرف دیکھ سکیں۔ گویا اللہ فرماتا ہے۔ میرے بندے شیطان مجھ سے دور ہے اور تو مجھ سے قریب ہے۔ اس لئے اپنی حالت کی حفاظت اچھی طرح سے کرتا رہ تاکہ شیطان کو تیری طرف رستہ نہ مل سکے۔ واجبات کی ادائیگی اور ممنوعات سے اجتناب بحسن ادب کر تقدیر خداوندی جو تیری جان مال اہل و عیال اور تمام مخلوق میں جاری ہے اس پر رضامندی اختیار کر۔ اگر بندہ ان چیزوں پر مداومت رکھے ان کا التزام کرے ان کا ہمیشہ پابند رہے ان کو گلے سے چمٹائے رہے تو اس کو نجات حاصل ہو جاتی ہے شیطان کے فتنوں اور وسوسوں نفس کے خطرات اور دغدغوں سے قبر کے عذاب اور دباؤ سے قیامت کی شدت اور ہول سے۔ دوزخ کے عذاب اور دم سے ایسا بندہ اللہ کے قرب میں جنت الماویٰ کے اندر پیغمبروں صدیقوں شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہوگا اور یہ لوگ اس کے بڑے اچھے ساتھی ہوں گے۔ وہ ہر حال میں ہمیشہ ہمیشہ اللہ کی نعمتوں میں گھومتا رہے گا۔ اللہ نے فرمایا ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطَانٌ۔ میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہ ہوگا۔

جب بندہ پر اللہ کی بندگی کا نشان ہو۔ تو کمزور حقیر ذلیل شیطان کا اس پر تسلط ہوگا نہ جلوت و خلوت میں وہ اس کو فتنوں میں مبتلا کر سکیگا۔ نہ کسی کام کا ارادہ کرنے کے وقت شیطان اس کے دل پر گناہ کے ذریعہ سے قابو حاصل کر سکیگا نہ اس کے اعضا پر کہ معصیت کے سبب وہ ہلاک اور تباہ ہو جائیں۔ بلکہ ایسے وقت میں وہ نیبی ندا سنے گا کہ ہم خواہش نفس کو ترک کرنے والے اور راہ حق پر چلنے والے کی اسی طرح امداد کرتے ہیں۔ اس بندہ کے حامی عالم بالا کے فرشتے ہو جاتے ہیں اور عالم ملائکہ میں اس کو بزرگ نام سے پکارا جاتا ہے۔ اللہ بالا عرش مستوی ہونے کی حالت میں اپنے کلام قدیم کے ساتھ جو بوقت تلاوت قاری ہر شیطان کی سیج آمیزی سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا بندہ پر فخر کرتے ہوئے فرماتا ہے کَذٰلِکَ لِنَصْرِفَ عَنْہُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ۔ یعنی اسی طرح ہے کہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی کو دفع کر دیں۔ بلاشبہ وہ ہمارے منتخب بندوں میں سے ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ بندہ ظاہر باطن میں اللہ سے ڈرتا ہے۔ پس شیطان مردود اور اس کی دعوت سے بچنا بہت ہی ضروری امر ہے۔ چنانچہ اس کا ڈراوا اللہ کی طرف سے آچکا ہے۔ فرمایا ہے اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا۔ شیطان تمہارا قطعی دشمن ہے۔ تم اس کو دشمن ہی قرار دو۔ وہ تو اپنے گروہ کو صرف اس لئے بلاتا ہے کہ وہ دوزخی بن جائیں۔ وہ کثیر مخلوق کو گمراہ کر چکا ہے کیا تم اتنا نہیں سمجھتے۔ غرض شیطان کی پیروی سرمد بدبختی اور تکلیف کی جڑ ہے اور شیطان کی مخالفت میں خوش نصیبی آرام راحت ہدایت اور داخل جنت ہے۔

فصل اعوذ باللہ پڑھنے سے بندہ کو پانچ فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ (۱) دین اور ہدایت پر استقامت (۲) شیطان مردود کی شر اور تکلیف سے بچاؤ (۳) اللہ کی حفاظت کے مضبوط قلعہ اور مقام قرب میں داخلہ (۴) پیغمبروں صدیقوں

شہیدوں اور صالحین کے ساتھ مقام امن تک رسائی (۵) ملک زمین و آسمان کی مدد کا حصول۔

بعض گذشتہ کتابوں میں آیا ہے کہ جب شیطان مردود نے اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں تیرے بندوں کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں سے آؤں گا۔ تو اللہ نے فرمایا مجھے اپنی عزت و عظمت کی قسم میں ان کو تیرے اغوا سے اپنی پناہ میں آنے کی درخواست کرنے کا حکم دوں گا۔ جب وہ مجھ سے پناہ کی درخواست کریں گے تو میں دائیں طرف سے ان کی حفاظت کروں گا ہدایت کے ذریعہ سے بائیں طرف سے حفاظت کروں گا۔ اپنی عنایت کے ذریعہ سے حفاظت کروں گا نگہداشت کے ذریعہ سے اور سامنے سے حفاظت کروں گا اپنی اعانت سے۔ لے ملعون تیرا ہتھکنڈا ان کو نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ بعض حدیثوں میں آیا ہے حضور والا نے ارشاد فرمایا جو ایک مرتبہ اللہ کی پناہ مانگتا ہے، اللہ دن بھر اس کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ اللہ کی پناہ مانگ کر گناہوں کے دروازے مقفل کر دو اور بسم اللہ پڑھ کر طاعت کے دروازے کھول دو۔ کہا گیا ہے کہ مومن کو گمراہ کرنے کے لئے ابلیس روزانہ ۳۶۰ لشکر بھیجتا ہے جب مومن اللہ کی پناہ مانگتا ہے تو اللہ اس کے دل کی طرف ۳۶۰ مرتبہ دیکھتا ہے۔ ہر مرتبہ نظر کرنے سے شیطان کا ایک لشکر ہلاک ہو جاتا ہے۔

فصل استعاذہ (شیطان سے اللہ کی پناہ مانگنا) ہی ایسی چیز ہے جس سے شیطان ڈرتا اور خوف کھاتا ہے۔ یہی اہل معرفت کی قلبی روشنی کی کرن ہے۔ اگر تم اہل معرفت میں سے نہ ہو تب بھی پرہیزگاروں کی طرح استعاذہ کرو، تاکہ اہل معرفت کے درجہ تک تم کو ترقی مل جائے اس وقت تمہارے دل کی نورانی شعاع شیطان کی قوت کو توڑ دے گی اس کے لشکر کو شکست دیدے گی اس کی سرسبزی کو فنا کر دے گی۔ اس کی فوج کی جڑ اکھاڑ دے گی اور بس تم محفوظ ہو جاؤ گے (بلکہ) کبھی ایسا بھی ہو گا کہ تم اپنے ساتھیوں اور تابعداروں کے بھی نگراں بنا دیئے جاؤ گے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ بن خطاب کے متعلق حدیث نبوی میں آیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا عمر شیطان تیرے سایہ سے بھی بھاگتا ہے جس وادی میں عمر چلتے تھے۔ شیطان (اس وادی کو چھوڑ کر) دوسری وادی میں چلتا ہے۔ ایک ضعیف روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ عمرؓ کو دیکھ کر شیطان بدحواس ہو جاتا ہے۔ شیطان جب دیکھتا ہے کہ بندہ سچائی کے ساتھ اس سے عداوت رکھتا ہے اور اس کی دعوت کی مخالفت کرتا ہے تو اس کی طرف سے ناامید ہو جاتا ہے اس کو چھوڑ دیتا ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے۔ ہاں کبھی کبھی چوری چھپے اس کے پاس آ نکلتا ہے۔ بندہ کو چاہئے کہ وہ سچائی کا پابند رہے شیطان کے آنے اور فریب دینے سے بیدار اور ہوشیار رہے کیونکہ شیطان کے آنے سے ہوشیار رہنا واجب ہے اس کی دشمنی اصلی اور قدیمی ہے جس طرح خون رگوں میں دوڑتا ہے اسی طرح شیطان بھی آدمی کی کھال اور گوشت کے اندر چلتا ہے۔ روایت میں آیا ہے کہ بوڑھے ہو جانے کے بعد حضرت ابوہریرہ کہا کرتے تھے۔ الٰہی میں زنا کرنے اور کسی کو قتل کرنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ کسی نے کہا کیا آپ کو اب بھی اس کا اندیشہ ہے فرمایا اندیشہ کیسے نہ کروں شیطان تو زندہ ہے۔

فصل کلمہ خالص اور یاد الٰہی شیطان سے جنگ کرنے اور اس کو دفع کرنے کے لئے بہترین مددگار ہیں۔ رسول اللہؐ

نے قول الٰہی کو نقل کیا ہے۔ فرمایا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے۔ جو شخص یہ کلمہ کہے گا میرے قلعہ میں داخل ہو جائیگا اور
جو میرے قلعہ میں داخل ہو جائیگا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو جائے گا۔ حضور والا کا ارشاد ہے جس نے لا الٰہ الا اللہ خلوص
خاطر اخلاص کے ساتھ کہا جنت میں داخل ہو گیا۔ شیطان وسیلۂ عذاب ہے۔ بندہ جب کلمہ توحید کہتا ہے۔ اور تقاضا کلمۂ
توحید یعنی ادائے واجبات وترک ممنوعات کا لباس پہن لیتا ہے اور شیطان یہ لباس پہنے اس کو دیکھتا ہے تو اس سے دور چلا
جاتا ہے۔ پاس آنے کی جرات نہیں کرتا۔ اور جس طرح جنگی سپاہی سپر کے ذریعہ سے دشمن کے ہتھیار سے محفوظ ہو جاتا ہے
اسی طرح بندہ شیطان کے فتنہ سے بچ جاتا ہے۔

بسم اللہ کا ذکر بھی بکثرت کرنا چاہئے۔ روایت میں آیا ہے کہ حضور اقدس نے سنا ایک آدمی کہہ رہا تھا۔ شیطان
ہلاک ہو۔ فرمایا ایسا نہ کہو۔ اس سے شیطان مردود بڑا ہو جانے کا مدعی ہو جاتا ہے اور کہتا ہے اپنی عزت کی قسم میں تم پر غالب
آگیا۔ بلکہ بسم اللہ کہا کرو۔ اس سے شیطان اپنی نظر میں خود چھوٹا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ چھوٹی چیونٹی کی طرح بن جاتا ہے
شیطان سے مقابلہ کرنے کے لئے کمک حاصل کرنے کی ضروری صورت یہ بھی ہے۔ کہ اللہ کے فضل کے علاوہ کسی سے کوئی
طمع نہ رکھے۔ نہ دنیا والوں (کی مدد) کی نہ ان کے مال کی نہ ان کی تعریف وستائش کی۔ نہ ان کے جتھے اور جمعیت کی نہ
ان کے تحفوں کی۔ کیونکہ دنیا اور دنیا والے سب شیطان کا مال اس کی فوج اور اس کا گروہ ہے (دنیا میں) آدمی مال
سے اور بادشاہ لشکر سے ہے اس لئے بندہ پر لازم ہے کہ ہر ایک سے امید منقطع کرلے۔ اللہ پر اعتماد بھروسہ اور توکل کرکے
ہر ایک سے لاپرواہ ہو جائے۔ اپنے تمام معاملات اور حالات میں اللہ کی طرف رجوع کرے۔ حرام اور حرام کے شبہ سے بھی
اجتناب کرے۔ مخلوق کا منت کش ہونا چھوڑ دے۔ مباح اور حلال چیزوں کا استعمال بھی کم کردے۔ خواہش نفس اور
حرص سے کھانا ترک کردے۔ اس لکڑہارے کی طرح کمائی نہ کرے) جو بغیر تفتیش اور تمیز کے رات کو اندھیرے میں)
لکڑیاں جمع کرتا ہے (تر وخشک کا امتیاز نہیں کرتا اور کبھی اس کے ہاتھ میں سانپ بھی آجاتا ہے جو ڈس لیتا ہے۔ جس کو
پرواہ نہیں ہوتی کہ اس کے کھانے پینے کی چیز کہاں سے آئی تو اللہ کو بھی اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ دوزخ کے کس دروازہ
سے اس کو اندر داخل کرے پس بندہ پر حلال وحرام روزی کی تمیز لازم ہے۔ تاکہ شیطان اس کی طرف سے ناامید ہو جائے اور
وہ اللہ کی رحمت اور مدد سے محفوظ ہو جائے۔ ورنہ شیطان اس کا ساتھی ہوگا جو اس کے دل اور سینہ میں ساتھ رہے گا
اللہ نے فرمایا ہے وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِيْنٌ۔ جو شخص رحمٰن کی یاد سے منہ پھیرتا
ہے ہم اس کے لئے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں پس وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے۔ کبھی نماز میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ کبھی حرام
اور حلال خواہشات کی بے ہودہ آرزوئیں پیدا کرتا ہے کبھی نیکیوں کی طرف پیش قدمی کرنے سنت اور واجب کو ادا کرنے
اور عبادت وطاعت بجالانے سے روکتا ہے۔ (اگر آدمی نے اس کی طاعت کی تو) دونوں جہان گھاٹے میں رہتا ہے۔
اور شیطان کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ کبھی آدمی کی آخری عمر میں شیطان اس کا ایمان غارت کرتا ہے۔ ایسا آدمی قیامت

کے دن شیطان کے ساتھ دوزخ میں فرعون ہامان اور قارون کی معیت میں ہوگا۔ ہم ایمان کے غارت ہونے اور ظاہر باطن میں شیطان کی پیروی کرنے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

فصل۔ مقاتل نے بروایت زہری بوساطت عروہ حضرت عائشہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ ایک رات صحابہ کرام جن میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت سلمانؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ شامل تھے۔ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کے ارادہ سے چلے۔ حضور والا نبوت خانہ سے برآمد ہوئے۔ اس وقت حضور کو بخار اترنے کا پسینہ تھا۔ جو موتیوں کی طرح گر رہا تھا۔ سرکار نے پسینہ پونچھ کر تین بار فرمایا۔ اللہ ملعون پر لعنت کرے۔ پھر سر جھکا لیا حضرت علیؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ قربان۔ حضور نے ابھی کس پر لعنت کی تھی۔ فرمایا اللہ کے دشمن ابلیس خبیث پر جس نے اپنی دم دُبر میں داخل کر کے سات انڈے دیئے تھے اس کی سات اولادیں تھیں۔ جو بنی آدم کو بہکانے کے لئے مقرر کی گئی تھیں۔ ایک کا نام مدحش ہے۔ یہ علماء پر مقرر کیا گیا تھا کہ ان کو مختلف خواہشات کی طرف مائل کرے۔ دوسرے کا نام حدیث ہے اس کی ڈیوٹی نمازیوں پر ہے۔ نمازیوں کو (تعداد رکعات وغیرہ) فراموش کراتا ہے اور نمازیں گوشہ چشم سے دیکھنے کے کھیل میں لگاتا ہے۔ جمائیاں اور اونگھ نمازیوں پر مسلط کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض آدمی سو جاتے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم سو گئے تھے تو کہتے ہیں ہم نہیں سوئے۔ اس کے بعد بغیر وضو کے نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ قسم ہے اس کی جس کے دست قدرت میں محمد کی جان ہے۔ تم میں سے بعض آدمی جب نماز تمام کرتے ہیں۔ تو ان کو آدھی نماز بلکہ چوتھائی نماز کے دسویں حصہ کا ثواب نہیں ملتا بلکہ ایسی نماز کا گناہ ثواب سے زیادہ ہوتا ہے۔ تیسرے کا نام زلبنون ہے۔ اس کی ڈیوٹی بازاروں میں ہے اس کا تعلق بازاروں سے ہے۔ یہ تاجروں کو کم تولنے لین دین میں جھوٹ بولنے اور گاہکوں کو راغب بنانے کے لئے سامان کو سجا کر اس کی جھوٹی تعریف کرنے کا حکم دیتا ہے۔ چوتھے کا نام بتر ہے۔ یہ مصیبت پڑنے پر لوگوں کو گریبان پھاڑنے منہ پیٹنے اور ہائے وائے کی پکار مچانے کا حکم دیتا ہے تاکہ مصیبت زدہ کا ثواب برباد ہو جائے۔ پانچویں کا نام منشوط ہے۔ اس کا کام ہے لوگوں سے جھوٹ بلوانے، چغلیاں کھلوانے طعن اور تشنیع کرانے تاکہ لوگوں کو گنہگار کرا دے۔ چھٹے کا نام داسم ہے۔ اس کا تعلق اعضاء مخصوصہ سے ہے۔ مرد کے عضو مخصوص اور عورت کے سرینوں میں یہ پھونکتا ہے۔ تاکہ ایک دوسرے سے زنا کرے۔ ساتویں کا نام اعور ہے۔ اس کا تعلق چوری سے ہے۔ چور سے کہتا ہے مال چرا کر اپنے فاقہ کو دور کر لے۔ قرض کو ادا کر دے۔ کپڑوں سے بدن کو ڈھانک لے۔ پھر توبہ کر لینا۔

پس ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اپنے کسی حال میں شیطان سے غافل نہ ہو اور کسی امر میں اس سے بے خوف نہ ہو۔ حدیث نبوی میں آیا ہے حضور نے فرمایا۔ وضو پر ایک شیطان مقرر ہے جس کا نام ولہان ہے۔ اس سے [illegible] پناہ مانگو۔ یہ بھی حدیث میں آیا ہے حضور نے فرمایا۔ نماز کی صفوں میں باہم ملے رہو تاکہ حذف کے بچوں (بھیڑوں) کی طرح شیطان صفوں کے بیچ میں نہ گھس جائے۔ ابو حذیفہ نے ابو عبیدہ کا قول نقل کیا ہے کہ حذف جمع ہے۔ اس کا واحد حذفہ ہے۔ یہ حجازی چھوٹی

کمریاں ہوتی ہیں۔ جن کو نقد بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی نہ دمیں ہوتی ہیں نہ کان۔ یمن کے شہر جرش سے حجاز میں لائی جاتی ہیں۔ حضرت عثمانؓ کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری نماز اور قرأت میں شیطان کس طرح حائل ہو جاتا ہے۔ فرمایا اس شیطان کا نام خنزب ہے۔ جب تم کو اس کا احساس ہو تو اللہ کی پناہ مانگو اور بائیں طرف کو تین بار دھتکار دو۔ حضرت عثمان نے عرض کیا میں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ نے اس کو مجھ سے دور کیا۔ ایک مشہور حدیث میں رسول اللہ نے فرمایا تھا۔ تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک شیطان ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا حضورؐ کے لئے بھی ہے۔ فرمایا میں بھی اس کے بغیر نہیں۔ مگر اللہ نے اس کے مقابلہ میں میری مدد فرمائی ہے اور مجھے اس سے محفوظ رکھا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے حضورؐ نے فرمایا۔ تم میں سے ہر ایک پر اس کا ایک ساتھی جن مقرر ہے۔ عرض کیا گیا کیا حضورؐ بھی اس کے بغیر نہیں۔ فرمایا میں بھی اس کے بغیر نہیں۔ مگر اللہ نے اس کے مقابلہ میں میری مدد فرمائی ہے۔ وہ (میرا) تابعدار ہو گیا ہے۔ اب مجھے نیکی کے سوا کچھ مشورہ نہیں دیتا۔

کہا گیا ہے کہ جب اللہ نے اپنی بارگاہ سے ابلیس کو نکال دیا تو اس کی شیطان بیوی کو اسی کی بائیں پسلی سے پیدا کیا۔ جیسے حوا کو آدم سے پیدا کیا تھا۔ ابلیس نے اس سے قربت کی وہ حاملہ ہوئی اور حمل میں ۳۱ انڈے بنے۔ ساری نسل کے لئے یہی اصل قرار پائے۔ اسی سے شیطانوں کی تمام ذریت نکلی۔ جس سے خشکی اور سمندر بھر گئے۔ یہاں تک کہا گیا ہے کہ ہر انڈے سے بیس کروڑ ستر ہزار نر و مادہ پیدا ہوئے اور پہاڑوں۔ جزیروں۔ ویرانوں۔ بیابانوں، سمندروں، ریگستانوں۔ جھاڑیوں، نیستانوں، چشموں۔ چراگاہوں، حماموں، گندگی خانہ، کوڑا گھروں، نشیبی مقاموں۔ لڑائی کے میدانوں، سنکھ پھونکنے کے مکانوں، قبروں۔ گھروں۔ کوٹھیوں۔ بدوؤں کے خیموں اور تمام مٹھوں میں بھر گئے۔ اللہ نے فرمایا ہے کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر دوست بناؤ گے حالانکہ وہ سب تمہارے دشمن ہیں۔ ظالموں کے لئے شیطان برا عوض ہے۔

ہلاکت ہے اُن لوگوں کے لئے جو اللہ کی عبادت کے بجائے شیطان اور ذریت شیطان کی طاعت کو اختیار کرتے ہیں لامحالہ انہی کے ساتھ یہ بھی دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ بشرطیکہ انہوں نے توبہ نہ کی نصیحت نہ مانی متنبہ نہ ہوئے۔ اپنے نفس کی رہائی و خلاصی کی کوشش نہ کی برے اعمال برے رفقاء اور اعیان گمراہی اور لشکر شیطانی کو نہ چھوڑا۔ پس لازم ہے کہ اللہ کی طرف توجہ کرے طاعت کی پابندی کرے اہل علم اور اہل معرفت کی صحبت میں بیٹھے۔ جو اللہ کے حکم کے موافق عمل کرنے والے اللہ کی طرف بلانے والے اس کی خوشنودی کی رغبت کرنے والے اس کے فضل کی امید رکھنے والے اس کے قہر سے ڈرنے والے اس کی پکڑ کا خوف کرنے والے دنیا سے بے رغبت۔ آخرت کے طالب۔ راتوں کو نماز میں کھڑے رہنے والے۔ دن کو روزہ رکھنے والے۔ گذشتہ زندگی پر نوحہ کرنے والے۔ آئندہ اوقات میں نیکیوں کا پختہ عہد کرنے والے تمام گناہوں اور خطاؤں سے توبہ کرنے والے خالق زمین و آسمان پر توکل کرنے والے مالک خلق پر ہر لحظہ۔ ہر وقت بھروسہ رکھنے والے اوقات شب و اطراف نہار میں عبادت کرنے والے ہیں۔ ایسے لوگ زرد رنگ، طوق و زنجیر، دنیوی مصائب اور جہنم کی آگ کے خوف سے مامون

ہیں کیونکہ انہوں نے شیطان کی اطاعت کی مخالفت کی اور ظاہر باطن اللہ کے احکام کی تعمیل کی پس جزا دینے والا عمل کے موافق ان کو جزا دے گا اور احسان کرنے والا خدا ثواب عنایت کریگا ویسا ہی جیسا اس نے اپنے اس فرمان واضح میں بیان کیا ہے
فَوَقَاهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذَالِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُورًا وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَّحَرِيرًا۔
اللہ نے اس دن کی خرابی سے ان کو بچا لیا اور ان کے سامنے تازگی و سرور رکھا اور صبر کرنے کے عوض ان کو جنت اور ریشمی لباس عنایت کیا۔
اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنَّاتٍ وَّنَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ۔ بلاشبہ اہل تقویٰ گھنے باغوں اور نہروں میں قدرت والے بادشاہ کے قریب وسط مجالس میں ہوں گے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ ۔ جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے خصوصیت کے ساتھ اس کو دو جنتیں ملیں گی

جو بندے متقی ہونے کے بعد آزمائش میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ ان کا تذکرہ اللہ نے اپنی کتاب میں اس طرح کیا ہے۔
اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ۔ اہل تقویٰ کو جب کوئی شیطانی وسوسہ چھو جاتا ہے۔ تو وہ عبرت حاصل کرتے ہیں (وسوسہ کو سمجھ جاتے ہیں) اس آیت میں اللہ نے بتایا کہ اللہ کی یاد سے دلوں کی جلا ہوجاتی ہے۔ پردہ۔ تاریکی، زنگ، غفلت دور ہوجاتی ہے اور بے چینیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے یاد خدا پرہیزگاری کی کنجی ہے۔ ترک حرام اور تقویٰ آخرت کا دروازہ ہے جس طرح خواہش نفس دنیا کا دروازہ ہے اللہ نے فرمایا ہے۔ وَاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ جو کچھ قرآن مجید میں ہے اس کو یاد کرو اس امید پر کہ تم متقی ہو جاؤ گے۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ یاد خدا سے آدمی متقی بن جاتا ہے۔

فصل۔ دل میں دو طرح کے خیالات کا گذر ہوتا ہے (۱) لقاء ملکوتی۔ یہ خیر آفریں وعدہ اور حق کی تصدیق ہوتا ہے (۲) لقاء دشمن یعنی شیطانی یہ شر آفریں وعدہ اور تکذیب حق ہوتا ہے اور خیر سے باز داشت ہوتی ہے۔ یہ توجیہہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے حسن بصری نے فرمایا حقیقت میں یہ دو خیالات ہوتے ہیں۔ ایک اللہ کی طرف سے (ارادہ خیر) دوسرا دشمن کی طرف سے (ارادہ شر) اللہ رحم فرمائے اس بندہ پر جو اپنے ارادہ کے وقت ٹھہر جاتا ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے ہو تو اس کو نافذ کر دے اور شیطان کی طرف سے ہو تو اس سے جہاد کرے آیت مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ کی تفسیر میں مقاتل نے کہا۔ وسواس آدمی کے دل پر چھپٹا ہے۔ اگر آدمی اللہ کو یاد کرتا ہے تو یہ وسواس خناس پیچھے ہٹ جاتا ہے اور سمٹ جاتا ہے۔ اور غفلت کرتا ہے تو دل پر چھا جاتا ہے۔ یہ بھی مقاتل کا قول ہے کہ خناس خنزیر کی شکل میں شیطان ہوتا ہے جو آدمی کے بدن کے اندر دل پر آویزاں ہوتا ہے جہاں خون گردش کرتا ہے یہ بھی چلتا ہے۔ اللہ نے اس کو قوت عنایت کی ہے۔ اَلَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ۔ وہ جو آدمیوں کے دلوں میں وسوسے پیدا کرتا ہے کا یہی مطلب ہے جب آدمی غفلت کرتا ہے۔ تو خناس دل کے اندر وسوسے پیدا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ دل کو ہر طرف سے گھیر لیتا ہے لیکن جب اللہ کی یاد کرتا ہے تو دل سے ہٹ جاتا ہے اور جسم سے باہر نکل جاتا ہے۔ عکرمہ کا قول ہے کہ وسواس

کی جگہ مرد کے دل اور آنکھوں میں ہے اور عورت کی آنکھوں میں ہے اگر وہ سامنے سے آئے اور سرینوں میں ہے اگر وہ پشت پھیر کر جائے۔

فصل۔ دل میں چھ قسم کے القا ہوتے ہیں ۱۔ القار نفس ۲۔ القار شیطان ۳۔ القار روح ۴۔ القار ملک ۵۔ القار عقل ۶۔ القار یقین۔ القار نفس خواہشات کی تحصیل اور جائز ناجائز میلانات کے پیچھے پڑ جانے کا حکم دیتا ہے۔ القار شیطان عقیدہ کے لحاظ سے کفر شرک کا حکم دیتا ہے اور وعدہ خداوندی پر جھوٹے ہونے کی تہمت رکھنے اور وعدہ کے پورا نہ ہونے کا گلہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور اعمال میں گناہ کرنے توبہ میں تاخیر کرنے اور دنیا و آخرت میں نفس کو تباہ کرنے والے امور کو قبول کرنے کا مشورہ دیتا ہے۔ یہ دونوں القار بُرے ہیں ان کے بُرا ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور تمام مومنوں کے لئے دونوں عام ہیں القار روح اور القار ملک دونوں حق اور اللہ کی اطاعت اور ہر اس حکم کو لاتے ہیں جس کا نتیجہ دنیا و آخرت میں بصورت سلامتی ہوتا ہے اور اس چیز کو لاتے ہیں جو علم (دین) کے موافق ہوتی ہے۔ یہ دونوں اچھے ہیں خاص لوگ ان سے خالی نہیں ہوتے۔ القار عقل کبھی ایسی بات کا حکم دیتا ہے۔ جو نفس اور شیطان کے موافق ہوتی ہے اور کبھی ایسی بات کا حکم دیتا جو القار روح و ملک کے امر کے موافق ہوتی ہے۔ یہ اللہ کی حکمت اور تخلیق کا استحکام ہے۔ تا کہ عقل صحت مشاہدہ اور تمیز کے ساتھ آدمی خیر یا شر کو اختیار کرے اور نتیجہ میں ثواب عذاب اس کے لئے مفید یا ضرر رساں ہو۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ نے انسانی جسم کو جس طرح اپنے احکام کے جاری ہونے کا مقام اور اپنی مشیت کے نافذ ہونے کی جگہ بربنا حکمت قرار دیا ہے۔ اسی طرح عقل کو بھلائی برائی کی سواری بنا لیا ہے۔ عقل بھلائی بُرائی کو لے کر جسم کے اندر داخل ہوتی ہے عقل اور جسم دونوں مکلف ہونے کے محل ہیں۔ تبدیل احوال کے مقام ہیں اور لذت راحت یا عذاب الیم کی تعیین کے ذرائع ہیں۔ القار یقین روح ایمان ہے مزید علم ہے۔ اللہ کی طرف سے اس کا نزول اور صدور ہوتا ہے۔ یہ القا مرتبہ یقان پر پہنچے ہوئے صدیقوں شہیدوں اور ابدال جیسے خاص اولیا کے ساتھ مخصوص ہے اس القار کا نزول اگرچہ مخفی طور پر ہوتا ہے اور اس کی آمد دقیق ہوتی ہے مگر یقیناً برحق ہوتی ہے۔ بغیر لدنی علم غیبی اطلاعات اور اسرار کے اس کا ظہور نہیں ہوتا۔ یہ اُن بندوں کو ملتا ہے جو اللہ کو محبوب ہوں مرغوب ہوں چنے ہوئے ہوں فنی باللہ ہوں۔ اپنے ظاہر سے بھی غافل ہو گئے ہوں اور سوائے فرض اور مؤکدہ سنتوں کے ان کی ظاہری عبادات کا رُخ باطن کی طرف ہو گیا ہو (یعنی ان کا باطن ہر وقت عبادت میں غرق ہو ظاہری طور پر اگرچہ وہ صرف فرائض اور مؤکدہ سنتوں کے پابند ہوں اور نوافل و مستحبات کی طرف سے غافل) یہ لوگ ہر وقت اپنی باطنی حالات کی نگہداشت میں لگے رہتے ہیں اور اللہ ان کی ظاہری تربیت کا خود کفیل ہوتا ہے اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا اِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ۔ میرا کارساز اللہ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی۔ وہی نیکوں کا کارساز ہے۔ اللہ ان کا ذمہ دار رہتا ہے وہ کام پورے کرتا ہے۔ وہی اسرار غیب کے مطالعہ میں ان کے دلوں کو مشغول رکھتا ہے۔ وہی جلوہ قرب سے ان کے دلوں کو روشن رکھتا ہے اس شان کو اپنے ساتھ مکالمہ کرنے کے لئے انتخاب کر لیا ہے۔ اپنی ذات کو ان کے لئے مخصوص طور پر انہیں سکون اور اطمینان

مرجع بنا دیا ہے پس ہر روز ان کے علم میں زیادتی معرفت میں ترقی زرانیت میں کثرت اور محبوب ومعبود کے قرب میں اضافہ ہوتا ہے یہ ہمیشہ نہ ختم ہونے والی راحت غیر منقطع نعمت اور نا متناہی مسرت میں رہتے ہیں۔ پھر جب ازلی تحریر عمر اپنی آخری مدت کو پہنچ جاتی ہے اور دار فنا میں ان کے قیام کی مقررہ میعاد ختم ہو جاتی ہے تو ان کا انتقال بڑا حسین انتقال ہوتا ہے۔ جیسے دلہن اپنے حجرہ سے نکل کر باہر صحن میں آجائے اور ادنیٰ سے اعلیٰ حالت میں پہنچ جائے۔ دنیا ان کے لئے جنت ہوتی ہے اور آخرت میں ان کو خنکی چشم حاصل ہو گی یعنی اللہ کے وجہ کریم کی طرف نظر کرنی میسر آئی۔ بلا حجاب نہ دروازہ نہ حاجب نہ دربان نہ روکنے والا نہ ٹوکنے والا نہ منت ہی نہ منت کشی نہ دکھ نہ تکلیف نہ اس کا اختتام نہ انقطاع جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے۔ ان المتقین فی جنات ونھر فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر (ترجمہ پہلے گزر چکا)۔

دوسری آیت میں فرمایا ہے لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَ زِیَادَۃٌ یعنی جن لوگوں نے دنیا میں اچھے کام کئے۔ اللہ کی طاعت کی اور آخرت میں اس کے عوض ان کو جنت عزت نعمت اور سلامتی عطا فرمائیگا اور چونکہ دنیا میں انہوں نے نیکی میں یہ زیادتی کی تھی کہ دلوں کو پاک رکھا تھا اور سوائے خدا کے کسی اور کے لئے کوئی کام نہیں کیا تھا اس لئے اللہ ان کو دار بقا میں زیادہ عنایت فرمائیگا یعنی اپنے وجہ کریم کی طرف دیکھنے کی نعمت عطا فرمائیگا۔ اللہ نے اپنی کتاب میں اہل دانش وعقل کو اسی کی اطلاع دی ہے۔

فصل نفس اور روح القا شیطان وملک کے دو مقام ہیں۔ فرشتہ دل میں تقویٰ کا القا کرتا ہے اور شیطان نفس میں بدکاری والتہب اور نفس بدکاری میں اعضا کو استعمال کرنے کی دل سے درخواست کرتا ہے۔ عقل اور خواہش نفس کے جسم کے اندر دو مقام ہیں اور دونوں حاکم کی مشیت کے موافق جسم میں اپنا عمل کرتے ہیں۔ توفیق خیر یا اغوا۔ دل میں دو روشن نور ہیں علم اور ایمان۔ یہ سب دل کے کارندے آلات اور حواس ہیں۔ دل ان تمام کارندوں کے درمیان بادشاہ کی طرح ہے۔ یہ سب اس کا لشکر ہے جو اس کے پاس آکر اترتا ہے یا دل روشن آئینہ کی طرح ہے جس کے گرداگرد یہ سب آلات ہیں۔ دل سب کو دیکھتا ہے۔ سب اس کے اندر نمودار ہوتے ہیں اور آئینۂ قلب سب کا ادراک کر لیتا ہے۔

فصل۔ میں مالک عرش وکرسی کی پناہ چاہتا ہوں۔ کجرا شیطان سے۔ برے خیالات سے نفس کے خطرات سے ہر جنّ انس کے فتنہ سے۔ دکھاوٹ اور نفاق سے خود پسندی اور غرور سے۔ شرک سے اور دل میں پیدا ہونے والی بری خصلتوں سے مقام ہلاکت تک پہنچا دینے والی نفس کی ہر شہوت ولذت سے۔ بدعت اور گمراہی سے۔ آگ کو جسم پر مسلط کر دینے والی خواہشوں سے ہر اس قول وفعل اور فکر سے جو عرش سے نازل ہونے والی غیبی علوم سے دل کے لئے حاجب بن جائیں۔ گمراہ کن میلانات کے اتباع سے نفسانی جذبات اور خراب اخلاق سے۔

میں مستحق حمد شاہ عالی جاہ کی پناہ مانگتا ہوں خبیث سرکش شیطان سے۔ میں اگر طاعت سے غافل ہو جاؤں۔ تو رب ودود (اپنی مخلوق سے بڑا محبت کرنے والا) کی پناہ چاہتا ہوں اس کے عذاب سے۔ وہ تو میری رگ وجان سے بھی

زیادہ میرے قریب ہے۔ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس کے اس وقت کے قہر سے جب وہ گناہگاروں پر غضبناک ہوتا ہے میں اس کی پناہ مانگتا ہوں اس کے اس وقت کے جلال سے کہ جب قیامت کے دن وہ نافرمان مخلوق کی سختی کے ساتھ گرفت کریگا میں اس کی پناہ مانگتا ہوں گناہوں کا پردہ کھلنے سے خشکی اور سمندروں میں نافرمانی کی حالت میں سرگرداں پھرنے سے اصل اور فرع کو بھول جانے سے۔ گمراہی بیوقوفی اکڑ اور تکبر سے۔ طاعت عبادت اور نیکی کو ترک کرنے سے اور ترک کرنے کی قسم کھانے سے جھوٹی قسموں اور بغیر پوری کئے ہوئے قسم کو توڑ دینے سے۔ برے خاتمہ سے۔ ہر نیکی سے خالی ہونے سے۔ اور مرنے کے وقت مشرک کی حالت میں موت کے آنے سے۔

فصل شیطان سے جہاد باطنی ہوتا ہے۔ جو دل اور ایمان کی طاقت سے ہوتا ہے۔ اگر تم شیطان سے جہاد کروگے تو اللہ تمہارا مددگار ہوگا۔ سزا جزا دینے والا بادشاہ تمہارا سہارا ہوگا۔ اللہ کا دیدار تمہارا مرکز امید ہوگا۔ کافروں سے جہاد ظاہری جہاد ہوتا ہے۔ جو تلوار اور نیزہ سے ہوتا ہے۔ اس جہاد میں تمہارا مددگار اللہ اور اس کے کارندے ہونگے اور تمہارا مرکز امید جنت کا داخلہ ہوگا۔ کافروں سے جہاد کرنے میں مارے جاؤ گے تو بدلے میں دائمی جنت ملیگی اور شیطان سے جہاد کرنے اور اس کی مخالفت کرنے کی حالت میں مدت زندگی کی فنا اور موت کی آمد ہوگی تو ملاقات الٰہی کے وقت تم کو اس کا دیدار ہوگا۔ اگر کافر تم کو مار ڈالیگا تو شہید ہوگے اور اگر شیطان کی پیروی کرنے اور اس کا فرماں بردار ہونے کی حالت میں شیطان کے ہاتھ سے مارے جاؤگے تو راندۂ درگاہ ہوجاؤگے۔ کافروں کے جہاد کی ایک انتہا اور اختتام ہے اور شیطان و نفس سے جہاد کرنے کی کوئی انتہا اور حد آخر نہیں اللہ نے فرمایا ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ اپنے رب کی عبادت یقین یعنی موت آنے تک کرو۔ یہ عبادت شیطان اور خواہش نفس کی مخالفت کرنے سے ہوتی ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ وَجُنُودُ إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ۔ وہ اور سب گمراہ اور شیطان کا لشکر سب کے سب اس میں سرنگوں ڈالے جائینگے۔ غزوۂ تبوک سے واپسی میں حضورؐ نے فرمایا تھا۔ ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے۔ جہاد اکبر سے حضورؐ کی مراد تھی شیطان اور نفس سے جہاد کرنا۔ کیونکہ یہ جہاد دوامی ہے۔ طویل العمل ہے پُرخطر ہے اس میں نتیجہ کی خرابی کا ڈر رہتا ہے۔

دوسری مجلس

آیت إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ کی تشریح

آیت مذکورہ سورۂ نمل کی ہے۔ سورت مکی ہے اس کی آیات کی تعداد ۹۳ لفظ کی تعداد ۱۱۴۹ اور حروف کی تعداد ۴۷۹۹ ہے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد پر اور ہمارے نبی محمد رسول اللہ پر اور تمام انبیاء مومنین اور اللہ کے نیک بندوں پر اور ملائکہ مقربین پر اللہ کی رحمت ہو۔ بیت المقدس سے یمن کو جاتے ہوئے وادی نمل

سے نکلے اور سب کو ایک بیابان میں لے چلے لوگوں کو پیاس لگی اور حضرت سے پانی کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے ہُدہُد کو تلاش
کیا اور دریافت فرمایا۔ اس وقت آپ کے ساتھ ایک ہی ہُدہُد تھا۔ کلنگ کو بلوا کر ہُدہُد کے متعلق سوال کیا۔ کلنگ پرندوں
کا سردار تھا۔ اس نے جواب دیا۔ مجھے معلوم نہیں وہ کہاں گیا۔ مجھ سے تو اس نے کوئی حکم لیا نہیں۔ حضرت کو ہُدہُد کی تلاش
اس لئے تھی کہ وہ اپنی چونچ زمین میں لگا کر بتادے کہ پانی زمین کے اندر کتنی دور ہے۔ کتنے قدآدم اور کتنے فرسخ پر ہے۔
ہُدہُد اس کام کے لئے مخصوص تھا۔ جب اس سے تحقیقات پانی کا سوال کیا جاتا۔ تو اول وہ ہوا میں اڑتا۔ پھر دیکھ کر اسی خطہ
زمین پر ٹوٹ کر گرتا جہاں پانی ہوتا۔ اور اپنی چونچ پانی کے مقام پر رکھ دیتا۔ جنات جلدی جلدی اس جگہ کو کھودتے اور پانی
نکل آتا۔ جنات حوض تالاب اور باؤلیاں بنا دیتے۔ پکھالیں مشکیزے اور برتن بھر لئے جاتے۔ جانور آدمی جن سب پانی پی لیتے
پھر سب کوچ کر جاتے۔ غرض ہُدہُد اس وقت نہیں ملا۔ تو حضرت سلیمان کو بڑا غصہ آیا اور فرمایا میں اس کو سخت سزا دوں گا۔ یعنی
اس کے پر نوچ ڈالوں گا کہ سال بھر پرندوں کے ساتھ نہ اڑ سکیگا یا میں اس کو ذبح کر ڈالوں گا۔ اسی کے ساتھ حضرت نے ایک
استثنائی شرط بھی لگادی اور فرمایا یا وہ میرے سامنے کوئی روشن دلیل (غیر حاضری کی) پیش کرے گا مراد یہ کہ یا وہ کوئی معقول عذر
اور واضح دلیل پیش کرے گا۔ حضرت سلیمان کا دستور ہی تھا کہ جب کسی پرندہ کو سخت سزا دینی چاہتے تھے تو اس کے پر اکھاڑ دیتے
تھے اور اس کو منڈا بغیر پر دل کا کر کے چھوڑ دیتے تھے۔ اس کے بعد کچھ زیادہ دیر نہیں ٹھہرے تھے کہ سامنے سے ہُدہُد آیا۔ کسی
نے اس سے کہا کہ حضرت سلیمان نے تیرے متعلق سزا تجویز کی ہے۔ ہاں مگر کوئی استثنائی شرط بھی لگائی ہے۔ مخبر نے کہا ہاں۔
ہُدہُد حضرت سلیمان کے سامنے جاکر کھڑا ہو گیا اور گردن جھکادی اور کہا آپ کی حکومت ہمیشہ رہے اور عمر بڑی ہو۔ اس کے بعد
چونچ سے زمین کریدنے لگا اور حضرت سلیمان کی طرف سے کچھ اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔ آپ کے احاطہ علمی سے جو چیز خارج
ہے میں اس کو معلوم کر کے آیا ہوں۔ مراد یہ تھی کہ ایک بات ایسی میں لایا ہوں جو جنات نے آپ کو نہیں بتائی اور آپ کی خیر خواہی
نہیں کی ورنہ تو آپ کے آدمی اس سے واقف ہیں۔ سرزمین سبا (یمن) سے ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ یعنی عجیب ناقابل شک
خبر۔ حضرت نے پوچھا وہ کیا ہے۔ ہُدہُد نے عرض کیا۔ میں نے وہاں ایک عورت کی حکومت پائی جس کا نام بلقیس بنت ذی شرح
حمیری ہے۔ اس کو ہر چیز دی گئی ہے یعنی ہر دو یمن اور اس کے نواحی میں ہر چیز اس کے پاس ہے۔ علم۔ مال۔ لشکر۔ قسم قسم
کے گھوڑے اور اس کا ایک بڑا تخت ہے یعنی خوبصورت تخت جس کی بلندی تیس گز یا اسی گز (اختلاف روایت) اور چوڑائی
اسی گز ہے۔ طرح طرح کے جواہرات اور موتی اس میں جڑے ہوئے ہیں لیکن بلقیس اور اس کی قوم والے بجائے خدا کے سورج کی پوجا
کرتے ہیں۔ یہ مجوسی مذہب تھا یعنی ستارہ پرستی۔ شیطان نے ان مشرکانہ اعمال کو ان کی نظر میں پسندیدہ بنا دیا تھا اور
راہ ہدایت سے بلقیس اور اس کی جماعتوں کو روک دیا تھا۔ اس لئے وہ ہدایت یافتہ نہ تھے یعنی اسلام کو پہچانتے ہی نہ تھے۔
کہ وہ اس خدا کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ جو زمین و آسمان کی پوشیدہ یعنی غیبی چیزوں کو ظاہر کرتا ہے اور وہ کہ جس بات
کو چھپاتے ہیں یا اپنی زبانوں سے ظاہر کرتے ہیں سب سے واقف ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔

حضرت سلیمان نے ہُدہُد سے فرمایا اچھا پانی بتاؤ پھر ہم غور کریں گے کہ تم اپنے قول میں سچے ہو یا جھوٹے۔ ہُدہُد نے پانی بتایا
سب نے سیر ہو کر پی لیا سب کی ضرورت پوری ہو گئی۔ پھر حضرت سلیمان نے ہُدہُد کو طلب کیا اور ایک خط لکھ کر سر بمہر کر کے
اس کو دے کر فرمایا اس خط کو لے جا اور اہل سبا کے پاس جا کر ڈال دے پھر میری طرف رُخ پھیر کر انتظار کر کہ وہ کیا جواب دیتے
ہیں۔ حضرت سلیمان نے خط میں یہ لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط سلیمان بن داؤد کی طرف سے ہے۔ تحریر یہ ہے کہ تم مجھ
سے اونچے نہ ہو یعنی میری اطاعت سے غرور نہ کرو اور میرے پاس فرماں بردار بن کر یعنی مصلحت کے ساتھ آؤ۔ اگر تم جنات میں
سے ہو تو چونکہ جنات میرے تابع ہیں اس لئے تم میرے خدمتگذار ہو اور اگر تم انسانوں میں سے ہو تو تم پر میرے حکم کو سننا
اور ماننا لازم ہے۔ ہدہد خط لے کر وہیں کو بلقیس کے پاس پہنچا۔ بلقیس اپنے محل میں سو رہی تھی۔ دروازے بند تھے۔ بلقیس تک
رسائی نہیں ہو سکتی تھی۔ پہرہ دار محل کے گرداگرد موجود تھے۔ اس کے پاس اس کی قوم کے بارہ ہزار سپاہی سردار تھے۔
اور عورتوں بچوں کے علاوہ ہر سپاہی کے ماتحت ایک لاکھ سپاہی تھے۔ ہفتہ میں ایک دن قوم کے معاملات و ضروریات کا فیصلہ
کرنے بیٹھتی تھی۔ سونے کی چار پائیوں پر تخت قائم تھا جس پر آ کر اس طرح بیٹھتی تھی کہ خود لوگوں کو دیکھتی تھی اور اس کو
لوگ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ جب کوئی آدمی کسی کام کا درخواست گذار ہوتا تھا تو سامنے جا کر سر جھکا کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ بلقیس
کی طرف نہیں دیکھتا تھا پھر سجدہ کرتا تھا اور سجدہ سے سر نہ اٹھاتا تھا یہاں تک کہ ملکہ سر اٹھانے کی اجازت دیتی تھی۔
جب کام ہو چکتا اور ضروریات ختم ہو چکتیں تو محل میں چلی جاتی اور آئندہ ہفتہ تک پھر کوئی اس کو نہیں دیکھتا تھا اس کا ملک بڑا تھا۔

ہُدہُد خط لے کر پہنچا تو دروازے بند پائے اور چاروں طرف پہرہ دار دیکھے۔ تو بلقیس تک پہنچنے کے لئے محل کے آس پاس
چکر لگا کر ایک روشندان سے محل میں پہنچ گیا۔ وہاں تین گز اونچے تخت پر بلقیس چت لیٹی سو رہی تھی۔ بدن پر ستر عورت کے
علاوہ کوئی کپڑا نہ تھا۔ بلقیس کا پاس خواب ہی تھا۔ ہُدہُد نے خط لے جا کر ملکہ کے برابر تخت پر رکھ دیا اور اُڑ کر روشندان میں
اس انتظار میں جا بیٹھا کہ بلقیس خواب سے بیدار ہو کر خط پڑھ لے گی۔ دیر ہو گئی مگر بلقیس بیدار نہ ہوئی۔ آخر جب زیادہ دیر ہو گئی
تو ہُدہُد نے اُتر کر چونچ سے بلقیس کے ٹھونگ لگائی۔ بلقیس نے بیدار ہو کر اپنے برابر تخت پر خط رکھا دیکھا۔ خط کو اٹھایا اور
آنکھیں مل کر خط کی حالت دیکھنے لگی اور سوچنے لگی کہ بند دروازوں کے باوجود خط یہاں تک کیسے آیا۔ باہر نکلی تو پہرہ دار محل
کے آس پاس موجود تھے۔ پوچھا تم نے دروازہ کھول کر میرے پاس داخل ہوتے کسی کو دیکھا۔ چوکیداروں نے کہا دروازے ویسے
ہی بند ہیں جیسے بند تھے۔ ہم محل کے آس پاس پہرہ دے رہے ہیں۔ ملکہ پڑھی لکھی تھی۔ خط کھول کر پڑھا سب سے پہلے اس میں
لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خط پڑھ کر قوم کو بلوایا۔ سب آ کر جمع ہو گئے۔ تو بولی سردارو! ایک عزت والا خط میرے پاس
ڈالا گیا ہے یعنی سر بمہر خط۔ اس میں لکھا ہے: اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلَّا تَعْلُوْا
عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ۔ یعنی یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مضمون یہ ہے کہ مجھ سے اونچے نہ بنو
اور میرے پاس فرماں بردار بن کر آؤ۔ ملکہ نے کہا سردارو! مجھے میرے معاملہ میں مشورہ دو میں کوئی کام نہیں کرتی جب تک تم موجود نہ ہو اور

مشورہ میں حاضر نہ ہوں میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کیا کرتی۔ سرداروں نے کہا۔ ہم بڑے طاقتور ہیں سخت جنگجو ہیں۔ لڑائی اور قوت اور کثرت کی وجہ سے کبھی کوئی ہم پر غالب نہیں۔ اس کا ذکر تو سب کی سرد ہے) سرداروں کو کوئی نصیحت نہیں کرتا ہے تو اپنے کام کو خوب جانتی ہے۔ ہم کو حکم دے ہم حکم پر چلیں گے۔ سرداروں نے صرف بلقیس کی تعظیم کا لحاظ رکھتے ہوئے مشورہ دینے سے انکار کیا تھا آیت (والامر الیک فانظری ماذا تامرین) کا یہی مطلب ہے ملکہ نے کہا (دستور ہے کہ) بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں۔ تو اس کو تباہ کر دیتے ہیں اور وہاں کے عزت والوں کو ذلیل بنا دیتے ہیں۔ لڑنے والے بادشاہ ایسا ہی کرتے ہیں کہ لوگوں کے مال چھین لیتے ہیں۔ اہل جنگ کو قتل کرتے اور ان کے بچوں کو قیدی بنا لیتے ہیں۔ میں ان لوگوں کے یعنی سلیمان کے پاس ایک ہدیہ بھیجوں گی۔ پھر دیکھوں گی قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں اور کیا خبر لاتے ہیں۔ اس کے بعد بلقیس نے بارہ لڑکے ایسے لئے جن میں زنانہ پن تھا ان کے ہاتھوں پر مہندی کا رنگ تھا۔ بالوں میں کنگھی کر دی گئی۔ لڑکیوں کا لباس پہنا دیا تھا۔ ملکہ نے ان کو نصیحت کر دی تھی کہ جب ان سے کچھ پوچھا جائے اور سلیمان ان سے بات کریں۔ تو سلیمان کے سامنے وہ زنانہ گفتگو کریں اور عورتوں کی طرح جواب دیں۔ پھر ایسی بارہ لڑکیاں فراہم کیں جن کے اعضا میں (مردوں کی طرح) سختی تھی۔ ان کے سروں کے بال اکھاڑ دیے۔ تہبند بندھوا دیئے اور جوتیاں پہنا دیں (غالباً اس زمانہ میں جوتیاں پہننا مردوں کی خصوصیت تھی) اور ان سے کہدیا کہ جب سلیمان تم سے بات کریں تو ان کو ٹھیک (مردانہ) جواب دینا۔ ان سب لڑکوں اور لڑکیوں کو بطور ہدیہ حضرت سلیمان کے پاس بھیجا۔ اس کے علاوہ یلنجوج کی کچھ لکڑی اور مشک اور عنبر ریشمی کپڑے تھالوں میں لگا کر خدمتگاروں کو دیئے اور ۱۲ بختی اونٹنیاں بہت زیادہ دودھیاری بھی ساتھ کیں اور دو بڑے موتی ایک سوراخ دار جس کا سوراخ پیچدار تھا اور دوسرا بغیر سوراخ کا اور ایک خالی بڑا پیالہ۔ یہ سب چیزیں (ہدیہ میں) بھیجیں اور ایک عورت کو ساتھ کر دیا اور اس سے کہدیا کہ سلیمان کی جو کیفیت اور گفتگو ہو اس کو یاد رکھنا اور مجھے آ کر اطلاع دینا۔ یہ بھی کہہ دیا کہ تم سب سلیمان کے سامنے کھڑے رہنا جب تک وہ حکم نہ دیں نہ بیٹھنا۔ اگر وہ مغرور بادشاہ ہوں گے۔ تو تم کو بیٹھنے کا حکم نہ دیں گے۔ اس وقت یہ مال دیکر ان کو راضی کر لوں گی۔ وہ ہماری طرف سے چپ ہو جائیں گے۔ اور اگر دانشمند باوقار عالم ہوں گے تو تم کو بیٹھنے کا حکم دیدینگے۔ ساتھ والی عورت کو حکم دیدیا کہ سلیمان سے کہنا اس سوراخدار موتی کے اندر آدمی اور جن کا ہاتھ لگائے بغیر دھاگہ ڈال دیں۔ لڑکوں اور لڑکیوں کو الگ کر دیں اور پیالہ میں جھاگ دار میٹھا پانی بھر دیں لیکن پانی نہ آسمان کا ہو نہ زمین کا۔ ایک خط بھی حضرت سلیمان کو لکھدیا جس میں بکثرت علمی سوالات کئے تھے۔ قاصد ان تمام تحائف کو لیکر روانہ ہوگئے۔ اور حضرت سلیمانؑ کے پاس پہنچکر تمام تحفے سامنے رکھدیئے اور خود کھڑے رہے بیٹھے نہیں حضرت نے ان کی طرف دیکھا اور تھوڑی دیر حرکت بھی نہیں کی۔ نہ ہاتھ ہلایا نہ پاؤں نہ اظہار مسرت کیا نہ چہرہ پر شگفتگی پیدا کی۔ قاصد کسی بات کو پہچان نہ سکے۔ پھر سر اٹھا کر قاصدوں کو دیکھا اور فرمایا زمین یقیناً اللہ کی ہے آسمان اللہ کا ہے۔ جس نے آسمان کو بلند اور زمین کو پست کیا ہے۔ جو چاہے کھڑا رہے جو چاہے بیٹھ جائے۔ پھر قاصدوں کو بیٹھنے کی اجازت دیدی پیام رساں عورت نے دونوں موتی پیش

گئے اور بلقیس کی طرف سے کہا کہ سوراخ دار موتی میں انس و جن کا ہاتھ لگائے بغیر دھاگہ ڈال دیجیے کہ دوسری طرف سے نکل آئے اور دوسرے میں بغیر لوہے کے استعمال اور بلا جن و انس کے مس کے آر پار سوراخ کر دیجئے اور پیالہ پیش کرنے کے بعد بلقیس کی طرف سے عرض کیا اس میں جھاگ دار میٹھا پانی بھر دیجئے لیکن پانی نہ آسمان کا ہو نہ زمین کا پھر باندیوں اور غلاموں کو پیش کرنے کے بعد درخواست کی کہ ان میں سے لڑکوں اور لڑکیوں کی شناخت کر کے الگ الگ کر دیجئے۔

حضرت نے اہل سلطنت کو جمع کرنے کے بعد دونوں موتی نکلائے اور ایک موتی کو لیکر فرمایا اس موتی میں کون دھاگا ڈال سکتا ہے کہ دھاگا دوسری طرف (بغیر انس و جن کے مس کرنے کے) نکل جائے۔ کھجور میں رہنے والے ایک سرخ کیڑے نے عرض کیا یہ کام میں انجام دے سکتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ میرا رزق کھجور کے اندر ہی مقرر فرما دیا جائے۔ حضرت نے فرمایا اچھا اور کیڑے کی گردن میں دھاگا باندھ دیا۔ کیڑا موتی کے اندر کو چھیلتا ہوا گھس گیا اور دوسری طرف سے نکل گیا۔ حضرت نے اس کی روزی کھجور میں مقرر فرما دی۔ پھر دوسرے موتی کو پیش کر کے فرمایا اس میں بغیر لوہے کے استعمال کے کون سوراخ کر سکتا ہے۔ دیمک کا کیڑا سامنے آیا اور کہا بادشاہ سلامت میں ایسا کر سکتا ہوں بشرطیکہ میری روزی لکڑی میں مقرر فرما دی جائے۔ حضرت نے فرمایا تیری شرط منظور۔ کیڑے نے موتی پر قیام کیا اور آر پار سوراخ کر دیا۔ حضرت نے اس کی روزی لکڑی میں مقرر فرما دی۔ پھر پیالہ آگے رکھدیا اور عربی گھوڑوں کو خوب دوڑانے کا حکم دیا۔ گھوڑے خوب دوڑائے گئے، حتیٰ کہ تھک گئے اور پسینہ بہہ نکلا اور ان کے پسینہ سے پیالہ بھر لیا گیا۔ یہی وہ جھاگ دار میٹھا پانی تھا کہ نہ زمین سے نکلا تھا نہ آسمان سے برسا تھا۔ پھر کچھ پانی منگا کر اپنے سامنے رکھوایا اور غلاموں اور باندیوں کو وضو کرنے کا حکم دیا تاکہ لڑکوں اور لڑکیوں میں امتیاز ہو جائے (دادل، لڑکیوں نے ہاتھوں پر اس طرح بہانا شروع کیا کہ ایک لڑکی نے بائیں ہاتھ میں پانی لیکر بائیں بانہہ کی طرف کہنی کی سمت) انتہا یہ اور سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی اس پر پھیری اور اس کو دھونے لگی اس سے اس کے لڑکی ہونے کی شناخت ہو گئی (اسی طرح بارہ لڑکیوں نے کیا) حضرت سلیمانؑ ہر ایک کو (اس ترکیب سے پہچان کر) الگ الگ کرتے جاتے تھے یہ تک کہ بارہ کو الگ کر دیا اور لڑکے دائیں ہاتھ سے پانی لے کر کہنی کی طرف سیدھی بانہہ پر پانی بہاتے تھے اور بائیں ہاتھ اس پر پھیر کر دھوتے تھے۔ اس سے ان کے لڑکے ہونے کی شناخت ہو جاتی تھی۔ یہاں تک کہ حضرت نے بارہ لڑکوں کو بھی الگ کر دیا۔ پھر سوالات پر غور کر کے ایک ہزار جواب قاصد کو دیدیئے۔ اس کے بعد بلقیس کا ہدیہ بھی واپس کر دیا اور پیام رساں عورت سے فرمایا۔ کیا تم لوگ مال سے میری مدد کرتے ہو۔ حالانکہ اللہ نے جو نبوت اور حکومت مجھے عنایت فرمائی ہے وہ اس مال سے بہتر ہے جو اللہ نے تم کو دیا ہے۔ مجھے اس مال سے کوئی خوشی نہیں، بلکہ تمہارا ہدیہ تمہارے ہی لیے باعث مسرت ہے۔ پھر بلقیس کے نام ایک خط لکھکر ہدہد کو دے کر فرمایا۔ یہ خط اُن کے پاس پہنچا دو۔ ہم ان پر ضرور ایسی فوجیں لیکر پہنچیں گے جن کے مقابلہ کی اُنہیں طاقت نہیں اور ذلیل و خوار کر کے سبا سے ان کو نکال دیں گے اور وہ ذلیل و خوار ہونگے ہدہد دوبارہ خط لیکر پہنچا بلقیس نے خط پڑھا اور قاصد بھی لوٹ آئے اور پھر انہوں نے حضرت سلیمان کا واقعہ اور بھیجی ہوئی

چیزوں کے سلسلہ میں آپ نے جو کچھ کیا تھا اور لوٹا کر جو جواب دیا تھا وہ سب بیان کیا۔ تو بلقیس نے اپنی قوم سے کہا یہ حکم آسمان سے ہم پر نازل ہوا ہے جس کی مخالفت مناسب نہیں۔ نہ اس کی مخالفت کی ہم میں طاقت ہے۔ پھر بلقیس نے اپنا تخت سات کمروں کے اندر بند کر کے اس پر پہرہ دار مقرر کر دیئے اور سلیمانؑ کے پاس جانے کے لئے چل دی ہُدہُد نے واپس آ کر حضرت سلیمانؑ کو اطلاع دیدی کہ بلقیس آپ کے پاس آ رہی ہے۔ حضرت نے اہل سلطنت کو جمع کر کے فرمایا۔ سردارو! بلقیس کا تخت میرے پاس کون لا سکتا ہے مگر اس سے پہلے کہ وہ فرماں بردار بن کر میرے پاس پہنچیں۔ کیونکہ صلح کے بعد اس کا تخت لینا جائز نہ ہوگا۔ ایک خبیث جن جو تند خو اور بد مزاج تھا اُس کا نام عمرو تھا بولا آپ اپنی اس جگہ یعنی مجلس عدالت سے اُٹھنے نہ پائیں گے کہ میں تخت کو لا کر حاضر کر دوں گا۔ حضرت سلیمانؑ کی مجلس عدالت دوپہر تک رہتی تھی۔ مجھ میں تخت اٹھانے کی طاقت ہے میں طاقتور ہوں اور امانت دار بھی ہوں جو سونا چاندی جواہر موتی جواہر زمرد اُس میں لگے ہے اس میں خیانت بھی نہیں کروں گا اور بقدر رسائی نظر میرا ایک قدم ہوتا ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا میں اس سے بھی جلد چاہتا ہوں۔ اس پر ایک شخص نے جس کو کتاب اللہ کا کچھ علم تھا۔ اللہ کے اسم اعظم (یا حَیُّ یا قیّوم) سے وہ واقف تھا۔ عرض کیا میں اپنے رب سے دعا کروں گا۔ اس کی طرف توجہ کروں گا۔ اپنے رب کی کتاب پر غور کروں گا اور آپ کی واپسی نگاہ سے پہلے تخت کو لا کر حاضر کر دوں گا۔ واپسی نگاہ سے مراد یہ تھی کہ جہاں تک آپ کی نگاہ پہنچتی ہے۔ وہ چیز آپ کے پاس آنے نہ پائے گی کہ میں تخت کو لے آؤں گا۔ یہ شخص آصف بن برخیا بن شعیا تھا۔ اس کی ماں کا نام باطورا تھا یہ اللہ کے اسم اعظم سے واقف تھا۔ حضرت نے فرمایا اگر تم نے ایسا کر لیا تو تمہاری جیت ہو جائیگی۔ ورنہ جنات کے سامنے مجھے رسوا کر دو گے۔ میں انس و جن دونوں کا سردار ہوں۔ آصف نے اٹھ کر وضو کیا اور سجدہ میں پڑ کر اللہ کا اسم اعظم لیکر دعا کرنے لگے اور "یا حی و یا قیوم" پڑھنے لگے۔ حضرت علیؓ کے قول میں آتا ہے کہ اسم اعظم یا ذالجلال والاکرام ہے۔ اس نام سے اگر اللہ سے دعا کی جائے۔ تو اللہ قبول فرماتا ہے اور اس سے کچھ مانگا جائے تو عطا فرماتا ہے۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ آصف کی دعا سے بلقیس کا تخت زیر زمین گھس کر غائب ہو گیا اور حضرت سلیمان کی کرسی کے نیچے سے برآمد ہوا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب سلیمانؑ بڑی کرسی پر بیٹھتے تھے۔ تو سامنے چھوٹی کرسی پر پاؤں پھیلا کر رکھ لیا کرتے تھے۔ تخت چھوٹی کرسی کے نیچے سے نمودار ہوا تھا۔ جنات نے تخت کو دیکھا تو بولے آصف تخت کو تو لا سکتے ہیں مگر بلقیس کو نہیں لا سکتے۔ آصف نے عرض کیا کہ میں بلقیس کو بھی لا کر حاضر کر دوں گا۔ اس کے بعد بحکم سلیمانؑ ایک چکنا شیش محل بنایا گیا اور شیش محل کے نیچے پانی بھرا گیا جس میں مچھلیاں چھوڑی گئیں۔ اوپر سے پانی اور مچھلیاں شیشہ کی صفائی کی وجہ سے نظر آتی تھیں۔ پھر حسب الحکم حضرت کی کرسی محل کے وسط میں رکھی گئی اور مصاحبین کی کرسیاں بھی بچھا دی گئیں۔ آپ بھی بیٹھ گئے اور سب مصاحب بھی۔ حضرت کی کرسی کے قریب آدمیوں کی پھر جنات کی اور پھر شیطانوں کی کرسیاں ترتیب وار رکھی گئی تھیں۔ حضرت سلیمان کی نشست کا یہی طریقہ تھا کہیں سفر کر کے جانا چاہتے تھے تو آپ اپنی کرسی پر اور مصاحبین اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ جاتے تھے۔ اور

حسب الحکم ہوا سب کو اٹھا کر خلا میں لے جاتی تھی جب زمین پر چلنے کا قصد ہوتا تو حسب الحکم ہوا ٹھہر جاتی اور آپ اتر کر زمین پر چلتے۔ حضرت سلیمان کی مجلس ایسی ہی ہوتی تھی جیسی اس زمانہ میں بادشاہوں کی ہوتی ہے۔

غرض جب مجلس درست ہو گئی۔ تو آصف کو (بلقیس کو لانے کا) حکم دیا۔ آصف نے دوبارہ سجدہ میں گر کر اسم اعظم یعنی یا حی یا قیوم پڑھکر اللہ سے دعا کی۔ دعا کرتے ہی بلقیس سامنے آ کر کھڑی ہو گئیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسم اعظم جاننے والے خبیہ بن آد حضرت سلیمان کے اصطبل کے اعلےٰ آفیسر تھے کسی نے کہا خضر تھے۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو سامنے دیکھکر فرمایا۔ یہ میرے رب کی مہربانی ہے وہ میری جانچ کرنی چاہتا ہے۔ کہ مجھے جو حکومت دی گئی ہے۔ اس پر میں شکر ادا کرتا ہوں یا اپنے ماتحت کو علم میں اپنے سے افضل دیکھکر اس نعمت کی (جو اللہ نے مجھے دی ہے) ناشکری کرتا ہوں۔ اگر کوئی شکر کریگا تو اسی کا فائدہ ہوگا اور ناشکری کرے گا (تو خدا کا کچھ نقصان نہ ہوگا) وہ تو بے نیاز ہے اور کرم سے سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ جنات نے بلقیس کے آجانے کی اطلاع سنی تو ان کو اندیشہ ہوا کہ کہیں حضرت سلیمان بلقیس سے نکاح نہ کر لیں۔ اگر ایسا ہو گیا۔ تو بلقیس حضرت کو جنات کے تمام واقعات بتا دیگی۔ کیونکہ بلقیس کو جنات کے حال کا علم تھا۔ ان کی ماں پری تھی جس کا نام عُمَیرہ بنت عمر یا رواحہ بنت سکن تھا اور وہ جنات کی ملکہ تھی۔ اس لئے جنات بلقیس کے عیب نکالنے لگے۔ تا کہ حضرت سلیمان کو ان سے نفرت ہو جائے۔ کہنے لگے۔ بادشاہ سلامت بلقیس کی عقل میں کچھ خرابی ہے اور اس کے پاؤں گدھے کے سموں کی طرح ہیں۔ بات یہ تھی کہ بلقیس کج پا تھیں اور ٹانگوں پر بال بھی تھے۔ یہ سنکر حضرت نے بلقیس کی دانشمندی کی آزمائش کرنی چاہی اور پاؤں بھی دیکھنا چاہے۔ اس لئے آپ نے محل کے نیچے پانی رکھوا کر اس میں مینڈکیاں اور مچھلیاں چھوڑوا دی تھیں۔ آپ نے بلقیس کی عقل کو جانچنے کے لئے ان کے تخت میں بھی کچھ تبدیلی اور کمی بیشی کرا دی تھی۔ آیت (نکّروا لہا عرشہا) کا یہی معنی ہے کہ بلقیس کے تخت میں کچھ تبدیلی کر دو۔ ہم دیکھیں وہ اس کو ٹھیک ٹھیک پہچان لیتی ہے یا ناواقفوں میں سے رہتی ہے۔ جب بلقیس آ کر محل تک پہنچ گئیں تو ان سے کہا گیا صرح یعنی محل کے اندر قدم رکھئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرح حمیری (یمنی) زبان میں کمرہ کو کہتے ہیں۔ بلقیس اس کو دیکھکر پانی کا کنڈ یعنی تالاب سمجھیں۔ دل میں کہنے لگیں۔ سلیمان مجھے ڈبونا چاہتے ہیں (موت کا) دوسرا قتل اس سے بہتر تھا۔ بالآخر بلقیس نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا۔ تو دونوں پنڈلیوں پر بال دیکھے۔ باقی بدن کے لحاظ سے بلقیس بہت ہی خوبصورت تھیں۔ جو کچھ ان کے متعلق کہا گیا تھا ان عیوب سے بہت دور تھیں کسی نے کہا یہ شیش محل ہے اس میں غبار کی کوئی چھائیں نہیں۔ یہ ایسا چکنا ہے جیسا وہ لڑکا جس کے چہرے پر بال ابھی نہ نکلے ہوں۔ اس کی چھت دیواریں زمین سب شیشہ کی ہیں۔ بلقیس سلیمانؑ کی جانب چلیں۔ حضرت بلقیس کی پنڈلیوں پر بال دیکھ چکے تھے اور آپ کو وہ بھلے لگے تھے۔ جب حضرت کے سامنے پہنچیں تو دربار میں اپنے تخت کو دیکھنے لگیں) دریافت کیا گیا کیا ایسا ہی تمہارا تخت ہے۔ بلقیس نے تخت کو دیکھکر کچھ پہچانا کچھ نہ پہچانا اور دل میں کہنے لگیں۔ وہ تخت یہاں کہاں سے پہنچ سکتا ہے وہ تو سات کمروں کے اندر بند ہے

چوکیدار مقرر ہیں۔ غرض کچھ پہچانا کچھ نہ پہچانا اور بولیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہی ہے۔ حضرت نے فرمایا ہم اس سے پہلے باخبر ہو گئے تھے اور اس سے پہلے اللہ کے فرماں بردار بن گئے تھے (بلقیس مسلمان ہونے سے پہلے مجوسی تھی) بلقیس کہنے لگیں میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔ مراد یہ کہ میں نے حضرت سلیمان کے متعلق بدگمانی کی کہ مجھے ڈبونا چاہتے ہیں۔ یا یہ مراد کہ میں نے آفتاب پرستی کر کے اپنے اوپر ظلم کیا (اب) میں سلیمانؑ کی معیت میں اللہ کی فرماں بردار بنتی ہوں۔ یا یہ مطلب کہ میں سلیمانؑ کے ساتھ رب العالمین کی خالص عبادت کروں گی۔ اس لئے مسلمان ہوتی ہوں۔ بلقیس کا فرگروہ میں سے تھی۔ حضرت سلیمانؑ نے اس کو اللہ کے سوا دوسرے کی پوجا سے روکا اور نکاح کر لیا اور چونہ بالصفا پوڈر) تیار کرنے کا حکم دیا۔ تیار ہو گیا تو حضرت سلیمان اور بلقیس نے اس کا استعمال کیا۔ حضرت سلیمان ہی چونہ کے پوڈر کے موجد تھے۔

غرض کچھ باتیں حضرت سلیمان نے بلقیس سے پوچھیں اور کچھ بلقیس نے حضرت سلیمان سے۔ بلقیس کے بطن سے حضرت سلیمان کا ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام داؤد رکھا۔ مگر وہ آپ کی زندگی میں ہی مر گیا۔ اس کے بعد حضرت سلیمانؑ کی وفات ہو گئی۔ پھر آپ سے ایک ماہ بعد بلقیس کا بھی انتقال ہو گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے شام میں ایک گاؤں بلقیس کو دے دیا تھا۔ بلقیس مرتے دم تک اس کا لگان لیتی رہیں۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ قربت کے بعد حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو ان کے ملک کو واپس کر دیا تھا اور خود ہر مہینہ میں ایک بار وہاں جاتے تھے۔ بیت المقدس سے سوار ہو کر یمن پہنچ جاتے تھے۔

فصل۔ میں نے اس مجلس میں حضرت سلیمان کا پورا قصہ تفصیل کے ساتھ اس لئے بیان کیا۔ کہ ہر اس دانشمند انجام بین مومن کے لئے اس میں سرمایۂ نصیحت ہے جو گذشتہ نیکوں اور بدوں کی سیرت سے عبرت حاصل کرتا ہے۔ گذشتہ اگلی اقوام میں جو اللہ کا اقتدار نافذ تھا۔ فرمانبرداروں کو اس نے عزت عطا کی تھی۔ نافرمانوں کو فرمانبرداروں کا غلام بنایا اور ذلیل کیا تھا اور ان کی زمام اختیار فرماں برداروں کے ہاتھ میں دی تھی اور اپنے دوستوں اور محبت کرنے والوں کو مخلوق کا مالک بنایا تھا۔ ان سب باتوں سے نصیحت لیتا ہے۔ دیکھو سلیمانؑ نے اللہ کی طاعت کی تو کس طرح اس نے بلقیس اور اس کے ملک کا مالک سلیمان کو بنا دیا۔ بلقیس کی سلطنت میں تو بارہ ہزار جنگجو بہادر تھے جن میں سے ہر ایک کے زیر کمان ایک لاکھ فوج تھی۔ اور حضرت سلیمان کی فوج کل چار لاکھ نفوس پر مشتمل تھی۔ دو لاکھ جن اور دو لاکھ انسان۔ دونوں کی تعداد میں عظیم الشان تفاوت تھا مگر طاعت گذاری کے سبب سے سلیمان کو مالک اور کفر و معصیت کی وجہ سے بلقیس کو مملوک بنا دیا۔ پس آدمی سمجھ لے کہ اسلام اونچا ہوتا ہے نیچا نہیں ہوتا۔ اللہ کبھی بھی اہل ایمان پر کافروں کو تسلط نہیں دے گا (اے مرد مومن) اللہ تجھے توفیق دے سلیمانؑ کی طرح اگر تو بھی ایماندار ہو گا تو دنیا میں دشمنوں سے اور آخرت میں جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔ دوزخ تیری خدمت گزار ہو گی۔ تیری تعظیم و تکریم کے لئے (خدمتگاروں کی طرح) تیرے آگے آگے چل کر تجھے راستہ بتائے گی۔ اپنے مولا کے حکم کی تعمیل و اطاعت میں تجھ سے نرم الفاظ میں کہے گی۔ اے مرد مومن میرے اوپر سے گذر جا۔ تیرے نور نے تو میرے شعلوں کو بجھا دیا۔ غرض یہ کہ تیری تعظیم کی جائے گی۔ تیرا چہرہ پُر نور ہو گا۔ شاہی خلعت تیرے جسم پر ہو گا اور عظمت کی

نشانیاں تجھ پر نمایاں ہونگی۔ اس لئے خادموں اور غلاموں پر تیری تعظیم و تکریم اور خدمت واجب ہوگی۔ (اے) کافر اور نافرمان تو
اس پر دوزخ غضبناک ہوگی۔ اور جیسے کوئی طاقتور فتحیابی کے وقت اپنے دشمن سے انتقام لیتا ہے ایسا ہی انتقام لے گی۔
چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جب دوزخ ان کو دور سے دیکھیگی تو وہ (کافر و نافرمان) اس کی غضبناکی اور جوش کی آواز سنیں گے۔
پس اگر تو دنیا و آخرت میں عزت چاہتا ہے۔ تو اللہ کی اطاعت کا التزام کر اور اللہ کی نافرمانی سے اجتناب کر۔ اللہ کی جانب
سے تجھے عزت مل جائے گی۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے جو شخص عزت کا خواہشمند ہے۔ تو ساری عزت کا مالک تو خدا ہی ہے۔ دوسری
آیت میں فرمایا ہے۔ عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان کے لئے ہے مگر منافق یہ بات نہیں جانتے۔ اے ایمان کے
دعویدار تیرا نفاق اور اے اخلاص کے مدعی تیرا عمل شرک لامحالہ تجھے خدا برگزیدہ نبی اور نیک اہل ایمان کی عزت کو دیکھنے سے
روکے ہوئے ہیں۔ اگر تو ایمان کے تقاضوں کے موافق عامل ہوگا اور اخلاص کی شرطوں کے مطابق یقین رکھیگا۔ تو دنیا
میں ہر دکھ درد ہر جنی و انسی شیطان سے آخرت میں آگ کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔ تجھے کامیابی اور تیرے دشمنوں کو
خواری نصیب ہوگی۔ اللہ نے فرمایا ہے اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کریگا اور تمہارے پاؤں جمائے
رکھیگا۔ دوسری آیت میں فرمایا ہے کمزور نہ ہو اور (ذلت و شکست کے ساتھ) صلح کو نہ پکارو۔ تم ہی غالب رہوگے۔ اللہ تمہارے
ساتھ ہے مگر غفلت (کی گھٹا) تیرے دل پر چھا گئی۔ زنگ کی تہیں چڑھ گئیں سیاہی اور تاریکی تہ بر تہ مسلط ہو گئی۔ پس کیسی
بڑی حسرت و ندامت ہوگی۔ جب قیامت کے دن چھپی باتیں کھول دی جائینگی۔ قیامت کا دن واقعی جزا سزا کا دن ہو
بڑی مصیبت کا دن ہوگا۔ کھڑکھڑانے والے اور دلوں کو ہلا دینے والے حوادث کا دن ہوگا۔ شور و شغب کا اور چیخ و پکار
کا دن ہوگا۔ اس روز تمہاری پیشی ہوگی۔ تمہاری کوئی چھپی بات چھپی نہیں رہے گی۔ اس روز لوگ پریشان و پراگندہ ہو کر
(قبروں سے) نکلیں گے تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھائے جائیں جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی اس کو بھی دیکھ لیگا اور جس نے
ذرہ برابر بدی کی ہوگی اس کو بھی دیکھ لیگا۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ سورج کی کرن میں سوئی کی نوک کے برابر غبار کا ریزہ چمکتا
دکھتا ہے وہ ذرہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ چار ذرے رائی کے ایک دانہ کے برابر ہوتے ہیں۔ وہ باریک چھوٹی چیونٹی جو نظر بھی
تقریباً دکھائی بھی نہیں دیتی اس کو بھی ذرہ کہا گیا ہے بعض نے کہا کہ ایک جو کا ہزارواں حصہ ذرہ ہے۔ حضرت ابن عباس نے
فرمایا۔ اگر تم مٹی پر اپنی ہتھیلی رکھو اور پھر اٹھا لو۔ تو جو کچھ ہاتھ پر لگا رہ جائے وہ ذرہ ہے۔ کتنا ہیبت ناک ہوگا وہ دن جس میں اتنے
خفیف الوزن اعمال بھی تولے جائیں گے۔ اسی دن کے متعلق تو اللہ نے فرمایا ہے کہ اس روز ہم پرہیزگاروں کو حیثیت مہمان
رحمان کی طرف اٹھا کر لیجائیں گے (یعنی لیجانے کا حکم دیں گے) اور مجرموں کو سخت پیاس کی حالت میں جہنم کی طرف ہنکائیں گے
اس وقت پردہ ہٹ جائیگا چھپی باتیں کھل جائیں گی۔ مومن اور کافر میں سچے اور دروغ گو میں موحد اور مشرک میں دوست اور
دشمن میں واقعی حقدار اور جھوٹے دعویدار میں امتیاز ہو جائیگا۔ اے مسکین اس دن کی ہیبت سے ڈر اور سوچ کہ تو کس گروہ
میں شامل ہوگا۔ اگر تو عظمت والے خدا کے لئے عمل کرے گا اور عمل کرتے وقت اس اللہ سے ڈرتا رہیگا جو ہر غلط سے باخبر ہے

اور عمل کو ان تمام چیزوں سے پاک رکھیو جو اہل بصیرت رکھنے والے کی نظر میں بری ہیں تو تیرا شمول برگزیدہ گروہوں کے اس گروہ میں ہوگا جو قیامت کے دن اللہ کے مہمان ہوں گے۔ تیری عزت ہوگی۔ تجھے سلامتی ہوگی تیرے لئے خوش خبری ہوگی۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا۔ تو خوب جان لے کہ دوسرے گروہ کے ساتھ تو شامل ہوگا۔ دوسرے ہلاک ہونے والوں کے ساتھ دوزخ میں تو بھی ہلاک ہوگا فرعون ہامان اور قارون کا ساتھی ہوگا۔ اللہ نے فرمایا ہے جو شخص اپنے رب سے ملنے کا امیدوار ہو اس کو اچھے عمل کرنا چاہئے اور اپنے رب کی اطاعت میں کسی دوسرے کو شریک نہ قرار دینا چاہئے پس نیک عمل کے سوا کوئی چیز اس روز تجھے عذاب سے نہیں بچا سکتی

فصل ۱۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی فضیلت

حضرت جابر بن عبداللہؓ نے (بقول عطاء) فرمایا جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اتری۔ تو بادل پورب کی طرف بھاگ گئے ہوائیں ٹھہر گئیں سمندر میں جوش آگیا چوپایوں نے اپنے کان سننے کے لئے جھکا دیئے۔ آسمان سے شیطانوں پر انگاروں کی مار پڑی اور اللہ نے اپنی عزت کی قسم کھا کر فرمایا کہ جس چیز پر اس کا نام پڑھا جائیگا اس کو ضرور برکت دونگا۔ اور جس چیز پر اس کا نام لیا جائیگا اس میں برکت عطا کرونگا اور جو شخص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے گا وہ جنت میں جائیگا۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے (بقول ابووائل) فرمایا جو شخص چاہتا ہے کہ دوزخ کے ۱۹ فرشتوں سے اللہ اس کو بچائے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے اس کے ۱۹ حروف ہیں۔ اللہ ہر حرف کو عذاب کے ایک فرشتہ سے بچنے کے لئے سپر بنا دیگا۔ حضرت ابن عباس نے (بقول ضحاک) فرمایا کہ حضرت عثمانؓ بن عفان نے رسول اللہ سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے متعلق دریافت کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا یہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اللہ کے بڑے نام اور اس اسم میں ایسا ہی اتصال ہے جیسا آنکھ کی سیاہی اور سفیدی میں۔ حضرت انسؓ بن مالک کی روایت ہے سرکار عالی نے ارشاد فرمایا جس شخص نے زمین پر سے کوئی کاغذ جس پر بسم اللہ الرحمٰن لکھی ہو اللہ کی تعظیم کرتے ہوئے اس اندیشہ سے اٹھا لیا کہ کہیں پاؤں کے نیچے نہ کچل جائے۔ تو اللہ کے ہاں اس کو صدیقوں کی فہرست میں لکھا جاتا ہے اور اس کے والدین سے خواہ مشرک ہی ہوں (عذاب) ہلکا کر دیا جاتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ جیسا تین مرتبہ شیطان چیخ کر رویا ہے ویسا کبھی نہیں۔ ایک مرتبہ تو اس وقت جب ملعون بنا کر اس کو آسمان سے عام ملائکہ میں سے نکال دیا گیا۔ دوسرا اس وقت جب رسول اللہ کی مبارک پیدائش ہوئی۔ تیسرے اس وقت جب سورہ فاتحہ نازل کی گئی کیونکہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس میں موجود ہے۔ حضرت علیؓ نے (بقول سالم بن ابی الجعد) فرمایا جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ نے ارشاد فرمایا سب سے پہلے جب یہ آیت حضرت آدمؑ پر نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا میری نسل جب تک اس کی تلاوت پر قائم رہے گی عذاب سے محفوظ رہے گی۔ اس کے بعد بسم اللہ اٹھا لی گئی۔ پھر حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر نازل ہوئی۔ اور آپ نے اس وقت اس کی تلاوت کی جب آپ منجنیق کے پلڑے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تو اللہ نے آگ کو آپ کے لئے خنکی اور سلامتی بنا دیا۔ اس کے بعد پھر اٹھا لی گئی اور

سوائے سلیمانؑ کے اور آپ سے اوپر کسی پیغمبر پر نہیں نازل کی تھی۔ جب سلیمان پر نازل ہوئی تو فرشتوں نے کہا اب خدا کی حکومت کامل ہو گئی۔ اس کے بعد پھر اٹھالی گئی اور اللہ نے مجھ پر اتاری۔ جب قیامت کے دن میری امت والے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے آئیں گے اور ان کے اعمال میزان میں تولے جائیں گے تو نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا۔ حضور قدس نے ارشاد فرمایا اپنے خطوں میں اس کو لکھا کرو اور لکھتے وقت زبانوں سے کہہ بھی لیا کرو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی فضیلت کے متعلق ایک اور فصل

عکرمہ کا قول ہے کہ جب اللہ نے لوح و قلم کو پیدا کیا تو سب سے پہلے قلم کو حکم دیا (لکھ) قلم نے لوح پر چل کر وہ سب کچھ لکھ دیا جو قیامت تک ہونے والا ہے۔ لوح پر سب سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی گئی جب تک لوگ اس آیت کی تلاوت پر قائم رہیں گے اللہ نے ان کے لئے امان مقرر کر دی ہے۔

ساتوں آسمانوں والے، اونچے مرتبہ والے، پردہ والے مجد والے، مقرب فرشتے صف بستہ قیام کرنے والے، اور اللہ کی پاکی بیان کرنے والے فرشتے (سبھی) اس کو پڑھتے ہیں۔ سب سے پہلے یہ حضرت آدمؑ پر اتاری گئی آپ نے فرمایا جب تک میری نسل اس کی تلاوت پر قائم رہے گی عذاب سے محفوظ رہے گی۔ پھر اٹھالی گئی اور (دوبارہ) حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر سورہ فاتحہ میں (شامل کر کے) اتاری گئی۔ آپ نے منجنیق کے پلڑے میں اس کو پڑھا۔ اللہ نے آپ کے لئے آگ کو ٹھنڈی اور سلامتی بنا دیا۔ پھر یہ اٹھالی گئی اور تیسری بار حضرت موسےٰ پر صحیفوں میں اتاری گئی۔ اسی کی برکت سے حضرت موسےٰ فرعون پر، اس کے جادوگروں پر، ہامان پر اور اس کے لشکر پر، قارون پر اس کے تابعداروں پر غالب آئے۔ پھر اٹھالی گئی اور چوتھی بار حضرت سلیمانؑ پر اتاری گئی اس وقت ملائکہ نے کہا خدا کی آپ کی حکومت کامل ہو گئی۔ چنانچہ جس چیز پر حضرت سلیمانؑ نے بسم اللہ پڑھی وہ ان کی فرماں بردار ہو گئی۔ جس روز حضرت سلیمان پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اتاری گئی تھی۔ اللہ نے سلیمان کو حکم دیا تھا کہ بنی اسرائیل کے تمام گروہوں میں منادی کر دیں کہ جو شخص اللہ کی آیت سننا چاہتا ہو حضرت داؤد کے عبادت خانہ میں سلیمانؑ کے پاس آ جائے۔ وہ وعظ کہنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ہر وہ شخص جس نے اپنی جان کو عبادت خدا کے لئے وقف کر رکھا تھا دروازہ در تیزی کے ساتھ لپکتا ہوا آ گیا۔ حضرت سلیمان کے پاس جب عابد زاہد اور تمام گروہوں والے جمع ہو گئے۔ تو آپ نے آیت امان یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تلاوت کی پس جس نے بھی سنا اس کا دل خوشی سے بھر گیا اور کہنے لگا ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں۔ اسی کی برکت سے حضرت سلیمانؑ تمام زمین کے بادشاہوں پر غالب آئے اور اسی کی برکت سے اللہ نے اپنے نبی محمد صلعم کے لئے مکہ کو فتح کیا۔ پھر سلیمانؑ کے بعد اٹھالی گئی اور حضرت عیسےٰ بن مریمؑ پر اتاری گئی تو آپ اس کے نزول سے خود بھی خوش ہوئے اور آپ کے حواری بھی۔ اللہ نے آپ کے پاس وحی بھیجی کہ اے کنواری کے بیٹے! کیا تجھے معلوم ہے کہ کیسی عظیم الشان آیت تیرے اوپر اتاری گئی۔ یہ آیت امان ہے۔ کھڑے بیٹھے لیٹے آتے جاتے اور چڑھتے اترتے اس کی تلاوت بہت کیا کر قیامت کے دن جو شخص ایسی حالت میں آئے گا اس کے نامۂ اعمال میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تلاوت آٹھ سو بار کرتی تھی اور میری توحید اور ربوبیت پر اس کا ایمان ہوگا۔ میں اس کو دوزخ سے آزاد کردوں گا اور جنت میں داخل کروں گا۔ تیری قرأت (کلام اللہ) اور نماز کا آغاز اسی سے ہونا چاہیئے۔ کیونکہ جو شخص ایسا کریگا اور اسی حالت پر مرجائیگا تو منکر نکیر کا اس کو کچھ خوف نہ ہوگا۔ سکرات موت اور قبر کی تنگی اس پر آسان کردی جائے گی۔ اس پر میری رحمت ہوگی۔ میں اس کی قبر میں کشادگی کردوں گا اور بقدر رسائی نظر قبر میں روشنی اور فراخی کردوں گا جب اس کو قبر سے برآمد کروں گا اس وقت اس کا جسم گورا چہرہ نورانی اور نور چمکتا ہوا ہوگا۔ اس کو حساب آسان کردوں گا اور اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری کردوں گا۔ پل صراط پر اس کو نور کامل عطا کروں گا۔ یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور میدان قیامت میں اس کے سعادت مند اور مغفور ہونے کی منادی سے ندا کراؤں گا۔ حضرت عیسٰیؑ نے عرض کیا۔ اے اللہ۔ اے میرے رب۔ کیا یہ میرے لئے خاص ہے۔ فرمایا تیرے لئے اور ان لوگوں کے لئے بھی جو تیرے پیرو ہیں اور تیری رفتار پر چلیں اور تیرے بعد احمد اور ان کی امت کے لئے بھی۔ حضرت عیسٰے نے اس کی اطلاع اپنے تابعداروں کو دیدی اور بشارت دیتے ہوئے فرمایا۔ میرے بعد ایک پیغمبر آئیں گے جن کا نام احمد ہے ان کے اوصاف اور فضائل ایسے ایسے ہیں۔ حضرت عیسٰے نے اپنے تابعین سے رسول اللہؐ کے متعلق عہد لیا تھا۔ اور جب اللہ نے ان کو آسمان کی طرف اٹھایا اس وقت بھی انہوں نے اپنے ساتھیوں سے تجدید عہد کرائی تھی لیکن جب آپ کے حواری اور اتباع کرنے والے ختم ہو گئے اور دوسرے لوگ آئے تو وہ خود بھی گمراہ ہوگئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کردیا۔ دین کو بدل ڈالا اور دین کے عوض دنیا لے لیا پس عیسائیوں کے دلوں سے آیت امان اٹھائی گئی۔ صرف ان لوگوں کے دلوں میں رہ گئی جو انجیل دلوں میں رکھتے صحیح مسلم تھے جیسے بحیرا راہب وغیرہ۔ اس کے بعد جب رسول اللہ کو اللہ نے مبعوث فرمایا اور مکہ کے اندر سورہ فاتحہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اتاری گئی تو رسول اللہ نے حکم دیا کہ سورتوں اور خطوط کے اور کتابوں کے شروع میں اس کو لکھا جائے۔ اس آیت کا نزول رسول اللہ کے لئے بڑی فتح کا موجب ہوا اور رب العزت نے اپنی عزت کی قسم کھاکر فرمایا کہ جو مومن یقین کے ساتھ کسی چیز پر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھیگا۔ میں ضرور اس کو برکت عنایت کروں گا۔ اور جو مومن بسم اللہ پڑھتا ہے جنت کہتی ہے لبیک سعدیک الہٰی اپنے اس بندے کو میرے اندر بسم اللہ الرحمن الرحیم کی برکت سے نازل فرما۔ جنت جس بندہ کو بلاتی ہے تو اس بندہ کا جنت میں جانا ضروری ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جس دعا کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی جائے وہ رد نہیں کی جاتی۔ جب قیامت کے دن میری امت جو دنیا میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتی ہوئی آئے گی۔ تو میزان میں ان کی نیکیاں بھاری ہونگی۔ دوسری اقوام کہیں گی امت محمدیہ کی نیکیاں کس قدر بھاری ہیں۔ انبیاء ان سے کہیں گے امت محمدیہ کے کلام کے شروع میں اللہ کے ایسے عزت والے تین نام ہوتے تھے۔ کہ اگر ایک پلڑہ میں ان کو رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑا میں ساری مخلوق کے گناہ رکھدیئے جائیں۔ تو نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا۔ حضور نے فرمایا اللہ نے اس آیت کو ہر بیماری کے لئے شفا ہر دکھ کا مددگار ہر مفلسی کے لئے دولت دوزخ سے پردہ۔ زمین میں دھنسنے صورتیں بگڑنے اور سنگباری سے محفوظ رہنے کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ جب تک لوگ اس کی تلاوت پر کاربند رہیں گے۔

جہان کا نگران ہے آیت میں اَلْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ ۷ مقتدر کی طرف اشارہ یعنی ساری مخلوق پر اقتدار قدرت رکھنے والا ہے۔ آیت میں ہے فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ ۸ مُقِيتٌ کی طرف اشارہ یعنی سارے جہان کا نگہبان ہے آیت میں آیا ہے وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُقِيتًا ۹ مُكَرِّمٌ کی طرف یعنی سارے عالم میں اپنے دوستوں کو عزت دینے والا آیت میں ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ ۱۰ مُنْعِمٌ یعنی کل جہان کو نعمت دینے والا آیت میں ہے وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً ۱۱ مُفَضِّلٌ کی طرف اشارہ ہے یعنی مخلوق پر مہربانی کرنے والا آیت میں ہے إِنَّ اللّٰهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ ۱۲ مُصَوِّرٌ کی طرف یعنی مخلوق کا صورتیں بنانے والا آیت میں ہے الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ بل حقیقت کا قول ہے کہ قرآن مجید کو بسم اللہ سے شروع کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آدمی اپنے تمام اقوال و اعمال کا آغاز اللہ کے نام سے کرے اور اس کے نام سے برکت حاصل کرے۔ اسی بات کی ترغیب دینی مقصود ہے۔

فصل - لفظ اللہ کی تنقیح میں علماء کا اختلاف ہے خلیل بن احمد فراہیدی اور علماء عربیت کی ایک جماعت قائل ہے کہ یہ اللہ کا علم (خصوصی نام) ہے۔ اس نام میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ نے فرمایا ہے هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا یعنی کیا اس کا کوئی ہمنام تم کو معلوم ہے۔ خلیل کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ اللہ کے دوسرے تمام نام مشترک ہیں دوسرے ناموں کا اللہ پر اطلاق حقیقی ہوتا ہے اور دوسروں پر بطور مجاز۔ مگر لفظ اللہ مشترک ہی نہیں ہے اسی لئے بطور مجاز بھی دوسروں پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ اس کے اندر ہمہ گیر مالکیت کا مفہوم ہے۔ دوسرے تمام معانی اس میں داخل ہیں۔ غور کرو کہ اگر اللہ کا الف حذف کر دیا جائے تو لِلّٰهِ رہ جاتا ہے۔ پھر اول لام بھی حذف کر دو تو لَهُ رہ جاتا ہے پھر دوسرا لام بھی گرا دو تو ہُو رہ جاتا ہے (بعض علماء اللہ کو علم نہیں کہتے بلکہ اسم مشتق کہتے ہیں) اسم مشتق کہنے کی صورت میں ماخذ اشتقاق میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ نضر بن شمیل قائل ہے کہ لفظ اللہ تَأَلُّهٌ (باب تفعّل کا مصدر) سے نکلا ہے تألّہ کا معنی ہے پرستش اور بندگی کرنا (ثلاثی مجرد سے) أَلَهَ إِلَاهَةً (باب فتح) کہا جاتا ہے یعنی عَبَدَ عِبَادَةً (اس نے عبادت کی) بعض لوگ کہتے ہیں اس کا مصدر أَلَهٌ ہے۔ أَلَه کا معنی ہے اعتماد اور بھروسہ کرنا أَلِهْتُ إِلٰى فُلَانٍ أَلَهًا میں نے فلاں شخص پر بھروسہ کیا اور گھبرا کر اس کی طرف رجوع کیا۔ اس صورت میں اللہ کو اِلٰہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مصائب اور اغراض کے تحت بندے اللہ کی طرف گھبرا کر رجوع کرتے اور اس کے سامنے زاری کرتے ہیں اور اللہ ان کو پناہ دیتا ہے پس اِلٰہ کا معنی ہوا وہ ذات جس کی پناہ پکڑی جائے۔ جیسے امام (بروزن اِلٰہ) وہ شخص جس کی اقتدا کی جائے۔ تمام بندے ہر دکھ سکھ کے لئے حیران پریشان بے قرار کی طرح بے ساختہ ناچار ہو کر اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ابو عمرو بن علاء کا قول ہے کہ لفظ اِلٰہ أَلِهْتُ فِي الشَّيْءِ سے مشتق ہے۔ أَلِهْتُ فِي الشَّيْءِ میں اس بات میں متحیر ہو گیا۔ تمام انسانوں کی عقلیں اللہ کی عظمت اور صفات کی حقیقت اور احاطہ معرفت میں حیران ہیں پس اِلٰہ بمعنی مَأْلُوْهٌ ہے یعنی کتاب بمعنی مکتوب اور حساب بمعنی محسوب۔

مبرد نے کہا عرب کہتے ہیں اَلِهْتُ اِلٰی فلانٍ میں نے فلاں شخص کے پاس سکون پایا، مخلوق کو بھی اللہ کی یاد سے سکون اور چین ملتا ہے۔ آیت میں آیا ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ بعض لوگ قائل ہیں کہ الٰہ کی اصل وِلَاہ تھی اصل مادہ وَلَہٌ ہے وَلَہٌ کا معنی ہے کسی عزیز کے نہ ملنے سے ہوش و حواس کا غائب ہو جانا۔ اللہ کی یاد کے وقت شدت شوق غلبہ محبت اور قلبی اضطراب کی وجہ سے ہوش حواس جاتے رہتے ہیں۔ بعض نے کہا اصل مادہ لَوْہٌ ہے الٰہ کی اصل لاہٌ تھی کہ لاہ کا معنی ہے پوشیدہ۔ اندرون پردہ۔ عرب اگر کسی چیز کو پہچان لیتے ہیں اور پھر وہ چیز نظر سے اوجھل ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں لَاهَتِ الْعَرُوْسُ (دلہن پردہ میں ہو گئی چھپ گئی) تَلُوْهُ مضارع واحد مونث غائب۔ لَوْہٌ مصدر۔ اللہ بھی ہے یعنی اس کی ربوبیت اور مالکیت دلائل و علامات سے ظاہر ہے اور (دانش و فکر سے) محجوب بھی ہے کیفیت کسی کو معلوم نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں الٰہ کا معنی ہے بلند برتر لَاہَ بلند ہو گیا اسی لئے سورج کو اِلٰہۃ کہا گیا ہے۔ بعض علماء قائل ہیں کہ اِلٰہٌ کا معنی ہے ایجاد کی قدرت رکھنے والا۔ بعض نے اس کا معنی سردار بیان کیا ہے۔

• **اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** بعض کے نزدیک دونوں لفظ ہم معنی ہیں یعنی رحمت والا۔ رحمٰن اور رحیم دونوں صفات ذاتیہ میں سے ہیں یعنی رحمت صفت ذاتیہ ہے۔ بعض نے کہا رحمت کا معنی ہے مستحق عذاب کو عذاب نہ دینا اور جو مستحق خیر نہ ہو اس کے ساتھ بھلائی کرنا۔ اس صورت میں رحمت صفت فعلیہ ہو گی (یعنی اگر مخلوق نہ ہو تو اللہ کی رحمت کا ظہور نہیں ہو سکتا بلکہ رحمت موجود ہی نہ ہو گی) کچھ لوگوں نے دونوں میں فرق بیان کیا ہے۔ الرحمٰن مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی وہ ذات جس کی رحمت ہر چیز کو اپنے اندر سمائے ہوئے ہو اور رحیم کا درجہ رحمٰن سے کم ہے (یعنی ہمہ گیر رحمت والا رحمٰن ہے اور کم درجہ کی رحمت والا رحیم) بعض کا خیال ہے کہ رحمٰن اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی تمام مخلوق پر مہربان ہے۔ مومن ہو یا کافر نیک ہو یا بد سب کو اللہ نے پیدا کیا اور سب کو رزق دیتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ میری رحمت ہر چیز کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اور رحیم اس لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ وہ خصوصیت سے اہل ایمان پر مہربان ہے پس رحمان کا لفظ خاص ہے اور معنی عام۔ اور رحیم کا لفظ عام ہے اور معنی خاص۔ لفظ رحمٰن کا اطلاق اللہ کے علاوہ کسی پر نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ لفظ خاص ہے اور چونکہ تمام مخلوق کو اللہ ہی نے پیدا کیا اور رزق دیتا ہے اور ہر قسم کے نفع نقصان کا مالک ہے اس اعتبار سے اس کی رحمت تمام موجودات کو شامل ہے معنی کی اسی ہمہ گیری کی وجہ سے اس کو رحمٰن کہا جاتا ہے۔ لفظ رحیم مشترک ہے۔ دوسروں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اس لئے یہ لفظ عام ہے لیکن اس کے معنی میں خصوصیت ہے یعنی خاص مہربانی اور ہدایت کی توفیق۔ اس لئے معنی کے لحاظ سے خاص ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ یہ دونوں اسم دقیق ہیں۔ ایک (رحمٰن) دوسرے سے زیادہ دقیق ہیں۔

مجاہد نے فرمایا اللہ دنیا والوں پر رحمٰن اور آخرت والوں پر رحیم ہے۔ دعا میں یا رحمٰن الدنیا اور یا رحیم الآخرۃ آیا ہے ضحاک نے کہا۔ اللہ آسمان والوں پر رحمٰن ہے ان کو آسمانوں میں رکھا۔ اطاعت کو ان کی گردن کا دائمی غیر اختیاری طوق بنا دیا۔ گناہوں سے اس کو محفوظ رکھا اور تمام رغبتیں۔ چاشنیاں اور لذتیں ان سے منقطع کر دیں اور زمین والوں پر

رحیم ہے کہ ان کے پاس پیغمبر بھیجے اور کتابیں نازل فرمائیں۔ عکرمہ نے کہا اللہ رحمٰن ہے ایک ہی رحمت کے ساتھ اور رحیم سو متفرق رحمتوں کے ساتھ۔ حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کی سو رحمتیں ہیں جن میں سے ایک رحمت اللہ نے زمین پر اتاری ہے اور اس کو مخلوق کو بانٹ دیا ہے۔ لوگ اسی رحمت کے زیر اثر باہم مہربانیاں اور نرمیاں کرتے ہیں۔ ننانوے رحمتیں اس نے اپنے لئے چھوڑ رکھی ہیں۔ کہ قیامت کے دن اپنے بندوں پر فرمائیگا۔ روایت کے دوسرے سلسلہ میں آیا ہے اللہ اس کو ان سے ملا کر پوری سو کر دے گا اور قیامت کے دن اپنے بندوں پر فرمائیگا۔

رحمٰن وہ ہے کہ جب اس سے سوال کیا جائے تو عطا فرمائے اور رحیم وہ ہے کہ اگر اس سے نہ مانگا جائے تو ناراض ہو حضرت ابوہریرہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے رسول اللہ نے فرمایا جو اللہ سے نہیں مانگتا۔ اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ ایک شاعر کا قول ہے کہ اگر اللہ سے نہ مانگا جائے تو ناراض ہوا اور آدمی سے اگر مانگا جائے تو ناراض ہوتا ہے۔ اللہ رحمٰن ہے یعنی نعمتیں اس نے عنایت کیں اور بخشیں۔ اللہ رحیم ہے یعنی اس نے تکالیف کو روکا اور ہٹایا۔ اللہ رحمٰن ہے اس نے دوزخ سے بچایا۔ خود ارشاد فرمایا کہ تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے اللہ نے تم کو اس سے بچایا۔ اللہ رحیم ہے کہ جنت میں داخل فرمائیگا۔ ارشاد فرمایا ہے۔ بے خوف ہو کر سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو۔ اللہ رحمٰن ہے اس کی رحمت جانوں پر ہے رحیم ہے اس کی رحمت دلوں پر ہے۔

اللہ رحمٰن ہے مصائب کو دور کرتا ہے رحیم ہے گناہوں کو معاف کرتا ہے۔ اللہ رحمٰن ہے (صحیح غلط) راستہ واضح کر دیتا ہے۔ رحیم ہے (غلط راستے سے) بچاتا اور (نیک راستہ پر چلنے کی توفیق دیتا ہے۔ اللہ رحمٰن ہے گناہ معاف کرتا ہے خواہ بڑے ہوں رحیم ہے طاعتوں کو قبول فرماتا ہے۔ گرچہ خالص نہ ہوں۔ اللہ رحمٰن ہے۔ معاش کو درست کرنے والے اسباب عطا کرتا ہے رحیم ہے معاد کو درست کرنے کے ذرائع عنایت کرتا ہے۔ رحمٰن وہ ہے جو رحم کرتا ہے اور دکھ کو دور اور شر کو دفع کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ رحیم وہ ہے جو رزق و کھانا دیتا ہے اس کو کھانا نہیں دیا جاتا۔ یہ واقعہ ہے کہ اللہ ہی رزاق اور مضبوط قوت والا ہے۔

اللہ رحمٰن ہے اپنے منکروں پر رحیم ہے اہل توحید پر۔ رحمٰن ہے ناشکری کرنے والوں پر رحیم شکر ادا کرنیوالوں پر۔ رحمٰن ہے ان پر جو اس کے شریک قرار دیتے ہیں۔ رحیم ہے ان پر جو اس کو واحد کہتے ہیں۔

فصل بسم اللہ پڑھ۔ اللہ کی طرف سے گناہوں کی معافی پائیگا۔ یہ تو قاری کے منہ سے تیرا سماع ہے۔ اللہ سے سنیگا تو تیرا کیا حال ہوگا۔ تیرا یہ سماع ایسی حالت میں ہے کہ دنیوی غم باقی ہے۔ جب رب ساقی ہوگا (اور وہ خود فرمائیگا) تو تیرے سماع کی کیا حالت ہوگی۔ تیرا یہ سننا تو دنیا والوں کی وساطت سے ہے۔ بلاواسطہ (اللہ سے) سنیگا تو کیا کیفیت ہوگی۔ یہ سماع تو اس خانہ فریب میں ہے مقام مسرت میں تیرا سماع کیسا ہوگا۔ یہ سماع تو خانہ شیطان میں ہے۔ قرب رحمٰن میں سماع کی کیا حالت ہوگی۔ ایک ذلیل بندہ کے منہ سے یہ سماع ہے۔ شاہ عالی جاہ سے سنکر کیا کیفیت ہوگی۔ یہ لذت خبر ہے۔ لذت نظر کی کیا کیفیت ہوگی۔ یہ لذت سمعی ہے لذت معاینہ کیسی ہوگی۔ یہ لذت بیان ہے لذت مشاہدہ کیسی ہوگی۔ یہ لذت غائبانہ ہے حضوری کی لذت کیا عالم ہوگا

فصل ۔ پڑھ اس خدا کا نام لیکر جو ضد سے پاک ہے اس خدا کے نام کے ساتھ جو شریکوں سے منزہ ہے اس خدا کا نام لیکر

جو اپنے لئے اولاد کو اختیار کرنے سے بہت دور ہے۔ اس خدا کے نام کی برکت سے جس نے نوروں کو روشن کیا۔ اس خدا کے نام کی مدد سے جس نے نیکوں کو عزت عطا فرمائی۔ اس خدا کے نام کی مدد سے جس نے تمام اندازے مقرر فرمائے اور دلوں اور آنکھوں کو روشنی عطا کی۔ اس خدا کے نام سے استعانت کرتا ہوں جو سحر کے وقت ابرار کے دلوں پر جلوہ انداز ہوتا ہے۔ اس خدا کے نام کی برکت سے جس نے اپنے چاہنے والوں کو اپنے بھید بتائے اور ان کے دلوں کو انوار سے ڈھانپ دیا اور ان کے دلوں پر اپنے اسرار امانت رکھے۔ ان کے دلوں سے خطرات دور کئے اور غیروں کی بندگی سے محفوظ رکھا اُن سے بوجھ بندشیں زنجیریں اور گناہ ہٹا دئے۔ **غل** دور کئے کیونکہ ازل میں ہی وہ احسان اور مہربانی کرنے اور طلبگاران مغفرت کے گناہ معاف کر دینے کے ساتھ متصف تھا۔ بسم اللہ اس کا نام ہے جس نے دریا جاری کئے درخت اُگائے۔ اس کا نام ہے جس نے اطاعت گذار بندوں کی برکت سے شہروں کو آباد کیا اور ان بندوں کو پہاڑوں کی طرح آبادیوں کے لئے میخیں بنا دیا جن کی وجہ سے زمین اپنے رہنے والوں سمیت فرش کی طرح ہو گئی۔ یہ لوگ چالیس برگزیدہ ابدال ہیں۔ تمام شریکوں اور ہمسروں سے جناب کے پاک ہونے کا اقرار کرتے ہیں یہی دنیا میں [illegible] اور قیامت کے دن لوگوں کے سفارشی ہونگے۔ میرے رب نے ان کو علم کی درستی کا ذریعہ اور بندوں کے لئے رحمت بنایا ہے۔

فصل بسم اللہ ذکر کرنیوالوں کا ذخیرہ ہے۔ طاقتوروں کی عزت ہے کمزوروں کی پناہ ہے۔ اہل محبت کے لئے نور ہے اہل شوق کے لئے سرور ہے بسم اللہ روحوں کی راحت ہے جسموں کی نجات ہے سینوں کا نور ہے تمام امور کی درستی کا ذریعہ ہے بسم اللہ اہل توحید کا تاج ہے اہل وصال کے لئے چراغ ہے۔ عاشقوں کو سارے جہان سے بے پرواہ کر دینے والی ہے بسم اللہ نام ہے اس کا جس نے کچھ بندوں کو عزت اور کچھ بندوں کو ذلت دی۔ یہ نام ہے اس کا جس نے اپنے دشمنوں کا دوزخ ٹھکانا بنایا اور اپنے دوستوں کے لئے اپنے دیدار کا وعدہ فرمایا۔ نام ہے اس کا جو وجود حد سے اور عقل سے خارج ہے نام ہے اس کا جو باقی رہنے والا ہے نام ہے اُس کا جو بغیر کسی کے سہارے کے قائم ہے۔

بسم اللہ ہر سورت کا آغاز ہے اس خدا کا نام ہے جس کے ذکر سے تنہائیاں پر لطف ہو جاتی ہیں۔ اس کا نام ہے جس کے نام پر نماز ختم ہوتی ہے اس کا نام ہے جس پر سب کو حسن ظن ہے اس کا نام ہے جس کے لئے آنکھیں بیدار رہتی ہیں اس کا نام ہے جو کسی چیز کے متعلق کُن فرماتا ہے۔ تو وہ چیز فوراً ہو جاتی ہے۔ نام ہے اس کا جو ہاتھ کے چھونے سے پاک ہے لوگوں سے تشبیہ سے قیاس سے بالاتر ہے ایک ایک حرف کر کے بسم اللہ کہو ہزار ہزار جز ملیگا اور سب کے سب تمہارے گناہ [illegible] جو شخص زبان سے بسم اللہ کہیگا دنیا اس کی شاہد ہوگی۔ جو دل سے کہیگا آخرت اس کی شاہد ہوگی جو سر سے کہیگا مولیٰ اس کا شاہد ہوگا

بسم اللہ ایسا کلمہ ہے جس سے سلامتی حاصل ہوتی ہے۔ ایسا کلمہ ہے جس کی موجودگی میں غم باقی نہیں رہتا ایسا کلمہ ہے جس سے نعمت کی تکمیل ہوتی ہے۔ ایسا کلمہ ہے جس سے نعمت کی تکمیل ہوتی ہے ایسا کلمہ ہے جس سے عذاب دور ہو جاتا ہے۔ ایسا کلمہ ہے جو اس امت کے لئے مخصوص ہے۔ ایسا کلمہ ہے جو جلال و جمال کا مجموعہ ہے۔ لفظ بسم اللہ جلال و جلال ہے اور رحمن و رحیم جمال و جمال۔ جس نے جلال کو دیکھا فنا ہو گیا اور جس نے جمال کو دیکھا زندہ ہو گیا۔

بسم اللہ ایسا کلمہ جو قدرت اور رحمت کو جامع ہے۔ قدرت اطاعت گزاروں کی اطاعت کو جمع رکھتی ہے اور رحمت گناہگاروں کے گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔

فصل بسم اللہ کہو۔ گویا اللہ فرماتا ہے کہ طاعت تک پہنچنے والے میری ہی توفیق سے طاعت تک پہنچتے ہیں اور نور طاعت کی وجہ سے ہی معاینہ تک ان کی رسائی ہوتی ہے معائنہ کے بعد وہ بیان (یعنی ایمان کسبی) سے بے نیاز ہو جاتے ہیں اور ان کا دل اسرار اور علوم ادیان کا ظرف بن جاتا ہے۔ جو حبیب تک پہنچ گیا وہ رونے سے آزاد ہو گیا۔ جو دوستوں سے مل گیا اس نے فراق سے نجات پائی۔ جو خدا بزرگ تک پہنچ گیا وہ درد فراق سے محفوظ ہو گیا جس کی پہنچ ملاقات تک ہو گئی وہ بدبختی سے مامون ہو گیا۔

فصل بسم اللہ کہو اس میں بار بَارِئُ الْبَرَایَا (خالق مخلوقات کی) ہے سین سَتَّارِ خطایا (گناہوں پر پردہ ڈالنے والا) کی ہے۔ اور میم مَنَّان بِعَطَایا (محسن بالنعمات) کی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بار برّی از اولاد (اولاد سے پاک) کی ہے اور سین سمیع الاصوات (آوازوں کو سننے والا) کی اور میم مجیب الدَّعوات (دعاؤں کو قبول کرنے والا) کی۔ بار اور سین اور میم کے یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ میں باقی (غیر فانی۔ لازوال) ہوں۔ میری طرف دیکھو۔ تم دوسروں کو پلاؤ۔ میں تمہارا ساقی ہوں (تم کو پلاؤں گا) تم دوسروں کو کھانا کھلاؤ میں تمہارا مطعم ہوں (تم کو کھانا دوں گا) یہ بھی کہا گیا ہے کہ بار سے مراد توبہ کرنے والوں کا گناہگار یعنی گریہ اور سین سے مراد عبادت گزاروں کا سجدہ اور میم سے مراد مُذنبوں (گنہگاروں) کی عذر خواہی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بار بَلَایا کی میم معطی کی اور سین ساتر کی ہے یعنی اللہ مصائب کو دور کرنیوالا ہے۔ رحمٰن بخشش دینے والا اور رحیم گناہوں کو چھپانے والا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ اہل عرفان کے لئے اللہ ہے اور عبادت گذاروں کے لئے رحمٰن اور گنہگاروں کے لئے رحیم۔ اللہ وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ وہ احسن الخالقین ہے۔ رحمٰن وہ ہے جس نے تم کو رزق دیا وہ خیر الرازقین ہے۔ رحیم وہ ہے جو تمہارے گناہ معاف کرتا ہے۔ وہ خیر الغافرین ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اللہ ہے ہر ایک نعمتیں دیتا ہے رحمٰن اور رحیم ہے۔ جو دوکرم کرتا ہے۔ وہ اللہ ہے ماؤں کے پیٹوں سے ہم کو باہر لاتا ہے۔ رحمٰن ہے قبروں سے باہر لائیگا۔ رحیم ہے تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔

فصل۔ اللہ رحم فرمائے اس شخص پر جس نے شیطان کے خلاف کیا گناہوں سے بچتا رہا دوزخ سے ڈرتا رہا نیک کام زیادہ کرتا رہا۔ رحمٰن کی یاد ہمیشہ کرتا رہا اور اس نے بسم اللہ کہا۔ اللہ رحم فرمائے اس شخص پر جس نے دنیا سے نفرت کی۔ آخرت کی طلب کی۔ دکھ پر صبر کیا۔ نعمت پر شکر کیا۔ مولیٰ کی یاد میں مشغول رہا اور اس نے بسم اللہ کہا۔

خوشی ہو اس بندہ کے لئے جس نے شیطان سے پرہیز کیا، روزی پر قناعت کی اور نہ مرنے والے خدا کی یاد میں مشغول رہا اور بسم اللہ کہتا رہا۔

مجلس

آیت وَتُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا الخ کی تشریح

توبہ کا یہ عمومی حکم ہے۔ لغت میں توبہ کا معنی ہے لوٹنا۔ تَابَ فُلَانٌ مِنْ کَذَا فلاں شخص اس بات سے لوٹ گیا۔ اصطلاح میں، جو چیز شرعاً بری ہے اس سے لوٹنا اور جو چیز شرعاً اچھی ہے اس کی طرف رجوع کرنا توبہ ہے اس بات کا یقین رکھنا کہ گناہ اور نافرمانیاں ہلاکت آفرین ہیں۔ اللہ اور جنت سے دور کرنے والی ہیں اور گناہوں کو ترک کرنا اللہ اور جنت سے قریب کرنیوالا ہے۔ توبہ ہے۔ گویا اللہ حکم دیتا ہے کہ اپنی خواہشوں کے ساتھ نہ رہو اور نفسانی ہوا و ہوس کو چھوڑ کر میری طرف لوٹ آؤ۔ تو آخرت میں میرے پاس مراد پاؤ گے۔ آرام گھر اور مقام استقرار کے اندر میری دی ہوئی نعمتوں میں ہمیشہ رہو گے اور کامیاب ہوگے۔ اور مقصد پاؤ گے اور عذاب سے بچ جاؤ گے اور میری رحمت سے اس بہشت بریں میں داخل ہو جاؤ گے جو نیک لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے اللہ نے خصوصیت کے ساتھ اہل ایمان کو طلب توبہ کرتے ہوئے بھی خطاب فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا اے ایمان والو اللہ سے خالص سچی توبہ کرو۔ توبہ نصوح وہ ہے جو خالص لوجہ اللہ ہو اور تمام گناہ کی آمیزشوں سے خالی ہو۔ لفظ نصوح نصح سے ماخوذ ہے۔ نصاح دھاگہ کو کہتے ہیں پس توبہ نصوح وہ خالص توبہ ہے کہ وہ کسی دوسری چیز سے وابستہ رہے نہ کوئی دوسری چیز اس سے متعلق رہے۔ بندہ طاعت پر قائم ہو جائے۔ گناہ کی طرف مائل نہ ہو اور دوبارہ گناہ کی طرف مڑ نہ جائے۔ بلکہ دل میں بھی نافرمانی اور گناہ کی طرف لوٹنے کا خیال نہ لائے۔ خالص لوجہ اللہ گناہ کو چھوڑ دے جس طرح محض خواہش نفس کی وجہ سے گناہ کو اختیار کیا تھا یہاں تک کہ اس کا انجام بخیر ہو جائے۔ بہر جمع اسلامی تمام گناہوں سے توبہ کرنی واجب ہے۔ اللہ نے تائبین کا کئی جگہ ذکر فرمایا۔ ایک آیت میں فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے توبہ کرنے والوں کو توبہ کرنے اور اللہ سے دور کر دینے والے گناہوں سے پاک رہنے کی وجہ سے اللہ پسند فرماتا ہے۔ ایک اور جگہ آیا ہے التَّائِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی وہ توبہ کرنیوالے ہیں عبادت گذار ہیں اللہ کی ثنا کرنے والے ہیں، سیر کرنے والے ہیں (سیر معرفت یا مطالعہ قدرت کرنے والے ہیں یا مجاہد ہیں وغیرہ) رکوع کرنیوالے ہیں سجدے کرنیوالے ہیں بھلائی کا حکم دینے والے اور برائی کی ممانعت کرنے والے ہیں۔ اللہ کی قائم کی ہوئی حدود کے پابند ہیں اور ایمان والوں کو خوشخبری دیدو۔ اس آیت میں اللہ نے توبہ کرنیوالوں کا ذکر فرمایا۔ پھر ان کے پیچھے قابل تعریف اوصاف کا تذکرہ کیا جس سے معلوم ہوا کہ تائب وہی ہوتا ہے جس کے اوصاف یہ ہوں جب بندہ ان اوصاف سے متصف ہو گیا تو ایمان اور بشارت کا مستحق ہو گیا۔ اسی لئے آخر میں وبشر المؤمنین فرمایا۔

فصل۔ جن گناہوں سے توبہ کرنے کا حکم آیا ہے ان میں بڑے بھی ہیں اور چھوٹے بھی۔ کبائر کون کون ہیں، علماء کی رائے اس کے متعلق مختلف ہے کسی نے کبائر تین کسی نے چار کسی نے سات کسی نے نو اور کسی نے گیارہ بتائے ہیں۔ حضرت ابن عباس کو جب اطلاع ملی کہ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ کبائر سات ہیں۔ تو آپ نے فرمایا سات کہنے سے تو ستر تک کہنا زیادہ قریب درست ہے آپ فرماتے تھے۔ اللہ نے جس کی ممانعت فرما دی وہ کبیرہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کبائر مبہم (غیر معین ہیں) ان کی تعداد معلوم نہیں جیسے شبِ قدر اور جمعہ کے دن قبولِ دعا کی ساعت معلوم نہیں تاکہ لوگ اس کی جستجو کی زیادہ کوشش کرتے رہیں۔ اسی طرح کبائر کی تعیین نہیں تاکہ لوگ تمام گناہوں سے سختی کے ساتھ پرہیز رکھیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے جس گناہ کی سزا میں اللہ نے دوزخ کی وعید فرمائی ہے وہ کبیرہ ہے بعض نے کہا کبیرہ وہ گناہ ہے جس کی دنیوی سزا مقرر کر دی گئی ہے بعض علماء کا قول ہے کبائر سترہ ہیں چار کا تعلق دل سے ہے۔ شرک گناہ پر جما رہنا رحمت خدا سے مایوسی اور اللہ کی ڈھیل دینے سے بے خوف ہو جانا۔ چار کا تعلق زبان سے ہے۔ جھوٹی گواہی دینا۔ پاکدامن پر زنا کی تہمت لگانا۔ دانستہ جھوٹی قسم جس کی وجہ سے حق کو باطل اور باطل کو حق کیا جائے یا حق کسی مسلمان کا مال مارا جائے خواہ ایک مسواک ہی ہو اور جادو۔ تین کا تعلق پیٹ سے ہے۔ شراب اور نشہ آور چیز پینا۔ یتیم کا مال بغیر حق کے کھانا۔ دانستہ سود کھانا۔ دو کا تعلق شرمگاہ سے ہے۔ زنا اور لواطت۔ دو کا تعلق ہاتھوں سے ہے۔ قتل کرنا اور چوری کرنا۔ ایک کا تعلق پاؤں سے ہے۔ جہاد میں دشمن کے مقابلے سے بھاگنا۔ ایک کو دو کے مقابلے سے دس کو بیس کے مقابلہ سے سو کا دو سو کے مقابلہ سے۔ اور ایک گناہ ایسا ہے جس کا تعلق تمام بدن سے ہے یعنی ماں باپ کی نافرمانی کرنی حقوق والدین یہ ہے کہ جب وہ تیرے اعتماد پر قسم کھا بیٹھیں تو ان کی قسم کو سچا کرے اگر وہ تجھے گالیاں دیں تو تو ان کو مارے اگر وہ تجھ سے مانگیں تو تو ان کو نہ دے۔ اگر وہ بھوکے ہوں اور تجھ سے کھانا مانگیں۔ تو تو ان کو نہ دے اگر وہ بھوکے ہوں اور تجھ سے کھانا مانگیں تو تو ان کو کھانا نہ دے۔

فصل۔ رہے صغائر تو وہ بے شمار ہیں۔ ان کی شناخت کی تحقیق اور ان کی پوری گنتی کے شمار کا کوئی طریقہ نہیں۔ ہاں شرعی شہادت اور بصیرت کی روشنی سے ہم ان کو جانتے ہیں۔ شرع کا مقصد ہی یہ ہے کہ آدمی کا دل گناہوں کو ترک کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے اور خدا کی قربت اور جوار اس کو حاصل ہو جائے۔ اللہ نے خود فرمایا کہ اندرونی اور بیرونی گناہوں کو ترک کر دو۔

مندرجہ ذیل گناہ صغائر میں سے ہیں:۔

کسی خوبصورت اجنبی عورت یا مرد کی طرف نظر کرنا اس کا بوسہ لینا اس کے ساتھ بیٹھ کر جماع نہ کرنا۔ اپنے مسلمان بھائی کو گالی دینا اور تہمت زنا کے علاوہ کسی قسم کی اور عار دلانے والی بات کہنا۔ اور غیبت کرنا چغلی کھانا۔ جھوٹ بولنا اور ان کے علاوہ انہی جیسی وہ باتیں جن کی تفصیل طوالت طلب ہے۔

اگر مومن کبائر سے توبہ کر لیتا ہے تو ان کے تحت صغائر بھی معافی میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا ہے اگر تم بڑے بڑے ممنوعہ گناہوں سے اجتناب کرو گے تو تمہاری چھوٹی برائیاں ہم خود ہی معاف کر دیں گے لیکن کسی کو اس لالچ میں پڑنا نہ

چاہئے بلکہ چھوٹے بڑے تمام گناہوں سے توبہ کرنا چاہئے۔ ایک شاعر کا قول ہے۔ تمام چھوٹے بڑے گناہوں کو چھوڑ دے استقامت اختیار کرنے والے اور نیکی کے لئے تیار ہو جانے والے کے لئے یہی تقویٰ ہے۔ کانٹوں کی سرزمین پہ چلنے والے کی طرح ہو جا کہ وہ خالی جگہ پر قدم رکھتا ہے اور جہاں کانٹے دیکھتا ہے اس سے بچتا ہے۔ کسی چھوٹے گناہ کو بھی حقیر خیال نہ کر چھوٹی چھوٹی کنکریوں سے بنے ہوئے پہاڑ حقیر نہیں ہوتے۔

حضرت انس بن مالک کی روایت ہے کہ ایک میدان میں جہاں نہ لکڑیاں تھیں نہ کوئی اور چیز دکھائی دیتی تھی۔ رسول اللہ صلعم اور آپ کے صحابی فروکش ہوئے۔ حضور نے لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں تو کوئی لکڑی نظر نہیں آتی فرمایا جو چیز تم کو مل جائے اس کو حقیر نہ سمجھو۔ چنانچہ لوگ کچھ نہ کچھ جمع کرنے لگے یہاں تک کہ ایک بڑا ڈھیر ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم کو نہیں معلوم کہ یہی حال اس خیر و شر کا ہے جس کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ چھوٹا چھوٹے سے مل کر اور بڑا بڑے سے مل کر خیر خیر سے مل کر اور شر شر سے مل کر انبار ہو جاتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ گناہ اگر بندہ کی نظر میں چھوٹا ہوتا ہے تو اللہ کی نظر میں وہ بڑا ہوتا ہے اور اگر بندہ اس کو بڑا جانتا ہے تو اللہ کے نزدیک وہ چھوٹا ہو جاتا ہے۔ مومن بندہ اپنی ایمانی عظمت اور ایمانی رفعت کی وجہ سے چھوٹے گناہ کو بڑا سمجھتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ مومن اپنے گناہ کو اپنے اوپر پہاڑ کی طرح جانتا ہے اس کو ڈر ہوتا ہے کہ کہیں اس پر گر نہ پڑے اور منافق اپنے گناہ کو ناک پر اڑنے والی مکھی کی طرح جانتا ہے کہ اس کو ہاتھ سے اڑا دیتا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ناقابل معافی گناہ ہے۔ آدمی کا یہ قول کہ میرا کیا ہوا عمل کاش اس کی طرح ہوتا۔ ایسی بات آدمی کے ضعف ایمان معرفت کی کمی اور اللہ کی بزرگی کو نہ جاننے کی دلیل ہے۔ اگر اس کو اللہ کی عظمت کا علم ہوتا۔ تو وہ چھوٹے کو بڑا اور حقیر کو عظیم سمجھتا۔ اللہ نے کسی پیغمبر کے پاس وحی بھیجی۔ ہدیہ کی کمی کا خیال نہ کرو بھیجنے والے کی عظمت کو دیکھو۔ گناہ کے چھوٹے ہونے کو نہ دیکھو جس کے سامنے تم نے گناہ کیا۔ اس کی عظمت کا لحاظ کرو۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ اللہ کے نزدیک جس کا مرتبہ بڑا اور درجہ اونچا ہوتا ہے اس کی نظر میں کوئی گناہ صغیرہ ہوتا ہی نہیں۔ بلکہ اللہ کے حکم کی ہر مخالفت (خواہ کتنی ہی ادنیٰ ہو) کبیرہ گناہ ہی ہوتی ہے۔ ایک صحابی نے اپنے شاگردوں سے یعنی تابعین سے فرمایا تم بعض ایسے کام کرتے ہو۔ جو تمہاری نظر میں بال سے بھی زیادہ باریک (حقیر) ہوتے ہیں۔ ہم رسول اللہ کے زمانہ میں ان کو ہلاکت انگیز اعمال میں سے شمار کرتے تھے اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ان کو رسول اللہ سے اور اللہ سے قرب حاصل تھا۔ عالم کی بعض وہ باتیں بڑی محسوس کی جاتی ہیں جو جاہل سے صادر ہوں تو اتنی بڑی محسوس نہیں ہوتیں۔ عارف اور عامی کے علم معرفت اور مرتبہ میں جتنا تفاوت ہے اسی کے بقدر عامی کی بعض باتیں قابل درگذر ہوتی ہیں لیکن عارف سے وہی باتیں درگذر کے قابل نہیں ہوتیں۔

ہر شخص پر توبہ فرض عین ہے۔ کیونکہ کوئی بھی ہاتھ پاؤں کے عملی گناہ سے خالی نہیں۔ اگر عملی گناہ نہ بھی ہو تو دل سے گناہ کا ارادہ ہی ہوگا اور یہ بھی نہ ہوگا تو شیطانی وسوسے تو ضرور آئیں گے۔ جو اللہ کی یاد سے غافل بنانے والے ہونگے۔ اور اگر ایسا بھی نہ ہوگا تو اللہ کی ذات صفات کی معرفت کے حصول میں کوتاہی اور غفلت سے تو کوئی بھی خالی نہیں۔ اہل ایمان

کے احوال مقامات اور مراتب مختلف ہیں۔ اس لئے گناہوں کا یہ تفاوت ہے تاہم ہر حالت کی طاعتیں گناہ اور حدود و شرائط
جدا جدا ہیں۔ ان حدود و شرائط کی پابندی طاعت ہے اور مخالفت یا غفلت گناہ۔ اس لئے ہر شخص توبہ کا محتاج ہے یعنی ضروری
ہے کہ جو کجی اس میں پیدا ہوگئی ہو اس سے لوٹ جائے اور جو سیدھا راستہ اس کے لئے شرعاً مقرر کر دیا گیا ہے اور جو مقام اس کو
عطا کیا گیا ہے اور جو منزل اس کے لئے بنا دی گئی ہے اسی کی طرف توجہ کرے اور چونکہ لوگوں کے مراتب مختلف ہیں اس لئے ہر شخص
کی توبہ جدا ہے۔ عوام کی توبہ گناہوں سے ہوتی ہے اور خواص کی غفلت سے۔ ابوالحسن نوری کا قول ہے۔ توبہ کے معنی ہے اللہ کے علاوہ
ہر چیز سے لوٹ جانا۔ ایک تائب لغزشوں سے توبہ کرتا ہے۔ ایک تائب غفلت سے توبہ کرتا ہے ایک تائب اپنی نیکیوں کو دیکھنے
سے توبہ کرتا ہے۔ ایک تائب وہ ہے جو خالق کے علاوہ دوسری چیزوں سے اطمینان قلب حاصل کرنے سے توبہ کرتا ہے۔ ان سب
میں کتنا بڑا فرق ہے توبہ سے تو انبیاء بھی بے نیاز نہیں ہیں۔ دیکھو حدیث میں آیا ہے حضور اقدس نے فرمایا میرے دل پر
کوئی چیز چھا جاتی ہے اور میں اللہ سے دن رات میں ستر بار استغفار کرتا ہوں۔

حضرت آدم نے جب شجر ممنوعہ کا پھل کھایا اور جنتی لباس ان کے بدن سے گر پڑا اور صرف تاج اور نگین رہ گیا اور شرمگاہ کی
ستر جاتا رہا تو آپ کو شرم آئی اور اندیشہ ہوا کہیں تاج و نگین بھی نہ اتار لئے جائیں۔ جبرئیل نے آکر ان کے سر سے تاج اور پیشانی
سے نگین دونوں ہی ہٹا لئے یعنی اتار لیا اور ندا آئی کہ میرے قرب سے تم اور حوا اتر جاؤ۔ نافرمان میرے قرب میں نہیں رہ سکتا۔ حضرت
نے شرم کے ساتھ حوا کی طرف رخ کیا اور فرمایا گناہ کی یہ پہلی نحوست ہے۔ قرب حبیب سے ہم کو نکال دیا گیا۔ آرام بخش زندگی بڑی
سلطنت عظیم فضیلت امارت و محبت بہت جلد ہی پاکیزہ محفوظ اور مقرب اور محفوظ ترین مقام قرب میں بلند ترین مرتبہ پر فائز
ہونے کے بعد اب ہم ذلت مسکینی محتاجی زاری عاجزی اور توبہ کے محتاج ہوگئے۔ اگر کوئی بھی توبہ سے بے نیاز ہو سکتا دشمن کی
دشمنی نفس کی نحوست شیطان کی وسیسہ کاری و مکاری سے محفوظ رہ سکتا مرتبہ کی بلندی، نبی پاکدامنی اور اللہ کے قرب پر کسی کو
ناز ہو سکتا تو یہ بات حضرت کے لئے سب سے زیادہ مناسب ہوتی لیکن آدم بھی توبہ سے بے نیاز نہیں رہے یہاں تک کہ اللہ نے
ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اللہ نے فرمایا ہے آدم نے اپنے رب سے چند (دعائیہ) کلمات سیکھ لئے اور (دعا کرتا رہا پس) اللہ
نے اس کی توبہ قبول فرمائی تو فرشتوں نے ان کو مبارکباد دی۔ جبرئیل میکائیل اور اسرافیل اتر کر آئے اور کہا آدم تمہاری
آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔ آدم نے کہا جبرئیل اس توبہ کے بعد بھی اگر سوال ہو تو میرا ٹھکانا کہاں
ہوگا۔ اللہ نے ان کے پاس وحی بھیجی۔ آدم تم نے اپنی نسل کو تکلیف مشقت اور توبہ کا وارث بنایا (یہ چیزیں) اپنے ورثہ میں ان کو
دیں۔ پس جو مجھے پکارے گا میں اس کو لبیک کہوں گا۔ جیسے تجھے لبیک کہا۔ جو مجھ سے گناہوں کی معافی چاہے گا میں معاف
کرنے میں بخل نہیں کروں گا میں قریب اور مجیب ہوں۔ آدم میں گناہوں سے توبہ کرنیوالوں کو جنت میں جمع کروں گا ان کو
قبروں میں ایسے حال میں نکالوں گا کہ وہ ہشاش بشاش ہنستے ہوئے اور شگفتہ رو ہوں گے ان کی دعا قبول ہوگی۔

حضرت نوح کو اپنی آبرو بچانے کے لئے غیرت آئی۔ کافروں نے آپ کی تکذیب کی تو ان پر آپ کو سخت غصہ آیا۔

اور آپ کی بد دعا سے اللہ نے تمام پورب پچھم دونوں کو غرق کر دیا۔ آپ ہی آدم ثانی تھے۔ آپ ہی کی نسل سے یہ انسان پھیلے۔ کیونکہ جو لوگ آپ کی کشتی میں ڈوبنے سے محفوظ رہے تھے ان میں سے آپ کے تینوں بیٹوں حام، سام اور یافث کے علاوہ کسی کی اولاد نہیں ہوئی۔ ایسے عالی مرتبہ کے باوجود آپ نے دعا کی تھی رَبِّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَ تَرْحَمْنِیْ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ پروردگار میں جاہلانہ درخواست کرنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ تو اگر مجھے معاف نہیں کریگا اور مجھ پر رحم نہیں فرمائیگا تو میں گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ جلیل القدر تھے اللہ نے اپنی دوستی کے لئے ان کو چن لیا تھا۔ ان کو پیغمبروں اور نبیوں کا باپ بنایا۔ روایت میں آیا ہے کہ ان کی اولاد در اولاد کی اولاد میں سے چار ہزار پیغمبر ہوئے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو باقی رکھا یہاں تک کہ ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلعم اور حضرت موسیٰ اور عیسیٰ اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان آپ ہی کی نسل سے تھے۔ لیکن ان تمام خصوصیات کے باوجود آپ بھی تو با اظہار عاجزی اور اللہ کے سامنے محتاجی اختیار سے بے نیاز نہ تھے۔ فرمایا تھا۔ اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ وَ الَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ وَ الَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ وَ الَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ۔ وہ خدا جس نے مجھے پیدا کیا پس وہی مجھے راستہ دکھاتا ہے اور وہ خدا جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور بیمار ہو جاتا ہوں تو شفا عطا کرتا ہے اور وہ خدا جو مجھے موت دیگا پھر زندہ کریگا اور وہ خدا جس سے مجھے امید ہے کہ بروز جزا میرے خطا بخش دیگا۔ دوسری آیت میں حضرت ابراہیم کا قول آیا ہے۔ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ہم کو ہماری عبادت کے طریقے بتا اور ہم پر رحمت نازل فرما۔ تو بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

حضرت موسیٰ جلیل القدر نبی تھے اللہ نے ان کو اپنی پیغمبری اور کلام کے لئے چن لیا تھا۔ ان کو اپنے لئے تیار کیا تھا اپنی محبت ان پر ڈالی تھی کھلے ہوئے معجزوں سے ان کی تائید کی تھی مثلاً ید بیضا، عصا اور نو نشانیاں اور وہ معجزات جو وادی تیہ میں عطا کئے گئے ہیں۔ جیسے آسمان کی طرف سے رات کو روشنی کا ایک ستون ظاہر ہو جانا۔ من سلویٰ وغیرہ یہ معجزات ایسے تھے کہ آپ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں عطا کئے گئے اس کے باوجود حضرت موسیٰ نے دعا کی تھی رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِاَخِیْ وَ اَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ پروردگار مجھے اور میرے بھائی کو بخشدے اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل فرما تو ارحم الراحمین ہے۔

حضرت داؤد جلیل القدر پیغمبر تھے۔ اللہ نے ان کو ایسی بڑی حکومت عطا کی تھی کہ ان کے پہرہ دار ۳۳ ہزار رہتے تھے۔ جب زبور پڑھتے تھے۔ تو پرندے سر کے اوپر پرا باندھ لیتے تھے۔ پانی اپنی تیزی اور رفتار سے رک جاتا تھا انسان جنات درندے اور چوپائے سب آپ کے گرداگرد صف بستہ ہو جاتے تھے۔ کوئی کسی کو دکھ نہیں پہنچاتا تھا۔ پہاڑ بھی آپ کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔ آپ کی روزی فراہم کرنے آپ کی عزت بڑھانے اور آپ کے کام کی حفاظت کرنے کے لئے اللہ نے آپ کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا۔

آپ سجدہ میں اتنا روتے کہ آپ کے آنسوؤں سے سبزہ اُگ جاتا تھا۔ اللہ نے آپ پر رحمت کی اور آپ کی توبہ قبول فرمائی۔ آپ نے تحقق فرمایا۔ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ۔ ہم نے اس کا وہ (قصور) معاف کر دیا بلاشبہ اس کو ہماری بارگاہ میں قرب اور اچھا مقام رجوع حاصل تھا۔

حضرت سلیمانؑ کی بڑی بادشاہت تھی۔ ہوا بھی فرماں بردار تھی ایک مہینہ کی راہ دن کے نصف اول میں اور ایک مہینہ کی راہ دن کے نصف آخر میں طے کر لیا کرتے تھے اور ایسی حکومت حاصل تھی کہ آپ کے بعد کسی کے لئے سزاوار نہ ہوئی۔ اس کے باوجود جب ان کی خطا کی سزا دی گئی۔ آپ کے علم کے بغیر آپ کے گھر کے اندر چالیس دن تک ایک مورتی کی پوجا کی گئی۔ تو آپ کی حکومت چالیس دن تک چھین لی گئی۔ آپ حیران ہو کر جدھر کو منہ اٹھا کر نکلے ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگتے تھے مگر کھانے کو کچھ نہ ملتا تھا۔ جب کہتے میں سلیمان بن داؤد ہوں مجھے کھانا دو تو مذاق اڑایا جاتا، مارا جاتا، توہین کی جاتی اور لوگ جھوٹا قرار دیتے ایک مرتبہ کسی گھر سے کھانا مانگا تو دھکے دے کر نکال دیئے گئے اور ایک عورت نے منہ پر تھوک دیا۔ روایت میں آیا ہے کہ ایک روز ایک بڑھیا پیشاب سے بھرا ہوا لوٹا لیکر گھر سے نکلی اور سلیمانؑ کے سر پر ڈال دیا۔ اس ذلت میں آپ ۴۰ روز تک رہے۔ آخرکار اللہ نے مچھلی کے پیٹ میں سے آپ کی انگوٹھی برآمد کر دی۔ آپ نے اس کو پہن لیا۔ اس وقت پرندے آ کر کھڑے ہو گئے، جن شیطان اور جنگلی جانور سب حاضر ہو کر آپ کے گرداگرد جمع ہو گئے۔ ذلت کرنے اور مارنے والوں نے جب آپ کو پہچان لیا تو اپنے گزشتہ برے سلوک کے معذرت خواہ ہوئے آپ نے فرمایا جو کچھ تم نے اس سے پہلے کیا میں اس پر تمہیں ملامت نہیں کرتا اور اب جو کچھ کر رہے ہو اس کو اچھا بھی نہیں کہتا۔ یہ سارا معاملہ میرے رب کی طرف سے تھا اور میرے لئے اس کو ہو کر رہنا تھا۔ اللہ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی حکومت واپس کر دی اور آپ کا آخری مقام درجہ بزرگ کر دیا۔ جب لیٹ بڑے بڑے سرداروں پیشواؤں اور رہبران حکم اور حاکمان شرع اور اللہ کے خلفا کا یہ حال تھا تو بیچارے تیری یہ حالت اور فریب خوردگی کیا معنی رکھتی ہے تو تو اس فریب خانہ کے اندر شیطان کی جاگیر میں رہتا ہے۔ تیرے دشمن بیرونی مخلوق بھی ہے اور ہوس بھی ہے تیرا نفس بھی ہے تیری خواہشات اور ارادے اور وسوسے بھی ہیں۔ شیطان کی شعبدہ کاریاں اور نظر فریبیاں بھی ہیں یہ سب تیرے دشمن ہیں تو اس پر بھی فریب خوردہ ہے کہ ظاہری عبادتیں روزہ نماز ذکر و حج وغیرہ کرتا ہے۔ ظاہری گناہوں سے اپنے اعضا کو روکتا ہے مگر تیرا اندرون باطنی عبادتوں سے خالی ہے، ہر مندرجہ صورت سے بالکل صفر۔

پرہیزگاری۔ آہستہ روی۔ تقوی۔ زہد۔ صبر۔ رضا بقضا۔ قناعت۔ توکل۔ تسلیم۔ یقین۔ ماسوائے دل کا بچاؤ۔ سخاوت۔ احسان خداوندی کا مشاہدہ۔ نیت کی صفائی، خوبی، ذوالجلال اور مومنوں کے متعلق حسن ظن۔ خوش خلقی۔ حسن صحبت۔ اچھی معرفت۔ حسن طاعت۔ سچائی۔ اخلاص اور ان کے علاوہ دوسرے محاسن جن کی تفصیل طویل ہے۔

تیرا باطن تیرے رذائل اور ان گناہوں سے بھرپور اور پُر ہے۔ جو تمام گناہوں کا سرچشمہ ہیں اور ہر تکلیف مصیبت دنیا و آخرت میں تباہ کر دینے والی ہلاکت آفرین جان لیوا ... محبت حق کا نور۔ عطیۂ خداوندی سے زندگی۔

فیصلۂ الٰہی پر اعتراض اور اس پر رضامند نہ ہونا، کی تہمت۔ اللہ کے وعدہ پر شک۔ کینہ۔ دشمنی کی آگ۔ حسد۔ دل کی کھوٹ دنیوی فوقیت اور برتری کی طلب۔ تعریف و ثنا حاصل کرنے کی محبت۔ جاہ پسندی۔ دنیا کی جاہ پر رضامندی اور حیلہ قلبی۔ اللہ کے بندوں پر تکبر۔ غرور اور ناک چڑھانا جس کو بیان اللہ نے فرمایا ہے وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ۔ حد سے بڑھ کر غصہ۔ عصبیت اور کمینہ پن۔ سرداری کی خواہش۔ دشمنی۔ بغض۔ لالچ۔ بخل۔ کنجوسی۔ طمع خوف۔ اترانا۔ اکڑ۔ شیخی۔ دولتمندوں کی تعظیم۔ غریبوں کی تحقیر۔ فخر۔ غرور۔ دنیوی چیزوں میں حسد۔ حرص اور مقابلہ دکھاوٹ۔ شہرت۔ تعلّی کی وجہ سے حق سے روگردانی۔ بے فائدہ چیزوں پر غور۔ بے سود بکواس۔ لاف گزاف۔ دوسروں کے احوال کی جانچ اور اپنے حالات کی طرف سے غفلت۔ حالانکہ اپنی حالت کی نگہداشت عبادت ہے۔ بجز مالکیت اور [illegible] کے کام میں سستی۔ مخلوق کی تعظیم اور دینی معاملات میں مخلوق کے ساتھ نرمی در اصل زندگی۔ اپنے عمل پر اترانا۔ ناکردہ فعل پر تعریف کی خواہش۔ مخلوق کی عیب جوئی میں مشغول ہونا اور اپنے عیبوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لینا۔ اللہ کے احسان کو بھول جانا اور ہر نعمت کی نسبت اپنی ذات یا دوسری مخلوق کی طرف کرنا۔ (کیونکہ تمام مخلوق اللہ کے زیر حکم اور اس کی زیر دست (خود کچھ کسی کو کچھ نہیں دے سکتی) ظاہر پر نظر کو منحصر رکھنا۔ خوب [illegible] حدود پر غور کرنے سے اور بے سوچا کام کرنا۔ خوشی کو پسند کرنا اور غم سے نفرت کرنا۔ حالانکہ غم نہ ہونے سے دل کی ویرانی ہو جاتی ہے۔ اللہ کا ذکر دل سے نکل جاتا ہے۔ غم کی دوری سے علم کا نور بجھ جاتا ہے اور غم کی زیادتی سے رب کی قربت ضروری ہوتی ہے۔ اللہ سے دل کا لگاؤ ہو جاتا ہے۔ توجہ کے ساتھ گوش ہوش اس کا کلام سنتے ہیں۔ اور اس کے حکم کا فہم حاصل ہوتا ہے۔ تمام مخلوق سے بے نیازی ہو جاتی ہے دائمی سعادت اور دائمی نجات اور کامل جنت مل جاتی ہے۔

جب نفس کو ذلت پہنچتی ہے۔ تو نفس کی حمایت کے لئے تیرا باطن دفاعی جذبات سے ابھر جاتا ہے۔ حالانکہ نفس کی ذلت ہی نفس کی بد بختی کا علاج اور اس کی سعادت ہے۔ اس سے نفس کو داخلہ مل جاتا ہے۔ ان لوگوں کے گروہ میں جو اللہ کے دوست ہیں۔ برگزیدہ ہیں مخلص ہیں شہید ہیں۔ صلحائے حق ہیں۔ تقدیر خداوندی کے نکات کے شناسا ہیں اور دنیا کے جانشین ہیں۔ تیرے اندر کمزوری ہے حق تعالیٰ دین کی حمایت کے معاملہ میں۔ اللہ کے دین کے مددگاروں کی حمایت کے معاملہ میں اللہ کے ان اولیا کی حمایت کے معاملہ میں جو حجت حق پر قائم ہیں، مخلوق کو طاعت خدا کی طرف بلاتے ہیں۔ قوم گزشتہ کی فرماں برداری اور نافرمانی کی جزا سزا کا ذکر کر کے اللہ کے عذاب اور دوزخ سے لوگوں کو ڈراتے ہیں اور اللہ کی رحمت و جنت کی ترغیب دیتے ہیں۔ تو ظاہر میں اللہ کے اولیا کو اپنا بھائی قرار دیتا ہے (یعنی ان سے بھائی کی طرح محبت کا مدعی ہے، مگر باطن میں ان سے عداوت رکھتا ہے اور ان نیک مقدس لوگوں کی موافقت سے پہلو تہی کرتا ہے جن کے دل اللہ کی محبت سے شکستہ ہیں۔ جو رحمٰن کے ندیم ہیں جو سارے جہان سے منہ موڑ کر اللہ پر مطمئن بیٹھے ہیں اور وابستہ مسند رب کی، قدرت پر پابند اور اطاعت ہی پر مداومت کرنے والے ہیں۔ جو اللہ کے احسان کے منت کش اور دوستی کو [illegible]

ہیں جو مخصوص رحمن کے نام سے موسوم ہیں جو دنیا میں سختیوں کے انقلاب اور فتنوں سے اور قبروں میں برزخ کے خوف اور وہاں کی خرابی سے اور قیامت میں طول حساب اور وحشت سے باخوف ہیں جو دار بقا کے اندر جنت خوشی تازگی اور فرحت میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور وہاں ہر ساعت ہر لحہ اور ہر پل پر عمدہ اور لطیف نعمت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ تجھے دنیا میں جو مال و دولت دیا گیا مصائب سے آزاد کیا گیا اور تکلیف کی جگہ راحت دی گئی تو اس سے فریب خوردہ ہو گیا اور اس بخشش نفس اور نعمت کے چھین جانے سے بے خوف ہو بیٹھا جو تجھے پہلے دوسروں کو حاصل تھا اور ان سے منتقل ہو کر تیرے پاس آئی یہ چیزیں تو اگلے دور گزرے ہوئے لوگوں کو مثلاً فرعون یا نمرود شداد وغیرہ قیصر کسریٰ اور دوسرے شاہان ماضی اور گذشتہ فنا شدہ اقوام کو حاصل تھیں دنیا ان کے لئے بازیچہ بن گئی تھی آرزوؤں نے اُن کو فریب دے رکھا تھا اور شیطان نے اللہ کے متعلق اُن کو دھوکہ دیا تھا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ گیا اُن کے مرغوب اور جمع کردہ مال و دولت کو اُن سے جدا کر دیا گیا اور اُن چیزوں سے جو اُنکو دی گئی تھیں اُن کو الگ کر دیا گیا اور کاٹ دیا گیا۔ اُن کو بچھے ہوئے بستروں سے ہٹا دیا گیا اُونچی اور آراستہ کوٹھیوں سے اتار دیا گیا وہ عزت جس پر وہ قابض تھے اور وہ ملک جس پر اُن کا دعویٰ اور غرور تھا اُن سے چھین لیا گیا جو امانتیں اُن کے پاس رکھی گئی تھیں اور جن عاریتوں (مانگے کی عارضی چیزوں) کا اُن کو امین مقرر کیا گیا تھا اُن سب کا اُن سے مطالبہ کر لیا گیا اور اللہ کی طرف سے وہ حکم آ گیا جس کا اُن کو گمان بھی نہ تھا (یعنی حکم موت) اُن کی بد عملیاں اُن کے سامنے لائی گئیں اور دقیق اعمال کا سختی سے محاسبہ کیا گیا جن تنگ قیدخانوں کے اندر دنیا میں وہ دوسروں کو بند کرتے تھے اُن قیدخانوں سے بھی زیادہ تنگ قیدخانوں میں اُن کو بند کر دیا گیا اور جو سختی وہ دوسروں پر کرتے تھے اُس سے بھی زیادہ تشدد اُن پر کیا گیا اور جو عذاب وہ دوسروں کو دیتے تھے اور اُس سے بھی زیادہ سخت عذاب اُن کو دیا گیا۔ آگ میں اُن کو جلایا گیا ہاتھوں اور پاؤں کو زنجیروں سے جکڑ دیا گیا زقوم اور تھوہر کھانے کو دیا گیا پینے کو سخت گرم پانی پلایا گیا پھر پیپ اور زخموں کا دھوون پلایا گیا۔ کیا گذشتہ لوگوں کے احوال سے تجھے عبرت نہیں ہوتی کیا اُن [illegible] کے نتائج [illegible] تجھے نصیحت [illegible] نہیں ہوتی جنکو [illegible] سے [illegible] قید کر دیا گیا [illegible] اُن کی چھوڑی ہوئی چیزوں [illegible] بیٹھا ہے [illegible] اُن کے بنائے ہوئے [illegible] [illegible] سے اُن کو [illegible] کیونکہ اُن کی تعمیر [illegible] اُنھوں نے ظلم و ستم کئے تھے بہت لوگوں کا [illegible] بہت لوگوں کی [illegible] [illegible] [illegible] تجھے بہت سے شریف [illegible] ذلیل [illegible] بہت سی [illegible] [illegible] [illegible] تجھے بہت سے پُرعظمت [illegible] [illegible] نہ [illegible] بہت سے دل [illegible] نے اُن کے ظلم کی شکایت ہی اللہ کے سامنے وسط شب میں پکاریں۔

زاریاں اور نگین آوازیں اٹھائی تھیں تاکہ اللہ اُن کی مصیبتوں کو دُور کردے چونکہ اُنھوں نے یہی فریاد باخبر ہستی سے کی تھی اسلئے معزز مددگار نے اُن کی فریادوں کو سُنا اور اُس منصف عظیم المرتبہ بادشاہ کے سامنے جو ظالم تھیں اُن کے سر پہنچے خدا غالب حکیم نے جو اُن دلوں کی باتوں سے واقف اور اُن کی ہر چھپی کھلی چیزوں سے باخبر تھا اُن کی شکایت اور فریاد پر توجہ فرمائی اور قبول فرما کر جواب دیا میں ضرور ضرور تمہاری مدد کرونگا خواہ کچھ مدت کے بعد ہو غرض اُن ظالموں کو کٹی ہوئی کھیتی کی طرح کر دیا اب اُن کا نشان بھی نہیں رکھتا کسی قوم کو پانی میں ڈبو کر ہلاک کیا کسی کو زمین میں دھنسا کر کسی پر سنگباری کر کے کسی کو قتل کرا کے کسی کی صورتیں بگاڑ کے اور کسی کی باطنی حقیقت کو مسخ کر کے یعنی ٹھوس پتھروں کی طرح اُن کے دلوں کو سخت کر دیا اُن پر کفر کا ٹھپہ لگا دیا شرک رنگ اختیار اور سیاہی کی مہر لگا دی جسکی وجہ سے نہ اسلام اُن کے اندر داخل ہوا نہ ایمان ۔ آخر کچھ مُدت کے بعد سخت پکڑ اور جابرانہ گرفت فرمائی اور ایسے ہلاکت کدہ (دوزخ) میں اُن کو داخل کر دیا کہ جب بیرونی جلدیں پختہ ہو جاتی ہیں تو اللہ پہلی جلد کی جگہ دوسری جلد پیدا کر دیتا ہے اس طرح وہ ہمیشہ عذاب میں دہکتی آگ میں اور دردناک دُکھ میں رہینگے اور ایسا کھانا ملتا رہیگا جو حلق سے نیچے نہ اُتریگا جب تک زمین آسمان قائم ہیں ہمیشہ اُن کی یہی حالت رہیگی دوزخ کے اندر نہ وہ مرینگے نہ وہاں سے نکلینگے نہ اُن کی ہلاکت کی کوئی صبح ہے نہ تباہی کی انتہا دوزخ کے اندر اُن کی زندگی بہت ہی تنگ ہوگی کوئی راحت اُن کو نہ پہنچیگی نہ دم نکلیگا نہ جان امیدیں ٹوٹ جائینگی آرزو ختم ہو جائینگی دل حلق میں آکر پھیل جائینگے زبانیں گونگی ہو جائینگی اور اُن سے (منجانب خدا) کہا جائیگا دور ہو مجھ سے بات بھی نہ کرو ۔ اے مسکین تو اُن کے جیسے کام کرنے اور اُن کے طریقے اختیار کرنے سے پرہیز رکھ ایسا نہ ہو کہ اُن کے قدموں کے نشانوں پر چل کر بغیر توبہ کے تو مر جائے اور غفلت و فریب خوردگی کی حالت میں پکڑا جائے بغیر اس کے کہ اپنے نفس (کے بچاؤ) کے لئے کوئی عذر پیش کر سکے یا جواب تیار کر سکے اور زادِ راہ اور سامانِ سفر پہلے سے بھیجا ہو ۔ اور جیسا گذشتہ لوگوں پر عذاب نازل ہوا تجھ پر بھی ویسا ہی عذاب اور تباہی آجائے ۔

فصل

توبہ کی شرائط اور کیفیت کا بیان

توبہ کی تین شرطیں ہیں ۔ جو نافرمانی کر چکا ہے اُس پر پشیمانی رسول اللہ کے فرمان اَلندمُ توبۃٌ (پشیمانی توبہ ہے) کا یہی مطلب ہے صحت ندامت کی نشانی یہ ہے کہ دل میں رقت اور آنسوؤں کی کثرت ہو ۔ اسی لئے روایت میں آیا ہے کہ حضور اقدس ؐ نے فرمایا بہت زیادہ توبہ کرنے والوں کے ساتھ بیٹھا کرو اُن کے دل بہت نرم ہوتے ہیں ۔ ۲ ہر حالت میں ہر وقت گناہوں کو ترک کر دینا ۔ ۳ جب گناہ اور قصور کر چکے

آئندہ ویسے گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلینا۔ ابوبکر واسطی سے توبۃ النصوح کا معنی جب دریافت کیا گیا تو فرمایا گناہگار پر گناہ کا کوئی اندرونی بیرونی نشان باقی نہ رہے یہ توبۃ النصوح ہے خالص توبہ کرنے والا پرواہ نہیں کرتا کہ اس کی صبح شام کیسی گزرے گی اور کیسی گزری۔ پشیمانی پختہ ارادہ اور نفسہ پیدا کردیتی ہے پختہ ارادہ اس بات کا ہوتا ہے کہ جو گناہ پہلے کرچکا ہے دوبارہ اب نہیں کریگا کیونکہ پشیمانی سے اس کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اور اس کے رب کے درمیان گناہ حائل ہوجاتے ہیں محبوب دنیا اور بدانجامی سے محفوظ آخرت سے اس کو روکتے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ گناہ کرنے سے بندہ رزق کثیر سے محروم ہوجاتا ہے نیز زنا موجب افلاس ہے۔

ایک عارف کا قول ہے جب تم معاش کی تنگی اور بیکاری اور رزق کی دشواری اور حال میں ابتری دیکھو تو سمجھ لو کہ تم اپنے آقا کے حکم کے تارک ہو اور خواہش نفس کے پیچھے پڑے ہو اگر دیکھو کہ ظالموں کے ہاتھ اور زبانیں تم پر مسلط ہیں اور ستمکار تم کو جان مال اور اولاد کا کچھ دکھ دے رہے ہیں تو جان لو کہ تم ممنوعات کے مرتکب ہو حقوق (بندوں کے) ادا کرتے ہو مقررہ حدود سے آگے بڑھ رہے ہو اور قوانین کو توڑ رہے ہو اگر دیکھو کہ رنج غم در پے حزنوں کا دل میں اجتماع ہے تو سمجھو کہ تم اللہ کے قضا و قدر پر معترض ہو اللہ کے وعدہ کو جھوٹا جانتے ہو تم کو اس پر اعتماد نہیں جو تمہارے اور مخلوق کے متعلق وعدہ کرتا ہے۔ جب توبہ کرنیوالوں کو اپنے حال پر غور و خوض کرنے سے یہ بات معلوم ہوجاتی ہے تو وہ پشیمان ہوتے ہے پشیمانی کا یہ معنی ہے کہ محبوب کے ہاتھ نہ آنے سے اس کے دل کو دکھ ہوتا ہے اس لئے اس کا افسوس غم گریہ و بکاء و پریشانی سب بہت بڑھ جاتا ہے گناہ کی نحوست اس کو معلوم ہو چکی ہے۔ اس لئے پختہ ارادہ کرلیتا ہے کہ دوبارہ اب نہیں کریگا (وہ یہ بھی جانتا ہے کہ) گناہ زہر قاتل اور شیر شکاری اور آتش سوزان اور شمشیر بران سے زیادہ ضرر رساں ہے اور مومن کو ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جاسکتا پس وہ گناہوں سے ایسا ہی بھاگتا ہے جیسے مذکورہ بالا ضرر رساں ہلاکت آفرین چیزوں سے۔ گناہوں میں کامل ہلاکت ہے اور طاعت میں کامل بقا اور سلامتی اور دین دنیا کی سعادت۔ کاش گناہ پیدا ہی نہ ہوئے ہوتے اور ان کا وجود ہی نہ ہوتا کیونکہ کتنی ایک ساعت کی نفسانی خواہش نے طویل غم پیدا کردیا ہے اور نتیجہ میں زندگی تلخ کر دی ہے اور بہت سی عمر کو کھو دیا ہے، اور دوزخ میں ڈال کر بہت قوموں کو ہلاک کردیا ہے۔ توبہ سے جو مقصد پیدا ہوتا ہے اس سے وابستہ تدارک کا ارادہ۔ اس ارادہ و تدارک کا تعلق حال سے بھی ہے اور ماضی سے بھی حال سے تعلق کا اقتضا ہے کہ ان تمام ممنوعات کو ترک کردے جن کا مرتکب ہو رہا ہو اور جن کو کرنا چاہتا ہو اور جس فرض کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہے اس کو فوراً ادا کرے۔ ماضی کے متعلق کا یہ معنی ہے کہ زمانہ ماضی میں کوتاہی ہوگئی ہے اس کو مستقبل میں پورا کرے اور اطاعت اور ترک معصیت پر مرتے دم تک قائم رہے۔ صحت توبہ کا تعلق ماضی سے ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ جس دن وقت بلوغ تک تفصیلی طور سے گذشتہ عمر کے ہر سال ہر ماہ ہر دن ہر ساعت و ہر دم پر گہری تفتیش نظر کرے اور سوچے کہ میں نے کن طاعتوں میں نیا

زاریاں اور غمگین آوازیں اٹھائی تھیں تاکہ اللہ اُن کی مصیبتوں کو دُور کر دے چونکہ اُنہوں نے یہی فریاد باخبر ہستی سے کی تھی اسلئے معزز ملائکہ نے اُن کی فریادوں کو لیا اور اُس منصف عظیم المرتبہ بادشاہ کے سامنے جو ظالم تھیں اُن کے سر پہنچے خدا ارغالب حکیم نے جو اُن دلوں کی باتوں سے واقف اور اُن کی ہر چھپی کھلی چیزوں سے باخبر تھا اُن کی شکایت اور فریاد پر توجہ فرمائی اور قبول فرما کر جواب دیا میں ضرور ضرور تمہاری مدد کرونگا خواہ کچھ مدت کے بعد ہو غرض اُن ظالموں کو کٹی ہوئی کھیتی کی طرح کر دیا اب اُن کا نشان بھی نہیں رکھتا کسی قوم کو پانی میں ڈبو کر ہلاک کیا کسی کو زمین میں دھنسا کر کسی پر سنگباری کر کے کسی کو قتل کرا کے کسی کی صورتیں بگاڑ کے اور کسی کی باطنی صورت کو مسخ کر کے ایسی ٹھوس پتھروں کی طرح اُن کے دلوں کو سخت کر دیا اُن پر کفر کا ٹھپہ لگا دیا شرک رنگ پھٹکار اور سیاہی کی مہر لگا دی جسکی وجہ سے نہ اسلام اُن کے اندر داخل ہوا نہ ایمان۔ آخر کچھ مدت کے بعد سخت پکڑ اور جابرانہ گرفت فرمائی اور ایسے ہلاکت کدہ (دوزخ) میں اُن کو داخل کر دیا کہ جب بیرونی جلدیں پختہ ہو جاتی ہیں تو اللہ پہلی جلد کی جگہ دوسری جلد پیدا کر دیتا ہے اس طرح وہ ہمیشہ عذاب میں دہکتی آگ میں اور دردناک دُکھ میں رہینگے اور ایسا کھانا ملتا رہیگا جو حلق سے نیچے نہ اُتریگا جب تک زمین آسمان قائم ہیں ہمیشہ اُن کی یہی حالت رہیگی دوزخ کے اندر نہ وہ مرینگے نہ وہاں سے نکلینگے نہ اُن کی ہلاکت کی کوئی حد ہے نہ تباہی کی انتہا دوزخ کے اندر اُن کی زندگی بہت ہی تنگ ہوگی کوئی راحت اُن کو نہ پہنچیگی نہ دم نکلیگا نہ جان امیدیں ٹوٹ جائیںگی آرزو ختم ہو جائینگی دل حلق میں آکر پھیل جائینگے زبانیں گونگی ہو جائینگی اور اُن سے (منجانب خدا) کہ جائیگا دور ہو مجھے بات بھی نہ کرو۔ اے مسکین تو اُن کے جیسے کام کرنے اور اُن کے طریقے اختیار کرنے سے پرہیز رکھ لیکن ایسا ہو کہ اُن کے قدموں کے نشانوں پر چل کر بغیر توبہ کے تو مر جائے اور غفلت و فریب خوردگی کی حالت میں پکڑ جائے بغیر اس کے کہ اپنے نفس (کے بچاؤ) کے لئے کوئی عذر پیش کر سکے یا جواب تیار کر سکے اور زاد راہ اور سامان سفر پہلے سے بھیجا ہو۔ اور جیسا گذشتہ لوگوں پر عذاب نازل ہوا تجھ پر بھی ویسا ہی عذاب اور تباہی آجائے۔

فصل

توبہ کی شرائط اور کیفیت کا بیان

توبہ کی تین شرطیں ہیں جنکو بیان کر چکا ہے اول پشیمانی رسول اللہ کے فرمان الندم توبۃ (پشیمانی توبہ ہے) کا یہی مطلب ہے صحت ندامت کی نشانی یہ ہے کہ دل میں رقت اور آنسوؤں کی کثرت ہو۔ اسی لئے روایت میں آیا ہے کہ حضور اقدس نے فرمایا بہت زیادہ توبہ کرنے والوں کے ساتھ بیٹھا کرو اُن کے دل بہت نرم ہوتے ہیں دوسرے ہر حالت میں ہر وقت گناہوں کو ترک کر دینا۔ تیسرے جیسے گناہ اور قصور کر چکے

آئندہ ویسے گناہ نہ کرنیکا پختہ ارادہ کرلینا۔ ابوبکر واسطی سے توبۃ النصوح کا معنی جب دریافت کیا گیا تو فرمایا گناہگار پر
گناہ کوئی اندرونی بیرونی نشان باقی نہ رہے یہ توبۃ النصوح ہے خالص توبہ کرنے والا پرواہ نہیں کرتا کہ اس کی صبح
شام کیسی گزرے گی وہ کیسی گزری۔ پشیمانی پختہ ارادہ اور قصد پیدا کردیتی ہے پختہ ارادہ اس بات کا ہوتا ہے کہ جو گناہ
پہلے کرچکا ہے دوبارہ اب نہیں کریگا کیونکہ پشیمانی سے اس کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اور اس کے رب کے درمیان
گناہ حائل ہوجاتے ہیں محبوب دنیا اور بدبختی سے محفوظ آخرت سے اس کو روکتے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ گناہ
کرنے سے بندہ رزق کثیر سے محروم ہوجاتا ہے نیز زنا موجب افلاس ہے ۔

ایک عارف کا قول ہے جب تم معاش کی تنگی اور بکثرت اور رزق کی دشواری اور حال میں ابتری دیکھو تو سمجھ لو
کہ تم اپنے آقا کے حکم کے تارک ہو اور خواہش نفس کے پیچھے پڑے ہو اگر دیکھو کہ ظالموں کے ہاتھ اور زبانیں تم پر مسلط
ہیں اور ستمگار تم کو جانی مالی اور اولاد کا کچھ دکھ دے رہے ہیں تو جان لو کہ تم ممنوعات کے مرتکب ہو حقوق (بندوں کے)
ادا نہیں کرتے ہو حدود سے آگے بڑھ رہے ہو اور توہین کو توڑ رہے ہو اگر دیکھو کہ رنج و غم درپے ہیں اور دل میں جزع
ہے تو سمجھو کہ تم اپنے قضا و قدر پر معترض ہو اللہ کے وعدہ کو جھوٹا جانتے ہو تم کو اس پر اعتماد نہیں جو تمہارے اور
مخلوق کے متعلق وہ کرتا ہے۔ جب توبہ کرنیوالوں کو اپنے حال پر غور و خوض کرنے سے یہ بات معلوم ہوجاتی تو وہ پشیمان
ہوتے ہیں پشیمانی کا یہ معنی ہے کہ محبوب کے ہاتھ نہ آنے سے اس کے دل کو دکھ ہوتا ہے اس لیے اس کا افسوس غم گریہ
و بکا اور پریشانی سب بہت بڑھ جاتا ہے گناہ کی نحوست اس کو معلوم ہوچکی ہے۔ اس لئے پختہ ارادہ کرلیتا ہے کہ
دوبارہ اب نہیں کریگا وہ یہ بھی جانتا ہے کہ گناہ زہر قاتل اور شیر شکاری اور آتش سوزاں اور شمشیر برّاں سے زیادہ
ضرر رساں ہے اور مومن کو ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جاسکتا پس وہ گناہوں سے ایسا ہی بھاگتا ہے جیسے
مذکورہ بالا ضرر رساں ہلاکت آفرین چیزوں سے۔ گناہوں میں کامل ہلاکت ہے اور طاعت میں کامل بقاء دوامی
دین و دنیا کی سعادت۔ کاش گناہ پیدا ہی نہ ہوئے ہوتے اور ان کا وجود ہی نہ ہوتا کیونکہ کتنی ایک ساعت کی نفسانی
خواہش نے طویل غم پیدا کردیا ہے اور نتیجہ میں رنج مرتے دم تک رہتی ہے اور بہتوں کو کر دیا ہے اور دوزخ میں ڈال۔
بہت قوموں کو ہلاک کردیا ہے۔ توبہ سے جو مقصد پیدا ہوتا ہے اس سے [illegible] ارادہ کا
تعلق حال سے بھی ہے اور ماضی سے بھی حال سے تعلق کا تقاضا ہے کہ ان تمام ممنوعات کو ترک کردے جس کا مرتکب
ہو رہا ہو اور جن کو کرنا چاہتا ہو اور جس فرض کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہے اس کو فوراً ادا کرے۔ ماضی کے متعلق کا یہ
معنی ہے کہ زمانہ ماضی میں کوتاہی ہوگئی ہے اس کو مستقبل میں پورا کرے اور طاعت اور ترک معصیت پر مرتے دم
تک قائم رہے۔ صحت توبہ کا تعلق ماضی سے ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ دنیا میں وقت بلوغ تک تفصیلی عمر
گذشتہ کے ہر سال ہر ماہ ہر دن ہر ساعت اور ہر دم پر گہری تفتیش نظر کرے اور سوچے کہ میں نے کن طاعتوں میں کیا

کیے گئے وہ بیان کی ہیں اور کن کن گناہوں کا ارتکاب کیا ہے اگر نمازیں کوئی قصور کیا ہے مثلاً نماز پڑھی ہی نہیں یا بغیر
شرائط کے یا بغیر ارکان کے پڑھی ہے مثلاً بلا وضو پڑھی یا ناقص وضو سے پڑھی کوئی شرط ترک کردی یعنی نیت نہیں کی
یا بعض واجبات چھوڑ دیئے مثلاً کلی کرنا ناک میں پانی ڈالنا چہرہ وغیرہ دھونا چھوٹ گیا یا ناپاک کپڑوں سے یا ریشم کے
کپڑوں سے یا کسی سے چھینے ہوئے کپڑوں سے یا چھینی ہوئی زمین پر پڑھی تو ان سب صورتوں میں ابتدائے جوانی سے
لے کر وقت توبہ تک کی تمام نمازوں کی قضا پڑھے پہلے فرض نماز لوٹانے کا شغل جاری رکھے۔ اگر قضا نمازوں کے
دوران میں جماعت کی نماز تیار ہو تو اس کے ساتھ بھی بنیت قضا شریک ہو جائے اور جماعت کے بعد پر حسب معمول
تنہا لوٹاتا رہے یہاں تک کہ جب اس وقت کی نماز کا وقت تنگ ہونے لگے تو وقتی نماز تنہا بنیت ادا پڑھے اور
امام کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز کو فوت شدہ نماز کی قضا قرار دے کیونکہ ہمارے نزدیک ترتیب قضا واجب ہے اس
لئے احتیاطاً ترتیب قضا حاصل کرنے کی کوشش کرے لیکن اگر امام کے ساتھ وقتی نماز بنیت ادا پڑھ لی ہو تو اس کی
اجازت ہے دوبارہ وقتی نماز تنہا لوٹانے کی ضرورت نہیں مگر زیادہ صحیح پہلی صورت ہے لیکن اگر امر کا شمول ان لوگوں
میں ہو جن کے متعلق آیت میں آیا ہے وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَن
يَتُوبَ عَلَيْهِمْ۔ یعنی وہ لوگ ہیں جو اپنے گناہوں کے معترف ہیں اور اُن کے نیک عمل برے کاموں کے ساتھ
ملے ہوئے ہیں امید ہے کہ اللہ ان پر رحم فرمائے یعنی اگر اس کی حالت ایسی ہو کہ جب ایمانی غلبہ ہوتا ہے تو بیشک کبھی
نماز پڑھتا ہے روزے رکھتا ہے بعض سنتوں سے بچتا ہے شرعی محرمات سے پرہیز رکھتا ہے۔ اور دینی احتیاط رکھتا
ہے اور جب بدبختی کا زور ہوتا ہے اور شیطان اس کو بہکا دیتا ہے تو نمازیں کوتاہی کرتا ہے۔ نماز کی شرائط ارکان اور
واجبات کو ادا کرنے میں سستی کرتا ہے بعض کو ادا کرتا ہے بعض کو چھوڑ دیتا ہے یا کبھی روز پڑھتا ہے کسی روز نہیں
پڑھتا یا کوئی نماز پڑھتا ہے اور کوئی ناغہ کرتا ہے غرض صاحب ترتیب نہیں رہتا اور یہ بھی یقینی طور پر یاد نہیں ہوتی
کہ کونسی نماز پڑھی اور کونسی نہیں پڑھی اور کونسی مع شرائط و ارکان پڑھی اور کونسی ناقص۔ تو ایسی صورت میں یاد کرنے
کی کوشش کرے اور سوچے کہ کس نماز کو مکمل طور پر پورا پورا شرعی اجازت سے ادا کیا تھا اور کس کو
اس کے خلاف جس نماز کے کامل ادا کرنے کا یقین ہو اس کو دوبارہ نہ لوٹائے باقی نمازوں کو لوٹائے لیکن اگر دل
درجۂ بہتر کا خواہشمند ہے تو اگرچہ اس میں دشواری زیادہ ہے مگر ہے اس میں احتیاط کہ سب نمازیں لوٹائے یہی اس
کے لئے بہتر ہے اس میں فوت شدہ نمازوں کا تدارک ہو جائیگا جو کوتاہی دوسرے ادا کی تکمیل میں ہوئی ہوگی اس کی
درستی ہو جائیگی (یعنی تمام نمازوں کو اگر لوٹائے گا باوجودیکہ بعض نمازیں فوت نہیں ہوئیں اور پوری پوری ادا ہوئیں
تو یہ نمازیں ان احکام میں کوتاہی کا کفارہ بن جائینگی جو اس سے ہو گئی ہوگی) مثلاً کبھی جھوٹ بولا تھا یا ناجائز طور پر نظر کی
تھی تو ان گناہوں کا کفارہ ان نمازوں سے ہو جائیگا) اور جنت کے اندر مراتب میں اضافہ ہو جائے گا بشرطیکہ

توبہ کی حالت میں اسلام اور سنت رسول اللہ پر قائم رہتے ہوئے مرجائے۔ جب تمام فوت شدہ فرائض کو لوٹانے سے
فارغ ہو جائے اور زندہ رہے اور بہت زندگانی عطا فرمائے اور اپنی خدمت کی توفیق عنایت کرے اور اپنی اطاعت
کے لئے پسند کرے اور قائم رکھے اور اپنے چاہنے والوں کی خدمت میں اس کو داخل کردے اور گمراہی سے نکال دے
اور شیطان کی رفاقت پیروی اور خواہش نفس کے ارتکاب اور لذت ہوا و ہوس سے اس کو رہا کردے دنیا کی طرف اس
کی پشت پھیر دے اور آخرت کی طرف رخ کردے تو اب مؤکدہ سنتوں کو لوٹانے اور فوت شدہ متعلقات نماز کو قضا
کرنے میں مشغول ہو اور وہی طریقہ اختیار کرے جو فوت شدہ فرائض کے سلسلہ میں ہم نے بیان کیا ہے اس کے بعد
تہجد نماز شب اور ان وظائف کو پڑھنے کی کوشش کرے جن کا تذکرہ کتاب کے آخر میں انشاء اللہ آئے گا۔ رہا روزہ
تو یہ ہے کہ اگر سفر یا بیماری کی وجہ سے روزہ چھوڑ دیا ہو یا قصداً نہ رکھا ہو یا رات سے قصداً یا سہواً نیت کئے بغیر روزہ
رکھا ہو تو ایسے سب روزوں کو دوبارہ رکھے لیکن اگر کچھ یقینی یاد نہ ہو تو سوچے غور کرے جس کے چھوٹ جانے کا غالب
گمان ہو اس کو دوبارہ رکھے باقی کو نہ رکھے مگر زیادہ احتیاط اور بہتری اس میں ہے کہ سب کو دوبارہ رکھے اور وقت
بلوغ سے وقت توبہ تک تمام روزوں کو شمار کرے اگر دس سال گزرے ہوں تو دس ماہ کے اور بارہ سال گزرے
ہوں تو ایک سال کے عوض ہر سال میں ایک ماہ کے روزے لوٹائے۔ ادائیگی زکوٰۃ کا حساب وقت بلوغ سے نہیں
لگایا جائیگا کیونکہ ہمارے نزدیک نابالغ بچے اور دیوانہ کے مال پر بھی زکوٰۃ واجب ہے بلکہ جب سے مال کا مالک ہوا
ہے اس وقت سے تمام مال اور کل سالوں کا حساب کرے اور تمام سالوں کی زکوٰۃ نکال کر غریبوں اور مسکینوں کو یعنی
حقداروں کو دیدے اگر بعض سالوں کی زکوٰۃ دیدی ہو اور بعض سالوں کی ادائیگی میں سستی کی ہو تو جن سالوں کی نہ دی ہو ان
کا حساب کرکے دیدے اور جن سالوں کی ادا کردی ہو ان کی نہ دے جیسا کہ نماز روزہ کے سلسلہ میں بیان کردیا گیا
ہے۔ حج کی تمام شرطیں موجود ہوں تو جلدی کرنی اور فوراً حج کا ارادہ کرلینا واجب ہے سستی اور کوتاہی میں اگر کچھ
مدت گزر گئی اور حج کی بعض شرطیں مفقود ہو گئیں اور محتاجی آگئی اور کچھ مدت کے بعد پھر استطاعت حج ہو گئی تو
اس وقت فوراً ادا کرنا اور نکل کھڑا ہونا واجب ہے اگر دوبارہ مالی استطاعت نہ ہوئی ہو مگر حج کو جانے کی
طاقت ہو تب بھی نکل کھڑا ہونا واجب ہے لیکن بغیر مال کے اگر جانے کی طاقت نہ ہو تو زاد راہ اور سواری
کے لئے حلال کمائی کرے اور کمائی نہ کر سکے تو لوگوں سے مانگے کہ زکوٰۃ خیرات کا مال مل جائے اور حج کر سکے
کیونکہ آیت میں صدقہ کے مستحقین کی جو آٹھ قسمیں بیان کی ہیں ان میں فی سبیل اللہ کی بھی ایک قسم ہے اور
ہمارے نزدیک حج فی سبیل اللہ کی قسم میں داخل ہے اگر حج کئے بغیر مرجائے گا تو گنہگار اور عاصی رہے گا۔
کیونکہ حج ادا نہ کرنے میں اس کا قصور ہے ہمارے نزدیک (صاحب استطاعت ہونے کے بعد) فوراً حج کرلینا
واجب ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے جس شخص کو مکہ کا خرچ اور کعبہ تک پہنچانے کے لئے سواری مل جائے

اور وہ حج نہ کرے تو اُس پر کوئی افسوس نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر یا جس مذہب پر چاہے حدیث
کے دوسرے الفاظ میں آیا ہے جو شخص بغیر حج کئے مر گیا (اور استطاعت حج رکھتا تھا) تو جیسے چاہے مرے یہودی
ہو کر یا عیسائی ہو کر۔ یہ سب کچھ حج کے حکم کی تاکید اور تحفظ حج کی احتیاط اور حج کو ضائع کرنے کے اندیشہ کے طور
پر فرمایا۔ اگر کسی پر کفارہ یا نذر واجب ہو تو اُس کو اپنے اوپر سے اتارنا لازم ہے اور گذشتہ بیان کے بموجب اجتناب
ضروری ہے گناہ کان سے تعلق رکھنے والے ہوں یا آنکھ سے زبان سے یا ہاتھ پاؤں شرمگاہ اور دوسرے اعضاء
بدن سے یہ حال آغاز بلوغ سے وقت توبہ تک سب پر تفصیلی نظر ڈالنی اور تمام ایام و ساعات پر غور کرنا اور کل
گناہوں کا رجسٹر ہو کر اپنے دل کے سامنے لانا ضروری ہے تاکہ چھوٹے بڑے سب گناہوں کا علم ہو جائے گناہوں
کی یاد اُن لوگوں کو دیکھنے سے بھی ہوتی ہے جو گناہوں کے ساتھی اور شریک تھے اور اُس جگہ اور مقام کو دیکھنے سے
بھی ہوتی ہے جہاں اپنے خیال میں لوگوں کی آنکھوں سے چھپ کر گناہ کئے تھے۔ اور اُن آنکھوں سے بھی (بزعم خود)
چھپ کر کئے تھے جو کبھی خواب آلود نہیں ہوتیں اور پل بھر کے لئے نہیں جھپکتیں وہ کراماً کاتبین کی آنکھیں ہیں
جو تمہارے تمام اعمال سے واقف ہیں آدمی جو لفظ بولتا ہے اُس کا پہرہ دار موجود رہتا ہے (اور لکھ لیتا ہے) بدنصیب
بےغیرت پہرہ داروں سے چھپ کر گناہ کرتا ہے جو ہر گھڑی اس کے آگے پیچھے رہتے ہیں اور علم الٰہی اُن کی نگرانی
رکھتے ہیں اور ہر فعل اور سانس کا شمار کرتے رہتے ہیں اُس خدا سے چھپ کر گناہ کرتا ہے جو ہر راز اور پوشیدہ ترین بات
کو بھی جانتا ہے جس کو دلوں کے اندر کی باتیں معلوم ہیں اور تمام ظاہر باطن سے باخبر ہے۔ اپنے گناہوں پر غور کرنا چاہیے
کہ کتنی اللہ کی نافرمانیاں ہوئی ہیں اور بندوں کے حقوق سے اُن کا کوئی تعلق نہ ہو جیسے زنا شراب خواری راگ سننا محرم
کو دیکھنا جنابت کی حالت میں مسجد میں بیٹھنا بے وضو قرآن مجید کا چھونا کوئی برا عقیدہ رکھنا تو اُن کی توبہ اس طرح ہوگی کہ
اُن پر ندامت و افسوس کرے اللہ کے سامنے جرم کا اعتراف کرے گناہوں کی کثرت اور طول مدت کا حساب کرے
اور ہر گناہ کے برابر اُسی جیسی ایک نیکی کرے جتنے گناہ کئے ہوں اتنی ہی نیکیاں کرے ہر نیکی بہ تعلیم اس آیت سے
ساتھ اس بیان کے اللہ فرماتا ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔ اور اس
حدیث سے جس میں حضور نے فرمایا ہے اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُ كُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا جہاں کہیں ہو اللہ سے
ڈرتے رہو اور برائی کے پیچھے نیکی کر دو یہ نیکی اُس برائی کو مٹا دے گی۔ جس برائی کے ہم شکل اور قریب الجنس جو نیکی ہو
وہ اس برائی کا کفارہ ہو جاتی ہے۔ اسی سے اُس کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً شراب پینے کا کفارہ یہ ہے کہ کوئی پسند
حلال شربت جو اپنے دل کو سب سے زیادہ مرغوب اور پسند ہو خیرات کرے۔ راگ گانا سننے کا کفارہ یہ ہے
قرآن مجید رسول اللہ کی احادیث اور بزرگوں کی حکایتیں سنے۔ جنابت کی حالت میں مسجد کے اندر بیٹھنے کا کفارہ
ہے مسجد میں اعتکاف کرنا اور عبادت کی حالت میں زیادہ مشغول رہنا۔ بے وضو قرآن مجید کو چھونے کا کفارہ

نہ ہو تو قاتل اپنے پاس سے دیت ادا کر دے یہ مسلک امام شافعی کا ہے اس قول کی وجہ یہ ہے کہ دیت کا بنیادی
وجوب قاتل پر ہی ہوتا ہے قاتل کا بوجھ ہلکا کرنے اور اس کی امداد ہمدردی کرنے کے لئے بطور تبرع عاقلہ اُس کی
طرف سے برداشت کرتی ہے کیونکہ عاقلہ والوں میں اور قاتل میں باہم توارث ہوتا ہے جب عاقلہ نہیں تو قاتل پر
ادائیگی لازم ہے خصوصاً جبکہ توبہ حقوق انسانی سے آزادی اور پرہیزگاری کی ضرورت پر موقوف ہے۔ قتل عمد سے
خلاصی بغیر قصاص دیئے نہیں ہوسکتی۔ یہی حکم اُس ضرب کا ہے جو ایسے مقام پر لگائی گئی ہو کہ اُس کا عموماً ہر ممکن
ہو مگر قتل نہ ہوا ہو۔ قتل کی صورت میں وارث سے گفتگو کی جائیگی۔ اور ضرب کی صورت میں مضروب سے اگر وہ خوشی
بخوشی خاطر سزا کو ساقط کر دیگا اور معاف کر دیگا تو سزا ساقط ہو جائے گی۔ اور مال لے کر معاف کریگا تو مال لے
کر معافی ہوگی اگر کسی کو قتل کر دیا اور قاتل کی شناخت نہ ہوئی تو قاتل پر لازم ہے کہ مقتول کے وارث کے سامنے
قتل کا اقرار کرے اور اپنی جان کا اختیار اُس کو دیدے۔ خواہ وہ معاف کر دے یا قصاص لے یا دیت لے لے
اخفاء قتل جائز نہیں کیونکہ جرم قتل صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتا۔ اگر کسی نے ایک جماعت کو مختلف اوقات
میں اور مختلف مقامات پر قتل کیا ہو اور مقتولین کے وارث معلوم نہ ہوں نہ مقتولین کی تعداد کا علم ہو تو صحیح توبہ کرے
کردار کو خوب درست کرے۔ اور اللہ کی قائم کردہ سزا اپنے جان پر خود لگائے یعنی طرح طرح سے نفس کی جہاد کرے اور
اپنی جان کو دکھ دے اور جو شخص اس پر ظلم کرے یا ایذا دے تو اُس کو معاف کر دے اور بردے آزاد کرے اور راہ
خدا میں مال خیرات کرے اور نوافل بکثرت پڑھے تاکہ ان تمام نیک اعمال کا ثواب مقتولین کی روحوں کو قیامت کے دن
تقسیم کر دیا جائے اور خود وہ بھی اللہ کی رحمت سے عذاب سے محفوظ رہے کیونکہ اللہ ارحم الراحمین ہے اُس کی رحمت
ہر چیز کو اپنے اندر سمائے ہوئے ہے۔ اس وقت گذشتہ قتل ضرب اور رہزنی کے واقعات کا تذکرہ بے سود ہے کیونکہ جب
اہل استحقاق کا پتہ نہیں کہ اُن کو اُن کے حقوق دے کر گلو خلاصی کرائے تو سوائے مشاغل مذکورہ بیں نیک کے اور کوئی
چارہ نہیں۔ اسی طرح اگر زنا کی یا شراب پی یا چوری کی اور [illegible] معلوم نہیں [illegible]
[illegible] نہیں یا جماع کے علاوہ کسی اجنبی عورت سے کوئی [illegible]
ان تمام جرائم سے توبہ صحیح ہونا اس بات پر موقوف نہیں کہ گذشتہ واقعات کا تذکرہ [illegible] اور
فاش کرے اور خلیفہ یا حاکم سے جا کر شرعی سزا دینے کا مطالبہ کرے بلکہ اللہ کے ڈالے ہوئے پردہ میں چھپا رہے اور
اندرونی طور پر اللہ سے توبہ کرے اور طرح طرح سے نفسانی جہاد کرے روزے رکھے مباح چیزوں اور جائز لذتوں میں
کمی کرے راتوں کو نمازیں پڑھے قرآن مجید کی تلاوت کرے اللہ کی پاکی کا اقرار بکثرت کرے اور اللہ سے ڈرتا رہے۔
رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر ان گندگیوں میں سے کسی چیز کا کوئی ارتکاب کرے تو اللہ کے ڈالے ہوئے پردہ
میں چھپا رہے اور اپنا منہ ہم کو نہ دکھائے جو ہم کو اپنا منہ دکھائیگا (یعنی ہمارے سامنے اقرار کریگا) تو ہم اُس پر

کی نائی ہوئی سزائیں جاری کرینگے ۔ ہمارے بیان کے خلاف اگر کوئی شخص حاکم کے پاس جاکر اپنا جرم پیش کر دے گا ۔ اور
حاکم ان کے مقررہ سزا دیگا تو سزا بجائے خود ٹھیک ہو گی اور اس جرم کی توبہ صحیح اور مقبول ہو جائیگی اور گناہ کی
ذمہ داری سے نجات پا جائیگا اور جرم کی آلودگی سے پاک ہو جائیگا ۔

مالی حقوق ۔ اگر کوئی کسی کا مال لے لے (خواہ) چھین کر یا چوری کر کے یا رہزنی کر کے یا کسی امانت یا عاریت
کی چیز میں خیانت کر کے یا معاملات میں کسی قسم کا دھوکہ دے کر مثلاً کھوٹا سکہ چلا کر یا فروخت کردہ مال کا عیب
پوشیدہ رکھکر بیچنے سے یا مزدور کی مزدوری کم کر کے یا مزدوری بالکل روک کر ان سب صورتوں پر حسابی نظر
ڈالنا چاہیے مگر آغاز جوانی سے نہیں بلکہ بالغ عاقل اور تمیز دار ہونے کے بعد جب سے پرایا مال لیا ہو اُس
وقت سے ۔ یا بالغ ہونے سے پہلے ہی سے جبکہ یہ وصی کی زیر نگرانی تھا اور وصی نے اُسکے مال کو اپنے مال کے
کے ساتھ مخلوط کر لیا تھا اور دینی سستی کی وجہ سے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی کیونکہ وہ خود حق تلفی کرنے
وال اور مذہب کی خلاف ورزی کرنیوالا تھا اس لئے وصی کا حرام مال لڑکے کے مال سے مخلوط ہو گیا کچھ تو لڑکے
کے مخلوط کرنے سے اور کچھ وصی کے ظلم کی وجہ سے بہرحال بالغ ہونے کے بعد جب یہ لڑکا تائب ہو تو اس کو
تفتیشی نظر ڈالنی اور ہر حقدار کو اُس کا حق پہنچانا اور اپنے مال کو شبہات سے پاک کر لینا چاہیے ۔ ارتکاب جرم
سے لے کر روز توبہ تک پائی پائی اور ذرہ ذرہ کا دل میں حساب لگانا چاہیے ایسا نہ ہو کہ بلا حساب کئے غفلت
کی حالت میں موت آجائے اور دھوکہ میں اُس کی قیامت ہو جائے کہ نہ ثواب کما سکا ہو نہ اعمال نامہ
پاک کر سکا ہو اور بازپرس کے وقت کوئی جواب نہ بن آئے اُس وقت پشیمان ہوگا مگر پشیمانی بے سود ہوگی رضامندی
حاصل کرنا چاہیگا مگر عتاب دُور نہ ہوگا مہلت مانگیگا مگر نہیں دی جائیگی سفارشی ڈھونڈے گا مگر کوئی سفارش
نہیں کریگا ۔ یہ تمام نتائج بد اُس وقت ہونگے جب زندگی کی حالت میں حدود شرعیہ سے باہر قدم رکھیگا بیداری اور
ہوشمندی کی حالت میں احکام الہیہ کی خلاف ورزی کریگا امور معاش کی تو خوب نگرانی رکھیگا اور مرغوبات
ولذات کو حاصل کرنے کے لئے اپنی خواہش نفس اور شیطان کی پیروی کریگا (لیکن) رب کی اطاعت اور اُس کی
بارگاہ سے مُنہ موڑ لیگا دعوت حق کو قبول کرنے سے پیچھے ہٹے گا اور نافرمانی و خلاف ورزی کی طرف تیزی سے بڑھیگا
اس لئے قیامت کے دن اُس کا حساب لمبا ہوگا فریاد و گریہ کثیر ہوگا کمر ٹوٹ جائیگی سر جھکا ہوگا بڑی شرمندگی
ہوگی بے حجت اور دلیل منقطع ہو جائے گی تمام نیکیاں لے لی جائینگی گناہ بڑھ جائینگے (زندگی کی) تجارت میں گھاٹا
ہو جائیگا افلاس سامنے آجائیگا اللہ کی ناراضگی اور پکڑ سخت ہو جائیگی دوزخ کے فرشتے پکڑ کر اُس عذاب کی طرف
لے جائینگے جو اپنے لئے اُس نے خود پہلے سے ہی تیار کر دیا ہوگا اور خود ہی اپنے نفس کو ہلاک کرنے اور دوزخ
میں داخل کرنے کا موجب ہوگا آخر قارون فرعون اور ہامان کے ساتھ دوزخ کے اندر برابر ہو جائیگا کیونکہ حقوق عباد

کی طرف سے نہ چشم پوشی کی جائیگی۔ نہ ان کو چھوڑا جائیگا۔ حدیث میں آیا ہے کہ بندہ کو اللہ کے سامنے کھڑا کیا جائیگا اور اُس کی نیکیاں ہونگی کہ اگر اُس کے لئے بچ جائیں تو وہ جنتی ہو جائے مگر حقوق کا مطالبہ کرنیوالے کھڑے ہونگے کسی کو گالی دی ہوگی کسی کا مال لیا ہوگا۔ کسی کو مارا ہوگا پس ان حقوق کے عوض اُس کی نیکیاں دیدی جائیں گی اور اس کے پاس کچھ نہیں رہیگا فرشتے عرض کرینگے پروردگار اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں اور حقوق کے طلبگار بہت باقی ہیں اللہ فرمائیگا اُن کے گناہ اُس کے اپنے گناہوں کے ساتھ ملا کر اُس پر ڈالدو اور دھکے دیکر دوزخ کو بھیجدو غرض وہ دوسروں کے گناہوں کی وجہ سے جو بطور معاوضہ اُس پر ڈالے جائینگے تباہ ہو جائیگا۔ اسی طرح مظلوم ظالم کی نیکیوں کے سبب نجات پا جائیگا کیونکہ ظلم کے بدلہ میں ظالم کی طرف سے اُسکو ملی جائینگی حضرت عائشہؓ کی روایت ہے رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اعمال کے تین دفتر ہیں ایک دفتر کا لکھا اللہ معاف کر دیگا ایک دفتر کا لکھا معاف نہیں فرمائیگا اور ایک دفتر کا لکھا کچھ بھی بغیر بدلہ کے نہیں رہیگا جس دفتر کا لکھا اللہ معاف نہیں کریگا وہ شرک ہے اللہ نے فرمایا ہے انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ ماواہ النار۔ وہ جو شخص اللہ کا شریک قرار دیگا اللہ نے اُس کے لئے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور جس دفتر کا لکھا اللہ معاف کر دیگا وہ اللہ کی حق تلفی ہے اور جس دفتر کا لکھا کچھ بھی بغیر معاوضہ لئے دیئے نہیں رہیگا۔ وہ بندوں کی باہم حق تلفیاں ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا جانتے ہو قیامت کے دن میری امت میں سے مفلس کون ہوگا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہﷺ ہم میں مفلس وہی ہوتا ہے جسکے پاس روپیہ اور سامان نہ ہو فرمایا۔ میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہوگا جو قیامت کے دن آئیگا تو نماز اور روزہ کے ساتھ آئیگا لیکن کسی کو گالی دی ہوگی کسی پر تہمت لگائی ہوگی کسی کا مال کھایا ہوگا کسی کا خون بہایا ہوگا کسی کو مارا ہوگا۔ پس ایک مظلوم کو بدلہ میں اُس کی کچھ نیکیاں دیدی جائینگی اور دوسرے مظلوم کو بدلہ میں کچھ نیکیاں دیدی جائینگی اور جب اُس کی نیکیاں ختم ہو جائینگی تو مظلوموں کے گناہ لیکر اُس پر ڈالدیئے جائینگے اور دوزخ میں اُس کو پھینک دیا جائیگا۔ پس گنہگار پر لازم ہے کہ توبہ کرنے میں جلدی کرے حضرت ابن عباس کی روایت ہے رسول اللہ نے فرمایا تاخیر کرنیوالے تباہ ہو گئے جو کہتے ہیں کہ کچھ مدت کے بعد ہم توبہ کر لینگے بل یرید الانسان لیفجر امامہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس کا قول مروی ہے کہ آدمی گناہوں کو آگے بھیجدیتا ہے اور توبہ کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے اور کہتا ہے میں عنقریب توبہ کرلونگا یہانتک کہ موت آجاتی ہے اور بدترین حالت میں آتی ہے۔ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا تھا پیارے بیٹے توبہ کر کل پر نہ ٹالنا کیونکہ موت ناگہاں آجائیگی۔ پس ہر شخص پر صبح شام توبہ کرنا لازم ہے مجاہد نے فرمایا جو شخص صبح شام توبہ نہ کرے وہ ظالموں میں سے ہے۔ توبہ دو طرح کی ہیں عام حقوق عباد سے تعلق رکھنے والی اس کا بیان ہو چکا ہے حقوق الٰہی سے تعلق رکھنے والی اس توبہ کی شکل یہ ہے کہ زبان سے سب

مغفرت کرے دل سے پشیمان ہو اور عہد کرے کہ آئندہ ایسا نہ کریگا۔ ہم اس کی طرف پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔ صورت
اوّل میں توبہ کرنیوالا انتہائی کوشش کرے اور اپنی پوری طاقت نیکیاں زیادہ کرنے میں صرف کر دے تاکہ قیامت
کے دن اُس سے بدلہ لیا جائے اور اُس کی نیکیاں لے کر مظلوموں کی میزان میں رکھدی جائیں (تو وہ خالی ہاتھ نہ
نہ رہ جائے) بندوں کے حقوق جتنے اُس کے ذمے زیادہ ہوں اُتنی ہی اُس کی نیکیاں زیادہ ہونی چاہییں ورنہ دوسرے
کے گناہوں کیوجہ سے تباہ ہو جائیگا۔ اس لئے لازم ہے کہ اگر مدت ظلم سے اُس کی توبہ کے بعد کی مدت زیادہ ہو
تو پوری عمر نیکیوں میں خرچ کر دے لیکن موت تو گھات میں ہے اکثر اجل قریب آجاتی ہے اور نوبت پہنچنے عمل کو
کرنے نیت کو درست کرنے اور لقمہ کو پاک کرنے سے پہلے ہی زندگی کو کاٹ دیتی ہے تو اُسوقت کیا حال ہوگا۔
اس لئے نیکیوں میں جلدی کرے اپنی پوری کوشش خرچ کر دے تمام ظالم کو اور مظلوموں کو ایک ایک نام لے
لکھے اور اطراف عالم میں شہروں کے جوانب و اقطار میں گھومتا پھرے اور مظلوموں کو تلاش کر کے اُن سے معاف
کرائے یا اُن کے حقوق ادا کر دے اگر اہل استحقاق نہ ملیں تو اُن کے ورثہ سے ملکر حقوق ادا کرے پھر اس کے باوجود
اللہ کے عذاب سے خائف اور رحمت کا امیدوار رہے اور توبہ کرتا رہے جو کام کرنا ناپسند ہو اُس سے باز رہے
اور طاعت و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کربستہ ہو جائے ایسی حالت میں اگر موت آجائے گی تو اُس کا ثواب اللہ
کے ذمہ ہو جائیگا اللہ نے فرمایا ہے وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ۔
جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی طرف اپنا گھر چھوڑ کر نکل کھڑا ہوگا پھر اُسکی موت آجائیگی تو اُس کا اجر اللہ کے ذمہ
ثابت ہو جائیگا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا تم
سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی تھا جس نے ننانوے خون کئے تھے اُس نے دنیا کے سب سے بڑے عالم کا پتہ دریافت
کیا کسی نے ایک راہب کا پتہ بتا دیا اس نے راہب سے جا کر کہا میں نے ننانوے خون کئے ہیں کیا میری توبہ ہو
سکتی ہے راہب نے کہا نہیں ہو سکتی اس نے راہب کو بھی مار ڈالا اور پورے سو خون کر دیئے پھر لوگوں سے دنیا
کے سب سے بڑے عالم کا پتہ پوچھا کسی نے ایک اور عالم کا پتہ بتا دیا اُس نے اُس عالم سے جا کر کہا میں نے سو
خون کئے ہیں کیا میری توبہ ہو سکتی ہے عالم نے جواب دیا ہاں۔ تیرے اور توبہ کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے
فلاں مقام پر جا وہاں کچھ لوگ اللہ کی عبادت میں مشغول ہیں اُن کے ساتھ ملکر تو بھی عبادت کر اور اپنے مقام کو بھی
نہ جانا وہ بُری جگہ ہے یہ شخص چلدیا آدھے راستہ میں پہنچا تھا کہ موت آگئی۔ ملائکہ رحمت اور ملائکہ عذاب آپس میں
جھگڑنے لگے رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ توبہ کرتا ہوا اللہ کی طرف رُخ کر کے آیا تھا عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے
کبھی نیکی نہیں کی تھی ایک فرشتہ آدمی کی شکل میں آیا سب فرشتوں نے اُس کو پنچ بنا دیا اُس نے کہا دونوں طرف
کی زمین ناپ لو جو جگہ قریب ہو وہی اُسکے لئے ہے فرشتوں نے زمین کو ناپا اور جہاں وہ شخص جانے کا ارادہ رکھتا تھا اُس

کو قریب پایا اور رحمت کے فرشتوں نے اُس پر قبضہ کر لیا ایک روایت میں آیا ہے کہ نیک آبادی کا فاصلہ ایک بالشت کم تھا دوسری روایت میں ہے کہ ایک آبادی (گناہوں کی آبادی) کو اللہ نے حکم دیا دُور ہو جا اور دوسری آبادی (نیک آبادی) کو حکم دیا تو قریب ہو جا اور فرمایا اب دونوں کا فاصلہ ناپ لو فرشتوں نے نیک آبادی کا فاصلہ بالشت بھر کم پایا اور اُس کی مغفرت کر دی گئی۔ یہ کھُلی دلیل ہے اس بات کی کہ بندہ کا ارادۂ توبہ اور توبہ کی طرف دوڑنا و توبہ کی نیت کرنا مفید ہے اور اس بات کی بھی دلیل ہے کہ جب تک نیکیوں کا پلڑا بھاری نہ ہو خواہ ذرہ برابر ہی بھاری ہو خلاصی نہیں ہو سکتی۔ پس توبہ کرنیوالے کے لئے نیکیوں کی اور نوافل کی کثرت ضروری ہے۔ تاکہ قیامت کے دن دعویداروں کو راضی کر سکے اور اپنے فرائض کی (خامی کی بھی) اصلاح کر سکے رسُول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا ہے نوافل کی کثرت کرو اس سے فرائض کی درستی ہو جائیگی۔ اور اللہ سے پختہ محکم وعدہ اور مضبوط عہد کرلے کہ آئندہ یہ اور ان جیسے دوسرے گناہ کبھی نہیں کریگا اور اس وعدہ کی استعانت کے لئے تنہائی خاموشی خوراک کی کمی نیند کی قلت حلال روزی کی نگہداشت حرام اور شبہہ کی روزی سے اجتناب رکھے خود کمائی کرکے یا دستی صنعت سے (یا) میراث سے یا کسی اور حلال ذریعہ سے روزی حاصل کرے اگر میراث کے مال میں حرام کا شبہہ ہو یا حرام ہی ہو تو اُس کو نکالدے اُس میں سے نہ کھائے نہ پہنے کیونکہ گناہوں کی جڑ حرام روزی ہے اور دین کا مدار حلال روزی اور حرام سے پرہیز اور لقمہ کی پاکی پر ہے انسان سے جو کچھ اچھائی بُرائی سرزد ہوتی ہے وہ لقمہ کی وجہ سے ہوتی ہے حلال لقمہ اچھائی پیدا کرتا ہے اور حرام لقمہ بُرائی۔ جیسے ہانڈی کے اندر جو کچھ ہوتا ہے جب وہ خوب پک جاتا ہے تو اُس کی مہکتی ہوئی خوشبو ظاہر ہوتی ہے برتن کے اندر جو کچھ ہوتا ہے وہی ٹپکتا ہے۔ فقہاء اور علماء کے ساتھ زیادہ نشست رکھے اُن سے دینی مسائل کا استفادہ کرے اور اُس کو اللہ کا راستہ طاعت کے اچھے آداب اور حکم خدا کی تعمیل کی تعلیم دین اور راہ دین پر چلنے میں جو بات اُن کو معلوم نہ ہو اُس پر آگاہ کریں کیونکہ ہر ناواقف رہرو کے لئے رہنما کی ضرورت ہے جو راہ نمائی کرکے راستہ بتلانے والے کی ضرورت ہے جو راستہ بتانے ہادی کی ضرورت ہے جو ہدایت دے اور رہبر کی ضرورت ہے جو رہبری کرے۔ توبہ کرنے والا ان تمام امور میں سچائی اخلاص اور مجاہدہ میں کوشش کو کام میں لائے اللہ نے فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا - جو ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم اُن کو اپنے راستے بتا دیتے ہیں۔ اس آیت میں راہ خدا میں سچی کوشش کرنے والے کو ہدایت کرنے کی اللہ نے ذمہ داری لی ہے اس لئے اگر تائب سچی کوشش کریگا تو ہدایت سے محروم نہیں رہے گا۔ اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ہے وہ بندوں کی حق تلفی نہیں کرتا ارحم الراحمین ہے رؤف و رحیم ہے اپنی مخلوق پر مہربان ہے مخلوق کے ساتھ بھلائی کرنیوالا ہے جو لوگ اُس کی طرف رُخ کرتے ہیں اُن کا مددگار ہوتا ہے اور اُن کو توفیق دیتا ہے اور جو اُسکی طرف سے روگردانی کرتے اور پشت موڑتے ہیں اُن کو مہربانی کے ساتھ

ہوتا ہے اُن کی توبہ سے خوش ہوتا ہے جیسے مہربان ماں طویل سفر سے اپنے بچے کی واپسی پر خوش ہوتی ہے۔
رسُول اللہ نے فرمایا ہے اگر کوئی آدمی کسی ہلاکت انگیز بیابان میں ہو اور اُس کے ساتھ اُس کی سواری بھی ہو جس پر کھانے پینے اور ضرورت کی چیزیں لدی ہوں اور وہ سواری مع سامان کے گم ہو جائے اور مسافر اُس کی تلاش میں نکل کھڑا ہو اور اتنا گھومے کہ اُس کا دم نکلنے لگے اور دل میں کہے اب میں اُسی جگہ جاتا ہوں جہاں سے سواری گم ہوئی ہے وہیں پہنچکر مرونگا جب وہ اپنی جگہ پر واپس پہنچ جائے تو نیند کے غلبہ کی وجہ سے کچھ آنکھوں کو بند کرلے تھوڑی دیر میں آنکھ کھلے تو سواری کو کھانے پینے کی چیزوں سمیت سر کے پاس کھڑا پائے جیسا یہ آدمی خوش ہوتا ہے اس سے زیادہ تمہاری توبہ سے اللہ خوش ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے ابوبکرؓ صادق سے سُنا کہ رسُول اللہؐ نے ارشاد فرمایا جب بندہ نے کوئی گناہ کیا ہو اور وہ کھڑا ہو جائے وضو کرے نماز پڑھے اور اللہ سے اپنے گناہ کی معافی مانگے اللہ پر اُسکو بخش دینے کا حق ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ خود فرماتا ہے وَمَن يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَّحِيمًا۔ جس شخص نے کوئی گناہ کیا ہو یا اپنے نفس پر ظلم کیا ہو اللہ سے معافی مانگے تو اللہ کو غفور رحیم پائیگا چھینا ہوا مال اگر موجود ہو اور مالک معلوم ہو تو اُس کو واپس کر دیا جائے (اگر وہ زندہ ہو ورنہ) اُس کے وارثوں کو دیدیا جائے اور جس کا مالک معلوم نہ ہو تو مالک کے نام پر خیرات کر دیا جائے لیکن اگر حرام حلال مخلوط ہو مثلاً چھینا ہوا مال اپنے موروثی حلال مال سے آمیختہ ہو جائے تو حساب کر کے حرام مال کی مقدار جاننے کی کوشش کرے حرام مال کی جتنی مقدار نکلے اُس کو خیرات کر دے اور باقی اپنے اہل وعیال کے لئے چھوڑ دے۔ لوگوں کو بُرا بھلا کہنا اور انہیں گالیاں دینا بھی گناہ ہے۔ اسی طرح کسی کو پس پشت بُرا کہنا اور اس طرح بُرائی کے ساتھ تذکرہ کرنا کہ اُس کو بُرا معلوم ہو غیبت ہے غیبت اُس کلام کو کہتے ہیں جسکو اگر منہ پر کہا جائے تو اچھا نہ لگے ایسی بات پس پشت کہنی غیبت ہے۔ اس کا تدارک یہ ہے کہ اُس سے تذکرہ کر دے (بشرطیکہ اُسکو خبر ہو گئی ہو) اور اُس سے معافی مانگے جس کی غیبت کی ہو وہ اگر متعدد اشخاص ہوں تو ہر ایک سے جدا جدا معافی مانگے۔
جسکی غیبت کی ہو اگر معافی سے پہلے وہ مرجائے تو اُس وقت اس کا علاج صرف یہ ہے کہ بہت زیادہ نیکیاں کی جائیں۔ لیکن اگر اُس شخص کو غیبت کرنے کی اطلاع ہی نہ ہو جسکی غیبت کی ہے تو ایسی صورت میں اُس سے معافی مانگنی نہ فقط یہ کہ واجب نہیں بلکہ جائز بھی نہیں ہے کیونکہ اُس سے اُس کے دل کو دکھ پہنچیگا بلکہ جن لوگوں کے سامنے غیبت کی ہو اُن کے پاس جا کر اپنے آپ کو جھوٹا قرار دے اور جنکی غیبت کی ہو اُن کی تعریف کرے۔
فصل ۔ جسکی غیبت کی ہو (یا کوئی اور حق تلفی کی ہو) اُس کو جراحتہً اپنے جرم کی مقدار بتا دینی لازم ہے پردہ میں تمام جرائم کی معافی مانگنی صحیح نہیں نہ مبہم معافی کی طلب کافی ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جب مظلوم کو ظلم کی مقدار معلوم ہو تو وہ بخوشی خاطر معاف نہ کرے بلکہ قیامت کے دن کے لئے چھوڑ رکھے تاکہ ظالم کی نیکیاں لے لے یا اپنے

گناہ اُس پر لا دے ۔ لیکن اگر کوئی جرم ایسا ہو کہ اگر مظلوم کو اُس کی اطلاع دیدی جائے تو اُس کو دُکھ ہو جیسے اُس کی باندی یا بیوی سے زنا کرنے کی خبر یا کسی پوشیدہ عیب کی اُسکی طرف نسبت کرنی تو اُس وقت سوائے مبہم معافی مانگنے کے اور کوئی چارہ کار نہیں اور جو کچھ اُس کا حق باقی رہ جائے گا اُس کا ازالہ زیادہ نیکیاں کر کے کیسے جسطرح میت یا مفقود کی حق تلفی کے ازالہ کی صورت صرف نیکیوں کی کثرت ہے (کہ قیامت کے دن اپنے حق کے عوض اگر مظلوم نیکیاں لے لے تب بھی اتنی نیکیاں رہ جائیں جو جنت میں داخلہ کے لئے کافی ہوں ۔

اگر صاحب حق کو اپنی حق تلفی معلوم نہ ہو اور مجرم کو خیال ہو کہ اگر اُس کے سامنے ذکر کرونگا تو جلدی معاف نہیں کریگا یا میرے مقابلہ پر آجائیگا تو اُسکی تدبیر یہ ہے کہ صاحب حق سے سلوک میں نرمی کرے ۔ اُس کے ضروری کاموں کی تکمیل کی کوشش کرے اپنی محبت اور شفقت اتنی ظاہر کرے کہ اُس کے دل کو موہ لے کیونکہ انسان احسان کا بندہ ہے جو شخص بُرے سلوک کی وجہ سے بھاگتا ہے اچھے سلوک کیوجہ سے مائل ہو جاتا ہے لیکن اگر ایسا کرنا مشکل ہو تو اس وقت جرم کا کفارہ نیکیوں کی کثرت ہے تاکہ اگر صاحب حق قبول کرنے سے انکار کرے تو جرم کے موافق نیکیاں اُس کو دی جا سکیں ۔ مثلاً کسی نے کسی کا مال تلف کر دیا اور تلف شدہ مال کے عوض دوسرا مال اُس کو دینا چاہا مگر اُس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور معاف بھی نہیں کیا لیکن حاکم اُس کو مالی عوض پر قبضہ کرنے کا (بجبر) حکم دیتا ہے خواہ وہ چاہے یا نہ چاہے اسی طرح اللہ میدان قیامت میں عوض قبول کرنے کا حکم دیگا وہ سب سے بڑا حاکم اور سب سے زیادہ منصف ہے ۔

فصل ۔ جب بندوں کے حقوق سے بے باق ہو جائے اور خصوصیت کے ساتھ عبادت میں مشغول ہو تو تقوی کی راہ پر گامزن ہو تقوی ہی کی وجہ سے دنیا اور آخرت میں بندہ کو بندوں (کے حقوق) سے اور اللہ کے عذاب سے نجات ملیگی قیامت کے دن اسی کے سبب سے حساب میں تخفیف ہوگی ۔ کیونکہ قیامت کے دن حقوق العباد کا اور انسانوں کے آپس کے اُن معاملات کا جو حکم شرع کے خلاف ہوتے ہیں حساب ضرور ہوگا ۔ لیکن جس شخص نے دنیا میں بھی اپنا حساب کر لیا اپنا حق مخلوق سے لے لیا اور جو چیز اُس کے حق کی نہ تھی اُسکو چھوڑ دیا اور قیامت کے طول حساب سے خائف رہا تو پھر کیسے اُس کے حساب میں سختی کی جائیگی ۔ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن پرہیزگاروں کا حساب کرنے خدا کو شرم آئیگی ۔ اسی لئے حضور اقدس نے فرمایا اُس سے پہلے کہ تم سے حساب فہمی کی جائے اپنا حساب خود کر رکھو اور اُس سے پہلے کہ تمہارے اعمال کا وزن کیا جائے اپنے اعمال کا خود وزن کر لو ۔ حضور نے یہ بھی فرمایا غیر مفید بات کو ترک کر دینا آدمی کے اسلام کا حسن ہے اس فرمان میں اسطرف اشارہ ہے کہ ہر معاملہ میں ذرا ٹھہراؤ سے کام لیا جائے اور بلا اجازت شرع کسی کام کا اقدام نہ کرے اگر شریعت میں اُسکو اختیار کرنا اور شروع کرنے کی گنجائش ملے تو کرے ورنہ باز رہے اور دوسرے کام کی طرف رُخ کرے ۔

اسی کی طرف رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا تھا اور فرمایا تھا جو چیز تمہارے دل میں شک پیدا کرے اُس کو چھوڑ دو اور جو مشکوک نہ ہو اُس کو اختیار کرو۔ ایک اور ارشاد ہے مومن (کام کو کرنے نہ کرنے میں) بڑا متردد رہتا ہے (تلاش کے بعد اگر شریعت کے موافق ہوتا ہے تو کرتا ہے ورنہ نہیں کرتا) اور منافق نگلنے والا ہوتا ہے (یعنی بلا تفتیش اور بغیر امتیاز حلت وحرمت ہر کام کر لیتا ہے)۔ سرکار عالی نے فرمایا اگر تم اتنی نمازیں پڑھو کہ کمانوں کی ہو جاؤ اور اتنے روزے رکھو کہ تانت کی طرح بن جاؤ تب بھی بغیر کامل تقوی کے یہ عبادت تم کو فائدہ نہ دے گی ایک اور مقام پر فرمایا ہے مومن (حلت حرمت کی) بہت جستجو میں رہتا ہے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ جسکو پرواہ نہ ہو کہ اُس کا کھانا پینا کہاں سے ہوتا ہے (حرام طریقہ سے یا حلال سے) تو اللہ بھی پرواہ نہیں کریگا کہ کس دروازہ سے اُس کو جہنم میں داخل کرے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ راوی ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا لوگو اپنا رزق پورا کیئے بغیر تم میں سے کوئی ہرگز نہیں مریگا اس لئے رزق کے لئے دوڑ نہ لگاؤ اللہ سے ڈرتے رہو۔ طلب رزق خوبی کے ساتھ کرو جو چیز تمہارے لئے حلال ہو اُس کو لے لو۔ جو حرام ہو اُس کو چھوڑ دو۔ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ہے حضور اقدسؐ نے فرمایا جو شخص حرام کمائی کر کے خیرات کرتا ہے اُس کو ثواب نہیں ملیگا اور نہ حرام مال خرچ کرنے میں برکت حاصل ہو گی اور اپنے پیچھے جو حرام مال چھوڑ جائیگا وہ جہنم تک جانے کے لئے اُس کا زادِ راہ ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا بلکہ بھلائی سے مٹاتا ہے۔ حضرت عمران بن حصین کی روایت ہے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے بندے جو کچھ میں نے تجھ پر فرض کیا ہے اُس کو ادا کر تو بڑے عبادت گذاروں میں سے ہو جائیگا اور جس چیز کی ممانعت کر دی ہے اُس سے باز رہ تو بڑے پرہیزگاروں میں سے ہو جائیگا اور جو رزق میں نے تجھے دیا ہو اُس پر قناعت کر تو غنی لوگوں میں سے ہو جائیگا۔ رسول اللہؐ نے حضرت ابو ہریرہ سے فرمایا تھا پرہیزگار ہو جا بڑے عبادت گذاروں میں (تیرا شمار) ہوگا۔ حسن بصری نے فرمایا۔ ذرہ برابر پرہیزگاری ہزار مثقال کی برابر روزے نماز سے بہتر ہے۔ اللہ نے حضرت موسیٰ کے پاس وحی بھیجی پرہیزگاری کی طرح کوئی اور چیز اہل قربت کو مجھے قریب نہیں کرتی۔ بعض کا قول ہے ایک دانگ چاندی رد کر دینا (نہ لینا) اللہ کے نزدیک چھ سو پاک حجوں سے افضل ہے (بجائے چھ سو کے) بعض روایات میں آیا ہے ستر مقبول حجوں سے افضل ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ کے پاس بیٹھنے والے اہل تقویٰ اور اہل زہد ہوں گے۔ عبد اللہ بن مبارک نے فرمایا حرام کا ایک پیسہ نہ لینا (حلال کے) سو پیسے خیرات کرنے سے بہتر ہے۔ منقول ہے کہ عبد اللہ بن مبارک شام میں حدیث لکھا کرتے تھے (اتفاقاً) قلم ٹوٹ گیا آپ نے کسی سے قلم طلب کر لیا لکھنے سے فارغ ہو کر بھولے سے قلمدان میں قلم رکھ لیا اور مرو لوٹ آئے مرو پہنچکر قلم دیکھکر پہچانا فوراً مالک قلم کو واپس دینے کے لئے شام کو لوٹنے کی تیاری کی (اور واپس جا کر دے دیا)۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ نے فرمایا میں نے خود رسول اللہ کو فرماتے سنا کہ حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے

درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں جن سے بہت لوگ ناواقف ہیں جو مشتبہ چیزوں سے بچا وہ اپنے دین اور آبرو کو بچالے گیا اور جو مشتبہ سے نہ بچا وہ حرام میں پڑ جائیگا جسطرح کہ چرواہا اگر محفوظ چراگاہ کے آس پاس جانوروں چرائیگا تو کبھی چراگاہ کے اندر بھی پڑ جائیگا۔ ہر بادشاہ کی ایک محفوظ چراگاہ ہوتی ہے۔ خوب سن لو اللہ کی محفوظ چراگاہ اُس کے تحریمی احکام ہیں۔ سنو جسم کے اندر ایک بوٹی ہے اگر درست رہتی ہے تو سارا جسم درست رہتا ہے اور اگر بگڑ جاتی ہے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے وہ بوٹی دل ہے۔ حضرت ابو موسیٰؓ اشعری کا قول مروی ہے ہر چیز کی ایک خاص حد ہوتی ہے اور اسلام کی حدود ہیں تقوی۔ تواضع۔ صبر۔ شکر۔ پرہیزگاری سب چیزوں کی جڑ ہے صبر دوزخ سے نجات کا ذریعہ ہے اور شکر جنت حاصل ہونے کا سبب۔ حسن بصری مکہ کو گئے تو دیکھا کہ حضرت علی کی نسل کا ایک لڑکا کعبہ سے پشت لگائے لوگوں کو نصیحت کر رہا ہے آپ بھی وہاں کھڑے ہو گئے اور پوچھا دین کی جڑ کیا ہے لڑکے نے جواب دیا تقوی حسن بصریؒ نے پوچھا دین کو تباہ کرنیوالی چیز کیا ہے۔ لڑکے نے جواب دیا۔ لالچ۔ حسن بصری کو اس سے تعجب ہوا۔

ابراہیم بن ادہم نے فرمایا پرہیزگاری دو طرح کی ہوتی ہے ایک فرض۔ اور دوسری احتیاط۔ فرض پرہیزگاری ہے اللہ کی نافرمانی سے پرہیز رکھنا اور احتیاطی پرہیزگاری ہے اُن چیزوں سے بچنا جنکی حرمت مشکوک ہو عوام کی پرہیزگاری ہر حرام اور شبہات اور اُن تمام چیزوں سے بچنا جن کا مخلوق کی نظر میں بُرا انجام اور شریعت کا مواخذہ ہو اور خواص کی پرہیزگاری ہے اُن تمام چیزوں سے پرہیز کرنا جنہیں خواہش کا دخل اور نفس کی رغبت ولذت ہو اور اخص الخواص کی پرہیزگاری ہے اُن چیزوں سے بچنا جن میں (ذاتی) ارادہ اور رائے کو دخل ہو

پس عوام کا تقوی ترک دنیا ہے اور خواص کا تقوی بہشت بریں کا ترک ہے اور اخص الخواص کا تقوی خالق کے سوا ہر شے کا ترک ہے یحیٰی بن معاذ رازی کا قول ہے تقوی دو قسم کا ہے ظاہری اور باطنی۔ ظاہری تقوی یہ ہے کہ تیری ہر حرکت اللہ ہی کے لئے ہو اور باطنی تقوی یہ ہے۔ کہ تیرے دل میں اللہ کے سوا کوئی چیز داخل نہ ہو۔ یہ بھی یحیٰی کا قول ہے کہ جس نے تقوی میں دقت سے کام نہیں لیا اُسکو کچھ حاصل نہ ہوگا نہ اُس کی پہنچ دامنہ کی رت جبیل تک ہوگی۔ بعض کا قول ہے جو تقوی میں باریک بین رہا قیامت کے دن اُس کا مرتبہ بڑا ہوگا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کلام میں تقوی سونے اور چاندی کے (معاملہ میں) تقوی رکھنے سے زیادہ دشوار ہے اور سرداری کا ترک سونے اور چاندی کو ترک کرنے سے مشکل ہے کیونکہ سرداری حاصل کرنے کے لئے تو سونا چاندی صرف کیا جاتا ہے

ابو سلیمان دارانی نے کہا۔ زہد کا ادنی سرا تقوی ہے جیسے رضا کی انتہا قناعت ہے۔ ابو عثمان کا قول تقوی کو ثواب حساب کی حفت ہے۔ یحیٰی بن معاذ نے فرمایا بغیر کسی تاویل کے حد علم پر رک جانا تقوی ہے۔ ابن الجلا کا قول ہے مفلسی میں جس کے ساتھ تقوی نہ رہا وہ حرام خالص کھا لیتا ہے۔ یونس بن عبید اللہ نے کہا

ہر شبہ کی چیز کی بجنے اور ہر یں نفس سے حساب لینا تقوی ہے۔ سفیان ثوری نے کہا تقوی سے زیادہ آسان میں نے کوئی بات نہیں دیکھی۔ دل میں جس چیز (کی حلت وحرمت) کا کھٹکا ہو۔ اس کو چھوڑ دو۔ رسول اللہ کا فرمان کا بھی یہی مطلب ہے کہ جس چیز (کی حلت) میں تمہارے دل کو کھٹکا لگا رہے اور دوسرے لوگوں کو اس پر مطلع ہونا تم گوارا نہ کرو اور تمہارے سینہ میں اس کے لئے کشائش نہ ہو اور دل میں کچھ (شبہ) ہو تو ایسی چیز گناہ ہے۔ اسی طرح حضور اقدس نے فرمایا۔ گناہ دلوں میں خراش پیدا کرنیوالا ہے۔ یعنی جو چیز دل میں خراش اور کھٹکا پیدا کرے اور اس پر دل کو اطمینان نہ ہو۔ تو اس سے پرہیز رکھو۔ اسی سلسلہ کی وہ حدیث ہے جس میں فرمایا ہے کہ دل میں خراش پیدا کرنے والی چیزوں سے پرہیز رکھو وہ گناہ ہیں اور یہ بھی ارشاد ہے کہ دل میں تردد پیدا کرنے والی چیز کو چھوڑ دو اور جو چیز تردد آفرین نہ ہو اس کو اختیار کرو۔ معروف کرخی کا قول ہے جس طرح مذمت (برائی کرنا) بُرا ہے۔ سے زبان روکتے ہو ایسا ہی مدح کرنے سے روکو۔ بشر حافی نے فرمایا۔ مشکل ترین تین کام ہیں۔ ناداری میں سخاوت تنہائی میں پرہیزگاری اور ایسے شخص کے سامنے حق بات کہنی جس سے امید بھی ہو اور خوف بھی۔

بشر بن حارث حافی کی بہن نے امام احمد بن حنبل سے آکر کہا۔ ہم چھتوں پر بیٹھکر سوت کاتتے ہیں۔ اُدھر سے فرقہ ظاہریہ (داؤد ظاہری کے پیروؤں) کی مشعلیں گزرتی ہیں اور ان مشعلوں کی روشنی ہم پر پڑتی ہے۔ کیا اس روشنی میں سوت کاتنا ہمارے جائز ہے۔ امام نے فرمایا۔ اللہ تجھے سلامتی عطا کرے تو کون ہے۔ کہنے لگی میں بشر بن حارث کی بہن ہوں۔ امام یہ سنکر رو دیئے اور فرمایا تمہارے ہی گھر سے تقوی نکلا ہے۔ ان کی مشعلوں کی روشنی میں سوت نہ کاتا کرو

علی عطار نے بیان کیا کہ میں بصرہ میں کسی سڑک سے گذر رہا تھا۔ وہاں کچھ مشائخ بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ میں نے بچوں سے کہا۔ تم کو ان مشائخ کے سامنے کھیلتے شرم نہیں آتی۔ ایک بچہ بولا ان مشائخ کا تقوی کم ہو گیا۔ اس لئے ان کی ہیبت بھی کم ہو گئی۔ مالک بن دینار بصرہ میں چالیس سال رہے لیکن مرتے دم تک بصرہ کا چھوارا یا کھجور نہ چکھ نہ کھانا درست سمجھا۔ جب کھجوروں کی فصل ختم ہو جاتی۔ بصرہ والو! میرے اس پیٹ کا کچھ نقصان نہیں ہوا نہ (میرے نہ کھانے سے) تمہاری کھجوروں میں کوئی بیشی ہوئی۔ ابراہیم بن ادہم سے کہا گیا آپ زمزم کا پانی کیوں نہیں پیتے۔ فرمایا میرا ڈول ہوتا تو پیتا۔

منقول ہے کہ حارث محاسبی جب مشتبہ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے تھے تو انگلیوں کی پوروں پر پسینہ آجاتا تھا جس آپ سمجھ جاتے تھے کہ کھانا حلال نہیں ہے۔ کہا گیا ہے کہ بشر حافی کے سامنے مشتبہ کھانا لایا جاتا تو آپ کا ہاتھ کھانے کی طرف بڑھتا ہی نہ تھا یزید بسطامی جب ماں کے پیٹ میں تھے اور مشتبہ کھانا سامنے لایا جاتا اگر کچھ دور ہوتا اور آپ اس کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہتیں۔ تو ہاتھ بڑھتا ہی نہ تھا۔ بعض لوگوں کے سامنے جب مشتبہ کھانا لایا جاتا تو کھانے سے ایک بدبو پھیلتی تھی جس سے وہ کھانے کا مشتبہ ہونا سمجھ جاتے اور کھانے سے باز رہتے۔ بعض آدمیوں کے متعلق منقول ہے کہ جب مشتبہ کھانے کا کوئی لقمہ منہ میں رکھتے تو لقمہ چبایا نہ جاتا تھا۔ بلکہ ریت کی طرح ہو جاتا تھا۔ ان کا بوجھ ہلکا کرنے ان پر رحمت وشفقت کرنے اور ان کی حفاظت کے لئے اللہ ایسا کر دیتا تھا جب انہوں نے اپنے شکموں کو حرام سے صاف رکھا۔ طلب حلال اور ترک حرام کی کوشش کی۔ تو اللہ نے بھی نامرغوب کھانوں

سے ان کو بچایا جس نے کی شناخت کی سرشواری کو دور کر دیا۔ فروخت کرنے والے کے احوال کی جستجو اور تنقیح کی ان کو ضرورت نہیں رہی۔ نہ اس کی کمائی اور معاش کی تلاش کی نہ قیمت کو اور اس کی اصل کو طریقۂ حلال سے حاصل کرنے کی بلکہ ایک علامت مقرر کر دی کہ جب وہ اس علامت کو دیکھ لیتے تو کھانے سے ہاتھ روک لیتے اور علامت نظر نہیں آتی تو کھا لیتے۔

یہ بیان تو ان بزرگ سرداران امت کے متعلق تھا جن کی طرف اللہ کی خصوصی توجہ تھی۔ اور اللہ کی طرف سے ان کی تمام نگہداشت ہوتی تھی۔ عام مسلمانوں کے لئے وہ چیز حلال ہے جس کا نتیجہ مخلوق کی نظر میں قابل ذم نہ ہو اور شرعی مواخذہ نہ ہو۔ جیسے کہ سہل بن عبداللہ تستری کا قول منقول ہے کہ جب ان سے رزق حلال کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا حلال وہ ہے جس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو۔ ایک اور قول میں آپ نے فرمایا۔ حلال پاک وہ ہے جس میں اللہ کو فراموش نہ کیا گیا ہو۔

یہ سب حلال حکمی ہے۔ حلال عینی نہیں (یعنی وہ چیز فی نفسہٖ نہ حلال ہے نہ حرام بلکہ اس کا کھانا بعض حالتوں میں بعض لوگوں کے لئے حلال ہوتا ہے) کیونکہ اگر فی نفسہٖ چیز حلال ہو تو پھر مردار کا کھانا کسی کے لئے حلال نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ مجبور کے لئے مردار کو کھانا مقرر ہے۔ یا اگر کوئی پولیس والا اپنے حرام مال سے حلال کھانا خرید کر پھر اصل مالک کو لوٹا دے اور اپنی قیمت واپس لے لے تو وہ کھانا کسی پرہیزگار مومن کے لئے (خریدنے کے بعد بھی) حلال نہ ہو۔ کیونکہ جب وہ پولیس والے کی ملک میں تھا تو اس وقت وہ حرام تھا۔ حالانکہ تمام مسلمان بالاتفاق پولیس والے کے واپس کرنے کے بعد اس کھانے کو حلال جانتے ہیں۔ اس سے معلوم ہو کہ حلال اور حرام (عام لوگوں کے لئے) وہ ہے جس کو شریعت نے حلال اور حرام قرار دیا ہو۔ حلال عین تو انبیاء کا کھانا ہے جیسا کہ روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے سنا کہ ایک شخص دعا کر رہا تھا۔ الٰہی مجھے حلال مطلق روزی عطا فرما۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا یہ تو انبیاء کا رزق ہے تو اللہ سے ایسا رزق طلب کر جس پر اللہ عذاب نہ دے۔ اسی طرح شریعت کا حکم ہے کہ ذمی یہودی یا عیسائی یا مجوسی شراب اور سور کی خرید فروخت کی ہم ان کو اجازت دیدیں اور ان کی قیمت میں سے عشر (بطور ٹیکس) ان سے لیلیں۔ یہ مسئلہ حضرت عمر بن خطاب سے منقول ہے آپ نے فرمایا ان کو ان چیزوں کی خرید فروخت کرنے دو اور قیمت میں سے عشر لیلو اور ظاہر ہے کہ لینے کے بعد اس عشر کا مصرف کیا ہو سکتا ہے مسلمانوں ہی کے کام آئیگا اب اگر حلال صرف حلال عینی کو قرار دیا جائے تو شراب اور سور تو حرام ہیں ان کی قیمت کیسے حلال ہو سکتی ہے حالانکہ عقد اور قبضہ کے تغیر کی وجہ سے اس کو حلال قرار دیا گیا ہے پس جس شخص نے اپنے ہاتھ میں شریعت کا دامن پکڑا اس کی روشنی میں لین دین کیا۔ کوئی تاویل کی نہ اس کی حد سے قدم باہر رکھا جس کے لینے کی شریعت نے اجازت دی اس کو لیا اور جس کے دینے کی اجازت دی اس کو لیا اور جس کے دینے کی اجازت دی اس کو دیا اور تمام تصرفات شریعت کے مطابق کئے۔ تو ایسے شخص کو حلال کھانے والا قرار دیا جائیگا۔ حلال مطلق کی طلب میں کچھ لازم نہیں حلال مطلق کا دستیاب ہونا تو قریب ناممکن کے ہے۔ سوا اس کے کہ اللہ اپنے بعض اولیا اور منتخب بندوں کو عنایت فرمادے اور اللہ کے لئے یہ امر دشوار نہیں۔

کھانے کے معاملہ میں لوگ تین طرح کے ہیں۔ متقی اور ولی اور اہل معرفت۔ اہل تقویٰ کے لئے حلال تو بس وہ چیز ہے جو۔

نتیجۃً مخلوق کی نظر میں قابلِ عیب نہ ہو، ورنہ اس پر شرعی مواخذہ ہو۔ اس ولی برحق کے لئے جو زاہد اور بے نفس ہو، وہ کھانا حلال ہے جس میں خواہش نفس کی آمیزش نہ ہو محض امر خداوندی کے تابع ہو۔ لیکن وہ اہل معرفت اور اہل حق پر جو راہ راست قضا خداوندی پر انداز ہو جس کا اپنا ارادہ فنا ہو چکا ہو جو تقدیر الٰہی کے ہاتھ میں گیند کی طرح بے اختیار رہتا ہے۔ جس کا نہ اپنا کوئی قصد ہو نہ ارادہ اس کا طعام سراسر فضل خداوندی ہے۔ وہی اس کو رزق دیتا ہے، وہی اس کو رزق کا راستہ بتاتا ہے۔ وہی اپنی قدرت عامہ اور احسان محیط اور مشیت جاریہ کے زیر اثر اس کی تربیت بالکل اس طرح کرتا ہے جیسے مہربان ماں اپنے دودھ پیتے بچہ کی پس جب تک یہ مرتبہ حاصل نہ ہو جب تک اس درجہ تک رسائی نہیں ہو سکتی اور جب تک یہ درجہ حاصل نہ ہو تب تک مقام حصول نہیں ہو سکتا۔ مثلاً کہ کھانا بے نفس آدمی کے لئے مشتبہ ہے اور معدوم الہوی کا کھانا اس شخص کے حق میں مشتبہ ہے جس نے اپنے ارادہ کو ارادہ الٰہیہ میں فنا کر دیا ہو۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ اہل قرب کے لئے جو برائیاں ہیں وہ نیکوں کے لئے اچھائیاں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ کا کھانا مرید کے لئے تو مباح ہے مگر شیخ کی حالت چونکہ صاف ہے اور اس کا مرتبہ دہرا [illegible] ہے اور اس کا درجہ اونچا ہے اور اللہ سے اس کو قرب حاصل ہے اس سے [illegible] کے لئے مرید کا کھانا ناجائز ہے۔ حقوق العباد کی ایک مثال وہ قول ہے جو حبش سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ مجھ سے ایک ایسا گناہ ہو گیا جس پر چالیس سال سے رو رہا ہوں۔ میرا ایک بھائی مجھ سے ملاقات کو آیا میں نے اس کے لئے ایک دانگ کی بھونی ہوئی مچھلی خریدی۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہو گیا تو ہاتھ صاف کرنے کے لئے پڑوسی کی دیوار سے ذرا سی مٹی توڑ کر میں نے اس کو دے دی۔ اس نے مل کر دھو لئے اور میں نے پڑوسی سے اس کی معافی نہیں کرائی۔

منقول ہے کہ ایک شخص کسی مکان میں کرایہ پر رہتا تھا اس نے ایک پرچہ لکھا اور مکان کی دیوار کی مٹی سے اس کو خشک کرنے کیلئے اس رقعہ پر ڈالنی چاہی لیکن دل میں گذرا کہ یہ مکان تو کرایہ کا ہے لیکن پھر سوچا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یہ خیال کر کے تحریر پر وہ مٹی ڈال دی۔ ہاتف کی آواز آئی مٹی (کے مواخذہ) کو ہلکا سمجھنے والا کل کو جان لے گا کہ کس قدر طویل حساب کا اس کو سامنا کرنا پڑے گا۔ لوگوں نے دیکھا کہ جاڑوں کے زمانہ میں عتبہ غلام کو پسینہ بہہ رہا ہے۔ وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا اس کا سبب معصیت الٰہی ہے۔ تفصیل پوچھی گئی تو فرمایا میرے مہمان کے ہاتھ صاف کرنے کے لئے اس دیوار کی کچھ مٹی کھرچ کر اس کو دی تھی اور اس نے اس سے ہاتھ دھوئے تھے اور مالک دیوار سے میں نے اس کو معاف نہیں کرایا تھا۔

منقول ہے کہ امام احمدؒ نے کسی بقال کے پاس اپنی تھالی رہن رکھی جب واگذاشت کرنی چاہی۔ تو بقال نے دو تھالیاں نکال کر رکھ دیں اور کہا ان دونوں میں سے اپنی تھالی لے لیجئے۔ امام نے فرمایا اپنی تھالی کی شناخت میرے لئے دشوار ہے۔ لہٰذا وہ تم ہی لے لو اور زر رہن کا روپیہ بھی لے لو۔ بقال نے کہا حضرت میں تو آپ کی جانچ کر رہا تھا۔ آپ کی تھالی یہ ہے۔ امام نے فرمایا اب میں نہیں لوں گا۔ یہ کہہ کر چلے گئے اور تھالی چھوڑ دی۔ مروی ہے کہ رابعہ عدویہ نے شاہی مشعل کی روشنی میں اپنے کرتہ کا پھٹا ہوا حصہ سی لیا تھا کچھ دن تک اپنا دل کھویا ہوا محسوس ہوا۔ مدت کے بعد آپ کو قمیص کا خیال آیا۔ فوراً قمیص کو پھاڑ ڈالا اور کھویا ہوا دل دوبارہ پا لیا یعنی دل کی روشنی جاتی رہی اور جب دوبارہ کرتہ کو پھاڑ ڈالا تو پھر دل میں نور پیدا ہو گیا)

کسی نے سفیان ثوری کو خواب میں دیکھا کہ پرندہ کی طرح آپ کے دو بازو ہیں اور جنت میں ایک درخت سے اڑ کر دوسرے درخت پر چلے جاتے ہیں۔ دریافت کیا گیا یہ مرتبہ آپ کو کیسے ملا۔ فرمایا تقویٰ سے۔

حسان بن ابی سنان ساٹھ برس تک زندہ رہے سوائے کبھی چربی کھائی نہ ٹھنڈا پانی پیا۔ مرنے کے بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا اللہ نے آپ کے ساتھ کیسا معاملہ کیا فرمایا اچھا کیا۔ مگر مجھے جنت سے ایک سوئی کے بدلے روک دیا گیا۔ جو ایک شخص سے میں نے عاریتہً لی تھی، واپس نہیں کی تھی۔ عبدالواحد بن زید کا ایک غلام تھا۔ جس نے چند سال عبدالواحد کی خدمت کی تھی اور چالیس برس تک عبادت کی تھی۔ شروع میں وہ کیال (پیمانہ سے غلہ ناپ کر بیچنے والا) تھا۔ مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا۔ پوچھا اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ کہنے لگا اچھا کیا۔ مگر جنت سے مجھے روک دیا گیا۔ ور قفیر (غلہ ناپنے کا ایک خاص پیمانہ) کے غبار کے عوض میرے اوپر چالیس قفیر غبار ڈالا گیا۔

حضرت عیسیٰؑ ایک قبرستان کی طرف سے گزرے اور ایک مردہ کو پکارا۔ اللہ نے اس کو زندہ کر دیا۔ حضرت نے اس سے پوچھا۔ تو کون ہے اس نے کہا۔ حضرت میں قلی تھا۔ بوجھ اٹھایا کرتا تھا۔ یک روز ایک آدمی کا لکڑی کا گٹھا میں لے پہنچایا۔ تو اس میں سے دانت کریدنے کے لئے ایک خلال توڑ لیا۔ اس کا مطالبہ مرنے کے وقت سے اب تک مجھ سے ہو رہا ہے۔

فصل۔ جب تک دس باتیں اپنے اوپر فرض نہ جان لے تقویٰ کی تکمیل نہیں ہوتی۔

۱۔ غیبت سے زبان کی روک۔ اللہ نے فرمایا ہے وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا۔ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔

۲۔ بدگمانی سے پرہیز۔ اللہ نے فرمایا ہے اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ بہت سے گمانوں سے اجتناب رکھو بعض گمان گناہ ہیں۔ حدیث میں آیا ہے حضور اقدسؐ نے فرمایا ہے گمان سے پرہیز کرو گمان بری جھوٹی بات ہے۔

۳۔ ٹھٹھہ کرنے سے اجتناب۔ اللہ نے فرمایا ہے لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ۔ لوگ دوسروں کا مذاق نہ بنائیں۔

۴۔ نامحرم سے آنکھیں بند رکھیں۔ اللہ نے فرمایا ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ اہل ایمان سے کہہ دو اپنی آنکھیں کسی قدر بند رکھیں۔

۵۔ زبان کی سچائی۔ اللہ نے فرمایا ہے وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا یعنی بات کرو تو سچ بولو۔ ۶۔ اللہ کے احسان کو پہچاننا۔ تاکہ مغرور نہ ہو جائے اللہ نے فرمایا ہے بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے مومن ہونے کی تم کو ہدایت کی۔ ۷۔ راہ حق میں مال کو خرچ کرنا ناجائز راستہ میں نہ خرچ کرنا۔ اللہ نے فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا یعنی وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں تو گناہ کے راستہ میں صرف نہیں کرتے اور اطاعت میں خرچ کرنے سے بخل نہیں کرتے۔ ۸۔ دنیا میں عروج اور غرور کا طالب نہ ہو۔ اللہ نے فرمایا ہے تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا۔ یہ پچھلا گھر ان لوگوں کے لئے مقرر کرتے ہیں۔ جو زمین پر غرور کے طالب تھے نہ بگاڑ کے۔ ۹۔ پنجگانہ نمازوں کی ان کے اوقات اور رکوع و سجود کے ساتھ پابندی۔ اللہ نے فرمایا ہے حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۔ نمازوں کی پابندی کرو۔ خصوصاً درمیانی

نماز کی اور کھڑے رہو اللہ کے سامنے خضوع کے ساتھ۔ ۱۰۔ سنت وجماعت پر قائم رہنا اللہ نے فرمایا وَاِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس پر چلو دوسرے راستوں پر نہ چلو ورنہ حق کے راستہ سے وہ تم کو الگ کر دیں گے۔

فصل۔ اگر ایک وقت میں سب گناہوں سے توبہ کرنی ممکن نہ ہو تو بعض گناہوں سے توبہ کرنی اور بعض سے نہ کرنی جائز ہے۔ مثلاً یہ سمجھکر کبیرہ گناہوں سے توبہ کرے اور صغیرہ سے نہ کرے کہ کبیرہ اللہ کے نزدیک بڑے گناہ ہوتے ہیں اور اللہ کے غضب اور ناراضگی کے موجب ہوتے ہیں اور صغیرہ گناہوں کا درجہ چھوٹا ہوتا ہے ان کے معاف ہونے کا راستہ قریبی ہے یہ سوچ کر بڑے گناہ سے توبہ کر لینا دشوار نہیں۔ اس کے بعد جب ایمان اور قلبی یقین میں قوت ہو جائے گی اور ہدایت کا نور نمایاں ہو جائے گا اور اللہ کی طرف رجوع کرنے سے سینہ میں انشراح پیدا ہونے لگیگا تو اس وقت تمام صغائر اور چھوٹی لغزشوں اور شرک خفی اور قلبی گناہوں کو بھی چھوڑ دیگا (بلکہ) اس کے بعد ہر مقام اور ہر حالت کے گناہ سے بھی توبہ کرتا رہے گا۔ جب بندہ کو کسی مقام (عبدیت و عرفان) پر ترقی ملتی ہے۔ تو دل اور خود پہچان لیتا ہے کہ اس کو کیا کرنا ہے اور کیا نہ کرنا چاہئے اس چیز کو وہی پہچانتا ہے جو اس کا ذوق رکھتا ہے اور اس راستہ پر چلتا ہے اور اس راستہ کے مسافروں سے ملتا ہے۔ اس لئے اول بار ہی ان لوگوں کی گرفت اس چیز پر نہ کرنے لگے جس کا درجہ انتہائی ہے۔ تم کو آسانی پیدا کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ دشواریاں پیدا کرنے اور نفرت دلانے کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ یہ دین کچا نہیں ہے اس میں نرمی کے ساتھ داخل ہو جو بالکل کٹ جائیگا اس کو چلنے کے لئے تو کوئی راستہ اور سواری ہی نہیں ملیگی جو لوگ یہ جانتے ہوں کہ بعض کبیرہ گناہ اللہ کی نظر میں زیادہ سخت اور زیادہ موجب عذاب ہیں۔ یہ سمجھکر وہ بعض کبائر سے تو توبہ کر لیتے ہیں۔ اور بعض سے نہیں کرتے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ کوئی شخص قتل۔ غارتگری اور لوگوں کی حق تلفی اور ظلم کو تو ترک کر دیتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ بندوں کے حقوق نہیں چھوڑے جائیں گے اور اللہ کے حقوق ادا نہیں کرتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اللہ کی طرف سے معافی جلد حاصل ہو جائے گی یا جیسے کوئی شراب پینے سے توبہ کر لیتا ہے۔ زنا سے توبہ نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ شراب ہر شر کی کنجی ہے۔ دماغ ٹھکانے سے نہیں رہتا تو بغیر پرسش کے تہمت تراشی۔ گالی گلوچ۔ کفر۔ زنا۔ قتل اور غارتگری غرض تمام گناہ کر گزرتا ہے۔ کیونکہ شراب تمام گناہوں کی جڑ بنیاد اور سرچشمہ ہے یا جیسے کوئی ایک یا چند صغیرہ گناہوں سے تو توبہ کر لیتا ہے مگر کبیرہ پر جما رہتا ہے مثلاً غیبت سے یا نامحرم کو دیکھنے سے توبہ کر لیتا ہے۔ مگر شراب پینے پر قائم رہتا ہے کیونکہ وہ اس کی سخت عادی ہے یا اس کو اس کا شوق ہے یا عادت ہے اور اس کی خوگر ہے یا اس کا نفس اس کو دھوکہ دیتا ہے کہ یہ میری بیماری کا علاج ہے اور دوا کے استعمال کی ہم کو اجازت ہے۔ اُدھر شیطان بھی اس کو ترغیب دیتا ہے اور شراب کے محاسن اس کی نظر کے سامنے لاتا ہے اور خود بھی اس کو شراب کا بڑا شوق ہوتا ہے پینے سے سرور و کیف حاصل ہوتا ہے۔ تمام غم دور ہو جاتے ہیں اور بزعم خود جسمانی صحت حاصل ہوتی ہے۔ ہلاکت انگیز نتائج اور عواقب اس کی نظر

سے ادجھل ہوتے ہیں۔ اللہ کے عذاب کی طرف سے وہ غافل ہوتا ہے۔ نہ دین دنیا کی خرابیوں کی طرف اس کی نظر ہوتی ہے۔ وہ نہیں خیال کرتا کہ شراب سے عقل جاتی رہتی ہے اور عقل سے ہی دین دنیا کے کاموں کی درستی ہوتی ہے۔

ہم نے بیان کیا کہ بعض گناہوں سے توبہ نہیں کی جائے تب بھی بعض گناہوں سے توبہ درست ہو جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر مسلمان عمومی احوال میں اللہ کی اطاعت اور نافرمانی سے خالی نہیں ہوتا، حالات میں تفاوت ہوتا ہے۔ اللہ سے نزدیکی اور دوری کی وجہ سے گناہوں کا چھوٹا بڑا ہونا الگ الگ ہوتا ہے۔ فاسق کہتا ہے کہ ہوا و ہوس کے غلبہ کی وجہ سے اگر شیطان مجھ پر غالب آتا اور گناہ کرا دیتا ہے تو یہ کبھی زیبا نہیں کہ میں نفس کی لگام ڈھیلی چھوڑ دوں اور نفسانی گھوڑے کو تنگ سے خالی کر دوں اور گناہوں کے مرغزار میں آزاد ہو کر چرتا پھروں۔ مگر جن گناہوں کا ترک کرنا میرے آسان ہے ان کو کوشش کر کے ترک کر دوں میری کوشش دوسرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی اور شاید اللہ یہ دیکھ کر میں اس کے ڈر سے بعض گناہ ترک کر رہا ہوں اور نفس و شیطان سے جہاد کرنے میں مشغول ہوں میری مدد کرے اور مجھے اپنی رحمت سے دوسرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی اور شاید اللہ یہ دیکھ کر کہ میں اس کے ڈر سے بعض گناہ ترک کر رہا ہوں اور نفس و شیطان سے جہاد کرنے میں مشغول ہوں میری مدد کرے اور مجھے اپنی رحمت سے دوسرے گناہوں کو ترک کرنے کی توفیق عنایت کر دے اور میرے اور گناہوں کے درمیان رکاوٹ پیدا کر دے۔

اگر ہمارا قول صحیح نہ قرار دیا جائے تو پھر فاسق کی نماز روزہ، زکوٰۃ، حج اور کوئی طاعت بھی صحیح نہ ہونی چاہئے اور اس سے کہہ دیا جائے تو فاسق ہے۔ اللہ کی طاعت سے خارج ہے حکم خدا کی خلاف ورزی کرنے والا ہے۔ اس لئے تیری یہ تمام خدمتیں اللہ کے لئے نہیں بلکہ غیر اللہ کے لئے ہیں۔ اگر تو اللہ کی عبادت کا دعویدار ہے تو فسق کو چھوڑ دے اس میں اللہ کا حکم بس ایک ہی ہے (یا فرماں بردار یا نافرمان) جب تک تو فسق کو ترک کر کے قرب خداوندی کا طلبگار نہ ہوگا صرف نماز سے قرب الٰہی مراد ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا لیکن فاسق سے ایسی بات کہنا غلط ہے جو کہی نہیں جا سکتی۔ فاسق کی حالت تو اس شخص کی طرح ہے جس پر دو آدمیوں کے دو دینار قرض ہوں اور وہ دونوں کا قرض ادا کر سکتا ہو لیکن ایک شخص کو تو ایک دینار دیدے۔ اور دوسرے کے قرض کی قسم کھا کر انکار کر دے۔ حالانکہ دوسرے کا قرض واقعی ہے۔ اور وہ اس کے قرض کو جانتا بھی ہے تو ظاہر ہے کہ جس کا قرض ادا کر دیا اس سے بری الذمہ ہو گیا اور جس کا قرض ادا کرنے کا انکار کر دیا اس کے قرض کا ذمہ دار رہا۔ بس یہی حالت اس شخص کی ہے۔ جو اللہ کے بعض احکام کی اطاعت کرتا ہے اس لحاظ سے وہ فرمانبردار ہے اور بعض احکام کی نافرمانی کرتا ہے اس اعتبار سے وہ گناہ گار ہے۔ بہر حال وہ مومن ہے۔ ناقص الایمان ہے اطاعت کرنے کی وجہ سے مطیع ہے اور نافرمانی اور حکم کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے گناہگار ہے۔ بہر حال وہ مومن ہے۔ ناقص الایمان ہے طاعت کی وجہ سے مطیع ہے اور نافرمانی اور حکم کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہے۔ یہی مومن اطاعت و معصیت کا خلط ملط کرنے والوں کا یہی طریقہ ہے یہاں تک کہ ترقی کر کے اس درجہ پر پہنچ جائے کہ نفسانی خواہشات جاتی رہیں۔ اس وقت

حسن بصری نے فرمایا بغیر توبہ کے مغفرت کی اور بغیر عمل کے ثواب کی تمنا نہ کر۔ یہ اللہ کے معاملہ میں فریب خوردگی ہے کہ برابر تو اللہ کی ناراضگی میں چلتا رہے اور اللہ کو راضی کرنے والا عمل نہ کرے اور اس پر مغفرت کی خدا سے تمنا کرے۔ آرزوئیں تجھے فریب دیتی رہیں گی۔ یہاں تک کہ موت آجائے گی۔ کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ فرماتا ہے وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَاءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ مرتے دم تک تم کو آرزوئیں فریب دیتی رہیں اور اللہ کے متعلق تم کو شیطان نے دھوکہ میں رکھا۔ دوسری جگہ فرمایا ہے۔ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى میں بلاشبہ معاف کردینے والا ہوں اس کو جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کئے۔ پھر سیدھے راستہ پر رہا۔ یہ بھی فرمایا ہے وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ۔ میری رحمت ہر چیز کو اپنے اندر سمائے ہوئے ہے لیکن اپنی رحمت میں ان لوگوں کے لئے مقدر کروں گا جو تقویٰ رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو میری آیات پر ایمان رکھتے ہیں پس بغیر توبہ اور بلا تقویٰ کے رحمت اور جنت کی طمع حماقت نادانی اور فریب خوردگی ہے۔ کیونکہ رحمت اور جنت کی شرطیں ان دونوں آیتوں میں بیان کردی گئی ہیں۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ مومن اپنے گناہوں کو اتنا خطرناک سمجھتا ہے۔ جیسے کوئی شخص پہاڑ کی جڑ میں کھڑا ہو اور اوپر سے پہاڑ گرنے کا ڈر ہو اور فاجر اپنے گناہوں کو ناک پر بیٹھی ہوئی مکھی کی طرح حقیر جانتا ہے کہ اس طرح ہاتھ ہلایا اور اڑ گئی۔

رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ بندہ گناہ کرتا ہے اور گناہ اس کو جنت میں لے جاتا ہے۔ دریافت کیا گیا کہ گناہ جنت میں کیسے لے جاتا ہے۔ فرمایا گناہ اس کی نظر کے سامنے رہتا ہے۔ وہ اس کی معافی مانگتا ہے پشیمان ہوتا ہے یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ سرکارِ عالیؐ نے ارشاد فرمایا میں نے کسی چیز کو طلب میں حسین اور تاثیر میں تیز اتنا نہیں پایا جتنی پرانے گناہ کے لئے نئی نیکی ہوتی ہے بلاشبہ نیکیاں گناہوں کو دور کردیتی ہیں۔ یہ نصیحت حاصل کرنیوالوں کے لئے یادداشت ہے یہ بھی فرمایا۔ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے، تو گناہ سے دل میں ایک کالا نقطہ پیدا ہوجاتا ہے۔ توبہ کرلیتا ہے، ٹھہر کر اللہ کی طرف لوٹ جاتا ہے اور استغفار کرلیتا ہے تو دل سے نقطہ صاف ہوجاتا ہے، اگر توبہ نہیں کرتا زاری نہیں کرتا، استغفار نہیں کرتا، تو گناہ بالائے گناہ اور سیاہی تہ بر تہ ہوجاتی ہے یہاں تک کہ دل سیاہ ہوکر مرجاتا ہے۔ یہی آیت بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ کا معنی ہے دیکھا ان کے اعمال کا ان کے دلوں پر زنگ چڑھ جاتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا گناہ نہ کرنا بہ نسبت توبہ سے زیادہ آسان ہے۔ اس لئے تاخیرِ موت کو غنیمت جان۔

آدم بن زیاد کہتے تھے اپنے آپ کو ایسا سمجھو کہ موت سامنے آگئی ہے اور اللہ سے معافی کی درخواست کر رہے ہو اور اللہ نے معافی دیدی ہے۔ اس لئے ہر وقت اللہ کی طاعت کے کام کرو۔

حضرت داؤد کے پاس اللہ نے وحی بھیجی۔ ڈرتے رہو کہیں غفلت کی حالت میں میں تم کو پکڑوں اور میرے سامنے آؤ تو کوئی دلیل بن نہ پڑے۔ کوئی مردِ صالح عبد الملک بن مروان کے پاس گئے عبد الملک نے کہا۔ مجھے کچھ نصیحت کیجئے

فرمایا۔ اگر تم کو موت آجائے۔ تو کیا اس کی تیاری تمہارے پاس ہے۔ عبدالملک نے کہا نہیں۔ پھر حسنؒ نے فرمایا۔ تم خاطر جمع رکھتے ہو کہ اس حال سے منتقل ہو کر جو دوسرے حال میں پہنچو گے۔ تو وہ تمہاری پسند کے موافق ہوگا۔ عبدالملک نے کہا نہیں۔ پھر حسنؒ نے فرمایا کیا موت کے بعد کوئی ایسا گھر ہے۔ جہاں معافی کرائی جا سکتی ہے۔ عبدالملک نے کہا نہیں۔ فرمایا تو کیا غفلت کی حالت میں موت کے آجانے سے تم بے خوف ہو۔ عبدالملک نے کہا نہیں۔ فرمایا تو میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی سمجھدار آدمی ان باتوں سے بے خبر ہو پر تم مصر ہو۔ رسول اللہؐ نے فرمایا پشیمانی توبہ ہے۔ یہ بھی فرمایا جس نے کوئی گناہ کیا اور پھر اس پر پچھتایا تو یہی گناہ کا کفارہ ہوتا ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا۔ توبہ کے چار ستون ہیں۔ زبان سے معافی کی طلب۔ دل سے پشیمانی۔ اعضا سے گناہ کا ترک اور نیت یہ رکھنی کہ دوبارہ ایسا گناہ نہیں کروں گا۔ یہ بھی فرمایا۔ توبۃ النصوح یہ ہے کہ توبہ کرے اور جس گناہ سے توبہ کرے اس کی طرف نہ لوٹے۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کی طرح ہو جاتا ہے اور گناہ پر قائم رہنے کے باوجود معافی طلب کرنے والا گویا اپنے رب سے مذاق کرتا ہے۔ اور جب بندہ استغفراللہ و اتوب الیہ کہتا ہے پھر لوٹ کر گناہ کرتا ہے۔ پھر یہی کہتا ہے۔ تو تین بار گناہ کرنے کے بعد چوتھی بار میں اس گناہ کو کبیرہ گناہوں کی فہرست میں لکھا جاتا ہے۔

فضیل بن عیاض نے فرمایا۔ خود اپنے نفس کا وصی بن جا دوسروں کو اپنا وصی نہ بنا۔ جب تو اپنی زندگی میں اپنے نفس کی وصیت کھو دے تو دوسروں کو کیسے ملامت کر سکتا ہے کہ انہوں نے تیری وصیت کو ضائع کر دیا۔

ایک شخص نے یہ شعر سنائے۔

قلیل فائدہ اٹھانے دنیا تو متاع حقیر ہی ہے۔ اس کا دوام بس کی بات نہیں۔ جبکہ تو زندہ ہے حاکم ہے۔ تیری اطاعت کی جاتی ہے اور تیرا حکم مانا جاتا ہے۔ تو جس چیز پر تیرا اختیار ہو اس کو پہلے سے بھیجدے کسی کو وصی بنا دینے کے دھوکے میں نہ رہنا تعمیل وصیت میں کوشش کی کمی سے وصیت بیکار ہو جاتی ہے۔

ایک اور شاعر کا قول ہے۔

اگر تو کسی دوسرے کو وصی بننے کا خواستگار ہو تو رہنے دے، جو چیز تیرے قبضہ میں ہے اس میں (صحیح) تصرف کرنے کے لئے تو خود اپنے نفس کا وصی بن جا۔ جو کچھ آج بوئے گا۔ کل کاٹے گا۔ اور جب حساب ہوگا۔ تو اپنے ہی درخت کے پھل توڑے گا۔

ایک اور فصل

حضرت ابو امامہ باہلی کی روایت ہے حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا۔ دائیں طرف والا فرشتہ، بائیں طرف والے کا حاکم ہے۔ بندہ جب کوئی ایک نیکی کرتا ہے تو دائیں طرف والا دس نیکیاں لکھ لیتا ہے اور جب کوئی بدی کرتا ہے اور بائیں طرف والا اس کو لکھنا چاہتا ہے تو دائیں طرف والا کہتا ہے۔ ابھی رکا رہ۔ بائیں طرف والا دن کے چھ یا سات ساعت تک رکا رہتا ہے۔ اس درمیان میں اگر بندہ نے اللہ سے معافی مانگ لی تو گناہ بالکل نہیں لکھا جاتا۔ ورنہ ایک بدی لکھ لی جاتی ہے۔ حدیث کے دوسرے الفاظ

اس طرح ہیں۔ بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو وہ نہیں لکھا جاتا یہاں تک کہ وہ دوسرا گناہ کرے جب پانچ گناہ جمع ہوجاتے ہیں اور ان کے بعد ایک نیکی کرلیتا ہے تو اس کے پانچ نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور پانچ نیکیاں پانچ گناہوں کی مٹ دشنہ ہوجاتی ہیں۔ اس وقت ابلیس چیختا ہے اور کہتا ہے۔ مجھے ابن آدم پر کس طرح دسترس ہو میں کتنی ہی کوشش کروں۔ وہ ایک نیکی کرکے میری ساری کوشش بیکار کردیتا ہے۔ حضرت امام حسنؓ راوی ہیں۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ ہر بندہ پر دو فرشتے مقرر ہیں۔ دائیں طرف والا بائیں طرف والے کا حاکم ہے۔ بندہ جب گناہ کرتا ہے اور بائیں طرف والا کہتا ہے۔ میں اس کو لکھ لوں تو دائیں طرف والا کہتا ہے ابھی توقف کر کہ وہ پانچ گناہ کرلے جب بندہ پانچ گناہ کرچکتا ہے اور بائیں طرف والا ان کو لکھنا چاہتا ہے تو دائیں طرف والا کہتا ہے ابھی ٹھہر کہ وہ کوئی نیکی کرلے۔ جب بندہ کوئی نیکی کرلیتا ہے تو دائیں طرف والا کہتا ہے۔ ہم کو اطلاع دی گئی ہے کہ ہر نیکی کا عوض دس گنا ہے پس آؤ ہم پانچ گناہوں کو پانچ نیکیوں سے مٹا دیں اور پانچ نیکیاں اس کے لئے لکھ لیں۔ اس وقت شیطان چیختا ہے اور کہتا ہے میں ابن آدم کو کب پاسکتا ہوں۔

یہ احادیث اللہ کے اس قول کے مطابق ہیں وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی (ترجمہ فصل سابق میں گذر چکا ہے) حضرت علی نے فرمایا کہ حضرت آدم کی پیدائش سے چار ہزار برس پہلے عرش کے گرداگرد لکھ دیا گیا تھا۔ وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی احادیث مذکورہ اس آیت کے بھی موافق ہیں۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰی لِلذّٰكِرِیْنَ (ترجمہ فصل سابق میں گذر گیا)

حضرت ابن عباس نے فرمایا جب بندہ توبہ کرلیتا ہے اور اللہ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ تو کراماً کاتبین کو اس بندہ کے کئے ہوئے گناہ فراموش کرادیتا ہے اور اس کے اعضاء جسمانی کو بھی فراموش کردیتا اور گناہ کے مقام کو بھی ان گناہوں کی یاد بھلا دیتا ہے اور آسمان کے اس مقام کو بھی یاد فراموش کرادی جاتی ہے (جس کے نیچے بندہ نے وہ گناہ کئے ہوتے ہیں) اس طرح قیامت کے دن جب وہ بندہ آئے گا تو اس کے گناہوں کا کوئی گواہ نہ ہوگا۔ حضور اقدس نے فرمایا۔ توبہ کرلینے والا بے گناہ کی طرح ہوجاتا ہے۔ ایک روایت میں اتنا زائد ہے۔ اگرچہ اس نے ستر بار گناہ کیا ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا جو شخص تین بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ کہے گا اس کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے خواہ سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں۔ یہ بھی حضرت ابن مسعود کا قول ہے کہ آدمی قیامت کے دن اپنے اعمالنامہ میں اول گناہوں کا اندراج اور آخر میں نیکیوں کا اندراج دیکھے گا لیکن دوبارہ جب اعمالنامہ کے شروع کو دیکھیگا۔ تو سب کی سب نیکیاں ہی دکھائی دیں گی۔ آیت فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ (یہ وہ لوگ ہوں گے کہ اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا) کا یہی مطلب ہے۔ یہ اس توبہ کرنے والے کے حق میں ہے جس کا خاتمہ اللہ نے توبہ اور انابت پر کیا ہو۔

بعض علماء کا قول ہے کہ بندہ جب گناہوں سے توبہ کرلیتا ہے۔ تو اس کے گذشتہ گناہ سب کے سب نیکیاں بن جاتے

میں حضرت ابن مسعود نے فرمایا۔ قیامت کے دن کچھ لوگ تمنا کریں گے کہ ان کے گناہ زیادہ ہوتے۔ حضرت نے یہ بات اس لئے فرمائی کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے گناہ چاہے گا نیکیوں سے بدل دے گا۔

حسن بصری کی روایت ہے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی اتنے گناہ کرے کہ زمین سے آسمان تک بھر جائے پھر توبہ کرلے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ (اللہ فرماتا ہے) اے ابن آدم اگر تو زمین کے برابر گناہ لے کر میری طرف آئے گا تو میں اس کی برابر مغفرت سے پیش آؤں گا۔

ایک اور فصل

روایت میں آیا ہے کہ کوفہ کے اطراف میں کسی جگہ سے ایک روز حضرت ابن مسعود گزرے۔ وہاں ایک شخص کے مکان میں چند اوباش لوگ جمع ہو کر شراب پی رہے تھے اور ایک گویا جس کا نام زاذان تھا بربط بجا رہا تھا اور اچھی آواز سے گا رہا تھا۔ ابن مسعود نے فرمایا۔ یہ آواز کیسی اچھی ہے اگر قرآن خوانی میں مشغول ہوتی تو بہت اچھی ہوتی یہ فرما کر چادر سر پر ڈال کر چلے گئے۔ زاذان نے آپ کی آواز سن لی۔ پوچھا یہ کون تھا۔ لوگوں نے کہا حضرت عبداللہ بن مسعود رسول اللہ کے صحابی تھے۔ زاذان نے پوچھا کیا فرما رہے تھے۔ لوگوں نے کہا آپ نے فرمایا تھا کہ آواز کیسی اچھی ہے۔ اگر قرات قرآن میں مشغول ہوتی۔ تو بہتر ہوتی۔ یہ سنکر زاذان کے دل پر ہیبت طاری ہو گئی۔ فوراً بربط زمین پر پٹک کر توڑ ڈالی اور دوڑا ہوا حضرت تک پہنچا۔ گلے میں رومال ڈال کر رونے لگا۔ آپ نے اس کو گلے سے لگا لیا اور خود بھی رونے لگے اور فرمایا میں کیسے اس سے محبت نہ کروں جس سے اللہ کو محبت ہے۔ اس کے بعد زاذان نے بربط بجانے سے توبہ کرلی اور حضرت ابن مسعود کی خدمت میں رہنے لگا۔ یہاں تک کہ قرآن مجید پڑھ لیا اور علم کا کثیر حصہ حاصل کرلیا۔ کہ امام علم دین بن گیا بکثرت روایات میں زاذان از عبداللہ بن مسعود و زاذان از سلمان فارسی آتا ہے۔

اسرائیلی روایات میں آیا ہے کہ کوئی رنڈی تھی جو گانے کا پیشہ کرتی تھی لوگوں کے لئے اس کا حسن فتنہ بنا ہوا تھا اس کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا تھا اور دروازے کے سامنے تخت بچھائے وہ بیٹھی رہتی تھی۔ جو ادھر سے گذرتا اور اس کو دیکھتا فریفتہ ہو جاتا مگر اندر داخل ہونے کی اجازت اس وقت ملتی جب دس دینار یا اس سے زیادہ پیش کرتا۔ ایک روز کوئی اسرائیلی عابد دروازہ کی طرف سے گذرا وہ عورت تخت پر بیٹھی تھی اس پر نظر پڑ گئی دیکھتے ہی فریفتہ ہو گیا مگر نفس سے جہاد کرنے لگا اور اللہ سے دعا کرنے لگا کہ یہ خیال اس کے دل سے دور ہو جائے مگر دور نہ کرسکا بے قابو ہو گیا۔ آخر جا کر اپنا سارا سامان جمع کیا اور بیچ کر اور بقدر ضرورت دینار لے کر اس کے دروازہ پر پہنچا۔ عورت نے کہا یہ روپیہ دلال کو دے دو۔ عابد نے روپیہ دلال کو دیدیا اور عورت کے وعدہ کے مطابق اس کے پاس پہنچا۔ وہ بنی ٹھنی گھر کے اندر تخت پر بیٹھی تھی عابد بھی اس کے پاس جا کر بیٹھ گیا جب بے تکلف ہو گیا اور اس کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو سابقہ عبادت کی برکت سے اللہ

کی رحمت آپہنچی اور اس کے دل میں خیال آیا کہ عرش کے اوپر سے اللہ مجھے اس حالت میں دیکھ رہا ہے میں فعل حرام میں مشغول ہوں اور میرے تمام اعمال برباد ہو گئے۔ یہ سوچ کر اس کے دل میں ایک خوف پیدا ہوا جس سے دل ہی دل میں کانپ گیا اور رنگ بدل گیا عورت نے اس کی رنگت فق دیکھی تو بولی اے شخص تجھے کیا تکلیف ہے۔ عابد بولا مجھے اپنے رب کا ڈر ہے۔ تو یہاں سے نکل جانے کی مجھے اجازت دیدے۔ عورت بولی ارے جو چیز تجھے نصیب ہو گئی ہے اس کی تو بہت لوگ تمنا کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں یہ تیرا کیا خیال ہے۔ عابد نے کہا مجھے اللہ سے ڈر لگتا ہے۔ رہا وہ مال جو میں نے تیرے دلال کو دیا ہے۔ وہ تو ہی لیلے (اب مجھے اس کی واپسی کی ضرورت نہیں) مجھے تو جانے کی اجازت دیدے۔ عورت نے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو نے اس طرح کا کام اس سے پہلے کبھی نہیں کیا۔ عابد نے کہا نہیں۔ عورت نے کہا کہ تو کہاں کا رہنے والا ہے اور تیرا نام کیا ہے۔ عابد نے اپنا اور اپنے گاؤں کا نام بتا دیا۔ عورت نے جانے کی اجازت دیدی۔ عابد ہائے وائے کرتا ہوا اور اپنی حالت پر روتا ہوا چلا گیا۔ اس کے بعد عابد کی برکت سے عورت کے دل میں بھی اللہ کا خوف پیدا ہوا اور دل میں کہنے لگی اس شخص نے تو پہلا گناہ کیا اور اس کے دل میں جو خوف پیدا ہوا وہ ہو۔ میں تو اتنے برسوں سے گناہ کر رہی ہوں اور میرا رب وہی ہے جو اس کا ہے۔ جب وہ رب سے اتنا ڈرا تو مجھے تو اس سے بہت زیادہ ڈرنا چاہیئے۔ یہ سوچ کر اس نے توبہ کی دروازہ بند کرا دیا۔ پرانے کپڑے پہن لئے اور عبادت میں مشغول ہو گئی۔ اور جب تک اللہ نے چاہا عبادت میں سرگرم رہی۔ پھر دل میں کہا کہ اگر میں اس شخص کے پاس پہنچ جاؤں۔ تو شاید وہ مجھ سے نکاح کر لے اور میں اس کے پاس رہ کر کچھ دینی باتیں سیکھ لوں اور رب کی عبادت کرنے میں وہ میرا مددگار بن جائے یہ سوچ کر تیاری کی اور مال متاع نوکر چاکر ساتھ لے کر عابد کے گاؤں میں آئی اور عابد کو دریافت کیا۔ لوگوں نے اس سے جا کر کہا کہ ایک عورت آئی ہے اور آپ کو دریافت کر رہی ہے۔ عابد باہر نکل کر آیا۔ عورت نے اس کو دیکھ کر چہرے سے نقاب ہٹا دی تاکہ اس کو پہچان لے۔ عابد نے اس کو دیکھا اور پہچان لیا اور گذشتہ واقعہ اس کو یاد آیا تو ایک چیخ ماری اور روح پرواز کر گئی۔ عورت غمگین ہو کر اپنے دل میں کہنے لگی میں اسی کی وجہ سے نکلی تھی اس کا انتقال ہو گیا اب شاید اس کا کوئی رشتہ دار عورت کا ضرورت مند ہو۔ لوگوں نے بتایا کہ متوفی کا ایک نیک بھائی ہے مگر تنگدست ہے اس کے پاس مال نہیں ہے۔ عورت نے کہا کوئی حرج نہیں۔ مال میرے پاس کافی ہے۔ چنانچہ متوفی کا بھائی آیا اور اس نے عورت سے نکاح کر لیا اور اس کے پیٹ سے اللہ نے سات بیٹے عنایت فرمائے جو سب کے سب بنی اسرائیل کے پیغمبر ہوئے۔

دیکھو سچی طاعت اور حسن نیت کی برکت سے اللہ نے عبداللہ بن مسعود کے ذریعہ سے زاذان کو ہدایت کی۔

حضرت ابن مسعود چونکہ سچے تھے۔ ان کا باطن بھی اچھا تھا اس لئے ان کی برکت سے اللہ نے زاذان کو ہدایت یاب کیا۔

اگر تو اندرونی طور پر صالح نہ ہو گا اور دل میں اللہ کا خوف نہ رکھیگا۔ تو کوئی بھی بگڑا ہوا تجھ سے نہیں سنوریگا اور اگر خلوص کے ساتھ ملیگا اپنی حرکات سکنات میں ریاکار نہ ہوگا اور ہر حال میں اللہ کو واحد سمجھیگا تو تجھے نیکی کی توفیق دے

اور راہ راست پر چلانے میں اضافہ کیا جائیگا۔ نفسانی ہوا و ہوس سے انس و جن کے شیطانوں کے اغواء سے تمام بری باتوں اور بدعتوں گمراہیوں سے اور بدچلنوں (کی شر) سے تجھے محفوظ رکھا جائیگا اور تیرے سبب سے برائی بغیر تکلیف کے زائل ہوجائے گی اور اس زمانہ کی طرح نیکی برائی کی شکل بھی اختیار نہیں کریگی۔ اس زمانہ میں تو اگر کوئی کسی ایک برائی کا انکار کرتا ہے تو اس سے کثیر برائیاں پھوٹ پڑتی ہیں گالیاں، تہمت تراشی، مار توڑ، کپڑے پھاڑ دینا۔ اور مال کو تباہ کرنا غرض ایک بڑا فساد پیدا ہوجاتا ہے، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ نصیحت کرنے والوں میں سچائی کی کمی ہے۔ ایمان ویقین کا نقصان ہے اور نفسانی خواہشوں کا غلبہ ہے۔ بلکہ برائی تو ان میں خود ہی ابھی موجود ہے برائی کو اپنے نفسوں سے دور کرنا تو انہی کا اول فرض ہے ان کو اپنے نفسوں (کی اصلاح) کا لمبا کام موجود ہے ایسی حالت میں وہ دوسروں کو برائیوں سے روکتے ہیں۔ فرض عینی کو چھوڑ کر فرض کفایہ سے دلچسپی لیتے ہیں۔ مفید بات کو ترک کرکے غیر مفید بات میں مشغول ہوتے ہیں۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا غیر مفید بات کو چھوڑ دینا آدمی کے اسلام کا حسن ہے۔

جو شخص چاہتا ہو کہ اس کے ذریعہ سے کوئی برائی جلد زائل ہوجائے تو لازم ہے کہ (سب سے پہلے) کہ اپنے نفس کو اس برائی پر نصیحت کرے اور روکے اور تمام ظاہری باطنی گناہوں سے نفس کو بازداشت کرے جب خود تمام گناہوں سے پاک ہوجائے تو پھر دوسروں کو نصیحت کرنے میں مشغول ہو اس طرح بہترین طریقہ سے برائی زائل ہوجائے گی جیسا کہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے واقعہ میں ہوا۔

اور دیکھو کہ عابد کے واقعہ میں سچائی اور عبادت کی برکت کا کیسا نتیجہ رہا۔ اللہ نے اس کو ایک زناکار عورت سے بھی بچایا اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے بھی (اللہ نے فرمایا) کذٰلک لنصرف عنہ السوء والفحشاء انہ من عبادنا المخلصین۔ واقعہ یونہی ہوا تا کہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی سے روک دیں۔ بلاشبہ وہ ہمارے منتخب بندوں میں سے تھا۔ چنانچہ گذشتہ ایام واوقات میں تنہائیوں میں اس کے اندر سچائی اور حسن اطاعت تھا اس لئے اللہ کی مدد اس کے اور اس فاحشہ عورت کے درمیان حائل ہوگئی۔ پھر اس پر بھی غور کرو کہ عابد کی برکت سے اللہ نے کس طرح اس زناکار عورت کو بچالیا اور عابد ہی کی برکت سے کس طرح عورت نے عابد کے بھائی کو پالیا۔ اور اللہ نے اس کے فقر اور تکلیف کو بھی دور کردیا اور حسین ترین عورت سے اس کا نکاح بھی کردیا اس کو مالدار بھی کردیا اور ایسی جگہ سے اس کو رزق دیا جس کا اس کو گمان بھی نہیں تھا اور ان دونوں کو سات پیغمبروں کے ماں باپ بنایا پس ساری طاعت خیر میں ہے اور ساری خرابی معصیت میں۔ اگر ہم اہل معصیت ہوں تو خدا کرے کہ نہ ہماری معصیت رہے نہ ہم رہیں۔

فصل – چار باتوں سے توبہ کرنے والے کی توبہ کی شناخت ہوتی ہے (۱) زبان کو بے ہودہ بکواس غیبت چغل خوری اور جھوٹ سے روک لے (۲) دل کے اندر کسی سے حسد یا دشمنی محسوس نہ کرے (۳) برے لوگوں کو چھوڑ دے وہی برے ارادہ پر آمادہ کرتے ہیں وہ قصد توبہ کی صحت کو بگاڑتے ہیں اور اس چیز کی تکمیل بغیر اس کے نہیں ہوسکتی کہ ہمیشہ زندگی تک

اور غضب کا) مشاہدہ کرتا رہے۔ تاکہ توبہ کی رغبت بڑھ جائے اور بیم و امید کے جذبات بڑھکر تکمیل عزم کی قدرت عطا کردیں۔ اس وقت گذشتہ اعمال قبیحہ پر جمے رہنے کی گرہ کھل جائے گی اور ممنوعات کے ارتکاب سے رک جائیگا اور نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے سے نفس کی لگام کو روک دیگا اور فوراً گناہ ترک کردے گا اور پختہ عہد کرلیگا کہ آئندہ ایسا نہیں کریگا (۲) موت کے لئے تیار رہے گذشتہ گناہوں پر نادم اور ان کی معافی کا طلبگار رہے اور اطاعت رب کی کوشش میں سرگرم رہے۔ کہا گیا ہے کہ توبہ کے قبول ہونے کی چار علامتیں ہیں (۱) بدکاروں سے تعلقات توڑلے اور ان سے اپنی جان کا کوئی اندیشہ محسوس نہ کرے اور نیکوں سے صحبت رکھے (۲) ہر گناہ سے کٹ جائے اور تمام طاعتوں کی طرف اپنا رخ کرلے (۳) دنیا کی ہر خوشی اس کے دل سے جاتی رہے اور آخرت ہی کا فکر اس کو اپنے دل میں محسوس ہو (۴) جس چیز کا خدا نے ذمہ لے رکھا ہے یعنی رزق کی طرف سے بے پروا ہو جائے اور جس طاعت کا اللہ نے حکم دیا ہے اس میں مشغول ہو جائے۔ جب یہ علامتیں موجود ہوں گی تو ان لوگوں میں سے اس کا شمار ہو جائیگا جن کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے۔ ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین۔ لوگوں پر ایسے آدمی کے چار حق واجب ہیں (۱) اس سے محبت کریں کیونکہ اللہ اس سے محبت کرتا ہے (۲) ہمیشہ اس کے لئے دعا کرتے رہیں کہ اللہ اس کو توبہ پر ثابت قدم رکھے (۳) گذشتہ گناہوں پر اس کو عار نہ دلائیں۔ روایت میں آیا ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی مومن کو کسی بے حیائی کی (جس سے وہ توبہ کرچکا ہے) عار دلائے گا۔ تو یہ بات اس بے حیائی کے لئے کفارہ ہو جائے گی اور اللہ پر لازم ہو جائے گا کہ اس عار دلانے والے کو اسی بے حیائی میں مبتلا کردے اور جو شخص کسی مومن کو کسی گناہ کی عار دلائے گا وہ دنیا سے بغیر اس کے نہ جائیگا کہ خود اس گناہ کا ارتکاب کرے اور رسوا ہو۔ بات یہ ہے کہ مومن خود بارادہ تو گناہ میں مبتلا ہوتا نہیں ہے نہ اپنے دلی قصد سے گناہ کرتا ہے نہ گناہ کو دین کا جزو سمجھتا ہے کہ دینداری کے طور پر کرتا ہے بلکہ صرف شیطان کی فریب دہی تیزی شہوت کی زیادتی نفسانی جوش کا غلبہ غفلت اور فریب خوردگی کا چھا جانا اس کا باعث ہوتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ۔ اللہ نے کفر فسق اور نافرمانی کو تمہاری نظر میں مکروہ بنا دیا ہے۔ اس آیت میں اللہ نے بتا دیا کہ اہل ایمان کی نظر میں اللہ نے معصیت کو قابل نفرت چیز بنا دیا ہے اس لئے اگر مومن توبہ کرلے اور اللہ کی طرف رجوع ہو جائے تو اس کو توبہ کردہ گناہ کی عار دلانا جائز نہیں بلکہ اس کے لئے دعا کی جائے کہ اللہ اس کو توبہ پر ثابت قدم رکھے اس کو توفیق دے اور اس کا نگہبان ہو (۴) لوگوں پر لازم ہے کہ اس کو اپنے ساتھ بٹھائیں اس سے گفتگو کریں اور اس کی مدد کریں اور اس کی عزت کریں۔

توبہ کرنے والے کو اللہ چار باتوں سے معزز فرماتا ہے (۱) گناہوں سے اس کو نکال دیتا ہے۔ گویا اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہ تھا (۲) اللہ اس سے محبت کرتا ہے (۳) شیطان کو اس پر قابو نہیں دیتا شیطان سے اس کو محفوظ رکھتا ہے (۴) دنیا سے لے جانے سے پہلے ہی اس کو خوف سے مامون کردیتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ

اَنْ لَا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ اُن پر فرشتے اترتے ہیں کہ خوف مت کرو اور رنجیدہ نہ ہو اور جس جنت کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا اس (میں داخل ہونے) کی خوش خبری لو۔

فصل ۴

توبہ کے متعلق مشائخ طریقت کے اقوال

ابوعلی دقاق نے فرمایا توبہ کی تین قسمیں ہیں (۱) سادہ. توبہ (۲) انابت (۳) اوبت۔ ابتدائی درجہ توبہ کا ہے۔ متوسط درجہ انابت کا اور انتہائی درجہ اوبت کا جس نے عذاب کے ڈر سے توبہ کی وہ صاحب توبہ ہے جس نے ثواب کی طمع میں دسزا کے اندیشہ سے توبہ کی وہ صاحب انابت ہے اور جس نے محض حکم کی تعمیل میں توبہ کی نہ ثواب کا اس کو لالچ نہ عذاب کا اندیشہ وہ صاحب اوبت ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ توبہ (عام) اہل ایمان کی صفت ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اے اہل ایمان بامید فلاح تم سب اللہ سے توبہ کرو۔ اور انابت اولیا مقربین کی صفت ہے اللہ نے فرمایا ہے وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ وہ (اللہ کی طرف) متوجہ ہونے والے دل کے ساتھ آیا ہے۔ اور اوبت انبیاء و مرسلین کی صفت ہے اللہ نے فرمایا ہے نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ وہ اچھا بندہ تھا۔ بلاشبہ وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔

جنید نے فرمایا توبہ تین معانی پر حاوی ہے (۱) گناہ پر پشیمان ہو (۲) جس چیز کی اللہ نے ممانعت فرما دی ہے اس کو دوبارہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرے (۳) حقوق (انسانی) کو ادا کرنے کی کوشش کرے۔

سہل بن عبداللہ نے فرمایا توبہ نام ہے آئندہ گناہ کو ترک کر دینے کا جنید کا قول ہے کہ میں نے حارث کو یہ کہتے سنا حارث کہہ رہے تھے کہ میں کبھی اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ التَّوْبَةَ نہیں کہتا بلکہ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ شَهْوَةَ التَّوْبَةِ کہتا ہوں (یعنی اللہ سے توبہ کا سوال نہیں کرتا بلکہ توبہ کی آرزو مانگتا ہوں)

جنید نے فرمایا میں سری (سقطی) کی خدمت میں یک روز گیا دیکھا کہ آپ کا مزاج کچھ بگڑا ہوا ہے میں نے دریافت کیا کیا بات ہے فرمایا ایک جوان نے مجھ سے توبہ کے متعلق استفسار کیا میں نے کہا توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہ کو نہ بھولے اُس نے بطور مناظرہ کہا نہیں۔ توبہ تو یہ ہے کہ تم اپنے گناہ کو بھول جاؤ۔ جنید کہتے ہیں میں نے کہا میرے نزدیک واقعہ تو وہی ہے جو جوان نے کہا۔ سری نے پوچھا کیوں میں نے کہا اس لئے کہ پہلے میں جفا کی حالت میں تھا۔ وہ جفا سے نکال کر وفا کی طرف مجھے لے گیا۔ اب صفائی کی حالت میں جفا کی یاد ظلم ہے۔ سری خاموش ہو گئے۔ سہل بن عبداللہ کا قول ہے۔ توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہ کو نہ بھولے اور جنید کا قول ہے کہ توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہ کو بھول جائے۔

ابوالفرساج نے دونوں قولوں کی تشریح کی ہے۔ فرمایا سہل کے قول میں مریدوں اور ان لوگوں کے احوال کی طرف اشارہ ہے جن کو مختلف حالات پیش آتے رہتے ہیں کبھی ان کے لئے سودمند ہوتے ہیں اور کبھی ضرر رساں۔ لیکن جنید کے قول میں محققین کی توبہ کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ کی عظمت اور دوام ذکر کا ان کے دلوں پر اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ ان کو اپنے گناہ یاد ہی نہیں ہوتے۔ یہ ایسا ہی ہے۔ جیسا رُوَیم کا قول کہ جب ان سے توبہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا توبہ سے توبہ ہوتی ہے۔ ذوالنون مصری نے فرمایا عوام کی توبہ گناہوں سے ہوتی ہے اور خواص کی توبہ غفلت سے۔

ابوالحسن نوری نے فرمایا۔ توبہ یہ ہے کہ اللہ کے سوا ہر چیز سے تم توبہ کرلو۔

عبداللہ بن محمد بن علی نے فرمایا ایک تائب لغزش سے توبہ کرتاہے۔ ایک تائب غفلت سے توبہ کرتاہے۔ ایک تائب نیکیوں کو دیکھنے سے توبہ کرتاہے۔ ان تینوں میں کتنا بڑا فرق ہے۔

ابوبکر واسطی نے فرمایا خالص توبہ یہ ہے کہ توبہ کرنے والے پر کہلا نشان گناہ کا باقی نہ رہے جس کی توبہ خالص ہوتی ہے وہ (توبہ کے بعد) پروا نہیں کرتا کہ اس کی شام صبح کیسے گذرتی ہے یحییٰ بن معاذ رازی نے مناجات میں کہا الہٰی میں یہ تو نہیں کہتا کہ میں نے توبہ کرلی نہ یہ کہتاہوں کہ پناہ چاہتاہوں کیونکہ میں اپنی عادت سے واقف ہوں اور نہ گناہوں کو ترک کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں کیونکہ اپنی کمزوری کو پہچانتا ہوں۔ پھر بھی میں یہ کہتا ہوں کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا کیونکہ شاید میں دوبارہ ایسا کرنے سے پہلے مرجاؤں۔ ذوالنون مصری نے فرمایا گناہ کو بالکل ترک کردینے بغیر استغفار کرنا جھوٹوں کی توبہ ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمین باوجود فراخ ہونے کے تجھ پر تنگ ہوجائے۔ تجھے کہیں قرار نہ ہو۔ پھر خود اپنی جان تنگ ہوجائے۔ جیساکہ اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ۔ فراخ ہونے کے باوجود زمین ان لوگوں پر تنگ ہوگئی وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اور ان کی جانیں خود ان پر وبال ہوگئیں اور ان کو یقین ہوگیا کہ سوائے اللہ کی طرف توجہ کرنے کے اور کوئی ذریعہ اللہ سے بچاؤ کا نہیں ہے پھر اللہ نے ان کی طرف توجہ فرمائی تاکہ وہ لوٹ آئیں۔

ابن عطاء نے فرمایا توبہ دو طرح کی ہے توبہ انابت اور توبہ استجابت۔ توبہ انابت یہ ہے کہ بندہ اللہ کے عذاب سے ڈر کر توبہ کرلے اور توبہ استجابت یہ ہے کہ اللہ کے کرم سے شرما کر توبہ کرے۔

یحییٰ بن معاذ نے فرمایا۔ توبہ کے بعد ایک لغزش توبہ سے پہلے کے ستر گناہوں سے زیادہ بری ہے۔

ابوعمر انطاکی نے بیان کیا کہ ایک بار علی بن عیسےٰ وزیر بڑے لشکر کو ہمرکاب لئے نکلا۔ اجنبی مسافر کہنے لگے یہ کون ہے۔ ایک عورت سر راہ کھڑی تھی کہنے لگی کب تک کہو گے یہ کون ہے یہ کون ہے۔ یہ بھی ایک بندہ ہے جو اللہ کی نظر سے گرگیاہے اور اللہ نے اس کو آزمائش میں ڈال دیاہے تم دیکھ رہے ہو علی بن عیسےٰ نے یہ بات سن لی اور مکان کو لوٹ گیا اور وزارت سے استعفےٰ دے کر مکہ کو چلا گیا۔ اور وہیں رہ پڑا۔

مجلس

آیت اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کی تشریح

تقویٰ کے معنی اور متقی کی حقیقت کے متعلق بہت سے اقوال منقول ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: التقویٰ اللہ کے اس قول میں ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ۔ بے شک اللہ حکم دیتا ہے عدل کا اور احسان کا اور قرابتداروں کو دینے کا اور ممانعت فرماتا ہے بے حیائی کی اور نامعقول بات کی اور حد سے تجاوز کرنے (یعنی ظلم اور زیادتی) کی وہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ تم مانو۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا متقی وہ ہے جو شرک کبائر اور بے حیائی کے کاموں سے بچتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا۔ تقویٰ یہ ہے کہ تم اپنی جان کو کسی سے بہتر نہ سمجھو۔ حسن بصری نے فرمایا متقی وہ ہے جو ہر اس شخص کو جس پر اس کی نظر پڑتی ہے اپنے سے بہتر جانتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے حضرت کعب احبار سے فرمایا۔ تقویٰ کے معنی مجھ سے بیان کرو۔ کعب نے کہا کبھی آپ کانٹوں والے راستہ سے گزرے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں۔ حضرت کعب نے کہا۔ پھر آپ نے کیا تدبیر کی تھی حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے احتیاط کی اور دامن سمیٹ کر [illegible]۔ کعب نے کہا تقویٰ کی بھی یہی حالت ہے۔ ایک شاعر نے اسی مضمون کو نظم کیا ہے۔ کہتا ہے۔

"چھوٹے بڑے گناہوں کو چھوڑ دے۔ یہی تقویٰ ہے اور جیسے خار زار زمین پر چلنے والا ان کانٹوں سے احتیاط رکھتا ہے جو اس کو نظر آتے ہیں اسی کی طرح تو بھی کر۔ کسی چھوٹے گناہ کو حقیر نہ جان۔ کیونکہ پہاڑ چھوٹے سنگریزوں سے بنے ہیں۔"

عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا دن کو روزہ رکھنا، رات کو نمازیں پڑھنا اور ان کے بیچ میں گڑبڑ کرنا تقویٰ نہیں ہے۔ تقویٰ نام ہے اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کو چھوڑ دینے کا اور فرض کو ادا کرنے کا۔ اس کے بعد اللہ جو رزق تجھے عنایت فرمائے وہ سراسر خیر ہے۔

طلق بن حبیب سے کہا گیا۔ تقویٰ کے معنی اچھی طرح بیان فرما دیجئے۔ فرمایا تقویٰ نام ہے اللہ کی دی ہوئی روشنی میں ثواب کی امید پر اللہ سے شرم کر کے اطاعت خدا کو بجا لانے کا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تقویٰ نام ہے اللہ کے دیئے ہوئے نور کے مطابق عذاب سے ڈر کر اللہ کی نافرمانی ترک کر دینے کا۔ بکر بن عبداللہ نے فرمایا آدمی اس وقت تک پرہیزگار نہیں ہوتا جب تک [illegible] پاک اور غصہ پاک نہ ہو۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا جس طرح [illegible] کے اندر مجرم کو رکھا جاتا ہے [illegible] متقی [illegible] شبہ [illegible] جس میں کوئی حرج نہیں ہوتا [illegible] والا [illegible] متقی وہ [illegible] چھپاتے [illegible] ہر چیز [illegible] جو لوگوں کے سامنے [illegible] بات پسند کرتا ہو جو [illegible] متقی وہ ہے جو دوسرے [illegible] نے اپنے نفس سے زیادہ کسی کے لئے فرمائش مند ہو۔ کیا تم جانتے ہو کہ میرے استاذ حضرت سری سقطیؒ کا واقعہ کیا ہوا ایک روز کسی دوست نے

آپ کو سلام کیا۔ آپ نے اس کو جواب دیا۔ مگر آپ تیوری چڑھائے رہے۔ شگفتہ رو نہ ہوئے۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی۔ فرمایا مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کو سلام کرتا ہے اور وہ اس کا جواب دیتا ہے تو سو رحمتیں دونوں کو تقسیم کی جاتی ہیں۔ ننانوے اس شخص کو دی جاتی ہیں جو زیادہ شگفتہ رُو ہوتا ہے اور دس دوسرے کو دی جاتی ہیں پس میں نے یہی پسند کیا کہ اس کو ننانوے رحمتیں ملیں۔ محمد بن علی ترمذی نے فرمایا متقی وہ ہے جس سے کوئی جھگڑا کرنیوالا نہ ہو۔ سری سقطی نے فرمایا متقی وہ ہے جو اپنے نفس سے بغض رکھتا ہو۔ شبلی نے فرمایا متقی وہ ہے جو اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا ایک سچے قائل کا قول ہے کہ اللہ کے علاوہ ہر چیز فنا پذیر ہے۔

محمد بن حنیف نے فرمایا ہر اس چیز کو جو اللہ سے تجھے دور کر دے ترک کر دینا تقویٰ ہے۔ قاسم بن قاسم نے فرمایا آداب شریعت کی نگہداشت تقویٰ ہے۔ ثوری نے فرمایا متقی وہ ہے جو دنیا اور اس کی آفتوں سے پرہیز رکھے۔ ابو یزید بسطامی نے فرمایا تمام شبہات سے پرہیز رکھنا تقویٰ ہے۔ یہ بھی آپ نے فرمایا متقی وہ ہے کہ بات کرے تو اللہ کے لئے کرے اور خاموش رہے تو اللہ کے لئے خاموش رہے اور جب کچھ ذکر کرے تو اللہ ہی کے لئے کرے۔ فضیل بن عیاض نے فرمایا بندہ اس وقت تک متقی نہیں ہوتا جب تک اس کا دشمن بھی اس سے ایسا ہی مامون (محفوظ) نہ ہو جیسا اس کا دوست اس سے مامون ہوتا ہے۔ سہل نے فرمایا متقی وہ ہے جو اپنی طاقت اور قوت سے بھی اظہار بیزاری کرے۔ کہا گیا ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ ممنوعہ مقام میں اللہ تجھے موجود نہ پائے اور جہاں موجود ہونے کا تجھے حکم دیا ہے وہاں سے غیر حاضر نہ پائے۔ کہا گیا ہے کہ رسول اللہ کی پیروی کرنی ہی تقویٰ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ غفلتوں سے دل کو محفوظ رکھنا اور خواہشات سے نفس کو باز رکھنا اور لذتوں سے حلق کو بچانا اور بری باتوں سے اعضاء جسم کو الگ رکھنا تقویٰ ہے اس وقت امید ہے کہ زمین و آسمان کے مالک تک تیری رسائی ہو جائے گی۔ ابو القاسم نے فرمایا تقویٰ حسن خلق ہے۔

بعض کا قول ہے کہ آدمی کے متقی ہونے پر تین چیزوں سے استدلال کیا جاتا ہے ۱۔ جو چیز نہیں ملی ہو اس کے سلسلہ میں اچھا توکل رکھنا۔ ۲۔ جو چیز پالی ہو اس پر خوب رضامند رہنا ۳۔ اور جو چیز جاتی رہی ہو اس پر خوبصورتی کے ساتھ صبر کرنا۔

کہا گیا ہے کہ جو شخص خواہش کی پیروی نہیں کرتا متقی وہی ہے۔ مالک نے کہا مجھ سے وہب بن کیسان نے کہا کہ مدینہ کے کسی فقیہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو لکھا کہ تقویٰ والوں کی چند علامتیں ہیں جن سے ان کی شناخت ہوتی ہے مصیبت پر صبر، حکم الٰہی پر رضا، نعمتوں پر شکر، قرآنی احکام کی فرمانبرداری۔ میمون بن مہران نے فرمایا آدمی اس وقت تک پرہیزگار نہیں بنتا جب تک اپنے نفس سے حساب فہمی اس سے بھی زیادہ سخت نہ کرے جیسی ایک سخت کنجوس شریک اپنے شریک سے کرتا ہے یا ظالم بادشاہ کرتا ہے۔

ابو تراب نے فرمایا منزل تقویٰ سے پہلے پانچ گھاٹیاں ہیں جو ان کو عبور نہیں کرتا وہ منزل تقویٰ کو نہیں پا سکتا ۱۔ نعمت پر فقر کو ترجیح ۲۔ بقدر بسر اوقات روزی کو زیادہ پر ترجیح ۳۔ ذلت کو عزت پر ترجیح ۴۔ رنج کو راحت پر ترجیح ۵۔ موت کو زندگی پر ترجیح۔

بعض کا قول ہے جب تک آدمی ایسے مقام پر نہ پہنچ جائے کہ اگر اس کے دلی خیالات کو ایک طشت میں رکھ کر سر بازار پھرایا جائے اور اس کو اس سے کوئی جھجک نہ ہو کیونکہ اس کے خیالات میں کوئی چیز خلاف تقویٰ نہ ہوگی، اس وقت تک تقویٰ کی چوٹی تک اس کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جیسے اپنے ظاہر کو مخلوق کے لئے آراستہ کرتے ہو ایسے ہی باطن حق تعالیٰ کیلئے آراستہ رکھو یہی تقویٰ

ابن سیرین نے پوچھا کس مٹکے میں سے نکالا۔ غلام نے کہا معلوم نہیں۔ آپ نے تمام گھی پھینک دیا۔

ایک امام کا فتویٰ منقول ہے کہ قرضدار کے درخت کے سایہ میں بھی نہ بیٹھے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جو قرض نفع کو کھینچکر لائے وہ سود ہے کہا گیا ہے کہ ایک بار جنگل میں بایزید بسطامی نے کسی رفیق کے ساتھ اپنا کپڑا دھویا۔ رفیق نے کہا کپڑا انگور کی بیل پر لٹکا دیجیے فرمایا ہم لوگوں کی دیوار میں میخ نہیں گاڑتے۔ ساتھی نے کہا۔ درخت سے لٹکا دیجیے۔ فرمایا نہیں اس سے ٹہنیاں ٹوٹ جائینگی۔ ساتھی نے کہا اذخر (مرچیا گند گھاس) پر پھیلا دیجئے۔ فرمایا یہ چوپایوں کا چارہ ہے۔ ہم جانوروں سے اس کو نہیں چھپا سکتے۔ آخر آپ نے اپنی پشت پر کپڑا ڈال لیا اور سورج کی طرف پشت کر کے کھڑے ہو گئے۔ جب کپڑے کا بالائی رخ سوکھ گیا تو الٹ دیا اور اس طرح دوسرا رخ بھی خشک ہو گیا۔

ابراہیم بن ادہم نے فرمایا ایک رات میں صخرۂ بیت المقدس کے نیچے رہا۔ کچھ رات گئے دو فرشتے اترے اور ایک نے دوسرے سے کہا یہاں کون ہے اس نے جواب دیا ابراہیم بن ادہم ہے۔ اول نے کہا یہ وہی شخص ہے جس کے مرتبہ میں سے خدا نے ایک درجہ گرا دیا ہے۔ دوسرے نے کہا اس کی کیا وجہ ہوئی۔ اول بولا۔ ابراہیم نے بصرہ میں کچھ چھوارے خریدے تھے اور سبزی فروش کے چھواروں میں سے ایک چھوارہ ابراہیم کے چھواروں میں گر گیا تھا (اور ابراہیم کو اس کا علم بھی نہیں ہوا) ابراہیم نے فرمایا میں بیت المقدس سے بصرہ کو چل دیا اور اسی آدمی سے چھوارے خریدے اور اپنے چھواروں میں سے ایک چھوارہ اس کے چھواروں میں ڈال دیا اور بیت المقدس کو لوٹ آیا اور صخرہ کے نیچے رات کو سو گیا کچھ رات گئے دونوں فرشتے آسمان سے اترے اور ایک نے دوسرے سے کہا یہاں کون ہے دوسرے نے جواب دیا ابراہیم ادہم ہے۔ اول نے کہا وہی شخص جس نے چیز کو اس کی جگہ پر لوٹا دیا اور اس کا درجہ اونچا کر دیا گیا۔

کہا گیا ہے کہ تقویٰ کے چند اقسام ہیں۔ عوام کا تقویٰ ہے ترک شرک۔ خواص کا تقویٰ ہے معاصی کو ترک کر کے خواہش نفس کو ترک کرنا اور ہر حال میں نفس کی مخالفت کرنا اور خاص ترین اولیا کا تقویٰ ہے۔ تمام چیزوں میں اپنے ارادہ کو ترک کر دینا اور عبادات نافلہ کے تجرد کو چھوڑ دینا اور اسباب سے دل لگانے کو اور ماسوی اللہ کی طرف جھکنے کو ترک کر دینا اور حال و مقام کی پابندی کو چھوڑ دینا اور تکمیل فرائض کے ساتھ تمام چیزوں میں حکم خدا کی تعمیل کرنا۔ اور انبیاء کا تقویٰ ہے کہ عالم غیب میں کوئی غیب اُن سے تجاوز نہیں کرتا (یعنی ملأ اعلیٰ میں ہر غیب ان کی زندگی کا راہنما ہوتا ہے اور وحی پر ہر وقت اُن کی نظر ہوتی ہے) پس یہ تقویٰ مِنَ اللہ اور الی اللہ ہوتا ہے (اللہ سے اور اللہ کی طرف) اللہ ہی ان کو حکم دیتا اور موقف کرتا ہے۔ وہی ان کو توفیق دیتا اور ادب سکھاتا ہے۔ وہی ان کو پاکیزہ بناتا اور ان کی بیماری کو شفا دیتا ہے۔ وہی ان سے کلام اور گفتگو کرتا ہے وہی ان کو رہنمائی اور ہدایت کرتا ہے۔ وہی ان کو دیتا ہے۔ وہی ان کو برکت عطا فرماتا ہے۔ وہی ان کو آگاہ کرتا اور بینا بناتا ہے۔ عقل کو اس کے اندر مجال نہیں (حقیقت میں) انبیاء تمام انسانوں بلکہ فرشتوں سے بھی الگ ہوتے ہیں۔ ہاں جن چیزوں کا تعلق امت اور عام مومنوں کے ظاہری احکام اور کھلے ہوئے امور سے ہوتا ہے۔ ان میں انبیاء

دوسرے لوگوں کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری چیزوں میں منفرد ہوتے ہیں۔ بعض بزرگ ابدال اور خاص اولیا کو ان (خصوصیات انبیاء) کا کچھ حصہ مل جاتا ہے۔ مگر وہ الفاظ میں اُن کی تعبیر نہیں کر سکتے۔ نہ اُن چیزوں کا ظہور ہوتا ہے اور لوگوں کی سماعت و احساس میں صرف وہی چیز آ سکتی ہے جو اولیا کی زبانوں پر آجائے۔ پس بے ساختہ بلا ارادہ کوئی لفظ یا چند الفاظ ان کی زبانوں سے نکل جاتے ہیں لیکن (اس غلطی کے) تدارک کے لئے ان کے جوش کو سکون اور ولولہ کو ثبات آگیں کر دیا جاتا ہے اور اس پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے پس فوراً وہ بیدار ہو جاتے ہیں اور زبانوں کو روک لیتے ہیں اور جو کچھ ہو چکتا ہے اس کی اللہ سے معافی مانگتے ہیں اور عبارت بدل ڈالتے ہیں اور الفاظ کو معقول طور پر ایسا درست کر لیتے ہیں کہ معمول کے مطابق ان کا مفہوم سمجھ لیا جائے۔

فصل۔ ابتداءً تقویٰ کا طریقہ یہ ہے کہ بندوں کے حقوق و مطالبات سے پاک ہو جائے اس کے بعد چھوٹے بڑے گناہوں سے آزادی اختیار کرے۔ پھر دل کے گناہوں کے ترک میں مشغول ہو۔ کیونکہ قلبی گناہ ہی تمام گناہوں کی جڑ بنیاد ہیں۔ ریا، نفاق۔ خود پسندی۔ غرور۔ حرص۔ طمع۔ مخلوق سے امید و بیم۔ طلب جاہ۔ خواہش ریاست۔ دوسروں پر فوقیت حاصل کرنے کا جذبہ وغیرہ اعضاء بدن کے (مختلف) گناہ قلبی گناہوں ہی سے پھوٹ کر نکلتے ہیں۔ جن کی تفصیل موجب طوالت ہے۔ ان تمام گناہوں کے ترک کی طاقت خواہشات نفس کی مخالفت کرنے سے پیدا ہوتی ہے اس کے بعد اپنے ارادہ کو ترک کر دینے میں مشغول ہو۔ اللہ کے حکم کی موجودگی میں (خلاف حکم) کسی چیز کو پسند نہ کرے۔ نہ اللہ کی تدبیر کے ہوتے ہوئے اپنی کوئی تدبیر چلائے۔ نہ اللہ کی تدبیر پر اپنی تدبیر کو ترجیح دے۔ نہ اپنے رزق کے لئے کسی وجہ اور سبب کی تفتیش کرے۔ نہ انتظام مخلوق کے اندر اللہ کے کسی حکم پر اعتراض کرے۔ بلکہ ہر چیز کو اللہ ہی کے سپرد کر دے اور بالکل اس کا فرماں بردار بن جائے اور اپنی ذات کو اس کے سامنے ڈال دے اور اللہ کی قدرت کے ہاتھ میں ایسا ہو جائے جیسے شیر خوار بچہ دایہ اور دودھ پلانے والی کے ہاتھ میں یا مردہ غسل دینے والے کے ہاتھ میں۔ اپنے اختیار کو سلب شدہ اور ارادہ کو ضبط شدہ قرار دے پس کامل نجات اسی میں ہے۔

اگر کوئی کہے کہ اس کے حصول کا راستہ کیا ہے تو اس سے کہہ دیا جائے کہ اس کا راستہ ہے سچے دل سے اللہ کی طرف پناہ پکڑنا سب سے کٹ کر اسی کو سونپ دینا اس کے اوامر و نواہی کی تعمیل کر کے اس کی طاعت کا پابند ہو جانا اپنے آپ کو تقدیر الٰہی کے سپرد کر دینا اس کے قائم کئے ہوئے حدود کی نگہداشت کرنا اور ہمیشہ اپنے حال کی نگرانی رکھنا۔

نجات کی بابت مشائخ کے اقوال مختلف ہیں۔ جنید نے فرمایا جس کو بھی نجات ملی اس کو بغیر اس کے نجات نہیں ملی کہ اس نے سچائی کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کیا۔ اور اسی سے پناہ لی۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ اور اللہ نے رحمت فرمائی اُن تینوں پر جو پیچھے چھوڑ دیئے گئے تھے۔ یہاں تک کہ باوجود کشادہ ہونے کے زمین ان پر

تنگ ہو گئی اور وہ خود اپنی جانوں سے تنگ آ گئے اور ان کو یقین ہو گیا کہ سوا اس کے کہ اللہ ہی کی طرف رجوع کیا جائے اس سے بچنے کا اور کوئی طریقہ نہیں

رویم نے فرمایا جس نے بھی نجات پائی اس نے بغیر صدق اور تقوی کے نجات نہیں پائی۔ اللہ نے فرمایا وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ اللہ اہل تقوی کو ان کی کامیابی کے ساتھ نجات دیتا ہے۔

جریری نے فرمایا جس نے بھی نجات پائی بغیر وفا عہد کی نگہداشت کے نہیں پائی۔ اللہ نے فرمایا الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنْقُضُونَ الْمِيثَاقَ ۔ وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور پیمان کو نہیں توڑتے۔

عطار نے فرمایا جس نے بھی نجات پائی بغیر تکمیل حیا کے نہیں پائی۔ اللہ نے فرمایا ہے أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَى کیا اس کو علم نہیں ہوا کہ اللہ دیکھتا ہے۔

بعض کا قول ہے بغیر حکم الہی اور قضا سابق کے (جس سے پہلے ہی اللہ واقف تھا) کسی نجات پانیوالے نے نجات نہیں پائی۔ اللہ نے فرمایا إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَى جن کے لئے ہماری طرف سے پہلے ہی بھلائی مقدر ہو چکی (وہ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے)

حسن بصری نے فرمایا دنیا اور اہل دنیا سے روگردانی کئے بغیر کسی نجات پانے والے نے نجات نہیں پائی۔ اللہ نے فرمایا ہے إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ ۔ دنیاوی زندگی تو بس کھیل اور بہلاوا ہے۔ رسول اللہ نے بھی ارشاد فرمایا کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔ قربت حاصل کرنے والوں کے لئے حصول کا قرب کا ذریعہ ادا فرض سے بہتر اور کوئی نہیں یہ بھی حضور نے فرمایا۔ جب سے اللہ نے دنیا کو پیدا کیا ہے کبھی پسندیدگی کی نظر سے اس کو نہیں دیکھا۔ حسن نے فرمایا یعنی دنیا اللہ کی نظر میں مکروہ ہے اس لئے چشم رحمت سے کبھی اس کی طرف نہیں دیکھا۔ یہ دنیا بندے اور خدا کے درمیان بڑا حجاب ہے یہی کھرے کھوٹے کو پہچاننے کی کسوٹی ہے جس پر دنیا کا کوئی اثر باقی ہو اس کو مناجات کی لذت حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اللہ اور اس کی محبوب چیزوں کی دنیا ضد ہے۔

فصل - اللہ نے (ثواب کا) وعدہ کیا (عذاب کی) دھمکی دی (جنت و راحت کی) رغبت دلائی (دوزخ سے) ڈرایا۔ اس طرح مخلوق کو اپنی توحید اور طاعت کی طرف بلایا پس اس نے ڈرایا دھمکایا خوف دلایا تنبیہ کی۔ تاکہ مخلوق کو کوئی عذر باقی نہ رہے اور حجت پوری ہو جائے فرمایا۔ رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۔ اللہ نے خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے پیغمبروں کو بھیجا تاکہ پیغمبروں کے بعد لوگوں کو اللہ کے خلاف کوئی حجت باقی نہ رہے۔ دوسری آیت میں فرمایا وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُمْ بِعَذَابٍ مِنْ قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَذِلَّ وَنَخْزَى ۔ اگر اس سے پہلے ہم ان کو عذاب سے ہلاک کر ڈالتے تو (قیامت کے دن) وہ کہتے کہ پروردگار تو نے ہمارے پاس پیغمبر کیوں نہیں بھیجا کہ ذلیل و رسوا ہونے

سے پہلے ہم تیری قوم کو تبع کرتے۔ ایک اور آیت میں فرمایا۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ بغیر پیغمبر کو بھیجے ہم عذاب نہیں دیا کرتے۔ یہ بھی ارشاد فرمایا۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ لوگو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت اور دل کی بیماریوں کی شفا اور عمومی ہدایت اور مومنوں کے لئے خصوصی رحمت پہنچ گئی۔

اللہ نے عذاب سے ڈرانے اور خوف دلانے کے لئے فرمایا۔ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ۔ اللہ تم کو اپنے ذاتی عذاب سے ڈراتا ہے اور خدا بندوں پر بڑا شفقت کرنے والا ہے۔ اور فرمایا۔ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ۔ جان لو کہ اللہ تمہاری اندرونی باتوں سے واقف ہے پس اس سے ڈرتے رہو۔ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ جان رکھو کہ اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے وَاتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ عقلمندو مجھ سے ڈرو۔ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اس دن سے ڈرو جب تم کو بارگاہ خداوندی کی طرف لوٹایا جائے گا۔ پھر ہر شخص کو اس کا کیا پورا ملیگا اور کسی کی حق تلفی نہیں کی جائے گی۔ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ اور اس دن سے ڈرو جب کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا اور کسی کا بدلا قبول کیا جائیگا۔ نہ کوئی سفارش اس کے سودمند ہوگی۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ۔ لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو کہ کوئی باپ اپنی اولاد کے اور کوئی اولاد اپنے باپ کی طرف سے بدلہ نہ دے سکیگی۔ بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے پس تم کو دنیوی زندگی فریب خوردہ نہ بنا دے اور شیطان اللہ کے متعلق تم کو دھوکہ میں نہ رکھے يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ۔ لوگو اپنے رب سے ڈرو۔ بلاشبہ زلزلہ قیامت سخت چیز ہے۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۔ لوگو اپنے اس مالک سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (جس کی صورت یہ ہوئی کہ اول) اس سے اس کے جوڑے کو پیدا کیا اور (پھر) دونوں سے بہت مردوں اور عورتوں کو پیدا کیا اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس کے نام پر تم باہم مانگتے ہو اور رشتہ داریوں (کو منقطع کرنے) سے ڈرتے رہو۔ کوئی شک نہیں کہ اللہ تمہارا نگراں ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچی بات کہو۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہر شخص دیکھے کہ کل (قیامت) کے لئے اس نے کیا بھیجا اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔ اور اللہ سے ڈرو اللہ کا عذاب سخت ہے قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ۔ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا اور تم کو ہمارے پاس لوٹا کر نہیں لایا جائیگا اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی۔ کیا انسان خیال کرتا ہے کہ اس کو یونہی بیکار چھوڑ دیا جائے گا اَفَاَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰی اَنْ یَّاْتِیَھُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّ ھُمْ نَآئِمُوْنَ اَوَاَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰی اَنْ یَّاْتِیَھُمْ بَاْسُنَا ضُحًی وَّھُمْ یَلْعَبُوْنَ۔ کیا بستیوں والوں کو ڈر نہیں کہ رات کو سوتے میں ہمارا عذاب ان پر آپہنچے یا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ہمارا عذاب دن چڑھے ان پر آپہنچے جبکہ وہ کھیلتے ہوں۔

اے مسکین ان آیات کا تیرے پاس کیا جواب ہے اور ان کے موافق تیرا کیا عمل ہے ان ناپاک خواہشات نفس سے تو کیوں باز نہیں رہتا جو دونوں جہان میں تجھے دکھ پہنچانے والی اور اس بدبختی اور ذلت کے مقام پر تجھے اتارنے والی ہیں جس کی آگ تجھے جلادے گی جس کے سانپ تجھے ڈسیں گے اور ڈسیں گے جس کے بچھو اور کیڑے تجھے کاٹیں گے۔ جہاں کے کیڑے کوڑے تجھے کھائیں گے۔ جہاں کے فرشتے اور چوکیدار تجھے ماریں گے اور روزانہ نو بنو قسم قسم کے عذاب تجھے دیے جائیں گے جہاں فرعون۔ ہامان۔ قارون اور شیطانوں کے ساتھ تو برابر ہوگا۔

ترغیب کے سلسلہ میں اللہ نے فرمایا ہے ومن یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اللہ اس کے لئے نکلنے کا رستہ پیدا کر دیتا ہے اور ایسی جگہ سے اس کو رزق پہنچاتا ہے جو اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ ومن یتق اللّٰہ یکفر عنہ سیئاتہ ویعظم لہ اجرًا۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اللہ اس کے گناہ ساقط کر دیتا ہے اور اس کا اجر بڑا کرتا ہے۔ یاایھا الانسان ما غرّک بربک الکریم الذی خلقک فسوّاک فعدلک۔ اے انسان تجھے تیرے اس مالک کریم کے متعلق کس چیز نے فریب دے رکھا ہے جس نے تجھے بنایا اور ٹھیک کیا اور درست کیا۔ الم یأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللّٰہ۔ کیا ابھی اہل ایمان کے لئے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کی وجہ سے نرم پڑ جائیں۔

اللہ نے تجھے تقویٰ کے راستہ پر چل کر تقویٰ کا پابند ہو کر اور تقویٰ پر ہمیشہ قائم رہ کر اپنے فضل کی رحمت وسیع کی، پاکیزہ رزق کی، اپنے پاس راحت پذیر درجات اندوز ہونے کی ترغیب دی ہے اور تیرے لئے اس کو واضح کر دیا ہے اور حجت بیان کر دی ہے اور اس کے بعد تیرے گناہ معاف کر دینے کو درجات کو ساتھ کر دینے کو اور اجر و ثواب کو بڑھانے کو ذمہ لیا ہے اور فرمایا ہے ومن یتق اللّٰہ یکفر عنہ سیئاتہ ویعظم لہ اجرا ترجمہ اوپر گذر چکا ہے پھر تجھے غفلت۔ خواب اور راہ خدا کی طرف سے اندھا بن جانے اور اللہ کے احکام نصائح اور تنبیہی مواعظ کو سننے

کے وجود ن سنا بنا دینے پر تنبیہ فرمائی ہے اور فرمایا ہے۔ ما غرك بربك الكريم الذى خلقك فسواك (ترجمہ اوپر گذر گیا) اس آیت میں اپنی ذات کے کریم ہونے کو بیان فرمایا تاکہ اس کے معاملہ میں تو بے رغبت نہ ہو جائے اور اس کے قرب سے نفرت نہ کرنے لگے اور دوسری مخلوق کی طرف راغب نہ ہو جائے۔ اس کے بعد اس نے بیان کیا کہ اللہ نے تجھے پیدا کیا نیست سے ہست بنایا۔ پہلے تو کچھ نہ تھا۔ پھر تجھے زندگی بخشی۔ فقیری کے بعد مالدار کیا۔ کمزوری کے بعد طاقت عطا کی۔ نابینائی کے بعد تجھے اپنی اصلاحی چیزوں کو دیکھنے کے لئے بصارت دی۔ جہالت کے بعد علم دیا اور گمراہی کے بعد ہدایت مرحمت فرمائی پس اے غافل تو کیوں اس کے فضل وسیع کو طلب کرنے سے بیٹھ رہا ہے۔ اور کیوں اس کی طاعت کی پابندی سے سستی کر رہا ہے اس کی طاعت تو تجھے دنیا میں معزز بنا دے گی۔ اور آخرت تجھے سعادت مند کر دے گی اور تیرے بلند درجات اونچے کر دے گی کیا تجھے حیات دنیوی ہی پسند ہے اور بہتر کے عوض حقیر چیز کو تو لینا چاہتا ہے اور دنیا کو دنیوی دولت کو اور اس ظاہری زینت کو جو فنا پذیر ہے۔ تو نے فردوس اعلےٰ پر اور پیغمبروں صدیقوں اور شہیدوں کی رفاقت پر ترجیح دے رکھی ہے۔ کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ نے فرمایا ہے ارضیتم بالحیٰوۃ الدنیا من الاٰخرۃ فما متاع الحیٰوۃ الدنیا فی الاٰخرۃ الا قلیل۔

کیا تم نے بجائے آخرت حیات دنیوی کو پسند کر لیا ہے۔ حیات دنیا کا سامان تو آخرت میں حقیر ہوگا۔ بل تؤثرون الحیٰوۃ الدنیا والاٰخرۃ خیر وابقی۔ بلکہ تم دنیوی زندگی کو پسند کرتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہتر اور لازوال ہے۔ فاما من طغیٰ واثر الحیٰوۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماویٰ۔ پس جس نے سرکشی کی اور حیات دنیوی کو ترجیح دی اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

فصل۔ جان لو کہ جہنم میں داخلہ کفر کی وجہ سے ہوگا اور عذاب کی زیادتی اور طبقات جہنم کی تقسیم برے اعمال و اخلاق کے مطابق ہوگی اور جنت میں داخلہ ایمان کی وجہ سے ہوگا اور عیش کی زیادتی اور درجات جنت کی تقسیم اچھے اعمال اور اچھے فضائل کے مطابق ہوگی۔ اللہ نے جنت کو پیدا کیا ہے۔ اور اہل جنت کو ثواب دینے کے لئے نعمتوں سے اس کو بھر دیا ہے اور دوزخ کو پیدا کر کے دوزخیوں کو سزا دینے کے لئے اس کو عذاب سے بھر دیا ہے اور دنیا کو پیدا کر کے آزمائش اور امتحان کے لئے اس کو دکھ سکھ سے بھر دیا ہے۔ پھر مخلوق کو پیدا کیا تو جنت دوزخ ان سے پوشیدہ ہیں ان کی نظروں کے سامنے نہیں (ہاں) دنیوی دکھ سکھ آخرت کا نمونہ ہیں اور آخرت کے راحت و تکلیف کا چسکا ہیں۔ اللہ نے اس زمین پر اپنے بعض بندوں کو بادشاہ بنایا۔ لوگوں کے دلوں میں ان کا رعب ڈالا ان کو تسلط عطا کیا اور اس تسلط کے ساتھ لوگوں کا حکمران بنا دیا۔ اللہ کی تدبیر حکمرانی اور اجراء امر کی یہ ایک مثال اور نمونہ ہے اور اس سب کی خبر قرآن مجید میں دیدی۔ دنیا اور آخرت کی حالت بھی بیان کر دی اور اپنی حکومت اقتدار انتظام احسان اور صنعت کی حالت کا بھی ذکر کر دیا۔ اور مثالیں بھی بیان کر دیں۔ اس کے بعد فرمایا وتلك الامثال نضربها للناس وما يعقلها الا العالمون۔ ہم یہ مثالیں دکھاتے ہیں، لوگوں (کی اصلاح) کے لئے بیان کرتے ہیں۔ ان کو سمجھتے صرف عالم ہی ہیں پس اللہ کو جاننے والے اللہ کی بیان کردہ

مثالوں کو سمجھتے ہیں۔ کیونکہ مثل کا معنی یہ ہے کہ دیکھی ہوئی چیز کی حالت سے ان دیکھی ہوئی چیز کی حالت کو جان لو۔ اور جس چیز کو آنکھوں سے دیکھو۔ تو اس سے اس چیز کو پہچان لو جو آنکھوں کے سامنے نہیں۔ اس طرح تمہارا دماغ ان چیزوں کو دیکھ لیگا جو آنکھوں سے نظر نہیں آتیں اور مثل کو سمجھکر تمہارا دل اس کلام کو سمجھ جائیگا جس میں عالم ملکوت کی دنیا اور دین کی اور شہنشاہ (اللہ) کی اطلاع ہوگی۔

پس دنیا کی ہر راحت اور لذت جنت کا نمونہ در چھلکا ہے اور اس سے آگے ایسی نعمتیں ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا۔ نہ کسی انسان کے دل میں ان کا تصور آیا۔ اگر بندوں کے سامنے اُن نعمتوں میں سے کسی کا نام ظاہر بھی کر دیا جاتا تو ناموں سے کسی کو کوئی فائدہ نہ پہنچتا۔ کیونکہ نہ کسی نے ان کو سمجھا ہے نہ دیکھا ہے۔ نہ دنیا میں ان کا نمونہ ہے۔ بہشت میں سو درجات ہیں جن میں سے صرف تین درجات کی حالت بیان کی گئی ہے۔ یعنی سونا چاندی اور نور۔ اس سے آگے معلوم نہیں نہ قابل فہم ہے۔

اسی طرح دنیا میں جو دکھ درد تکلیف ہے وہ دار آخرت کا نمونہ ہے اور اس کے بعد ایسے رنگا رنگ کے عذاب ہیں جن کو عقل نہیں سمجھ سکتی۔ غرض دوزخ کے تمام دکھ دوزخیوں کے لئے اللہ کے غضب سے اور جنت کی تمام نعمت جنتیوں کیلئے اللہ کی رحمت سے حاصل شدہ ہیں۔ جو بندہ دنیا کی چیزوں میں سے مباح (نعمت) کو اللہ کا شکر کر کے کھائیگا اس کو اس کے عوض جنت میں ایسی نعمت ملیگی کہ اس کے مقابلہ میں یہ نعمت بہت حقیر ہے اور جو دنیا کی ممنوعہ (نعمت) کو کھائے گا۔ وہ آخرت کے درجات سے اپنے نفس کو محروم کر دے گا اور جو آخرت کو سچ نہیں سمجھیگا۔ وہ اپنے نفس کو جنت کی ہر نعمت سے محروم بنا دے گا۔ جنت والوں کے لئے دکھانے تین قسم کے ہونگے کچھ عرائش ہوں گے۔ کچھ ویسے کچھ مہمانی عرائش تو وہ دعوتی طعام ہوگا جس کے لئے اللہ تمام اہل بہشت کو دار السلام کے اندر بلائے گا۔ تاکہ ان کے اجسام تروتازہ اور عمریں غیر فانی ہو جائیں۔ دیسے بیویوں کے ہوں گے اور مہمانیاں بوقت ملاقات۔ کیونکہ اہل جنت کی باہم ملاقاتیں بھی ہونگی مقامات الفت میں باہم باتیں کرنے کی جگہیں بھی ہوں گی۔ طوبیٰ کے سایہ میں ان کا اجتماع بھی ہوگا۔ جہاں پیغمبروں کی زیارت اور ملاقات ہوگی اور آپس میں فرشتوں کے جلسے بھی ہونگے۔ اہل جنت کے لئے بازار بھی ہوں گے۔ جہاں جنتی جائیں گے۔ اور جو صورتیں پسند آئینگی لے لینگے۔ اللہ کی طرف سے وقت وقت نئے نئے تحفے بھی ملا کریں گے۔ صبح شام قسم قسم کے کھانے پینے کی چیزیں اور پھل بھی ملیں گے۔ ان کا مقررہ رزق جاری رہے گا نہ اس کو کاٹا جائے گا نہ روکا جائے گا۔ اور روزانہ اللہ کی طرف سے زیادتی ہوتی چلی جائے گی۔ حصہ زائد کو دیکھکر وہ پہلے حصہ کو بھول جائینگے۔

نہر کوثر کے کنارہ پر باغوں میں ان کی تفریح گاہ بھی ہوگی جہاں وہ جایا کریں گے۔ نہر کوثر پر موتی کے خیمے لگے ہوں گے۔ ہر خیمہ ساٹھ میل لمبا اور اتنا ہی چوڑا ہوگا اور ایک موتی کا بنا ہوا ہوگا۔ اس کا کوئی دروازہ نہ ہوگا۔ اس کے اندر مہکتی ہوئی خوشبو والی بندیاں ہونگی جن کو نہ کسی فرشتہ نے دیکھا ہوگا۔ جنت کے کسی خادم نے نہ حوروں نے۔ آیت

فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ کا یہی مطلب ہے۔ ان کے خیموں کے اندر اعلیٰ خوبصورت عورتیں ہوں گی جب اللہ نے ان کو خوبصورت فرمایا ہے تو کون ان کے حسن کو بیان کر سکتا ہے دا بنی کے متعلق۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا ہے۔ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ خیموں کے اندر حوریں ہوں گی محفوظ (یعنی ہر شخص کی نظر اور چھونے سے محفوظ یا نیچی نظروں والیاں جن کی نظریں صرف اپنے جنتی شوہروں پر مقصود ہوں گی)۔ وہ اللہ کی منتخب کردہ ہونگی۔ تمام صورتوں میں اللہ نے خوبصورت شکلوں کو منتخب فرمایا ہے۔ ان کی پیدائش براہ رحمت ہوئی۔ براہ رحمت اللہ کی مشیت کے مطابق خوبصورت نوجوان لڑکیوں کو پیدا کیا۔ ان کے چہروں کا نور نور عرش سے مستفاد ہوگا۔ ان کے لئے موتیوں کے خیمے نصب ہوں گے۔ جب سے اللہ نے ان کو پیدا کیا کسی نے ان کو نہیں دیکھا پس وہ صرف اپنے شوہروں کے لئے خیموں کے اندر محفوظ ہوں گی۔ اہل جنت محلوں کے اندر اپنی بیویوں کے ساتھ راحت اندوز ہوں گے اور جب تک اللہ چاہے گا اس نعمت میں رہیں گے۔ جب حسب مشیت خداوندی مسرت و تفریح کی تجدید کا دن آئے گا تو بہشت کے درجات میں ان کو ندا دی جائے گی۔ یہ تفریح و خوشی سیر اور زینت کا دن ہے۔ پس تفریح گاہ کی طرف نکلو۔ لوگ موتی اور یاقوت کے گھوڑوں پر سوار ہوکر اپنے شہروں کے دروازوں سے نکل کر ان میدانوں کی طرف جائیں گے۔ پھر میدانوں کی سیر کرتے ہوئے ان باغوں کی طرف پہنچیں گے جو نہر کوثر کے کنارے پر ہوں گے۔ اللہ ان کو ان کی فرودگاہوں کا راستہ بتا دے گا۔ ہر شخص اپنے خیمہ کے پاس جاکر اترے گا خیمہ کا کوئی دروازہ نہ ہوگا اسی وقت اللہ کے دوست کی نظر کے سامنے خیمہ پھٹ کر دروازہ بن جائیگا تاکہ اس کو معلوم ہو جائے کہ جو عورت خیمہ کے اندر ہے اس کو کسی نے نہیں دیکھا۔ یہ اس وعدہ کی تکمیل ہوگی۔ جو اللہ نے اس دنیا میں کیا تھا اور فرمایا تھا فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ پھر یہ بھی فرمایا تھا۔ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ اور اس کے بعد یہ بھی فرمایا تھا لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ۔ جنتیوں سے پہلے ان حوروں کو نہ کسی انسان نے چھوا ہوگا۔ نہ جن نے۔ جنتی حوروں کے ساتھ تفریح کے تخت پر سنہری بیٹھیں گے اور ان کے سامنے ولیمہ کا کھانا لایا جائے گا۔ جب کھانا چکیں گے تو اللہ ان کو پاکیزہ شربت پلائیگا اور تازہ پھل کھائیں گے جو اللہ نوجوان کو عطا فرمائے گا۔ زیور اور لباس کے جوڑے بھی اللہ کی طرف سے پہنائے جائیں گے۔ اور خوبصورت اپنی بیویوں سے بھی شغل کریں گے۔ اپنی حاجت ان سے پوری کریں گے۔ پھر ان باغوں میں نہروں کے کنارے رنگا رنگ کی بزت کاری کی ہوئی نفیس نشست گاہوں کی طرف آئیں گے۔ وہاں آکر سبز موٹے نرم گدوں پر بیٹھ جائیں گے اور ان سے سہارا لگائیں گے۔ آیت مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ کا یہی معنی ہے۔ جب اللہ کسی چیز کو خوبصورت فرمادے تو اس کے بعد اور کیا رہ جاتا ہے۔ رفرف وہ چیز ہے کہ اگر کوئی اس پر نہ بیٹھ جائے۔ تو جدھر کو وہ جھکے بیٹھنے والا اس کے ساتھ جھک جائے جیسے جھولا دائیں بائیں اور اوپر نیچے ہوجاتا ہے۔

جب جنتی نرم صوفوں پر بیٹھ جائیں گے۔ تو حضرت اسرافیل گانا شروع کریں گے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اسرافیل سے زیادہ خوش آواز اللہ کی مخلوق میں سے اور کوئی نہیں۔ اسرافیل گانا شروع کردیں گے تو ساتوں آسمانوں والوں کی

نمازیں اور تسبیحیں ختم ہو جائیں گی۔ اسرافیل اللہ کی تسبیح اور تقدیس کے رنگا رنگ کے گانے گائیں گے اور ان کے گانے کے
وقت جنت کا ہر درخت پھولدار ہو جائیگا۔ ہر پردہ اور دروازہ گونج جائیگا اور کھل جائیگا۔ دروازہ کی زنجیر طرح طرح سے
بجنے لگے گی۔ سونے اور چاندی کی جھاڑیوں کے نیستانوں کو جب اسرافیل کی آواز کی سرسراہٹ پہنچیگی۔ تو ان سے
قسم قسم کے زمزمے پیدا ہونے لگیں گے۔ ہر حور اپنے راگ میں اور ہر پرندہ اپنی آواز میں گانے لگیگا۔ اللہ ملائکہ کو حکم دے گا۔
تم بھی ان کو جواب دو اور میرے ان بندوں کو گا کر سناؤ جنہوں نے دنیا میں شیطان کے باجوں سے اپنے کانوں کو بچا
رکھا تھا۔ فرشتے جواباً روحانی نغمے اور راگ گائیں گے اور تمام آوازیں مل کر ایک گونج سی ہو جائے گی۔ اس وقت حکم
فرمائے گا۔ داؤد اٹھ اور ساق عرش کے پاس کھڑا ہو کر میری بزرگی بیان کر۔ حضرت داؤد اللہ کی مجد ایسی آواز سے بیان کریں گے
کہ آپ کی آواز تمام آوازوں پر چھا جائے گی اور سب کو نکھار دیگی اس وقت لذت چند در چند ہو جائے گی اور خیموں والے
اپنے صوفوں پر متمکن ہوں گے۔ رنگا رنگ کی لذتیں اور راگ گانے ان کو گھیرے ہوں گے۔ آیت فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ
يُحْبَرُونَ کا یہی معنی ہے۔ یحیٰی بن کثیر نے کہا روضہ سے مراد ہے لذت اور سرور۔ اتنے میں جنت عدن کی طرف سے شاہ
[illegible] بندہ کا دروازہ کھلیگا۔ فرمایا باب عدن سے لے کر تمام جنتوں کے درجات تک روحانیوں کی آوازیں اللہ کی
تمجید کرنے سے گونج اٹھیں گی۔ عدن کی ایک ہوا طرح طرح کی خوشبو کیف اور حیات بخش جھونکے لیے کر اٹھیگی۔ یہ نسیم قربت
ہو گی اور اس کے پیچھے ایک نور چمکیگا جس سے تمام باغ خیمے اور نہروں کے کنارے جگمگا جائیں گے اور ہر چیز نور سے بھر
جائے گی۔ اس کے بعد جلیل اکبر کی سروں کے اوپر سے آواز آئے گی۔ تم پر سلامتی ہو میرے عاشقو! میرے دوستو۔ میرے
برگزیدہ بندو جنت والو تم نے اپنی تفریح گاہ کیسی پائی۔ یہ تمہارا (خوشی کا) دن ہے۔ بجائے دشمنوں کے نوروز کے جو
دشمنوں نے تجدید نعمت کے لئے ایک دن دنیا میں مقرر کیا تھا مگر اپنی خباثت اور بدبختی کی وجہ سے تو انہوں نے خود
اس نعمت کو اپنے لئے گندہ بنا رکھا تھا۔ اس لئے اپنی مطلوبہ لذت نہ پا سکے اور جو کچھ دنیا میں انہوں نے طلب کیا تھا اس
کے مقابل (آخرت میں) گھاٹے میں رہے اور اتنا صبر نہ کر سکے کہ یہ چیز جو میں نے آخرت میں اپنے اطاعت گزاروں کے لئے تیار
کی ہے اس کو حاصل کر لیتے۔ لیکن جس چیز کی طرف انہوں نے توجہ کی تھی۔ تم نے اس کی طرف سے رخ پھیر لیا تھا اور
دنیا پرستوں نے جس چیز کی حرص کی تھی۔ تم اس سے بیزار رہے تھے اس لئے انہوں نے جو چیز کی تھی اس کا آج وبال
چکھیں گے۔ دار فنا میں ان کی مطلوبہ لذت و شہوت جلد منقطع ہو گئی تھی۔ اور آج وہ ذلت و خواری کی طرف ہنکا دیئے گئے اور تم کو
صبر کے عوض جنت ریشمی لباس۔ تفریح گاہ اور سلامتی نصیب ہوئی۔ یہ تمہارا نوروز کا دن ہے۔ میرے گھر میں جنت عدن کے
اندر یہ تمہاری ملاقات کا دن ہے۔ دنیا میں بیتے آج کے دن اکثر تم کو اپنی عبادت و طاعت میں مشغول دیکھا تھا۔ جبکہ
عیش پرست لوگ کھیل کود میں سرمست بے قید نافرمانی اور سرکشی کی حالت میں دنیوی متاع حقیر میں مزے اڑاتے
اور دنیا کے لین دین میں اترا رہے تھے۔ تم میری عظمت کا لحاظ رکھتے تھے۔ میرے ضوابط کی پابندی کرتے تھے۔ مجھ سے

کئے ہوئے عہد کی نگہداشت کرتے تھے اور میرے حقوق کو ضائع کرنے سے ڈرتے تھے۔

(اس کے بعد دوزخ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا جائیگا جس سے آگ کے شعلے اور دھواں اُبلے گا اور دوزخیوں کی چیخیں اور رونے پیٹنے کی آوازیں نکلیں گی۔ تاکہ (اس کے مقابل) اہل جنت اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھے ہوئے ان نعمتوں کو دیکھیں جو اللہ نے ان کو مرحمت فرمائی ہیں اور ان کی قابل رشک حالت اور سرور میں اضافہ ہو اور دوزخی اپنے جیل خانوں اور قید خانوں میں طوقوں اور بیڑیوں میں کسے ہوئے فوت شدہ نعمتوں کو دیکھ کر حسرت کریں۔ اہل جنت کا رُخ چونکہ اللہ کی طرف ہوگا۔ اس لئے وہ جنتیوں ۔۔ فریاد کریں گے اور اُن کے نام لے کر پکاریں گے۔ اللہ فرمائے گا۔ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ الی قولہ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ بے شک آج اہل جنت تفریح میں خوشحال ہیں۔ وہ اور ان کی بی بیاں سایہ میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ ان کو میوے اور ان کی تمام مطلوبہ چیزیں حاصل ہیں (خصوصاً) رب رحیم کی طرف سے ان کو سلام کیا گیا ہے۔ (اور اے مجرمو! آج تم الگ ہو جاؤ۔ اے اولاد آدم کیا میں نے تم کو نصیحت نہیں کر دی تھی کہ شیطان کی پرستش نہ کرو۔ یقیناً وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے اور میری عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے (حضرت شیخ نے ان آیات کو اس مقولہ الٰہی کی نقل قرار دیا ہے جو آخرت میں اللہ فرمائیگا) اس کے بعد آگ میں جوش آئے گا۔ دوزخیوں کی جماعت منتشر ہو جائے گی۔ ان کی پکار بند ہو جائے گی۔ اور آگ کے جزیروں میں ان کو پھینک دیا جائے گا۔

آگ کے جزیروں کی طرف جب ان کو نکال پھینکا جائے گا۔ تو وہاں ان کی جانب ایسے بچھو رینگ کر آئینگے جن کے ڈنک کھجور کے درختوں کی طرح ہوں گے۔ پھر ان پر آگ کا سیلاب آئیگا جس کے اندر غضب خداوندی بھرا ہوگا یہ سیلاب اٹھا کر ان کو آگ کے سمندروں میں غرق کر دے گا۔ اور اللہ کی طرف سے ایک منادی پکارے گا۔ یہ وہی دن ہے جس کی تکذیب کے لئے تم میرے مقابلہ میں بڑی بڑی لڑائیاں کرتے تھے اور میری ہی نعمتوں میں مست ہو کر میرے خلاف سرکشی کرتے تھے۔ اور غم و عبدیت کے گھر میں ان چیزوں پر اتراتے تھے جن کو ایسی نعمتوں کے مشابہ قرار دیتے تھے جو میں نے اپنے اطاعت گزاروں کے لئے (آخرت) میں تیار کی ہیں۔ اب تمہاری لذتیں ختم ہو گئیں جس چیز کو تم نے دنیا میں پسند کیا تھا۔ آج اس کے وبال کا مزا چکھو۔ اہل جنت کو تمہاری کوئی پروا نہیں۔ وہ ولیموں کی دعوتوں میں، رنگا رنگ کے میووں میں، تروتازہ تختوں میں، دوشیزہ حوروں سے قربت کرنے میں، صوفوں پر بیٹھنے میں، راگ اور رنگا رنگ کے گانے سننے میں مشغول ہیں۔ میرا ان پر سلام ہے۔ بھلائی اور مہربانی اور مزید انعام کے ساتھ میری ان کی طرف توجہ ہے۔ ان کی نعمتیں کبھی ختم نہیں ہونگی۔ تاکہ وہ (تازہ) نعمتوں سے خوش حال ہوتے رہیں ان کی لذت بالا لذت بڑھتی رہے۔ اے اہل جنت تمہارا یہ دن دشمنوں کے اس دن کے عوض ہے جس میں وہ ایک دوسرے کو بشارت دیتے تھے بادشاہوں کو تحفے دیتے اور ان کے تحفے قبول کرتے تھے (آج) تم ہی کامیاب ہو۔

حضرت ابوہریرہ راوی ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اچھی آواز مرغوب ہے۔ کیا جنت میں اچھی آواز ہوگی۔ ارشاد فرمایا قسم ہے اس کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ کہ اللہ جنت میں ایک درخت کو حکم دے گا۔ کہ جو میری عبادت اور یاد میں مشغول رہتے تھے اور باجوں اور بربطوں کے بجنے کی طرف راغب نہ تھے۔ ان کو کو سنا۔ حسب الحکم درخت رب کی تسبیح و تقدیس کے ترانوں کی ایسی آواز اٹھائیگا کہ مخلوق نے ویسی آواز نہیں سنی۔

حضرت ابوقلابہ سے مروی ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا جنت میں رات ہوگی۔ فرمایا اس سوال کا کیا باعث ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے سنا کہ اللہ نے قرآن مجید میں ذکر کیا ہے۔ ولھم رزقھم فیھا بکرۃً وعشیاً (جنت میں اہل جنت کو صبح شام ان کا حصہ ملیگا) تو میں نے کہا رات صبح اور شام کے درمیان ہوتی ہے (اس لئے جنت میں رات ہوگی) حضور نے ارشاد فرمایا۔ وہاں رات نہیں ہوگی۔ وہاں تو روشنی ہی روشنی ہوگی۔ صبح شام پر اور شام صبح پر لوٹے گی (یعنی صبح کے بعد شام اور شام کے بعد صبح ہوگی)۔ اہل جنت جن اوقات پر دنیا میں نمازیں پڑھتے تھے۔ ان اوقات میں اللہ کی طرف سے ان کو تازہ عمدہ تحفے ملیں گے اور فرشتے ان کو سلام کریں گے۔ جو شخص چاہتا ہے کہ وہ دوامی پُر کیف زندگی اس کو نصیب ہو۔ تو شرائط تقوٰی کی حدود کی پابندی اس پر لازم ہے۔ حدود تقوٰی کا بیان ان آیات میں ہے۔

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملائکۃ والکتاب والنبیین واٰتی المال علیٰ حبہ ذوی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولٰئک الذین صدقوا واولٰئک ھم المتقون۔

پورب پچھم کو منہ کر لینا تمہاری نیکی نہیں ہے نیکی تو ان کی نیکی ہے جو اللہ پر روز آخرت پر ملائکہ پر اللہ کی کتابوں پر اور انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں۔ مال کی محبت ہوتے ہوئے رشتہ داروں کو یتیموں کو مسکینوں کو مسافروں کو منگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے کے لئے دیتے ہیں۔ نمازیں ٹھیک پابندی کے ساتھ پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور کوئی وعدہ کر لیتے ہیں تو اس کو پورا کیا کرتے ہیں اور تکلیف و دکھ میں اور خوف کے وقت صبر رکھتے ہیں۔ یہی سچے لوگ ہیں اور یہی متقی ہیں۔

متقی پر لازم ہے کہ اسلام کے ارکان اور شرائط بجا لائے۔

مروی ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان نے آیت یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً کی تفسیر میں فرمایا اسلام کے آٹھ حصے ہیں۔ نماز ایک حصہ ہے۔ زکوٰۃ ایک حصہ ہے حج ایک حصہ ہے۔ عمرہ ایک حصہ ہے۔ جہاد ایک حصہ ہے نیکی کا حکم دینا ایک حصہ ہے۔ برائی سے روکنا ایک حصہ ہے اور نامراد وہ شخص جس کا (اسلام میں) کوئی حصہ نہ ہو۔

عاصم احول نے حضرت انس کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا اسلام کی مثال ایسی ہے جیسے زمین

کے اندر جما ہو درخت، اللہ کو ماننا اس کی جڑ ہے۔ پانچوں نمازیں اس کی شاخیں، روزے اس کی چھال۔ حج اور عمرہ اس کا توڑنے کے قابل میوہ۔ وضو اور غسل جنابت اس کی سینچائی کا پانی، ماں باپ کی فرماں برداری اور کنبہ پروری اس کی ذرک ٹہنیاں۔ ممنوعات سے اپنے کو روکے رکھنا اس کے پتے۔ اعمال صالحہ اس کے پھل اور اللہ کی یاد اس کے ریشے۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا جس طرح درخت کا حسن اور صلاح بغیر سبز پتوں کے نہیں ہوتا۔ اسی طرح اسلام کا حسن و صلاح بغیر ممنوعات کے ترک اور اعمال صالحہ کی ادائیگی کے نہیں ہوتا۔

فصل

دوزخ اور دوزخ کے وہ عذاب جو اللہ نے دوزخیوں کے لئے تیار کئے ہیں جنت اور جنت کی وہ نعمتیں جو اللہ نے اہل جنت کے لئے تیار رکھی ہیں

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ جب قیامت کا دن ہوگا اور اس یقینی دن میں سب مخلوق ایک میدان میں جمع ہوگی۔ تو ایک سیاہ سائبان ان پر چھا جائے گا کہ تاریکی کی شدت کی وجہ سے کوئی کسی کو دکھائی نہ دے گا۔ سب لوگ اپنے قدموں پر کھڑے ہوں گے۔ اُن کے اور اُن کے رب کے درمیان ستر سال (کی مسافت کے بقدر) فاصلہ ہوگا۔ یکایک فرشتوں پر خالق تبارک وتعالیٰ کا جلوہ پڑیگا۔ زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا جائے گی۔ تاریکی پھٹ جائے گی سب مخلوق پر رب کا نور چھا جائیگا۔ ملائکہ عرش کے گرد اگرد گھیرا باندھے رب کی تسبیح اور حمد پاکی بیان کر رہے ہونگے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ جب تمام مخلوق صف در صف کھڑی ہوگی اور ہر امت الگ گوشہ میں قائم ہوگی۔ یکدم اعمالنامے اور میزان عدل لائے جائیں گے۔ میزان ایک فرشتے کے ہاتھ میں آویزاں ہوگی۔ جو کبھی اس کے پڑے کو اوپر کو اٹھا دیگا کبھی جھکا دیگا۔ اعمالنامے اس میں رکھے جائینگے۔ اسی حالت میں جنت کا پردہ اٹھایا جائیگا اور جنت قریب لائی جائے گی۔ پھر بھی مسلمانوں سے جنت کا فاصلہ پانچ سو برس کی راہ کا ہوگا۔ جنت کی ایک ہوا چلیگی جس کی خوشبو مشک کی طرح مسلمان محسوس کریں گے۔ پھر دوزخ کا سرپوش اٹھایا جائے گا اور اس کی بدبو کا ایک جھونکا تیز دھوئیں کے ساتھ چلیگا۔ جس کی بو مجرم محسوس کریں گے۔ حالانکہ ان کے اور دوزخ کے درمیان پانچ سو برس کی راہ کا فاصلہ ہوگا۔ پھر دوزخ کو ایک بڑی زنجیر میں کس کر کھینچکر لایا جائے گا۔ انیس فرشتے اس سے موکل ہوں گے اور ہر فرشتے کے مددگار ستر ہزار فرشتے ہونگے تمام موکل اور ان کے مددگار دوزخ کے دائیں بائیں اور پیچھے چلتے ہوئے گھیرے میں لئے کھینچتے لائیں گے۔ ہر فرشتہ کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہوگا جس کی ضرب سے دوزخی چیخیں گے۔ گدھے کی ابتدائی اور انتہائی آواز کی طرح دوزخ کی آوازیں ہوں گی۔ اس میں دشواریاں ہونگی تاریکی ہوگی۔ دھواں ہوگا شور ہوگا۔ دوزخ دوزخیوں پر غضبناک ہوگی، اور

شدت غضب کی وجہ سے شعلے اٹھیں گے۔ فرشتے دوزخ کو لا کر جنت اور موقف (قیام گاہ حشر) کے درمیان نصب کر دینگے۔ دوزخ آنکھ اٹھا کر سب مخلوق کو دیکھے گی اور منہ زوری کر کے ان کی طرف بڑھ کر سب کو کھا جانا چاہے گی۔ لیکن موکل زنجیروں سے اس کو روک لیں گے۔ اگر کہیں چھوٹ جائے تو ہر مومن و کافر کو کھا جائے۔ دوزخ جب دیکھے گی کہ مجھے روک دیا گیا تو اس میں ایک سخت جوش آئیگا اور شدت غضب کی وجہ سے پھٹ پڑنے کے قریب ہو جائے گی۔ پھر دوبارہ دھاڑ مارے گی اور سب مخلوق اس کے دانت پیسنے کی آواز سنے گی۔ دل کانپ جائیں گے۔ دھڑک کر نکلنے لگیں گے۔ ہوش اڑ جائیں گے آنکھیں اٹھی کی اٹھی رہ جائیں گی۔ تڑپ کر دل حلق تک آ جائیں گے۔

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ دوزخ کی حالت ہم سے بیان فرمایئے۔ ارشاد فرمایا۔ ہاں وہ اس زمین سے ستر گنا بڑی ہے۔ کالی ہے۔ تاریک ہے اس کے سات سر ہیں۔ ہر سر پر تیس دروازے ہیں۔ ہر دروازہ کا طول تین دن کی راہ کے برابر ہے۔ اس کا بالائی لب ناک کے سوراخ سے لگتا ہوگا اور زیریں لب کو وہ گھسیٹتی ہوئی چلے گی۔ ناک کے ہر سوراخ میں مضبوط بندش اور ایک بڑی زنجیر ہوگی جس کو ستر ہزار فرشتے تھامے ہونگے۔ فرشتے بھی سخت مزاج تند خو جن کے دانت باہر کو نکلے ہوئے آنکھیں انگاروں کی طرح۔ رنگ آگ کے شعلوں کی طرح۔ ناک کے نتھنوں سے شعلے نکلتے ہوئے اور دھواں اٹھتا ہوا سب کے سب زبردست خدا کے حکم کی تعمیل کے لئے تیار۔ اس وقت دوزخ سجدہ کرنے کی اجازت مانگے گی۔ اللہ اجازت دیدیگا۔ دوزخ سجدہ کرے گی جب تک خدا چاہے گا۔ پھر اللہ حکم دے گا سر اٹھا دوزخ سر اٹھائے گی اور کہیگی وہ اللہ ہر حمد کا مستحق ہے جس نے مجھے ایسا بنایا کہ میرے ذریعہ سے نافرمانوں سے انتقام لیتا ہے کسی دوسری مخلوق کو ایسا نہیں بنایا کہ اس کے ذریعہ سے مجھ سے انتقام لے۔ پھر رواں سہل الادا اور خوب چلتی ہوئی زبان سے بلند آواز سے کہیگی جس قدر خدا چاہے اس کے لئے استحقاق حمد ہے پھر ایک دھاڑ ماریگی تو کوئی مقرب فرشتہ کوئی نبی مرسل اور کوئی میدان قیامت کے حاضرین میں سے ایسا نہ بچیگا کہ (دہشت کی وجہ سے) دو زانو نہ بیٹھ جائے۔ پھر دوبارہ دھاڑ ماریگی۔ تو کسی کی آنکھ میں کوئی آنسو ایسا نہ ہوگا کہ باہر نہ آ جائے۔ پھر تیسری بار دھاڑیگی تو یہ دہشت پیدا ہو جائیگی کہ اگر کسی انسان یا جن کے اعمال بہتر پیغمبروں کے برابر ہوں تو وہ بھی اس میں گر پڑیں۔ پھر چوتھی بار دھاڑ ماریگی تو ہر چیز کی بولی بند ہو جائیگی۔ صرف جبرائیل میکائیل اور حضرت ابراہیم عرش کو پکڑے رہیں گے۔ مجھے بچا۔ مجھے بچا میں اور کچھ نہیں مانگتا۔ اس کے بعد دوزخ آسمان کے ستاروں کی برابر شمار میں چنگاریاں پھینکے گی۔ اور ہر چنگاری مغرب سے اٹھنے والے بڑے بادل کی طرح (سرخ) ہوگی۔ یہ چنگاریاں تمام مخلوق کے سروں پر گرینگی۔

پھر ایک راستہ (صراط) نصب کیا جائیگا اس میں متصل سات پل تیار کئے جائینگے ہر دو پلوں کا درمیانی فاصلہ ستر سال کی راہ کے برابر ہوگا (دوزخ کے سات خانے یا سات درجے ہوں گے) ایک خانہ سے دوسرے خانہ تک پلصراط کا عرض پانچسو برس کی مسافت کے بقدر ہوگا اسی طرح دوسرے خانہ سے تیسرے خانہ تک اور تیسرے سے چوتھے تک اور چوتھے سے پانچویں تک اور پانچویں سے چھٹے تک اور چھٹے سے

ساتویں خانہ تک پانچ پانچ سو برس کے راستہ کی برابر پلصراط کا عرض ہوگا۔ ساتواں درجہ تمام درجات سے ستر حصہ زیادہ گرم فراخ گہرا بڑے بڑے انگاروں والا ہے اور قسم قسم کے عذابوں پر حاوی ہے۔ قریب ترین درجہ کے شعلے پلصراط سے گذر کر ادھر ادھر اور اونچائی میں تین میل تک جائیں گے۔ دوزخ کا ہر درجہ حرارت کی شدت۔ انگاروں کی کلانی اور انواع عذاب کی کثرت کے لحاظ سے اپنے بالائی طبقہ سے ستر گونہ زیادہ ہوگا۔ ہر درجہ میں سمندر بھی ہونگے دریا بھی اور پہاڑ بھی۔ ہر پہاڑ کی اونچائی ستر ہزار سال کی مسافت کے برابر ہوگی۔ دوزخ کے ہر درجہ میں ایسے ستر پہاڑ ہوں گے اور ہر پہاڑ کے ستر درے اور ہر درے میں ستر ہزار درخت تھوہر کے اور ہر درخت کی ستر شاخیں اور ہر شاخ پر ستر سانپ اور ستر بچھو ہوں گے۔ ہر سانپ کی لمبائی تین میل کی مسافت کے بقدر ہوگی اور بچھو بڑے بڑے بختی اونٹوں کی طرح ہوں گے۔ ہر درخت میں ستر ہزار پھل ہونگے اور ہر پھل دیو کے سر کے برابر ہوگا۔ ہر پھل کے اندر ستر کیڑے اور ہر کیڑا اتنا لمبا جتنی مسافت پر تیر جا کر گرتا ہے بعض پھلوں میں کیڑے نہیں ہوں گے بلکہ کلنٹے ہونگے۔ رسول اللہ فرماتے تھے دوزخ کے سات دروازے ہوں گے۔ ہر دروازہ کے ستر وادی اور ہر وادی کا گہراؤ ستر سال کی مسافت کے برابر ہوگا۔ ہر وادی میں ستر ہزار درے اور ہر درے میں ستر ہزار غار اور ہر غار کی ستر ہزار شاخیں ہونگی اور ہر شاخ ستر سال کی مسافت کے بقدر ہوگی۔ ہر شاخ کے اندر ستر ہزار اژدہے۔ ہر اژدہے کی باچھ دگوشہ لب ا میں ستر ہزار بچھو۔ ہر بچھو کے ستر ہزار منکے (پشت کی ہڈی کا مہرہ) اور ہر منکے میں مٹکا بھر زہر ہوگا۔ جو کافر اور منافق پہنچیگا۔ اس کو پورا زہر پینا ہوگا۔

غرض جس وقت مخلوق گھٹنے ٹیکے بیٹھی ہوگی اور دوزخ مست اونٹ کی طرح بے تاب ہوگی۔ تو بلند آواز سے ایک منادی ندا کرے گا۔ فوراً انبیاء صدیق شہید اور نیک لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے۔ پھر پیشی ہوگی جس میں آپس کے حقوق لوٹائے جائیں گے پھر دوسری پیشی روحوں اور بدنوں کا باہم جھگڑا ہوگا۔ بدن روحوں پر غالب آئیں گے۔ تیسری پیشی اللہ نے سنت ہوگی اور اعمالنامے اڑ کر لوگوں کے ہاتھوں میں آجائیں گے کسی کے دائیں ہاتھ میں کسی کے بائیں ہاتھ میں اور کسی کو اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں پشت کے پیچھے سے دیا جائے گا جن کو دائیں ہاتھ میں دیا جائیگا۔ ان کو اللہ کی طرف سے نور رحمت ہوگا۔ فرشتے عزت پر ان کو مبارکباد دیں گے۔ وہ اللہ کی رحمت سے پلصراط کے پار ہوکر جنت میں پہنچ جائیں گے۔ جنت کے دربان پوشاکیں، سواریاں اور زیور جو ان کے مناسب ہوگا پیش کرینگے۔ سب لوگ متفرق ہوکر اپنے اپنے مخصوص مکانوں کی طرف جائیں گے اور خوش خوش اپنے محلوں کی طرف لوٹیں گے اور اپنی ازواج کے پاس جائیں گے اور ایسی نعمتیں دیکھیں گے جن کو زبان بیان نہیں کرسکتی۔ نہ ان کی آنکھوں نے پہلے دیکھی ہونگی۔ نہ دل میں ان کا تصور آیا ہوگا غرض غذائے مقررہ کے موافق کھائیں گے پئیں گے۔ زیور اور لباس پہنیں گے بیویوں کو گلے لگائیں گے۔ پھر اپنے خالق کی حمد کریں گے جس نے ان کا غم دور کردیا۔ گھبراہٹ سے امن دی اور حساب کو آسان کیا۔ پھر اللہ کی دی ہوئی نعمت کا شکر کریں گے اور کہیں گے حمد ہے اس اللہ کے لئے جس نے ہم کو یہ راہ دکھائی۔ اگر خدا ہم کو راہ نہ دکھاتا تو ہم خود یہ راہ پانے والے نہ تھے۔ دنیا سے جو

کچھ توشہ لائے ہوں گے اس سے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ دنیا میں وہ یقین و ایمان رکھتے تھے تصدیق کرتے تھے عذاب سے ڈرتے تھے رحمت کے امیدوار تھے اور ثواب کی رغبت رکھتے تھے۔ اس وقت نجات پانے والے نجات پا جائیں گے اور کافر تباہ ہو جائیں گے۔

جن کو اعمالنامے بائیں ہاتھوں میں اور پس پشت سے دیئے جائیں گے۔ اُن کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی ہو جائیں گی ان کی ناک پر داغ لگا دیا جائیگا۔ ان کے بدن بڑے اور بدن کی کھالیں موٹی ہو جائیں گی۔ جب اعمالنامہ کو دیکھیں گے اور گناہوں کا معائنہ کریں گے تو بغیر اندراج کے اُن کا کوئی چھوٹا بڑا نہیں بچا ہے۔ تو پکاریں گے ہائے ہم تباہ ہو گئے۔ اُن کے دل افسردہ اور (نتیجہ کے متعلق) بُرے خیالات ہوں گے۔ خوف کی شدت اور غم کی کثرت ہوگی۔ سر افگندہ۔ نظریں خوف زدہ اور نیچے جھکی ہوئی ہوں گی۔ نظر چرائے دوزخ کی طرف دیکھیں گے تو نگاہ نہ لوٹ سکیگی۔ ایک امر عظیم نظر آئے گا۔ سخت دہشت اور ہر جہتی مصیبت۔ اضطراب آفریں گھبرا دینے والی دہشت تیز غم افزا ذلیل کن، دل کو فکرمند بنانے والی اور رلانے والی۔ اُس وقت وہ اللہ کی بندگی کا اقرار اور اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے۔ اور یہ اقرار ہی اُن کے لئے رنج و غم، بدبختی، الزام اور غضب کی صورت بن جائیگا۔ رب کے سامنے دوزانو بیٹھے گناہوں کا اقرار کرتے ہوں گے۔ آنکھیں نیچی ہوں گی بے نظر دل گڑھے میں گر رہے ہوں گے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آئیگا۔ جوڑ جوڑ کانپ رہا ہوگا۔ کچھ بولا نہ جائے گا۔ آپس کی رشتے کٹ چکی ہوں گی۔ نہ برادری باقی ہوگی نہ نسب کوئی کسی کو نہیں پوچھیگا۔ سب خود اپنی ہی مصیبت میں مبتلا ہوں گے جس کا ذکر نہ کر سکیں گے۔ دنیا میں لوٹ کر جانے کی درخواست کریں گے۔ تو قبول نہ ہوگی۔ دنیا میں جس چیز کو نہیں مانتے تھے اس کا یقین ہو جائے گا۔ نہ پینے کو پانی کہ پیاس بجھے نہ کھانا کہ پیٹ بھرے نہ پہننے کو کپڑا کہ تن ڈھکے پیاسے بھوکے ننگے۔ ہارے ہوئے جن کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ غمگین پریشان کئے ہوئے کہ جان مال کمائی اور اہل و عیال غرض ہر طرف سے گھاٹے میں ہوں گے۔ اس حالت میں اللہ دوزخ کے موکلوں کو حکم دیگا کہ اپنے کارندوں کو ساتھ لے کر اپنے ہتھیاروں سمیت یعنی زنجیریں طوق اور گرز لے کر دوزخ سے باہر آجائیں جب الحکم موکل باہر آکر ایک گوشہ میں حکم کے منتظر کھڑے ہو جائیں گے۔ بدبخت ان کو دیکھیں گے کہ بڑے بڑے سامان اور ان کے ہتھیار دیکھیں گے تو حسرت سے اپنے ہاتھ دانتوں سے کاٹیں گے۔ انگلیاں کھا جائیں گے اور موت کو پکاریں گے۔ نسوبہ نکلیں گے۔ پاؤں لڑکھڑا جائیں گے اور بیہوشی سی طاری ہو جائیگی حکم ہوگا۔ ان کو پکڑو۔ گردنوں میں طوق ڈالو جہنم میں داخل کر دو۔ اور زنجیریں خوب جکڑ دو۔ اس کے بعد اللہ جس شخص کو جس درجہ جہنم میں ڈالنا چاہے گا اس کے موکلوں کو بلا کر فرمائے گا ان کو گرفتار کرو۔ چنانچہ ایک ایک آدمی کی طرف ستر ستر موکل بڑھیں گے۔ خوب جکڑ کر باندھیں گے بھاری طوق گردنوں میں اور زنجیریں ناک کے نتھنوں میں ڈالیں گے جن کی وجہ سے دم گھٹنے لگیگا۔ پھر پشت کی طرف سے سروں کو قدموں سے ملا دیا جائیگا۔ جس سے پشت کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔ اس تکلیف سے ان کی آنکھیں پھٹ جائیں گی رگیں پھول جائینگی (طوق کی گرمی سے) گردنوں کا گوشت جل جائے گا۔ رگوں کا پوست اتر جائیگا۔ سروں کے اندر دماغ

ہوجائے گی جس سے پھندہ لگیگا اور پانی سے فریاد کریں گے۔ ان گھاٹیوں میں کچھ وادی ہوں گے جن کے دہانے جہنم کی طرف
کرتے ہوں گے۔ دوزخی چل کر ان نالوں پر پہنچینگے اور پینے کے لئے اوندھے منہ ان پر گر پڑیں گے۔ گرتے ہی ان کے چہروں
کی کھال کٹ جائے گی۔ جب پانی نہ پی سکیں گے تو ادھر سے رُخ پھیر لیں گے۔ ابھی چشموں پر اوندھے منہ ہی ہوں گے کہ فرشتے
ٹانگ جا لیں گے اور گرزوں سے ماریں گے جس سے ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔ پھر ٹانگیں پکڑ کر جہنم میں پھینک دیں گے اور وہ
کہیں قرار پکڑے بغیر ایک سو چالیس برس کی مسافت کے بقدر شعلوں اور سخت دھوئیں میں لڑکتے ہوئے چلے جائیں گے۔ تا آخر
بچھونوں پر جاکر ٹھہریں گے۔ وہاں ہر آدمی کی ستر کھالیں بدل کر دوسری ستر کھالیں دی جائیں گی۔ چونکہ وادیوں پر چشموں
کی انتہا ہوگی۔ اس لئے چشموں کا پانی پئیں گے۔ مگر پانی اتنا گرم ہوگا کہ پیٹ میں نہیں ٹھہریگا۔ یہاں تک کہ اللہ ہر شخص کو
سات دنیوی کھالیں دیدیگا۔ جب پانی پیٹ میں کچھ ٹھہریگا۔ تو آنتوں کو کاٹ کر ٹکڑے کردے گا اور آنتیں سرینوں کی راہ سے
جائینگی اور پانی کا باقی حصہ رگوں میں پھیل جائے گا جس سے گوشت پگھل جائے گا اور ہڈیاں پھٹ جائینگی اور دو پھرا دو پر
سے) فرشتے جا پکڑیں گے اور پشت پر، چہروں پر اور سروں پر گرزوں سے مارینگے اور ہر گرز کی ۳۶۰ دھاریں ہوں گی
سروں پر پڑنے کی وجہ سے) پشت ٹوٹ جائیگی۔ پھر کھینچ کر اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔ وسط دوزخ
میں پہنچینگے۔ تو بدن کی کھالوں میں آگ بھڑکنے لگیگی۔ اور کانوں میں پھیل جائے گی اور ناک کے نتھنوں اور پسلیوں سے شعلے
نکلیں گے اور بدن سے کچ لہو پیپ نکلیگا اور آنکھیں باہر نکل کر رخساروں پر لٹک جائیں گی۔ پھر ان شیطانوں کے ساتھ
جنہوں نے ان کو گمراہ کیا تھا اور ان معبودوں کے ساتھ جن سے مصیبت کے وقت فریاد کرتے تھے ملا کر خوب باندھ کر تنگ
مقامات میں ڈال دیئے جائیں گے۔ اس وقت وہ موت کو پکاریں گے (مگر موت نہیں آئے گی) پھر ان کے (دنیوی مال کو آگ
میں تپا کر) پیشانیوں اور پہلوؤں پر داغ لگائے جائیں گے اور پشت پر وہ گرم (سونا چاندی) رکھا جائیگا۔ تریٹ کی طرف سے
(پشت کو پھاڑ کر) نکل آئے گا۔ یہ لوگ جہنم کے مستحق ہونگے اور شیطانوں اور پتھروں (یعنی اپنے معبودوں) کے ساتھی رسی سے
بندھے ہوئے) گناہوں کی وجہ سے ان کے بدن پہاڑوں کی طرح کر دیئے جائیں گے۔ تاکہ عذاب کی شدت زیادہ ہو۔ ایک
ایک کی لمبائی ایک مہینہ کی مسافت کے بقدر اور چوڑائی تین روز کی مسافت کے برابر اور موٹائی تین راتوں کی مسافت کی
مثل ہوگی۔ سر اقرع (ملک شام میں ایک پہاڑ کا نام) کی برابر ہوگا۔ منہ میں ۳۲ دانت ہوں گے بعض دانت سر سے اوپر نکلے
ہوئے اور بعض داڑھی سے نیچے نکلے ہوئے۔ ناک بڑے ٹیلہ کی برابر۔ بالوں کی لمبائی اور موٹائی درخت صنوبر کی طرح بالوں
کی کثرت۔ دنیا دیکھنے جنگلوں کی برابر۔ بالائی لب سکڑا ہوا اور نچلا لب لٹکا ہوا۔ ہاتھ کا طول دس دن کی مسافت
کی برابر اور موٹائی ایک دن کی مسافت کے بقدر۔ ران ورقان کی طرح اور کھال کی موٹائی چالیس ہاتھ۔ پنڈلی کا طول پانچ رات
کی مسافت کی برابر اور موٹائی ایک دن کی مسافت کے بقدر۔ ہر آنکھ کوہ حرا کی طرح۔ جب سر کے اوپر کھول ڈالا جائے گا۔ تو آگ
بھڑکنے لگیگی اور التہاب بڑھتا ہی جائے گا۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ قسم ہے اس کی جس کی دست قدرت میں میری جان

ہے۔ اگر کوئی آدمی ایسی حالت میں دوزخ سے باہر آجائے کہ دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوں۔ گردن میں طوق پڑے
ہوں اور پاؤں میں بیڑیاں ہوں اور زنجیر کھینچتا ہوا باہر نکل آئے اور لوگ اس حالت میں اس کو دیکھ لیں تو بھاگ کھڑے
ہوں اور جہاں تک ممکن ہو بھاگ جائیں۔

دوزخ کی گرمی تاریکی انواع و عذاب کی گونا گونی اور فرو گاہوں کی تنگی سے دوزخیوں کے گوشت نیلے ہو جائینگے۔
ہڈیاں پھٹ جائیں گی۔ دماغ کھولنے لگیں گے۔ اُبال کھا کر کھالوں پر آپڑیں گے کھالیں جل جائیں گی۔ جوڑ جوڑ پارہ پارہ ہو
ہو جائیں گے۔ ان سے پیپ لہو بہنے لگیگا جسموں میں کیڑے پڑ جائیں گے۔ ہر کیڑا گورخر کی طرح موٹا ہوگا۔ گدھوں اور عقابوں کی
طرح اُن کے ناخن بھی ہوں گے۔ کھال اور گوشت کے اندر دوڑیں گے کاٹیں گے پھنکارتے ماریں گے۔ ڈرے ہوئے جنگلی
جانوروں کی طرح گھومیں گے۔ گوشت کھائیں گے خون پئیں گے سوائے گوشت اور خون کے اُن کے کھانے پینے کی کوئی اور چیز
نہ ہوگی۔ پھر فرشتے دوزخیوں کو پکڑ کر انگاروں پر اور نیزوں کے بھالوں کی طرح نوکیلے پتھروں پر قوت اور شدت کے ساتھ
گھسیٹیں گے اور اس طرح بحر جہنم کی طرف ستر سال کی مسافت کے بقدر لے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جوڑ جوڑ پارہ پارہ ہو
جائیگا اور روزانہ ستر ہزار نئی کھالیں ملیں گی۔ آخر لے جاکر جہنم کے مؤکلوں کے سپرد کر دیں گے۔ جہنم کے مؤکل ٹانگیں پکڑ کر جہنم
کے سمندر میں پھینک دیں گے۔ بحر جہنم کی گہرائی سوائے خالق کے کسی کو معلوم نہیں۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ توراۃ میں لکھا ہوا ہے کہ بحر جہنم کے مقابلہ میں دنیوی سمندر ایسا ہے جیسا اس دنیوی سمندر
کے مقابلہ میں ایک چھوٹا چشمہ۔ بحر جہنم میں پھینکے جانے کے بعد جب دوزخی عذاب کا مزہ چکھیں گے۔ تو ایک دوسرے سے کہیں گے
اس سے پہلے جو کچھ ہم کو عذاب دیا گیا تھا۔ وہ تو اس کے مقابلہ میں محض ایک خواب تھا۔ غرض ان کو بحر جہنم میں غوطہ دیا جائیگا
اور جہنم میں جوش آنے کی وجہ سے پھر وہ اوپر کو ابھریں گے۔ تو ستر ہانہ سمندر ان کو پھینک دے گا۔ ہر ہانہ (آدھے گز کا نہ ہوگا بلکہ)
اتنا ہوگا جیسے مشرق سے مغرب کا فاصلہ۔ فرشتے پھر گرز مار مار کر ان کو منہ کے بل گرا کر سمندر کی گہرائی کے اندر ستر سال کی مسافت تک
لیجائیں گے۔ دوبارہ وہ پھر ایک سو چالیس برس کی مسافت تک کے بقدر ابھریں گے اور سانس لینا چاہیں گے۔ تو فرشتے
فوراً آگے بڑھ کر گرز مار مار کر ستر ہانہ قعر سمندر میں لے جائیں گے۔ اور ہر ہانہ کی مقدار مشرق سے مغرب تک کے فاصلہ کی برابر
ہوگی۔ ہر شخص جب سر اٹھائیگا۔ تو ستر ہزار گرز سر پر پڑیں گے۔ ایک بھی خطا نہیں جائیگا۔ جب تک خدا چاہیگا وہ اسی حال
میں رہیں گے۔ یہاں تک کہ گوشت اور ہڈیاں فنا ہو جائیں گی۔ صرف جانیں رہ جائیں گی۔ تو ایک موج آکر ستر سال کی مسافت
کی بقدر دوری پر کسی ساحل کی طرف ان کو پھینک دے گی۔ ساحل پر ستر ہزار غار ہوں گے۔ ہر غار کی ستر ہزار شاخیں ہونگی
ہر شاخ کا طول ستر سال کی مسافت کے برابر ہوگا اور ہر شاخ کے اندر ستر ہزار اژدہے ہونگے اور ہر اژدہے کی لمبائی ستر
گز ہوگی اور ستر دانت ہوں گے اور ہر دانت میں مٹکا بھر زہر ہوگا۔ ہر اژدہے کے ہر گوشہ لب میں ایک ہزار بچھو ہوں گے ہر
بچھو کی پشت پر ستر مہرے ہوں گے اور ہر مہرہ کے اندر مٹکا بھر زہر ہوگا۔ ان غاروں میں آنے کے بعد ان کی روحوں کو

نئے بدن اور نئی کھالیں دی جائیں گی اور لوہے کے طوق پہنائے جائیں گے۔ سانپ اور بچھو آکر ان سے لپٹ جائیں گے ہر آدمی کو ستر ہزار سانپ اور ستر ہزار بچھو۔ اول سانپ بچھو گھٹنوں تک اوپر کو آئیں گے۔ دوزخی صبر کریں گے۔ پھر سینہ تک اٹھ کر آئیں گے اس پر بھی صبر کریں گے۔ پھر گلے کی ہنسلی تک اوپر کو آئیں گے۔ اس پر صبر کریں گے۔ پھر ناک کے نتھنوں۔ لبوں۔ زبانوں اور کانوں کو پکڑ کر لٹک جائیں گے اور اس طرح تمام سانپ اور بچھو اپنا زہر ان کو پلائیں گے۔ اس وقت سوائے جہنم کی طرف بھاگنے اور اس میں گر پڑنے کے ان کے لئے کوئی فریادرس نہ ہوگا۔ سانپ گوشت چبائیں گے خون پئیں گے اور بچھو ڈسیں گے۔ اس وجہ سے گوشت گر پڑیگا اور جوڑ جوڑ الگ ہو جائے گا جب بھاگ کر دوزخ میں جا گریں گے۔ تو ستر برس تک سانپوں اور بچھوؤں کے زہر کی وجہ سے آگ ان کو نہ جلائے گی۔ ستر برس کے بعد جلا ڈالیگی اور از سر نو بدن کی کھالیں پیدا کر دی جائیں گی۔ وہاں کھانے کے لئے فریاد کریں گے۔ تو فرشتے ایک قسم کا کھانا لا کر دیں گے جسکا نام ولیہ ہوگا مگر وہ لوہے سے بھی زیادہ سخت خشک ہوگا اس کو چبائیں گے مگر کچھ بھی نہیں کھا سکیں گے۔ مجبوراً تھوک دیں گے اور شدت بھوک کی وجہ سے اپنی انگلیوں اور ہتھیلیوں کو کھا جائیں گے۔ پھر کہنیوں تک کلائیاں کھا جائیں گے۔ پھر مونڈھوں تک کہنیوں سمیت کھا جائیں گے صرف مونڈھوں کے منہ رہ جائیں گے۔ اس سے آگے منہ نہیں پہنچیگا اس لئے نہ کھا سکینگے۔ پھر لوہے کے آنکڑوں میں ان کی کوچیں اٹکا کر درخت زقوم میں لٹکا دیئے جائیں گے۔ ہر شاخ میں ستر ہزار اولٹے لٹکے ہوں گے مگر شاخ نیچے کو نہیں جھکیگی۔ نیچے سے جہنم کی آگ کی لپٹ لگیگی اور ستر برس تک جھلستی رہے گی۔ یہاں تک کہ جسم پگھل جائیں گے اور جانیں رہ جائیں گی۔ پھر از سر نو کھالیں اور جسم پیدا کئے جائیں گے اور ہاتھوں کے پورے باندھ کر لٹکایا جائے گا اور سرینوں کے اندر آگ کی لپٹ گھس کر دلوں کو کھائے گی۔ اور نتھنوں سے اور کانوں سے اور منہ سے باہر نکلیگی۔ یہ حالت ستر سال تک رہے گی۔ جب ہڈیاں اور گوشت پگھل کر ختم ہو جائے گی اور صرف جانیں رہ جائیں گی۔ تو از سر نو کھالیں اور بدن پیدا کئے جائیں گے اور اس مرتبہ آنکھوں میں آنکڑے ڈال کر لٹکایا جائے گا۔ اسی طرح برابر عذاب ہوتا رہے گا۔ کوئی جوڑ اور رگ کوئی بال ایسا نہیں بچیگا۔ جہاں آنکڑے چبھو کر زقوم کے درخت سے ستر سال لٹکایا نہ جائے۔ اس طرح ہر ہر جوڑ سے موت کا مزا آئے گا مگر موت نہیں آئیگی اس کے بعد اور بھی طرح طرح کے عذاب ہوں گے۔ جب فرشتے اس طرح کے عذاب دے چکینگے اور چھوڑ دیں گے تو ہر آدمی کو زنجیر میں باندھ کر منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے اندر ان کی فرودگاہوں میں لے جائیں گے ہر شخص کی قیامگاہ اس کے اعمال کے موافق ہوگی کسی کی قیامگاہ کا عرض طول ایک مہینہ کے راستہ کی برابر ہوگا۔ جہاں آگ دہکتی ہوگی اور اس مکان میں سوائے اس شخص کے کوئی مقیم نہ ہوگا کسی کی قیامگاہ کا طول ۲۹ دن کی مسافت کے بقدر ہوگا۔ اسی طرح قیامگاہیں تنگ اور چھوٹی ہوتی جائیں گی۔ یہاں تک کہ بعض کی قیامگاہ صرف ایک دن کی مسافت راہ کے بقدر ہوگی اور مکانوں کی تنگی فراخی کے تناسب سے عذاب ہوگا کسی کو الٹا لٹکا کر عذاب دیا جائے گا کسی کو چت لٹا کر کسی کو بٹھا کر کسی کو گھٹنوں کے بل کسی کو کھڑا کر کے یہ تمام مقامات عذاب پانے والوں کے لئے نیزہ کی نوک سے بھی زیادہ تنگ ہوں گے بعض کے ٹخنوں تک آگ ہوگی بعض کے گھٹنوں تک

بعض کے کو ہوں تک بعض کے ناف تک بعض کے ہنسلی تک۔ بعض آگ میں غرق ہوں گے کبھی آگ کا جوش ان کو اوپر لے آئے گا کبھی گھما کر نیچے تعر کے اندر ستر جہنم کی راہ کے بقدر لے جائے گا۔ ان فرد گاہوں میں لے جا کر ہر ایک کو اس کے ساتھی کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ وہاں اتنا روئیں گے کہ آنسو سوکھ جائیں گے تو خون کے آنسوؤں سے روئیں گے۔ اگر ان کو اشکوں میں کشتیاں چلائی جائیں تو وہ بھی چلنے لگیں۔ دوزخ کی تہ میں دوزخیوں کے اجتماع کا ایک دن ہوگا۔ اس دن کے بعد پھر کبھی ان کا اجتماع نہ ہوگا۔ بحکم خداوندی ایک منادی دوزخ کی تہ میں ندا دیگا جس کی آواز قریب بعید اور دوزخ کے بالائی اور زیریں حصوں والے سب سنیں گے۔ اس منادی کا نام حشر ہوگا۔ حشر پکاریگا۔ دوزخیو! جمع ہو جاؤ، سب جہنم کی تہ میں جمع ہو جائیں گے۔ دوزخ کے فرشتے بھی ساتھ ہوں گے۔ دوزخی باہم مشورہ کریں گے۔ دنیا میں جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے وہ بڑے لوگوں سے کہیں گے، ہم دنیا میں تمہارے تابع تھے۔ کیا آج اللہ کے عذاب کے مقابلہ میں تم ہمارے کام آسکتے ہو۔ دنیا میں جو لوگ بڑے بنے ہوئے تھے وہ کہیں گے ہم سب دوزخ میں ہیں۔ اللہ بندوں کا فیصلہ کر چکا۔ یہ بڑے بننے والے کمزوروں سے کہیں گے تمہیں خوشی نہ ہو۔ تم ہم سے فریاد کرتے ہو۔ وہ کہیں گے ہم کو ناخوشی نہیں بلکہ تم کو خوشی نہ ہو، تم ہی یہ عذاب ہمارے سامنے لائے ہو۔ یہ بری جگہ ہے (پھر) یہ ضعیف لوگ بڑوں کے متعلق کہیں گے۔ پروردگار! جو شخص یہ عذاب ہمارے سامنے لانے کا سبب بنا اس کو دوزخ میں دوگونہ عذاب دے۔ وہ بڑے بننے والے کہیں گے اگر خدا ہم کو ہدایت کرتا تو ہم تم کو ہدایت کرتے۔ کمزور لوگ کہیں گے یہ بات نہیں بلکہ شبانہ روز کی تمہاری مکاری اس کا سبب ہے۔ کیونکہ تم ہم کو مشورہ دیتے تھے کہ ہم اللہ کے منکر ہو جائیں اور اس کے ہمسر قرار دیں (آج) ہم تم سے اور ان (جھوٹے) معبودوں سے جن کی پرستش کی تم ہم کو دعوت دیتے تھے بیزار ہیں۔ پھر سب کے سب اپنے ساتھی شیطانوں کی طرف متوجہ ہوں گے شیطان کہیں گے۔ ہم گمراہ تھے تم کو بھی ہم نے بہکایا۔ آخر کلام شیطان اونچی آواز سے کہیگا۔ دوزخیو! اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور تم کو (جنت کی طرف) بلایا تھا۔ مگر تم نے اس کی دعوت کو نہ مانا اور اس کے وعدہ کو سچا نہ جانا۔ اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا (آج) اس کے خلاف کیا۔ میری تم پر کوئی زبردستی تو تھی نہیں صرف اتنی بات تھی کہ میں نے تم کو دعوت دی۔ تم نے دعوت قبول کی۔ اب مجھے برا نہ کہو۔ خود اپنے کو ملامت کرو۔ میں نہ تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں نہ اپنی مدد۔ اللہ کے سوا جن کی تم پوجا کرتے تھے آج اُن کا منکر ہوں۔ اس کے بعد ایک اعلانچی اعلان کریگا۔ ظالموں پر اللہ کی لعنت۔ اس وقت کمزور بڑے بننے والوں پر اور بڑے کمزوروں پر لعنت کریں گے اور سب ساتھ والے شیطانوں پر اور ساتھ والے شیطان ان پر لعنت بھیجیں گے اور وہ ساتھ والے شیطانوں سے کہیں گے کاش ہمارے تمہارے درمیان فاصلہ مشرق مغرب کے فصل کی برابر ہو جائے اور آج تم برے ساتھی ہو اور دنیا میں برے مددگار تھے۔ اس کے بعد لوگ اپنی جماعت پر نظر ڈالیں گے اور ایک دوسرے سے کہیگا آؤ ان موکلوں سے درخواست کریں کہ اللہ سے وہ ہماری سفارش کر دیں تاکہ اللہ ایک دن کا عذاب ہی ہمارے سے ہلکا کر دے۔ موکلوں سے گفتگو کرنے میں ان کو تقریباً ستر سال لگیں گے اور اس پوری مدت میں وہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ آخر موکلوں سے گفتگو

کریں گے۔ وہ کہیں گے۔ کیا پیغمبر تمہارے پاس احکام لے کر نہیں پہنچے تھے سب بالاتفاق جواب دیں گے کیوں نہیں تھے
مؤکل کہیں گے تو اب پکارتے جاؤ۔ مگر کافروں کی پکار اب بیکار ہے۔ جب وہ دیکھیں گے کہ موکلوں نے کوئی اچھا جواب
نہیں دیا تو مالک (منصرم دوزخ) سے فریاد کریں گے اور کہیں گے مالک تم ہی ہمارے لئے رب سے دعا کر دو کہ اللہ ہماری
موت کا حکم دیدے۔ مالک بقدر مدت دنیا تو کوئی جواب ہی نہیں دے گا۔ کوئی بات ہی نہیں کریگا۔ پھر جواب دیگا تو کہے گا۔
فیصلہ موت سے پہلے تو مدتوں تم کو یہاں رہنا ہوگا۔ جب وہ دیکھیں گے کہ مالک نے بھی ان کو کوئی مفید جواب نہیں دیا۔ تو رب
سے فریاد کریں گے اور کہیں گے پروردگار اب تو ہم کو یہاں سے نکال دے اگر دوبارہ ہم نے تیری نافرمانی کی تو بلاشبہ ہم ظالم
ہوں گے۔ ستر سال تک اللہ کوئی جواب نہیں دیگا اور جیسے کتوں سے کہا جاتا ہے۔ ویسے ہی ان سے فرمائیگا۔ اسی میں ذلت
کے ساتھ پڑے رہو۔ مجھ سے بات بھی نہ کرو جب وہ دیکھیں گے کہ ان کا رب بھی ان پر رحم نہیں فرماتا اور کوئی مفید جواب نہیں
دیا تو ایک دوسرے سے کہیگا ہم اس عذاب پر صبر کریں یا نہ کریں دونوں برابر ہیں ہم کو رہائی نہیں ملیگی۔ نہ ہمارا کوئی سفارشی ہے
نہ دل جلانے والا دوست۔ اگر ایک بار پھر ہم کو دنیا میں لوٹنا مل جائے تو ضرور ہم اہل ایمان میں سے ہو جائیں۔

اس کے بعد فرشتے ان کو لوٹا کر ان کے مقامات میں لیجائیں گے۔ ان کے قدم ڈگمگا چکے ہوں گے حجتیں ناکارہ ہو چکی
ہوں گی۔ اللہ کے غضب کو دیکھ چکے ہوں گے اور اس کی رحمت سے ناامید ہو چکے ہونگے۔ سخت بے چینی سامنے ہوگی رسوائی
اور طویل خواری ان پر لمبے ڈیرے ڈال دے گی حسرت کے ساتھ اپنے دنیوی قصوروں پر فریاد کریں گے۔ اپنا اور اپنے اتباع
کرنے والوں پر بوجھ بھی اس سے کچھ کم نہیں ہو جائیگا۔ ان پر عذاب مٹی کے ذروں اور سمندروں کے قطروں سے زیادہ ہوگا۔
دوزخ کے فرشتوں سے واسطہ ہوگا۔ جن کا کام (حکم کی) فوری تعمیل اور کلام سخت ہوگا جسم بڑے بڑے بجلی کی طرح کوندتے چہرے
انگاروں کی طرح آنکھیں شعلہ آتش کی طرح رنگ' دانت باہر کو نکلے ہوئے بیل کے سینگوں کی طرح ناخن ہاتھوں میں لمبے
بھاری آتشیں گرز لئے ہوئے کہ اگر پہاڑوں پر مار دیں تو وہ بھی چورا ہو جائیں۔ ان گرزوں سے اللہ کے نافرمانوں کو ماریں گے تو
اس پر اگر ان کی آنکھیں آنسوؤں کے بعد خون بہائیں گی تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ وہ اگر ان فرشتوں کو پکاریں گے۔ تو وہ جواب
نہیں دیں گے روئیں گے تو ان کو رحم نہیں آئے گا۔ ٹھنڈے پانی کے لئے فریاد کریں گے تو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح وہ
پانی دیں گے۔ جو منہ کے قریب پہنچتے ہی چہروں کو بھون ڈالیگا۔

رسول اللہؐ فرماتے ہیں۔ دوزخیوں پر روزانہ ایک بڑا بادل آئے گا جس میں نگاہوں کو اچکنے والی بجلیاں اور کڑک توڑ
دینے والی گرج ہوگی اور ایسی تاریکی ہوگی کہ دوزخ کے فرشتوں کو بھی دوزخی نہ دیکھ سکیں گے۔ ابر بلند آواز سے پکار کر
کہیگا۔ اے اہل دوزخ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم پر بارش کروں۔ سب بالاتفاق جواب دیں گے۔ ہاں ہم پر ٹھنڈا پانی برسا۔
بادل سے کچھ دیر تک پتھر برسیں گے جو ان کے سروں پر گر کر کھوپریاں توڑ دیں گے۔ پھر کچھ دیر کھولتے پانی کے دریا برسینگے۔
اور انگارے اور کوڑے اور لوہے کے آنکڑے برسیں گے۔ پھر سانپ بچھو کیڑے کوڑے اور زخموں کا دھوون برسے گا۔

جب جہنم پر یہ بارش ہوگی تو اس کا سمندر اُبلے گا۔ قعر سمندر سے موجیں اُٹھینگی اور جہنم کے اندر ہر میدان اور پہاڑ سے اونچی ہو جائینگی تمام دوزخیوں کو غرق کردیں گی۔ مگر موت کسی کو نہیں آئے گی۔ نافرمانوں پر جو اس کے اندر ہوں گے۔ جہنم کا غضب حرارت زفیر۔ شعلے دھواں۔ تاریکی۔ لُو۔ گرم پانی۔ بھڑکتی اور دہکتی آگ۔ اور شدت پروردگار کے غضب کی وجہ سے اور بڑھ جائے گی ہم دوزخ سے دوزخ کے کاموں سے اور دوزخیوں کے ساتھ رہنے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اے اللہ! تو ہمارا بھی مالک ہے اور دوزخ کا بھی ہم کو دوزخ کے حوض میں نہ اتارنا۔ ہماری گردنوں میں اس کے طوق نہ ڈالنا۔ ہم کو اس کا لباس نہ پہنانا۔ اس کا زقوم ہم کو نہ کھلانا۔ اس کا گرم پانی ہم کو نہ پلانا۔ اس کے موکلوں کو ہم پر مسلط نہ کرنا۔ ہم کو اس کی آگ کا لقمہ نہ بنانا۔ اپنی رحمت سے پل صراط سے ہم کو گزار دینا۔ اس کی چنگاریاں اور شعلوں کا رخ ہماری طرف سے پھیر دینا۔ ہم کو اپنی رحمت سے اس سے اس کے دھوئیں سے اس کی سختی اور عذاب سے بچا لینا۔ آمین یارب العالمین۔

رسول اللہؐ ارشاد فرماتے تھے اگر جہنم کا ادنیٰ دروازہ مغرب میں کھول دیا جائے تو تانبے کی طرح مشرق کے پہاڑ اس کی وجہ سے پگھل جائیں۔ اگر جہنم کی ایک چنگاری اڑ کر مغرب میں گر جائے اور آدمی مشرق میں ہو۔ تو اس کا دماغ کھولنے لگے اور اُبل کر بدن پر آ گرے۔

سب سے کم عذاب والے وہ لوگ ہوں گے جن کو آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے۔ اُن کی بھی یہ حالت ہوگی کہ آگ ان کے کانوں سے اور ناک کے سوراخوں سے نکلیگی اور دماغ کھولیں گے۔ ان سے متصل وہ لوگ ہوں گے جو دوزخ کے پتھر پر ایسے تڑپیں گے۔ جیسے بھونجنے والا دانہ آگ سے۔ ایک پتھر سے تڑپ کر دوسرے پتھر پر گریں گے دوزخیوں کو ان کے اعمال کے موافق عذاب دیا جائیگا۔ ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں ان کے اعمال سے بھی اور ان کے مقام واپسیں سے بھی۔

رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی نگہداشت نہیں کرتے ان کو عذاب یہ ہوگا کہ شرمگاہوں کو (آنکڑے میں چبھو کر ان دوزخ میں) بقدر مدت دنیا لٹکا دیا جائے گا کہ ان کے جسم پگھل جائیں گے صرف جانیں رہ جائیں گی۔ پھر ان کو اتار کر از سر نو جسم اور کھالیں دی جائیں گی۔ پھر ان کو عذاب دیا جائے گا اور بقدر مدت دنیا۔ ستر ہزار فرشتے ہر آدمی کو کوڑے ماریں گے یہاں تک کہ بدن پگھل جائیں گے اور جانیں رہ جائیں گی۔ یہ کیفیت ان کے عذاب کی رگ چرکہ ختم ہو گی کہ اس کا بند بند کاٹا جائے گا۔ پھر از سر نو زندہ کیا جائے گا اور ہر آدمی کی طرف ستر ہزار فرشتے چھریاں لئے ہوئے کاٹنے کے لئے بڑھیں گے۔

جھوٹی گواہی دینے والوں کی سزا یہ ہوگی کہ زبانوں (میں آنکڑے ڈال کر ان کو) لٹکا دیا جائیگا۔ پھر ہر آدمی کو ستر ہزار فرشتے کوڑے ماریں گے یہاں تک کہ ان کے جسم پگھل جائیں گے جانیں رہ جائیں گی۔

مشرکوں کا عذاب اس طرح ہوگا کہ ان کو جہنم کے غاروں میں ڈال کر منہ بند کر دیا جائے گا۔ اندر سانپ بچھو بکثرت

زنگار سے شدت درخت دھواں ہوگا۔ ہر طرف ہر شخص کو ستر ہزار کھالیں از سر نو ملتی رہیں گی۔

سرکش مغروروں (جیسے فرعون ہامان۔ نمرود وغیرہم) کا عذاب اس طرح ہوگا کہ آگ کے صندوقوں میں ڈال کر قفل لگا کر دوزخ کے نچلے طبقہ میں ڈال دیئے جائیں گے۔ ہر شخص کو ہر ساعت ننانوے رنگ کا عذاب ہوگا اور روزانہ ایک ہزار نئی کھالیں دی جائیں گی۔

مال غنیمت میں خیانت کرنے والے خیانت کا مال ساتھ لے کر آئیں گے پھر جہنم کے سمندر میں اس مال کو ڈال دیا جائیگا اور حکم دیا جائے گا کہ غوطہ مار کر اس کے اندر سے نکال کر لاؤ اس حکم کی غرض یہ ہوگی کہ وہ بحر جہنم کی تہ تک پہنچ جائیں۔ مگر اس کی گہرائی سے سوائے اس کے پیدا کرنے والے کے اور کوئی واقف نہیں۔ غرض جب تک خدا چاہے گا وہ غوطہ مارتے رہیں گے پھر سانس لینے کے لئے سر اوپر نکالیں گے۔ تو ہر شخص کی طرف ستر ہزار فرشتے دوڑ کے گرز لے کر بڑھیں گے اور مار کر پھر سمندر میں ڈبا دیں گے یونہی ہمیشہ ان کو عذاب ہوتا رہے گا۔

رسول اللہ فرماتے تھے کہ دوزخیوں کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے کہ وہاں وہ احقاب یعنی مدتوں تک رہیں گے۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ کتنے احقاب رہیں گے۔ ہاں ہر حقب اسی ہزار برس کا اور ہر برس تین سو ساٹھ دن کا اور دن تمہاری گنتی سے ہزار برس کا ہوگا۔

پس ہلاکت ہوگی دوزخیوں کے لئے اور ہلاکت ہوگی آگ کی لپیٹ مارنے سے ان چہروں کی جو دھوپ کی گرمی بھی برداشت نہیں کرسکتے تھے اور ہلاکت ہوگی ان سروں کی جن پر کھولتا پانی ڈالا جائیگا حالانکہ وہ درد کی بھی برداشت نہ کرسکتے تھے اور ہلاکت ہوگی ان آنکھوں کی جو دھوئیں کی بھی تاب نہ لاسکتی تھیں جبکہ وہ نیلی پڑ جائیں گی اور آگ میں پتھرا جائیں گی اور ہلاکت ہوگی ان کانوں کی جو درشت بات نہیں سن سکتے تھے بلکہ مزے لیتے تھے جبکہ ان سے شعلے نکلیں گے اور ہلاکت ہوگی ان ناکوں کی جو مردار کی بدبو بھی برداشت نہیں کرسکتے تھے جبکہ آگ کی وجہ سے وہ پارہ پارہ ہوں گے اور ہلاکت ہوگی ان گردنوں کی جو درد بھی برداشت نہیں کرتی تھیں اس وقت جب ان میں طوق ڈالے جائیں گے اور ہلاکت ہوگی ان کھالوں کی جو کھردرا لباس بھی نہیں اٹھاسکتی تھیں جبکہ ان کو آگ کا لباس پہنایا جائیگا جو چھونے میں تیز اور سخت تند ہو۔ اور ان کے شعلوں سے بھڑکتے ہوں گے اور ہلاکت ہوگی ان پیٹوں کی جو بھوک کے دکھ پر صبر نہیں کرسکتے تھے جبکہ ان سے زقوم اور گرم پانی پیئیں گے اور آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردیگا اور ہلاکت ہوگی ان قدموں کی جو ننگے نہیں رہ سکتے تھے جبکہ ان کو آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے۔ ہلاکت ہوگی دوزخیوں کی طرح طرح کے عذاب سے۔ الٰہی اپنے اس علم خفیہ اور فضل عام کی برکت سے ہم کو دوزخ سے بچانا۔

فصل: [illegible] سے مروی روایت ہے کہ رسول اللہ ارشاد فرماتے تھے جہنم کے پل صراط کے سات پل ہوں گے۔ ایک پل کا دوسرے پل سے [illegible] فاصلہ ہوگا۔ پل صراط کی چوڑائی تلوار کی دھار کی طرح ہوگی [illegible]

جھپکنے کی طرح تیزی سے گذر جائیگا۔ دوسرا گروہ اچکنے والی بجلی کی طرح تیسرا گروہ تیز ہوا کی طرح چوتھا گروہ پرندوں کی طرح
پانچواں گروہ دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی طرح چھٹا گروہ تیز دوڑنے والے آدمی کی طرح اور ساتواں گروہ پیدل چلتے ہوئے گذریگا
پل پر گذرنے والوں میں سے آخر میں ایک آدمی رہ جائے گا اس کو حکم دیا جائے گا گذر۔ وہ دونوں قدم جونہی پل پر رکھے گا
فوراً ایک پاؤں پھسل جائیگا۔ وہ گھٹنوں کے بل چلیگا۔ تو آگ اس کے بال اور کھال پر کچھ اثر کریگی تو وہ پیٹ کے بل
گھسٹتا جائے گا دوسرا پاؤں بھی توبند دیگا تو ایک ہاتھ سے پکڑ رہیگا اور دوسرا ہاتھ لٹکتا رہیگا۔ آگ اس کو لگتی
پہنچاتی رہے گی۔ اور وہ گمان کریگا کہ بچ نہیں سکتا مگر پیٹ کے بل سرکتا رہے گا۔ یہاں تک کہ پار ہو جائے گا۔ پار ہو کر
پل کی طرف دیکھکر کہیگا بابرکت ہے وہ خدا جس نے مجھے تجھ سے خلاصی دی میرا خیال ہے میرے رب نے وہ عنایت
مجھ پر کی ایسی اگلوں پچھلوں میں سے کسی پر نہیں کی۔ جو کچھ میں نے دیکھا اور دکھ پایا اس کے بعد اللہ نے مجھے تجھ سے
بچالیا۔ اتنے میں ایک فرشتہ آئے گا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت کے دروازہ کے سامنے ایک حوض پر لیجائے گا اور کہیگا اس
میں غسل کرلے اور اس کا پانی پی لے۔ وہ غسل کریگا اور پانی پیئے گا۔ تو اس کو بہشت والوں کی خوشبو اور رنگ محسوس ہوگا
پھر فرشتہ اس کو لیجاکر جہنم کے دروازہ پر کھڑا کرے گا اور کہیگا رہ جب تک تیری اجازت اللہ کی طرف سے آئے یہیں
توقف کر۔ وہ شخص دوزخیوں کی طرف دیکھیگا کتوں کی ایسی رونے کی چیخوں کی آواز سنے گا۔ تو روتے ہوئے کہیگا پروردگار!
میرا منہ دوزخیوں کی طرف سے پھیر دے میرے رب اس کے علاوہ میں تجھ سے کچھ نہیں مانگوں گا۔ رب العالمین کی طرف سے
وہی فرشتہ اس کا منہ دوزخ کی طرف سے جنت کی جانب پھیر دیگا اور اس کی قیامگاہ سے جنت کے دروازہ تک ایک
پرتیر کی مسافت ہوگی۔ وہ آدمی جنت کے دروازہ کو اور اس کی وسعت کو دیکھیگا اور جنت کے دونوں دروازوں کی
درمیانی وسعت تیز پرندہ کی چالیس سال کی اڑان کی برابر ہوگی۔ بندہ عرض کریگا پروردگار تونے مجھ پر بڑا
احسان کیا۔ مجھے دوزخ سے خلاصی دی اور میرا منہ آگ سے جنت کی طرف پھیر دیا۔ اب میرے اور جنت کے درمیان
صرف ایک پرتیر کا فاصلہ ہے میرے رب میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنی عزت کے طفیل مجھے جنت کے دروازہ میں
داخل فرما دے۔ اس کے علاوہ میں تجھ سے کچھ نہیں مانگونگا صرف میرے اور دوزخیوں کے درمیان اس دروازہ کو آڑ بنا
دے میں دوزخ کی آہٹ بھی محسوس نہ کروں اور نہ دوزخ والوں کو دیکھوں۔ رب العالمین کی طرف سے وہی فرشتہ آئیگا
اور کہیگا اے آدم زاد تو کس قدر جھوٹا ہے کیا تونے سوال نہ کرنے کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ رسول اللہ نے فرمایا بندہ کہیگا
(اور قسم کھائیگا) عزت رب کی قسم میں اور کچھ نہیں مانگونگا۔ فرشتہ اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت کے دروازہ میں داخل کریگا
اور خود بارگاہ ہی میں چلا جائیگا۔ وہ شخص اپنے دائیں بائیں اور سامنے بقدر مسافت ایک سال جنت میں نظر کریگا لیکن
سوا درختوں اور پھلوں کے اور کوئی دکھائی نہ دیگا اور جنت کے قریب ہی ایک درخت کو اس کی قیامگاہ سے ایک پرتیر کی مسافت
کی برابر ہوگا۔ وہ محسوس کرے گا کہ اس درخت کی جڑ سونے کی شاخیں سفید چاندی کی پتے حسین ترین کپڑوں کی طرح اور پھل

مکھن سے زیادہ نرم شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہیں۔ حیرت آفریں منظر دیکھ کر عرض کرے گا۔
پروردگار تو نے مجھے جہنم سے نجات دی۔ جنت کے دروازہ میں داخل فرمایا اور پورا پورا احسان کیا۔ اب میرے اور اس
درخت کے درمیان ایک پر تیر کی مسافت ہے بس اس کے علاوہ تجھ سے اور کچھ درخواست نہیں کروں گا۔ وہی فرشتہ
آئیگا اور کہیگا آدمی تو کتنا جھوٹا ہے۔ کیا تو نے زیادہ نہ مانگنے کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ اب کیوں سوال کر رہا ہے۔ تیری قسم
کہاں گئی۔ تجھے شرم نہیں آتی۔ آخر اس کا ہاتھ پکڑ کر (جنت کے اندر) قریب ترین مکان تک لے جائیگا۔ (جو) ایک سال
کی راہ کے فصلے پر سلے موتی کا ایک محل نظر آئے گا۔ قصر کو اپنے سامنے اور (گذشتہ) قیام گاہ کو (اپنے پیچھے) دیکھکر اس کو
ایسا معلوم ہوگا گویا وہ ہیچ تھا۔ بے ساختہ عرض کریگا۔ پروردگار بس یہ مکان تجھ سے مانگتا ہوں۔ اس کے بعد کسی چیز کی درخواست
نہیں کروں گا۔ فوراً ایک فرشتہ آئے گا اور کہیگا۔ آدمی تو نے کیا اپنے رب کی قسم نہیں کھائی تھی۔ تو کس قدر جھوٹا ہے۔ جب تجھے
وہ دیدیا۔ جب اس مکان پر پہنچیگا۔ تو آگے کا سماں دیکھکر خیال کریگا کہ اس کا مکان اس کے مقابلہ میں ایک خواب ہے۔ عرض
کریگا پروردگار بس تجھ سے اس مکان کی درخواست کرتا ہوں۔ فوراً وہی فرشتہ آئیگا اور کہیگا آدم زاد تو اپنا وعدہ پورا کیوں
نہیں کرتا۔ کیا تو نے مزید سوال نہ کرنے کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ فرشتہ اس کو ملامت کریگا۔ کیونکہ فرشتہ کو محسوس ہوگا کہ یہ ان
چیزیں دیکھکر اس کی جان خود نکلی جا رہی ہے۔ اس لئے کہیگا جا یہ تیرا ہے۔ اس کو اس مکان کے بعد اپنے سامنے ایک مکان
نظر آئیگا جس کے مقابلہ میں پچھلے تمام مکان ہیچ معلوم ہوں گے۔ دیکھکر حیران رہ جائے گا بات بھی نہ کر سکیگا۔ حضورؐ نے
نے فرمایا۔ اللہ کا قاصد اس سے کہیگا۔ کیا وجہ ہے اب سوال کیوں نہیں کرتا۔ بندہ عرض کرے گا۔ آپ پر اللہ کی رحمت ہو میں نے
رب العزت کی قسم کھائی ہے۔ بخدا اب مجھے اس سے ڈر لگتا ہے اور اس سے شرم آتی ہے۔ اللہ فرمائے گا بندے، کیا تو
اس بات پر راضی ہو جائیگا کہ دنیا کے روز آفرینش سے یوم فنا تک کل دنیا جمع کر کے اور اس کو دس گنا کر کے تجھے دیدوں
وہ شخص عرض کریگا۔ پروردگار تو رب العالمین ہے کیا مجھ سے مذاق کرتا ہے۔ اللہ فرمائیگا میں ایسا کر سکتا ہوں۔ تو جو تجھے
چاہے سوال تو کر۔ بندہ عرض کرے گا مجھے آدمیوں سے ملا دے۔ فوراً ایک فرشتہ آئیگا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر پیدل جنت
میں لے جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کے سامنے ایک چیز آئے گی اور ایسی ہوگی کہ گویا اس کے مقابلہ کی کوئی چیز اس نے
پہلے دیکھی ہی نہ ہوگی۔ بندہ فوراً سجدہ میں گر پڑیگا اور سجدہ میں کہیگا میرے رب نے مجھ پر جلوہ فرمائی کی۔ فرشتہ کہیگا سر اٹھا
یہ تیرا گھر ہے اور تیرے سب مکانوں میں کم درجہ کا ہے۔ بندہ کہیگا کہ اگر خدا میری نظر کی حفاظت نہ کرتا تو وہ اس قصر کے نور سے
خیرہ ہو جاتی۔ غرض وہ اس قصر میں اترے گا۔ سامنے سے ایک آدمی آئے گا۔ اس کے چہرے اور کپڑوں کو یہ شخص دیکھکر دنگ
رہ جائیگا۔ خیال کریگا فرشتہ ہے۔ وہ آدمی آ کر کہیگا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اب آپ کے آنے کا وقت آیا۔ یہ شخص
سلام کا جواب دینے کے بعد کہیگا۔ بندۂ خدا تم کون ہو۔ وہ کہیگا میں آپ کا محافظ ہوں اور اس مکان کی نگرانی میرے
سپرد ہے اور میری طرح آپ کے ایک ہزار محافظ ہیں۔ ہر محافظ کے ذمہ آپ کے ایک ایک محل کی نگرانی ہے۔ آپ کے

ہزار محل ہیں۔ ہر محل میں ہزار خادم ایک بیوی اور ایک حور آپ کے لئے ہے۔ یہ شخص محل میں داخل ہوگا دیکھیگا کہ محل ایک سفید موتی کا گنبد ہے جس کے اندر ستر کمرے ہیں۔ ہر کمرہ پر ستر بالاخانے ہیں اور ہر بالاخانہ کے ستر دروازے ہیں اور ہر دروازہ کا موتی کا ایک قبہ ہے یہ شخص قبول میں داخل ہو کر کھولیگا اس سے پہلے وہ قبے کسی نے نہیں کھولے ہوں گے۔ وسط قبہ میں اس کو سرخ موتی کا ایک گنبد نظر آئے گا جس کا طول ستر گز ہوگا اور ستر دروازے ہونگے اور ہر دروازہ سرخ موتی کے ایک گنبد میں پہنچاتا ہوگا۔ یہ گنبد بھی طول میں ستر گز ہوں گے اور ہر ایک کے ستر دروازے ہونگے۔ کوئی موتی دوسرے کا ہم رنگ نہ ہوگا۔ ہر موتی کے گنبد میں بیویاں ہونگی۔ سجی ہوئی جلوہ گاہیں ہوں گی اور تخت ہوں گے قصر کے اندر داخل ہوگا۔ تو ایک حور ملیگی۔ حور اس کو سلام کریگی۔ یہ شخص سلام کا جواب دیگا۔ پھر متحیر ہو کر کھڑا ہو جائیگا۔ حور کہیگی۔ اب ہماری ملاقات کے لئے آپکو وقت ملا۔ میں آپ کی بیوی ہوں۔ یہ شخص اس کے چہرے کو دیکھیگا تو اپنے چہرہ کی عکس حور کے چہرہ میں نظر آئے گا۔ جیسے آئینہ میں دکھتا ہے۔ حور ستر جوڑے پہنے ہوگی۔ ہر جوڑا ستر رنگ کا ہوگا۔ ہر رنگ دوسرے سے جدا ہوگا۔ انتہائی شفاف ہونے کی وجہ سے لباس کے باہر سے پنڈلی کی ہڈی کی مینگ بھی نظر آئے گی۔ جب اس کی طرف سے ذرا بھی منہ پھیریگا اور پھر دوبارہ دیکھیگا۔ تو اس کی آنکھ میں حور کا حسن ستر گنا زائد نظر آئے گا گویا اس کے لئے آئینہ ہوگی۔ اور وہ حور کے لئے آئینہ۔ ہر قصر کے ۲۷۰ دروازے ہوں گے۔ ہر دروازہ پر موتی یاقوت اور جواہر کے ۷۰ قبے ہوں گے۔ ہر قبہ کا رنگ دوسرے قبہ سے جدا ہوگا۔ جب قصر سے باہر سر نکال کر جھانکے گا۔ تو بقدر مسافت زمین اس کو یہ ملک نظر آئیگا اور جب اس کی سیر کریگا تو سو برس تک اپنے ہی ملک میں چلتا رہے گا ملک کے اندر جس چیز پر پہنچے گا اس میں سب کچھ نظر آئیگا۔ تمام محلات میں فرشتے ہر دروازہ سے آئیں گے اور اللہ کی طرف سے سلام اور تحفے لائیں گے۔ ہر فرشتہ کے پاس وہ ہدیہ ہوگا۔ جو دوسرے کے پاس نہ ہوگا۔ فرشتے روزانہ ہی دن کو آ کر سلام کیا کریں گے اور ان کے ساتھ تحفے ہوں گے۔ اس قول کی تصدیق اللہ کی کتاب میں موجود ہے۔ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔ اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ۔

رسول اللہؐ ارشاد فرماتے تھے کہ جنت والے اس آدمی کو مسکین کہیں گے۔ کیونکہ ان کے مکان سے ان کے مکان اعلیٰ ہوں گے۔ اس مسکین کے اسّی ہزار رکاب دار ہوں گے جب وہ کھانا کھانا چاہے گا۔ تو بہشت کے خوانوں میں سے ایک خوان لا کر رکھیں گے۔ جو سرخ یاقوت کا ہوگا اور یاقوت زرد اس میں جڑا ہوگا اس کے کنارے موتی یاقوت اور زمرد کے کے ہوں گے اور بڑے موتیوں کے۔ ایک کنارہ کا طول بیس میل ہوگا ستر قسم کے کھانے اس پر چنے جائیں گے۔ سامنے اسّی خادم کھڑے ہوں گے۔ ہر خادم کے پاس ایک پیالہ ہوگا جس میں کھانا ہوگا اور ایک گلاس میں پانی ہوگا۔ ہر پیالے اور گلاس میں اس قسم کا کھانا اور شربت ہوگا جو دوسرے پیالے اور گلاس میں نہ ہوگا۔ ایک کھانا دوسرے کھانے سے اور ایک شربت دوسرے شربت سے مشابہ ہوگا۔ اول کا مزہ اور لذت آخر کے مزہ اور لذت کی طرح محسوس ہوگا۔ ہر رنگ کے کھانے اور

شربت کا کچھ حصہ یہ جنتی ضرور حاصل کریگا اور جب خوان سامنے سے اٹھایا جائیگا۔ تو ہر خادم کو اس (پس خوردہ) کھانے اور شربت میں سے اس کا حصہ ضرور ملیگا۔

رسول اللہؐ فرماتے تھے۔ اونچے درجوں والے اس کی زیارت کریں گے (یعنی اوپر سے دیکھیں گے) اور یہ ان کی زیارت نہیں کرے گا۔ اونچے درجہ والے کی خدمت میں آٹھ لاکھ خدمتگار لگے ہوں گے۔ ہر خادم کے ہاتھ میں ایک پیالہ ہوگا جس میں کھانا ہوگا۔ جو کھانا ایک پیالہ میں ہوگا وہ دوسرے میں نہ ہوگا۔ ہر رنگ کا کھانا بہشتی کچھ نہ کچھ ضرور کھائیگا اور کھانا اٹھائے جانے کے وقت ہر خادم کو (پس خوردہ) کھانے اور شربت میں سے اس کا حصہ ملیگا۔ ہر جنتی کی ۷۲ بیویاں حوریں اور دو بیویاں آدمی ہوں گے۔ ہر بیوی کا قصر یاقوت سبز کا ہوگا جس میں یاقوت سرخ جڑے ہوں گے۔ ہر قصر کے ستر ہزار کیواڑ (یعنی دروازے) ہونگے۔ ہر کیواڑ (یعنی دروازہ) پر ایک موتی کا قبہ ہوگا۔ ہر بیوی ستر ہزار جوڑے پہنے ہوگی۔ ہر جوڑے میں ستر ہزار رنگ ہوں گے۔ کوئی جوڑا دوسرے کے مشابہ نہ ہوگا۔ ہر بیوی کی پیش خدمت ہزار لونڈیاں کھڑی ہوں گی اور ستر ہزار لونڈیاں اس کی مصاحب ہوں گی۔ ہر لونڈی کو اس بیوی نے کام پر لگائے رکھا ہوگا جب اس کا کھانا سامنے لایا جائیگا تو ستر ہزار لونڈیاں خدمت میں کھڑی ہوں گی ہر لونڈی کے ہاتھ کھانے سے بھرا ہوا پیالہ اور شربت سے بھرا ہوا گلاس ہوگا۔ ایک پیالہ اور گلاس کا کھانا اور شربت دوسرے پیالہ اور گلاس میں نہ ہوگا۔

رسول اللہؐ فرماتے تھے (جنتی) بھائی کو اپنے اس بھائی کے احوال جاننے کا شوق ہوگا جس سے دنیا میں اس کو نہایت محبت تھی۔ وہ کہیگا کاش مجھے معلوم ہوجاتا کہ اس کا کیا ہوا اس کو اندیشہ ہوگا کہیں وہ تباہ نہ ہوگیا ہو۔ اللہ اس کے دل کے خیال سے واقف ہوگا اور فرشتوں کو حکم دے گا کہ میرے بندے کو اس کے بھائی کے پاس لے جاؤ۔ فرشتے اس کے پاس ایک عمدہ اونٹنی جس پر بجائے پالان نور کے نمدے پڑے ہوں گے لائینگے جنتی اس کو سلام کریگا فرشتہ سلام کا جواب دینے کے بعد کہیگا۔ اٹھ کر سوار ہو اور اپنے بھائی کے پاس چلو جنتی سوار ہوجائیگا اور جنت میں ہزار برس کا راستہ اس سے بھی زیادہ جلد طے کریگا جتنی دیر میں تم اونٹنی پر سوار ہوکر تیز رفتاری کے ساتھ ایک فرسخ طے کرتے ہو۔ یہاں تک کہ اپنے بھائی کے گھر پر پہنچ جائے گا اور پہنچکر اس کو سلام کرے گا وہ سلام کا جواب دے گا اور خوش آمدید کہیگا۔ بھائی آپ کہاں تھے۔ مجھے تو آپ کے متعلق اندیشہ ہوگیا تھا۔ دونوں اٹھکر گلے ملیں گے اور کہیں گے شکر ہے اس خدا کا جس نے ہم کو ملا دیا۔ دونوں اللہ کی حمد ایسی خوش آوازی سے کریں گے کہ کسی نے کبھی نہ سنی ہو۔ اللہ فرمائیگا۔ میرے بندو یہ بندگی کا وقت نہیں ہے بلکہ بندہ کی طرف سے تحائف (لینے) اور ہماری طرف سے (انعام) ملنے کا وقت ہے۔ جو چاہو مجھ سے مانگو میں دوں گا۔ دونوں عرض کریں گے پروردگار اس درجہ میں ہم دونوں کو جمع کردے۔ اللہ اس درجہ میں دونوں کی نشست گاہ میں ایک خیمہ کے اندر بنا دے گا جس کے چوطرفہ کناروں پر موتی اور یاقوت ہوں گے اور ان کی بیویوں کے مقام اس کے علاوہ ہوں گے۔ وہاں وہ کھائیں گے پئیں گے اور لطف اٹھائیں گے۔

حضور فرماتے تھے جنتی جب کوئی لقمہ لے کر اپنے منہ میں رکھے گا اور دل میں کسی دوسرے کھانے کی خواہش اس وقت پیدا ہوگی۔ تو اللہ اس لقمہ کو اسی مرغوب کھانے میں تبدیل کر دے گا۔

عرض کیا گیا یا رسول اللہ جنت کی زمین کیسی ہوگی۔ چاندی کے چکنے سفید پتھروں کی۔ اس کی مٹی مشک کی ہوگی ٹیلے زعفران کے ہوں گے۔ چو طرفہ احاطہ کی دیواریں موتی، یاقوت اور سونے چاندی کی ہوں گی کہ اندر سے باہر کی چیز اور باہر سے اندر کی چیز نظر آئے گی۔ جنت میں کوئی قصر ایسا نہ ہوگا جس کا اندرون بیرون سے اور بیرون اندرون سے دکھائی نہ دیتا ہو۔ جنت میں ہر شخص تہبند اور چادر اور بلا ترشے ہوئے اور بغیر سئے ہوئے جوڑے پہنے گا۔ ہر شخص موتیوں کا تاج پہنے گا۔ تاج کے گرداگرد موتی یاقوت اور زمرد ہوں گے اور سونے کی دو زنجیریں لٹکتی ہوں گی۔ گردن میں سونے کا گلوبند ہوگا جس کا حاشیہ مروارید اور یاقوت سبز کا ہوگا۔ ہر آدمی ہاتھ میں تین کنگن پہنے ہوگا۔ ایک کنگن سونے کا ایک چاندی کا اور ایک موتیوں کا۔ تاج کے نیچے موتی اور یاقوت کے سربند ہوں گے۔ جوڑوں کے اوپر باریک ریشم کا لباس اور باریک ریشم پر موٹا ریشمی لباس اور سبز حریری لباس ہر شخص پہنے ہوگا۔ سب تکیہ لگائے ایسے بستروں پر بیٹھے ہوں گے جن کا استر ریشمی دیبائی کا اور ابرہ خوبصورت سرخ نفیس کپڑے کا ہوگا اس میں دھاریاں سرخ یاقوت کی ہونگی تخت کے پائے موتی کے ہوں گے ہر تخت پر ایک ہزار طرح کا بستر ہوگا اور ہر بستر میں ستر رنگ ہونگے۔ کوئی بستر دوسرے کے مشابہ نہ ہوگا۔ ہر تخت کے سامنے ستر ہزار مسندیں ہوں گی۔ ہر مسند ستر رنگ کی ہوگی۔ کوئی مسند دوسری کے مشابہ نہ ہوگی۔ ہر تخت کے دائیں بائیں ستر ستر ہزار کرسیاں ہوں گی۔ کوئی کرسی دوسری کے مشابہ نہ ہوگی۔

رسول اللہ نے فرمایا تمام اہل جنت بلحاظ اپنے حضرت آدم کے قد پر جوان بے بال بے ریش دبرودت گہری سرمگین آنکھوں والے ہوں گے حضرت آدم کا قد ساٹھ گز تھا۔ اہل جنت اور ان کی عورتیں سب ایک مقدار کی ہوں گی۔ مذکورہ بالا تکمیل کے بعد جنت کے اندر ایک منادی ندا کریگا اس کی آواز اوپر نیچے اور قریب بعید والے سب سنیں گے وہ کہیگا۔ اے اہل جنت! کیا تم کو اپنے گھر پسند آئے سب باتفاق جواب دیں گے۔ ہاں۔ خدا کی قسم ہمارے رب نے ہم کو عزت کی جگہ اتارا ہے یہاں سے نہ منتقل ہونا چاہتے ہیں نہ اس کے عوض دوسرے گھر کے خواستگار ہیں۔ ہم اپنے رب کے جوار کو پسند کرتے ہیں۔ اے اللہ اے ہمارے رب ہم نے تیری منادی کی ندا سنی اور اس کو سچا جواب دیا۔ اے اللہ اے ہمارے رب اب ہم تیرے چہرہ کی طرف دیکھنے کے خواہشمند ہیں۔ تیرا دیدار سب سے بڑا ثواب ہے۔ اس وقت اللہ جنت کو جس کا نام دار السلام ہوگا اور اسی جنت میں اللہ کی فرودگاہ اور مجلس ہوگی حکم دے گا کہ اپنی سجاوٹ کر لے آراستہ ہو جا اور اس کے لئے تیار ہو جا کہ میں اپنی زیارت اپنے بندوں کو کراؤں۔ جنت رب کا حکم سنیگی اور بات ختم ہونے سے پہلے حکم کی تعمیل کریگی۔ اپنی سجاوٹ کرلے گی اور اللہ سے ملاقات کرنے والوں کے لئے تیار ہو جائے گی۔ اللہ ایک فرشتہ کو حکم دے گا میری ملاقات کے لئے میرے بندوں کو بلا وہ فرشتہ بارگاہ الہی سے نکل کر لذت آگیں لمبی اور اونچی

آوازت پکاریگا۔ اے اہل جنت۔ اے اللہ کے دوستو اپنے رب کی زیارت کرو۔ اس کی آواز ہر نیچے اور اوپر والا جنتی سنے گا۔ اور سب اونٹنیوں اور خچروں پر سوار ہو کر سایہ میں سفید مشک اور زرد زعفران کے ٹیلوں کی جانب چل دیں گے اور دروازہ کے پاس سلام کریں گے۔ ان کا سلام ہوگا اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا مِنْ رَّبِّنَا ہمارے رب کی طرف سے ہم پر سلام ہو پھر داخلہ کی اجازت طلب کریں گے۔ اجازت مل جائے گی تو اندر داخل ہونے کا ارادہ کریں گے۔ جونہی دروازہ میں داخل ہوں گے، عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلیگی جس کا نام مثیرہ ہوگا اور مشک و زعفران کے ٹیلوں کا غبار اڑا کر ان کے گریبانوں سروں اور کپڑوں پر ڈال دیگی۔ اندر داخل ہوں گے تو اپنے رب کے تخت اور کرسی کی طرف نظر اٹھائیں گے۔ تو ایک نور چمکتا دکھائی دیگا۔ مگر رب جلوہ انداز نہ ہوگا۔ جنتی کہیں گے اے ہمارے رب تو ہر نقص سے پاک ہے تو قدوس ہے۔ تو ملائکہ اور روح کا رب ہے۔ تو برکت والا اور عالی مرتبہ ہے ہم کو اپنا چہرہ دکھلا۔ اللہ نور کے پردوں کو حکم دیگا ہٹ جاؤ۔ فوراً ایک کے بعد دوسرا حجاب اٹھتا جائیگا۔ یہاں تک کہ ستر حجاب اٹھ جائیں گے۔ ہر (تحتانی) حجاب اپنے (فوقانی) متصل حجاب سے ستر گونہ نورانیت میں زائد ہوگا۔ اس کے بعد پروردگار جلوہ انداز ہوگا۔ فوراً سب سجدہ میں گر پڑیں گے اور جتنی دیر اللہ چاہے گا پڑے رہیں گے اور سجدہ میں کہیں گے۔ ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ تیرے ہی لئے ہر حمد اور اظہار پاکی ہمیشہ سزاوار ہے۔ تو نے ہم کو دوزخ سے بچایا۔ جنت میں داخل فرمایا۔ جنت بڑا اچھا گھر ہے۔ ہم تجھ سے کامل طور پر رضامند ہیں۔ تو بھی ہم سے راضی ہو۔ اللہ فرمائیگا میں تم سے کامل طور پر راضی ہوں اور یہ بندگی (حمد و ثنا کرنے) کا وقت نہیں۔ خوش عیشی اور راحت کا وقت ہے۔ مجھ سے مانگو میں عطا کروں گا۔ آرزو کرو میں (آرزو سے) زیادہ دوں گا۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا۔ اہل جنت یعنی منہ سے کہے ہوئے آرزو کریں گے کہ اللہ نے جو کچھ ان کو عطا فرمایا ہے۔ وہ ہمیشہ قائم رکھے۔ اللہ فرمائیگا جو کچھ میں نے تم کو عطا کیا ہے۔ وہ اور اسی کی مثل اور جو میں تم کو دوں گا سب کو تمہارے لئے ہمیشہ قائم رکھوں گا۔ اہل جنت اللہ اکبر کہتے ہوئے سر اٹھائیں گے اور رب العزت کے نور کی شدت کی وجہ سے اس کی طرف نظریں نہ اٹھا سکیں گے۔ اس مجلس کا نام ہوگا۔ قبۂ عرش رب العالمین سے پور رب والی مجلس۔

اللہ ان سے فرمائیگا۔ اے میرے بندو۔ اے میرے جوار (رحمت) کے ساکنو۔ اے وہ لوگو جن کو میں نے چن لیا ہے اے مجھ سے محبت کرنے والو۔ اے میرے دوستو۔ اے وہ لوگو جن کو میں نے اپنی مخلوق اور اپنے اطاعت گزاروں میں سے انتخاب کیا ہے۔ تمہارے لئے مرحبا ہو۔

اس کے بعد عرش رب العزت کے سامنے نور کے کچھ ممبر نظر آئیں گے۔ ممبروں سے نیچے نور کی کرسیاں ہوں گی کرسیوں کے نیچے فرش ہوں گے۔ کرسیوں کے نیچے غالیچے اور غالیچوں سے نیچے مسندیں ہوں گی۔ رب العزت فرمائیگا۔ اپنی عزت پر بیٹھو۔ سب سے آگے بڑھکر رسول ممبروں پر بیٹھ جائیں گے۔ پھر انبیاء بڑھکر کرسیوں پر اور صالحین بڑھکر مسندوں پر بیٹھ جائیں گے۔ اس کے بعد نور کے خوان بچھائے جائیں گے۔ ہر خوان پر ستر رنگ ہوں گے اور

ان کی آرائش مروارید و یاقوت سے کی گئی ہوگی۔ رب العزت خدمتگاروں سے فرمائیگا ان کو کھانا کھلادو۔ ہر خوان پر موتی اور یاقوت کے ستر پیالے رکھدیئے جائیں گے۔ ہر پیالہ میں ستر رنگ کا کھانا ہوگا۔ اللہ فرمائے گا میرے بندوں کو دو اور انہیں حسب مشیت خدا کھائیں گے اور ایک دوسرے سے کہیگا اس کھانے کے مقابلہ میں وہ کھانا ہیچ ہے۔ جو ہمارے گھروں میں تھا۔ رب العزت خادموں سے فرمائیگا میرے بندوں کو پلاؤ۔ خادم مشروبات لاکر پلائیں گے۔ اہل جنت باہم کہیں گے ہمارے مشروبات اس مشروب کے مقابلہ میں ایک خراب ہیں۔ رب العزت فرمائے گا تم نے ان کو کھلا پلا دیا۔ اب میوے لاکر دو۔ خادم میوے لاکر آئیں گے اہل جنت اس میں سے کچھ کھائیں گے اور کہیں گے اس مقابلے میں ہمارے پھل بے حقیقت ہیں۔ رب العزت خادموں سے فرمائیگا تم نے ان کو کھلا پلا دیا اور میوے بھی رکھدیئے۔ اب ان کو لباس اور زیور پہنادو۔ خادم لباس اور زیور لاکر پہنائیں گے۔ اہل جنت باہم کہیں گے اس کے مقابلہ میں ہمارے لباس اور زیور محض خراب ہیں۔ لوگ کرسیوں پر ہی ہوں گے کہ اللہ زیر عرش سے ایک ہوا بھیجے گا۔ ہوا زیر عرش سے مشک اور کافور کا غبار جو برف سے زیادہ سفید ہوگا۔ لاکر ان کے سروں، کپڑوں اور گریبانوں میں ڈالدے گی اور ان کو معطر کردیگی۔ پھر خوان پس خوردہ کھانوں سمیت اٹھالئے جائیں گے۔

سرکار رسالت نے فرمایا۔ رب العزت فرمائیگا۔ اب مجھ سے مانگو میں عطا کروں گا۔ تمنا کرو میں اس سے زیادہ دوں گا۔ سب بالاتفاق کہیں گے۔ اے اللہ اے ہمارے رب ہم تجھ سے تیری خوشنودی مانگتے ہیں۔ اللہ فرمائیگا میرے بندو میں تم سے راضی ہوں۔ سب سجدہ میں گر پڑیں گے اور سبحان اللہ اور اللہ اکبر کہیں گے۔ رب العزت فرمائیگا میرے بندو سر اٹھاؤ یہ عبادت کا وقت نہیں ہے۔ خوش عیشی اور رحمت کا وقت ہے۔ بندے سر اٹھائیں گے۔ نور رب کی وجہ سے ان کے چہرے درخشاں ہوں گے رب العزت فرمائے گا۔ بہشت کو مردانہ لوٹ جاؤ۔ سب لوگ ... حضرت سے نکل آئیں گے سامنے نعمان سواریاں سے قریب ہوں گے ہر شخص اپنی اونٹنی یا خچر پر سوار ہوجائے گا اس کے ہمراہ ستر ستر غلام اسی جیسی سواری پر ہوں گے راستہ میں سے جو بھی ان میں سے اپنے علاقہ کو جانا چاہے گا چلا جائے گا۔ باقی اس کے ہمرکاب رہیں گے یہاں تک کہ وہ قصر آجائے گا جہاں کا وہ ... غرض جو قصر پر پہنچکر جنتی اپنی بیوی کے پاس جائے گا تو وہ کھڑی ہو جائے گی۔ اور مرحبا کہیگی اور کہیگی۔ میرے محبوب آپ تو بہت زیادہ لباس خوشبو اور زیور کے ساتھ آئے (مگر) میں آپ سے جدا نہ تھی۔ رحمن کی طرف سے ایک فرشتہ اونچی آواز سے کہہ دیگا اے اہل جنت یونہی ہمیشہ نو بنو نعمتیں تم کو ملتی رہیں گی۔

حضور قدس نے فرمایا فرشتہ ہر دروازہ سے اہل جنت کے پاس پہنچینگے اور کہیں گے ... [illegible]
[illegible]
[illegible]

حضور فرماتے تھے جنت کے سو درجے ... ہر دو درجوں کے درمیان ... [illegible]
سب اقرار کریں گے جنت کے پہاڑ سفید مشک اور زرد زعفران کے ہوں گے۔

اہل جنت جب کھانا کھا کر ڈکاریں گے تو ان کی ڈکار مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگی جب پانی پئیں گے تو ان کی جلد بدن سے پسینہ کی طرح اپھوٹ کر نکلے گا۔ پاخانہ پیشاب کی ان کو ضرورت نہ ہوگی نہ تھوکیں گے نہ ناک جھاڑیں گے نہ دردِ سر ہوگا حضور فرماتے تھے۔ اہل جنت بالائی طبقہ والے اور نچلے طبقہ والے سب آرام کے ساتھ تکیہ لگائے دو ساعت تک صبح کا کھانا کھائیں گے۔ چار ساعت تک خالق کی بزرگی بیان کریں گے اور دو ساعت باہم ملاقاتیں کریں گے جنت میں رات بھی ہوگی اور دن بھی۔ وہاں کی رات کی تاریکی دنیا کے دن کی سفیدی سے ستر حصے زائد روشن ہوگی۔

رسول اللہ فرماتے تھے۔ ادنیٰ بخشش والا جنتی وہ ہوگا کہ اگر اس کے تمام جن وانس مہمان ہو کر جائیں تو اس کے پاس کرسیاں بستر تکیے اور مسندیں اتنی ہوں گی کہ سب بیٹھ جائیں سب تکیے لگالیں۔ اور ان کی ضرورت سے زائد خوان پیالے خدمتگار کھانا پینا سب کچھ ہو اور اس (میزبان) کو صرف اتنی تکلیف ہو جتنی ایک آدمی کے آنے سے ہوتی ہے۔

حضور فرماتے تھے۔ جنت کے بعض درختوں کے تنے سونے کے بعض کے چاندی کے بعض کے یاقوت کے اور بعض کے زمرد کے ہوں گے اور شاخیں بھی تنوں کی طرح ہوں گی۔ اور پتے حسین ترین کپڑوں کی طرح ہوں گے اور پھل مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے میٹھے ہوں گے۔ ہر درخت کی لمبائی پانچسو برس کے راستہ کی برابر اور جڑ کی موٹائی ستر سال کے راستہ کی برابر ہوگی جب آدمی نگاہ اٹھا کر درخت کی چوٹی کی طرف دیکھیگا۔ تو اس کو چوٹی کی شاخیں اور ان کے پھل نظر آئیں گے اور ہر درخت کے پھل ستر ہزار قسم کے ہوں گے اور کسی رنگ کا پھل دوسرے پھل کے مزہ کا نہ ہوگا جس قسم کے پھل کی خواہش ہوگی وہ شاخ جس میں وہی پھل ہوگا پانچسو یا پچاس برس کی یا اس سے کم مسافت کی راہ سے نیچے کو جھک آئے گی یہاں تک کہ اگر خواہش کرنے والا چاہے گا تو اس کو ہاتھ سے لے لیگا اور نہ لے سکیگا اور اپنا منہ کھول دیگا تو وہ منہ میں آجائے گا جس پھل کو درخت سے توڑ لیگا۔ فوراً اس کی جگہ اس سے خوبصورت اور عمدہ دوسرا پھل اللہ پیدا کر دے گا۔ جب آدمی اپنی غرض پوری کر چکیگا اور بس کرے گا۔ تو شاخ وہیں لوٹ جائے گی جہاں سے جھکی تھی۔ بعض درخت پھل دار نہ ہوں گے بلکہ ان پر شگوفے ہوں گے جن میں مشک اور کافور ہوگا۔ بعض درختوں کے شگوفوں پر ریشم کپڑوں کے جوڑے۔ باریک ریشمی کپڑے اور خوبصورت نفیس سرخ لباس ہوگا۔ حضور فرماتے تھے۔ اہل جنت ہر جمعہ کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے۔ فرماتے تھے کہ اگر بہشت کا ایک چتر آسمان سے نیچے لٹکا دیا جائے۔ تو سورج کی روشنی کو ماند کر دے۔ فرماتے تھے جنت میں محل ہیں۔ ہر محل میں چار نہریں ہیں۔ ایک صاف پانی کی دوسری صاف دودھ کی تیسری صاف شراب کی چوتھی صاف شہد کی۔ اگر جنتی کسی نہر کا پانی پیئے گا تو پینے کے آخر میں مشک کی خوشبو آئے گی۔ جنت کے چشموں کا پانی ملائے بغیر نہروں کا پانی نہیں پئیں گے۔ ایک چشمہ کا نام ہے زنجبیل دوسرے کا نام ہے تسنیم تیسرے کا نام ہے کافور چشمہ کی قدر سے اہل قربت ہی پئیں گے۔ فرماتے تھے کہ اگر اللہ یہ فیصلہ نہ کر چکا ہوتا کہ اہل جنت دائمی طور سے کہاں رہیں گے تو اہل جنت باہم ملاقاتیں کرتے رہتے ۔۔۔ جیسی چھینکیں کریں گے تو اہل جنت کبھی ان کو اپنے منہ سے الگ نہیں کرتے۔ فرماتے تھے کہ اہل جنت ایک ہزار سال یا اس سے بھی دور کی مسافت سے باہم ملاقات کے لئے جائیں گے اور اپنے بھائیوں کے پاس سے لوٹ کر اپنے گھروں کو جائیں گے۔ تو

جس قدر تم لوگوں کو اپنے گھر کے راستہ کی شناخت ہوتی ہے اس سے زیادہ ان کو اپنے گھروں کے راستوں کی شناخت ہوگی۔ فرماتے تھے کہ اہل جنت جب دیدار الٰہی حاصل ہونے کے بعد واپسی کا ارادہ کریں گے۔ تو ہر شخص کو ایک سبز انار دیا جائیگا جس میں ستر دانے ہوں گے اور ہر دانہ میں سو رنگ ہوں گے۔ کوئی دانہ دوسرے کے رنگ پر نہیں ہوگا۔ بارگاہ الٰہی سے واپسی میں جنت کے بازاروں پر گذریں گے۔ جہاں خرید و فروخت نہ ہوگی لیکن وہاں زیور کپڑوں کے جوڑے، ریشم کا باریک اور موٹا کپڑا، ریشم آراستہ اور منقش خوبصورت موتی اور یاقوت اور معلق چیزیں دستیاب ہوں گی۔ جس قدر ان اصناف میں سے اٹھا سکیں گے بازاروں سے لیں گے مگر بازاروں میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ وہاں حسین ترین تصویریں ہوں گی جیسے آدمیوں کی تصویریں ہوتی ہیں ہر تصویر کے سینہ پر لکھا ہوگا جو شخص آرزومند ہو کہ اس کا حسن میری طرح ہو جائے۔ اللہ اس کے حسن کو میری طرح کر دے۔ چنانچہ جو شخص تمنا کرے گا کہ اس کے چہرے کا حسن اس تصویر کی طرح ہو جائے۔ اللہ اس کا حسن ویسا ہی کر دیگا۔ جب یہ لوگ اپنے گھر لوٹ کر آئیں گے تو غلمان صف بستہ کھڑے ہوئے مرحبا کہتے ہوئے اور سلام کرتے ہوئے سامنے آئینگے۔ اور ہر ایک اپنے برابر والے کو بشارت دے گا۔ یہاں تک کہ یہ خوشخبری اس کی بیوی (حور) کو پہنچ جائے گی۔ بیوی سے خوشی ضبط نہ ہوگی۔ فوراً کھڑی ہو جائے گی اور دروازہ پر آکر مرحبا کہہ کر اور سلام کر کے استقبال کرے گی۔ دونوں باہم گلے ملیں گے اور معانقہ کرتے ہوئے اندر آجائیں گے۔

حضور فرماتے تھے اگر اہل جنت کی عورتوں میں سے کوئی عورت باہر نکل آئے تو مقرب فرشتہ ہو یا نبی مرسل جو کوئی بھی اس کو دیکھیگا۔ اس کے حسن پر فریفتہ ہو جائے گا۔

حضور فرماتے تھے آخری شربت جو اہل جنت کھانے کے بعد پئیں گے اس کو طَہُورٌ دِھَاقٌ کہا جاتا ہے (لبریز) اس کا ایک گھونٹ پینے کے بعد کھایا پیا سب ہضم ہو جائیگا اور مشک کی طرح اس کی خوشبو اور ڈکار ہوگی۔ اہل جنت کے پیٹ میں (کبھی) دکھ نہیں ہوگا۔ طہور پینے کے بعد پھر کھانے کی خواہش ہوگی۔ ہمیشہ ان کا یہی طریقہ رہے گا۔

فرماتے تھے کہ اہل جنت کی سواریاں اللہ نے سفید یاقوت سے بنائی ہیں۔ فرماتے تھے تین جنتیں ہیں (ایک کا نام) الجنۃ (دوسری) عدن اور (تیسری) دارالسلام۔ الجنۃ عدن سے ستر کروڑ ویں حصے چھوٹی ہے (یعنی ستر کروڑ حصوں میں سے ایک حصہ کی برابر ہے) الجنۃ کے محل باہر سے سونے کے اور اندر سے زمرد کے ہونگے۔ اس کے برج یاقوت سرخ کے اور جھروکے موتیوں کی لڑیوں کے۔

فرماتے تھے جنتی پر ایک بیوی کے پاس ایک دفعہ سات سو سال کی بقدر لطف اندوز رہے گا اور منتقل نہ ہوگا پھر محل سے دوسری بیوی جو پہلی سے زیادہ حسین ہوگی۔ پکاریگی۔ بھائی اب ہماری باری کا وقت آگیا جنتی کہیگا تم کون ہو۔ وہ کہیگی میں اُن میں سے ہوں جن کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لئے کیا کیا آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ رکھی گئی ہے۔

فرماتے تھے۔ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں اگر سات سو برس گھوڑے کا سوار چلے تو طے نہ کر سکے اس کے

نیچے دریا بہتے ہیں۔ ان کی ہر شاخ پر شہر تعمیر ہیں۔ ہر شہر کی لمبائی دس ہزار میل ہے۔ ایک شہر سے دوسرے شہر کا فاصلہ اتنا ہے جیسے مشرق مغرب کے درمیان ہے۔ جنتی ان محلات سے نکل کر ان شہروں تک جاتے ہیں۔ اس درخت کے ایک پتے کے سایہ میں ایک بڑا عظیم الشان گروہ آسکیگا۔ فرماتے تھے جنتی جب اپنی بیوی کے پاس جائیگا۔ تو وہ کہیگی قسم ہے اس خدا کی جس نے مجھے آپ سے ملنے کی عزت بخشی جنت کی کوئی چیز مجھے آپ سے زیادہ محبوب نہیں جنتی بھی یہی جواب دے گا۔ فرماتے تھے جنت میں ایسی چیزیں ہیں۔ جن کی صفت بیان کرنے والے بیان نہیں کر سکتے۔ نہ سارے بندوں کا تصور ہو سکتا ہے۔ نہ سننے والوں کے کانوں نے ان کو سنا ہے۔ نہ مخلوق کی آنکھ نے ان کو دیکھا ہے

فرماتے تھے کہ لوجہ اللہ محبت کرنے والوں کو اللہ جنت عدن کے اندر سرخ یاقوت کے ایک ستون پر فروکش کریگا جس کی بلندی ستر ہزار برس کی راہ کے برابر ہوگی۔ اس ستون پر ستر ہزار کمرے ہوں گے۔ اور ہر کمرہ کا ایک قصر ہوگا۔ لوجہ اللہ محبت کرنے والے اوپر سے تمام اہل جنت کو دیکھیں گے۔ ان کی پیشانیوں پر نور سے لکھا ہوگا۔ یہ لوجہ اللہ باہم محبت کرنے والے ہیں جب ان میں سے کوئی اپنے محل سے اہل جنت کو جھانکیگا۔ تو اس کے چہرے کے نور سے بہشت والوں کے قصر جگمگا جائیں گے۔ جیسے آفتاب کی روشنی سے زمین والوں کے گھر بھر جاتے ہیں۔ ایک جنتی دوسرے سے کہیگا۔ یہ روشنی لوجہ اللہ باہم دوستی کرنیوالوں کے چہرہ کی ہے۔ یہ کہتے ہی ان کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح ہو جائے گا۔

فرماتے تھے جنتی کے حسن کی فضیلت جنت کے خادموں کے حسن پر ایسی ہوگی جیسے ستاروں پر چودھویں کے چاند کی فضیلت

حضور فرماتے تھے کہ اہل جنت کی عورتیں لذت آگین تان کے ساتھ ترنم کے وقت گائیں گی اور کہیں گی ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں کبھی نہیں مرینگی ہم بے خوف ہیں ہم کو کبھی ڈر نہ ہوگا۔ ہم راضی ہیں کبھی ناراض نہ ہونگی ہم جوان ہیں کبھی بوڑھی نہ ہونگی۔ ہم لباس پوش ہیں کبھی برہنہ نہ ہونگی۔ ہم بہترین خوبصورت ہیں۔ اور بزرگ لوگوں کی بیبیاں ہیں۔

فرماتے تھے جنت کے پرندوں کے ستر ہزار پر ہوں گے ہر پر کا رنگ دوسرے پر کے رنگ کے مشابہ نہ ہوگا۔ ہر پرندہ کی جسامت طول میں ایک میل۔ اور عرض میں ایک میل ہوگی۔ اگر مومن ان پرندوں میں سے کسی (کے گوشت) کا خواہشمند ہوگا۔ تو اس پرندہ کو اس کے پیالہ کے اندر رکھدیا جائیگا۔ وہ پر پھڑپھڑائیگا جس سے ستر رنگ کے کھانے گریں گے۔ (کچھ پکا ہوا گوشت) کچھ بھونا ہوا اور مختلف رنگوں کے۔ اللہ تعالیٰ مومنین بنی اسرائیل کو وادی تیہ میں غیب سے من (ایک قسم کا گوند یا ترنجبین) سے زیادہ پاکیزہ اور مکھن سے زیادہ لطیف ہوگا۔ اور چھاچھ سے زیادہ سفید ہوں گے جب مومن کھا چکیگا۔ تو پرندہ پر پھڑپھڑا کر اڑ جائیگا۔ اور اس کا ایک پر بھی کم نہ ہوگا۔ اہل جنت کے پرندے اور گھوڑے جنت کے باغوں میں اور جنتیوں کے محلات کے آس پاس چرتے پھریں گے۔ فرماتے تھے کہ اہل جنت کو خدا تعالیٰ سونے کی انگوٹھیاں عطا فرمائیگا جن کو وہ پہنیں گے۔ یہ خاتم خلد ہونگی پھر موتی اور یاقوت اور زمرد کی انگوٹھیاں عطا فرمائیگا۔ یہ دارالسلام اللہ کی ملاقات کی نعمت ہونگی۔ فرماتے تھے۔ اہل جنت جب اپنے رب کی زیارت کریں گے تو خدا کی طرف سے پیش کردہ طعام مہمانی کو کھا چکیں گے۔ اور خلعت [illegible]

رب العزت فرمائیگا داؤد خوش آوازی سے میری بزرگی کے ترانے گاؤ۔ داؤد حسب منشیت خدا اللہ کی مجد بیان کرینگے۔ آپ کی خوش آوازی اور لذت آگینی کے سبب جنت کی ہر چیز سکوت کی حالت میں ہو جائے گی اور کان لگائے گی۔ پھر رب العزت اہل جنت کو لباس اور زیور عطا فرمائیگا۔ اس کے بعد جنتی اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ آئیں گے۔

فرماتے تھے۔ ہر جنتی کا ایک درخت ہوگا جس کا نام طوبیٰ ہوگا۔ جب کوئی نئے لباس پہننا چاہیگا تو وہ طوبیٰ کے پاس جائیگا طوبیٰ کے شگوفے کھل جائیں گے اور وہ چھ رنگ ہوں گے۔ ہر شگوفہ میں ستر رنگ کے کپڑے ہوں گے۔ کوئی کپڑا نہ دوسرے کے رنگ ہوگا۔ نہ اس کے نقوش دوسرے کے نقوش کی طرح ہوں گے۔ جنتی جس میں سے چاہے گا نار کی پتی سے زیادہ لطیف کپڑا لے لیگا۔ فرماتے تھے۔ اہل جنت کی ہر بیوی کے سینہ پر لکھا ہوگا تو میرا محبوب ہے اور میں تیری حبیب۔ میرے نہ تیری طرف سے روگردانی ہے نہ کوئی رکاوٹ۔ نہ میرے دل میں تیری طرف سے کوئی کبیدگی ہے نہ کدورت۔ جنتی اپنی بیوی کے سینہ کو دیکھیگا۔ تو گوشت اور ہڈیوں کے اندر سے اس کے جگر کی سیاہی اس کو دکھائی دے گی۔ (اس سیاہی میں اس کو اپنا چہرہ نظر آئے گا) پس اس کا جگر اس کے لئے آئینہ ہوگا اور اس کا جگر اس کے لئے عکس نما۔ اور اس جگر کی سیاہی سے بیوی کے حسن میں کوئی عیب پیدا نہیں ہوگا۔ جیسے پرونے والے دھاگا سے یاقوت میں کوئی عیب نہیں ہو جاتا ہے۔ ان کی سفیدی موتی کی طرح وہ آب یاقوت کی طرح ہوگی۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ۔

فرماتے تھے اہل جنت موتی اور یاقوت کی اونٹنیوں اور خچروں پر سوار ہوں گے۔ اونٹنی اور خچر کا قدم وہاں پڑیگا جہاں تک اس کی آخری نظر پہنچیگی۔ ہر گھوڑے کی مسافت ستر میل کی بقدر ہوگی۔ مہاریں اور لگامیں موتی اور زمرد کی لڑیاں ہوں گی۔

فصل ۲

آیت۔ فَوَقَاهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا کی تشریح

یعنی اللہ قیامت کے دن ان کو شدت حساب اور جہنم کے ہول سے محفوظ رکھیگا۔ اس روز میدان قیامت میں جہنم کو انیس موکل فرشتے کھینچ کر لائیں گے۔ ہر موکل کے ساتھ ستر ہزار زبردست کام کرنیوالے ہوں گے سب درشت مزاج اور تند خو ہوں گے۔ دانت باہر کو نکلے ہوئے آنکھیں انگاروں کی طرح۔ رنگ شعلہ کی مثل۔ ناک کے نتھنوں سے شعلے نکلتے ہوئے اور دھواں اٹھتا ہو امر خداوندی کی تعمیل کے لئے تیار مضبوط بندشوں اور بڑی زنجیروں سے جکڑے ہوئے دائیں بائیں اور کبھی آگے چلتے ہوئے کھینچ کر لائیں گے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہوگا۔ اس وقت دوزخ کی چیخ و پکاریں اور دھاڑیں اور دھنواں اور تاریکی اور کڑک اور شدت غضب کی وجہ سے اٹھتے ہوئے شعلے ہوں گے اس طرح چل کر وہ آئے گی۔ فرشتے اس کو

ما کر جنت اور قیام گاہ خلائق کے درمیان کھڑا کر دیں گے جہنم منہ اٹھائے گی تو مخلوق دکھائی دیگی۔ منہ زوری کرے اور حملہ
کے لئے بڑھنا چاہے گی۔ مگر موکل زنجیروں سے اس کو روک دیں گے۔ اگر اس کو چھوڑ دیا جائے تو ہر مومن اور کافر کو چپٹ کر دے جب
جب اس کو روک دیا جائے گا۔ تو اس میں ایک قوی جوش پیدا ہوگا کہ شدت غضب سے پھٹی پڑیگی۔ پھر ایک زور کی دوسری
سانس کھینچے گی کہ اس کے دانت بجنے کی آواز سب مخلوق سنیگی۔ اس وقت دل لرز جائیں گے رونے لگیں گے۔ باہر نکلنے لگیں گے
آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ اچھل کر دل حلق میں آجائیں گے۔ میدان حشر میں کوئی مقرب فرشتہ یا نبی مرسل ایسا نہ بچیگا۔ جو دو
زانو ہو کر بیٹھ نہ جائے۔ پھر دوزخ باہر کو سانس لے گی۔ تو کسی شخص کی آنکھ کا کوئی قطرہ بغیر باہر نکل پڑنے کے نہیں رہیگا۔ پھر
تیسری سانس کھینچے گی تو اگر کسی آدمی یا جن کے اعمال بہتر انبیا کی برابر ہو جائیں۔ تو وہ بھی خیال کریگا کہ میں اس میں ضرور گر پڑونگا
بچاؤ نہ ہوگا۔ پھر چوتھی بار دم کھینچے گی۔ تو ہر چیز خاموش ہو جائے گی۔ جبرئیل میکائیل اور خلیل الرحمٰن (حضرت ابراہیمؑ) عرش کو
پکڑے ہوئے کہتے ہوں گے نفسی نفسی۔ بس اور کچھ نہیں صرف اپنا بچاؤ چاہتا ہوں۔ دوزخ آسمان کے ستاروں کی شمار کے
مطابق چنگاریاں پھینکے گی یہ چنگاریاں مخلوق کے سروں پر گرینگی۔ یہی وہ شر ہے جس سے اللہ ان مومنوں کو بچائے گا جو اپنی
نذروں کو پورا کرتے اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ لہٰذا اہل توحید و ایمان اور اہل سنت کو اس روز کے شر سے محفوظ رکھنے
کے لئے کافی ہے۔ وہی اپنی رحمت کے ساتھ ان سے ملاقات کریگا۔ ان کے حساب کو آسان کریگا۔ ان کو جنت میں داخل فرمائیگا
اور وہاں ہمیشہ اپنے کرم سے رکھیگا۔ کافروں۔ مشرکوں اور بت پرستوں کو خرابی در خرابی خوف بالا خوف اور عذاب در عذاب
میں مبتلا کریگا جہنم میں داخل کریگا اور ہمیشہ ہمیش وہاں رکھیگا۔

اس کے بعد اللہ نے فرمایا ہے وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا۔ تر و تازگی چہروں پر ہوگی اور سرور دلوں میں۔ اس کی
صورت یہ ہوگی کہ قیامت کے دن جب مومن قبر سے باہر آئے گا۔ تو اس کے سامنے ایک شخص خندان و فرحاں جس کا چہرہ چاند
کی طرح ہوگا آئے گا اس کے کپڑے سفید ہوں گے۔ سر پر تاج ہوگا۔ مومن کے قریب آ کر کہے گا اے اللہ کے ولی آپ کے لئے سلامتی ہو
مومن کہے گا آپ پر بھی سلام ہو۔ بندہ خدا آپ کون ہیں۔ کیا کوئی فرشتہ ہیں۔ وہ کہیگا نہیں۔ مومن کہیگا۔ کہ کیا آپ کوئی پیغمبر
ہیں۔ وہ کہیگا نہیں۔ مومن کہیگا۔ تو کیا آپ اہل قرب میں سے ہیں۔ وہ کہیگا نہیں۔ خدا کی قسم مومن کہیگا۔ تو پھر آپ کون ہیں
وہ کہیگا میں آپ کا عمل صالح ہوں۔ میں دوزخ سے نجات اور جنت ملنے کی آپ کو خوشخبری دینے کے لئے آیا ہوں۔ مومن کہیگا
بندہ خدا کیا آپ ان باتوں سے واقف ہیں کہ مجھے بشارت دے رہے ہیں۔ وہ کہیگا جی ہاں۔ مومن کہیگا آپ مجھ سے کیا چاہتے
ہیں۔ وہ کہیگا آپ میرے اوپر سوار ہو جائیں۔ مومن کہیگا سبحان اللہ آپ جیسے پر سوار ہونا مناسب نہیں۔ وہ کہیگا کیوں نہیں میں
دنیا میں مدت تک آپ کے اوپر سوار رہا۔ اب میں آپ سے لوجہ اللہ درخواست کرتا ہوں کہ میرے اوپر سوار ہو جائیے۔ مومن
اس پر سوار ہو جائیگا۔ وہ کہیگا آپ اندیشہ نہ کریں میں جنت کی طرف آپ کی رہبری کروں گا مومن اس بات سے اتنا
خوش ہوگا کہ خوشی کا اثر چہرہ سے نمودار ہوگا چہرہ جگمگا جائیگا۔ اس پر نور چمکیگا۔ دل میں سرور ہوگا۔ آیت وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً

وَسُرُوْرًا کا یہی مطلب ہے۔ رہا کافر تو وہ قبر سے باہر آنے کے بعد اپنے سامنے ایک بدہیئت آدمی کو دیکھیگا جس کی آنکھیں نیلی۔ رنگ اس سے بھی زیادہ کالا جیسا تاریک رات میں رال کا ہوتا ہے۔ کپڑے بھی سیاہ زمین پر گھسیٹتا ہوا اور رعد کی طرح گڑگڑاتا ہوا آئیگا اس کی سڑاند مردار کی سڑاند سے بھی بری ہوگی کافر اس کی طرف سے منہ پھیر لینا چاہے گا اور پوچھیگا۔ بندۂ خدا تو کون ہے۔ وہ کہیگا اللہ کے دشمن آ میری طرف آ۔ آج میں تیرے لئے ہوں اور تو میرے لئے۔ کافر ارے تیرا برا ہو کیا تو کوئی شیطان ہے وہ کہیگا نہیں خدا کی قسم میں تیرا عمل بد ہوں۔ کافر کہیگا تو مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ وہ کہیگا میں تیرے اوپر سوار ہونا چاہتا ہوں۔ کافر کہیگا میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے چھوڑ دے۔ تو مجھے تمام مخلوق کے سامنے رسوا کریگا۔ وہ کہیگا خدا کی قسم اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ مدت تک تو مجھ پر سوار رہا آج میں تجھ پر سوار ہوں۔ غرض وہ کافر پر سوار ہو جائے گا حضور نے فرمایا آیت وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ کا یہی مطلب ہے

اس سے آگے اللہ نے اپنے دوستوں کا ذکر کیا ہے اور چونکہ انہوں نے مصائب پر اوامر کی تعمیل پر ممنوعات سے اپنے نفس کو روکنے پر اور تقدیر الہٰی پر صبر کر رکھا تھا اس لئے اس کے بدلہ میں خوش خبری کے بعد اللہ ان کو جنت اور ریشمی خلعت عطا فرمائے گا۔ جنت میں رہ کر لطف اندوز ہوں گے اور خلعت پہنیں گے۔

مُتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ کا مطلب یہ ہے کہ جنت کے اندر پردہ دار مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے۔

لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا یعنی ان کو دھوپ کی گرمی لگیگی نہ ٹھٹھر کی سردی۔ کیونکہ جنت میں نہ سردی کا موسم ہوگا نہ گرمی کا۔ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا۔ جنت کے سایہ سے مراد ہے جنت کے درختوں کا سایہ یعنی اہل جنت جنت کے پھل اگر چاہیں گے تو کھڑے ہو کر کھائیں گے چاہیں گے بیٹھ کر چاہیں گے لیٹ کر پھل لینا چاہینگے تو خود پھل ان کے پاس آجائیں گے ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا کا یہی مطلب ہے وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ (ان پر چاندی کے ظروف اور کوزوں کا دور ہوگا) اکواب وہ کوزے جن کے سر گول ہوں اور قبضے نہ ہوں قَوَارِيْرَا یعنی مینا مگر چاندی کے۔ دنیا کے مینا مٹی سے بنے ہوئے ہوتے ہیں اور جنت کے مینا چاندی کے ہوں گے۔

قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا یعنی برتنوں کے اندازے پر کوزے بنائے گئے ہیں اور برتن خادم کی ہتھیلی کے اندازہ کے مطابق لئے۔ جب لوگ پی لیں تو سیراب ہو جائیں۔ و برتن میں کچھ باقی نہ رہے۔ تو گویا اندازہ سے مراد ہوا برتن کا خادم کے ہاتھ اور سیرابی کے مطابق ہونا۔ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا۔ کاس سے مراد ہے شراب۔ جو شراب برتن میں ہو وہ خمر نہیں ہے (کاس ہے) اور جو برتن میں نہ ہو۔ وہ کاس نہیں ہے (خمر ہے)

كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا یعنی اس میں زنجبیل (سونٹھ یا چشمہ زنجبیل کا پانی) آمیختہ ہوگا۔

عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا یعنی وہ چشمہ جو جنت عدن سے نکلکر ہر جنت سے گزر کر پھر جنت عدن کی طرف لوٹ آئیگا اس طرح تمام جنتوں میں عموماً اس کا بہاؤ ہوگا۔

وَیَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ۔ ولدان سے مراد ہیں غلمان۔ جو کبھی بوڑھے نہ ہوں گے مخلدون سے مراد یہ ہے کہ کبھی بڑے نہ ہوں گے۔ نابالغ ہی رہیں گے

اِذَا رَاَیْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا۔ یعنی حسن اور سفیدی میں تم ان کو موتی خیال کرو گے۔ مَنْثُوْرًا۔ بکھرے ہوئے موتی یعنی کثرت میں پراگندہ جن کی تعداد معلوم نہ ہو۔ وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ جب وہاں یعنی جنت میں تم دیکھو گے۔ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّمُلْکًا کَبِیْرًا۔ تو عالیشان نعمت اور بڑا ملک تم کو دکھائی دیگا۔ کیونکہ ایک جنتی کو ایک قصر ملیگا جس میں ستر قصر ہونگے۔ پھر ہر قصر میں ستر گھر ہوں گے اور ہر گھر ایک کھوکھلے موتی کا ہوگا۔ ہر موتی کی بلندی ایک فرسخ لمبائی ایک فرسخ اور چوڑائی ایک فرسخ ہوگی ہر موتی میں چار ہزار سونے کے کیواڑ ہونگے۔ ہر گھر میں موتی اور یاقوت کی شاخوں سے بنا ہوا ایک تخت ہوگا تخت کے دائیں بائیں چار ہزار سونے کی کرسیاں ہونگی۔ کرسیوں کے پائے یاقوت سرخ کے ہونگے تخت پر ستر بستر ہوں گے۔ ہر بستر الگ رنگ پر ہوگا۔ جنتی ستر خلعت دریائی کے پہنے بائیں ہاتھ پر سہارا دیئے تکیہ لگائے تخت پر بیٹھا ہوگا سب سے اندر بدن سے متصل سفید ریشم کا لباس ہوگا پیشانی پر زمرد یاقوت اور رنگ برنگ کے جواہر کی ... ہوگی اور ہر جواہر کا رنگ جدا ہوگا۔ سر پر سونے کا تاج ہوگا جس کے ستر کونے ہوں گے اور ہر کونہ پر ایک موتی ہوگا جس کی قیمت مشرق و مغرب کے تمام مال کے برابر ہوگی۔ ہاتھ میں کنگن ہونگے ایک سونے کا ایک چاندی کا اور ایک موتیوں کا۔ ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں میں انگوٹھیاں ہوں گی۔ سونے اور چاندی کی جن میں رنگا رنگ کے نگینے ہوں گے۔ سامنے دس ہزار خادم لڑکے ہوں گے جو نہ کبھی بڑے ہوں گے نہ بوڑھے۔ سامنے یاقوت سرخ کا ایک خوان رکھ جائیگا۔ جو ایک میل لمبا اور ایک میل چوڑا ہوگا۔ خوان میں سونے چاندی کے ستر ہزار برتن رکھے ہوں گے اور ہر برتن میں ستر رنگ کا کھانا ہوگا۔ جنتی اگر کوئی لقمہ کسی کھانے کا ہاتھ سے اٹھائے گا اور اس اثنا میں کسی دوسرے رنگ کے کھانے کی خواہش دل میں پیدا ہوگی۔ تو فوراً وہ لقمہ پلٹ کر خواہش کے مطابق حالت پر ہو جائیگا۔ سامنے غلمان کھڑے ہونگے جن کے ہاتھوں میں چاندی کے کوزے اور برتن ہوں گے۔ ان کے پاس شراب اور پانی بھی ہوگا۔ جنتی چالیس آدمیوں کے کھانے کے بقدر تمام اقسام میں سے کھائیگا۔ جب کھانا کھا چکے گا تو غلمان اس کی پسند شربت پلائیں گے۔ جب ڈکار آئے گی۔ تو اللہ اس کے لئے خواہش ... کے دروازے کھول دے گا اور پانی پی کر جب اس کو پسینہ آئے گا۔ تو مزکور ... پینے کی اشتہا کے ہزار دروازے کھول دیئے (یعنی ڈکار لینے اور پسینہ آنے کی وجہ سے کھانا تحلیل ہو جائے گا۔ اور کھانے پینے کی ہزار گنا اشتہا پیدا ہو جائیگی ۔ پھر ... بختی اونٹنیوں کے برابر پرندے دروازوں سے داخل ہوں گے اور جنتی کے سامنے آکر کھڑے ہو جائیں گے ہر پرندہ دنیا کے ہر گانے سے زیادہ لذت انگیز خوش آوازی کے ساتھ اپنی صفت بیان کریگا اور کہیگا اے اللہ کے دوست مجھ کو ... میں اتنی مدت جنت کے باغوں میں چرتا رہا ہوں اور فلاں فلاں چشمہ سے میں نے پانی پیا ہے۔ تمام پرندے جنتی کے سامنے خوبی کے ساتھ اپنی آوازیں نکالیں گے جنتی ان کی طرف نگاہ اٹھائے گا۔ تو سب سے زیادہ بلند آواز خوش بیان پرندہ کو

پسند کریگا۔ اللہ ہی واقف ہے کہ کتنی دیر اس کے دل میں یہ خواہش رہے گی۔ یکایک وہ پرندہ خوان پر گر جائیگا۔ بھنا ہوا
خشک کیا ہوا کچھ بھنا ہوا برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں جنتی اس میں سے کھائیگا جب سیر ہو جائے گا
اور بس کریگا۔ تو وہ ویسا ہی پرندہ بن کر اسی دروازہ سے نکل کر چلا جائیگا جس سے داخل ہوا تھا۔ جنتی مسہری پر ہوگا اور
اس کی بیوی سامنے ہوگی جنتی کو انتہائی صفائی اور سفیدی کی وجہ سے اپنے چہرے کا عکس بیوی کے چہرہ میں نظر آئے گا
جب اس سے قربت کرنی چاہے گا۔ تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھیگا۔ لیکن اس کو (اپنی غرض کے لئے) بتانے کی ضرورت نہ ہوگی
بیوی اس کا مقصد سمجھ جائے گی۔ وہ خود قریب آجائے گی اور کہے گی میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ ذرا میری طرف نگاہ تو
اٹھائیے۔ آج آپ میرے لئے ہیں اور میں آپ کے لئے۔ جنتی اس سے قربت کریگا۔ اس وقت اس میں گذشتہ سو مردوں
کی طاقت اور چالیس مردوں کی رغبت جماع ہوگی۔ وقت قربت وہ اس کو دوشیزہ پائیگا۔ چالیس روز برابر مشغول رہیگا
ضرورت سے فارغ ہو کر تو مشک کی خوشبو بیوی کی طرف سے محسوس کرے گا۔ اس کی وجہ سے اس کی محبت اور بڑھ
جائے گی۔ جنت کے اندر ایسی چار ہزار آٹھ سو بیویاں اس کی ہونگی۔ ہر بیوی کے ستر خدمتگار اور لونڈیاں ہونگی۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ اگر ایک خدمتگار یا لونڈی کو دنیا میں بھیجا جائے۔ تو ساری دنیا والے اس پر
کٹ مریں اور فنا ہوجائیں۔ اور اگر ایک حور اپنے گیسو زمین پر نمودار کردے تو اس کے نور سے سورج کی روشنی بجھ جائے
عرض کیا گیا یا رسول اللہ خادم اور مخدوم کے درمیان کتنا فرق ہوگا۔ فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس کے دست قدرت میں
میری جان ہے۔ جتنا فرق مدہم ستارے اور چودھویں کے چاند میں ہوتا ہے۔

فرمایا جب جنتی اپنے تخت پر بیٹھا ہوا ہوگا تو اللہ ایک فرشتہ کو بھیجیگا جس کے پاس ستر جوڑے کپڑوں کے ہونگے
ہر جوڑے کا رنگ الگ ہوگا۔ سب جوڑے فرشتہ کی دو انگلیوں میں چھپے ہوئے ہوں گے۔ فرشتہ آکر دروازے پر کھڑا ہوگا
اور دربان سے کہیگا میں رب العالمین کا قاصد ہوں۔ اللہ کے دوست سے میرے لئے اجازت طلب کر۔ دربان کہے گا
میں خود اس سے خطاب کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ ہاں اپنے برابر والے دربان سے کہتا ہوں۔ اس طرح ستر دروازوں
تک ایک دربان دوسرے سے کہتا چلا جائے گا۔ یہاں تک کہ جنتی کو اطلاع پہنچ جائے گی کہ اللہ کا قاصد آنا چاہتا ہے
جنتی اجازت دیدیگا۔ فرشتہ اندر آجائے گا اور کہے گا السلام علیک یا ولی اللہ۔ رب العزت آپ سے راضی ہے اور
آپ کو سلام کہتا ہے (اس پیام کو سنتے ہی جنتی اتنا خوش ہوگا کہ) اگر اللہ اس کے لئے کبھی نہ مرنے کا فیصلہ نہ کر چکا ہوتا تو
خوشی کی وجہ سے وہ مر جاتا۔ آیت۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ أَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ کا یہی مطلب ہے اور یہی
مطلب ہے آیت وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَّمُلْكًا كَبِيرًا کا یعنی اے محمد جب آپ وہاں دیکھیں گے تو عظیم الشان
نعمتیں جو جنتی کو ملی ہونگی اور بڑی حکومت دیکھیں گے کہ رب العالمین کا قاصد بھی بغیر اجازت کے اندر داخل نہ ہوگا۔
اس کے بعد اللہ نے فرمایا عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ۔ ان کا لباس سبز ریشم کا باریک اور دبیز ہوگا۔

استبرق دبیز دریائی۔ بالائی لباس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ بدن سے متصل اندرونی لباس تو سفید پشمین ہوگا
وَحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ دوسری آیت میں ہے۔ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا
اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ان کو سونے اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے یعنی تین طرح کے کنگن ہوں گے
چاندی کے سونے کے اور موتیوں کے۔ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ان کا رب ان کو شرب طہور پلائیگا
اس کی صورت یہ ہوگی کہ جنت کے دروازہ پر ایک درخت کی جڑ سے دو چشمے پھوٹ کر نکلیں گے۔ آدمی جب پل صراط سے
گذر کر ان چشموں کی طرف جائیگا تو ایک چشمہ میں جا کر نہائے گا جس کی خوشبو مشک سے بھی پاکیزہ ہوگی۔ اس کا گہرا قد آدم
قدآدم کی برابر ہوگا۔ اہل جنت مرد ہوں یا عورتیں سب کے سب حضرت عیسےٰ کی عمر کے یعنی ۳۳ سال کے ہوں گے۔ بچہ بڑھ
ہو کر ۳۳ سال کا ہو جائیگا اور بوڑھا گھٹ کر ۳۳ برس کا ہو جائیگا۔ اہل جنت مرد ہوں یا عورتیں سب کے سب یوسف بن یعقوب
کے برابر حسین ہوں گے۔ جنتی (ایک چشمہ میں نہا کر) دوسرے چشمہ کا پانی پیئے گا۔ پیتے ہی دل کے اندر جو کچھ کھوٹ فکر حسد غم
ہوگا دور ہو جائے گا اور اس پانی سے اللہ اس کے دل کو (تمام امراض نفسانیہ سے پاک کر دے گا اس کا دل حضرت ایوب کے دل
کی طرح اور زبان محمد رسول اللہ صلعم کی زبان کی طرح عربی ہوگی۔ اس کے بعد سب جنتی چل کر جنت کے دروازے پر پہنچیں گے
دربان کہیں گے آپ کا مزاج ٹھیک ہے۔ جنتی کہیں گے جی ہاں۔ دربان کہیں گے تو ہمیشہ کے لئے اندر آجایئے۔ دربان داخلہ
سے پہلے ہی ان کو بشارت دیدیں گے کہ داخل ہونے کے بعد پھر کبھی وہ جنت سے نہیں نکلیں گے۔ سب سے اول جب آدمی
اندر داخل ہوگا اور دنیا میں اعمال لکھنے والے دونوں فرشتے یعنی کراماً کاتبین اس کے ہمراہ ہوں گے تو سامنے ایک فرشتہ آئیگا
جس کے ساتھ سبز یاقوت کی ایک عمدہ اونٹنی ہوگی۔ اس کی مہار سرخ یاقوت کی ہوگی۔ پالان کا اگلا اور پچھلا موتی اور
یاقوت کا ہوگا اور پالان کے دونوں پہلو سونے اور چاندی کے ہوں گے۔ فرشتے کے ساتھ لباس کے ستر جوڑے بھی ہوں گے
جنتی جوڑے پہن لے گا۔ فرشتہ اس کے سر پر تاج رکھ دیگا۔ جنتی کے جلو میں درمکنون (سیپ کے اندر چھپا ہوا صاف شفاف
موتی) جیسے دس ہزار غلمان ہوں گے۔ فرشتہ کہیگا اے اللہ کے دوست سوار ہو جایئے۔ یہ آپ کا ہے اور اس کی طرح آپ کے
لئے اور بھی ہیں۔ جنتی سوار ہو جائیگا۔ اس اونٹنی کے (پرندہ کی طرح) دو بازو ہوں گے اور بقدر رسائی نگاہ اس کا قدم ہوگا
جنتی اس پر سوار ہو کر جلو میں دس ہزار غلمان کو لئے ہوئے اور دنیا والے دونوں فرشتوں کو ہمراہ لے کر چلدیگا۔ یہاں تک کہ
اپنے محلات کے پاس پہنچکر اتریگا۔ اسی سورت میں اس سے آگے اللہ نے فرمایا ہے۔ یہ اچھا ثواب تمہارے اعمال کے بدلہ میں
تم کو ملیگا۔ وَكَانَ سَعْیُكُمْ مَّشْكُوْرًا اور تمہارے اعمال کی قدر کی جائے گی یعنی اللہ تمہارے عمل کی قدر دانی
فرمائے گا اور ثواب میں جنت عطا فرمائے گا۔

فصل ۵

برکت والے مہینوں کے اور ایام کے فضائل کا بیان

مجلس

ماہ رجب کے فضائل

اللہ نے فرمایا ہے اِنَّ عِدَّۃَ الشُّھُوْرِ عِنْدَ اللّٰہِ اثْنَا عَشَرَ شَھْرًا فِیْ کِتٰبِ اللّٰہِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْھَآ اَرْبَعَۃٌ حُرُمٌ جس روز اللہ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ اسی روز سے کتاب اللہ میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔ جن میں سے چار حرمت کے مہینے ہیں۔ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہوا کہ فتح سے پہلے اہل ایمان مدینہ سے مکہ کو جا رہے تھے۔ کہنے لگے ہم کو اندیشہ ہے کہ ماہ حرام میں کافر کہیں ہم سے جنگ نہ کرنے لگیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ نازل فرمائی۔ آیت مذکورہ میں کتاب اللہ سے مراد ہے لوح محفوظ۔ اربعۃ حرم سے مراد ہیں چار ماہ، رجب ذیقعد ذی الحجہ محرم۔ رجب سب سے الگ ہے۔ باقی تین مسلسل پے در پے۔

ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ یعنی حساب درست اور سیدھا ہے۔ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْھِنَّ اَنْفُسَکُمْ یعنی ان اوقات حرام میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔ ظلم کرنے کی ممانعت اگرچہ تمام مہینوں میں ہے لیکن انہی خصوصیت کے ساتھ ان چاروں مہینوں میں باز داشت صرف اس لئے کی گئی ہے کہ ان مہینوں کو باقی مہینوں سے واضح امتیاز ہو جائے کیونکہ ان کی حرمت کی عظمت اور ان کی شان کی بڑائی اس خصوصی ممانعت سے ہوتی ہے۔ جیسے آیت حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی میں تمام نمازوں کی نگہداشت کا عمومی حکم ہے۔ مگر صلوٰۃ وسطیٰ یعنی نماز عصر کا مستقل تذکرہ اس کی خصوصیت تاکید اور حرمت کی تمیز کے لئے ہے۔

لَا تَظْلِمُوْا سے مراد یہ ہے کہ ان چار مہینوں میں مشرکین عرب سے جنگ نہ کرو۔ مگر وہ خود ہی اگر جنگ شروع کریں (تو لڑو) یزید نے فرمایا طاعت خدا کو چھوڑ دینا اور اللہ کی نافرمانیاں کرنا ظلم ہے۔ دوسرے لوگوں نے کہا ہر چیز کو بے موقع رکھ دینا ظلم ہے۔ اول قول کا مآل بھی یہی ہے۔

اس کے بعد اللہ نے فرمایا۔ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِکِیْنَ کَآفَّۃً کَمَا یُقَاتِلُوْنَکُمْ کَآفَّۃً یعنی اگر مشرک تم سے ماہ حرام میں لڑیں تو تم بھی تمام مل کر ان سے ماہ حرام میں لڑو۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ یعنی اللہ کی مدد اہل تقویٰ کے ساتھ ہے۔

اہل تفسیر نے الدین القیم کے معنی میں اختلاف کیا ہے۔ مقاتل نے دین حق اور دوسروں نے دین صادق ترجمہ کیا ہے یعنی دین اسلام۔ کچھ اور لوگوں نے کہا کہ دین قیم وہ ہے جس کا اللہ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے۔

فصل لفظ رجب اسم مشتق ہے۔ اس کا اشتقاق تَرْجِیْبٌ سے ہے عربی میں ترجیب کا معنی ہے تعظیم۔ رَجَبْتُ الشَّھْرَ (میں نے اس مہینہ کی تعظیم کی) بولا جاتا ہے۔

رسول اللہؐ کی وفات کے دن انصار اور مہاجر بنی ساعدہ کی بیٹھک میں جمع ہوئے مسلمانوں کا امیر بننے کے معاملہ میں انصار اور مہاجرین کا اختلاف ہوا۔ انصار نے کہا ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے ہو۔ یہ قصہ تاریخ میں مشہور ہے حباب بن منذر بن جموع نے غضبناک ہو کر تلوار سونت لی اور بولے میں اس کی وہ ستونی لکڑی ہوں جس سے زخمی اونٹ اپنے پہلو کھجلاتے ہیں اور میں ہی بہت زیادہ پھلدار درخت کھجور ہوں جس کی شاخوں کو ٹیکیوں سے مدد کا جاتا ہے یعنی اپنی قوم کا سردار اور واجب الاطاعت ہوں۔ عُذَیْق (درخت کھجور پھلدار۔ یہ لفظ حباب کے قول میں آیا ہے) عَذْقٌ کی تصغیر ہے۔ عَذْقٌ کا معنی ہے کھجور کا اب درخت جو اپنے مالکوں کو خوب کھجوریں دے۔ درخت کھجور جب (پھلوں کی کثرت سے) نیچے کو جھک جاتا تھا تو اس اندیشہ سے کہ کہیں ٹوٹ کر گر نہ پڑے۔ لوگ لکڑی کے ستونوں پر اس کی ٹیک لگا دیتے تھے۔ رُجْبَہ وہ ٹیکیاں جو درخت کھجور کے آس پاس لگا دی جاتی ہیں۔ جُذَیْل۔ درخت کا تنہ۔ مرتی لکڑی اور کھجور کا درخت جس سے خارشتی اونٹ رگڑتے تھے بعض لوگوں کا قول ہے کہ جذل ایک لکڑی ہوتی ہے جو اونٹ باندھنے کی جگہ پر گاڑ دیا کرتے تھے تاکہ ونٹ کے بچے اس سے کھجلائیں۔ فرا نے کہا رجب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینہ میں عرب درخت پر لگے ہوئے کھجور کے خوشوں کو لکڑیوں سے روکتے تھے اور شاخوں کے ساتھ پتوں تک ان کو باندھ دیا کرتے تھے۔ تاکہ ہوا سے ٹوٹ نہ پڑیں رَجَبْتُ النَّخْلَۃَ تَرْجِیْبًا وہ شخص کہتا تھا جو ایسا فعل یعنی خوشہ بندی کرتا تھا۔

کچھ لوگوں کا قول ہے کہ ترجیب کا معنی ہے کھجور کے خوشوں پر کانٹے رکھ دینا اور ان کی حفاظت رکھنا تاکہ کوئی کھانے والا ان پر دست درازی نہ کرے اور زمین پر بکھرنے سے بھی ان کی حفاظت ہو جائے بعض لوگ کہتے ہیں ترجیب کا معنی ہے کھجور کے درخت کو ٹیکیاں لگا کر جھکنے سے روک دینا تاکہ وہ نیچے نہ گر پڑے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ لفظ رجب عرب کے قول رَجِبْتُ الشَّیْئَ سے ماخوذ ہے یعنی میں نے اس کو ڈرایا بعض لوگ قائل ہیں کہ ترجیب کا معنی ہے تیار ہونا۔ تیار ہونا۔ حضورؐ نے فرمایا اِنَّہٗ لَیُرَجَّبُ فِیْہِ خَیْرٌ کَثِیْرٌ لِشَعْبَانَ۔ ماہ رجب میں شعبان کے لئے خیر کثیر کی تیاری کی جاتی ہے بعض لوگوں کا قول ہے کہ ترجیب کا معنی ہے ذکر خدا کی تکرار اور اللہ کی عظمت کا اظہار۔ ماہ رجب میں فرشتے تسبیح۔ تحمید اور تقدیس کی کثرت کرتے ہیں۔ اس کو شہر رجم بھی کہا جاتا ہے یعنی شیطانوں کو سنگسار کرنے کا مہینہ تاکہ مومنوں کو دکھ نہ دے سکیں۔

رجب میں تین حرف ہیں۔ ر۔ ج۔ ب ر رحمت اللہ کی ہے۔ ج جود اللہ کی اور ب بر اللہ کی۔ پس ماہ میں شروع سے آخر تک اللہ کی طرف سے بندوں کو تین بخششیں ملتی ہیں رحمت بغیر عذاب کے جود بغیر بخل کے۔ اور کرم بغیر ظلم کے

فصل رجب کے کچھ اور نام بھی ہیں، رجب مُضَرَ مُنْصِلُ الْاَسِنَّۃِ۔ شَہْرُ اللّٰہِ الْاَصَمُّ شَہْرُ اللّٰہِ الْاَصَبُّ۔ شہر مُطَہَّر شہر سابق۔ شہر فَرْد۔ شہر مضر کے سلسلہ میں ایک روایت آئی ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا۔۔۔ زمانہ گھوم کر اسی روش پر آگیا جس پر آسمان و زمین کی آفرینش کے دن تھا سال بارہ مہینے ہے جن میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔ تین پے درپے آتے ہیں۔ ذی قعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور ایک اکیلا ہے، رجب مضر جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہوتا ہے۔ حضورؐ نے رجب کے مہینہ کو جمادی اور شعبان کے درمیان فرمایا اس سے نسیئی (لوند یا تبدیل ماہ) کے رواج کا ابطال مقصود ہے۔ جاہلیت کے زمانہ میں عرب مہینہ تبدیل کر دیا کرتے تھے۔ اللہ نے فرمایا ہے اِنَّمَا النَّسِیْئُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ یُضَلُّ بِہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ حقیقت نسی کفر کی زیادتی ہے کافر اس سے بہکائے جاتے ہیں۔ بات یہ تھی کہ جاہلیت کے زمانہ میں جب لوگ منا سے واپسی کا ارادہ کرتے تھے۔ تو قبیلہ کنانہ کا ایک آدمی جو اپنی قوم کا سردار بھی تھا اور اس کا نام نعیم بن ثعلبہ تھا کھڑا ہو کر کہتا تھا میں وہ شخص ہوں جس کی آواز مانی جاتی ہے۔ اور اس پر کوئی عیب نہیں لگایا جا سکتا۔ نہ اس کا فیصلہ رد کیا جا سکتا ہے لوگ کہتے آپ نے سچ کہا آپ ہمارے لئے ایک مہینہ پیچھے کر دیجئے، مراد یہ تھی کہ محرم کی حرمت (یعنی ماہ محرم میں قتل و غارت کی بندش) کو ایک ماہ پیچھے کرکے محرم میں قتل و غارت کو حلال بنا دیجئے اور محرم کے عوض ماہ صفر کو حرمت کا مہینہ قرار دیدیجئے، بات یہ تھی کہ عرب کی معاش لوٹ پر موقوف تھی۔ تین ماہ پیہم قتل و غارتگری سے محروم رہنا ان کے لئے دشوار تھا (اس لئے محرم میں وہ اس بندش کو کھلوا کر صفر کو ماہ حرام کر دیئے جانے کی خواہش کرتے تھے) اس درخواست پر نعیم کنانی ایک سال ان کے لئے ایسا کر دیتا تھا پھر دوسرے سال وہی محرم کی حرمت اور صفر میں قتل و غارت کی حلت ہو جاتی تھی۔ اِنْسَاءٌ کا یہی مفہوم ہے (گویا اِنْسَاءٌ کا معنی ہے تاخیر) اسی معنی کے لحاظ سے کہا گیا ہے۔ نَسَأَ اللّٰہُ فِیْ اَجَلِہٖ اللہ نے اس کی اجل میں تاخیر کر دی اور اَنْسَأَ اللّٰہُ اَجَلَہٗ اللہ نے اس کی اجل موخر کر دی۔

رسول اللہؐ نے رجب کے دو وصف بیان کئے اور دو صفتوں سے مقید کیا۔ اول تو رجب مضر فرمایا کیونکہ قبائل مضر رجب کی تعظیم و تکریم اور حرمت پر زیادہ زور دیتے تھے۔ دوم جمادی اور شعبان کے درمیان ہونے کی صراحت فرمائی۔ کیونکہ تقدیم و تاخیر کا آپ کو اندیشہ تھا جس طرح محرم کی حرمت کو ماہ صفر سے بدل دیا گیا تھا اسی لئے حضورؐ نے خصوصیت کے ساتھ رجب مضر فرمایا اور جمادی و شعبان کے درمیان ہونے کے ساتھ مقید فرما دیا اور اس کی حرمت کو دوامی درجہ کر دیا۔ بعض لوگوں نے رجب مضر کہنے کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ بعض کافروں نے اس مہینہ میں کسی قبیلہ کے لئے بددعا کی تھی سو اللہ نے اس بددعا کی وجہ سے اس قبیلہ کو تباہ کر دیا۔ کہا گیا ہے کہ اس مہینہ میں ظالموں اور ستمگاروں کے لئے بددعا قبول ہو جاتی ہے۔ اسی لئے اہل جاہلیت یہ دعا فوراً نہیں کرتے تھے بلکہ رجب کا مہینہ آتا تو ظالموں کو بددعا دیتے۔ اور بددعا ناکامیاب نہیں ہوتی تھی۔ ماہ رجب کو مُنْصِلُ الْاَسِنَّۃِ (نیزوں کی بھالوں کو نکال دینے والا) کہنے کی وجہ یہ تھی کہ عرب اس ماہ میں

نیزوں کی بھالیں بانس سے الگ کر دیا کرتے تھے اور رجب کی تیاری اور تعظیم کے لئے تلواروں اور تیروں کو نیام میں داخل کر لیتے تھے۔

نَصَلْتُ السَّهْمَ ثلاثی مجرد (میں نے تیر میں بوری لگا دی)۔ اَنْصَلْتُ السَّهْمَ ثلاثی مزید باب افعال (میں نے تیر سے بوری الگ کر لی)۔ (مُنْصِلُ اسم فاعل از باب افعال۔ بوری کو الگ کرنے والا)

شَهرُ اللّٰهِ الْاَصَمُّ کے سلسلہ میں مروی ہے کہ جب رجب کا چاند دکھائی دیتا تو جمعہ کے دن حضرت عثمانؓ نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا اور فرمایا سنو۔ اللہ کا یہ اصم (بہرا) مہینہ ہے یہی زکوٰۃ (دینے) کا مہینہ ہے جس پر قرض ہو اس کو قرض ادا کر کے باقی مال کی زکوٰۃ دینی چاہیے۔ ابن انباری نے کہا حضرت عثمان نے اصم فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب ہمیشہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے لیکن جب رجب کا چاند دکھ جاتا تو ہتھیار رکھ دیتے تھے اور نیزوں کے پھل (بانسوں سے) الگ کر دیتے تھے۔ نہ ہتھیاروں کی کھٹ کھٹ سنائی دیتی تھی نہ نیزوں کی جھنکار۔ اگر کوئی شخص اپنے باپ کے قاتل کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا اور رجب میں قاتل مل جاتا۔ تو اس سے کچھ تعرض نہیں کرتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا کہ اس نے نہ اس قاتل کو دیکھا اور نہ اس کی کوئی خبر پائی بعض نے اصم کہنے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ کسی قوم پر اس مہینے میں اللہ کا غضب نازل ہونے کی کوئی خبر کبھی نہیں سنی گئی گذشتہ اقوام پر باقی تمام مہینوں میں تو اللہ کا عذاب آیا مگر اس ماہ میں کسی امت کو اللہ نے عذاب میں مبتلا نہیں کیا۔

اسی ماہ میں اللہ نے حضرت نوحؑ کو کشتی میں سوار ہونے کا حکم دیا حضرت نوح اور آپ کے ساتھیوں کو لے کر کشتی چھ ماہ تک تیرتی رہی۔ ابراہیم نخعی کا قول ہے کہ ماہ رجب کی کشتی میں سوار ہونے کا اللہ نے نوح کو حکم دیا تھا حضرت نوح نے رجب کے روزے رکھے اور اپنے ساتھیوں کو بھی روزے رکھنے کا حکم دیا۔ اللہ نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو طوفان سے محفوظ رکھا اور زمین کو شرک و ظلم سے پاک کر دیا۔ بعض نے اس قصہ کو مرفوعاً بھی بیان کیا ہے ہم سے ہبۃ اللہ نے باسناد خود بروایت ابو حازم از سہل بن سعدؓ بیان کیا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا سنو۔ رجب حرمت کے مہینوں میں سے ہے۔ نوحؑ نے کشتی میں اس کے روزے رکھے تھے اور ساتھیوں کو روزے رکھنے کا حکم دیا تھا۔ اللہ نے ان کو بچا لیا۔ اور ڈوبنے سے محفوظ رکھا اور طوفان کے ذریعہ سے زمین کو کفر و معصیت سے پاک کر دیا۔

اصم کہنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ مومن کے ظلم اور ذلت کو سننے سے یہ مہینہ بہرا ہے اور مومن کی بزرگی اور شرف کو خوب سنتا ہے (یعنی) اللہ نے مومن کے ظلم اور ذلت (کے تذکرہ) کو سننے سے اس مہینے کو بہرا بنا دیا ہے۔ تاکہ قیامت کے دن مومن کے خلاف (مومن کے ظالم اور ذلیل ہونے کی) شہادت نہ دے سکے بلکہ مومن کی فضیلت اور حسن کردار (کا تذکرہ) جو اس نے سنا ہو اس کی شہادت قیامت کے دن دے۔ مطلب یہ کہ مومن رجب کے مہینہ میں خصوصیت کے ساتھ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ نہ کوئی دوسرا اس پر ظلم کرتا ہے کہ اس کو ذلیل ہونا پڑے۔ بلکہ دوسروں کے ساتھ

اچھا سلوک کرتا ہے۔ اس لئے ماہ رجب قیامت کے دن اس کے موافق شہادت دیگا خلاف میں کچھ نہیں کہیگا)

اَصَبُّ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس ماہ میں اللہ کی رحمت بندوں پر بہائی جاتی ہے (صَبّ کے معنی بہانا) اور اللہ ان کو ایسی عزتیں اور ثواب عطا فرماتا ہے۔ جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے نہ کسی کان نے سنے۔ نہ کسی شخص کے دل میں ان کا تصور آیا تفصیل ثواب کے سلسلہ میں جو احادیث آئی ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث وہ ہے جو شیخ امام ہبۃ اللہ بن مبارک سقطی نے اپنے اسناد سے بروایت اعمش از ابراہیم نخعی از علقمہ از حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ آسمان و زمین کی پیدائش کے دن سے ہی اللہ کے نزدیک مہینوں کی گنتی حسب اندراج کتاب اللہ بارہ مہینے ہے۔ جن میں سے چار حرمت والے ہیں۔ ایک رجب ہے جس کو اللہ کا اصم مہینہ کہا جاتا ہے اور تین دوسرے پے در پے آتے ہیں یعنی ذیقعدہ ذی الحجہ اور محرم مگر رجب اللہ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا مہینہ اور شعبان میری امت کا مہینہ۔ جو شخص ایمان رکھتے ہوئے امید ثواب رجب کے ایک دن کا روزہ رکھیگا۔ وہ اللہ کی بڑی رضامندی کا مستحق ہو جائے گا۔ جو دو دن روزہ رکھیگا اس کو ثواب کے دو حصے ملیں گے۔ ہر حصہ دنیا کے پہاڑوں کی برابر ہوگا۔ جو رجب کے تین روزے رکھیگا اللہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک سال کی مسافت کے بقدر لمبی خندق حائل کر دیگا۔ جو رجب کے چار روزے رکھیگا۔ وہ سخت امراض جنون جذام اور برص سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ جو رجب میں پانچ روزے رکھیگا۔ وہ عذاب قبر سے محفوظ رہیگا جو چھ روزے رکھیگا اس کا چہرہ قبر سے نکلتے وقت چودھویں کے چاند سے زیادہ روشن ہوگا۔ جو رجب کے سات روزے رکھیگا تو جہنم کے سات دروازے ہیں۔ ہر روزہ کے عوض جہنم کا ایک دروازہ بند کر دیا جائیگا۔ جو آٹھ روزے رکھیگا تو جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ہر روزہ کے عوض جنت کا ایک دروازہ اس کے لئے کھول دیا جائیگا جو نو روزے رکھیگا وہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ پکارتا ہوا قبر سے نکلیگا اور اس کا رخ جنت کی طرف سے نہیں پھیرا جائیگا۔ جو دس روزے رکھیگا اللہ اس کے لئے پل صراط کے ہر میل پر ایک بستر کر دے گا جس پر وہ آرام کریگا۔ جو رجب کے گیارہ روزے رکھیگا قیامت کے دن اس سے افضل کوئی بھی دکھائی نہ دیگا۔ سوائے ایسے شخص کے جس نے اس کی برابر یا اس سے زائد رجب کے روزے رکھے ہوں۔ جو رجب کے بارہ روزے رکھیگا۔ اللہ قیامت کے دن اس کو دو خلعت پہنائے گا کہ ایک خلعت بھی دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہوگا۔ جو رجب کے تیرہ روزے رکھیگا۔ قیامت کے دن عرش کے سایہ میں اس کے لئے ایک خوان لگایا جائیگا۔ وہ اس میں سے (جو کچھ چاہے میٹھا) کھائے گا اور یہ وقت وہ ہوگا کہ اور لوگ سخت مصیبت میں پڑے ہوئے ہونگے۔ جو چودہ روزے رکھیگا اللہ اس کو ایسی نعمتیں دیگا جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں نہ کسی کے دل میں ان کا تصور گذرا۔ جو پندرہ دن کے روزے رکھیگا۔ اللہ قیامت کے دن اس کو [illegible] ہر مقرب فرشتہ یا نبی مرسل اس کی طرف سے گذریگا۔ وہ اس سے کہیگا تیرے لئے خوشی ہو کہ تو امنین میں سے ہے۔

دوسری روایت میں پندرہ روزوں سے زائد کا بھی ذکر ہے۔ فرمایا ہے کہ جو شخص سولہ دن کے روزے رکھیگا وہ اللہ سے ملاقات کرنے والوں کے پہلے گروہ میں شامل ہوگا۔ وہ اللہ کی طرف دیکھیگا اور اللہ کا کلام سنیگا۔ جو سترہ دن کے روزے رکھیگا۔ اللہ پلصراط کے ہر میل پر اس کی آرام گاہ بنا دے گا۔ جہاں وہ آرام کریگا جو اٹھارہ دن کے روزے رکھیگا۔ وہ اپنے قبہ میں بیٹھا حضرت ابراہیمؑ کے برابر (محسوس) کریگا۔ جو انیس دن کے روزے رکھیگا۔ اس کے لئے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت آدمؑ کے محلات کے سامنے جنت کے اندر اللہ محل تیار کریگا۔ یہ دونوں بزرگوں کو سلام کریگا اور وہ اس کو سلام کریں گے۔ جو بیس دن کے روزے رکھیگا۔ قیامت کے دن آسمان کی طرف سے ایک منادی پکار دیگا۔ بندۂ خدا تیرے گذشتہ گناہ اللہ نے معاف کر دیئے۔ اب آئندہ نئے سرے سے عمل کر۔

مُطَہّر (پاک کرنے والا) کہنے کی یہ وجہ ہے کہ یہ مہینہ اپنے روزہ دار کو گناہوں اور خطاؤں سے پاک کر دیتا ہے اس سلسلہ میں منجملہ دوسری روایات کے ایک روایت وہ ہے۔ جو شیخ امام ہبۃ اللہ بن مبارک سقطی نے (بحوالہ حسن بن احمد بن عبد اللہ مقری از ہارون بن عنترہ از عنترہ از حضرت علیؓ) ہم سے بیان کی کہ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا رجب کا مہینہ عظمت والا مہینہ ہے۔ جو شخص اس کا ایک روزہ رکھیگا۔ اللہ اس کے لئے ہزار برس کے روزوں کا ثواب لکھیگا۔ جو اس میں دو روزے رکھے گا۔ اللہ اس کے لئے دو ہزار برس کے روزوں کا ثواب لکھیگا۔ جو تین روزے رکھیگا۔ اس کے لئے تین ہزار برس کے روزوں کا ثواب لکھیگا۔ جو اس میں سات دن کے روزے رکھیگا۔ اس کے واسطے جہنم کے ساتوں دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ جو آٹھ روزے رکھیگا اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے جس دروازے سے چاہے اندر داخل ہو۔ جو اس میں پندرہ روزے رکھیگا۔ اس کے گناہ نیکیوں سے بدل دیئے جائیں گے اور آسمان سے ایک منادی پکاریگا۔ اللہ نے تیرے گناہ بخش دیئے اب آئندہ کیلئے از سر نو عمل کر جو اس سے زیادہ روزے رکھیگا۔ اللہ اس سے زیادہ اس کو ثواب دیگا۔

ہم سے امام ہبۃ اللہ نے اپنی اسناد سے بروایت یونس از حسنؒ بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا جس نے رجب کا ایک روزہ رکھا اس کے ایک روزہ کو تیس سال کے روزوں کے مساوی قرار دیا جائیگا۔

امام ہبۃ اللہ نے حسن بن احمد بن عبد اللہ مقری کے سلسلہ سے (بروایت عمار بن کثیر از مکحول) بیان کیا کہ ایک آدمی نے حضرت ابو درداءؓ سے رجب کے روزوں کے متعلق دریافت کیا حضرت نے جواب دیا۔ تو نے ایسے مہینہ کی بابت پوچھا ہے جس کی جاہلیت کے زمانہ میں اہل جاہلیت بھی عظمت کرتے تھے اور اسلام نے تو اس کی فضیلت و عظمت (کے اظہار) میں مزید اضافہ کر دیا۔ جو شخص بطیب خاطر بامید ثواب خوشنودی خدا کی طلب میں خلوص کے ساتھ رجب میں ایک دن کا روزہ رکھیگا۔ تو اس دن کا روزہ اللہ کے غضب کی آگ کو بجھا دیگا اور دوزخ کا دروازہ اس کی طرف سے بند کر دیگا۔ اگر اس کو زمین بھر سونا دیا جائے۔ تب بھی اس کا بدلہ پورا نہ ہوگا۔ دنیا کی کوئی چیز دور

حساب سے پہلے اس کے ثواب کی تکمیل نہیں کر سکتی۔ اس روز شام کے وقت اس کی دس دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اگر دنیا کی
کوئی چیز مانگتا ہے تو دنیا، وہی چیز اس کو عطا کر دی جاتی ہے۔ ورنہ اس کے لئے ذخیرہ تنا وخیرہ بنا کر دیا جاتا ہے۔ جتنا
اللہ کے کسی ایسے ولی اور برگزیدہ بندہ کے لئے جس نے خدا سے دعا کی ہو جمع ہوتا ہے۔ جو شخص رجب کے دو روزے
رکھیگا۔ اس کو اجر مذکور تو ملے ہی گا، اور اس کے علاوہ ایسے دس صدیقوں کا اجر بھی ملیگا۔ جو اپنی طویل ترین عمر دل بھر
صدیق رہے اور صدیقوں کے ہی برابر اس کی شفاعت بھی قبول کی جائے گی اور انہی کے زمرہ میں اس کا شمول ہوگا۔ یہاں تک
کہ جنت میں بھی انہیں کے ساتھ داخل ہوگا اور انہی کا رفیق ہوگا۔ جو تین روزے رکھیگا اس کو اتنا اجر تو ملے ہی گا۔ اس
کے علاوہ افطار کے وقت اللہ فرماتا ہے۔ میرے اس بندے کا حق واجب ہوگیا۔ میری اس سے محبت اور دوستی بھی لازمی
ہوگئی۔ میرے فرشتو۔ میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے۔ جو چار روزے رکھیگا اس کو
یہ سب کچھ ملیگا اور ان دانشمندوں کا ثواب بھی ملیگا۔ جو اللہ سے بہت زیادہ توبہ کرتے رہتے ہیں۔ اس کا اعمال نامہ دائیں
ہاتھ میں دیا جائیگا اور کامیاب ہونے والوں کے اول ترین گروہ میں اس کا شمول ہوگا۔ جو پانچ روزے رکھیگا اس کو اتنا تو
ملے ہی گا اور قیامت کے دن اس کو اٹھایا جائیگا۔ تو اس کا منہ چودھویں کے چاند کی طرح ہوگا اور ریگستان عالج کے ریت کے
ذروں کے برابر اس کی نیکیاں لکھی جائیں گی اور وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور اس سے کہا جائے گا۔ اللہ کے اعتماد پر تو جو کچھ
آرزو کرنا چاہتا ہے کر۔ اللہ تیری آرزو پوری کر دے گا۔ جو چھ روزے رکھیگا اس کو یہ بھی ملیگا اور اس کے علاوہ ایک ایسا
نور عطا ہوگا جس سے قیامت کے مجمع والے روشنی حاصل کریں گے اور آمنین کے ساتھ اس کا حشر ہوگا یہاں تک کہ
پلصراط سے بلا حساب وہ اتر جائے گا۔ والدین کی نافرمانی اور قطع قرابت سے اس کو بچایا جائے گا۔ اور قیامت کے دن جب
اللہ کے حضور پیشی ہوگی۔ تو اللہ بذات خود اس کی طرف توجہ فرمائیگا۔ جو سات روزے رکھیگا اس کو مذکورہ بالا اجر بھی ملیگا
اور دوزخ کے ساتوں دروازے اس کی طرف سے بند کر دیئے جائیں گے۔ اللہ آگ پر اس کو حرام کر دے گا اور جنت کو
واجب فرما دے گا۔ جہاں چاہے قیام پذیر ہو۔ جو آٹھ روزے رکھیگا اس کے لئے مذکورہ بالا اجر بھی ہوگا اور جنت کے آٹھوں
دروازے اس کے لئے کھول دیئے جائیں گے۔ کہ جس دروازہ سے چاہے اندر داخل ہو۔ جو نو روزے رکھیگا اس کو یہ بھی ملیگا اور
اس کو علاوہ علیین میں پہنچایا جائیگا اور قیامت کے دن آمنین کے ساتھ اس کا حشر ہوگا اور قبر سے نکلتے وقت اس کا چہرہ
ایک بقعۂ نور ہوگا جگمگاتا ہوا جس سے اہل محشر چمک اٹھیں گے۔ یہاں تک کہ لوگ کہیں گے دیکھا یہ کوئی برگزیدہ نبی ہیں
جو درجات اس کو دیئے جائیں گے۔ ان میں کمترین درجہ یہ ہوگا کہ بلا حساب سیدھے وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ جو دس روزے
رکھیگا تو اس کا کیا کہنا۔ اس کو مذکورہ اجر سے دس گونہ زائد ملیگا اور اس کا شمول ان لوگوں میں ہو جائیگا۔ جن کی برائیاں بھی اللہ
نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔ یہ ان مقربین میں سے ہو جائے گا۔ جو اللہ کے حکم کی تعمیل اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے
عدل بپا کرتے ہیں اس کا درجہ ایسا ہوگا جیسا اس شخص کا جس نے ہزار برس تک روزے رکھے ہوں۔ رات بھر نمازیں پڑھی ہوں

مصائب پر صبر کیا ہو۔ اور اللہ سے ثواب کی امید پر یہ سب کچھ کیا ہو جو شخص بیس روزے رکھیگا اس کو یاقوت کا قبہ
ملیگا۔ اور اس کا قبہ (محل کا گنبد) حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے گنبد سے ٹکراتا ہوگا اور قبائل ربیعہ و مضر کی تعداد کے برابر گنہگار
اور خطاکاروں کے حق میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ جو شخص تیس روزے (پورے) رکھیگا اس کو مذکورہ بالا ثواب
اس سے تیس گنا زیادہ زیادہ ملیگا اور آسمان کی طرف سے ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے اللہ کے دوست تجھے کرامت عظمیٰ (سب
سے بڑی عزت) کی بشارت ہو کسی نے پوچھا حضور قیامت عظمیٰ کیا۔ فرمایا اللہ کا دیدار پیغمبروں صدیقوں شہیدوں اور نیک
لوگوں کی رفاقت اور ان کی رفاقت خوب ہوگی کل کو جب پردہ ہٹ جائے گا۔ اور اے (ماہ رجب کے روزے رکھنے والے) تجھے
رب کریم کے ثواب عظیم تک پہنچیگا۔ تو تیرے لئے خوشی ہی ہوگی۔

مرنے کے وقت جب اس (صائم) پر موت کا فرشتہ اترتا ہے۔ تو روح نکلنے کے وقت اللہ حوض فردوس کا شربت اس کو
پلاتا ہے اور موت کی تلخی اس کے لئے آسان کر دیتا ہے کہ موت کا دکھ اس کو محسوس ہی نہیں ہوتا۔ قبر میں وہ سیراب رہتا ہے اور
قیام گاہ حشر میں بھی سیراب رہے گا یہاں تک کہ رسول اللہ کے حوض پر پہنچ جائے گا۔ قبر سے نکلتے وقت اس کے ہمرکاب
ستر ہزار فرشتے موتی اور یاقوت کی اونٹنیاں اور قسم قسم کے زیور اور کپڑے ساتھ لئے ہونگے اور اس سے کہیں گے۔ اے
اللہ کے دوست اپنے رب کے پاس جلد چل جلد چل جس کی خوشنودی کے لئے تو نے اپنے کو پیاسا رکھا اور اپنے بدن کو دبلا کیا
قیامت کے دن یہ پہلا شخص ہوگا۔ جو اہل فوز (کامیابی) کے ساتھ عدن کے باغوں میں داخل ہوگا۔ یہ اہل فوز وہی ہیں
جن سے اللہ راضی اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے۔ اللہ کی رضامندی ہی بڑی کامیابی ہے۔

اگر روزانہ کے روزوں کے ساتھ ساتھ کوئی شخص یومیہ روزی کے ہم وزن خیرات بھی کریگا تو اس کا کیا ٹھکانا اس کا کیا
ٹھکانا، اس کا کیا ٹھکانا (یہ لفظ حضور نے تین بار فرمایا) جو ثواب اس کو دیا جائیگا اگر سب مخلوق اس کا اندازہ کرنا
چاہے۔ تو دسویں حصہ کا اندازہ بھی نہیں کر سکتی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر نے فرمایا ماہ رجب میں جو اللہ کا اصم مہینہ ہے۔ جو شخص کسی مومن کی سختی دور کریگا۔ اللہ اس کو
فردوس میں تاحد رسائی نظر قصر عنایت کریگا۔ خوب سن لو۔ رجب کی عزت کرو۔ اللہ تم کو ہزار عزتیں عطا فرمائیگا۔

عقبہ بن سلامہ بن قیس نے مرفوعاً بیان کیا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص رجب میں خیرات کریگا۔ اللہ اس کو
دوزخ سے اتنی دور کر دیگا جتنی دور کہ کوا بچپن میں آشیانہ سے نکل کر ہوا میں اڑے اور بوڑھا ہونے تک اڑتا ہی چلا جائے
یہاں تک کہ مر جائے۔ کہا گیا ہے کہ کوا پانچسو برس جیتا ہے (گویا کوا اگر پانچسو برس تک برابر اڑتا رہے تو مقام آغاز سے
جتنی دور وہ پہنچیگا۔ اللہ رجب میں خیرات کرنے والے کو دوزخ سے اتنی ہی دور کر دیتا ہے)

رجب کو سابق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حرمت والے مہینوں میں یہ سب سے پہلے آتا ہے۔ اور فرد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ
اکیلا حرمت کا مہینہ ہے۔ کوئی دوسرا ماہ حرام اس سے متصل نہیں۔ جیسا کہ حضرت ثوبان بن یزید کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے

حجۃ الوداع میں اپنے خطبہ میں فرمایا۔ زمانہ گھوم کر اسی روش پر آگیا جیسا کہ آسمان و زمین کی آفرینش کے دن تھا۔ سال بارہ مہینہ کا ہے جن میں چار حرمت والے مہینے ہیں تین پے درپے آتے ہیں۔ ذیقعدہ۔ ذی الحجہ اور محرم اور ایک فرد سب سے الگ ہے یعنی رجب مضر جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے۔

فصل آخر

عکرمہ نے بروایت ابن عباس بیان کیا کہ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا رجب اللہ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔ موسیٰ بن عمران کہتے ہیں۔ میں نے خود سنا حضرت انس بن مالک فرما رہے تھے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایک دریا ہے جس کو رجب کہا جاتا ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ جو رجب کا ایک روزہ رکھیگا اللہ اس دریا کا پانی اسے پلائیگا۔

حضرت انس بن مالک نے فرمایا جنت میں ایک محل ہے جس میں رجب کے روزہ داروں کے علاوہ کوئی نہیں جائیگا۔

حضرت ابو ہریرہ کا قول ہے کہ رسول اللہؐ نے رمضان کے بعد سوائے رجب اور شعبان کے کسی مہینے کے روزے (پورے) نہیں رکھے۔ یہ بھی حضرت انس کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جس نے ماہ حرام کے تین دنوں کے روزے رکھے یعنی جمعرات۔ جمعہ۔ اور ہفتہ کے۔ تو اللہ اس کے لئے نو سو برس کی عبادت کا ثواب لکھتا ہے۔

بعض لوگوں کا مقولہ ہے کہ رجب کا مہینہ دوری (یا ظلم) کو ترک کرنے کے لئے ہے اور شعبان کا مہینہ عمل اور وفا عہد کے لئے اور رمضان کا مہینہ صدق اور صفا کے (حصول) کے لئے۔ رجب توبہ کا مہینہ ہے۔ شعبان محبت کا اور رمضان قرب (الٰہی) کا۔ رجب حرمت کا مہینہ ہے شعبان خدمت کا اور رمضان نعمت کا۔ رجب عبادت کا مہینہ ہے۔ شعبان دنیا سے بے رغبتی (اور عبادت کی کوشش کا) اور رمضان زیادتی (ثواب یا زیادتی نعمت) کا۔ رجب کے مہینہ میں اللہ نیکیوں کو دو چند کر دیتا ہے شعبان کے مہینہ میں گناہ دور کر دیے جاتے ہیں اور رمضان میں (عطاء) اکرام کا انتظار کیا جاتا ہے۔ رجب (نیکیوں میں) سبقت کرنے (آگے بڑھ جانے) والوں کا مہینہ ہے۔ شعبان درمیانی چال چلنے والوں کا اور رمضان گنہگاروں (کی معافی) کا۔

ذوالنون مصری کہتے ہیں۔ رجب آفتوں (یعنی گناہوں) کو ترک کرنے کے لئے ہے۔ شعبان عمل طاعت کرنے کیلئے اور رمضان عزت بخشیوں کے انتظار کے لئے جس نے گناہ نہ چھوڑے اور طاعت کے کام نہ کئے اور عزت بخشیوں کا امیدوار نہ ہوا۔ وہ بے ہودہ (اور مبتلا خرافات) ہے۔ یہ بھی ذوالنون نے فرمایا۔ رجب کھیتی بونے کا مہینہ ہے شعبان پانی سینچنے کا۔ اور رمضان کھیتی کاٹنے کا۔ اور ہر شخص وہی کاٹے گا جو بویا ہوگا۔ اسی کا بدلہ پائے گا جس نے برائی کھودی وہ کاٹنے کے دن افسوس کریگا۔ اس کا گمان ضائع و نیت خراب ہوگی اور اسی کے ساتھ اس کا انجام برا ہوگا۔ کسی صالح کا قول ہے۔ سال ایک درخت ہے۔ رجب اس درخت کے سبز پوش ہونے کا زمانہ ہے۔ شعبان اس کے پھل پیدا ہونے کا زمانہ اور رمضان اس کے پھل توڑنے کا زمانہ۔

کہا گیا ہے کہ رجب مغفرت کے لئے مخصوص ہے اور شعبان شفاعت کے لئے اور رمضان نیکیاں دوگونہ کرنے

کے لئے اور شب قدر رحمت نازل کرنے کے لئے اور عرفہ کا دن دین کو کامل بنانے کے لئے۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ۔ آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ (یہ آیت عرفہ کے دن نازل ہوئی تھی) اور جمعہ کا دن دعاؤں کے قبول ہونے کے لئے اور عید کا دن دوزخ سے رہائی کے لئے اور مومنوں کی گردنیں آزاد کرنے کے۔ لئے (یعنی مومن باندی غلام آزاد کرنے کے لئے)

مازنی نے حضرت امام حسینؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رجب کے روزے رکھو۔ رجب کا روزہ اللہ کی طرف سے (نازل کردہ) ایک توبہ ہے۔

حضرت سلمانؓ فارسی کی روایت ہے میں نے خود سنا ہے رسول اللہؐ فرما رہے تھے جس نے رجب کا ایک روزہ رکھا اس نے گویا ہزار برس کے روزے رکھے اور ہزار بردے آزاد کئے اور جس نے ماہ رجب میں کچھ بھی خیرات کی اس نے گویا ہزار دینار خیرات کئے۔ اللہ اس کے لئے بدن کے ہر بال کے مقابلہ میں ہزار نیکیاں لکھے گا اور ہزار درجے بلند کرے گا۔ اور ہزار گناہ مٹا دے گا۔ اور ہر روزے کے روزے اور ہر روز کی خیرات کے مقابلہ میں ہزار حج اور ہزار عمرے لکھے گا۔ اور اس کے لئے جنت کے اندر ہزار مکان اور ہزار کوٹھیاں اور ہزار کمرے ہوں گے۔ ہر کمرہ میں ہزار خیمے اور ہر خیمہ میں سورج سے ہزار مرتبہ بڑھکر ہزار حوریں ہونگی۔

فصل

رجب کے اول دن کے روزے اور اول رات کی عبادت کی فضیلت

شیخ امام ہبۃ اللہ نے اپنی اسناد سے حضرت انس بن مالک کی روایت ہم سے بیان کی۔ کہ رجب کا مہینہ شروع ہوتا تو رسول اللہؐ دعا کرتے تھے۔ الٰہی رجب اور شعبان میں ہم کو برکت عطا فرما اور رمضان تک ہم کو پہنچا۔ امام ہبۃ اللہ بروایت میمون بن مہران حضرت ابوذرؓ کی حدیث مرفوعاً بیان کی کہ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا جس نے رجب کا پہلا روزہ رکھا اس کو مہینہ بھر کے روزوں کے برابر قرار دیا جائے گا اور جس نے سات روزے رکھے اس کی طرف سے جہنم کے ساتوں دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور جس نے آٹھ روزے رکھے اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جس نے دس روزے رکھے۔ اللہ اس کے گناہوں کو نیکیوں سے تبدیل کر دے گا اور جس نے رجب کے اٹھارہ روزے رکھے۔ تو ایک منادی آسمان سے پکاریگا۔ اللہ نے تیرے (گذشتہ) گناہ معاف کر دیئے اب از سرِ نو عمل کر۔ امام ہبۃ اللہ سقطی نے بروایت حضرت سلامہ بن قیس مرفوعاً بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو رجب کا پہلا روزہ رکھیگا۔ اللہ اس کے ساٹھ برس کے گناہ معاف کر دیگا۔ جو پندرہ دن کے روزے رکھیگا۔ اللہ اس کا حساب

آسانی سے لیگا۔ جو رجب کے تیس روزے رکھیگا اللہ اپنی خوشنودی اس کے لئے لکھد یگا اور اس کو عذاب نہیں دیگا۔
مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے حجاج بن ارطاۃ حاکم بصرہ یا عدی بن ارطاۃ کو لکھا۔ سال میں چار راتوں کی عبادت کا التزام رکھو۔ اللہ ان میں اپنی رحمت بہاتا ہے۔ رجب کی پہلی رات نصف شعبان کی رات ستائیس رمضان کی رات اور عید الفطر کی رات۔ حضرت خالد بن معدان نے فرمایا۔ سال میں پانچ راتیں ہیں جو ان کے مقررہ ثواب کی امید کرکے اور مقررہ وعدہ کی تصدیق کرکے ان میں (عبادت کی) پابندی کریگا۔ اللہ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔
۱۔ رجب کی پہلی رات اور پہلا دن۔ رات کو نماز پڑھے اور دن کو روزہ رکھے۔ دونوں عیدوں کی راتیں جن میں عبادت کرے لیکن دن میں روزہ نہ رکھے۔ نصف شعبان کی رات اور دن۔ رات میں نماز پڑھے اور دن میں روزہ رکھے عاشورہ کی رات اور دن۔ رات کو نماز پڑھے اور دن کو روزہ رکھے۔

فصل بعض علماء نے ان تمام راتوں کو جمع کردیا ہے جن میں عبادت کرنی مستحب ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ سال بھر میں کل ۱۴ راتیں ہیں۔ ماہ محرم کی پہلی رات۔ عاشورہ کی رات۔ رجب کی پہلی رات نصف رجب کی رات، ستائیس رجب کی رات نصف شعبان کی رات عرفہ کی رات۔ دونوں عیدوں کی راتیں۔ رمضان کے آخری عشرہ میں پانچ طاق راتیں یعنی ۲۱-۲۳-۲۵-۲۷-۲۹۔ اسی طرح سال میں سترہ روز عبادت کرنی اور وظائف کا سلسلہ قائم رکھنا بھی مستحب ہے۔ عرفہ کا دن۔ عاشورہ کا دن نصف شعبان کا دن جمعہ کا دن۔ دونوں عیدوں کے دن اور ایام معلومات یعنی ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن اور ایام معدودات یعنی ایام تشریق۔ ان سب میں سب سے زیادہ تاکید روز جمعہ کی اور ماہ رمضان کی ہے۔ کیونکہ حضرت انس کی روایت ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ روز جمعہ (گناہوں سے) سالم رہا تو تمام یوم سالم رہے اور ماہ رمضان سالم رہا تو (پورا) سال سالم رہا۔ اس کے بعد دوشنبہ اور پنجشنبہ کے دنوں کی فضیلت اور تاکید ہے۔ انہی دونوں دنوں میں اللہ کے سامنے اعمال کی پیشی ہوتی ہے۔

فصل

ان دعاؤں کا بیان جن کو رجب کی پہلی رات میں پڑھنا بزرگوں سے منقول ہے

رجب کی پہلی رات میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا کرنی مستحب ہے۔ الٰہی آج رات عرض گزاروں نے تیری خدمت میں عرضیاں گزرانیں (تیری بارگاہ میں حاضری کی) قصد کرنے والوں نے قصد کیا۔ طلبگاروں نے تیرے فضل و کرم کی آس رکھی۔ آج کی رات تیری رحمتوں کے جھونکے انعامات عطیات اور بخششیں (عام) ہیں۔ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہے گا تو ان کو نوازیگا اور جن پر تیری عنایت نہ ہوگی۔ ان سے روک لے گا۔ میں تیرا محتاج بندہ

ہوں۔تیرے فضل وکرم کا امیدوار ہوں۔ میرے مولا اس رات اگر کسی مخلوق پر تو فضل کرے اور اپنی عنایت سے کسی کو کچھ عطیہ مرحمت فرمائے تو (سب سے پہلے) محمد صلعم اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما اور اپنے فضل و احسان سے مجھ پر نوازش کر۔ یا رب العالمین۔

مروی ہے کہ حضرت علیؑ سال میں چار راتیں ہر کام سے خالی کرکے عبادت کے لئے مخصوص فرمایا کرتے تھے۔ رجب کی پہلی رات۔ عید الفطر کی رات۔ عید الضحٰی کی رات اور نصف شعبان کی رات۔ ان راتوں میں ان الفاظ سے دعا کرتے تھے۔ الٰہی محمد پر اپنی رحمت نازل فرما اور آپ کی آل پر بھی جو حکمت کے چراغ ہیں۔ نعمت عطا کرنے والے ہیں اور عصمت کے معدن ہیں اور مجھے ان کی وجہ سے ہر برائی سے محفوظ رکھ۔ ناتجربہ کاری اور غفلت پر میری پکڑ نہ کر۔ میرا انجام کار حسرت و پشیمانی کو نہ بنا تو مجھ سے راضی ہوجا۔ بلاشبہ تیری معافی گناہگاروں کے لئے ہے۔ اور میں گناہگاروں میں سے ہوں الٰہی بخش دے میری وہ نافرمانیاں جو تجھے نقصان نہیں پہنچا سکتیں اور عطا فرما وہ فرمانبرداریاں جو تیرے لئے مفید نہیں تیری رحمت وسیع ہے۔ تیری حکمت عجیب ہے۔ مجھے فراخی آرام صحت امن شکر عافیت اور تقوٰی عطا کر اور صبر و صداقت کے پانی سے بھرے ہوئے برتن مجھ پر اور اپنے دوستوں پر بہا دے۔ مجھے آسانی عنایت کر اور اس کے ساتھ دشواری نہ دے۔ اور یہ تمام چیزیں عموماً میرے تمام گھر والوں کو میری اولاد کو میرے دینی بھائیوں کو میرے والدین کو تمام مسلمان اور مومن مردوں اور عورتوں کو مرحمت فرما۔

فصل

ماہ رجب کی نماز کا بیان

امام ہبۃ اللہ بن مبارک سقطی نے، بروایت محمد بن احمد محاملی از علی بن محمد بن اسماعیل بن محمد صفار از سعید بن نضر بن منصور بزاز از سفیان بن عُیَینہ از اعمش از طارق بن شہاب از حضرت سلمانؑ فارسی اہم سے مرفوعاً بیان کیا کہ رجب کا چاند دیکھا تو حضور اقدس نے فرمایا سلمان اگر اس مہینہ میں کوئی مومن مرد یا عورت تیس رکعت نماز اس ترکیب سے پڑھے۔ کہ ہر رکعت میں سورت الحمد کے بعد قل ہو اللہ احد تین بار اور قل یا ایہا الکافرون تین بار پڑھے۔ تو اللہ اس کے گناہ مٹا دے گا اور اس کو پورے مہینہ کے روزے رکھنے والے کے برابر ثواب عطا فرمائے گا اور آئندہ سال تک نماز پڑھنے والوں میں اس کا شمار ہوگا (یعنی سال بھر کی نمازوں کا ثواب ملیگا) اور شہید بدر کے عمل کے برابر روزانہ اس کے عمل کو اونچا کیا جائے گا اور ہر دن کے روزہ کے عوض سال بھر کی عبادت کا ثواب اس کے لئے لکھا جائے گا اور اس کے ہزار درجے بلند کئے جائینگے۔ اگر اس نے پورے مہینے کے روزے رکھے اور یہی نماز پڑھی تو اللہ اس کو دوزخ سے بچا لیگا اور اس کے لئے جنت لازم

کردیگا اور وہ اللہ کے قرب میں پہنچ جائیگا مجھے جبرئیل نے اس کی اطلاع دی تھی۔ جبرئیل نے کہا تھا کہ یہ تمہارے اور مشرکوں اور منافقوں کے درمیان فرق پیدا کرنے والی نشانی ہے۔ منافق یہ نماز نہیں پڑھتے ہیں۔ حضرت سلمان کہتے ہیں میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ مجھے بتلائیے میں یہ نماز کس طرح اور کب پڑھوں۔ فرمایا سلمان شروع ماہ میں دس رکعتیں پڑھ۔ ہر رکعت میں الحمد ایک بار۔ قل ہو اللہ احد تین بار اور قل یا ایہا الکافرون تین بار۔ جب سلام پھیر چکو تو ہاتھ اٹھا کر کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَ لَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَ لَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَ لَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔ اسی کی حکومت ہے۔ وہی مستحق حمد ہے۔ وہی زندگی عطا فرماتا اور موت دیتا ہے وہی صاحب حیات ہے اور اسی کے ہاتھ میں ہر خیر ہے اور وہی سب کچھ کر سکتا ہے۔ الٰہی جو چیز تو عطا فرمائے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور تو نہ دے تو کوئی دینے والا نہیں اور کسی مقدرت والے کو تجھ سے اس کی مقدرت بچا نہیں سکتی۔ پڑھنے کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے۔

پھر وسط ماہ میں دس رکعت پڑھ۔ ہر رکعت میں الحمد ایک بار۔ قل ہو اللہ تین بار اور قل یا ایہا الکافرون تین بار سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر کہہ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَ لَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اِلٰھًا وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا فَرْدًا وِتْرًا لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَلَا وَلَدًا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔ اسی کا اقتدار ہے وہی تعریف کے سزاوار ہے۔ وہی زندگی عطا فرماتا اور موت دیتا ہے۔ وہی زندہ ہے غیر فانی۔ اسی کے دست قدرت میں ہر بھلائی ہے۔ اسی کے قابو میں سب کچھ ہے۔ معبود اکیلا تنہا۔ بے پروا یگانہ۔ بے جوڑ۔ نہ اس نے بیوی پسند کی نہ اولاد پھر دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے۔

پھر مہینہ کے آخر میں دس رکعتیں پڑھ۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار۔ قل ہو اللہ تین بار اور قل یا ایہا الکافرون تین بار اور سلام پھیرنے کے بعد آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہہ۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت بیدہ الخیر و ہو علیٰ کل شئی قدیر وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلیٰ آلہ الطاہرین ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کا ملک ہے اسی کے لئے تعریف ہے۔ وہ زندہ کرتا اور موت دیتا ہے اسی کے ہاتھ میں ہر بھلائی ہے وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اللہ کی رحمت ہو ہمارے آقا محمد پر اور آپ کی پاک آل پر عظمت اور اونچے مرتبہ والے۔ اللہ کے بغیر نہ کسی میں کوئی قوت ہے نہ (حال کو) پلٹنے کی طاقت۔

اس کے بعد مراد مانگ تیری دعا قبول ہوگی۔ تیرے اور جہنم کے درمیان اللہ ستر خندقیں حائل کردیگا۔ ہر خندق اتنی وسیع ہوگی جیسے آسمان سے زمین تک فاصلہ اور ہر رکعت کے عوض تیرے لئے ہزار در ہزار دس لاکھ رکعتیں لکھی جائینگی۔

دوزخ سے آزادی اور پل صراط سے (بلاخطر) عبور تیرے لئے مقدر کر دیا جائیگا

حضرت سلمان نے فرمایا حضور اقدس جب بیان فرما چکے تو میں اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے روتا ہوا سجدہ میں گر پڑا۔ میں نے یہ حدیث کتاب العمل بالسنتہ میں پڑھی تھی۔

فصل

رجب کی نوچندی جمعرات کے روزے اور اول شب جمعہ کی نماز کی فضیلت

شیخ ابوالبرکات ہبتہ اللہ سقطی نے ہم سے بیان کیا کہ ان سے قاضی ابوالفضل مکی جعفر بن یحییٰ بن کمال نے بیان کیا اور مکی سے ابو عبداللہ حسین جزری بن عبدالکریم بن محمد نے مکہ میں مسجد حرام کے اندر بیان کیا اور جزری سے ابو الحسن علی ہمدانی بن عبداللہ بن جہضم نے بیان کیا اور ہمدانی سے ابوالحسن علی سعدی بصری بن محمد بن سعید نے بیان کیا۔ سعدی نے کہا کہ ہمارے باپ کہتے تھے کہ خلف بن عبداللہ صنعانی نے ہم سے بیان کیا اور خلف کو حمید طویل نے اطلاع دی اور حمید طویل نے حضرت انس بن مالک کا قول نقل کیا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ رجب اللہ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا مہینہ اور رمضان میری امت کا مہینہ۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ اللہ کا مہینہ ہونے کا کیا مطلب۔ فرمایا اس میں خصوصی مغفرت ہوتی ہے اس میں خونوں کی حفاظت رکھی جاتی ہے (کوئی کسی کو قصاص میں بھی قتل نہیں کرتا) اسی میں اللہ نے اپنے انبیاء کی توبہ قبول کی۔ اسی میں اپنے دوستوں کو دشمنوں کے ہاتھوں سے رہائی دی جو اس میں روزے رکھیگا اس کے تین حق اللہ کے ذمہ ہو جائیں گے۔ گذشتہ تمام گناہوں کی معافی، آئندہ عمر میں ہونے والے گناہوں سے نگہداشت اور تیسرے بڑی پیشی کے دن پیاسے ہونے کا اندیشہ نہ رہے گا۔ ایک ضعیف بڈھے نے کھڑا ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں پورے مہینہ کے روزے رکھنے سے عاجز ہوں۔ فرمایا۔ اول تاریخ اور وسطی تاریخ اور آخری تاریخ کا روزہ رکھ لیا کرو۔ تم کو پورے مہینے کے روزے رکھنے والوں کا ثواب ملیگا۔ کیونکہ ہر نیکی کا ثواب دس گونہ ہے۔ مگر رجب کے اول جمعہ کی رات کی رات سے غافل نہ رہنا۔ یہ وہی رات ہے جس کو ملائکہ شب رغائب کہتے ہیں جب اول جمعہ کی تہائی رات گذرجاتی ہے تو تمام آسمانوں اور زمینوں میں کوئی فرشتہ نہیں بچتا کہ کعبہ اور اطراف کعبہ میں جمع نہ ہو جائے۔ اس وقت اللہ اپنے ملائکہ پر کسی قدر جلوہ فرما ہوتا ہے اور فرماتا ہے میرے ملائکہ مجھ سے جو چاہو مانگو۔ ملائکہ عرض کرتے ہیں۔ پروردگار ہمارا مقصود یہ ہے کہ تو رجب کے روزہ داروں کو بخشدے۔ اللہ فرماتا ہے۔ میں نے ایسا کر دیا۔

اس کے بعد رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جو کوئی رجب کی پہلی جمعرات کا روزہ رکھیگا۔ پھر روزہ کے بعد رات شب جمعہ مغرب اور عشاء کے درمیان بارہ رکعتیں پڑھیگا۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور انا انزلناہ فی لیلۃ القدر تین بار اور قل ہو اللہ

بارہ بار اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرے گا۔ (یعنی چھ مرتبہ نیت کر کے بارہ رکعتیں پڑھیگا) اور نماز سے فارغ ہو کر ستر بار مجھ پر درود پڑھیگا اور کہیگا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّمْ۔ پھر ایک سجدہ کرے گا اور سجدہ میں ستر بار کہیگا سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِکَۃِ وَالرُّوْحِ پھر سجدہ سے سر اٹھا کر ستر بار کہیگا رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْاَعْظَمُ۔ پھر دوسرا سجدہ کریگا اور اس سجدہ میں بھی وہی کہیگا جو پہلے سجدہ میں کہا تھا۔ پھر سجدہ کی حالت میں ہی اللہ سے اپنی مراد مانگیگا تو اس کی مراد پوری کردی جائے گی۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جو بندہ پابندی یہ نماز پڑھے گا۔ اللہ اس کے تمام گناہوں کو بخش دیگا۔ اگرچہ سمندر کے جھاگوں کی برابر ہوں۔ ریت کے ذروں کی برابر ہوں۔ پہاڑوں کے ہم وزن ہوں۔ بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں کے برابر شمار میں ہوں اور قیامت کے دن اس کی شفاعت سات سو گھر والوں کے لئے قبول کی جائے گی۔ پہلی رات میں اس نماز کا ثواب شگفتہ چہرے اور فصیح زبان کے ساتھ اس کے سامنے آئے گا اور اس سے کہیگا میرے پیارے تجھے بشارت ہو۔ ہر مصیبت سے تجھے نجات مل گئی۔ یہ شخص کہے گا تو کون ہے۔ خدا کی قسم میں نے تو تیری شکل سے زیادہ حسین شکل کسی آدمی کی نہیں دیکھی۔ نہ تیرے کلام سے زیادہ شیریں کلام کوئی سنا۔ نہ تیری خوشبو سے زیادہ پاکیزہ خوشبو کوئی سونگھی۔ ثواب کہیگا۔ میرے پیارے میں تیری اس نماز کا ثواب ہوں جو تو نے فلاں رات فلاں مہینہ فلاں سال میں پڑھی تھی میں اس لئے آیا ہوں کہ تیری حاجت پوری کروں۔ تنہائی میں تیرا مونس بنوں اور تیری گھبراہٹ کو دور کروں جب صور پھونکا جائے گا۔ تو میدان قیامت میں تیرے سر پر میں سایہ بن جاؤں گا۔ تجھے بشارت ہو اپنے مولا کی طرف سے کبھی تو خیر سے محروم نہیں ہوگا۔

فصل

۲۷ رجب کے روزہ کی فضیلت

ہم سے شیخ ابوالبرکات ہبۃ اللہ سقطی نے سقطی سے حافظ ابوبکر احمد خطیب بن علی بن ثابت نے خطیب سے عبداللہ بن علی محمد بن بشیر نے عبداللہ سے حافظ علی بن عمر نے حافظ علی سے ابوبکر نصر جیشون خلال بن موسی نے خلال سے علی بن سعید دیلمی نے دیلمی سے ضمرہ بن ربیعہ قرشی نے قرشی سے ابن شوذب نے ابن شوذب سے مطر وراق نے وراق سے شہر بن حوشب نے شہر سے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے مرفوعًا بیان کیا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جس نے ستائیس رجب کا روزہ رکھا اس کے لئے چھ ماہ کے روزے لکھے جائیں گے اسی روز حضرت جبرئیل پیغمبری لے کر نازل ہوئے تھے۔

ہم سے شیخ ہبۃ اللہ سقطی نے حضرت حسن بصری کا قول نقل کیا کہ حضرت ابن عباس ستائیس رجب کو صبح سے ہی

مسجد میں گوشہ نشین ہو کر ظہر تک نماز میں مشغول رہتے تھے۔ ظہر کے وقت کچھ نفلیں پڑھکر چار رکعتیں پڑھتے۔ جن کے اندر ہر رکعت میں الحمد ایک بار قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ایک ایک بار۔ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر تین بار اور سورہ اخلاص پچاس بار پڑھتے تھے۔ پھر عصر کے وقت تک دعا میں لگے رہتے تھے۔ کہ رسول اللہ بھی آج کے دن ایسا ہی کرتے تھے۔

شیخ ہبتہ اللہ نے اپنی اسناد سے بروایت ابوسلمہ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ رجب میں ایک دن اور ایک رات ہے۔ اگر اسی دن کا کوئی روزہ رکھے اور اس رات کو عبادت کرے۔ تو اس کو سو برس روزے رکھنے والے اور سو سال کی راتوں میں عبادت کرنے والے کا ثواب ملیگا۔ یہ دن رات ۲۷ رجب کا ہے اسی تاریخ کو رسول اللہ کو نبوت عطا فرمائی گئی تھی۔

فصل

روزہ کے آداب اور روزہ کے ممنوعات کا بیان

مناسب ہے کہ روزہ دار اپنے روزہ کو تمام گناہوں سے پاک رکھے اور اللہ کے خوف کے ساتھ روزہ کو پورا کرے۔

ہم سے شیخ ہبتہ اللہ سقطی نے بیان کیا ان سے حسن حنبلی بن احمد بن عبداللہ فقیہ نے ان سے حافظ محمد بن احمد نے ان سے حسین جعفر واعظ نے اُن سے احمد بن عیسےٰ بن سکن نے ان سے ابن اسحاق نے جن کا لقب حسام تھا۔ اُن سے اسحاق بن رزین راسبی نے ان سے اسمٰعیل بن یحیٰی نے اُن سے مسعر بن کدام نے اُن سے عطیہ نے اُن سے حضرت ابوسعید خدری نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا رجب حرمت کے مہینوں میں سے ہے اس کے دن چھٹے آسمان کے دروازے پر لکھے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی آدمی رجب کے کسی دن کا روزہ رکھتا ہے اور اللہ کے خوف سے اپنے روزہ کو گناہوں سے پاک رکھتا ہے۔ تو وہ دروازہ بھی بولتا ہے اور وہ دن بھی بولتا ہے اور دونوں دعا کرتے ہیں۔ پروردگار اس (روزہ رکھنے والے) کو بخش دے اور اگر کوئی اللہ کے ڈر سے روزہ کی تکمیل نہیں کرتا تو دونوں اس کے لئے دعا مغفرت نہیں کرتے اور کہتے ہیں ریا اس شخص نے کہا جاتا ہے اے شخص تجھے تیرے نفس نے فریب دیا۔

اعرج نے حضرت ابوہریرہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا روزہ ڈھال ہے اگر کسی کا روزہ ہو تو وہ جہالت (کی حرکتیں) نہ کرے۔ اگر کوئی اس کو گالی دے یا اس سے لڑے۔ تو اس سے کہدے میں روزہ دار ہوں۔

رسول اللہ کی حدیث مروی ہے۔ حضور نے فرمایا جس نے (روزہ میں) جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا اس کا کھانا پینا چھوڑ دینے کی اللہ کو کوئی ضرورت نہیں۔

حسن بصری نے حضرت ابوہریرہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا، روزہ دوزخ سے بچنے کی سپر ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ دیا جائے۔ عرض کیا گیا اس ڈھال کو کیا چیز پھاڑتی ہے۔ فرمایا جھوٹ بولنا یا غیبت کرنی۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے حضور نے ارشاد فرمایا، روزہ کھانے پینے (کے ترک ہی) سے نہیں ہوتا بلکہ بے ہودہ بکواس اور فحش کلامی سے بھی روزہ ہوتا ہے۔

ہم سے شیخ ابونصر محمد بن بنا نے بیان کیا اُن سے ان کے والد شیخ ابوعلی بن احمد بن عبداللہ بن بنا نے اُن سے محمد حافظ نے ان سے عبداللہ نے ان سے جعفر بن محمد جمال نے اُن سے سعید بن عتبہ نے اُن سے بقیہ بن خلف نے اُن سے محمد بن حجاج نے ان سے خاقان نے حضرت انس بن مالک کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا، پانچ چیزیں روزہ کو بھی توڑ دیتی ہیں اور وضو کو بھی۔ جھوٹ بولنا، چغلی کھانا، غیبت کرنا، شہوت کے ساتھ (کسی عورت یا مرد کو) دیکھنا، جھوٹی قسم

ابونصر نے بحوالہ ابوعلی اُن کی اسناد سے حضرت انس بن مالک کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ جو دن بھر لوگوں کا گوشت کھاتا رہا اس نے روزہ ہی نہیں رکھا (یعنی اس کا روزہ نہیں ہوا) ابونصر نے بحوالہ ابوعلی اُن کی اسناد سے بیان کیا کہ حضرت حذیفہ بن یمان نے فرمایا جس نے کسی عورت کے پیچھے سے کپڑوں کے اوپر سے بھی نظر جما کر دیکھا اُس کا روزہ بیکار گیا۔

ابونصر نے اپنی اسناد سے بروایت سلیمان بن موسیٰ بیان کیا کہ حضرت جابر بن عبداللہ نے فرمایا، تیرا روزہ ہو تو تیرے کانوں کا، آنکھوں کا اور زبان کا بھی روزہ ہونا چاہئے جھوٹ بولنے سے اور حرام باتوں سے ہمسایہ کو تکلیف دینا ترک کر دے روزہ میں تیرے اندر بردباری اور سنجیدگی ہونا چاہئے، روزہ کے دن کو روزہ نہ رکھنے کے دن کی طرح نہ بنا۔

رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا بہت سے روزہ داروں کو سوائے بھوک اور پیاس کے روزہ سے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے راتوں کو عبادت کرنے والوں کو سوائے بیداری کے کچھ نتیجہ نہیں حاصل ہوتا۔ حضورِ گرامی نے فرمایا اس سے عرش میں لرزہ آ جاتا ہے اور اللہ غضبناک ہوتا ہے، حضور کی مراد یہ تھی کہ اگر اچہ اللہ کو کوئی امر خیر کیا جائے لیکن مخلوق کے لئے کیا جائے تو ایسا ہوتا ہے۔ میرے رعلی نے فرمایا، اللہ فرماتا ہے میں شریک سے بے نیاز ہوں جو شخص کسی دوسرے کو اپنے عمل خیر میں میرا شریک قرار دیتا ہے تو وہ عمل میرے لئے نہ ہوگا اسی شریک کے لئے ہوگا میں تو صرف اسی عمل کو قبول کرتا ہوں جو خالص میرے لئے ہی کیا گیا ہو۔ اے آدم زاد میں بہترین حصہ دار ہوں۔ اپنے عمل کو دیکھ جو تو دوسروں کے لئے کرتا ہے، تیرے عمل کے بدلے کی ذمہ داری اسی پر ہے جس کے لئے تو عمل کرتا ہے۔

رسول اللہ ایک دعا میں کہتے تھے۔ الٰہی میری زبان کو جھوٹ سے میرے دل کو نفاق سے میرے عمل کو دکھاوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے پاک کر دے تو آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے اندر چھپی ہوئی باتوں کو بھی جانتا ہے۔

اس لئے روزہ دار کو لازم ہے کہ روزہ کے آداب کا لحاظ رکھے۔ روزہ کے اندر دکھاوٹ، نمائش اور مخلوق کو اپنے روزہ

کی اطلاع دینے سے پرہیز رکھے اور تمام عبادتوں میں یہی ادب اختیار کرے تاکہ دنیا دین میں بربادی نہ ہو۔

ابو نصر نے بحوالہ ابو علی اُن کے اسناد سے بروایت ابو فراش بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ کو ارشاد فرماتے سنا حضرت نوح نے سوائے یوم فطر اور یوم ضحیٰ کے ساری عمر روزے رکھے۔ حضرت داؤد نے آدھی عمر روزے رکھے۔ حضرت ابراہیم نے ہر مہینہ میں تین دن (۱۳-۱۴-۱۵) کے روزے رکھے۔ اس طرح تمام عمر روزے رکھے اور تمام عمر نہ رکھے (گویا آپ کو دوامی روزوں کا ثواب ملا)

ابو نصر نے بحوالہ ابو علی اُن کی اسناد سے بروایت محمد بن منکدر حضرت جابرؓ کا قول نقل کیا ہے کہ ایک دیہاتی آدمی خدمت گرامی میں حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے اپنا روزہ بتائیے۔ یہ سنکر حضور والا اتنا غصے ہوئے کہ دونوں رخسار سرخ ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے یہ بات دیکھی تو اس شخص کی طرف رخ کرکے اس کو سخت سست کہا اور جھڑکا۔ یہاں تک کہ اس کو خاموش کر دیا حضور والا کا غصہ دور ہو گیا۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ میں حضورؐ پر قربان۔ اگر کوئی شخص ہمیشہ روزے رکھے۔ تو اس کے متعلق ارشاد فرمائیے۔ فرمایا نہ اس نے روزہ رکھا نہ بے روزہ رہا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ اگر کوئی ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھتا ہے۔ فرمایا یہ ہی ساری عمر کے روزے ہوئے حضرت عمرؓ نے عرض کیا اگر کوئی دوشنبہ اور پنجشنبہ کے روزے رکھتا ہے فرمایا جمعرات کے دن تو اعمال کی پیشی ہوتی ہے اور پیر کا دن وہی ہے جس میں میری پیدائش ہوئی اور مجھ پر سب سے پہلے وحی اتری۔

فصل افطار کا وقت ہو جائے تو روزہ کھولنے کے وقت کہے۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص روزہ کھولنے کے وقت اس طرح کہتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَلِیْ

ابو العالیہ کا قول ہے کہ جو شخص افطار کرتے وقت یہ پڑھیگا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَلَا فَقَھَرَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَظَرَ فَخَبَرَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ مَلَکَ فَقَدَرَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ یُحْیِ الْمَوْتٰی۔ تو گناہوں سے ایسا پاک ہو جائیگا۔ جیسے ماں کے پیٹ سے پیدائش کے دن تھا۔

مصعب بن سعید نے بروایت حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ حضرت سعیدؓ بن مالک کا قول نقل کیا ہے۔ کہ رسول اللہ کسی کے پاس روزہ افطار فرماتے تھے تو فرماتے تھے اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلٰئِکَۃُ۔ تمہارے ہاں روزہ داروں نے روزہ کھولا تمہارا کھانا نیکوں نے کھایا اور تمہارے لئے فرشتوں نے دعاء رحمت کی۔

فصل۔ جان لو کہ ماہ رجب میں دعا قبول کی جاتی ہے اور لغزشیں معاف کی جاتی ہیں اور جو شخص اس کے اندر

گناہ کرتا ہے تو سزا بھی دوگنی دی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں ہم سے شیخ سقطی نے بیان کیا۔ اُن سے قاضی ہنا دنسفی بن ابراہیم نے ان سے عبدالقاہر خبری بن عمر نے اُن سے ہبۃ اللہ نے اُن سے محمد بن فرخان نے اُن سے احمد انباری بن حسین بن سعید نے اُن سے ابراہیم بن فراش نے اُن سے عمرو بن سمرہ نے اُن سے موسیٰ بن عباس نے اُن سے اصبغ نے اصبغ سے بنانہ نے بیان کیا کہ حضرت امام حسینؓ بن علیؑ نے فرمایا ہم طواف میں مشغول تھے کہ کسی کی آواز کانوں میں آئی کوئی کہہ رہا تھا یَا مَنْ یُجِیْبُ دُعَاءَ الْمُضْطَرِّ فِی الظُّلَمِ اے وہ خدا جو تاریکیوں میں بے قرار کی دعا قبول فرماتا ہے۔ یَا کَاشِفَ الْکُرَبِ وَالْبَلْوٰی مَعَ السَّقَمِ۔ اے بیماریوں کی بے چینیوں اور مصیبتوں کو دور کرنے والے

قَدْ بَاتَ وَفْدُکَ حَوْلَ الْبَیْتِ وَالْحَرَمِ۔ تیرے مہمان کعبہ کے اور حرم کے گرداگرد رات کو رہے۔

وَنَحْنُ نَدْعُوْ وَعَیْنُ اللّٰہِ لَمْ تَنَمْ۔ ہم دعا کرتے رہے اور اللہ کی آنکھ نہیں سوئی (یعنی اللہ دیکھتا اور جانتا ہے)

ھَبْ لِیْ بِجُوْدِکَ مَا اَخْطَأْتُ مِنْ جُرْمٍ۔ میں نے جو گناہ قصداً کیا اس کو اپنی بخشش سے معاف فرما دے۔

یَا مَنْ اَشَارَ اِلَیْہِ الْخَلْقُ بِالْکَرَمِ۔ اے وہ خدا جس کے کریم ہونے کا اظہار مخلوق زبان اشارہ سے کرتی ہے۔

اِنْ کَانَ عَفْوُکَ لَمْ یَسْبِقْ لِمُجْتَرِمٍ۔ اگر مجرم کی طرف تیری معافی پیش قدمی نہ کرے۔

فَمَنْ یَجُوْدُ عَلَی الْعَاصِیْنَ بِالنِّعَمِ۔ تو کون گنہگاروں کو نعمتیں عطا فرمائے۔

حضرت علی نے امام حسینؓ سے فرمایا حسین کیا تم نہیں سن رہے ہو کہ کوئی اپنے گناہوں پر رو رہا ہے اور اپنے رب کو راضی کرنا چاہتا ہے۔ جاؤ وہ شاید تم کو مل جائے اس کو بلاؤ۔ امام حسین فرماتے ہیں میں فوراً گیا۔ وہ شخص مجھے مل گیا میں نے دیکھا کہ وہ ایک خوبصورت چھریرے بدن کا آدمی تھا۔ کپڑے صاف تھے اور خوشبو اچھی آرہی تھی۔ مگر اس کا دایاں پہلو شل تھا میں نے کہا چلو امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالب تم کو طلب فرما رہے ہیں۔ وہ شخص فوراً اپنا مفلوج حصۂ بدن کھینچتا ہوا چلا اور امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا تم کون ہو اور تمہارا کیا حال ہے۔ کہنے لگا۔ امیرالمومنین جو شخص عذاب میں پکڑا گیا ہو اور اس نے (اللہ کے) حقوق روک رکھے ہوں اس کا کیا حال ہوگا۔ حضرت نے فرمایا تمہارا نام کیا ہے۔ کہنے لگا منازل بنؓ حق۔ فرمایا تیرا کیا واقعہ ہوا۔ بولا عرب کے اندر لہو و عیش میں میری شہرت تھی میں عشق بازی کے میدان میں دوڑتا تھا غفلت سے ہوش میں نہیں آتا تھا۔ اگر توبہ کرتا تو توبہ نہیں مانی جاتی اور معافی مانگتا تو لغزش دور نہیں کی جاتی۔ (یعنی عیش میں اتنا مدہوش تھا کہ نہ میری توبہ کا اعتبار تھا نہ معافی طلب کرنے کا) رجب اور شعبان میں بھی برابر گناہ کئے جاتا تھا میرا مہربان شفیق باپ مجھے ہلاکت گاہ جہالت سے ڈراتا تھا اور گناہ کی بدبختی سے ترساں کرتا تھا اور کہتا تھا بیٹے اللہ کی پکڑیں اور سزائیں سخت ہیں۔ تو اس خدا کی نافرمانی کے درپے نہ ہو جو آگ کا عذاب دیگا۔ تیرے گناہوں سے تو راتوں کی تاریکی معزز فرشتے حرمت والے مہینے اور رات دن فریادی ہیں۔ باپ جس قدر مجھ پر زیادہ غصہ کرتا تھا میں اسی قدر اس کو مارتا رہتا تھا یہاں تک کہ میں نے اس کو اس حد تک پہنچا دیا کہ ایک روز اس نے کہا۔

خدا کی قسم اب میں برابر روزہ رکھوں گا۔ کبھی روزہ نہیں کھولوں گا۔ برابر نماز پڑھتا رہوں گا (کبھی) رات کو بھی نہیں سوؤں گا۔ چنانچہ ہفتہ بھر اس نے روزہ رکھا۔ پھر بھورے رنگ کے اونٹ پر سوار ہو کر حج اکبر کے دن کہیں پہنچ گیا اور کہنے لگا۔ اب میں کعبہ کو جاؤں گا اور تیرے خلاف اللہ سے مدد کا خواستگار رہوں گا۔ چنانچہ حج اکبر کے دن کعبہ کے پردے پکڑ کر میرے لئے بد دعا کی اور کہا اے وہ خدا جس کی طرف دور سے حاجی آتے ہیں اور بے پرواہ غالب ذات واحد کے فضل کی آس رکھتے ہیں منازل میری نافرمانی سے باز نہیں آتا۔ اے رحمٰن میرے لڑکے سے میرا حق لیلے۔ اے پاک ذات کہ نہ تیری اولاد ہے اور نہ تو کسی کی اولاد مجھ پر بخشش کر اور اس کا ایک پہلو (یعنی بدن کا ایک جانب) مفلوج کر دے۔

منازل نے کہا قسم ہے اس خدا کی جس نے آسمان کو بلند کیا ہے اور پانی کو چشموں سے نکالا ہے میرا باپ اپنا کلام پورا کرنے نہ پایا تھا کہ میرا دایاں حصہ مفلوج ہو گیا اور میں حرم کے کونوں میں پڑے ہوئے تختے کی طرح ہو کر رہ گیا۔ لوگ صبح شام میری طرف آتے اور کہتے تھے اس کے متعلق اللہ نے اس کے باپ کی یہ دعا قبول فرمائی ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا پھر تیرے باپ نے کیا کیا۔ منازل نے کہا، امیرالمومنین جب وہ راضی ہو گیا۔ تو میں نے اس سے درخواست کی کہ جس جگہ مجھے بد دعا دی تھی۔ اسی جگہ جا کر میرے لئے دعا کرے اس نے میری درخواست مان لی۔ تب سفر میں مجھے ایک اونٹنی مل گئی میں اس اونٹنی پر باپ کو سوار کر کے لے چلا۔ ایک وادی میں پہنچے جس کو اراک (درخت پیلو) کی وادی کہا جاتا ہے۔ کسی درخت سے ایک پرندہ اڑا اس کے اڑنے سے اونٹنی بدکی۔ باپ نیچے گر پڑا اور مر گیا۔

حضرت نے فرمایا کیا میں تجھے ایسے کلمات دعائیہ سکھا دوں۔ جو رسول اللہ سے میں نے سنے ہیں اور حضور نے فرمایا تھا کہ کوئی غم زدہ ایسا نہیں کہ ان الفاظ سے دعا کرے اور اللہ اس کے غم کو دور نہ کرے۔ نہ کوئی ایسا بے چین ہے کہ ان الفاظ سے دعا کرے اور اللہ اس کی بے چینی کو دور نہ کرے۔ منازل نے کہا بہتر ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا اس کے بعد امیرالمومنین نے منازل کو وہ دعا سکھا دی۔ منازل نے اللہ سے وہی دعا کی اور مرض سے رہائی پائی اور ہمارے پاس صبح کو صحیح تندرست ہو کر آیا۔ میں نے اس سے پوچھا تو نے کس طرح عمل کیا۔ کہنے لگا جب (لوگوں کی) آنکھوں کو (نیند کا) آرام حاصل ہو گیا (سب سو گئے) تو میں نے وہی دعا ایک دو تین مرتبہ کی ندا آئی تیرے لئے اللہ کافی ہے۔ تو نے اسم اعظم لے کر اللہ سے دعا کی ہے اللہ کو اسم اعظم لے کر جب بھی پکارا جاتا ہے اللہ دعا کو قبول فرماتا ہے۔ اور جو چیز اس سے مانگی جاتی ہے۔ وہ عنایت فرماتا ہے۔ اس کے بعد میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گیا۔ تو خواب میں رسول اللہ کو دیکھا میں نے دعا عرض کی۔ فرمایا میرے چچا کے بیٹے علیؑ نے سچ کہا۔ اسی میں اللہ کا اسم اعظم ہے۔ کہ اگر اس کو لیکر اللہ سے دعا کی جائے۔ تو وہ قبول فرماتا ہے (اس کے بعد میں بیدار ہو گیا) دوبارہ پھر میری آنکھ لگ گئی۔ تو میں نے پھر رسول اللہؐ کو دیکھا اور عرض کی یا رسول اللہؐ میں حضور سے وہ دعا سننی چاہتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا اس طرح کہو۔

اے اللہ۔ اے پوشیدہ چیزوں کو جاننے والے۔ اے وہ ذات جس کی قدرت سے آسمان بنائے گئے ہیں۔ اے وہ ذات جس کی قوت سے زمین بچھائی گئی ہے۔ اے وہ ذات جس کے نور جلال سے سورج اور چاند روشن اور پرنور ہیں۔ اے وہ ذات جس کی توجہ ہر ایک ایمان دار نفس کی طرف ہوتی ہے۔ اے وہ ذات جو ترساں اور ہراساں لوگوں کے خوف کو تسکین دینے والی ہے۔ اے وہ ذات جس کے ہاں مخلوق کی حاجتیں پوری کی جاتی ہیں۔ اے وہ ذات جس نے یوسفؑ کو غلامی کی ذلت سے نجات دی۔ اے وہ ذات جس کا نہ کوئی دربان ہے کہ اس کو پکارا جائے۔ نہ کوئی مصاحب ہے کہ اس کے پاس حضری دی جائے نہ کوئی وزیر ہے کہ اس کو کچھ ہدیہ نذرانہ) دیا جائے۔ نہ اس کے علاوہ کوئی رب ہے کہ اس سے دعا کی جائے جس کا کرم اور فضل او جود کثرت حاجات کے بڑھتا ہی جاتا ہے۔ میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنی رحمت محمدؐ اور آپ کی آل پر نازل فرما اور مجھے میری مراد عطا کر حقیقت میں تو ہی ہر چیز پر قابو رکھتا ہے۔

یہ خواب دیکھکر میں بیدار ہوگیا۔ بیدار ہوا تو بالکل تندرست تھا۔ حضرت علی نے فرمایا اس دعا کو مضبوطی کے ساتھ لو، یہ عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

حضرت عمر کے زمانہ کا بھی ایسا ہی ایک واقعہ منقول ہے جس کی تفصیل موجب طوالت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کسی دانشمند کے لئے زیبا نہیں کہ گناہوں کو مظالم کو اور مظلوم کی بد دعا کو حقیر سمجھے۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ظلم قیامت کے دن تاریکیاں بن جائے گا۔ یہ بھی فرمایا۔

جب بندہ مانگنے کے لئے اپنے ہاتھ اللہ کے سامنے پھیلاتا ہے۔ تو اللہ کو اس کے خالی ہاتھ پھیرتے شرم آتی ہے۔ اس لئے یا اس کو جلد ہی دنیا میں دے دیتا ہے یا قیامت کے دن کے لئے جمع رکھ چھوڑتا ہے۔ اس سلسلہ میں دو شعر سنائے گئے ہیں۔ (جن کا ترجمہ یہ ہے کہ) کیا تو دعا کو سنکر حقیر سمجھتا ہے۔ دعا کی تاثیر تیرے اندر نمایاں ہے۔ دعا رشب کے تیر خطا نہیں جاتے۔ مگر ان کا ایک وقت ہے اور (درمیانی) وقت کو گزرنا ہے۔

مجلس

ماہ شعبان کی فضیلت شعبان کی پندرھویں شب میں کس قدر مغفرتیں اور اللہ کی خوشنودیاں نازل ہوتی ہیں

ابو نصر محمد سے ان کے باپ ابو علی حسین نے اور حسین سے ابوالحسن علی بن محمد بن عمرو بن حفص جعفر مقری نے اور حافظ ابوالفتح نے اور ابوالحسن سے ابو بکر محمد شافعی بن عبداللہ نے اور ابو بکر سے اسحاق بن حسن نے اور اسحاق سے عبداللہ بن مسلمہ نے اور عبداللہ سے مالک بن انس نے اور مالک سے ابوالنضر مولی عمر بن عبداللہ اور ابوالنضر سے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن

نے اور ابوسلمہ سے ام المومنین حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ (شعبان کے روزے رکھتے تھے۔ تو ہم کہتے تھے اب
دکوئی دن) ناغہ نہیں کریں گے اور ناغہ کرتے تھے تو ہم کہتے تھے اب (اس ماہ میں) روزہ نہیں رکھیں گے میں نے کبھی
نہیں دیکھا کہ سوائے رمضان کے رسول اللہؐ نے کسی مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں اور میں نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ آپ
نے شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزے رکھے ہوں یہ حدیث صحیح ہے بخاری نے اس کو عبداللہ بن یوسف از مالک کی روایت
سے بیان کیا ہے ابونصر نے اپنے والد محمد کی اسناد سے بروایت ہشام بن عروہ بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا رسول اللہؐ
روزے رکھتے تھے تو (اتنے کہ) ہم کہتے تھے اب روزے ترک نہیں کریں گے اور ترک کرتے تھے تو (اتنے کہ) ہم کہتے تھے
اب روزہ نہیں رکھیں گے حضورؐ کو شعبان میں روزے رکھنا بہت ہی مرغوب تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا وجہ ہے
کہ میں آپ کو شعبان میں روزے رکھتے دیکھتی ہوں، فرمایا عائشہ یہ ایسا مہینہ ہے کہ سال کے باقی حصہ میں مرنے والوں کے نام
لکھ کر ملک الموت کو اس ماہ میں دیدیئے جاتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ میرا نام ایسی حالت میں نقل کر کے دیا جائے کہ میرا روزہ ہو۔
ابونصر نے اپنے والد محمد کی اسناد سے بروایت عطاء بن یسار ام المومنین حضرت ام سلمہ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ
رمضان کے علاوہ کسی مہینہ میں اتنے زیادہ روزے نہیں رکھتے تھے جتنے شعبان میں رکھتے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ مرنے
والوں کے نام شعبان میں زندوں کی فہرست سے نکال کر مردوں کی فہرست میں شامل کر دیئے جاتے ہیں۔ آدمی سفر کرتا ہے حالانکہ
اس کا نام مرنے والوں میں لکھا جا چکا ہوتا ہے۔

ابونصر نے اپنے والد کی اسناد سے حضرت انسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ سے افضل الصیام (تمام روزوں میں
بہترین روزہ) دریافت کیا گیا۔ فرمایا رمضان کی تعظیم کے لئے شعبان کے روزے رکھنا۔

ابونصر نے اپنے والد کی اسناد سے بروایت معاویہ بن صالح از عبیداللہ بن قیس بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں
رسول اللہؐ کا محبوب ترین مہینہ شعبان کا تھا آپ اس (کے روزوں) کو رمضان سے ملا دیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو شخص شعبان کے آخری دوشنبہ کو روزہ رکھیگا اس کی
مغفرت کر دی جائے گی۔ لفظ آخری سے حضورؐ کی مراد آخری دوشنبہ ہے۔ شعبان کی آخری تاریخ نہیں ہے کیونکہ رمضان
سے ایک دو روز پہلے روزہ رکھنا تو (اس شخص کے لئے جو مسلسل روزے نہ رکھ رہا ہو) ممنوع ہے۔

حضرت انس بن مالک کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا شعبان کو شعبان کہنے کی وجہ یہ ہے کہ رمضان
کے لئے اس سے خیر کثیر پھوٹ کر نکلتی ہے اور رمضان کو رمضان اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ گناہوں کو جلا ڈالتا ہے
(رَمَضَ۔ جلا ڈالنا)

فصل اللہ نے فرمایا ہے وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ (تیرا رب جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور انتخاب
کر لیتا ہے) اللہ نے ہر چیز میں سے چار کا انتخاب فرمایا ہے۔ پھر چار میں سے ایک کو چن لیا ہے

چار کا انتخاب کیا۔ جبرئیل میکائیل اسرافیل عزرائیل پھر چاروں میں سے جبرئیل کو چن لیا۔ انبیا میں سے چار کا انتخاب کیا ابراہیم۔ موسیٰ عیسیٰ اور محمد پھر ان میں سے محمد کو چن لیا۔ صحابہ میں سے چار کا انتخاب کیا۔ ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ۔ پھر ان میں سے ابوبکر کو چن لیا مسجدوں میں چار مسجدوں کا انتخاب کیا۔ مسجد حرام (کعبہ شریف) مسجد اقصیٰ (بیت المقدس کی مسجد انبیاء)، مدینہ شریف کی مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد طور سینا۔ پھر ان میں سے کعبہ شریف کو چن لیا۔ ایام میں سے چار دنوں کو منتخب کر لیا۔ روز فطر، روز اضحیٰ روز عرفہ (یعنی حج کا دن)، اور روز عاشورا (دسویں محرم) پھر ان میں سے روز حج کو چن لیا۔ راتوں میں چار راتیں منتخب کریں۔ شب برات (شعبان کی پندرھویں شب) شب قدر۔ شب جمعہ اور شب عید۔ ان میں سے شب قدر کو چن لیا۔ بستیوں میں سے چار بستیوں کا انتخاب کیا۔ مکہ شریف۔ مدینہ پاک۔ بیت المقدس اور مساجد العشائر۔ ان میں سے مکہ شریف کو چن لیا۔ پہاڑوں میں سے چار پہاڑ چھانٹے۔ اُحد۔ طور سینا۔ لکام اور لبنان۔ ان میں سے طور کو چن لیا۔ دریاؤں میں سے چار کو چن لیا۔ جیحون۔ سیحون۔ نیل فرات۔ ان میں سے فرات کو چن لیا۔ مہینوں میں سے چار مہینوں کو منتخب کیا۔ رجب شعبان۔ رمضان اور محرم۔ ان میں سے شعبان کو چن لیا۔ شعبان کو رسول اللہ کا مہینہ قرار دیا۔ پس جس طرح رسول اللہ تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ اسی طرح آپ کا مہینہ سب مہینوں سے افضل ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ شعبان میرا مہینہ ہے اور رجب اللہ کا اور رمضان میری امت کا۔ شعبان گناہوں کو دور کرنے والا ہے۔ اور رمضان (بالکل) پاک کر دینے والا۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ رجب اور رمضان کے درمیان شعبان کا مہینہ ہے۔ لوگ اس کی طرف سے غفلت کرتے ہیں، حالانکہ رب العالمین کے سامنے اس ماہ میں اعمال کی پیشی ہوتی ہے میں پسند کرتا ہوں کہ اپنے اعمال کی پیشی کے وقت میں روزہ دار رہوں۔

حضرت انسؓ بن مالک کی روایت ہے کہ حضور اقدس نے فرمایا۔ باقی مہینوں پر رجب کی فضیلت ایسی ہے۔ جیسے دوسرے کلاموں پر قرآن مجید کی فضیلت اور باقی مہینوں پر شعبان کی فضیلت ایسی ہے جیسی دوسرے تمام انبیاء پر میری فضیلت اور دوسرے مہینوں پر رمضان کی فضیلت ایسی ہے۔ جیسے تمام مخلوق پر اللہ کی فضیلت۔

حضرت انس بن مالک نے فرمایا۔ رسول اللہ کے صحابی جب شعبان کا چاند دیکھ لیتے۔ تو قرآن مجید کی تلاوت میں سرنگون (یعنی منہمک) ہو جاتے اور مسلمان اپنے مال کی زکوٰۃ نکالتے۔ تاکہ ضعیف اور مسکین آدمی بھی ماہ رمضان کے روزے رکھنے کی طاقت حاصل کر لیں اور حکام قیدیوں کو طلب کر کے جس پر شرعی حد (سزا) اُس پر حد لگاتے (سزا دیدیتے) ورنہ آزاد کر دیتے اور سوداگر اپنے ذمہ کے قرضے چکا دیتے اور دوسروں پر ان کا قرض ہوتا تو وصول کر لیتے۔ یہاں تک کہ جب رمضان کا چاند دیکھ لیتے تو غسل کر کے اعتکاف میں بیٹھ جاتے۔

فصل شعبان کے پانچ حرف میں۔ شین شرف کا۔ عین علو کا۔ با برّ کا (برّ کے معنی احسان بھلائی)۔ الف الفت۔ نون نور کا۔ اس مہینہ میں یہ پانچوں عطیے اللہ کی طرف سے بندہ کے لئے ہوتے ہیں۔ اس مہینہ میں بھلائیوں کا دروازہ

کھول دیا جاتا ہے۔ برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ گناہوں کو ترک کیا جاتا ہے۔ خطاؤں کا اتار کیا جاتا ہے۔ رسول اللہؐ پر درود کی کثرت کی جاتی ہے۔ درود بھیجنے کا یہ (خاص) مہینہ ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ اللہ کی طرف سے صلوٰۃ کا معنی ہے رحمت اور ملائکہ کی طرف سے صلوٰۃ کا معنی ہے شفاعت اور دعا مغفرت اور مومنوں کی طرف سے صلوٰۃ سے مراد ہے دعا اور ثنا۔

مجاہدؒ نے فرمایا اللہ کی طرف سے صلوٰۃ کا معنی ہے (نیکی کی) توفیق اور (بدی سے) بچانا اور ملائکہ کی طرف سے صلوٰۃ کا معنی ہے امداد اور نصرت اور مومنوں کی صلوٰۃ کا معنی ہے پیروی کرنا اور تعظیم کرنا۔

ابن عطاءؒ نے فرمایا رسولؐ اللہ کی طرف سے درود کا معنی ہے تعلق اتصالی کا بقا اور درود ملائکہ کا معنی ہے ملائکہ کے خوش کی رقت (یعنی ایسا تاثر جو وجہ رحمت کا باعث ہو) اور مومنوں کی طرف سے درود کا معنی ہے پیروی اور محبت کرنا۔

بعض دوسرے لوگوں نے کہا کہ اللہ کی طرف سے درود کا معنی ہے عزت بڑھانا اور درود ملائکہ کا معنی ہے تعظیم کا اظہار کرنا اور امت کے درود کا معنی ہے شفاعت طلب کرنا۔

رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو ایک بار مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ اللہ اس پر دس بار رحمت فرماتا ہے۔ اس لئے ہر دانشمند مومن کے لئے مناسب ہے کہ اس مہینہ میں غافل نہ رہے۔ بلکہ رمضان کے استقبال کی تیاری اس مہینہ میں کرے۔ گزشتہ سے توبہ کرکے گناہوں سے پاک ہو جائے۔ ماہ شعبان میں ہی اللہ کے سامنے زاری کرے۔ رسول اللہ کا وسیلہ پکڑے کیونکہ یہ مہینہ آپ ہی کا ہے۔ تاکہ دل کی خرابی درست ہو جائے اور اندرونی بیماری کا علاج ہو جائے۔ تاخیر اور ٹال مٹول نہ کرے کہ کل کروں گا کیونکہ دن تین ہی ہیں۔ ایک وہ جو کل گذر گیا۔ ایک آج کا دن جو عمل کا دن ہے۔ ایک آنے والا کل جس کی امید ہی امید ہے معلوم نہیں وہ اس کے لئے آئیگا یا نہیں۔ گذشتہ کل ایک نصیحت ہے۔ آج کا دن غنیمت ہے آنے والا کل صرف خیالی ہے۔ اسی طرح مہینے تین ہیں۔ رجب تو گذر گیا۔ وہ لوٹ کر نہیں آئے گا رمضان کا منتظر ہے معلوم نہیں اس مہینہ تک زندگی رہے یا نہ رہے بس شعبان ہی ان دونوں کے درمیان ہے۔ اس لئے اسی میں طاعت کو غنیمت جانے۔

ایک شخص (بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ شخص حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بن خطاب تھے) کو نصیحت کرتے ہوئے رسول اللہؐ نے فرمایا تھا۔ پانچ کو پانچ سے پہلے غنیمت سمجھو۔ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔ تندرستی کو بیماری سے پہلے مالداری کو افلاس سے پہلے۔ فراغت (وقت) کو مشغولیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔

فصل

شب برات کیسی کیسی خصوصی رحمتوں نوازشوں اور فضیلتوں کی رات ہے

اللہ نے فرمایا ہے۔ حٰمٓ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ حم یعنی روز قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے۔ اللہ اس کا فیصلہ کر چکا۔

والکتٰب المبین قسم ہے قرآن مجید کی۔ انا انزلنٰہ فی لیلۃ مبارکۃ ہم نے یہ قرآن برکت والی رات یعنی نصف شعبان کی رات میں نازل کیا۔ عکرمہ کے علاوہ اکثر اہل تفسیر کا یہی قول ہے صرف عکرمہ کا قول ہے کہ لیلۃ مبارکۃ سے شب قدر مراد ہے۔ اللہ نے قرآن مجید میں بہت چیزوں کو مبارک فرمایا ہے۔ قرآن کو خود ہی مبارک کہا ہے۔ فرمایا ہے وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ۔ یہ قرآن برکت والی یادداشت ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے۔ قرآن کی برکت طرح طرح کی ہے مثلاً جو شخص اس کو پڑھتا اور مانتا ہے۔ وہ ہدایت پاتا اور دوزخ سے رہائی حاصل کر لیتا ہے۔ بلکہ یہ برکت پھیل کر اس کے باپ دادا اور اولاد تک پہنچتی ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص اوراق میں دیکھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے۔ اللہ اس کے ماں باپ سے عذاب کو ہلکا کر دیتا ہے۔ خواہ وہ کافر ہی ہوں۔

اللہ نے پانی کو بھی مبارک فرمایا ہے۔ ارشاد ہوا ہے وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا ہم نے اوپر سے برکت والا پانی نازل کیا۔ پانی کی ہی یہ برکت ہے کہ سب چیزیں اسی سے زندہ ہیں۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ۔ ہم نے ہر زندہ چیز کو بنایا، تو کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے۔ پانی میں دس خوبیاں ہیں۔ سیالیت۔ نرمی۔ طاقت۔ لطافت۔ صفائی۔ حرکت۔ تری۔ خنکی۔ تواضع۔ اور زندگی۔ یہ سب خوبیاں اللہ نے دانشمند مومن کے دل میں رکھی ہیں۔ دل میں نرمی بھی ہے اور اخلاق میں خوبی بھی، رحمت کی طاقت بھی ہے۔ نفس کی لطافت بھی ہے۔ عمل کی صفائی بھی ہے۔ بھلائی کی طرف حرکت بھی۔ آنکھوں میں رطوبت بھی ہے۔ گناہوں میں افسردگی بھی ہے۔ مخلوق سے تواضع بھی ہے اور حق بات سننے سے زندگی بھی۔

اللہ نے زیتون کو بھی مبارک فرمایا ہے۔ ارشاد ہوا ہے۔ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ یہی پہلا درخت ہے کہ زمین پر اترنے کے بعد حضرت آدم نے اس سے کھایا (یعنی پھل کھایا)۔ اس میں غذا بھی ہے اور روشنی حاصل کرنے کا تیل بھی۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ۔ کھانے والوں کے لئے سالن۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ شجرۂ مبارکہ حضرت ابراہیم تھے یا قرآن ہے یا ایمان ہے یا مومن کا نفس مطمئنہ ہے جو ہر خیر کی اس کو حکم دیتا ہے۔ ہر امر الٰہی کی تعمیل کرتا ہے۔ ہر ممنوع سے باز رہتا ہے۔ تقدیر خداوندی کو تسلیم کرتا ہے۔ اللہ نے جو فیصلہ کر دیا

اور مکھدیا اس پر رضی رہتا ہے۔

حضرت عیسیٰ کو بھی اللہ نے مبارک فرمایا ہے۔ اللہ نے حضرت عیسیٰ کا قول نقل کرتے ہوئے وَجَعَلَنِیْ مُبَارَکًا فرمایا ہے۔ حضرت عیسیٰ ہی کی برکت تھی کہ حضرت کی صدیقہ والدہ یعنی مریم کے لئے اللہ نے کھجور کے خشک درخت میں پھل پیدا کر دیئے تھے اور نیچے چشمہ بہا دیا تھا جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے۔ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِیًّا وَهُزِّیْۤ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْكِ رُطَبًا جَنِیًّا فَكُلِیْ وَاشْرَبِیْ وَقَرِّیْ عَیْنًا (جنت کے نیچے سے مریم کو پکارا کہ غمگین نہ ہو تیرے رب نے تیرے نیچے چشمہ جاری کر دیا ہے۔ اور درخت کھجور کے تنہ کو ہلا تیرے اوپر پکے پھل گریں گے پس کھا پی اور (بچہ سے) آنکھیں ٹھنڈی کر۔

مادر زاد نابینا اور کوڑھی کو اچھا کر دینا۔ دعا سے مردوں کو زندہ کر دینا اور دوسرے معجزات بھی حضرت عیسیٰ کی برکتیں تھیں۔

اللہ نے کعبہ شریف کو بھی مبارک فرمایا ہے۔ ارشاد ہوا ہے اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے لئے قائم کیا گیا۔ وہ گھر ہے جو مکہ میں ہے برکتوں والا۔ یہ کعبہ ہی کی برکت ہے کہ جو شخص اپنے اوپر ڈھیروں گناہوں کا بار لادے ہوئے اس کے اندر آتا ہے۔ جب باہر نکلتا ہے تو سب گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا ہے وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا یعنی جو مومن بامید ثواب گناہوں سے توبہ کرنے کے لئے کعبہ میں داخل ہوتا ہے اللہ اس کو عذاب سے محفوظ کر دیتا ہے اور اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور اس کو بخش دیتا ہے۔

بعض لوگوں نے آیت مذکورہ میں مامون ہونے سے مراد یہ لی ہے کہ حرم کے اندر کسی کو کوئی دکھ نہیں دیا جا سکتا۔ تا وقتیکہ باہر نہ نکل آئے اسی لئے حرمت کعبہ کا لحاظ کرتے ہوئے حرم کے جانوروں کو شکار کرنا اور وہاں کے درختوں کو کاٹنا حرام ہے۔ پس حرمت الٰہی کی وجہ سے کعبہ کی حرمت ہے اور مسجد کی حرمت کی وجہ سے مکہ کی حرمت ہے اور مکہ کی حرمت کے سبب حرم کی حرمت ہے۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ مسجد والوں کے لئے کعبہ قبلہ ہے اور مکہ والوں کے لئے مسجد قبلہ ہے اور حرم والوں کے لئے مکہ قبلہ ہے اور تمام زمین کے باشندوں کے لئے حرم قبلہ ہے۔ مکہ اور بکہ ایک ہی ہے۔ با، میم سے بدل جاتی ہے اور میم با سے۔ جیسے کمد اور کبد۔ لازم اور لازب۔

شب برات کو بھی اللہ نے مبارک فرمایا ہے کیونکہ زمین والوں کے لئے اس رات میں رحمت برکت خیر گناہوں کی معافی اور مغفرت نازل ہوتی ہے۔ اس قول کے ثبوت میں منجملہ دیگر روایات کے ایک روایت وہ ہے جو ابونصر نے اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے بیان کی ہے۔ ابونصر کے والد سے عبداللہ بن محمد نے، عبداللہ سے اسمٰعیل بجلی بن عمر نے۔ اسمٰعیل سے عمرو بن موسیٰ نے عمر سے زید بن علی نے اور زید سے سلسلہ آیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس نے ارشاد فرمایا نصف شعبان کی رات میں اللہ تعالیٰ قریب والے آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے اور سوا مشرک اور دل میں کینہ رکھنے والے اور رشتہ داری منقطع کرنے والے اور بدکار عورت کے مسلمان کو بخش دیتا ہے۔

ابو نصر نے اپنے والد کی اسناد سے بحوالہ یحییٰ بن سعید از عروہ بیان کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ نصف شعبان کی رات میں رسول اللہ میری چادر کے اندر سے خاموشی کے ساتھ باہر نکل گئے۔ خدا کی قسم میری چادر نہ حریر کی تھی نہ قز کی نہ پوست کتان کی نہ خز کی (یہ چاروں قسمیں ریشمی کپڑوں کی ہیں) نہ باریک اون کی۔ عروہ نے کہا میں نے کہا سبحان اللہ پھر کس چیز کی تھی۔ فرمایا اس کا تانا بالوں کا تھا اور بانا اونٹ کے اون کا۔ حضرت عائشہ نے (اس کے بعد) فرمایا میرا گمان ہوا کہ حضور کسی بی بی کے پاس تشریف لے گئے۔ میں نے اٹھ کر کوٹھری میں تلاش کیا۔ تو میرے ہاتھ حضورؐ کے پاؤں پر پڑ گئے۔ آپؐ اس وقت سجدہ میں پڑے ہوئے تھے۔ میں نے آپ کی دعا (کے الفاظ) یاد کر لئے تھے۔ آپ کہہ رہے تھے۔ میرے جسم اور دل نے تجھے سجدہ کیا میرا دل تجھ پر ایمان رکھتا ہے میں تیری نعمتوں کا اقرار اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے مجھے بخش دے۔ تیرے سوائے گناہوں کو کوئی بخشنے والا نہیں۔ میں تیرے عذاب سے تیری عفو کی تیری سزا سے تیری رحمت کی۔ تیرے غضب سے تیری رضامندی کی اور تجھ سے تیری ہی پناہ چاہتا ہوں۔ میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ تو ویسا ہی ہے جیسی تو نے اپنی ثنا کی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ صبح تک رسول اللہ یونہی نماز میں کھڑے ہوتے اور بیٹھتے رہے۔ یہاں تک کہ پاؤں سوج گئے۔ میں پاؤں کو دباتی ہوئی۔ کہنے لگی۔ میرے ماں باپ قربان۔ کیا اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف نہیں کر دیئے ہیں۔ کیا۔ اللہ نے آپ کے ساتھ (ایسی رحمت) نہیں کی ہے۔ کیا ایسا ایسا نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا۔ عائشہ تو کیا میں شکر گذار نہ بنوں۔ کیا تم واقف ہو کہ اس رات میں کیا کیا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کیا کیا ہے فرمایا جو بچہ اس سال پیدا ہونے والا ہو گا اور جو شخص مرنے والا ہو گا۔ وہ اس رات میں لکھ دیا جائیگا۔ لوگوں کے رزق اس رات کو نازل ہوں گے اور لوگوں کے اعمال کی پیشی ہو گی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اللہ کی رحمت کے بغیر کوئی شخص جنت میں نہیں جائے گا فرمایا۔ اللہ کی رحمت کے بغیر کوئی بھی جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ میں نے عرض کیا اور آپ بھی نہیں۔ فرمایا میں بھی نہیں سوائے اس کے کہ اللہ اپنی رحمت مجھ پر ڈھانپ دے۔ پھر حضورؐ نے دست مبارک اپنے سر اور چہرہ پر پھیرا۔

ابو نصر نے ان کے والد نے۔ والد سے محمد بن احمد حافظ نے محمد سے عبداللہ بن محمد نے۔ عبداللہ سے ابو العباس ہراتی نے اور ابراہیم بن محمد بن حسن نے اور ان دونوں سے ابو عامر دمشقی نے۔ دمشقی سے ولید بن مسلم نے ولید سے ہشام ابن الغاز نے اور سلیمان بن مسلم نے بروایت مکحول بیان کیا کہ حضرت عائشہ سے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ عائشہ یہ کونسی رات ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بخوبی واقف ہے۔ فرمایا نصف شعبان کی رات ہے۔ اس میں دنیا کے اعمال اور بندوں کے اعمال اوپر اٹھائے جاتے ہیں (یعنی ان کی پیشی ہوتی ہے) بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر اس رات میں اللہ دوزخ سے لوگوں کو آزاد کرتا ہے۔ کیا آج رات تم مجھے اجازت دو گی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا میں نے عرض کیا۔ جی ہاں (اجازت پا کر) حضور نماز کو کھڑے ہو گئے۔ قیام خفیف کیا۔ سورہ فاتحہ اور ایک چھوٹی سورت پڑھی۔ پھر آدھی رات تک سجدہ میں پڑے رہے۔ پھر کھڑے ہو کر دوسری رکعت پڑھی اور اس میں بھی پہلی رکعت کی طرح قرأت کی (اور سجدہ میں چلے گئے) حضورؐ کا یہ

سجدہ فجر تک رہا میں دیکھتی رہی ۔ مجھے اندیشہ ہو گیا کہ کہیں اللہ نے اپنے رسول کی روح (مبارک) قبض کر لی ہو ۔ زیادہ دیر ہو گئی تو میں قریب گئی ۔ اور پاؤں کے تلووں کو چھوا تو حضور نے حرکت کی میں نے خود سنا حضور حالت سجدہ میں کہہ رہے تھے میں تیرے عذاب سے تیرے عفو کی تیرے غضب سے تیری رضامندی کی اور تجھ سے تیری ہی پناہ چاہتا ہوں ۔ تیری ذات بزرگ ہے میں تیری تعریف پوری نہیں کر سکتا جیسی تو نے اپنی ثنا کی ہے ۔ تو ویسا ہی ہے ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے آج رات کو آپ کو ایسا ذکر کرتے سنا کہ پہلے کبھی اس طرح ذکر کرتے نہیں سنا ۔ فرمایا کیا تم کو علم ہو گیا ۔ میں نے عرض کیا جی ہاں ۔ فرمایا تو ان (الفاظ) کو سیکھو اور (دوسروں کو) سکھاؤ ۔ جبرئیل نے مجھے سجدہ میں اس طرح ذکر کرنے کا حکم دیا تھا ۔

ابو نصر از ابو علی از عبد اللہ بن محمد از اسحاق بن احمد فارسی از احمد بن صباح بن ابی شریح از یزید بن ہارون از حجاج بن ارطاۃ از یحییٰ بن ابی کثیر از عروہ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا ۔ ایک رات میں نے رسول اللہؐ کو (بستر پر) نہیں پایا میں (تلاش میں) گھر سے نکل چلی ۔ دیکھا کہ بقیع (کے قبرستان) میں موجود ہیں اور سر آسمان کی طرف اٹھا ہوا ہے فرمایا تجھے اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تیری حق تلفی کریں گے ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا گمان تو یہی تھا کہ آپ کسی بی بی کے ہاں تشریف لے گئے ۔ فرمایا نصف شعبان کی رات میں اللہ قریب والے آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے اور بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ (گناہگاروں کی) بخشش فرماتا ہے ۔

حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلام عکرمہ نے آیت فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ کی تفسیر میں فرمایا نصف شعبان کی رات میں (آئندہ) سال کے امور کا انتظام اللہ کر دیتا ہے اور (بعض) زندوں کو مردوں کی فہرست میں لکھ دیتا ہے اور بیت اللہ کے حاجیوں کو بھی لکھ دیا جاتا ہے (کہ آنے والے سال میں کون کون حج کرے گا) پھر اس لکھی ہوئی تعداد میں کمی بیشی نہیں ہوتی ۔ حکیم بن کیسان نے فرمایا ۔ اللہ نصف شعبان کی رات میں اپنی مخلوق کو جھانکتا ہے اس رات جس کو پاک کر دیتا ہے اس کو آئندہ (وسط شعبان کی) رات تک پاک رکھتا ہے ۔

عطا بن یسار نے فرمایا کہ نصف شعبان کی رات کو سال (بھر) میں ہونے والے امور کی پیشی ہوتی ہے ۔ کچھ لوگ سفر کو جاتے ہیں حالانکہ ان کا نام زندوں سے نکال کر مردوں کی فہرست میں لکھ دیا گیا ہوتا ہے ۔ کوئی نکاح کرتا ہے حالانکہ وہ بھی زندوں کی فہرست سے نکال کر مردوں کے ساتھ شامل ہو چکا ہوتا ہے ۔

ابو نصر نے اپنے والد کی اسناد سے بحوالہ امام مالک بن انس ہشام بن عروہ کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا رسول اللہؐ فرماتے تھے کہ اللہ چار راتوں میں خیر کو خوب بہاتا ہے ۔ بقرعید کی رات عید الفطر کی رات نصف شعبان کی رات کہ جس میں اللہ عمریں اور رزق لکھتا ہے اور حج کرنیوالوں کو بھی لکھ دیتا ہے اور چوتھی رات عرفہ (حج) کی ہے ۔ خیر کا یہ بہاؤ (فجر کی) اذان تک ہوتا ہے ۔ سعید نے کہا مجھ سے ابراہیم بن ابی نجیح کہتے تھے کہ ایسی راتیں پانچ ہیں جس میں شب جمعہ بھی شامل ہے ۔

حضرت ابوہریرہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا نصف شعبان کی رات کو میرے پاس جبرئیل آئے۔ اور کہا محمد اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاؤ۔ میں نے کہا کیسی رات ہے۔ کہنے لگے اس رات اللہ تعالیٰ رحمت کے تین سو دروازے کھول دیتا ہے اور سوائے جادوگر اور کاہن اور عادی شرابخوار اور اس شخص کے جو سود خوری اور زناکاری پر اصرار رکھتا ہو۔ ہر غیر مشرک کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ صرف ان (مستثنیٰ) لوگوں کی مغفرت بغیر توبہ کئے نہیں کی جاتی۔ جب چوتھائی رات ہوئی تو جبرئیل اترے اور کہا محمد سر اٹھاؤ۔ اوپر کو سر اٹھا کر دیکھا۔ تو جنت کے دروازے کھلے نظر آئے پہلے دروازہ پر ایک فرشتہ ندا دے رہا تھا۔ خوشی ہو اس کے لئے جس نے رات رکوع کیا۔ دوسرے دروازہ پر ایک اور فرشتہ پکار رہا تھا خوشی ہو اس کے لئے جس نے اس رات میں سجدہ کیا۔ تیسرے دروازے پر ایک فرشتہ ندا دے رہا تھا۔ خوشی ہو اس کے لئے جس نے اس رات دعا کی۔ چوتھے دروازہ پر فرشتہ ندا دے رہا تھا۔ خوشی ہو اس رات میں ذکر کرنیوالوں کو۔ پانچویں دروازہ پر فرشتہ پکار رہا تھا۔ خوشی ہو اس کے لئے جو اس رات میں اللہ کے خوف سے رویا چھٹے دروازہ پر فرشتہ پکار رہا تھا۔ خوشی ہو اس رات میں مسلمانوں کے لئے۔ ساتویں دروازہ پر فرشتہ ندا کر رہا تھا۔ کیا ہے کوئی مانگنے والا کہ اس کی مانگ پوری کی جائے۔ آٹھویں دروازہ پر فرشتہ پکار رہا تھا۔ کیا ہے کوئی معافی کا طلبگار کہ اس کے گناہ معاف کئے جائیں۔ میں نے کہا جبرئیل یہ دروازے کب تک کھلے رہیں گے۔ جبرئیل نے کہا اول شب سے طلوع فجر تک۔ اس کے بعد جبرئیل نے کہا محمد اس رات میں دوزخ سے آزاد ہونیوالوں کی تعداد بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر ہے۔

فصل کہا گیا ہے شب برات کو شب برات اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں دو آزادیاں ہوتی ہیں بدبختوں کی آزادی اللہ سے ہوتی ہے اور اولیاء کی آزادی نامراد چھوڑ دینے سے۔

روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا نصف شعبان کی رات ہوتی ہے۔ تو اللہ اپنی مخلوق کو جھانکتا ہے مومنوں کو تو بخش دیتا ہے۔ کافروں کو ڈھیل دیتا ہے اور کینہ رکھنے والوں کو اس وقت تک چھوڑے رکھتا ہے کہ وہ کینہ کو ترک کر دیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس طرح زمین پر مسلمانوں کے لئے عید کے دو دن ہیں، اسی طرح آسمان پر فرشتوں کے لئے عید کی دو راتیں ہیں شب برات اور شب قدر۔ مسلمانوں کی عید دن میں ہوتی ہے اور ملائکہ کی عید رات میں۔ فرشتے سوتے نہیں اس لئے ان کی عید رات کو ہوتی ہے۔ اہل ایمان سوتے ہیں اس لئے ان کی عید دن میں ہوتی ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ نے شب برات کو ظاہر کر دیا اور شب قدر کو پوشیدہ رکھا اس کی وجہ یہ ہے کہ شب قدر رحمت و مغفرت اور دوزخ سے آزادی کی رات ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو پوشیدہ رکھا تا کہ لوگ اس رات کے بھروسہ پر اعمال سے بیٹھ نہ رہیں۔ اور شب برات حکم اور فیصلہ کی رات ہے۔ ناراضگی اور رضامندی کی رات ہے مقبول اور مردود کرنے کی رات ہے۔ وصل اور اعراض کی رات ہے۔ خوش نصیبی اور بدبختی کی رات ہے حصول عزت اور اندیشہ عذاب کی رات ہے کسی کو اس میں سعادت حاصل ہوتی ہے کسی کو دور کر دیا جاتا ہے کسی کو جزا دی جاتی ہے۔ کسی کو رسوا

قریب پہنچ گیا۔ فرمایا علی تم سے جبرئیل کہہ رہے ہیں کہ ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھا کرو۔ پہلے دن کے روزہ کے عوض دس ہزار سال (کے روزے) اور دوسرے دن کے روزہ کے عوض تیس ہزار سال (کے روزے) اور تیسرے دن کے روزے کے عوض ایک لاکھ برس (کے روزے) تمہارے لئے لکھے جائیں گے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس ثواب کی خصوصیت میرے ہی ساتھ ہے یا سب لوگوں کے لئے عام حکم ہے۔ فرمایا علی تم کو بھی اس کا ثواب ملیگا اور جو تمہارے بعد کریگا اس کو بھی یہی ثواب ملیگا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ وہ تین دن کونسے ہیں۔ فرمایا۔ ایام بیض (۱۳۔۱۴۔۱۵) عنترہ نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا ان دنوں کو ایام بیض کیوں کہا جاتا ہے۔ فرمایا۔ اللہ نے جب آدمؑ کو جنت سے نکال کر زمین پر اتارا۔ تو دھوپ نے ان کو جھلس ڈالا۔ اور ان کے بدن کی کھال کالی ہوگئی جبرئیل نے ان سے آکر کہا آدمؑ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری کھال گوری ہو جائے۔ حضرت آدمؑ نے کہا جی ہاں تو جبرئیل نے کہا۔ تو مہینہ میں تیرھویں چودھویں پندرھویں تاریخوں کے روزے رکھا کرو۔ حضرت آدمؑ نے جبرئیل کے کہنے کے مطابق پہلے دن کا روزہ رکھا تو ان کے بدن کی ایک تہائی کھال گوری ہوگئی۔ دوسرے دن کا روزہ رکھا۔ تو دو تہائی کھال کا رنگ گورا ہوگیا تیسرا روزہ رکھا۔ تو سارے بدن کی کھال گوری ہوگئی۔ اس لئے ان تاریخوں کو ایام بیض کہا جاتا ہے۔

پس حضرت آدمؑ ہی وہ پہلے شخص تھے جن پر روزہ فرض ہوا تھا۔

حسن بصری اور علماء تفسیر کی ایک جماعت کا قول ہے کہ اَلَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ سے مراد نصاریٰ ہیں کیونکہ عیسائیوں کے روزوں کا زمانہ اور تعداد مسلمانوں کے روزوں کے مہینے اور تعداد کے موافق تھی۔ ان پر بھی ماہ رمضان کے روزے فرض تھے۔ مگر سخت گرمی اور سخت سردی میں ان پر روزے رکھنا شاق ہوا۔ پھر سفر اور کسب معاش کی حالت میں ضرر بھی پہنچتا تھا۔ اس لئے ان کے علماء اور سرداروں نے باتفاق آراء طے کر لیا کہ ہر سال سردی گرمی کے موسموں کے درمیان روزوں کا وقت مقرر کر لیا جائے چنانچہ موسم بہار کو انہوں نے ایام صیام قرار دے لیا اور جو کچھ انہوں نے تبدیلی کی تھی اس کے کفارہ میں دس روزے زیادہ کر دیئے اس طرح چالیس روزے ہوگئے۔ کچھ مدت کے بعد عیسائیوں کا بادشاہ منہ کی بیماری میں مبتلا ہوا۔ اس نے نذر مانی کہ اگر اس کی بیماری اچھی ہوگئی تو روزوں میں ایک ہفتہ کی زیادتی کردوں گا۔ چنانچہ لوگوں نے اس کے حکم سے ایک ہفتہ کے روزے بڑھا دیئے۔ پھر اس بادشاہ کے مرنے کے بعد دوسرا بادشاہ ہوا تو اس نے مزید تین کا اضافہ کر دیا۔ اس طرح لوگوں نے پچاس پورے کر لیے

مجاہد نے بیان کیا کہ نصاریٰ کے مویشیوں میں بیماری پھیلی تو جانور مرنے لگے تو بادشاہ نے کہا روزوں کی تعداد بڑھا دو۔ لوگوں نے دس روزے بڑھا لئے۔ پھر اس کے بعد دس اور بڑھا لئے۔

شعبی کا قول ہے کہ اگر میں سال بھر روزے رکھتا رہوں تب بھی شک کے دن نہیں رہوں گا (یعنی شعبان کی ۳۰ تاریخ کی کہ کوئی اس کو شعبان (کا آخر دن) کہے اور کوئی رمضان (کی پہلی تاریخ) اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری طرح نصاریٰ پر بھی ماہ رمضان کے روزے فرض کئے گئے تھے۔ مگر انہوں نے رمضان کو دوسری فصل سے تبدیل کر لیا۔ کیونکہ گرمی کے زمانہ میں لوگ گن کر ۳۰ روزے رکھ لیا کرتے تھے۔ پھر ان کے بعد دوسرے لوگ آئے اور ان کو اپنی طاقت پر کوئی اعتماد تھا اس لئے انہوں نے ۳۰ سے پہلے

ایک دن یا دو دن روزہ رکھنا شروع کر دیا۔ پھر اسی طرح پچھلے لوگ اگلے لوگوں کی پیروی میں ایک ایک دو دو بڑھاتے رہے، یہاں تک کہ پورے پچاس دن کر لئے۔ آیت كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ کا یہی مطلب ہے۔ اس آیت میں لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ کا معنی یہ ہے کہ تم کھانے پینے اور جماع سے پرہیز رکھو۔

اہل تفسیر کہتے ہیں کہ جب حضور اقدس مدینہ میں تشریف لے آئے۔ تو اللہ نے اپنے رسول اور مومنوں پر دسویں محرم کا اور ہر ماہ میں تین دن کا روزہ رکھنا فرض کر دیا۔ یہاں تک کہ جنگ بدر سے ایک ماہ چند روز پہلے رمضان کے روزوں کا حکم اترا۔ (اور مذکورہ بالا روزوں کی فرضیت منسوخ ہو گئی) اللہ نے فرمایا اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ یعنی ماہ رمضان کے ۳۰ یا ۲۹ دن۔

سعید بن عمرو بن سعید بن عاص کہتے ہیں حضرت ابن عمر نے مرفوعاً بیان کیا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا میں اور میری امت امی ہیں نہ حساب جانیں نہ لکھنا مہینہ اتنا اور اتنا اور اتنا ہے (یعنی حضور نے ہاتھوں کی دسوں انگلیاں کھول کر سمجھا دیا کہ مہینہ اتنا اور اتنا اور اتنا ہوتا ہے)

شہر (مہینہ) کو شہر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لفظ شہرت سے بنا ہے اور شہرت کا معنی ہے (مشہور ہونا اور) سفیدی (اور طلوع اور اونچا کرنا) شَهَرْتُ السَّيْفَ میں نے تلوار کو نیام سے نکال کر اونچا کر دیا۔ شَهَرَ الْهِلَالُ۔ چاند نکل آیا۔

فصل لفظ رمضان (کی تنقیح) میں علماء کا اختلاف ہے کسی نے کہا رمضان اللہ کا نام ہے اسی لئے شَهْرُ رَمَضَانَ یعنی اللہ کا مہینہ کہا جاتا ہے۔ جیسے رجب کو اللہ کا مہینہ کہا جاتا ہے اور جیسے عبداللہ (اللہ کا بندہ) کہا جاتا ہے۔

حضرت جعفر صادق نے اپنے بزرگوں کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ رمضان کا مہینہ اللہ کا مہینہ ہے (یعنی رمضان اللہ کا نام ہے) حضرت انسؓ بن مالک کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا رمضان نہ کہا کرو بلکہ اللہ کی طرف اضافت کے ساتھ کہا کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ شَهْرُ رَمَضَانَ۔

اصمعی نے ابوعمرو بن العلاء کا قول نقل کیا ہے کہ رمضان کو رمضان اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس مہینہ میں اونٹ کے بچے گرمی کی وجہ سے جھلس جاتے ہیں۔

ابوعمر کے علاوہ بعض دوسرے لوگوں نے وجہ تسمیہ یہ بیان کی کہ گرمی کی وجہ سے پتھر تپنے لگتے ہیں اور رمضاء گرم پتھر (یا ریت) کو کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رمضان گناہوں کو جلا دیتا ہے۔ رَمَضٌ کا معنی ہے جلانا شاید دل اللہ کر دونوں قائلوں کے زمانہ میں رمضان موسم گرما ہی میں واقع ہو ہوگا۔ بلکہ تیسرے قول کی بناء بھی اسی پر معلوم ہوتی ہے۔ (جلانا)۔ یہ تیسرا قول بھی رسول اللہ سے مروی ہے۔

بعض نے کہا کہ رمضان میں نصیحت اور فکر آخرت کی گرمی سے دل ایسے متاثر ہوتے ہیں۔ جیسے ریت اور پتھر دھوپ سے متاثر ہوتے ہیں خلیل نے کہا۔ رمضان بنا ہے ارمض کے معنی ہے برساتی بارش ماہ رمضان بھی بدن سے گناہ بالکل دھو ڈالتا ہے اور دلوں کو پاک کر دیتا ہے (جیسے بارش سے بدن دھل کر پاک صاف ہو جاتا ہے)

فصل

آیت شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ کی تشریح

عطیہ بن اسود نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس سے عرض کیا کہ آیت اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ کے مطلب میں مجھے کچھ شک پیدا ہوتا ہے۔ قرآن مجید تو تمام مہینوں میں اُترا ہے۔ اللہ نے خود فرمایا ہے وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰہُ لِتَقْرَأَہٗ عَلَی النَّاسِ عَلٰی مُکْثٍ۔ ہم نے قرآن کو جدا جدا کر کے اتارا تاکہ تم وقفے کے بعد جب اُسے لوگوں کے سامنے پڑھو یعنی جب مختلف اوقات میں نزول ہوا ہے تو ایک مبارک رات میں نزول کا کیا معنی؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ ماہ رمضان کے اندر شب قدر میں یکدم پورا قرآن لوح محفوظ سے اترا تھا اور آسمان دنیا میں بیت العزت میں رکھدیا گیا تھا۔ پھر تھوڑا تھوڑا ۲۳ سال میں جبرئیل لے کر رسول اللہؐ پر اترتے رہے۔ اللہ کے فرمان فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ کا یہی مطلب ہے یعنی میں قسم کھاتا ہوں قرآن کے تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کے اوقات (یا مقامات) کی۔

داؤد بن ابی ہند نے کہا میں نے شعبی سے پوچھ کر ماہ رمضان جس میں قرآن نازل کیا گیا کیا باقی سال کے حصوں میں قرآن رسول اللہ پر نہیں اترتا تھا۔ شعبی نے کہا اترتا کیوں نہیں تھا۔ بات یہ تھی کہ جتنا قرآن نازل ہوچکتا۔ اُتنا حصہ رمضان کے مہینہ میں حضرت جبرئیل رسول اللہ کے سامنے دُہراتے تھے پس اللہ کو جتنا منظور ہوتا محکم اور برقرار رکھتا اور جتنا حصہ اللہ کو منسوخ کرنا ہوتا وہ رسول اللہ کو فراموش کرادیتا۔

شہاب بن طارق کی روایت ہے۔ کہ حضرت ابوذر غفاری نے بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا (حضرت) ابراہیم کے صحیفے رمضان کی تیسری تاریخ اترے اور (حضرت) موسیٰ پر توریت رمضان کی چھٹی تاریخ کو اتری اور (حضرت) داؤد پر زبور رمضان کی اٹھارہویں تاریخ کو اتری اور (حضرت) عیسیٰ پر انجیل رمضان کی تیرہویں تاریخ کو اتری اور محمدؐ پر قرآن مجید رمضان کی چودھویں تاریخ کو اترا۔

اس کے بعد اللہ نے قرآن کی صفت بیان کی ہے اور فرمایا ہے

ھُدًی لِّلنَّاسِ۔ یعنی قرآن گمراہی سے نکالنے والا ہے

وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی یعنی حلال حرام حدود اور احکام کی روشن دلیلیں ہیں

وَالْفُرْقَانِ اور حق و باطل کو جدا جدا کر دینے والا ہے۔

فصل

ماہ رمضان کی خصوصی فضیلتوں کا بیان

بونصر سے ان کے والد ابو علی نے ابو علی سے ابن الفارس نے، ابن الفارس سے ابو حامد احمد بن محمد بن جلودی نیشاپوری نے نیشاپوری سے محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے ابن اسحاق سے علی بن حجر سعدی نے سعدی سے یوسف بن زیاد نے یوسف سے ہمام بن یحیٰی نے ہمام سے علی بن زید بن جدعان نے علی سے سعید بن مسیب نے سعید سے حضرت سلمان فارسی نے بیان کیا کہ شعبان کے آخر دن رسول اللہ نے ہم کو خطبہ دیا اور فرمایا لوگو! عظمت والا مہینہ برکت والا مہینہ وہ مہینہ جس کے اندر ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، قریب آگیا۔ اللہ نے اس کے روزے فرض اور اس کی راتوں میں عبادت کو نفل قرار دیا ہے۔ جس نے اس میں ایک نیکی کی یا ایک فرض ادا کیا اس کا اجر اس شخص کی طرح ہوگا جس نے کسی دوسرے مہینے میں ستر فرض ادا کئے۔ یہ مہینہ (کھانے پینے اور صنفی قربت سے) صبر رکھنے کا ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔ یہ مہینہ ہمدردی کا ہے۔ اس ماہ میں مومن کی روزی (یعنی روزی کی برکت) بڑھجاتی ہے۔ اگر کوئی کسی روزہ دار کا روزہ کھلوائیگا تو یہ روزہ کشائی اس کے گناہوں کی معافی اور دوزخ سے گلوخلاصی کا سبب ہوگی اور روزہ دار کے روزہ کا ثواب کم ہوئے بغیر افطار کرنے والے کو بھی روزہ دار کی طرح ثواب ملیگا۔ صحابہ نے عرض کیا ہم میں سے ہر ایک کا مقدور نہیں کہ روزہ کشائی کرائیں۔ فرمایا اللہ یہ ثواب اس کو بھی دیگا جو ایک کھجور یا گھونٹ بھر پانی یا ایک چسکی دودھ سے ہی کسی کی روزہ کشائی کریگا۔ اس ماہ کا اول حصہ رحمت ہے درمیانی حصہ مغفرت ہے آخری حصہ دوزخ سے آزادی کا ہے۔ جو شخص اپنے باندی غلام کے کام میں اس ماہ میں تخفیف کردیگا۔ اللہ اس کو بخش دیگا اور اس کو دوزخ سے آزاد کردیگا۔ اس ماہ میں چار چیزیں بہت کیا کرو جن میں سے دو تو ایسی ہیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کروگے اور دو کے بغیر تمہارے لئے چارہ نہیں اول دو تو لا الٰہ الا اللہ کی شہادت اور اللہ سے استغفار کرنا ہے اور دوسری دو یہ ہیں کہ اللہ سے جنت کی درخواست کرو اور دوزخ سے اس کی پناہ مانگو۔ اس ماہ میں جو شخص کسی روزہ دار کا پیٹ بھرے گا اللہ اس کو میرے حوض سے ایک گھونٹ ایسا پلائیگا کہ پھر کبھی وہ پیاسا نہ ہوگا۔

کلبی از بونضرہ از حضرت ابو سعید خدری رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ ماہ رمضان کی پہلی رات کو جنت اور آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور رمضان کی آخری رات تک (پورے مہینے) بند نہیں کئے جاتے۔ جو بندہ یا بندی رمضان کی کسی رات میں نماز پڑھتا ہے۔ تو اللہ اس کے لئے ضرور ہر سجدہ کے عوض ایک ہزار سات سو نیکیاں لکھدیتا ہے اور جنت کے اندر اس کے لئے ایک سرخ یاقوت کا مکان تیار کردیتا ہے جس کے ستر ہزار دروازے ہوتے ہیں اور ہر دروازہ کے سونے کے دو کیواڑ یاقوت سرخ سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔

اگر ماہ رمضان کے پہلے دن روزہ رکھتا ہے تو رمضان کے آخر دن تک کے تمام گناہ اللہ بخش دیتا ہے اور آئندہ رمضان تک کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور ہر روزہ کے عوض جنت کے اندر اس کے لئے ایک محل مقرر ہو جاتا ہے جس کے ہزار دروازے سونے کے ہوتے ہیں اور صبح سے دن چھپنے تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور رات یا دن میں جو سجدہ اس نے کیا ہوتا ہے۔ اس کے عوض جنت کے اندر اتنا بڑا (سایہ دار) درخت ملیگا کہ شہسوار سو برس تک اس کے نیچے چل کر بھی سایہ کو سطے نہ کر سکیگا۔

مجھ سے ابونصر نے اپنے والد کی اسناد سے بروایت اعرج از حضرت ابوہریرہؓ بیان کیا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ اپنی مخلوق کی طرف نظر (رحمت) فرماتا ہے اور جب اللہ کسی بندے پر نظر فرماتا ہے۔ تو اس کو کبھی عذاب نہیں دیتا۔ اللہ کے حکم سے روزانہ ہزار ہزار (دس لاکھ) آدمی دوزخ سے آزاد ہوتے ہیں۔

مجھ سے ابونصر نے اپنے والد کی اسناد سے بروایت سہل از سعد از حضرت ابوہریرہ بیان کیا۔ کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

نافع بن بردہ نے بروایت حضرت ابومسعود غفاری بیان کیا کہ رسول اللہ فرما رہے تھے۔ جو بندہ رمضان کے کسی دن کا روزہ رکھتا ہے تو اس کا نکاح حورعین میں سے کسی حور سے ایک کھوکھلے موتی کے خیمے کے اندر کر دیا جاتا ہے۔ یہ حور ان اوصاف کی ہوتی ہے جن کے متعلق اللہ نے حورٌ مقصوراتٌ فی الخیام فرمایا ہے ہر حور کے بدن پر کپڑوں کے ستر جوڑے ہونگے اور کسی سوٹ کا رنگ دوسرے کی طرح نہ ہوگا۔ روزہ دار کو ستر قسم کی خوشبو دی جائے گی اور کوئی خوشبو دوسری کے ہم رنگ نہ ہوگی اس کو سرخ یاقوت کے موتیوں سے آراستہ ستر تخت دیئے جائیں گے ہر تخت پر ستر بستر ہونگے۔ ہر بستر پر ایک مسند ہوگی ہر عورت (یعنی حور) کے کام کے لئے ستر ہزار خدمتگار اور ستر ہزار خدمت گارنیاں ہونگی۔ حور اپنے ان تمام خدمتگاروں سمیت اپنے شوہر کے لئے ہوگی۔ ہر خدمتگارنی کے پاس سونے کا ایک پیالہ ہوگا جس میں ایک قسم کا کھانا ہوگا لیکن ہر لقمہ کے آخر میں وہ لذت محسوس ہوگی جو لقمہ کے شروع میں نہ ہوگی (یعنی ہر لقمہ کا مزہ دو رنگا ہوگا) اسی طرح (ان لوازم کے ساتھ) اس کا شوہر بھی یاقوت سرخ کے تخت پر متمکن ہوگا۔ یہ جزا رمضان کے ہر روزہ کی ہوگی اور روزہ کے سوا جو دوسری نیکیاں کی ہوں گی۔ وہ الگ رہیں۔

فصل ہم سے ابونصر نے اپنے باپ کی اسناد سے از محمد بن احمد از عبداللہ بن محمد از ابوالقاسم بن عبداللہ بن محمد از حسن بن ابراہیم بن لیسار از ابراہیم بن محمد بن حارث از سلمہ بن شبیب از قاسم بن محمد از ہشام بن ولید از حماد بن سلیمان دوسی از حسن از ضحاک بن مزاحم از حضرت ابن عباس بیان کیا۔ ابن عباس نے فرمایا میں نے خود سنا حضور قدس فرماتے تھے کہ ماہ رمضان کے داخلہ کے لئے جنت کی صفائی اور سجاوٹ یک سال سے دوسرے سال تک کی جاتی ہے۔ جب

ماہ رمضان کی پہلی رات آتی ہے۔ تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا جس کا نام مُثیرہ ہے چلتی ہے اور جنت کے درختوں کے پتوں اور کیواڑوں کی زنجیروں پر لگتی ہے اور لگنے سے ایسی آواز سنی جاتی ہے جس سے اچھی آواز سننے والوں نے کبھی نہیں سنی پھر حوریں بن سنور کر جنت کے جھروکوں میں آکر کھڑی ہوتی اور آواز دیتی ہیں۔ کیا کوئی ہے کہ اللہ سے ہم کو مانگے اور اللہ اس کا نکاح ہم سے کر دے پھر رضوان سے کہتی ہیں۔ یہ کیسی رات ہے۔ رضوان جواب دیتا ہے۔ اے بہترین حسینو! ماہ رمضان کی یہ پہلی رات ہے۔ محمدؐ کی امت میں سے روزہ رکھنے والوں کے لئے جنت کے دروازے کھول دئیے گئے ہیں۔ مالک امت محمدیہ کے روزہ داروں کی طرف سے دوزخ کے دروازے بند کر دے۔ جبرئیل زمین پر اتر کر جا اور شیطانوں کو طوق و زنجیر پہنا کر سمندروں کے کنڈوں میں پھینک دے تاکہ میرے حبیب محمدؐ کی امت کے روزوں کو وہ نہ بگاڑ سکیں۔

ماہ رمضان کی ہر رات میں تین مرتبہ اللہ فرماتا ہے کیا کوئی مانگنے والا ہے کہ میں اس کا سوال پورا کروں کیا کوئی توبہ کرنیوالا ہے کہ میں اس کی توبہ قبول کروں۔ کیا کوئی طلبگار مغفرت ہے کہ میں اس کو بخش دوں۔ کوئی ہے جو ایسے غنی کو قرض دے جو (قرض کا محتاج نہیں ہے اور) نادار نہیں ہے اور پورا بدلہ دینے والا ہے حق تلفی کرنے والا نہیں ہے۔

حضورؐ نے فرمایا ماہ رمضان میں ہر روز افطار کے وقت اللہ کی طرف سے ہزار در ہزار (دس لاکھ) دوزخ سے آزاد ہوتے ہیں۔ کہ ان میں سے ہر ایک عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔ جب جمعہ کی رات اور جمعہ کا دن ہوتا ہے۔ تو ہر ساعت اللہ کی طرف سے ہزار در ہزار آدمی دوزخ سے آزاد ہوتے ہیں جن میں ہر ایک عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔

رمضان کا آخر دن آتا ہے تو اول تاریخ سے آخر تاریخ تک جتنے آدمی دوزخ سے آزاد کئے جاتے ہیں ان سب کی تعداد کی برابر اس روز آزاد کئے جاتے ہیں۔

شب قدر ہوتی ہے۔ تو اللہ جبرئیل کو حکم دیتا ہے حسب الحکم جبرئیل سبز جھنڈا لیکر اور جلو میں ملائکہ کی ایک جماعت کو لیکر زمین پر اترتے ہیں اور جھنڈا کعبہ کی چھت پر گاڑ دیتے ہیں جبرئیلؑ کے چھ سو بازو ہیں وہ اپنے تمام پر صرف شب قدر میں ہی پھیلاتے ہیں جو مشرق و مغرب سے بھی پرے نکل جاتے ہیں۔ جبرئیلؑ فرشتوں کو امت محمدیہ کے درمیان داخل ہونے کا حکم دیتے ہیں فرشتے مسلمانوں میں داخل ہو کر ہر قیام کرنے والے نمازی کو اور ذکر کرنے والے کو سلام کرتے ہیں اور ان سے مصافحہ کرتے ہیں اور مسلمان دعا مانگتے ہیں تو فرشتے آمین کہتے ہیں۔ یہ حالت طلوع فجر تک رہتی ہے۔ پھر جبرئیل پکارتے ہیں۔ اے گروہ اولیا کوچ کرو۔ فرشتے کہتے ہیں اللہ نے امت محمدیہ کی حاجتوں کے متعلق کیا کیا جبرئیل جواب دیتے ہیں اللہ نے ان پر رحمت کی نظر کی ان کو معاف کیا اور بخش دیا۔ ہاں چار شخص مستثنیٰ ہیں حضور اقدس نے فرمایا وہ چار شخص یہ ہیں (۱) دائم الخمر یعنی ہمیشہ شراب پینے والا (۲) والدین کا نافرمان (۳) رشتہ داری منقطع کرنے والا (۴) مُشاحن (بغض رکھنے والا) عرض کیا گیا یارسول اللہ مشاحن کون فرمایا (مسلمانوں سے قطع تعلق کرنے والا۔

شب عید الفطر (جس کا نام شب انعام بھی ہے) کے بعد صبح کو اللہ فرشتوں کو تمام شہروں میں پھیل جانے کا حکم دیتا ہے

فرشتے زمین پر اتر کر گلیوں کے دہانوں پر کھڑے ہو کر ایسی آواز سے پکارتے ہیں جس کو جن و انس کے علاوہ تمام مخلوق خدا سنتی ہے
کہتے ہیں اے امت محمد رب کریم کی طرف نکل چلو۔ وہ بہت کچھ عنایت کرتا اور بڑے گناہ معاف فرماتا ہے۔ لوگ گھروں سے
نکل کر عید گاہ کو جاتے ہیں تو اللہ فرشتوں سے فرماتا ہے میرے فرشتو مزدور کام پورا کر دے تو اس کا بدلہ کیا ہونا چاہیئے ۔
فرشتے کہتے ہیں۔ بار الہا تو اس کی مزدوری پوری عطا فرما دے ۔ اللہ فرماتا ہے فرشتو میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ ماہ رمضان
میں ان کے روزوں اور راتوں کی نمازوں کے بدلہ میں میں نے اپنی خوشنودی اور گناہوں کی معافی ان کو عطا کر دی پھر
فرماتا ہے۔ میرے بندو مجھ سے مانگو اپنی عزت و جلال کی قسم اپنی اس جماعت کے اندر رہ کر مجھ سے جو کچھ آخرت کے متعلق
مانگو گے۔ میں ضرور عطا کروں گا اور جو کچھ دنیا کے متعلق مانگو گے میں تمہارے لئے اس پر نظر رکھوں گا۔ اپنی عزت و جلال کی قسم
جب تک تم مجھ سے ڈرتے رہو گے میں تمہاری لغزشوں پر پردہ ڈالے رہوں گا۔ اپنی عزت و جلال کی قسم دنیوی سزا پانے
والوں کے سامنے تم کو فضیحت اور رسوا نہیں کروں گا۔ جاؤ تمہاری بخشش ہو گئی۔ تم نے مجھے راضی کیا میں تم سے راضی
ہو گیا۔ حضور اقدس نے فرمایا یہ سنکر فرشتے خوش ہوتے ہیں اور افطار صوم کے وقت اللہ اس امت کو جو کچھ عطا فرماتا ہے اس
کی بشارت دیتے ہیں۔ ضحاک بن مزاحم نے حضرت ابن عباس کی روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ اس کے الفاظ ...
مذکورہ حدیث کے الفاظ کے قریب ہیں۔ اور معنی اسی کی طرح ہیں۔

ہر ... ابو نصر نے اپنے والد کی اسناد سے نخعی کا قول بحوالہ حضرت ابو مسعود غفاری بیان کیا کہ رسول اللہ نے ماہ رمضان کا
چاند دیکھنے کے دن فرمایا اگر بندوں کو معلوم ہو جاتا کہ ماہ رمضان میں کیا کیا برکات ہیں۔ تو سال بھر رمضان رہنے کی تمنا کرتے
قبیلہ خزاعہ کے ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ کچھ بیان فرمایئے حضور نے فرمایا ماہ رمضان کے لئے سال بھر تک جنت سجائی
جاتی ہے۔ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے۔ تو زیر عرش سے ایک ہوا چلتی ہے اور جنت کے درختوں پر پتی ... حوریں اس کو
دیکھ کر کہتی ہیں پروردگار اس مہینہ میں اپنے بندوں میں سے ہمارے جوڑے مقرر فرما دے جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور
ان کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی ہوں بس جو بندہ ماہ رمضان کے روزے رکھتا ہے۔ اللہ ایک کھوکھلے موتی کے خیمہ کے اندر اس
کا نکاح کسی حور سے (منجملہ ان حوروں کے جن کے متعلق حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ فرمایا ہے) ضرور کر دیتا ہے۔ ان
حوروں میں سے ہر عورت کے بدن پر لباس کے ستر جوڑے ہوں گے جن میں سے کوئی دوسرے کا ہم رنگ نہ ہوگا اور ہر ایک ستر قسم
کی خوشبو عطا کی جائے گی۔ لیکن ہر خوشبو دوسری سے غیر ہوگی۔ ہر عورت یاقوتی تخت پر فروکش ہوگی جو موتیوں سے آراستہ ہوگا۔
تخت پر ستر فرش ہوں گے اور ہر فرش کا استر دبیز ریشم کا ہوگا۔ ہر ایک کے اوپر ستر تکیے (یا مسندیں) ہوں گی۔ ہر حور کے ستر ہزار خادم
ہوں گے اور اس کے شوہر کے بھی ستر ہزار خادم ہوں گے۔ ہر خادم کے ہاتھ میں سونے کا ایک پیالہ ہوگا جس میں ایک رنگ کا کھانا ہوگا
کھانے کے اختتام پر وہ لذت محسوس ہوگی جو آغاز والی لذت سے جدا ہوگی۔ ہر حور کے شوہر (یعنی جنتی) کو بھی ایسا ہی کچھ
ملیگا۔ وہ بھی سرخ یاقوتی تخت پر متمکن ہوگا اور سونے کے دو کنگن جو یاقوت سے جڑے ہوئے موتیوں کے پہنے ہوگا یہ بدلہ

ماہ رمضان میں ہر روزے رکھنے والے کا ہوگا۔ دوسری نیکیاں جو اس نے جو بھی کی ہوں گی وہ الگ رہیں۔

قتادہ نے حضرت انسؓ بن مالک کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے داروغہ جنت کو پکارتا ہے۔ رضوان۔ لبیک۔ حاضر ہیں ہے۔ اللہ فرماتا ہے احمد کی امت کے روزہ داروں کے لئے میری جنت کو آراستہ اور صاف کرو اور جب تک مہینہ ختم نہ ہو جائے ان کے لئے جنت کو بند نہ کرو۔ پھر دوزخ کے مہتمم مالک کو ندا فرماتا ہے۔ مالک کہتا ہے لبیک۔ حاضر۔ اللہ فرماتا ہے۔ احمد کی امت کے روزہ داروں کی طرف سے دوزخ کے دروازے بند کر دو اور اس وقت تک نہ کھولو جب تک مہینہ گذر نہ جائے۔ پھر جبرئیل کو ندا دیتا ہے۔ جبرئیل کہتے ہیں لبیک حاضر اللہ فرماتا ہے زمین پر اترو سرکش شیطانوں کو باندھ دو تاکہ احمد کی امت کے روزہ داروں کے روز دن میں اور افطار کے وقت خرابی نہ کر سکیں۔ ماہ رمضان میں ہر روز طلوع آفتاب اور افطار کے وقت اللہ کی طرف سے کچھ بندے اور بندیاں دوزخ سے آزاد ہوتی ہیں اور ہر آسمان پر ایک ندا دینے والا فرشتہ (جس کی چوبی عرش کے نیچے۔ ور پنجے ساتویں نچلی زمین کی انتہا پر اور ایک بازو مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہوتا ہے اور وہ موتی مونگے اور جواہر کا تاج پہنے ہوتا ہے) پکارتا ہے۔ کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے۔ کیا کوئی دعا کرنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول کی جائے۔ کیا کوئی مظلوم ہے کہ اللہ اس کی مدد کرے کیا کوئی استغفار کرنے والا ہے کہ اللہ اس کو بخش دے کیا کوئی سائل ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جائے حضور اقدس نے فرمایا۔ پورے مہینے اللہ پکارتا ہے۔ میرے بندو اور بندیو تم کو بشارت ہو صبر کرو دلینے کھانے پینے وغیرہ سے، اور پابندی کرو عنقریب میں تمہاری مشقتیں دور کر دوں گا اور نہ میری رحمت و عزت میں پہنچ جاؤ گے۔

شب قدر ہوتی ہے تو جبرئیل ملائکہ کی ایک جماعت کو جلو میں لے کر اترتے ہیں۔ جو بندہ کھڑا ہو یا بیٹھا ہوا اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ فرشتے اس کے لئے دعا رحمت کرتے ہیں۔

حضرت انسؓ بن مالک کی روایت ہے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر آسمان وزمین کو اللہ بولنے کی اجازت دیدیتا تو وہ رمضان میں روزہ رکھنے والے کو جنت کی بشارت دیتے۔

حضرت عبداللہ بن اوفی کی روایت ہے حضور اقدس نے ارشاد فرمایا روزہ دار کی نیند عبادت ہے۔ خاموشی تسبیح ہے اس کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ اس کا عمل دوگنا کیا جاتا ہے۔

اعمش نے حضرت ابو خیثمہ کا قول نقل کیا ہے کہ صحابی کہتے تھے کہ ایک رمضان دوسرے رمضان تک ایک حج دوسرے حج تک ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک نماز دوسری نماز تک درمیانی گناہوں کا کفارہ ہے۔ بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز رکھا جائے۔

امیرالمومنین حضرت عمرؓ فاروق جب رمضان آتا تھا تو فرماتے تھے۔ مرحبا۔ یہ مہینہ سراسر خیر ہے اس کے دن روزہ کے اور راتیں عبادت کی ہیں۔ اس میں خرچ کرنا راہ خدا میں خرچ کرنے کے برابر ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جس نے ایمان کے ساتھ امید ثواب رمضان کے روزے رکھے اور راتوں کو عبادت کی۔ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا میری امت میں سے جو شخص کوئی نیکی کریگا اس کو دس گنے سے سات سو گنا تک ثواب ملیگا سوائے روزہ کے۔ روزہ کے متعلق تو اللہ فرماتا ہے۔ روزہ میرے لئے ہے میں ہی روزہ کے متعلق جزا دوں گا۔ روزہ دار کھانا پینا میرے لئے چھوڑتا ہے۔ روزہ (دوزخ اور گناہوں سے بچانے کے لئے) ڈھال ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی تو افطار کے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری خوشی اللہ سے ملنے کے وقت حاصل ہوگی۔ ابوالبرکات سقطی نے اپنی اسناد سے بروایت یزید بن ہارون ہم سے بیان کیا۔ یزید نے کہا۔ مجھ سے مسعودی نے بیان کیا۔ کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ ماہ رمضان کی کسی رات میں اگر کوئی اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا (آخر سورت تک) نفل نماز میں پڑھے گا۔ تو اس سال وہ محفوظ رہے گا۔

فصل رمضان کے پانچ حرف ہیں را۔ رضوان اللہ کی ہے (یعنی اللہ کی خوشنودی) میم محابّۃ اللہ کی ہے (یعنی اللہ کی محبت) ضاد۔ ضمان اللہ کا ہے (یعنی اللہ کی ذمہ داری) الف الفت کا ہے اور (نون) نور اور نوال بخشش کا یعنی اللہ کے دوستوں اور نیک لوگوں کی بخشش اور عزت کی طرف نون سے اشارہ ہے۔

کہتے ہیں کہ تمام مہینوں میں رمضان کے مہینہ کی مثال ایسی ہے جیسے سینہ میں دل یا انسانوں میں انبیاء یا بستیوں میں کعبہ۔ حرم کے اندر دجال لعین کو داخلہ نہیں ملیگا اور ماہ رمضان میں سرکش شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے اور انبیاء گنہگاروں کی سفارش کرتے ہیں۔ ماہ رمضان (خود بھی) روزہ داروں کی سفارش کرے گا۔ دل کی جلا معرفت اور ایمان کے نور سے ہوتی ہے اور رمضان کی زینت تلاوت قرآن کے نور سے جس شخص کی ماہ رمضان میں مغفرت نہ ہوئی تو پھر کس مہینہ میں ہوگی بندے پر لازم ہے کہ توبہ کے دروازے بند ہونے سے پہلے اللہ کی طرف سے سچے دل سے رجوع کرلے اور وقت گریہ گذرنے سے پہلے ہی (اپنے گناہوں پر) روئے حضور اقدس نے ارشاد فرمایا تھا کہ میری امت جب تک ماہ رمضان کو ٹھیک ٹھیک ادا کرتی رہے گی ذلیل نہ ہوگی۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ ذلت کیسی۔ فرمایا رمضان میں جس شخص نے حرام چیز کا ارتکاب کیا یا کوئی گناہ کیا یا شراب پی یا زنا کیا اس کا رمضان مقبول نہ ہوگا اور آئندہ سال تک اس پر اللہ کی اس کے فرشتوں کی اور آسمانوں کے بسنے والوں کی پھٹکار پڑتی رہے گی اگر اس درمیان میں (یعنی سال کے رمضان تک) مر جائے تو اللہ کے پاس اس کی کوئی نیکی نہ ہوگی۔

فصل۔ کہتے ہیں حضرت آدم سید البشر تھے اور حضور اقدس سید العرب تھے اور حضرت سلمانؓ تمام فارس کے سردار تھے اور حضرت صہیب تمام رومیوں کے سردار تھے اور حضرت بلالؓ سب حبشیوں کے سردار تھے اور مکہ معظمہ تمام بستیوں کا سردار ہے اور بیت المقدس کی ہر وادی سے برتر ہے اور جمعہ کا دن تمام ایام سے افضل ہے اور شب قدر تمام راتوں کی سردار ہے۔

تمام کتابوں کا سردار قرآن مجید ہے اور قرآن میں سورہ بقر تمام سورتوں کی سردار ہے اور سورہ بقر میں آیت الکرسی سب آیات سے بزرگ ہے اور سنگ اسود پتھروں کا سردار ہے اور زمزم ہر کنوئیں سے افضل ہے اور حضرت موسیٰ کی عصا ہر لاٹھی سے برتر تھی اور جس مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس رہے تھے وہ تمام مچھلیوں سے افضل تھی۔ اور حضرت صالح کی اونٹنی تمام اونٹنیوں کی سرگروہ تھی اور براق ہر گھوڑے سے افضل تھا اور حضرت سلیمان کی انگوٹھی تمام انگوٹھیوں کی سردار تھی اور ماہ رمضان تمام مہینوں کا سردار ہے۔

فصل

شب قدر کے فضائل

اللہ نے فرمایا اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ (آخرت سورت تک) قرآن نازل کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ نے لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر لکھنے والے فرشتوں کے پاس قرآن مجید بھیجا پس قرآن مجید کا جتنا حصہ پورے سال میں بحکم الٰہی جبرئیل رسول اللہ کے پاس لے کر آتے تھے۔ اتنا حصہ (پہلے ہی سے) شب قدر میں آسمان دنیا پر نازل ہو جاتا تھا۔ یہ شک کہ پورا قرآن شب قدر میں ماہ رمضان کے اندر لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل کر دیا گیا۔

حضرت ابن عباس وغیرہ نے آیت انا انزلناہ کی تفسیر میں فرمایا مراد یہ ہے کہ ہم نے یہ سورت اور پورا قرآن جبرئیل کی وساطت سے لکھنے والے فرشتوں کے پاس شب قدر میں آتارا اور اس کے بعد رسول اللہ پر تھوڑا تھوڑا ۲۳ سال کی مدت میں مختلف ایام و اوقات اور مختلف مہینوں میں حسب ضرورت اترتا رہا۔ لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ یعنی عظمت والی یا (بقول بعض) فیصلہ والی رات لیلۃ القدر تعظیماً کہا گیا ہے یا اس لئے کہا گیا ہے کہ آئندہ سال تک ہونے والے تمام واقعات کو اس رات میں مقدر کر دیتا ہے (مقدر کرنے سے مراد مقرر کر دینا) وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ یعنی اے محمد اگر اللہ آپ کو شب قدر کی عظمت نہ بتاتا تو آپ کو کیسے معلوم ہوتی۔

قرآن مجید میں جہاں بھی وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ آیا ہے تو اللہ نے اپنے پیغمبر کو اس چیز کی اطلاع دیدی ہے اور جہاں وَمَا یُدۡرِیۡكَ آیا ہے۔ تو اللہ نے اس کی اطلاع دی نہ علم دیا جیسے وَمَا یُدۡرِیۡكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوۡنُ قَرِیۡبًا چنانچہ قیامت کا وقت رسول اللہ پر منکشف نہیں ہوا۔ لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ سے مراد ہے عظمت اور فیصلہ والی رات بعض لوگ کہتے ہیں یہ وہی رات ہے جس کے متعلق آیت اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنۡذِرِیۡنَ فِیۡهَا یُفۡرَقُ كُلُّ اَمۡرٍ حَكِیۡمٍ نازل ہوئی ہے یعنی ہم نے قرآن مجید برکت والی رات میں اتارا ہم ہی ڈرانے والے ہیں۔ اسی رات میں تمام حکمت فیصلے کئے جاتے ہیں۔ لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ یعنی شب قدر میں عمل کرنا ہزار مہینوں کے عمل سے بہتر ہے جن میں شب قدر نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ صحابہؓ کو آیت خیر من الف شہر سے جتنی خوشی ہوئی۔ اتنی خوشی کسی چیز سے نہیں ہوئی۔ واقعہ یہ ہوا کہ ایک روز رسول اللہ نے صحابہ کے سامنے بنی اسرائیل میں سے چار آدمیوں کا یعنی حضرت ایوب حضرت زکریا حضرت حزقیل اور حضرت یوشع بن نون کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ انہوں نے اسی برس تک اللہ کی عبادت کی اور کبھی لمحہ بھر

بھی نافرمانی نہیں کی۔ صحابہ کو یہ بات سن کر تعجب ہوا۔ اتنے میں جبرئیل آگئے اور کہنے لگے۔ محمدؐ آپ کو اور آپ کے رفیقوں کو یہ سنکر تعجب ہوا کہ ان لوگوں نے اسی برس عبادت کی اور لمحہ بھر کے لئے اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔ اللہ نے تو آپ پر اس سے بھی بہتر (حکم) نازل فرمایا ہے۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل نے سورت انا انزلناہ فی لیلۃ القدر پڑھی اور کہنے لگے جس چیز پر آپ کو تعجب ہوا تھا۔ یہ اس سے افضل ہے۔ حضور اقدس یہ بات سنکر خوش ہوگئے۔

یحییٰ بن نجیح کا قول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا۔ جو ہزار مہینوں تک اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہتھیار بند رہا تھا (جہاد کرتا رہا تھا) کبھی اس نے ہتھیار نہیں کھولے۔ حضور اقدس نے صحابہ کے سامنے اس کا تذکرہ کیا صحابہ کو تعجب ہوا۔ اس پر اللہ نے آیت لیلۃ القدر خیر من الف شہر نازل فرمائی۔ مطلب یہ ہے کہ اس شخص کے ہزار مہینوں سے تمہارے لئے ایک شب قدر افضل ہے۔ بعض لوگوں نے اس مجاہد کا نام شمعون ذکر کیا ہے۔ جو مشہور عابد تھا کسی نے شمسون کہا ہے

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ یعنی شب قدر میں غروب آفتاب سے طلوع فجر تک فرشتے اترتے ہیں۔

وَالرُّوْحُ۔ یعنی حضرت جبرئیل

ضحاک نے حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ روح کی صورت ایک قوی الجثہ انسان کی ایسی ہے۔ اسی کے متعلق اللہ نے فرمایا وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ۔ واقعہ میں روح وہ فرشتہ ہے۔ جو قیامت کے دن ملائکہ کے ساتھ تنہا اکیلی صف میں کھڑا ہوگا۔ مقاتل کا قول ہے۔ اللہ کے نزدیک روح اشرف الملائکہ ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ روح ایک فرشتہ ہے جس کی شکل آدمی کی ایسی اور باقی جسم فرشتوں کے جسم کی طرح ہے۔ تمام مخلوق سے بڑا ہے۔ عرش کے پاس (ساکن) ہے۔ تمام ملائکہ ایک صف میں اور وہ تنہا ایک صف بنا کر کھڑا ہوگا۔ اسی کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا۔

فِيْهَا۔ یعنی شب قدر میں (فرشتے اترتے ہیں)

بِاِذْنِ رَبِّهِمْ (یعنی اپنے رب کے حکم سے (فرشتے اترتے ہیں)

مِنْ كُلِّ اَمْرٍ۔ ہر امر سے یعنی ہر بھلائی کے ساتھ۔

سَلٰمٌ هِيَ۔ یعنی وہ رات سلامتی والی ہے۔ نہ اس میں کوئی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ نہ (کاہنوں کی) کہانت۔

حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔ طلوع فجر تک یا طلوع فجر کے مقام تک۔

اگر مطلع کا لام مکسور پڑھا جائے۔ تو مقام طلوع مراد ہوگا۔ سَلَامٌ کا معنی یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمین کے رہنے والے اہل ایمان کو ملائکہ کی طرف سے سلام ہوتا ہے۔ یعنی فجر نکلنے تک فرشتے سلام سلام کہتے رہتے ہیں۔

فصل رمضان کی آخری راتوں میں شب قدر کو تلاش کیا جائے۔ زیادہ باوثوق ستائیسویں شب ہے۔ امام مالک کے نزدیک تعیین کے ساتھ کوئی رات باوثوق نہیں آخری عشرہ کی سب راتیں برابر ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک

اکیسویں شب زیادہ بھروسہ کی ہے بعض نے انتیسویں رات کو قابل وثوق کہاہے۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ کا یہی مسلک تھا حضرت ابو بردہ اسلمی تئیسویں شب کے قائل تھے حضرت ابو ذر اور حسن بصری نے پچیسویں رات بتائی ہے۔ حضرت بلال نے حضور اقدسؐ کا ارشاد نقل کیا ہے۔ کہ چوبیسویں رات لیلۃ القدر ہے۔ حضرت ابن عباس اور حضرت اُبَیّ بن کعب ستائیسویں کے قائل تھے۔ ویسے تو خدا ہی خوب واقف ہے۔ لیکن ستائیسویں شب ہونے کے ثبوت میں وہ حدیث بیان کی جاتی ہے۔ جو امام احمد نے اپنی اسناد سے بیان کی ہے۔ کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا۔ رمضان کے آخری عشرہ میں لوگ اپنے خواب حضور اقدسؐ سے برابر بیان کرتے تھے۔ اس پر حضور نے فرمایا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگوں کے خواب ستائیسویں شب کے متعلق متواتر ہیں۔ اس لئے جو شخص شب قدر کی جستجو کرے وہ ستائیسویں رات کو کرے۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت فاروق اعظمؓ سے فرمایا۔ میں نے طاق عددوں پر غور کیا تو سات سے زیادہ لائق اعتماد کسی دوسرے طاق عدد کو نہیں پایا۔ پھر فرمایا آسمان سات ہیں۔ زمینیں سات ہیں۔ راتیں سات ہیں۔ افلاک (یعنی سیارے) سات ہیں۔ سمندر سات ہیں۔ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا سات بار ہے۔ کعبہ کا طواف سات بار ہے۔ حج میں کنکریاں پھینکنا سات بار ہیں۔ انسان کی (بنیادی) تخلیق سات اعضا سے ہے اس کے چہرہ میں سوراخ سات ہیں (دو کان دو آنکھیں دو ناک کے سوراخ ایک منہ) قرآن مجید میں حم سے شروع ہونے والی سورتیں سات ہیں۔ سورہ الحمد کی آیات سات ہیں۔ قرآن پڑھنے کے لہجے سات ہیں (نزول میں) مکرر سات آیات ہیں۔ سجدہ سات اعضا سے ہوتا ہے۔ جہنم کے دروازے سات جہنم کے نام سات اور جہنم کے درجے سات ہیں۔ اصحاب کہف سات تھے سات دن کی مسلسل آندھی سے قوم عاد ہلاک کی گئی تھی۔ حضرت یوسفؑ جیلخانہ میں سات برس رہے (بادشاہ نے خواب میں جو) گائیں (دیکھی تھیں وہ) سات تھیں۔ کال کے سات برس تھے اور ارزانی کے بھی سات سال۔ پانچ نمازوں کی سترہ رکعات ہیں۔ اللہ نے فرمایا ہے وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ (جب حج سے فارغ ہو کر لوٹو تو سات روزے رکھو) نسبی عورتیں بھی سات ہی حرام ہیں۔ اور سسرالی عورتیں بھی سات ہی حرام ہیں۔ کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کو پاک کرنے کا حکم بھی سات ہی بار بفرمان رسول اللہ ہے جن میں پہلی بار مٹی سے مانجھا جائے۔ شروع سورہ قدر سے لفظ سَلٰمٌ تک حروف کی تعداد ۲۷ ہے حضرت ایوب سات سال دکھ میں رہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ رسول اللہؐ سے نکاح کے وقت میں سات برس کی تھی۔ آخری سردی کے دن سات ہیں۔ تین پھاگن کے اور چار چیت کے۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ میری امت میں سات (طرح کے) آدمی شہید ہیں۔ راہ خدا (جہاد) مارا جانیوالا۔ طاعون سے مرنیوالا۔ سل سے مرنے والا۔ ڈوبنے والا۔ جل کر مرنے والا۔ پیٹ کی بیماری سے مرنے والا (یعنی کالرا وغیرہ سے) وضع حمل سے مرنے والی عورت۔ حضرت موسیٰؑ کا طول اس زمانہ کے سات گز کے برابر تھا اور آپ کی لاٹھی کی لمبائی بھی سات گز تھی۔ جب ثابت ہو گیا کہ اکثر چیزیں سات سات ہیں۔ تو اللہ نے سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ فرما کر اپنے بندوں کو آگاہ کیا کہ شب قدر

ستائیسویں رات ہے۔ اس سے ہم جان گئے کہ شب قدر ستائیس تاریخ کو ہوتی ہے۔

فصل

شب جمعہ افضل ہے یا شب قدر

ہمارے اصحاب کے اقوال میں اس کے متعلق اختلاف ہے۔ شیخ ابو عبداللہ بن بطہ اور شیخ ابوالحسن جزری اور ابو حفص عمر برمکی شب جمعہ کو افضل کہتے تھے۔ ابوالحسن تمیمی کے نزدیک شب جمعہ سے وہ رات افضل تھی۔ جس میں قرآن نازل ہوا لیکن شب قدر جیسی دوسری راتوں سے شب جمعہ افضل ہے (یعنی آئندہ رمضانوں میں آنے والی شب قدر سے شب جمعہ افضل ہے۔ شب جمعہ سے صرف وہ رات افضل ہے جس میں نزول قرآن ہوا) اکثر علماء کا قول ہے کہ شب جمعہ ہو یا دوسری راتیں سب سے شب قدر افضل ہے۔ ہمارے اصحاب کے قول کی دلیل وہ روایت ہے جس کو قاضی امام ابویعلی نے اپنی اسناد سے بحوالہ حضرت ابن عباس نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ شب جمعہ کو اللہ تمام مسلمانوں کی مغفرت فرماتا ہے یہ فضیلت کسی دوسری رات کی منقول نہیں۔ دوسری روایت میں آیا ہے حضور نے فرمایا لیلۃ الغراء (نورانی رات) یعنی شب جمعہ ہیں اور چمکدار دن یعنی روز جمعہ ہیں مجھ پر درود پڑھنے کی کثرت کیا کرو۔ (شب جمعہ کو حضور نے غَرّا فرمایا اور ہر چیز میں غرّہ (انتخابی نشان یا) فضیلت ہوتی ہے۔ (غُرّہ پیشانی کی سفیدی اور نورانیت کو کہتے ہیں اور اس سے مراد ہوتی ہے فضیلت اور امتیاز کی نشانی)

اس کے علاوہ شب جمعہ کی فضیلت روز جمعہ کی فضیلت کے تابع ہے اور روز جمعہ کی فضیلت میں ایسی روایات آئی ہیں۔ جو روز قدر کی فضیلت کے لئے نہیں آئیں۔ مثلاً حضرت انس کی روایت ہے۔ حضور اقدس نے فرمایا کسی ایسے دن پر سورج نہیں طلوع ہوا۔ جو اللہ کے نزدیک جمعہ کے دن سے زیادہ عظمت والا اور محبوب ہو۔ حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ یوم جمعہ سے افضل دن پر سورج نہ طلوع ہوتا ہے نہ غروب، اور سوار دو بڑے فرقوں یعنی جن و انس کے ہر جاندار جمعہ کے دن ڈر کر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یہ بھی حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور اقدس نے فرمایا۔ قیامت کے دن اللہ تمام ایام کو ان کی ہیبت پر نمودار فرمائیگا۔ اہل جمعہ اس کے گرد اگرد چلیں گے۔ جیسے دلہن کو اس کے شوہر کی جانب لے جایا جائے۔ وہ لوگ اس کی روشنی میں چلیں گے۔ ان کے رنگ برف کی طرح اور خوشبو مشک کی مثل ہوگی (اور) کافوری پہاڑوں میں داخل ہوں گے۔ اہل محشر جن و انس تعجب سے ان کو دیکھیں گے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ جنت میں پہنچ جائیں گے۔

اگر اعتراض کیا جائے کہ اللہ نے تو فرمایا ہے شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے تو اس کے جواب میں کہا جائے گا

کہ اہل تفسیر نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جن ہزار مہینوں میں شب قدر نہ ہو ان سے ایک شب قدر بہتر ہے (مگر مطلب یہ ہے کہ) جن مہینوں میں شب جمعہ بھی نہ ہو اُن سے شب قدر افضل ہے۔

شب جمعہ جنت میں بھی باقی رہے گی۔ کیونکہ جمعہ کے دن اللہ تم کا دیدار ہوگا اور روز جمعہ دنیا میں یقینی طور معین اور معلوم ہے۔ شب قدر کی تعیین محض ظنی ہے۔

ابوالحسن تمیمی وغیرہ نے جو شب قدر کو افضل کہا ہے اس کا ثبوت آیت خیر من الف شھر سے ہوتا ہے۔ ہزار مہینوں کے ۸۳ سال چار ماہ ہوئے (گویا ایک شب قدر ۸۳ سال چار ماہ سے بہتر ہے)

روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ کے سامنے آپ کی امت کی عمریں لائی گئیں۔ حضور نے ان کو قلیل سمجھا۔ تو آپ کو شب قدر عطا کی گئی۔

امام مالک بن انس نے فرمایا میں نے ایک قابل اعتماد شخص سے سنا ہے کہ گذشتہ لوگوں کی عمریں بڑی طویل تھیں) حضور نے (ان کے مقابلہ میں) اپنی امت کی عمروں کو کم پایا اور خیال کیا کہ جتنے عمل گذشتہ لوگ اپنی طویل عمروں میں کر چکے اس حد تک میری امت والے اپنی کم عمروں میں نہیں پہنچ سکتے تو اللہ نے آپ کو شب قدر عطا فرمائی جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔

امام مالک بن انس نے سعید بن مسیب کا قول نقل کیا ہے کہ جو شب قدر میں عشا کی جماعت میں حاضر ہوا اس کو شب قدر (کی عبادت) کا ایک حصہ مل گیا۔ رسول اللہ سے مروی ہے کہ جس نے عشا اور مغرب جماعت کے ساتھ پڑھی۔ اس نے شب قدر سے اپنا حصہ حاصل کر لیا اور جس نے سورۂ قدر پڑھی اس نے گویا چوتھائی قرآن پڑھ لیا۔ ماہ رمضان کی عشا کی نماز میں سورۂ قدر پڑھنی مستحب ہے۔

فصل اگر کوئی سوال کرے کہ اللہ نے شب قدر قطعی تعیین کے ساتھ اپنے بندوں کو کیوں نہیں بتائی جس طرح شب جمعہ بےتعیین کے ساتھ اطلاع دی ہے۔ تو جواب میں کہا جائیگا۔ اس سے غرض یہ ہے کہ لوگ اعتماد نہ کر بیٹھیں کہیں یہ خیال کر لیں کہ ایسی رات میں جو ہزار مہینوں سے افضل ہے ہم عبادت کر چکے۔ اللہ نے ہماری مغفرت کر دی۔ ہم کو اللہ کی بارگاہ سے بڑے بڑے مراتب اور جنت مل چکی۔ یہ خیال کر کے عمل کو چھوڑ کر مطمئن ہو کر بیٹھ جائیں اور اس طرح (بصورت یقین) غالب آجائے اور نتیجہ میں برباد ہو جائیں۔ شب قدر کی تعیین کی اطلاع نہ دینے کی وجہ وہی ہے جو وقت موت کی اطلاع نہ دینے کی ہے تاکہ (اپنی موت کا وقت جاننے والا) یہ نہ کہنے لگے کہ ابھی تو میری عمر طویل ہے دنیا میں عیش لذتیں اور خواہشیں حاصل کروں۔ جب زندگی کے خاتمہ کا وقت قریب آئے گا تو توبہ کروں گا اور عبادت میں مشغول ہو جاؤں گا اور توبہ کرکے نیکوکاری کی حالت میں مروں گا۔ یہ لحاظ کرکے اللہ نے موت کی گھڑی لوگوں سے پوشیدہ رکھی تاکہ ہمیشہ موت سے ڈرتے رہیں۔ نیک اعمال کرتے رہیں۔ توبہ اور اعمال صالحہ پر قائم رہیں اور موت بہترین حالت میں

آئے۔ دنیا میں بھی (اس طرح) ان کو طرح طرح کی لذتیں مل جائیں اور آخرت میں بھی اللہ کی رحمت سے عذاب سے بچ جائیں۔ ایک قول ہے کہ اللہ نے پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے اندر چھپا رکھا ہے۔ اپنی رضامندی کو بندہ کی طاعت میں اپنے غضب کو بندہ کی نافرمانیوں میں، صلوٰۃ وسطیٰ (درمیانی نماز) کو دوسری نمازوں میں۔ اپنے اولیاء کو مخلوق میں شب قدر کو ماہ رمضان میں۔

فصل اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفےٰ صلعم کو پانچ راتیں عنایت فرمائیں۔ پہلی رات قدرت اور معجزہ والی رات تھی جس میں چاند کے ٹکڑے ہوئے۔ اللہ نے فرمایا ہے اقتربت الساعۃ وانشق القمر (وہ ساعت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا) حضرت موسیٰ کے لئے لاٹھی کی ضرب سے سمندر شگافتہ ہوگیا تھا۔ اور محمد مصطفےٰ صلعم کے لئے انگلی کے اشارہ سے چاند پھٹ گیا۔ یہ سب سے بڑا معجزہ تھا دوسروں کو عاجز کرنے والا اور قدرت (محمدیہ) کو ظاہر کرنے والا۔ دوسری رات (عمومی) دعوت کی اور (دعوت کی) قبولیت کی تھی۔ اللہ نے فرمایا ہے وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْکَ نفرا من الجن یستمعون القرآن۔ ہم نے آپ کی طرف جنوں کی ایک جماعت کو پھیر دیا، وہ قرآن سننے لگے تیسری رات حکم اور فیصلہ کی رات تھی۔ اللہ نے فرمایا ہے انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین فیھا یفرق کل امر حکیم۔ چوتھی رات قرب اور نزدیکی کی تھی یہ شب معراج تھی۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصےٰ۔ (آیت) پانچویں رات تحیت اور سلام کی رات تھی۔ اللہ نے فرمایا ہے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر ...... تنزل الملائکۃ والروح فیھا تک یہ شب قدر کی رات تھی

حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ شب قدر ہوتی ہے تو اللہ جبرئیل کو زمین پر اترنے کا حکم دیتا ہے۔ جبرائیل کے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ کے رہنے والے ستر ہزار فرشتے بھی ہوتے ہیں جن کے ساتھ نور کے جھنڈے ہوتے ہیں۔ زمین پر اتر کر جبرئیل اور فرشتے اپنے اپنے جھنڈے چار جگہ گاڑ دیتے ہیں۔ کعبہ کے پاس۔ رسول اللہ کے روضہ مبارک کے پاس مسجد بیت مقدس کے پاس اور مسجد طور سینا کے پاس۔ پھر جبرئیل فرشتوں کو حکم دیتے ہیں پھیل جاؤ۔ فرشتے ساری زمین پر پھیل جاتے ہیں۔ کوئی گھر کوئی کمرہ کوئی کوٹھری کوئی کشتی ایسی نہیں بچتی کہ جہاں مومن مرد یا عورت ہو اور فرشتے وہاں داخل نہ ہوں۔ ہاں جس گھر میں کتا یا سور یا تصویر یا وہ جنب موجود ہو جس کی جنابت زنا سے ہوئی ہو۔ وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ تو فرشتے اللہ کی تسبیح تقدیس تہلیل اور امت محمدیہ کے لئے استغفار کرتے ہیں اور فجر کے وقت آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ آسمان دنیا کے رہنے والے ان کا استقبال کرتے اور پوچھتے ہیں۔ آپ کہاں سے آئے جانے والے فرشتے کہتے ہیں۔ ہم دنیا میں تھے۔ کیونکہ یہ رات امت محمدیہ کے لئے شب قدر تھی۔ آسمان دنیا کے رہنے والے پوچھتے ہیں۔ اللہ نے ان کی حاجتوں کی بابت کیا حکم فرمایا ہے۔ جبرئیل کہتے ہیں۔ اللہ نے اچھے عمل کرنے والوں کو بخش دیا ہے۔ اور بدکاروں کے لئے نیکوں کی شفاعت قبول فرمائی۔ یہ سنکر آسمان دنیا کے فرشتوں کی آوازیں تسبیح تقدیس اور

اللہ کی تعریف میں اٹھ جاتی ہیں۔ تاکہ اللہ نے جو اس امت کو مغفرت اور خوشنودی سے سرفراز کیا ہے۔ اس کا شکریہ ادا کریں۔ پھر آسمان دنیا کے ملائکہ جانے والے فرشتوں کو رخصت کرنے کے لیے دوسرے آسمان تک جاتے ہیں اور یہ ہی گفتگو اور طریق ساتویں آسمان تک ہر آسمان پر جاری رہتا ہے۔ اس کے بعد جبرئیل کہتے ہیں آسمان والو لوٹ جاؤ۔ ہر آسمان کے فرشتے اپنی اپنی جگہ واپس آ جاتے ہیں اور سدرۃ المنتہیٰ کے رہنے والے سدرہ کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ سدرہ پر رہنے والے (دوسرے فرشتے) آنے والوں سے پوچھتے ہیں۔ تم کہاں تھے۔ آنے والے وہی جواب دیتے ہیں۔ جو آسمان دنیا کے ملائکہ کو دیا تھا۔ سدرہ کے باشندے تسبیح اور تقدیس کی آوازیں بلند کرتے ہیں جن کو جنت الماوٰے پھر جنت النعیم پھر جنت عدن پھر فردوس۔ پھر رحمٰن کا عرش سنتا ہے اور عرش اس شکریہ میں کہ اللہ نے اس امت پر عنایت فرمائی۔ اللہ کی تسبیح تہلیل اور تعریف کی آواز بلند کرتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔ اے میرے عرش! تو نے آواز کیوں اونچی کی۔ عرش کہتا ہے۔ الٰہی مجھے اطلاع ملی ہے کہ تو نے آج رات امت محمدیہ کے نیک لوگوں کی مغفرت فرما دی اور گناہگاروں کے حق میں نیکوں کی شفاعت قبول فرمائی۔ اللہ فرماتا ہے۔ میرے عرش تو نے سچ کہا امت محمدیہ کے لئے تو میرے ہاں وہ اعزاز ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا۔ نہ کسی آدمی کے دل میں اس کا خیال گزرا۔ روایت میں آیا ہے کہ جب شب قدر میں جبرئیل آسمان سے اترتے ہیں تو جس کسی آدمی (یعنی مومن) کو پاتے ہیں اس کو سلام کرتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اس شخص کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دل میں رقت آ جاتی ہے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے اس روایت کی جس میں آیا ہے کہ رسول اللہ امت کے غم سے پریشان تھے۔ اللہ نے فرمایا۔ محمد غمگین نہ ہو۔ جب تک تیری امت کو انبیاء کے مراتب عطا نہیں کر دوں گا۔ دنیا سے نہیں نکالوں گا۔ اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء پر اللہ کے فرشتے کلام لے کر وحی اور اعزاز کرتے ہیں۔ اسی طرح شب قدر میں فرشتے اللہ کی طرف سے سلام و رحمت کے ساتھ امت پر اتریں گے۔

فصل شب قدر کی علامت یہ ہے کہ وہ رات صاف بے کدورت ہوتی ہے۔ نہ گرم نہ سرد۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شب قدر میں کتے کے بھونکنے کی آواز نہیں سنائی دیتی اور صبح کو سورج صاف طشت کی طرح بغیر کرنوں کے ثابت ہوتا ہے۔

شب قدر کے عجائبات تو انہی دل والوں پر کھلتے ہیں جن پر حسب روایت اور اوقات منکشف ہوتے ہیں۔ جیسا جس کا حال اور درجہ اور مرتبہ قرب ہوتا ہے۔ ویسا ہی اس کو کشف ہوتا ہے۔

فصل تراویح کی نماز سنت رسول اللہ ہے۔ حضور نے ایک رات یا دو راتیں یا تین راتیں (بہ اختلاف روایات) پڑھی۔ پھر کاشانۂ نبوت سے برآمد نہ ہوئے۔ لوگوں نے بہت انتظار کیا (صبح کو)، حضور نے فرمایا۔ اگر میں (تراویح کے لئے پھر) نکل آتا تو تم پر تراویح فرض ہو جاتی۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تراویح کی نماز ہمیشہ پڑھی گئی۔ اسی لئے (اس کو مسنون ہونا) حضرت عمرؓ کی منسوب ہے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے ہی اس کی (باجماعت) ابتدا کی تھی۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ماہ رمضان کی وسط رات میں (ایک بار) حضور اقدس نے مسجد میں نماز پڑھی۔ لوگوں نے بھی حضور کی معیت میں پڑھی۔ دوسری رات آدمیوں کی اتنی کثرت ہوئی کہ مسجد میں سما نہ سکے۔ لیکن حضور والا برآمد نہیں ہوئے۔ صبح کو فجر کی نماز کے لئے تشریف لائے اور فجر کی نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ رات کی تمہاری حالت مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے لیکن مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں رات کی نماز تم پر فرض ہو جائے۔ اور تم اس کو ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ رسول اللہ رمضان کی راتوں میں نمازیں پڑھنے کی لوگوں کو ترغیب دیا کرتے تھے۔ مگر وجوبی حکم نہیں دیتے تھے۔ حضور اقدسؐ کی وفات ہوئی۔ تو حضرت ابو بکرؓ کے پورے دور خلافت اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے کچھ حصہ میں تراویح کا معاملہ یونہی رہا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ عمرؓ بن خطاب نے یہ تراویح کی نماز اس حدیث سے لی تھی جو میں نے ان سے بیان کی تھی۔ حاضرین نے عرض کیا۔ وہ حدیث کیا تھی۔ فرمایا میں نے خود حضور اقدس سے سنا تھا کہ عرش کے گرد ایک مقام ہے جس کا نام حَظِیرۃُ القدس (پاکی کا احاطہ) ہے۔ حظیرۃ القدس نور کا بنا ہوا ہے۔ اس میں بے شمار ملائکہ ہیں جن کی گنتی سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا سو اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ ایک ساعت بھی سستی نہیں کرتے۔ ۔ ۔ رمضان کی راتوں میں وہ زمین پر اتر کر آدمیوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھنے کی اللہ سے اجازت حاصل کرتے ہیں (حسب الحکم اتر کر) لوگوں کے ساتھ مل کر نمازیں پڑھتے ہیں۔ امت محمدیہ میں سے اگر کوئی ان کو چھو لیتا ہے یا وہ کسی سے چھو جاتے ہیں۔ تو وہ سعادت مند ہو جاتا ہے۔ پھر کبھی بدبخت نہیں ہوتا۔ یہ حدیث سنکر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ہم اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ چنانچہ آپ نے لوگوں کو تراویح کے لئے جمع کیا اور تراویح کا طریقہ جاری کیا۔

روایت میں آیا ہے کہ جب حضرت علیؓ ماہ رمضان کی پہلی رات کو گھر سے باہر تشریف لاتے۔ اور مسجدوں میں قرآن سنتے تو فرماتے۔ اللہ عمرؓ کی قبر کو روشن کرے۔ جیسا انہوں نے اللہ کی مسجدوں کو قرآن سے منور کیا ہے۔

حضرت عثمانؓ کے سلسلہ میں بھی ایسی ہی روایت آئی ہے۔ روایت کے دوسرے الفاظ یہ ہیں کہ ایک بار

حضرت علیؓ مساجد کی طرف سے گذرے مسجدیں قندیلوں سے جگمگا رہی تھیں اور لوگ تراویح پڑھ رہے تھے فرمایا۔ اللہ عمرؓ کی قبر کو نورانی کر دے جیسا انہوں نے مسجدوں کو نورانی کر دیا۔

مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کے کسی گھر میں قندیل لٹکائے تب ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعائے رحمت اور استغفار قندیل کے بجھنے کے وقت تک کرتے رہتے ہیں۔

حضرت ابو ذر غفاری نے فرمایا۔ ہم نے رسول اللہ کے ساتھ نماز پڑھی رمضان کی، تیئسویں رات کو، ایک تہائی رات تک حضور اکرم صلعم نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔ چوبیسویں رات کو پھر حضور اکرم صلعم نہ آئے پچیسویں رات کو آئے تو آدھی رات تک نماز پڑھائی۔ ہم نے عرض کیا۔ اگر حضور ہم کو آج پوری رات نفل پڑھاتے تو اچھا ہوتا۔ ارشاد فرمایا۔ جو شخص امام کے ساتھ نماز ختم ہونے تک باجماعت نماز میں کھڑا رہا۔ اسے پوری رات کی نماز کا ثواب ملیگا۔ چھبیسویں شب کو حضور اقدس پھر نہ آئے۔ پھر ستائیسویں رات ہوئی۔ تو حضور والا نے اپنے گھر والوں کو بھی جمع کیا اور ہم سب کو لے کر نماز پڑھائی۔ اور اتنے دیر تک نماز پڑھتے رہے کہ ہمیں فلاح کے فوت ہونے کا اندیشہ لاحق ہوا۔ لوگوں نے عرض کیا فلاح کے کیا معنی ہیں۔ فرمایا سحری۔

فصل جماعت اور جہری قرات کے ساتھ تراویح پڑھنا مسنون ہے۔ رسول اللہ نے رمضان کی راتوں میں اسی طرح تراویح پڑھی تھیں۔ تراویح کا آغاز اسی رات سے ہونا چاہیے جس رات کو چاند دیکھا ہو۔ کیونکہ ماہ رمضان کی پہلی رات یہی ہوتی ہے۔ حضور نے بھی تراویح اسی طرح پڑھی تھیں۔ عشا کے فرض اور سنتوں کے بعد تراویح ہونی چاہیے۔ رسول اللہؐ نے ایسا ہی کیا تھا۔ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں۔ ہر دو رکعت پر سلام پھیرنا چاہیے۔ اس طرح پانچ تراویح ہو گی۔ ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر کے لئے وقفہ لازمی ہے۔ اگر تنہا نماز پڑھ رہا ہو یا امام ہو یا مقتدی ہو۔ بہر حال ہر دو رکعتوں کے شروع میں سنت تراویح کی نیت کرنا مستحب ہے۔ ماہ رمضان کی اول شب کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ علق پڑھے۔ کیونکہ ہمارے امام احمد بن حنبل اور تمام اماموں کے نزدیک سورہ اقرا ہی سب سے اول نازل ہوئی تھی۔ رکعت کے آخر میں سجدہ کرے۔ سجدہ سے اٹھکر دوسری رکعت میں سورہ بقر شروع کر دے (یعنی دوسری رکعت میں سورہ الحمد پڑھنے کی ضرورت نہیں)۔ ایک ختم کرنا مستحب ہے تاکہ لوگ پورا قرآن سن لیں اور قرآن کے اندر جو احکام ممانعتیں نصیحتیں اور تنبیہیں ہیں ان سے پوری طرح واقف ہو جائیں۔ ایک ختم سے زیادہ پڑھنا اچھا نہیں۔ تاکہ مقتدیوں پر شاق نہ گذرے اور وہ تنگدل ہو کر ... نہ ہیں جماعت سے کراہت نہ کرنے لگیں اور ان پر جماعت بار نہ ہو جائے۔ نتیجہ نکلے گا اجر عظیم اور بڑا ثواب فوت ہو جائے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ سب کچھ امام کی وجہ سے ہوگا اور امام کو گناہ بڑا ہوگا۔ رسول اللہ نے حضرت معاذ سے فرمایا تھا۔ معاذ کیا تم فتنہ انگیز ہو۔ بات یہ ہوئی کہ جب حضرت معاذ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور قرات کو طول دیا تو ایک آدمی نماز توڑ کر الگ ہو گیا اس نے تنہا نماز پڑھی اور اس کی شکایت رسول اللہ سے جا کر کی۔ تو حضرت معاذ کو بلوا کر

حضور اکرم صلعم نے مذکورہ بالا قول فرمایا۔ تراویح ختم کرکے وتر پڑھنے مسنون ہیں۔ وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ دوسری میں سورہ الکافرون اور تیسری میں سورۂ اخلاص پڑھے۔ حضور اکرم صلعم یونہی پڑھا کرتے تھے۔ دو تراویح کے درمیان نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ دو مسجدوں میں تراویح پڑھنا مکروہ ہے یعنی کچھ ایک میں کچھ دوسری میں یا ایک میں پوری کرکے دوسری مسجد میں جاکر دوبارہ پڑھنا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ تراویح کے بعد نوافل جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ تعقیب ہے (یعنی جماعت کے بعد جماعت) امام احمد کے نزدیک اور تعقیب مکروہ ہے روایت میں آیا ہے کہ حضرت انس بن مالک بھی اسے مکروہ جانتے تھے بعد تراویح کے بعد کچھ سو رہے۔ پھر اُٹھ کر جتنی نوافل اور تہجد پڑھنا چاہے پڑھے۔ پھر خوابگاہ کی طرف چلا جائے (یعنی لیٹ جائے)، ناشئۃ اللیل رات کا اُٹھنا جس کی تعریف اللہ نے سورہ مزمل میں کی ہے۔ یہی ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ تراویح کے بعد جماعت نوافل جائز بلا کراہیت ہے لیکن بالکل آخر میں سونے سے پہلے پڑھے کیونکہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ تم رات کی فضیلت آخری حصہ پر چھوڑ رکھتے ہو۔ مجھے تو اس ساعت سے جس میں تم نماز سو کر اٹھنے کے بعد پڑھتے ہو۔ زیادہ محبوب وہ ساعت ہے جبکہ تم سو جاتے ہو۔

ایک مزید فصل

جس میں شب قدر اور ماہ رمضان کے مبحث کا تتمہ ہے

اللہ نے فرمایا تنزل الملائکۃ والروح فیھا روح جبرئیلؑ ستر ہزار فرشتوں کو ساتھ لیکر اُترتے ہیں۔ جبرئیلؑ سب فرشتوں کے سردار ہوتے ہیں۔ فرشتے تو ہر سوئے ہوئے آدمی کو بھی سلام کرتے ہیں۔ اور جبرئیلؑ صرف بیٹھے ہوئے کو اور اللہ ان بندوں کو سلام بھیجتا ہے جو نماز میں کھڑے ہوتے ہیں جس طرح جنت کے اندر جنتی مومن بندوں کو اللہ کا سلام کرنا جائز ہے آیت میں آیا ہے سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيمٍ۔ اسی طرح جائز ہے کہ اللہ دنیا میں ان نیک بندوں پر سلام بھیجے جن کے لئے ازل میں پہلے ہی سے اللہ کی طرف سے بھلائی رحمت اور سعادت مقدر ہو چکی ہے۔ جو فانی دنیا سے محبت نہ رکھے اور اللہ تعالے سے ہی لو لگائے اور اللہ ہی کی طرف توجہ اور سکون کے ساتھ رجوع ہو کر اپنے گناہوں پر نادم ہو۔ شب قدر میں زمین کا کوئی چپہ ایسا باقی نہیں رہتا کہ وہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ یا قیام کی حالت میں مومن مردوں اور عورتوں کے لئے دعا نہ کرتا ہو۔ البتہ عیسائیوں کا گرجا، یہودیوں کی عبادت گاہ، بت پرستوں کا مندر اور وہ مقامات جہاں گندگی ڈالی جاتی ہے مستثنیٰ ہیں۔ رات بھر ملائکہ مومنین اور مومنات کے لئے دعا میں مشغول رہتے ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ بھی ہر مومن مرد اور عورت کو سلام کرتے ہیں۔ اور ہر ایک سے مصافحہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں اگر تو اطاعت میں مشغول ہو تو تجھ پر سلام ہو۔ اللہ قبول کرے اور تیرے ساتھ بھلائی

کرے۔ اگر تو گناہوں میں مبتلا ہو۔ تو تجھ پر سلام ہو۔ اللہ تعالیٰ تیرے گناہوں کو معاف کرے اگر تو نیند میں ہو تو تجھ پر سلام ہو۔ اللہ تجھ سے راضی ہو۔ اگر تو قبر میں ہو۔ تو تجھ پر سلام ہو۔ اللہ تجھ سے راضی ہو۔ اگر تو قبر میں ہو تو تجھ پر سلام ہو۔ تجھے راحت اور رحمت حاصل ہو۔ آیت مِن کُلِّ اَمرٍ سَلَامٌ کا یہی مطلب ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ملائکہ صرف اطاعت گذاروں کو سلام کہتے ہیں۔ گناہگاروں کو سلام نہیں کرتے۔ گناہگاروں میں وہی لوگ بدبخت ہیں۔ جو ملائکہ کے سلام سے بالکل محروم رہتے ہیں۔ حرام خور۔ رشتہ داریاں منقطع کرنے والے۔ چغلخور اور یتیموں کا مال کھانے والے کسی کو بھی ملائکہ کے سلام کا کوئی حصہ نہیں ملتا۔ اس سے بڑی مصیبت اور کونسی ہوگی۔ کہ ایسا مہینہ گذر جاتا ہے جس کا ابتدائی حصہ رحمت درمیانی حصہ مغفرت اور آخری حصہ دوزخ سے آزادی کا ہے اور آدمی کو اللہ کے ملائکہ کے سلام کا کوئی حصہ نصیب نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ تو رحمٰن سے کوسوں دور ہے۔ مگر رحمٰن تیرے قریب تر ہے۔ دوزخ کے راستہ پر چلنے والوں سے دور ہے اور اس خدا کی اطاعت کا تارک ہے جس کے ہاتھ میں برائی اور بھلائی ہے۔ رمضان المبارک کا مہینہ گناہوں سے رہائی دلانے کا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو نبھانے کا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف صدق دل سے جھک جانے کا مہینہ ہے۔ تمام برائیوں سے توبہ کرنے کا مہینہ ہے اگر یہ مہینہ بھی تیرے دل کی اصلاح اور اللہ کی نافرمانیوں سے بازداشت اور بدبختوں مجرموں سے دوری پیدا نہ کرسکا۔ تو پھر تیرے دل پر کیا چیز اثر کرے گی۔ اور تجھ سے کس بھلائی کی امید کی جاسکتی ہے۔ کونسی اچھائی تیرے اندر رہ گئی ہے اور کس بہبودی کا تیری طرف سے انتظار کیا جاسکتا ہے۔ اے خود پرست انسان تو جس حال میں مبتلا ہے اس سے خبردار ہوجا غفلت اور نیند سے بیدار ہوجا جو مصیبت تجھ پر آپڑی ہے اسے دیکھ بھال لے۔ باقی مہینہ کو توبہ اور انابت میں مشغول رہ کر رخصت کر استغفار اور طاعت سے نفع اندوز ہو۔ شاید تاکہ تیرا بھی ان لوگوں میں شمار ہوجائے۔ جو اللہ کی رحمت اور مہربانی کے طلبگار رہیں۔ بقیہ رمضان کو آنسو بہاتے ہوئے رخصت کر اپنے منحوس نفس پر چیخ چیخ کر اور ہائے ہائے کرکے گریہ وزاری کر بہت سے روزہ دار آئندہ روزہ نہیں رکھ سکیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ آئندہ رمضان المبارک سے پہلے ہی مرجائیں۔ بہت سے رات کو نماز پڑھنے والے پھر کبھی نماز نہیں پڑھیں گے۔ مزدور کی مزدوری اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے ہی ادا کردی جائے تو بہت ہی فضل ہے۔ کاش ہمیں یہ معلوم ہوجاتا کہ ہمارے روزے اور نمازیں قبول ہوجاتی ہیں یا لوٹا کر ہمارے منہ پر ماردی جاتی ہیں۔ کاش ہمیں یہ بھی معلوم ہوجاتا کہ ہم میں سے کون مقبول ہے کہ ہم اس کو مبارکباد دیتے اور کون مردود ہے کہ ہم اس کی تعزیت کرتے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا تھا بہت سے روزہ دار ہیں جن کو سوائے بھوک اور پیاس کے روزوں سے اور کچھ حاصل نہیں۔ بہت سے راتوں کو نماز پڑھنے والے ہیں جن کی نماز کا سوائے بیدار رہنے کے اور کچھ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ رمضان مبارک کے مہینے تجھ پر سلام ہو۔ شبینہ نمازوں کے مہینے تجھ پر سلام ہو۔ ایمان کے مہینے تجھ پر سلام ہو۔ قرآن کے نزول وتلاوت کے مہینے تجھ پر سلام ہو۔ ماہ انوار تجھ پر سلام ہو۔ ماہ مغفرت وبخشش تجھ پر سلام ہو۔ درجات جنت کے حصول اور طبقات دوزخ سے نجات کے مہینے تجھ پر سلام ہو۔ توبہ کرنیوالوں عبادت گذاروں کے مہینے تجھ پر سلام ہو۔ اہل عرفت کے مہینے تجھ پر سلام ہو۔ اے ماہ امن تجھ پر سلام ہو۔ تو گنہگاروں کو گناہوں سے روکنے والا اور اہل تقویٰ کے لئے انس تھا سلام ہو

قندیلوں پر جگمگاتے چراغوں پر بیدار رہنے والی آنکھوں پر آنسوؤں کی لڑیوں پر روشن محرابوں پر قطرہ قطرہ بن کر بہنے والے اشکوں پر اور جلے ہوئے دلوں سے اوپر چڑھنے والی سانسوں پر۔ الٰہی ہم کو ان لوگوں میں شامل کر دے جن کے روزے اور نمازیں تو نے قبول فرمائی ہیں جن کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا ہے اور جن کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمایا اور مراتب کو بلند کیا ہے۔ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

فصل

صدقہ فطر کا بیان

اللہ نے فرمایا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى فلاح کی دو صورتیں ہیں (۱) دنیا میں مصائب و آفات سے محفوظ رہنا اور آخرت میں دوزخ سے نجات پاکر حصول جنت کی کامیابی پر (۲) توفیق طاعت کی وجہ سے دنیا میں برکت و سعادت سے ہمکنار ہونا اور آخرت میں ہمیشہ جنت میں رہنا۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ یعنی اہل ایمان کو سعادت حاصل ہو گئی اور یہی معانی قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى کے ہیں یعنی جس کو زکوٰۃ ادا کرنے اور ایمان و تقویٰ کو گناہوں سے پاک رکھنے کی توفیق مل گئی۔ وہ خوش نصیب ہو گیا اور جس نے تزکیہ نہ کیا یعنی زکوٰۃ نہ دی اور گناہوں سے اپنے اعمال کو پاک نہ رکھا اس کے لئے کوئی فلاح نہیں آیت لَا یُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ کے بھی یہی معانی ہیں یعنی گناہگار کامیاب اور خوش نصیب نہیں ہوں گے مَنْ تَزَكّٰى کے تفسیری معنی میں اختلاف ہے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا جو ایمان کے ذریعہ سے شرک سے پاک ہو گیا حسن بصری نے فرمایا جو صالح ہو گیا اور اس کے اعمال میں ترقی ہوتی چلی گئی۔ ابوالاحوص نے فرمایا جس نے مال کی زکوٰۃ ادا کی۔ قتادہ اور عطار کا قول ہے کہ آیت میں صرف صدقہ فطر مراد ہے شیخؒ نے اسی موخر قول کی بناء پر آیت مذکورہ کو صدقہ فطر کے بیان میں ذکر کیا ہے۔ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى کی تشریح میں بھی اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جس نے اللہ کو واحد جانا اور پنجگانہ نمازیں ادا کیں گویا ذکر اسم سے مراد ہے توحید اور صلوٰۃ سے مراد ہے صلوٰۃ پنجگانہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا ذکر اسم سے مراد ہے تکبیرات کہنا اور صلّٰی سے مراد ہے عیدگاہ کو جا کر نماز عید پڑھنا۔ وکیع بن جراح نے فرمایا رمضان کے لئے صدقہ فطر کی وہ حیثیت ہے جو نماز کے لئے سجدہ سہو کی ہے روزہ دار کو بیہودہ گوئی سے باز رکھنے کے لئے رسول اللہ نے صدقہ فطر کو واجب قرار دیا ہے گویا روزہ دار کے روزہ میں بیہودہ گفتگو جھوٹ چوری چغلخوری مشتبہ روزی وغیرہ وغیرہ باتوں کی طرف رجوع کرنے سے جو خرابی پیدا ہو جاتی ہے اس کی تلافی صدقہ فطر سے ہو جاتی ہے۔ صدقہ فطر مذکورہ گناہوں کا کفارہ روزوں کا تکملہ اور روزوں کی خرابی کی تلافی کا ذریعہ ہے جس طرح گناہوں کے لئے توبہ و استغفار اور سہو کے لئے سجدہ ہے حقیقت میں شیطان ہی نماز میں سہو ہو جانے کا سبب ہے پس سجدہ سہو شیطان کو ذلیل و خوار کرتا رہتا تھا اسی طرح گناہوں کا اور روزہ میں بیہودہ گوئی کا سبب شیطان ہی ہوتا ہے پس گناہوں سے توبہ اور رمضان کے روزوں کی خرابی دور کرنے کے لئے صدقہ فطر بھی شیطان کو ذلیل و خوار کرنے کا ذریعہ ہیں۔

فصل **عید کی وجہ تسمیہ** ۔ چونکہ عید کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مسرت اور خوشی بخشتا ہے اس لئے عید کو عید کہا جاتا ہے گویا عید اور عود ہم معنی ہیں بعض کا قول ہے کہ عید کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کو

منافع احسانات اور بیش بہا انعامات حاصل ہوتے ہیں گو یا عید عوائد سے ماخوذ ہے اور عوائد کے معانی منافع کے ہیں۔ یا عید کے دن بندہ گریہ وزاری کی طرف لوٹتا ہے اور اللہ بخشش وعطا کی جانب رجوع فرماتا ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ بندے گناہ کرنے سے پہلے پاک وصاف تھے رمضان کے روزے ختم کرنے کے بعد عید کے دن اسی پاکی کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ یا یوں کہا جائے کہ بندے اللہ کی اطاعت سے رسول اللہ کی اطاعت کی طرف، فرض سے سنت کی طرف، رمضان کے روزوں سے شوال کے چھ مسنون روزوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ عید کی وجہ تسمیہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ عید کا دن وعدۂ ثواب اور وعید عذاب کے ذکر کا دن ہے۔ نیک اعمال کی جزا اور مزید عنایات کا دن ہے۔ بندوں اور بندیوں کی دوزخ سے آزادی کا دن ہے۔ اس روز اللہ تعالیٰ اپنی قریب اور بعید مخلوق کی طرف خصوصی توجہ فرماتا ہے۔ کمزور بندے اپنے رب کے سامنے گناہوں سے توبہ ورجوع کرتے ہیں۔ وہب بن منبہ کا قول ہے فطر کے دن اللہ نے جنت کو پیدا کیا۔ طوبیٰ کا درخت بویا۔ جبرئیلؑ کو وحی کے لئے منتخب فرمایا اور فرعون کی طرف سے حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ کے لئے پیش ہونے والے جادوگروں نے توبہ کر کے مغفرت پائی۔

حضور اقدس صلعم کی ایک حدیث مروی ہے کہ جب فطر کا دن ہوتا ہے اور لوگ جنگل کی طرف عیدگاہ کو نماز کے لئے جاتے ہیں تو اللہ ان کی طرف نظر رحمت فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے میرے بندو! تم نے میرے لئے روزے رکھے اور میرے لئے نماز پڑھی جاؤ تمہاری مغفرت کردی گئی۔ حضرت انس راوی ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے۔ اللہ تعالیٰ فطر کی رات کو اس کا اجر پورا دیتا ہے۔ بحکم الٰہی فطر کی صبح کو فرشتے زمین پر اتر کر گلیوں اور چوراہوں کے دہانوں پر کھڑے ہو کر پکارتے ہیں ان کی آواز کو سوائے جن وانس کے سب مخلوق سنتی ہے کہتے ہیں اے امت محمد اپنے رب کی طرف آؤ تمہارا رب تمہارے تھوڑے عمل کو بھی قبول فرماتا اور ثواب زیادہ عطا کرتا ہے اور تمہارے بڑے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے جب لوگ عیدگاہ میں جا کر نماز پڑھتے اور دعا کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کسی حاجتمند کو بغیر پورا کئے اور کسی سوالی کو بغیر اجابت کے اور کسی گناہ کو بغیر معاف کئے نہیں چھوڑتا لوگ مغفور ہو کر لوٹتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں آیا ہے کہ شب فطر کا نام شب انعام رکھا گیا ہے فطر کی صبح کو بحکم الٰہی فرشتے زمین پر اتر کر گلیوں کے دہانوں پر کھڑے ہو کر پکارتے ہیں جن کی آواز کو سوائے جن وانس کے سب مخلوق سنتی ہے کہتے ہیں اے امت محمدؐ رب کریم کی طرف رجوع ہو جاؤ وہ بڑا ہی اجر دیتا ہے اور تمہارے بڑے بڑے گناہوں کو معاف کرتا ہے لوگ عیدگاہ کو نکل جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے میرے ملائکہ فرشتے عرض کرتے ہیں ہم حاضر ہیں ارشاد ہوتا ہے اگر مزدور اپنا کام پورا کر دے تو اس کا بدلہ کیا ہونا چاہئے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں ہمارے مولیٰ تو اس کی مزدوری پوری عطا فرمائے۔ رب جلیل فرماتا ہے فرشتو میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ ماہ رمضان کے روزوں کا اور نماز شب کا اجر میں نے اپنی خوشنودی اور گناہوں کی مغفرت کو بنا دیا پھر فرماتا ہے میرے بندو مجھ سے مانگو اپنی عزت وجلال کی قسم آج اپنی اس جماعت میں تم جو کچھ آخرت کے لئے مجھ سے مانگو گے میں ضرور دونگا اور جو کچھ اپنی دنیا کے سلسلہ میں مانگو گے میں تمہارے لئے اس کا لحاظ رکھونگا۔ اپنی عزت وجلال کی قسم تم جب تک میرا لحاظ رکھو گے میں تمہاری لغزشیں ضرور چھپاتا رہوں گا دوسروں کے سامنے تم کو رسوا اور فضیحت نہیں کرونگا جاؤ تمہاری بخشش ہوگئی تم نے مجھے راضی کیا میں تم سے راضی ہو گیا۔ ابن عباس نے فرمایا فرشتے یہ سنکر خوش ہوتے ہیں۔

اور ماہ رمضان کے خاتمہ پر اس امت کو اللہ تعالیٰ جو کچھ عطا فرماتا ہے اس کی بشارت روزہ داروں کو دینا چاہتے ہیں

فصل

چار امتوں کی چار عیدیں تھیں: ۱۔ حضرت ابراہیم کی قوم کی عید۔ آیت ہے فنظر نظرۃ فی النجوم فقال انی سقیم حضرت ابراہیم نے ستاروں پر ایک گہری نظر ڈالی اور کہا میری طبیعت خراب ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ حضرت ابراہیم کی قوم والے عید کو شہر کے باہر گئے۔ ابراہیم کا مذہب ان کے مذہب سے الگ تھلگ تھا۔ آپ ان کے ساتھ نہیں گئے اور بیمار بن گئے۔ جب لوگ چلے گئے تو آپ نے تبر لیکر بتوں کو توڑ ڈالا اور تبر لاکر بڑے بت کے کاندھے پر رکھدیا۔ لوگ لوٹ کر آئے اور بتوں کا برا حال دیکھا۔ تو بولے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کس نے کی ہے۔ غرض جب خلیل اللہ کو اپنے رب کی وجہ سے جوش آیا اسی لئے بت شکنی کی اپنے ہاتھ کو تکلیف دی اور اللہ کی دوستی میں اپنی جان کو خطرے میں ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی دوستی کو عزت عطا فرمائی۔ ان کے ہاتھ سے مردہ پرندوں کو زندہ کرایا ان کی نسل میں انبیا و مرسلین پیدا کئے اور حضور سید الکائنات محمد مصطفےٰ صلعم کو جد اعلیٰ ان کو بنایا۔ ۲۔ حضرت موسےٰ کلیم اللہ کی قوم کی عید۔ آیت میں آیا ہے مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّينَةِ۔ مقابلہ کا مقررشدہ دن تمہارے لئے یوم الزینت ہے۔ یوم الزینۃ کہنے کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے دشمن فرعون اور فرعونیوں کو ہلاک کرکے حضرت موسےٰ اور آپ کی قوم کو زینت عطا کی۔ فرعون اور قوم فرعون کے ساتھ ۷۲ یا ۷۳ جادوگر مل کر میدان میں آئے تھے۔ ان کے پاس ست سو لاٹھیاں اور رسیاں تھیں۔ لاٹھیوں کو اوپر سے رسیوں سے لپیٹ دیا گیا تھا۔ اور ان کے اندر پارہ بھر دیا تھا۔ تپتی ہوئی زمین پر سب مخلوق جمع تھی۔ دھوپ کی گرمی بھی شدت کی تھی اور سخت گرمی سے پارہ بھی سیال ہوگیا تھا اور رسیوں میں لپٹی ہوئی لاٹھیاں دوڑنے لگیں لوگوں کو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے سانپ دوڑ رہے ہیں۔ حالانکہ سانپ حرکت نہیں کر رہے تھے حضرت موسےٰ نے اپنے دل میں اپنی قوم کے متعلق اندیشہ کیا اور سوچا کہیں جادوگروں کی اس شعبدہ بازی سے لوگ مرعوب نہ ہوجائیں اور ہوسکتا ہے لوگ صحیح راستے سے بھٹک جائیں اور راندہ درگاہ ہوجائیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا۔ تو بھی اپنا عصا زمین پر ڈال دے۔ جو کچھ انہوں نے جھوٹ بنایا ہے لاٹھی اس کو نگل جائے گی حضرت موسےٰ نے لاٹھی ڈالدی وہ فوراً بڑے اونٹ کی مانند سانپ بن گئی۔ آگ کی طرح اس کی دو آنکھیں دہکنے لگیں اور ایک قیامت بپا ہوگئی۔ جو کچھ ان لوگوں نے جادو کے زور پر سانپ دوڑائے تھے حضرت موسیٰ کا عصا ان سب سانپوں کو یکدم نگل گیا اور اس کی حالت میں کچھ فرق نہ آیا۔ نہ پیٹ پھولا نہ حرکت میں کمی آئی نہ لمبائی چوڑائی میں خاص ہوا۔ بے اختیار ہوکر جادوگر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ بجا لائے۔ ان جادوگروں کے سردار کا نام شمعون تھا۔ سب جادوگر بیک زبان ہوکر بول اٹھے ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لائے یعنی ہم نے اس کو سچا جانا۔ سانپ فرعون کے لشکر اور قوم کی طرف کو بڑھا لوگ جو کہ نکلے کہتے ہیں کہ اس بھگدڑ میں کوئی پچیس ہزار آدمیوں کے قریب بھاگ مرگئے۔ ۳۔ حضرت عیسےٰ اور آپ کی قوم کی عید۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ کی دعا نقل کرتے ہوئے فرمایا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا۔ اے اللہ اے ہمارے رب آسمان سے ہم پر ایک خوان نعمت نازل فرما جو ہمارے لئے اور ہمارے اگلوں پچھلوں سب کے لئے عید ہو جائے۔ واقعہ یہ ہوا کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ سے عرض کیا کیا آپ کا رب آپ کا یہ سوال پورا کرسکتا ہے اگر آپ آسمان سے خوان نعمت نازل کرنے کی درخواست کریں تو کیا وہ نازل کرسکتا ہے

حضرت عیسٰیؑ نے جواب دیا اللہ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو تو آزمائش میں پڑنے کا سوال نہ کرو کیونکہ اگر خوان نعمت اتار دیا گیا اور تم نے نہ مانا تو تم پر عذاب آجائیگا۔ کہنے لگے ہم بھوکے ہیں اس میں سے کھانا بھی چاہتے ہیں اور ہمارے دلوں کو بھی اطمینان ہو جائیگا یعنی آپ جو ہم کو ایمان وتصدیق کی دعوت دے رہے ہیں اس پر ہمارے دلوں کو ٹھہراؤ ہو جائیگا اور ہم کو معلوم ہو جائیگا کہ آپ نبوت اور رسالت کے دعوے میں سچے ہیں اور دوسرے اسرائیل کے سامنے جاکر ہم خوان نعمت نازل ہونے کی شہادت بھی دے سکیں گے عبرانی زبان میں حواری کا ترجمہ ہے کپڑے دھونے والے اور یہ کل بارہ آدمی تھے اس وقت بیت المقدس میں موجود تھے۔ حضرت عیسٰیؑ کا جب ادھر سے گذر ہوا اور آپ کی دعوت انہوں نے قبول کی تھی حضرت عیسٰی نے فرمایا تھا اللہ کی طرف رخ کرنے میں میرا مددگار کوئی ہے یعنی کافروں اور سرکشوں کے مقابلہ میں اللہ کی جنبہ داری کرنیوالا میرے ساتھ کون ہے۔ حواریوں نے جواب دیا ہم اللہ کے دین کے حامی ہیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے پیشہ ترک کر دیا اور حضرت عیسٰی کے پیچھے ہو لئے۔ جہاں حضرت جاتے تھے حواری ساتھ ساتھ جاتے تھے اور حضرت کے ہاتھ سے جن معجزات اور عجائبات کا ظہور ہوتا تھا ان کا مشاہدہ بھی کرتے تھے۔ جب بھوک لگتی اور کھانے کی ضرورت محسوس ہوتی۔ تو حضرت عیسٰیؑ زمین کے اندر ہاتھ ڈال کر اپنے اور ان کے لئے دو دو روٹیاں نکال لیتے تھے۔ حضرت جبرئیلؑ ہر وقت ہر جگہ حضرت عیسٰیؑ کی مدد و تائید کے لئے ساتھ ساتھ رہتے تھے اور عجیب عجیب چیزیں بر مے ظہور لے آتے تھے۔ لیکن حضرت عیسٰیؑ بنی اسرائیل کو جس قدر معجزات دکھاتے تھے ان کی دوری اور تصدیق سے نفرت میں مزید اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک روز پانچ ہزار اسرائیلیوں نے حواریوں کی معیت میں حضرت عیسٰیؑ سے خوان نعمت نازل ہونے کی درخواست کی اس وقت حضرت عیسٰی نے دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَةً مِّنْکَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ یعنی اے اللہ اے ہمارے پروردگار آسمان سے ہم پر ایک خوان نعمت نازل فرما دے جو ہمارے لئے یعنی ہمارے زمانہ کے لوگوں کے لئے بھی عید ہو اور آئندہ آنے والوں کے لئے بھی اور تیری طرف سے میری رسالت کی نشانی بھی ہو جائے تو سب سے اچھا رازق ہے ہم کو غیبی طاقت سے رزق عطا فرما۔ اللہ نے فرمایا اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْکُمْ فَمَنْ یَّکْفُرْ بَعْدُ مِنْکُمْ فَاِنِّیْٓ میں خوان نعمت ضرور اتاروں گا لیکن اس کے بعد جو انکار کریگا اس کو عذاب بھی ایسا دوں گا کہ سارے جہان میں سے کسی کو نہیں دیا گیا۔ چنانچہ اتوار کے دن اللہ نے ایک خوان نعمت آسمان سے اتارا جس پر تازہ مچھلی، چپاتیاں اور کھجوریں تھیں بعض کا قول ہے ایک دسترخوان اترا تھا جس میں ایک تلی ہوئی مچھلی رکھی تھی جس کے سر کے پاس نمک اور دم کے پاس سرکہ رکھا تھا۔ پانچ روٹیاں تھیں۔ ہر روٹی پر ایک زیتون کا پھل تھا۔ پانچ انار اور کچھ کھجوریں تھیں اور گرد و گرد مختلف ترکاریاں گندنے کے سوا چنی ہوئی تھیں۔ حضرت عیسٰیؑ اس وقت اپنے ساتھیوں سمیت ایک باغ میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے ساتھیوں سے فرمایا تم میں سے کسی کے پاس اگر کچھ کھانا ہو تو لے آؤ۔ شمعون دو چھوٹی مچھلیاں اور پانچ روٹیاں لیکر آیا ایک اور آدمی کچھ ستو لے آیا۔ حضرت عیسٰیؑ نے مچھلیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے اور روٹیوں کے بھی ٹکڑے کر کے دیئے اور ستو ویسے ہی رکھ دیئے۔ پھر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ سے دعا کی۔ اللہ نے حضرت کے ہمراہیوں پر تھوڑی نیند سی مسلط کر دی۔ لوگوں نے جب آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ کھانا اتنا ہو گیا ہے۔ جو ایک قافلہ کے لئے کافی ہے۔ حضرت نے فرمایا بسم اللہ کہہ کے کھاؤ۔

مگر دوسرے وقت کے لئے اٹھا نہ رکھنا۔ حسب الحکم سب لوگ حلقے حلقے بنا کر بیٹھ گئے بسم اللہ کر کے کھانا شروع کیا جب سب سیر ہو گئے۔ اس وقت یہ لوگ پانچ ہزار تھے اور ایک قول کے مطابق اٹھارہ سو تھے۔ ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں۔ فقیر اور فاقہ کش بھی تھے اور ایسے لوگ بھی تھے جنہیں ایک روٹی بھی میسر نہ آتی تھی۔ کھانا کھا کر سیر ہو کر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے سب لوگ اٹھ گئے، تب بھی خوان نعمت اپنی اصلی حالت پر تھا۔ اس میں کمی نہ آئی تھی۔ اس کے بعد لوگوں کی نظروں کے سامنے دسترخوان آسمان کی طرف اٹھ گیا۔ جس فقیر نے اس دسترخوان کا کھانا کھایا وہ مالدار ہو گیا اور مرتے دم تک مالدار رہا۔ اور جس اپاہج یا بیمار نے کھایا وہ تندرست ہو گیا۔ مقاتل کا قول ہے کہ حضرت عیسےٰؑ نے قوم سے پکار کر کہا۔ کیا تم کھا چکے۔ لوگوں نے جواب دیا جی ہاں۔ فرمایا تو دوسرے وقت کے لئے کچھ اٹھا کر نہ رکھنا۔ لوگوں نے کہا بہت اچھا نہیں رکھیں گے لیکن انہوں نے وعدے کے خلاف کیا اور کچھ اٹھا بھی لیا۔ جتنی مقدار انہوں نے اٹھا کر رکھ لی تھی وہ چوبیس مکمل تھی۔

غرض حاضرین اس کے بعد ایمان لے آئے اور حضرت عیسےٰؑ کو سچا جانا اور واپس اپنی قوم یعنی دوسرے اسرائیلیوں کے پاس گئے، وہ یہودی تھے۔ یہودی ان کے ساتھ لگے رہے۔ یہاں تک کہ اسلام یعنی صحیح انابت سے ان کو پھیر دیا اور باوجودیکہ خوان سے لی ہوئی کھانے کی مقدار ان کے پاس موجود تھی۔ پھر بھی نزول مائدہ کے منکر ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک روز سوتے میں اللہ نے ان کی شکلیں سور اور بندر کی بنا دیں۔ جن کی صورتیں مسخ ہوئی تھیں وہ سب مرد تھے کوئی عورت نہ تھی نہ کوئی بچہ تھا۔ بعض اہل حقیقت نے بیان کیا ہے کہ نزول مائدہ میں ایک نکتہ ہے۔ ایک خوان تھا جس پر کھانے کی مقدار تھوڑی سی رکھی تھی۔ اس سے ایک بڑا گروہ اور کثیر جماعت سیر ہو کر اٹھی اور کھانا پھر بھی بچا رہا۔ تو غور کرو خوان رضا اور رحمت خدا کے دسترخوان کی کیا کیفیت ہو گی جس کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہا۔ حدیث میں آیا ہے۔ اللہ کی سو رحمتیں ہیں۔ ایک رحمت اس نے دنیا میں اتاری ہے۔ اسی رحمت کے اثر سے لوگ باہم شفقت اور مہربانی اور محبت کرتے ہیں۔ ننانوے رحمتیں اس نے اپنے پاس رکھ چھوڑی ہیں۔ قیامت کے دن وہ رحمتیں اپنے بندوں کو عطا فرمائیگا۔

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنی رحمت کی بساط بچھا دیگا۔ دنیا کے اولین و آخرین یعنی تمام بندوں کے گناہ اس کے ایک گوشہ میں ہی سما جائیں گے۔ باقی وسطی بساط خالی رہے گی۔ یہاں تک کہ ابلیس بھی اس کی طرف بڑھنے کی کوشش کرے گا اس امید پر کہ اس کو بھی بساط رحمت میں سے کچھ حاصل ہو جائے۔ اللہ کی رحمت اتنی وسیع ہے لیکن عقلمند اور سمجھدار آدمی کو اسی پر توکل نہ کر لینا چاہئے اور نہ اس فریب خوردگی میں رہنا چاہئے نہ خوف پر امید کو غالب بنانا چاہئے ورنہ ہلاک ہو جائیگا۔ بلکہ طاقت کے موافق کوشش ضرور کرنی چاہئے۔ اوامر و نواہی کی پابندی جہاں تک ممکن ہو کرنی لازم ہے اور اپنے تمام امور کو اللہ کے سپرد کر دینا ضروری ہے۔ استغفار اور توبہ کی کثرت اور دوامی احتیاط رکھنی چاہئے۔ نہ عذاب کے خوف کا اتنا غلبہ ہو کہ رحمت کی آس توڑ دے، نہ نجات کا اتنا یقین کہ ممنوعات کا ارتکاب کرنے لگے اور اوامر کو ترک کر دے بلکہ درمیانی راستہ اختیار کرنا چاہئے۔ یہی مطلب ہے اس قول کا کہ مومن کے اندر بیم و رجا ہم وزن ہوتے ہیں۔ بیم سب پرندے کے دو بازوؤں کی مانند ہیں۔ جو

اڑتے وقت پنہ توازن برقرار رکھتا ہے۔ لہٰذا امت محمدؐ کی عید ہے۔ آغاز مجلس میں ہم اس کے متعلق تفصیل بیان کر چکے ہیں۔

فصل عید میں مومن اور کافر شریک ہیں۔ ہر ایک کی عید مقرر ہے۔ لیکن مومن کی عید رضائے رحمٰن کے لئے ہوتی ہے اور کافر کی عید خوشنودی شیطان کے لئے ہوتی ہے۔ مومن عید کو جاتا ہے۔ تو اس وقت اس کے سر پر ہدایت کا تاج ہوتا ہے۔ آنکھوں میں حیا و شرم کی سی علامت، کانوں میں حق و سننے کی طرف میلان، زبان پر توحید کی شہادت دل میں معرفت و ایمان، شانوں پر اسلام کی چادر اور کمر میں بندگی کا پٹکا ہوتا ہے۔ اس کا مقام خانقاہیں اور جامع مسجدیں ہوتی ہیں۔ اس کا معبود رب الخلائق ہوتا ہے۔ اسی کے سامنے وہ گڑگڑاتا ہے۔ اسی سے مانگتا ہے۔ اللہ کی بخشش و عطا اس کا استقبال کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے مقام عزت اور جنت میں داخل فرمائیگا۔ کافر عید کو جاتا ہے تو اس کے سر پر نامرادی اور گمراہی کا تاج ہوتا ہے، کانوں پر غفلت اور حجاب کا پردہ پڑا ہوا ہوتا ہے۔ آنکھوں میں بےحیائی اور نفسانی خواہشات کی نشانیاں ہوتی ہیں، زبان پر بدخلقی اور رحمت خدا سے دوری کی مہر ہوتی ہے۔ دل پر انکار اور جہالت کی تاریکی ہوتی ہے۔ کمر میں فرقت بدنصیبی اور اللہ سے کٹ جانے کے مہیب گڑھے درمیان حائل ہوتے ہیں اور وہ کفر و شرک کے عمیق گڑھوں میں غرق ہوتا رہتا ہے۔ اور اپنے اصلی خدا سے کوسوں دور پرے ہٹ جاتا ہے۔ آخرکار ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہی ہے۔

فصل اچھا نرم لباس پہننے عمدہ مزے دار کھانا کھانے خوبصورت عورتوں کو گلے لگانے اور لذت و شہوت سے لطف اندوز ہونے سے عید نہیں ہوتی۔ عید ہوتی ہے قبول طاعت کی علامت ظاہر ہونے سے گناہوں اور خطاؤں کے اتارنے سے، سیئات کے عوض حسنات حاصل ہونے سے، درجات کی بلند پروازی سے اور رحمت و عزت کی بلندی اور اللہ کی طرف سے بشارت حاصل ہونے سے، نور ایمان کی وجہ سے سینہ کے روشن ہوجانے سے، قوت یقین اور دوسری نمایاں علامات کے سبب دل میں سکون پیدا ہوجانے سے، علوم و فنون اور حکمتوں کے بے بہا سمندر دل سے نکل کر زبان پر رواں ہوجانے سے اور کلام کی فصاحت و بلاغت سے۔ عید کے دن حضرت علیؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ آپ اس وقت چنے کی روٹی کھا رہے تھے۔ عرض کیا آج عید کا دن ہے اور آپ چنے کی روٹی کھا رہے ہیں۔ فرمایا۔ آج عید اس کی ہے جس کے روزے قبول ہوگئے ہوں جس کی کوشش مشکور ہوئی ہو جس کے گناہ معاف کر دیئے گئے ہوں ہماری آج بھی عید ہے اور کل بھی عید ہوگی جس روز ہم اللہ کی نافرمانی نہ کریں وہی ہماری عید ہے۔ ہر عقلمند کے لئے مناسب ہے کہ عید کے ظاہری لباس کی زینت ترک کر دے۔ نظر نیچی رکھے۔ ہر بندہ رکھتے ہوئے روز عید کو عبرت اور غور و فکر کی نگاہ سے دیکھے۔ بطور تشبیہ روز عید کو روز قیامت قرار دے اور شب عید میں شاہی نقارے کی آواز کو صور پھونکنے کی آواز سمجھے جب لوگ عید کے متعلق ہنستے تیاری کرکے رات کو سو جاتے ہیں تو ان کی اس حالت کو ایسا سمجھے جیسا مرنے کے بعد لوگوں کے درمیان خواب یعنی موت کی حالت ہوگی۔ عید کی صبح کو لوگ نئے ٹھاٹ اور گھروں سے مختلف حالتوں میں طرح طرح کے رنگ برنگ لباس پہنے نکلتے ہیں ہر ایک کا

لباس اور آرائش جدا جدا ہوتا ہے۔ یہی حالت قیامت کے دن نیک لوگوں کی ہوگی۔ وہ خوش ہوں گے اور گناہگار غمزدہ ہوں گے متقی سواریوں پر سوار ہوں گے اور مجرم و گناہگار گرتے پڑتے اوندھے منہ گھسٹتا یا پیدل چلتا ہوگا۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ یَوۡمَ نَحۡشُرُ الۡمُتَّقِیۡنَ اِلَی الرَّحۡمٰنِ وَفۡدًا وَّ نَسُوۡقُ الۡمُجۡرِمِیۡنَ اِلٰی جَهَنَّمَ وِرۡدًا یعنی رحمٰن کی طرف ہم اہل تقویٰ کو سوار کرکے لیجائیں گے اور مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسے اونٹوں کی طرح ہنکائیں گے۔ زاہد اہل معرفت اور اللہ کے ولی ہر ایک اپنے محبوب اور مالک کے پاس عرش کے سایہ میں آرام اور سکون میں ہوگا جسموں پر لباس اور زیور ہوگا چہروں پر طاعت و معرفت کے انوار کی چمک اور تر و تازگی اور جھلک نمایاں ہوگی سامنے دستر خوان نعمت بچھے ہونگے جن پر طرح طرح کے کھانے شربت اور پھل چنے ہوں گے یہاں تک کہ سب مخلوق کا حساب ہو چکے گا تو وہ جنت کے اندر اپنی ان قیام گاہوں کو چلے جائیںگے جو اللہ نے ان کے لئے تیار کر رکھی ہیں جہاں ہر مرغوب طبع اور جاذب نظر چیز موجود ہے جہاں کی نعمتیں نہ آنکھ نے دیکھیں نہ کان نے سنیں نہ کسی آدمی کے دل میں ان کا تصور بھی آیا اللہ نے خود فرمایا ہے فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡیُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ کوئی نہیں جانتا کہ ان کے اعمال کی جزا دینے کے لئے اہل جنت کے لئے کیسی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانیوالی چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔ رہا دنیا کا طلبگار تو وہ گریہ زاری اور رنج و تعب میں رہیگا۔ جنت و سے جن آسائشوں اور نعمتوں میں ہوں گے ان نعمتوں کا دروازہ اس کے لئے بند ہوگا کیونکہ وہ دنیا کے مزے لوٹے بکا حرام اور مشتبہ روزی کھاتا تھا اور اپنے رب کی طاعت میں گزبڑ کرتا تھا وہ اپنا جنتی مقام دیکھیگا لیکن اس وقت تک وہاں پر نہ پہنچ سکیگا جب تک اپنے ذمہ لوجب الادا حقوق کی ادائیگی نہ کریگا۔ رہے کافر تو وہ معائنہ کرنے اور طرح طرح کے عذاب سزا ذلت خواری تباہی اور دوامی دوزخی ہونے کو محسوس کرکے موت اور ہلاکت کو پکاریں گے مگر انہیں موت نہ آئیگی جب مسلمان عید کے دن شاہی پھریروں کو اڑتا اور جھنڈوں کو کھڑا دیکھے تو اس وقت کو یاد کرے جب اللہ کی طرف سے ندا کرنیوالا اونچے نشانوں والے مسلمانوں کو جنت میں جاکر اللہ کا دیدار کرنے کے لئے پکاریگا۔ نمازیوں کی صفیں مجتمع اور درست دیکھکر یاد کرے۔ کہ قیامت کے دن تمام مخلوق اللہ کے سامنے کھڑی ہوگی۔ برے لوگوں کی بھی قطاریں ہونگی اور اچھے لوگوں کی بھی اور تمام چھپی باتیں اس دن ظاہر ہو جائیں گی

نماز سے فارغ ہو کر لوگ عید گاہ سے لوٹتے ہیں۔ کوئی گھر کو جاتا ہے کوئی مسجد کو کوئی دکان کو۔ یہ حالت دیکھکر یاد کرے کہ جزا سزا دینے والے بادشاہ کے سامنے سے لوٹ کر لوگ جنت اور دوزخ کی طرف جائیں گے۔ عظمت و احسان والے اللہ نے خود فرمایا ہے۔ وَیَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ یَوۡمَئِذٍ یَّتَفَرَّقُوۡنَ فَرِیۡقٌ فِی الۡجَنَّةِ وَفَرِیۡقٌ فِی السَّعِیۡرِ۔ قیامت برپا ہونے کا دن یاد کرو۔ اس روز لوگوں کے دو گروہ بن جائیں گے۔ ایک گروہ جنت میں اور دوسرا گروہ دوزخ میں چلا جائیگا۔

مجلس

دس دنوں کی فضیلت کا بیان

اللہ نے فرمایا۔ وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ فجر سے مراد فجر کی نماز ہے اور دس راتوں سے مراد ذی الحجہ کی دس راتیں ہیں اور شفع (یعنی جفت) مخلوق ہے اور وتر (طاق) اللہ ہے۔ لعل بمعنی اِنَّ (یقیناً بلاشبہ) ہے اور حجر کا معنی مغز عقل اور قسم کا جواب آئندہ آیت اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ہے یعنی نماز صبح کی قسم ذی الحجہ کی دس راتوں کی قسم۔ اور جاتی ہوئی رات کی قسم اور اہل دانش کے لئے بلاشبہ یہ بڑی قسم ہے کہ تمہارا رب یقیناً گھات میں ہے۔ مقاتل کا قول ہے کہ الفجر سے مراد ہے مزدلفہ کی صبح اور دس راتوں سے مراد وہ دس راتیں ہیں جو عید اضحیٰ سے پہلے ہوتی ہیں۔ یوم اضحیٰ (ذی الحجہ کی دسویں تاریخ) سے پہلے نو ہوتے اور راتیں دس۔ الشفع سے مراد ہیں آدم وحوا، اور الوتر خدا ہے اور واللیل اذا یسر کا مطلب ہے آتی ہوئی رات یعنی ذی الحجہ کی دسویں رات۔ گویا اللہ نے قربانی کے دن کی قسم کھائی اور دس راتوں کی اور آدم وحوا کی اور اپنی ذات کی اور عید ضحیٰ کی رات کی اور قسموں کے بعد فرمایا هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ۔ کیا اہل عقل کے لئے یہ قسمیں کافی ہیں یعنی یہ قسمیں عظیم الشان ہیں (استفہام تقریری ہے) اور جواب قسم اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ہی ہے۔

ایک قول ہے کہ فجر سے مراد ہے دن کی پو پھٹنا (کوئی دن ہو) دوسرا قول ہے کہ فجر سے مراد ہے دن، کیونکہ دن کا ابتدائی حصہ فجر ہی ہوتی ہے۔ مجاہد کے نزدیک صرف روز نحر کی فجر مراد ہے۔ عکرمہ نے کہا چشموں سے پانی کا چھوٹ کر نکلنا اور سبزے کا زمین پھٹ کر برآمد ہونا اور پھلوں کا درختوں سے نمودار ہونا۔ فجر سے مراد ہے اسی کی اللہ نے قسم کھائی ہے۔ یہ بھی ایک قول ہے کہ رسول اللہ کی مبارک انگلیوں سے پانی پھوٹ کر نکلنے کی اللہ نے قسم کھائی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ پتھر پھٹ کر حضرت صالح کی اونٹنی کا برآمد ہونا مراد ہے۔ یہ روایت بھی ہے کہ حضرت موسیٰ کی لاٹھی کی ضرب سے پتھر کے اندر سے پانی کا پھوٹ نکلنا مراد ہے۔ بعض نے کہا گنہگاروں کی آنکھوں سے آنسوؤں کا پانی بہنا مراد ہے۔ یا دل سے معرفت الٰہیہ کا چشمہ پھوٹنا مراد ہے (کیونکہ پانی کی طرح ایمان ومعرفت سے دلوں کو زندگی حاصل ہوتی ہے) اللہ نے فرمایا ہے اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا یعنی دیکھو کہ مردہ دل کو ہم نے ایمان ومعرفت (کے پانی) سے زندہ کر دیا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کی روایت ہے حضور اقدس نے فرمایا وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ (میں) ضحیٰ کی دس راتیں (مراد) ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر اور حضرت ابن عباس نے فرمایا ذی الحجہ کی دس راتیں ہیں۔ حضرت ابن عباس کا قول دوسری

روایت میں آیا ہے کہ رمضان کی آخری دس راتیں مراد ہیں۔

مجاہد نے کہا حضرت موسیٰ (کے چلہ کو پورا کرنے والی) دس راتیں مراد ہیں۔ شیخ ابن جریر طبری کے نزدیک ماہ محرم کے عشرہ اول کی دس راتیں ہیں۔

الشفع سے مراد ہر جفت اور الوتر سے مراد اللہ (قتادہ اور سدی) یا الشفع سے مراد آدمؑ و حوا کیونکہ آدم تنہا تھے اللہ نے بیوی حوا سے ان کا جوڑ کر دیا (مقاتل) ایک قول ہے کہ شفع اور وتر سے نمازیں مراد ہیں۔ کوئی نماز جفت ہے کوئی طاق۔ شفع اور وتر دونوں سے مراد مغرب کی نماز۔ اول دو رکعتیں جفت ہیں۔ اور آخری رکعت طاق (ربیع بن انس اور ابوالعالیہ) یہ بھی کہا گیا ہے کہ شفع یوم النحر (قربانی کا دن) ہے یعنی دسواں دن اور وتر عرفہ کا دن ہے یعنی نواں دن یا شفع یوم نحر کے بعد والے دو دن ہیں اور وتر تیسرا (یعنی تیرھویں تاریخ) وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ جاتی رات کی قسم یا اندھیری ہونے والی رات کی قسم۔ بعض نے کہا اس سے صرف مزدلفہ والی رات مراد ہے۔ بعض کا قول ہے کہ سَرَیٰ کا معنی ہے رات کو چلنا۔ یہاں رات کے چلنے سے مراد ہے رات میں لوگوں کا چلنا۔

ذِی حِجْرٍ۔ عقلمند (حضرت ابن عباس) یا علم والے (حسن بصری اور ابو رجاء) یا دین والے (محمد بن کعب قرظی)

آیت میں هَلْ (تحقیقیہ) بجائے اِنَّ کے استعمال کیا گیا ہے۔ بعض نے رب کا لفظ محذوف مانا ہے یعنی قسم ہے مالک فجر کے حق کی قسم ہے۔ لیالی عشر کے مالک کے حق کی۔ اسی طرح کی دوسری آیات میں بھی لفظ رب محذوف قرار دیا ہے جیسے والشمس وضحاھا۔ والسماء والطارق۔ والسماء ذات البروج وغیرہ۔

فصل

ماہ ذی الحجہ کے اول عشرہ میں ظاہر ہونے والے معجزات انبیاء کا بیان۔ ان آثار اخبار اور فضائل اعمال کا بیان جو اول عشرہ کے متعلق منقول ہیں

شیخ ابوالبرکات بروایت شیخ حافظ ابوبکر احمد بن علی ثابت خطیب بروایت احمد بن احمد بن ذرقونہ بروایت محمد بن عبداللہ شافعی بروایت محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بروایت عمرو بن عثمان بروایت ولید بروایت [illegible] بروایت خالد بن الحذا بروایت عکرمہ از حضرت عبداللہ بن عباس۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ ذی الحجہ کے اول عشرہ میں اللہ نے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول فرمائی اور ان کو رحمت سے نوازا اس وقت وہ عرفہ میں تھے (عرفہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ) عرفہ میں حضرت آدمؑ نے اپنے گناہ کا اعتراف کیا تھا۔ اسی عشرہ میں حضرت ابراہیمؑ نے درجہ خلت حاصل کیا۔ [illegible] اپنی جان آگ کے لئے اپنے لڑکے کو قربانی کے لئے دے ڈالا۔ [illegible]

درست نہیں ہو۔ اسی عشرہ میں حضرت نے کعبہ شریف کی تعمیر کی۔ آیت میں آیا ہے و اذ یرفع ابراهیم القواعد من البیت و اسمٰعیل۔ اسی عشرہ میں حضرت موسیٰ کو کلام کی عزت عطا فرمائی۔ اسی میں حضرت داؤد کی لغزش معاف کی گئی۔ اسی عشرہ میں لیلۃ المباہاۃ تھی۔

روایت میں آیا ہے کہ نزول قرآن کا آغاز اسی عشرہ میں دس تاریخ کی صبح کو ہوا۔ اس وقت رسول اللہ عیدگاہ کو تشریف لے جا رہے تھے (یہ روایت خلاف اجماع ہے) اسی عشرہ میں بیعت رضوان ہوئی۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔ جس درخت کے نیچے حضور نے بیعت عمر لی تھی وہ کیکر کا درخت تھا۔ یہ واقعہ حدیبیہ کے دن کا تھا۔ صحابہ کی تعداد اس وقت چودہ سو یا پندرہ سو تھی۔ سب سے پہلے حضرت ابوسنان اسدی نے بیعت کرنے کے لئے ہاتھ نکالا تھا۔ اسی عشرہ میں یوم الترویہ (آٹھ تاریخ) اور یوم عرفہ (نو تاریخ) اور یوم النحر (دس تاریخ) ہے۔ یوم النحر ہی حج اکبر کا دن ہے۔

ہم سے شیخ ابوالبرکات نے ابوالبرکات سے فضل بن محمد نے فضل سے احمد بن علی حافظ نے اپنی اسناد سے بیان کیا کہ حضرت ابوسعید خدری نے فرمایا۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا تھا۔ تمام مہینوں کا سردار ماہ رمضان ہے اور سب سے بڑی حرمت والا مہینہ ذی الحجہ کا ہے۔ از شیخ ابوالبرکات از فضل بن محمد قصار اصفہانی از ابوسعید حسن بن علی بن سہدان از عبداللہ بن محمد وراق از ابوبکر بزاز از ابوکامل فضل بن حسین خدری از ابوعاصم بن ہلال از ایوب از ابوالزبیر از حضرت جابر بن عبداللہ مروی ہے۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا دنیا کے سب دنوں سے افضل عشرۂ ذی الحجہ کے ایام ہیں صحابہ نے عرض کیا کیا ان ایام میں عمل کرنے کی برابر راہ خدا میں جہاد کرنا بھی نہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص اپنا منہ خاک آلودہ کرے۔

از شیخ ابوالبرکات از قاضی ابومظفر ہناد بن ابراہیم بخاری نسفی (باسناد نسفی) عطا بن ابی رباح نے فرمایا میں نے خود سنا حضرت عائشہ فرما رہی تھیں کہ رسول اللہ کے زمانہ میں ایک آدمی سماع یعنی گانا سننے کا دلدادہ تھا۔ لیکن ذی الحجہ کا چاند دیکھتے ہی صبح سے روزہ رکھتا تھا اس کی اطلاع حضور اقدس تک پہنچ گئی۔ فرمایا اس کو بلا کر لاؤ۔ وہ شخص حاضر ہو گیا۔ فرمایا۔ ان دنوں کے روزے رکھنے کا تیرے لئے کیا باعث ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ دن عبادت اور حج کے ہیں۔ اور میری خواہش ہے کہ اللہ ان کی دعا میں مجھے بھی شریک کر دے۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ تو جو روزہ رکھتا ہے ہر دن کے عوض تجھے سو بردے آزاد کرنے اور سو اونٹ قربانی کے لئے حرم کو بھیجنے اور جہاد میں سواری کے لئے سو گھوڑے دینے کا ثواب ملیگا اور ترویہ کے دن کے روزہ کے عوض ہزار بردے آزاد کرنے اور ہزار اونٹ قربانی کے لئے حرم کو بھیجنے اور ہزار گھوڑے جہاد میں سواری کے لئے دینے کا ثواب ہوگا۔ اور عرفہ کے دن روزہ کے عوض دو ہزار بردے آزاد کرنے دو ہزار اونٹ قربانی کے لئے بھیجنے اور دو ہزار گھوڑے جہاد میں سواری کے لئے دینے کا ثواب ہوگا۔ اور سال بھر پہلے اور سال بھر بعد کے روزوں کا ثواب بھی ہوگا۔

شیخ ابوالبرکات نے اپنی اسناد سے بروایت سعید بن جبیر ہم سے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا ان ایام یعنی تشریق کے دنوں (دسویں تاریخ سے تیرھویں تک) زیادہ کسی دن نیک کام کرنا اللہ کو محبوب نہیں (جب حضور اقدس نے یہ فرمایا تو) صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا راہ خدا میں جہاد بھی (ایسا) نہیں۔ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد بھی (اس سے بہتر) نہیں ہاں جو شخص راہ خدا میں اپنی جان مال لے کر نکلا ہو اور واپس لے کر کچھ نہ آیا ہو (یعنی مال بھی دیدیا ہو اور جان بھی) وہ بہتر ہوگا۔

شیخ ابوالبرکات از ابوبکر بن احمد بن علی بن ثابت حافظ (باسناد حافظ) از جبیرہ بن خالد خزاعی۔ ام المومنین حضرت حفصہؓ نے فرمایا۔ چار عمل رسول اللہ ترک نہیں فرماتے تھے عشرہ ذی الحجہ کے روزے۔ عاشورہ کا روزہ ہر ماہ میں تین روز (۱۳، اور ۱۴ اور ۱۵) کے روزے اور فجر سے اول دو رکعتیں۔

شیخ ابوالبرکات نے بروایت حمزہ بن عیسےٰ بن الحسن وراق (باسناد وراق) ہم سے بیان کیا کہ سعید بن مسیب نے بوساطت حضرت ابوہریرہ مرفوع روایت بیان کی کہ رسول اللہ نے فرمایا کسی یوم عبادت کی عبادت اللہ کو اتنی محبوب نہیں۔ جتنی عشرہ ذی الحجہ کے ایام کی محبوب ہے عشرہ ذی الحجہ میں ایک دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر اور اس میں ایک رات کی نماز سال بھر کی نمازوں کے برابر ہے۔

شیخ ابوالبرکات نے بروایت حسن بن احمد مقری (باسناد مقری) از محمد بن منکدر بحوالہ حضرت جابر بن عبداللہ بیان کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا جو شخص عشرہ ذی الحجہ کے روزے رکھتا ہے۔ ہر دن کے روزہ کے عوض ایک سال کے روزوں کا ثواب اللہ اس کے لئے لکھ دیتا ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے عشرہ ذی الحجہ کی راتوں میں چراغ نہ بجھایا کرو۔ آپ کو اس عشرہ میں عبادت بہت پسند تھی۔ خادموں کو بھی بیدار رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

فصل

عشرۂ ذی الحجہ کی وہ نماز جس کا ذکر روایات میں بھی آیا ہے

شیخ ابوالبرکات نے بروایت شریف ابوعبداللہ محمد بن علی بن محمد بن یحییٰ مہدی (باسناد شریف) از ہشام بن عروہ از عروہ بحوالہ حضرت عائشہؓ بیان کیا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے عشرہ ذی الحجہ کی کسی تاریخ رات بھر عبادت کی۔ تو گویا اس نے سال بھر حج اور عمرہ کرنے والے کی سی عبادت کی۔ اور جس نے عشرہ ذی الحجہ کوئی روزہ رکھا۔ تو گویا پورے سال اللہ کی عبادت کی۔

شیخ ابوالبرکات از محمد بن محمد بن عبدالعزیز شاہد (باسناد محمد) از جعفر بن محمد بن علی بن حسین از محمد بن علی

از علی بن حسین از امام زین العابدین از امام حسین بن حضرت علیؑ از حضرت امیر المومنین علیؑ کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا عشرہ ذی الحجہ آجائے۔ تو عبادت کی کوشش کرو۔ عشرہ ذی الحجہ کے ایام کو اللہ نے بزرگی عطا فرمائی ہے اور اس عشرہ کی راتوں کو بھی ویسی عزت دی ہے جو اس کے دنوں کو دی ہے اگر کوئی شخص اس عشرہ کی کسی رات کے آخری تہائی حصہ میں چار رکعتیں بترکیب ذیل پڑھیگا تو کعبہ شریف کے حج کرنے والے اور روضۂ پاک کی زیارت کرنے والے کی برابر اس کو ثواب ملیگا اور اللہ سے جو کچھ وہ مانگیگا اللہ عطا فرمائیگا۔ (ترکیب یہ ہے) ہر رکعت میں سورہ فاتحہ سورہ فلق و سورہ ناس ایک ایک بار سورہ اخلاص تین بار اور آیت کرسی تین بار پڑھے اس طرح نماز سے فارغ ہوکر دونوں ہاتھ اٹھاکر پڑھے۔ سبحان ذی العزۃ والجبروت سبحان ذی القدرۃ والملکوت سبحان الحی الذی لا یموت سبحان اللہ رب العباد والبلاد والحمد للہ کثیرا طیبا مبارکا علیٰ کل حال اللہ اکبر کبیرا ربنا جل جلالہ وقدرتہ بکل مکان۔ پاک ہے عزت اور غلبہ والا پاک ہے قدرت و حکومت والا پاک ہے وہ زندہ جو نہیں مریگا پاک ہے انسانوں اور بستیوں کا مالک ہر حال میں کثیر پاکیزہ اور برکت والی حمد اللہ کے لئے ہے اللہ بزرگ و برتر ہے ہمارا رب بزرگ ہے اس کی عظمت بڑی ہے اس کی قدرت ہر جگہ ہے شیخ نے کہا قدرت سے مراد ہے علم یعنی اس کا علم ہر جگہ ہے۔ اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔

اگر ایسی نماز عشرہ کی ہر رات کو پڑھیگا تو فردوس اعلیٰ میں اللہ اس کو فروکش کریگا اس کے گناہ معاف کردیگا اور گذشتہ گناہ معاف کرلینے کے بعد اس سے کہا جائیگا کہ اب از سر نو عمل شروع کر اگر عرفہ کے دن کا روزہ رکھے اور عرفہ کی رات کو یہی نماز پڑھے اور یہی دعا کرے اور اللہ کے حضور میں بہت زیادہ زاری کرے۔ تو اللہ فرماتا ہے میرے فرشتو گواہ رہو میں نے اس کو بخشدیا اور کعبہ کے حاجیوں میں اس کو شامل کردیا۔ فرشتے اس خوش خبری سے خوش ہوتے ہیں اور بشارت دیتے ہیں۔

فصل۔ دس دس چیزیں پانچ پیغمبروں کے لیے جدا جدا تھیں۔

۱۔ جب حضرت حوا کو اللہ نے حضرت آدم کی بائیں چھوٹی پسلی سے سوتے میں پیدا کیا اور حضرت آدم نے بیدار ہوکر حوا کو پاس بیٹھی ہوئی دیکھا تو پوچھا تو کس کے لئے ہے۔ حوا نے کہا آپ کے لئے حضرت آدم نے ان کو چھونا چاہا۔ حکم ہوا بغیر مہر دئے اس کو ہاتھ نہ لگانا۔ آدم نے عرض کیا الٰہی اس کا مہر کیا ہے۔ اللہ نے فرمایا نبی آخر الزمان پر دس بار درود پڑھنا اس کا مہر ہے۔

۲۔ حضرت ابراہیم کے لئے بھی دس چیزیں مخصوص تھیں اللہ نے فرمایا ہے وَاِذِ ابْتَلٰى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ جب اللہ نے ابراہیم کی آزمائش چند باتوں سے کی تو ابراہیم نے ان کو پورا کردیا۔ یہ دس احکام تھے۔ پانچ کا تعلق سر سے تھا۔ مانگ نکالنا کترنا مسواک کرنا کلی کرنا۔ ناک میں پانی ڈالنا اور پانچ کا تعلق باقی بدن سے ہے۔ ناخن ترشنا بغلوں کے بال دور کرنا ختنہ زیر ناف کے بال مونڈنا انگلیوں کا خلال کرنا جب ابراہیم نے ان دسوں کی تکمیل کرلی تو اللہ نے ان کو اپنی خاص دوستی کی عزت عطا فرمائی۔ خود فرمایا ہے۔ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا۔ اللہ نے ابراہیم کو خلیل بنالیا۔

۳۔ حضرت شعیب کی دس چیزیں (وہ دس سال تھے جن میں حضرت موسیٰ نے حضرت شعیب کی بکریاں چرائیں اور خدمت کی تھی۔ اللہ

(حضرت شعیب کے قول کو نقل کرتے ہوئے) فرمایا ہے فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۔ اگر تم نے دس سال پورے کر دیئے تو یہ تمہاری طرف سے ہوگا۔ بات یہ ہوئی تھی کہ حضرت موسیٰ نے دس سال تک حضرت شعیب کی خدمت کو قبول کیا تھا اور عوض خدمت کو حضرت شعیب کی بیٹی (صفورا زوجہ موسیٰ) کا مہر قرار دیا تھا ۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ حضرت شعیب دس سال تک اتنا روئے کہ بینائی باقی نہ رہی ۔ پھر اللہ نے دوبارہ نگاہ عطا فرمائی اور شعیب کے پاس وحی بھیجی کہ اگر تجھے دوزخ کا خوف ہے تو میں نے دوزخ سے تجھے امن دیدی ہے اور جنت چاہتا ہے تو میں نے جنت تجھے عطا کردی ہے اور اگر تو میری خوشنودی کا خواستگار ہے تو اپنی رضامندی تجھے بخش دی (اس رونے کی وجہ کیا ہے) حضرت شعیب نے کہا جبرئیل بیار ہوں نہ جنت کے شوق میں ہوں نہ دوزخ کے ڈر سے بلکہ دیدار الٰہی کی تمنا میں ہوں ۔ اللہ نے فرمایا اب تیرا گریہ مناسب ہے ۔ روا اور پھر رو ۔ اللہ نے گریۂ شعیب کا عوض دنیا میں یہ دیا کہ دس برس تک حضرت موسیٰ کو ان کا خادم بنا دیا اور یہ بدلہ اس اعزاز اور مراتب عالیہ اور قرب خداوندی اور شرف دیدار اور ان اخروی نعمتوں کے علاوہ تھا جو حضرت شعیب کے لئے رکھ چھوڑی گئی تھیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا نہ کسی کے دل میں ان کا تصور آیا ۔

۵ حضرت موسیٰ کی دس چیزیں وہ تھیں جن کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ ہم نے موسیٰ سے وعدہ کیا تیس رات کی عبادت کرے ۔ پھر ہم نے تیس کی تکمیل (مزید) دس رات سے کردی (اس طرح پورا چلہ عبادت کا ہوگیا) واقعہ یہ ہوا کہ اللہ نے حضرت موسیٰ سے کلام کرنے اور توراۃ دینے کا وعدہ کیا تھا حضرت موسیٰ نے تیس دن کے روزے رکھے یہ مہینہ ذی الحجہ کا اور بقول بعض ذیقعدہ کا تھا ایک ماہ کے روزوں کے بعد منہ میں کچھ بدبو محسوس ہوئی ۔ زیتون کی لکڑی کا ایک ٹکڑا منہ میں بو دور کرنے کے لئے) رکھ لیا ۔ اللہ نے فرمایا موسیٰ کیا تجھے نہیں معلوم کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے ۔ پھر اللہ نے موسیٰ کو مزید دس روز کے روزے رکھنے کا حکم دیا جس کی آخری تاریخ محرم کی دسویں تھی اور جس نے تیس دن سے مراد ماہ ذیقعدہ لیا ہے اس کے نزدیک مزید دس دن سے مراد ذی الحجہ کا عشرہ اول ہوگا اس کے بعد اللہ نے موسیٰ کو قرب عنایت فرمایا اور ہمکلامی کی عزت عطا کی آیت میں آیا ہے وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا ۔

۶ سرکار دو عالم حضرت سید المرسلین مصطفیٰ کی دس چیزیں وہ ہیں جن کا ذکر آیت وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ میں کیا گیا ہے یہ ذی الحجہ کی دس راتیں ہیں ۔ تفصیل اس آیت کی تشریح میں گذر چکی ۔

فصل کہتے ہیں کہ جو شخص ان دس ایام کی عزت کرتا ہے اللہ دس چیزیں دیکر اس کی عزت افزائی کرتا ہے ۔ عمر میں برکت ۔ مال میں زیادتی ۔ اہل اولاد کی حفاظت ۔ گناہوں کا کفارہ ۔ نیکیوں میں دوگنا اضافہ ۔ موت کی سختی میں آسانی ۔ تاریکیوں کی روشنی یعنی (بیکسی کے مرحلہ) کو روشن بنانا ۔ دوزخ کے طبقات سے نجات ۔ جنت کے درجات پر عروج ۔

جس نے اس عشرہ میں کسی مسکین کو کچھ خیرات دی اس نے گویا پیغمبروں کو دی جس نے ان دنوں میں کسی بیمار کی بیمار پرسی کی گویا اس نے اللہ کے دوستوں اور ابدال کی عیادت کی ۔ جو کسی جنازہ کے ساتھ ان ایام میں گیا گویا وہ شہیدوں کے جنازوں کے ساتھ گیا جس نے کسی مومن کو اس دنوں میں لباس پہنایا اللہ اس کو اپنی طرف سے خلعت پہنائیگا جس نے کسی یتیم پر مہربانی کی گویا اس نے ان میں کسی علمی مجلس

میں شریک ہوا۔ گویا وہ انبیاء اور پیغمبروں کی مجلس میں شریک ہوا۔

وہب بن منبہ کا قول ہے جب حضرت آدمؑ کو زمین پر اتار دیا گیا تو وہ چھ روز تک اپنے گناہ پر روتے رہے پھر اللہ نے ساتویں روز وحی بھیجی۔ دریافت کیا آدم تجھے کیا تکلیف ہے۔ حضرت آدم غم زدہ ہم گشتہ اور سراگندہ تھے۔ عرض کیا الٰہی میری مصیبت بڑی ہے۔ میرے گناہ نے ہر طرف سے مجھے گھیر لیا۔ میں عزت، سعادت اور خلد دائمی کے گھر سے نکل کر ذلت بدبختی موت اور فنا کے گھر میں آگیا۔ پھر کیوں اپنے گناہ پر گریہ نہ کروں۔ اللہ نے وحی بھیجی۔ آدم کیا میں نے خاص اپنے لئے تجھے نہیں بنایا۔ کیا اپنی مخلوق پر تجھے فضیلت نہیں دی۔ کیا خصوصی طور پر تیری عزت افزائی نہیں کی۔ کیا تجھ پر اپنی محبت نہیں ڈالی۔ کیا تجھے اپنے ہاتھوں سے نہیں بنایا۔ کیا تجھے اپنے فرشتوں سے سجدہ نہیں کرایا۔ کیا تو میری طرف سے مقام عزت و منصب رحمت میں نہ تھا۔ پھر تو نے میرے حکم کے خلاف کیا۔ میرے حکم کو بھول گیا۔ تو نے کیونکر میری رحمت اور عزت کو فراموش کر دیا۔ اپنی عزت و جلال کی قسم۔ اگر تیری طرح لوگوں سے زمین بھرپور ہو اور رات دن میری عبادت اور تسبیح میں مشغول رہیں۔ مگر عبادت میں سستی کریں۔ پھر میری نافرمانی کریں تو میں ان کو نافرمانوں کی جگہ اتار دوں گا۔ یہ سنکر حضرت آدمؑ کوہ ہند پر تین سو برس تک روتے رہے ان کے آنسو بہہ کر وادی میں بہتے تھے اور آنسوؤں کے پانی سے پاکیزہ درخت اگ آتے تھے۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل نے کہا کعبہ کو جاؤ اور عشرہ ذی الحجہ کے منتظر رہو۔ شاید اللہ تمہاری کمزوری پر رحم فرمائے۔ حضرت آدم چل دیئے۔ جہاں آپ کا قدم پڑتا تھا وہاں تو سرسبزی ہو جاتی تھی۔ باقی دونوں قدموں کے درمیانی زمین بنجر رہتی تھی۔ کہتے ہیں حضرت آدمؑ کے دو قدموں کے درمیان کی مسافت تین فرسنگ ہوتی تھی۔ غرض کعبہ شریف میں پہنچ گئے۔ پہنچ کر پورے ہفتہ بھر طواف کیا اور اتنا روئے کہ گھٹنوں تک پانی چڑھ گیا اور زمین پر بہنے لگا اور عرض کیا تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو پاک ہے میں تیری حمد کرتا ہوں۔ میں نے بدی کی اور اپنے اوپر خود ظلم کیا۔ میرا قصور معاف کر دے تو تمام بخشنے والوں سے بہتر ہے۔ مجھ پر رحم فرما تو ارحم الراحمین ہے۔ اس کے بعد اللہ نے وحی بھیجی۔ آدم مجھے تیری کمزوری پر رحم آگیا۔ میں نے تیرا گناہ معاف کر دیا اور تیری توبہ قبول کرلی۔ یہی تشریح ہے آیت فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ کی۔ یہی عشرہ کی برکت ہے اللہ نے آدم کی توبہ قبول کی پس اسی طرح اگر کوئی مومن رب کا نافرمان ہو جائے اور خواہش نفس کا اتباع کرنے لگے۔ پھر ان دنوں میں توبہ کرے اللہ کی طرف رجوع کرے اور زباں پر [illegible] تو اللہ اپنی مہربانی سے اس پر رحم فرمادیگا اور اس کا گناہ معاف کر دیگا۔ اپنی رحمت سے اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیگا۔

فصل آیت وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ سے اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ تک اس آیت میں اللہ نے فجر کی، دس راتوں، شفع کی، وتر کی، ڈھلتی ہوئی رات کی قسم کھائی ہے۔ بات یہ ہے کہ جہنم کے پل کے آٹھ درجات ہیں۔ اول درجہ میں بندہ سے ایمان باللہ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ ایمان دار ہوا تو نجات پا جائیگا ورنہ دوزخ میں گر پڑیگا۔ دوسرے درجہ میں وضو اور نماز کے متعلق سوال کیا جائیگا۔ اگر بندہ نے [illegible] رکوع و سجود کی تکمیل کی ہوگی تو نجات پا جائے گا۔ تیسرے درجہ میں زکوٰۃ کی بابت سوال ہوگا۔ اگر ادا کی ہوگی تو بچ جائیگا۔ چوتھے درجہ میں پہنچکر روزہ کے متعلق پوچھ ہوگی۔ اگر تکمیل صیام

کی ہوگی تو نجات مل جائیگی۔ پانچویں درجہ میں حج وعمرہ کی بابت پوچھا جائے گا۔ اگر دونوں ادا کئے ہونگے تو (دوزخ سے) بچ جائیگا چھٹے درجہ میں امانت کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔ امانت میں خیانت نہ کرنے والا نجات پا جائیگا۔ ساتویں درجہ میں غیبت چغلی اور تہمت تراشی کی بابت سوال ہوگا۔ غیبت نہ کرنے والا (دوزخ سے) محفوظ رہیگا۔ آٹھویں درجہ میں حرام مال کھانے کا سوال ہوگا۔ حرام مال نہیں کھایا ہوگا تو رہائی مل جائے گی۔ ورنہ دوزخ میں گر جائے گا۔

فصل

یوم الترویہ (۸ ذی الحجہ)

اللہ نے فرمایا۔ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ الخ اے ابراہیم تمہاری اولاد ہو یا دوسرے مومن سب کو حج کرنے کے لیے پکارو۔ وہ (کچھ) پاپیادہ اور کچھ دبلے (مشاق سفر) اونٹوں پر سوار۔ حج کے لئے تمہارے پاس ہر دور کی مسافت اور دور کے راستوں سے آجائیں گے۔ یہ آیت سورہ حج کی ہے اور سورہ حج بھی قرآن مجید کی عجیب ترین سورتوں میں سے ہے۔ اس میں مکی آیات بھی ہیں اور مدنی بھی۔ حضری (شہری) بھی اور سفری بھی۔ رات والی بھی اور دن والی بھی۔ ناسخ بھی اور منسوخ بھی۔ مکی آیات تیسویں آیت سے آخر سورت تک ہیں اور مدنی آیات پندرھویں سے تیسویں تک اور رات والی آیات پہلی سے پانچویں تک اور دن والی پانچویں سے نویں تک اور حضری (پہلی سے) بیسویں تک۔ ان آیات کو مدینہ کی طرف اس لئے منسوب کیا جاتا ہے کہ مدینہ کے قریب ان کا نزول ہوا تھا۔ ناسخ آیت اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ الخ ہے اور منسوخ تین آیات ہیں۔ ۱۔ آیت وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ منسوخ ہے اس کی ناسخ آیت سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰی ہے۔ ۲۔ اَللّٰهُ یَحْكُمُ بَیْنَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔ منسوخ ہے اس کی ناسخ آیت سیف ہے ۳۔ وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ منسوخ ہے۔ اس کی ناسخ آیت فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ہے۔

آیت مذکورہ عنوان میں حج کے لئے عمومی ندا کرنے کا حکم اللہ نے ابراہیمؑ کو اس وقت دیا تھا جب آپ نے تعمیر کعبہ سے فارغ ہو کر عرض کیا تھا۔ الٰہی اس مکان کا حج کون کرے گا۔ اللہ نے حج کے لئے لوگوں کو پکارنے کا حکم دیا آپ نے کوہ ابوقبیس پر چڑھ کر بلند ترین آواز سے پکارا لوگو اپنے رب کے فرمان کو قبول کرو۔ اللہ تم کو اپنے گھر کا حج کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ کوہ ابوقبیس وہی پہاڑ ہے جس کی جڑ میں صفا پہاڑی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی پکار کو ہر مومن مرد اور عورت نے سن لیا جو روئے زمین پر موجود تھا یا باپ کی پشت اور ماں کے پیٹ میں تھا۔ آج کل جو لبیک کہی جاتی ہے یہ اس دعوت کا جواب ہے جو اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیمؑ نے دی تھی۔ اس روز جس نے دعوت ابراہیمی پر لبیک کہی تھی۔ وہ دنیا سے بغیر زیارت کعبہ کے نہیں جائے گا۔

فصل

احرام باندھنے لبیک کہنے حج کرنے اور کعبہ کے قریب ہونیکے فضائل

مجاہد کی روایت ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا ہم خدمت گرامی میں موجود تھے کہ یمن سے ایک گروہ آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے ماں باپ قربان ہم کو حج کی خوبیاں بتلائیے ارشاد فرمایا اچھا۔ جو آدمی حج یا عمرہ کے ارادہ سے گھر سے نکلتا ہے تو جو قدم وہ اٹھاتا یا رکھتا ہے گناہ اس کے قدموں سے ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت سے پتے جب مدینہ میں پہنچتا ہے اور سلام کر کے مجھ سے مصافحہ کرتا ہے تو فرشتے سلام کر کے اس سے مصافحہ کرتے ہیں جب ذوالحلیفہ کے پاس پہنچتا ہے اور غسل کرتا ہے تو اللہ اس کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے جب دو نئے کپڑے تہبند اور چادر پہنتا ہے تو اللہ اس کے لیے نیکیوں کو نیا کر دیتا ہے جب کہتا ہے لبیک اللھم لبیک اللہ لبیک اور سعدیک کہتے ہوئے جواب دیتا ہے میں تیرا کلام سن رہا ہوں اور تجھے دیکھ رہا ہوں جب مکہ میں داخل ہو کر طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے تو اللہ نیکیوں کو اس کے ساتھ جوڑ دیتا ہے جب عرفات میں ٹھہرتا ہے اور اس کی دعا کی آوازیں بلند ہوتی ہیں تو اللہ ساتوں آسمانوں کے فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے میرے فرشتو میرے آسمانوں پر رہنے والو کیا تم نہیں دیکھتے کہ میرے بندے غبار آلود پراگندہ مو دور دراز راستوں سے آئے ہیں انہوں نے اپنا مال بھی خرچ کیا ہے اور اپنے جسموں کو بھی تھکایا ہے مجھے اپنی عزت جلال اور کرم کی قسم میں ان کے نیکوں کی وجہ سے ان کے بروں کو بھی بخش دوں گا اور گناہوں سے اس طرح پاک کر دوں گا جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن تھے جب لوگ کنکریاں پھینکتے سر منڈواتے اور کعبہ کی زیارت کرتے ہیں تو زیر عرش سے ایک منادی پکارتا ہے اے لوگو لوٹ جاؤ تمہاری مغفرت ہو چکی آئندہ نئے سے عمل کرو۔

مروی ہے کہ ایک اعرابی نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں حج کے ارادہ سے نکلا مگر حج نہ پا سکا میں ازار پہنے ہوں یعنی احرام کا لباس پہنے ہوں مجھے کسی ایسے کام کا حکم دیجئے جس کے ذریعہ سے میں حج کو پا لوں حج کے ثواب کو حاصل کر سکوں رسول اللہ نے اس کی طرف رخ پھیرا اور فرمایا ابو قبیس کو دیکھو اگر ابو قبیس کے برابر سرخ سونا بھی تم راہ خدا میں دیدو تب بھی حاجیوں کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتے۔ پھر فرمایا حاجی جب تیاری شروع کرتا ہے تو جو چیز بھی اٹھاتا یا رکھتا ہے اللہ ہر ایک کے عوض اس کی دس نیکیاں لکھتا دس گناہ مٹاتا اور دس درجے اونچے کرتا ہے جب اونٹ پر سوار ہوتا ہے تو اس کا اونٹ جو پاؤں اٹھاتا یا رکھتا ہے اللہ اس کے بدلہ میں اتنا ہی ثواب لکھ دیتا ہے۔ پھر جب کعبہ کا طواف کرتا ہے تو گناہوں سے نکل جاتا ہے۔ عرفات میں ٹھہرتا ہے تو گناہوں سے نکل جاتا ہے مشعر الحرام میں قیام کرتا ہے تو گناہوں سے نکل جاتا ہے۔ کنکریاں پھینکتا ہے تو گناہوں سے نکل جاتا ہے۔ کنکریاں پھینکتا ہے تو گناہوں سے نکل جاتا ہے اس کے بعد نبی نے فرمایا پھر کس طرح پا سکتا ہے تو حاجی کے ثواب کو پہنچ سکتا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے فرمایا میں رسول اللہ کے ساتھ کعبہ کا طواف کر رہا تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ قربان یہ کیا گھر ہے ارشاد فرمایا یا علی اس کی بنیاد اللہ نے ڈالی ہے تاکہ میری امت کے گناہوں کا …

ہو جاتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ قربان۔ یہ سنگ سیاہ کیا ہے۔ فرمایا۔ یہ جنتی جوہر تھا۔ دنیا میں اللہ نے اس کو اتارا تو سورج کی کرنوں کی طرح چمکتا تھا مشرکوں کے ہاتھ لگنے سے اس کی سیاہی گہری ہوگئی اور رنگ بگڑ گیا۔

ابن ابی ملیکہ کی روایت سے حضرت ابن عباس نے فرمایا میں نے خود رسول اللہ کو فرماتے سنا کہ اس بیت الحرام پر ہر رات دن ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں ساٹھ کعبہ کا طواف کرنے والوں کے لیے چالیس کعبہ کے گرد اعتکاف کرنے والوں کے لیے۔

زہری نے بروایت سعید بن مسیب حضرت عمر بن ابی سلمہ کا قول نقل کیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اللہ ارشاد فرماتا ہے کہ جس بندہ کو میں نے تندرستی عطا کی اور عمر میں وسعت دی پھر اس پر تین سال اس گھر کی طرف آئے بغیر گذر گئے تو یقیناً وہ محروم ہے بیشک وہ محروم ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا ہم نے امیرالمومنین حضرت عمرؓ بن خطاب کے ساتھ آپ کی خلافت کے شروع دور میں حج کیا آپ مسجد کعبہ کے اندر داخل ہو کر سنگ اسود کے پاس جا کر ٹھہر گئے اور فرمایا یقیناً تو ایک پتھر ہے نہ ضرر پہنچا سکتا ہے نہ نفع۔ اگر میں نے رسول اللہ کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے نہ چومتا حضرت علیؓ نے فرمایا۔ امیرالمومنین ایسا نہ کہئے۔ یہ اللہ کے حکم سے نفع نقصان پہنچاتا ہے۔ اگر آپ نے قرآن پڑھا ہوتا اور مضمون قرآن کو جانا ہوتا تو اس کا انکار نہ کرتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ابوالحسن کتاب اللہ میں اس کی تشریح کیا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اللہ نے ارشاد فرمایا ہے واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورھم ذریتہم واشہدھم علی انفسہم الست بربکم۔ جب مخلوق نے اپنی بندگی اور اللہ کی ربوبیت کا اقرار کر لیا تو اللہ نے اس اقرار کو ایک کاغذ پر لکھ کر اس پتھر کو کھلا دیا پس اس جگہ یہ اللہ کا مقرر کردہ امین ہے کہ قیامت کے دن اس شخص کی شہادت دے جس نے اپنا اقرار کو پورا کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ابوالحسن اللہ نے آپ کے سینہ میں بہت کچھ علمی ذخیرہ رکھا ہے

ابو صالح نے بروایت حضرت ابوہریرہؓ بیان کیا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ حج اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں دعا کرتے ہیں تو اللہ ان کی دعا قبول کرتا ہے اگر گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں تو اللہ گناہ بخش دیتا ہے۔

مجاہد کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے دعا فرمائی اے اللہ حاجیوں کو اور ان لوگوں کو جن کے لئے حاجی دعا مغفرت کریں بخش دے۔

حسن بصری کا قول بیان ہے۔ حدیث میں آیا ہے ملائکہ حاجیوں کا استقبال کرتے ہیں اونٹوں والوں کو سلام کرتے ہیں اور خچر اور گدھوں پر آنے والوں سے مصافحہ کرتے ہیں اور پیدل آنے والوں سے گلے ملتے ہیں

ضحاک کی مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جو مسلمان حج کے ارادہ سے گھر سے نکلتا ہے اور جس جانور پر سوار ہے اگر وہ اس کو لے کر گر پڑتا ہے یا اس کو کوئی بیماری لگ جاتی ہے اور وہ مر جاتا ہے یا کسی جانور پر مر جاتا ہے وہ شہید ہو جاتا ہے اور جو شخص بیت اللہ کا ارادہ سے گھر سے نکلتا ہے اور واپسی سے پہلے اس کو موت آ جاتی ہے تو اللہ اس کے لئے جنت واجب کر دیتا ہے۔ سفیان بن عیینہ نے بروایت ابوالزناد و یوسف اعرج حضرت ابوہریرہ کا قول نقل کیا ہے کہ حضور نے فرمایا جس نے اس کعبہ کا حج کیا اور حج میں نہ کوئی گناہ کیا نہ نافرمانی کی نہ جہالت کی وہ لوٹ کر ایسا ہو جاتا ہے جیسا پیدائش کے دن گناہوں سے پاک تھا۔ سعید بن مسیب کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے یا حدیث وہی ہے جو حضرت ابوہریرہ نے بیان کی اور حضور نے یہ بھی فرمایا کہ ایک حج کی وجہ سے تین آدمی جنت میں

بنانے کی درخواست کی مگر اللہ نے اس کو ہدایت یاب بنانے سے انکار کر دیا اور حضرت حمزہ کے قاتل وحشی اور ہندہ کے غلام کو ہدایت یاب بنا دیا۔ گویا اللہ اپنے رسول سے فرماتا ہے۔ محمد تمہارے ذمہ دعوت دینا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے یَاأَیُّھَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَیْکَ۔ اے رسول آپ کے اوپر جو کچھ اتارا گیا وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ دوسری آیت میں ہے إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا إِلَی اللّٰہِ بِإِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ بلا شبہ ہم نے تجھ کو گواہ اور خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا اور بحکم خدا اللہ کی طرف آنے کی دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے اور آپ کو شفاعت کا اختیار ہے۔ قبول کرنا اور ہدایت یاب بنانا میرا کام ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَاءُ اللہ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ دوسری آیت میں ہے وَلَوْ شِئْنَا لَآتَیْنَا کُلَّ نَفْسٍ ھُدَاھَا اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو اس کے مناسب ہدایت کر دیتے۔ مؤذن نماز کی دعوت دیتا ہے اللہ نے فرمایا ہے وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا اس شخص سے اچھی بات کس کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور نیک کام کرتا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ یہ آیت مؤذنوں کے حق میں نازل ہوئی یعنی جس نے لوگوں کو نماز کے لئے بلایا اور اذان و اقامت کے درمیان نماز پڑھی اس سے اچھی بات کس کی ہو سکتی ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا اذان دینے والے اور لبیک پڑھنے والے قیامت کے دن اپنی قبروں سے اذان دیتے اور لبیک پڑھتے نکلیں گے اور مؤذن کی آواز جہاں تک جاتی ہے وہاں تک سب چیزیں اس کے لئے دعا مغفرت کرتی ہیں اور ہر تر و خشک درخت اور مٹی جس نے اس کی آواز سنی ہوگی اس کے لئے شہادت دیتی ہے جس شخص نے مؤذن کی اذان پر مسجد میں نماز پڑھی ہوگی اس کی نیکیوں کے برابر نیکیاں مؤذن کے لئے بھی لکھی جاتی ہیں۔ اذان و اقامت کے درمیان مؤذن جو سوال کرتا ہے اللہ اس کو دیتا ہے یا دنیا میں فوراً دے دیتا ہے یا کوئی بلا دفع کر دیتا ہے یا آخرت میں اس کے لئے جمع رکھتا ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ ایک شخص نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس کی وجہ سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ فرمایا اپنی قوم کا مؤذن بن جا کہ تیری اذان پر لوگ جمع ہو کر جماعت سے نماز پڑھیں۔ اس نے عرض کیا اگر میں ایسا نہ کر سکوں تو کیا کروں۔ فرمایا تو قوم کا امام بن جا۔ تیری اقتدا میں لوگ نماز پڑھیں۔ اس نے عرض کیا کہ مجھ سے یہ بھی نہ ہو سکے۔ تو فرمایا پہلی صف میں شریک ہو کر نماز پڑھ۔ حضرت ابو امامہ باہلی سے مروی ہے حضور اقدسؐ نے فرمایا مؤذن کی آواز جہاں تک جاتی ہے اسی کے مطابق اس کی بخشش کی جاتی ہے اور مؤذن کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا اس کے ساتھ نماز پڑھنے والوں کو مگر نماز پڑھنے والوں کے ثواب میں کمی کر کے مؤذن کو نہیں دیا جاتا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا مریض اللہ کا مہمان ہے جب تک بیمار رہتا ہے روزانہ ستر شہیدوں کے عمل کے برابر اس کے درجات اونچے کئے جاتے ہیں جب اچھا ہو جاتا ہے تو گناہوں سے ایسا پاک و صاف ہو جاتا ہے جیسے پیدائش کے دن تھا اور اگر اس کی موت کا حکم ہو جاتا ہے تو اللہ بلا حساب اس کو جنت میں داخل فرما دیتا ہے۔

اللہ نے فرمایا ہے ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ یہ سیدھا درست حساب ہے۔ ۳ دین بمعنی عوض۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ یَوْمَئِذٍ یُّوَفِّیْہِمُ اللّٰہُ دِیْنَہُمُ الْحَقَّ اس روز اللہ ان کو ٹھیک ٹھیک بدلہ دیگا۔ ۴ دین بمعنی حکم۔ اللہ نے فرمایا ہے وَلَا تَاْخُذْکُمْ بِہِمَا رَاْفَۃٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ۔ حکم خدا میں تم کو ان دونوں (زنا کار مرد و عورت) پر ترس نہ آئے ۵ دین بمعنی عید (یعنی تہوار) اللہ نے فرمایا۔ وَذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَہُمْ لَعِبًا وَّلَہْوًا۔ تم ان لوگوں کو چھوڑ دو جنہوں نے اپنے تہوار کو کھیل تفریح بنا رکھا ہے۔ ۶ دین بمعنی قیامت۔ اللہ نے فرمایا ہے مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۷ دین بمعنی شریعت (قوانین) اللہ نے فرمایا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ یعنی آج تمہارے قوانین دین میں نے مکمل کر دیئے۔

فصل

آیت الیوم اکملت لکم دینکم سے متعلق مزید تفصیل

اللہ نے ہر کتاب کو یکدم نازل کیا اور قرآن مجید کو (تھوڑا تھوڑا) جدا جدا اتارا۔ ان دونوں میں نزول کا طریقہ کونسا بہتر ہے۔ کچھ لوگ قائل ہیں کہ نزول قرآن کا طریقہ بہتر ہے۔ کیونکہ تورات کو اللہ نے یکدم نازل کیا۔ تو بنی اسرائیل نے گو اس کو قبول کر لیا مگر عمل کم کیا۔ کیونکہ تورات کے اوامر و نواہی کا ان پر بار گذرا۔ اس لئے کہنے لگے سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا ہم نے سن لیا مگر کریں گے اس کے خلاف اور قرآن کا نزول قدرے قدرے تدریجاً متفرق طور پر ہوا۔ سب سے پہلے اہل ایمان کو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے کہنے کا حکم دیا گیا اور اس کے عوض جنت ملنے کی ذمہ داری کی گئی۔ لوگوں نے اس کو سنا اور مان لیا پھر دو رکعتی دو نمازوں کا حکم دیا۔ ایک طلوع آفتاب سے پہلے دوسری غروب آفتاب کے بعد پھر پانچ وقت کی نمازوں کا حکم دیا۔ پھر ہجرت کے بعد جماعت کے ساتھ جمعہ کا حکم دیا پھر زکوٰۃ کا حکم دیا۔ پھر عاشورہ کے روزہ کا پھر ہر ماہ تین روزوں کا۔ پھر جہاد کا۔ آخر میں حج کا۔ جب اوامر و نواہی کی تکمیل ہو گئی تو جمعہ کے روز عرفہ کے دن حجۃ الوداع میں آیت الیوم اکملت لکم دینکم الخ نازل فرمائی حضرت عمر بن خطاب سے اسی طرح مروی ہے طارق بن شہاب (زہری) سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمر بن خطاب سے حاضر ہو کر عرض کیا۔ ایک آیت آپ لوگ پڑھتے ہیں۔ اگر وہ ہم پر نازل ہوئی ہوتی اور روز نزول بھی ہم کو معلوم ہوتا اور ہم اس روز عید مناتے۔ امیر مومنین نے فرمایا وہ کونسی آیت ہے۔ یہودی نے کہا الیوم اکملت لکم دینکم۔ حضرت نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ یہ کس روز اور کہاں نازل ہوئی۔ عرفہ کے روز جمعہ کے دن یہ آیت نازل ہوئی۔ ہم رسول کے ساتھ عرفات میں اس روز ٹھہرے ہوئے تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہ دونوں دن ہمارے لئے عید کے ہیں (یعنی جمعہ اور روز حج) اور جب تک ایک مسلمان بھی باقی رہے گا۔ یہ دن مسلمانوں کے لئے عید کا ہی رہے گا۔ ایک یہودی نے حضرت ابن عباس سے عرض کیا کہ اگر یہ دن ہم میں ہوتا تو ہم اس کو عید مناتے حضرت ابن عباس نے فرمایا یوم عرفہ سے زیادہ کامل عید اور کونسی ہوگی۔

فصل۔ موقف حج کو عرفات اور وقوف کے دن کو عرفہ کہنے کی وجہ مختلف فیہ ہے۔ ضحاک نے کہا حضرت آدم کو ہندوستان میں اور حضرت حوا کو جدہ میں اتارا گیا۔ حضرت آدم حوا کو اور حوا حضرت آدم کو ڈھونڈتے رہے۔ آخر عرفات میں عرفہ کے دن دونوں مل گئے۔

اور ایک نے دوسرے کو پہچان لیا۔ اسی لئے اس دن کا نام روز عرفہ اور مقام کا نام عرفات ہو گیا۔ سدی نے عرفات کی وجہ تسمیہ اس طرح
بیان کی کہ ہاجرہ اسماعیل کو لیکر سارہ کے پاس چلی آئیں۔ حضرت ابراہیم اس وقت موجود نہ تھے۔ آپ تو اسماعیل کو نہیں پایا۔ سارہ نے بیان
کیا کہ ہاجرہ اسماعیل کو لے گئی۔ حضرت ابراہیم اسماعیل کی تلاش میں چل دیئے آخر عرفات میں دونوں مل گئے حضرت نے انہیں پہچان لیا اسی لئے
اس مقام کا نام عرفات ہو گیا۔ مرفوع روایت میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا حضرت ابراہیم فلسطین سے نکل کر چلے تو غیرت کی وجہ سے سارہ نے
ان کو قسم دیدی کہ آپ میرے پاس واپسی تک سواری کی پشت سے نہ اتریں۔ حضرت ابراہیم اسماعیل کے پاس پہنچے پھر لوٹ آئے اور سارہ
نے ان کو ایک سال تک روکے رکھا۔ اس کے بعد سارہ سے اجازت لے کر چل دیئے یہاں تک کہ مکہ اور کوہستان مکہ تک پہنچ گئے۔ آپ رات
بھر چلتے اور دوڑتے رہے لیکن منزل نہ ملی۔ آخر تہائی رات میں اللہ کے حکم سے کوہ عرفات کے درمیان ٹھہرے۔ صبح ہوئی تو بستیوں کو
راستے پہچان میں آئے۔ اللہ نے اسی پہچان کی وجہ سے اس کو عرفہ قرار دیا۔ حضرت ابراہیم نے عرض کیا الٰہی اپنا گھر اس جگہ بنا دے جو سب بستیوں
سے زیادہ مجھے پسند ہے جس کی طرف سر دور دراز راستوں سے مسلمانوں کے دل مائل ہوں۔ عطاء نے عرفات کی وجہ تسمیہ اس طرح بیان کی ہے
کہ حضرت جبرائیل حضرت ابراہیم کو ارکان حج بتاتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔ عرفت (آپ پہچان گئے) پھر بتاتے تھے اور کہتے تھے۔
عرفت۔ اسی لئے اس کا نام عرفات ہو گیا۔ سعید بن مسیب کی روایت ہے حضرت علی نے فرمایا۔ اللہ نے جبرئیل کو حضرت آدم کے پاس بھیجا
جبرئیل نے آپ کو حج کرایا جب عرفات میں پہنچے تو جبرئیل نے آپ کو حج کرایا۔ جبرئیل نے کہا کیا آپ نے
شناخت کر لیا ہوگا۔ کیونکہ اس سے پہلے حضرت ابراہیم ایک بار وہاں جا چکے تھے اسی لئے اس مقام کا نام عرفات ہو گیا۔ ابو الطفیل
کی روایت ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا عرفہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جبرئیل نے حضرت ابراہیم کو مکہ کے مقامات اور حج کی جگہیں
دکھا دیں اور بتا دیا کہ یہ ایسی جگہ ہے، یہ ایسی جگہ ہے۔ پھر کہتے تھے آپ نے پہچان لیا آپ نے شناخت کر لی۔ اسباط نے سدی کا قول نقل
کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم نے لوگوں کو حج کے لئے پکارا تو لوگوں نے لبیک کہی اور جو آنے والے تھے آ گئے۔ اللہ نے ایک مقام کے
احوال بیان فرما کر حکم دیا کہ اس جگہ نکل کر جاؤ حضرت ابراہیم نکل کھڑے ہوئے۔ درخت کے پاس پہنچے تو شیطان جمرہ یعنی جمرہ عقبہ پر شیطان سامنے
سے آیا۔ حضرت نے اس کو سات پتھریاں ماریں اور ہر پتھری مارتے وقت اللہ اکبر کہا شیطان دوسرے جمرہ پر جا کھڑا۔ حضرت نے وہاں بھی
اس پر سنگباری کی اور تکبیر پڑھی شیطان وہاں سے تیسرے جمرہ پر جا پڑا حضرت نے وہاں بھی اس پر پتھریاں ماریں اور تکبیر کہی۔ جب
شیطان نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی تو چلا گیا اور حضرت چل کر ذو المجاز میں پہنچے۔ آپ نے ذو المجاز کو نہیں پہچانا اور اس سے
آگے بڑھ گئے اور عرفات میں جا کر ٹھہرے۔ عرفات کو دیکھ کر پہچان لیا اور پہلے میں پہچان گئے۔ اسی لئے اس مقام کا نام عرفات اور اس
دن کا نام عرفہ رکھ دیا گیا۔ شام ہوئی تو مقام جمع کے قریب پہنچ گئے اسی لئے اس مقام کا نام مزدلفہ ہو گیا (از دلاف بمعنی قریب ہونا۔
مزدلفہ اسم ظرف مؤنث قریبی جگہ) اس مقام کو جمع کہنے کی یہ وجہ ہے کہ یہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کی جاتی ہیں۔ مشعر حرام
کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حرم کے دوسرے مقامات کی طرح اللہ نے لوگوں کو یہ مقام بھی بتا دیا اور آگاہ کر دیا کہ یہ بھی حرم ہے تاکہ کوئی اس جگہ
ناجائز فعل کا مرتکب نہ ہو جائے۔ ابو صالح کی روایت ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ ترویہ اور عرفہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم

نے آٹھویں تاریخ کی رات کو خواب دیکھا کہ مجھے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ صبح ہوئی تو سوچ میں پڑ گئے۔ دن بھر سوچتے رہے کہ شیطان کی طرف سے یہ خواب ہے یا اللہ کا حکم۔ اسی سوچ کی وجہ سے اس دن کا نام ترویہ (سوچنے کا دن) ہو گیا۔ عرفہ کی رات کو پھر وہی خواب دوبارہ دیکھا۔ صبح ہوئی تو پہچان گئے کہ یہ حکم اللہ کی طرف سے ہے۔ اسی لئے اس دن کا نام روز عرفہ ہو گیا۔ بعض نے عرفہ کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ اس دن موقف میں جمع ہو کر لوگ اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ اس کی اصل یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کو جب حج کرنے کا حکم دیا گیا۔ تو آپ نے عرفہ کے دن عرفات میں قیام کیا اور دعا کی۔ ربنا ظلمنا انفسنا۔ کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عرفہ عرف سے ماخوذ ہے۔ عرف کے معنی ہیں پاکی پاکیزگی۔ اللہ نے فرمایا ہے وَعَرَّفَهَا لَهُمْ اُن کے لئے اس کو پاکیزہ بنا دیا۔ یہ لفظ منیٰ کی ضد ہے کیونکہ منیٰ وہ مقام ہے جہاں خون بہایا جاتا ہے۔ وہاں گوبر بھی ہوتا ہے اور خون بھی اس لئے یہ مقام پاک نہیں رہتا (منیٰ بمعنی مراد خون بہانا اور اس سے مراد ناپاک ہونا بسبب ہونے کے مسبب مراد دیا گیا ہے) عرفات میں یہ پلیدیاں نہیں ہوتیں اس لئے اس کو عرفات کہا جاتا ہے یوم وقوف یوم عرفہ ہوتا ہے۔ بقول بعض وجہ تسمیہ یہ ہے کہ عرفہ میں لوگ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں لفظوں کی اصل وجہ تسمیہ یہ ہے کہ عرف کا معنی ہے صبر (خشوع خضوع) رَجُلٌ عَارِفٌ اس شخص کو کہا جاتا ہے۔ جو صابر اور خشوع خضوع کرنے والا ہو۔ ایک عبادت ہے۔ لَنَفْسٌ عَرُوفٌ وَمَا حَمَّلْتَهَا تَتَحَمَّلُ نفس بڑا صابر ہے اس پر جو بوجھ تم ڈالو وہ اٹھا لیتا ہے۔ ذو رمہ کا قول ہے عَرُوفٌ لِمَا حَطَّتْ عَلَيْهِ الْمَقَادِيرُ حکم خداوندی اس پر جو کچھ لاد دیتا ہے۔ وہ اس پر صبر کرتا ہے۔ حاجی بھی عاجزی کرتے ہیں زاری کرتے ہیں دعا کرتے ہیں ہر طرح کی تکالیف مصائب ورنج اس عبادت کی تکمیل کے لئے برداشت کرتے ہیں۔ اسی لئے اس دن کو عرفہ اور مقام کو عرفات کہا جاتا ہے۔

فصل

روز عرفہ اور شب عرفہ کی فضیلت

از ہبۃ اللہ بن مبارک از ابو علی حسن بن احمد از علی بن محمد بن عبد اللہ معدل از ابو علی بن صفار از عبد اللہ بن محمد بن ناجیہ از عمرو بن حفص ابو عمر از محمد بن مروان از ہشام دستوائی از ابو الزبیر از حضرت جابر بن عبد اللہ حضور اقدس نے فرمایا روز عرفہ سے افضل کوئی دن نہیں۔ اس دن زمین والوں کے ذریعہ سے آسمان والوں پر اللہ فخر کرتا ہے۔ فرماتا ہے میرے بندوں کو دیکھو پراگندہ غبار آلودہ دل دور دراز راستوں سے آئے ہیں۔ میری رحمت کے امیدوار ہیں اور میرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ روز عرفہ سے زیادہ دوزخ سے رہائی کا دن کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ از ہبۃ اللہ از ابو محمد حسن بن محمد بن احمد فارسی (باسناد فارسی) از حسن عرنی از حضرت ابن عباس۔ رسول اللہ نے عرفہ کے دن خطبہ دیا اور فرمایا لوگو اونٹوں کو تیز چلانے اور گھوڑوں کو دوڑانے میں کوئی نیکی نہیں بلکہ مناسب چال سے چلو۔ کمزوروں کا لحاظ کرو اور کسی مسلمان کو دکھ نہ دو۔ نافع کی روایت ہے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا میں نے خود سنا رسول اللہ فرما رہے تھے عرفہ کے دن اللہ اپنے بندوں کو رحم کی نظر سے دیکھتا ہے جس شخص کے دل میں ذرہ کے برابر بھی ایمان ہوتا ہے۔

کسی کو بھی بغیر بخشے نہیں چھوڑتا۔ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے عرض کیا کیا سب لوگوں کو بخش دیتا ہے یا صرف عرفہ والوں کو۔ فرمایا نہیں بلکہ سب لوگوں کو۔ از ہبۃ اللہ از ابو بکر بن بخش از ابی رباستہ و مارنی از ابو الزبیر از حضرت جابر بن عبداللہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا عرفہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ نیچے کے آسمان پر اتر آتا ہے اور حاجیوں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے میرے ملائکہ میرے بندوں کو دیکھو کس طرح بکھرے بال گرد آلود دور دراز راستوں سے آئے ہیں میری رحمت کے امیدوار ہیں اور میرے عذاب سے ڈرتے ہیں جس شخص کی ملاقات کے لئے کوئی آئے اس پر حق ہے کہ آنے والے کی عزت کرے، میزبان پر مہمان کی عزت کرنا لازم ہے گواہ رہو کہ میں نے ان کی مغفرت کر دی اور ان کا طعام مہمانی جنت کو قرار دیا۔ ملائکہ عرض کرتے ہیں پروردگار ان میں تو فلاں مغرور مرد اور متکبر عورتیں بھی شامل ہیں اللہ فرماتا ہے میں نے ان کو بھی بخش دیا۔ روز عرفہ سے زیادہ دوزخ سے آزادی کا دن اور کوئی نہیں۔ ہبۃ اللہ نے اپنی اسناد سے حضرت طلحہ بن عبداللہ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ عرفہ کے دن سے زیادہ کسی دن بھی شیطان کو خوار ذلیل پسپا اور غضبناک نہیں دیکھا گیا۔ کیونکہ اس دن اللہ کی رحمت کا نزول اور بندوں کے گناہوں کی مغفرت اس کو نظر آتی ہے۔ ہاں بدر کا دن اس سے مستثنیٰ ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ بدر کے دن ابلیس نے کیا دیکھا تھا فرمایا حضرت جبرئیل کو ملائکہ کو بانٹتے دیکھا تھا۔ عکرمہ کا قول ہے حضرت ابن عباس فرماتے تھے۔ یوم عرفہ حج اکبر کا دن ہے۔ یہی روز مباہات (فخر) ہے۔ اللہ نیچے آسمان پر اتر آتا ہے اور فرشتوں سے فرماتا ہے۔ میرے بندوں کو دیکھو۔ زمین پر انہوں نے میری تصدیق کی ہے۔ روز عرفہ سے زیادہ دوزخ سے آزادی کا دن کوئی دوسرا نہیں۔ حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا الیوم الموعود روز قیامت ہے اور الشاہد روز جمعہ ہے اور المشہود روز عرفہ ہے۔

عطا نے بروایت ابن عباس بیان کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ اللہ عرفہ کے دن عموماً آدمیوں کی وجہ سے فخر کرتا ہے۔ اور خصوصاً عمر بن خطاب کی وجہ سے۔ حضرت ابن عمر کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ سب سے بڑا مجرم وہ ہے جو جو عرفات سے یہ جانتے ہوئے لوٹتا ہے کہ اللہ نے اس کی مغفرت نہیں کی۔ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا کہ روز عرفہ کی شام کو کبیرہ گناہوں کے علاوہ تمام مزدلفہ والوں کو اللہ بخش دیتا ہے۔ جب مزدلفہ کی صبح ہوتی ہے تو اللہ اہل کبائر اور رنج رساں لوگوں کو بھی بخش دیتا ہے۔ از ہبۃ اللہ بن مبارک از ابو الشیخ محمد بن احمد بن مقری از ابو علی بن احمد بن رفا سامری از ابراہیم بن عبدالصمد ہاشمی از ابو مصعب از امام مالک بن انس از نافع حضرت ابن عمر نے فرمایا۔ روز عرفہ کی شام کو ہمارے ساتھ رسول اللہ نے قیام فرمایا جب چلنے کا ارادہ کیا تو لوگوں کو خاموش کرایا لوگ چپ ہو گئے۔ ارشاد فرمایا۔ لوگو تمہارے رب نے اس دن تم پر بڑا کرم فرمایا تمہارے نیکوں کے طفیل بدکاروں کو بھی جو کچھ انہوں نے مانگا بخش دیا اور سوا باہمی ایذارسانیوں کے تمہارے گناہ معاف کر دیئے۔ چلو اللہ کا نام لیکر جب ہم مزدلفہ پہنچے تو لوگوں کو حضور نے ٹھہرا دیا اور خاموش کر دیا۔ لوگ خاموش ہو گئے۔ تو فرمایا لوگو آج اس دن اللہ نے تم پر بڑا احسان کیا تمہارے بدکاروں کو نیکوں کی وجہ سے بخش دیا اور نیکوں نے جو کچھ مانگا عطا فرما دیا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دیا اور تمہارے رنج دیے ہوئے بھی معاف کر دیئے اور رنج دینے والوں کے ثواب کا بھی ذمہ دار ہو گیا۔ چلو اللہ کا نام لیکر۔

ایک اعرابی اونٹنی کی مہار پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کوئی عمل ایسا نہیں رہا جو میں نے نہیں کیا اور میں جھوٹی قسم پر حلف کھاتا ہوں جن لوگوں کا آپ نے بیان فرمایا میں بھی ان میں شامل ہوں۔ فرمایا اگر آئندہ از سر نو تو اچھے کام کرے گا۔ تو گذشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ مہار چھوڑ دے۔

(از ہبۃ اللہ از ابو علی حسن حباب مقری (با سنادہ مقری) حضرت عباس بن مرداس نے فرمایا کہ عرفہ کی شام کو رسول اللہؐ نے امت کے لئے مغفرت اور رحمت کی دعا کی۔ اللہ نے جواب میں فرمایا میں نے ایسا کر دیا۔ میرے اور ان کے درمیان جو گناہ تھے وہ میں نے بخش دیئے لیکن ایک کا دوسرے کی حق تلفی کرنا اس معافی سے مستثنیٰ ہے۔ رسول اللہؐ نے عرض کیا پروردگار تجھے اس بات کی قدرت ہے کہ مظلوم کو اس کی حق تلفی سے بہتر بدلہ عطا فرمائے اور حق تلفی کرنیوالے کو بخش دے۔ اللہ نے اس رات کو اس کا کوئی جواب نہیں دیا جب مزدلفہ کی صبح ہوئی۔ تو رسول اللہ نے دوبارہ وہی گذارش کی۔ اللہ نے جواب میں فرمایا میں نے ان کو بھی بخش دیا اس کے بعد حضورؐ مسکرا دیئے۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ حضور ایسے وقت میں مسکرائے کہ اس سے پہلے ایسے وقت میں مسکراتے نہ تھے (یعنی دعا کے وقت) فرمایا میں دشمن خدا ابلیس کی حالت پر مسکرایا جب اس کو معلوم ہوا کہ میری مراد کے مطابق امت کے لئے اللہ نے میری دعا قبول فرمالی تو وہ (اپنی) تباہی اور بربادی کو پکارنے لگا، اور اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا۔ سعید بن جبیر نے (مرسلاً) بیان کیا کہ عرفہ کے دن رسول اللہؐ عرفات کے اس مقام پر تھے۔ جہاں بندے اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلاتے اور چلا چلا کر دعائیں مانگتے ہیں کہ جبرئیل نازل ہوئے اور کہا محمدؐ اللہ بزرگ و برتر آپ کو سلام کہہ رہا ہے اور فرمارہا ہے۔ یہ لوگ میرے گھر کے حاجی اور میری زیارت کے لئے آنیوالے ہیں اور جس کی ملاقات کو کوئی آئے اس پر لازم ہے کہ آنے والے کی عزت کرے۔ میں آپ کو اور اپنے ملائکہ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا اور جمعہ کے دن زیارت کرنے والوں کے ساتھ ایسا ہی کرتا رہوں گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا عرفہ کی شام ہوئی اور رسول اللہ (عرفات) میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ آپ نے لوگوں کی طرف رخ کرکے تین بار فرمایا۔ اللہ کے ان مہمانوں کے لئے مرحبا ہو جو سوال کرتے ہیں تو ان کا سوال پورا کیا جاتا ہے ان کے خرچ کئے ہوئے مال کا عوض دنیا میں بھی ان کو ملتا ہے اور اللہ کے پاس آخرت میں بھی ہر درہم کی جگہ ہزار درہم مقرر کر دیئے جاتے ہیں۔ کیا میں تم کو بشارت نہ دوں صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں۔ فرمایا جب عرفہ کی شام ہوتی ہے تو اللہ قریب والے آسمان پر اتر آتا ہے اور اس کے حکم سے اتنے فرشتے زمین پر اترتے ہیں کہ اگر سوئی بھی پھینکی جائے تو کسی نہ کسی فرشتے کے سر پر گرے۔ اللہ فرماتا ہے میرے فرشتو میرے بندوں کو دیکھو۔ بال بکھرے خاک آلودہ اطراف ممالک سے آئے ہیں تم سن رہے ہو یہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں پروردگار یہ مغفرت کے طلبگار ہیں اللہ تین بار فرماتا ہے میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا۔ لہٰذا اپنی قیام گاہ سے چلو تمہاری مغفرت کر دی گئی۔

فصل عرفہ کے روزہ کی فضیلت۔ عرفہ کے دن کی ان نمازوں کی تفصیل جن کا ذکر حدیث میں آیا ہے۔ عرفہ کے دن کی وہ قسم قسم دعائیں جن کا حکم دیا گیا ہے۔

(از ہبۃ اللہ بن مبارک از احمد بن محمد (با سنادہ احمد) از عبد الرحمن بن زید بن اسلم حضرت زید کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جو عرفہ

کے دن روزہ رکھتا ہے اللہ اس کے ایک سال پہلے کے اور ایک سال بعد کے گناہ بخش دیتا ہے۔ ہبۃ اللہ نے حضرت ابو قتادہ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا عرفہ کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے ایک سال گذشتہ اور ایک سال آئندہ۔ نماز کے متعلق ہبۃ اللہ نے اس طرح بیان کیا۔ از شیخ ابو علی بن حسن بن محمد بن عبداللہ المقری از ابو الفتح ہلال بن محمد بن جعفر حفار از ابو الحسن علی بن احمد حلوانی از موسیٰ بن عمران بجلی از یوسف بن موسیٰ قطان از عمر بن نافع از مسعود بن واصل از نہاس بن فہم از قتادہ از سعید بن مسیب۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص عرفہ کے دن ظہر و عصر کے درمیان چار رکعتیں اس ترکیب سے پڑھتا ہے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایکبار اور قل ہو اللہ احد ۵۰ بار تو اس کے لئے ہر ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی۔ قرآن کے ہر لفظ کے عوض جنت میں ایک اتنا بڑا درجہ اونچا کیا جاتا ہے جس کی مسافت پانچ سو برس کے راستہ کے برابر ہوگی اور ہر حرف قرآن کے عوض اللہ ستر حوروں کا جوڑا اس سے لگائیگا۔ ہر حور کے ساتھ ہزار خوان موتی اور یاقوت کے ہوں گے۔ ہر خوان پر ہزار رنگ کے کھانے ہوں گے یعنی سبز پرندوں کے گوشت کے اقسام ہوں گے جو برف کی طرح ٹھنڈے شہد کی طرح میٹھے اور مشک کی طرح خوشبودار ہوں گے نہ آگ نے اُن کو چھوا ہوگا نہ لوہے نے۔ آخر لقمہ میں وہی مزہ محسوس ہوگا جو اول لقمہ میں ہوگا۔ پھر ایک پرندہ آئیگا جس کے بازو دو سرخ یاقوت کے اور چونچ سونے کی ہوگی۔ اس کے ستر ہزار پر ہوں گے وہ ایسی مزیدار آواز سے پکاریگا جس کی مثل کسی نے نہیں سنی ہوگی اور کہیگا عرفہ والو مرحبا۔ پھر وہ اس شخص کے پیالہ میں گر پڑیگا اور اس کے ہر پر کے نیچے سے ستر قسم کے کھانے برآمد ہوں گے جنتی اس کو کھائیگا پھر وہ پرندہ پر جھاڑ کر اڑ جائیگا۔ مذکورہ نماز پڑھنے والے کو جب قبر میں رکھا جائیگا۔ تو ہر حرف قرآن کی وجہ سے قبر جگمگا اٹھیگی یہاں تک کہ وہ بیت اللہ کا طواف کرنیوالوں کو دیکھ لیگا۔ اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھول دیا جائیگا۔ اس دروازے سے چونکہ جنت کے اندر اپنے لئے ثواب اور عزت دکھائی دیگی۔ اس لئے کہیگا پروردگار قیامت برپا کر دے۔ از ہبۃ اللہ (باسناد ہبۃ اللہ) از حسن از حضرت علیؓ و حضرت عبداللہ بن مسعود رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جو شخص عرفہ کے دن دو رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ تین بار (سورہ فاتحہ کو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرے اور آمین پر ختم کرے) پھر سورہ کافرون تین بار اور قل ہو اللہ ایک بار (مگر ہر بار سورت کو بسم اللہ سے شروع کرے) تو اللہ فرماتا ہے تم گواہ رہو میں نے اس کے گناہ بخش دیئے۔

دعاؤں کا بیان

از ہبۃ اللہ از قاضی شریف ابو الحسن محمد بن علی بن مہتدی باللہ از ابو الفتح یوسف بن عمر بن مسروق قواس از عبداللہ بن احمد بن ثابت بزاز از ایوب بن ولید ضریر از ابو النضر ہاشم بن قاسم از محمد بن فضل بن عطیہ از فضل بن عطیہ از عبداللہ بن عمر لیثی۔ از عمر لیثی۔ عمر لیثی کا بیان ہے ہم کو اطلاع ملی ہے کہ اللہ نے حضرت عیسٰےؑ کے پاس پانچ دعائیں جبرئیل کی معرفت بطور ہدیہ بھیجیں اور جبرئیل نے کہا یہ پانچ دعائیں کیا کرو۔ اللہ کو ایام عشر (ذی الحجہ کے دس دن) کی عبادت سے زیادہ کسی اور دن کی عبادت محبوب نہیں۔ پہلی دعا یہ ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ دوسری دعا یہ ہے۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ اِلٰھًا وَّاحِدًا صَمَدًا لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا تیسری دعا یہ ہے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ

لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ چوتھی دعا یہ ہے حَسْبِيَ اللّٰهُ وَكَفٰى سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ دَعٰى لَيْسَ وَرَاءَ اللّٰهِ مُنْتَهٰى۔ پانچویں دعا یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا تَقُولُ اَللّٰهُمَّ لَكَ صَلٰوتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي وَلَكَ يَا رَبِّ تُرَاثِي اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ شَتَاتِ الْاَمْرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَجْرِي بِهِ الرِّيَاحُ۔ حواریوں نے حضرت عیسٰیؑ سے ان دعاؤں کا ثواب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا جو شخص پہلی دعا سو مرتبہ پڑھیگا اس کے عمل کے برابر اس روز روئے زمین پر کسی کا عمل نہ ہوگا اور قیامت کے دن تمام عابدوں سے زیادہ اس کی نیکیاں ہونگی اور جو دوسری دعا سو مرتبہ پڑھیگا۔ اللہ اس کے لئے ہزار ہزار (ایک لاکھ) نیکیاں لکھ دیگا اور اتنے ہی گناہ مٹا دیگا اور جنت میں اس کے دس ہزار درجے اونچے کریگا اور جو شخص تیسری دعا سو بار پڑھیگا ستر ہزار فرشتے دنیا والے آسمان سے اتر کر ہاتھ پھیلا کر اس کے لئے دعائے رحمت کریں گے اور جو چوتھی دعا سو مرتبہ پڑھیگا ایک فرشتہ اس کی دعاؤں کو رحمٰن کی پیشی میں لے جائیگا۔ اللہ اس بندہ پر نظر فرمائیگا اور اللہ نے جس پر نظر فرمالی وہ کبھی بدنصیب نہیں ہوا۔ حواریوں نے کہا پانچویں دعا کا کیا ثواب ہے۔ فرمایا وہ میری مخصوص دعا ہے مجھے اس کی تشریح کی اجازت نہیں ملی۔

از ہبۃ از حسن بن احمد بن عبداللہ مقری (باسناد مقری) از خلیفہ بن حصین امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا عرفہ کی شام کو رسول اللہؐ اکثر دعا کرتے اور فرماتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا تَقُولُ وَخَيْرًا مِمَّا نَقُولُ اَللّٰهُمَّ لَكَ صَلٰوتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي وَلَكَ يَا رَبِّ تُرَاثِي اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَجْرِي بِهِ الرِّيَاحُ۔ از ہبۃ اللہ بن مبارک (باسناد ہبۃ اللہ) از موسیٰ بن عبیدہ از امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالب۔ رسول اللہ نے فرمایا عرفہ میں میری اور مجھ سے پہلے پیغمبروں کی زیادہ تر یہ دعا ہوتی ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي سَمْعِي نُورًا وَفِي بَصَرِي نُورًا اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي اَمْرِي اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوذُ بِكَ مِنْ وَسَاوِسِ الصَّدْرِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا يَلِجُ فِي اللَّيْلِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَلِجُ فِي النَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ مَا تَهُبُّ بِهِ الرِّيَاحُ وَمِنْ شَرِّ بَوَائِقِ الدَّهْرِ۔

ضحاک کا قول ہے کہ حجۃ الوداع میں جب لوگ عرفہ میں جمع ہوگئے تو رسول اللہ نے فرمایا یہ حج اکبر کا دن ہے جو شخص آج رات عرفات میں نہیں پہنچا اس کا حج نہیں ہوا آج پروردگار سے دعا کرنے اور مانگنے کا دن ہے۔ آج تہلیل تکبیر اور لبیک پڑھنے کا دن ہے جو شخص آج اس جگہ پہنچگیا اور پروردگار سے مانگنے سے محروم رہا وہی محروم ہے۔ درحقیقت تم ایسے سخی سے مانگتے ہو جو بخل نہیں کرتا اور ایسے بردبار سے مانگتے ہو جو جہالت یا غصہ نہیں کرتا اور ایسے عالم سے مانگتے ہو جو فراموش نہیں کرتا جس نے اپنے گھر رہ کر عرفہ کے دن روزہ رکھا اس نے ایک سال پہلے کے اور ایک سال بعد کے روزے رکھے۔

ہر ناگوار چیز سے صبح تک محفوظ رہیگا اور جو شام کو پڑھیگا وہ صبح تک اللہ کی پناہ میں رہے گا۔

از ہبۃ اللہ از حسن بن احمد از ہبری از ابو طالب بن حمدان عکبری از اسمٰعیل از عباس دوری از عبید اللہ بن اسحاق عطار از محمد بن مبشر قیسی از عبد اللہ حسن بروایت پدر عبد اللہ بوساطت جد عبد اللہ حضرت علی سے مروی ہے آپ نے فرمایا ہر عرفہ کے دن عرفات میں جبرائیل میکائیل اسرافیل اور خضر جمع ہوتے ہیں جبرئیل کہتے ہیں۔ مَاشَاءَ اللّٰهُ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (اللہ نے جو چاہا ہو طاقت و قوت بغیر خدا کے نہیں۔ میکائیل جواب دیتے ہیں مَا شَاءَ اللّٰهُ كُلُّ نِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ (اللہ نے جو چاہا ہوا ہر نعمت اللہ کی دی ہوئی ہے) اسرافیل کہتے ہیں مَا شَاءَ اللّٰهُ الْخَيْرُ كُلُّهُ بِيَدِ اللّٰهِ (اللہ نے جو چاہا ہو ہر بھلائی اللہ کے ہاتھ میں ہے) خضر کہتے ہیں مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا يَدْفَعُ السُّوْءَ اِلَّا اللّٰهُ (اللہ نے جو چاہا ہو برائی کو سوائے خدا کوئی دفع نہیں کرتا) پھر سب الگ الگ ہوجاتے ہیں اور سال بھر آئندہ تک پھر اکٹھے نہیں ہوتے

فصل ابن جریج نے کہا مجھے اطلاع ملی ہے کہ حضرت ابن عباس فرمایا کرتے تھے عرفات میں مسلمان کی بیشتر دعا یہ ہونی چاہیے رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ مجاہد نے کہا حضرت ابن عباس نے فرمایا جب سے اللہ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے ایک فرشتہ رکن یمانی کے پاس کھڑا آمین کہتا ہے اس لئے تم کہا کرو ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ حماد بن ثابت نے بیان کیا کہ لوگوں نے حضرت انسؓ بن مالک سے عرض کیا ہمارے لئے دعا کر دیجئے آپ نے دعا کی اللّٰھم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ لوگوں نے کہا کچھ مزید دعا فرما دیجئے آپ نے پھر یہی الفاظ دہرا دیئے۔ لوگوں نے کہا کچھ مزید فرما دیجئے۔ فرمایا تم اور کیا چاہتے ہو اللہ سے دنیا اور آخرت کی بھلائی تو مانگ لی۔ حضرت انسؓ کا قول ہے کہ رسول اللہ اکثر انہی الفاظ سے دعا کرتے تھے ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ اللہ نے خود ذکر کیا ہے کہ جو شخص یہ دعا کریگا اللہ اپنے فضل و رحمت کا کچھ حصہ اس کو عطا فرمائیگا ارشاد فرمایا ہے فمن الناس من یقول ربنا آتنا فی الدنیا بعض لوگ کہتے ہیں پروردگار ہم کو دنیا میں عنایت کر یعنی اونٹ بکریاں گائیں بھینسیں۔ باندی۔ غلام۔ سونا۔ چاندی۔ غرض دنیا ہی اس کی نیت میں ہوتی ہے۔ دنیا ہی کی نیت سے وہ خرچ کرتا ہے دنیا ہی کے لئے نیک کام کرتا ہے دنیا ہی کے لئے کوشش کر کے تھکتا ہے دنیا ہی اس کا مقصد اور مطلوب ہوتی ہے اس لئے اللہ نے اس کے بعد فرمایا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں) ومنھم من یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ اور کچھ لوگ یعنی رسول اللہ اور مومن کہتے ہیں پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی اور دوزخ کے عذاب سے ہم کو محفوظ رکھ۔ دونوں بھلائیاں کیا ہیں ان کی تعیین میں علماء کے قول مختلف ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ دنیوی بھلائی نیک عورت اور آخرت کی بھلائی حور عین اور عذاب نار بری عورت ہے حسن بصری نے فرمایا دنیوی بھلائی علم و عبادت اور آخرت کی بھلائی جنت ہے۔ سدی اور ابن حیان نے کہا دنیا کی بھلائی حلال کشادہ رزق اور عمل صالح ہے۔ اور آخرت کی بھلائی مغفرت اور ثواب۔ ابن عطیہ نے کہا دنیا میں بھلائی علم اور علم کے مطابق عمل ہے اور آخرت کی بھلائی حساب کی آسانی اور جنت میں داخلہ۔ بعض کا قول ہے کہ دنیا کی بھلائی اللہ کی طرف سے توفیق اور مدد

اور آخرت کی بھلائی نجات و رحمت ہے۔ یہ بھی ایک قول ہے کہ دنیا کی بھلائی نیک فرمانبردار اولاد ہے اور آخرت کی بھلائی انبیاء کی رفاقت۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دنیا کی بھلائی مال و نعمت ہے اور آخرت کی بھلائی دوزخ اور حساب کی تکلیف سے نجات ہونا۔ یہ بھی ایک قول ہے کہ دنیا کی بھلائی ایمان پر قائم رہنا ہے اور آخرت کی بھلائی عذاب سے بچاؤ اور رضائے الٰہی کا حصول۔ ایک قول ہے کہ دنیا کی بھلائی طاعت کی لذت ہے اور آخرت کی بھلائی دیدار الٰہی کی لذت۔ قتادہ نے کہا دنیا کی بھلائی عافیت ہے اور آخرت کی بھلائی بھی عافیت ہے۔ اس تاویل کی تائید اس قول سے ہوتی ہے جو ثابت بنانی نے حضرت انس کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ رسول اللہ نے ایک شخص کی عیادت کی۔ وہ شخص پر نوچے ہوئے چوزہ کی طرح ہو گیا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا کیا تم اللہ سے کچھ دعا کیا کرتے تھے اور کچھ سوال کرتے تھے اس نے عرض کیا جی ہاں میں کہتا تھا الٰہی تو جو عذاب آخرت میں مجھے دینے والا ہے وہ دنیا میں ہی دیدے۔ حضور نے فرمایا سبحان اللہ! اس وقت تم میں اس کی طاقت اور برداشت نہیں ہے تم نے یوں کیوں نہیں کہا، اللھم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ اس کے بعد اس شخص نے یہی دعا کی تو اللہ نے اس کو شفا عطا کر دی۔ سہل بن عبداللہ نے کہا کہ دنیا کی رسول اللہ کی سنت ہے اور آخرت کی بھلائی جنت۔ مسیب نے اس آیت کے متعلق عوف کا قول نقل کیا ہے کہ جس شخص کو اللہ نے اسلام قرآن اور اہل و مال عطا کر دیا اس کو دنیا اور آخرت کی بھلائی مل گئی۔ عبداللہ بن وہب نے اسی آیت کے سلسلہ میں سفیان ثوری کا قول نقل کیا ہے کہ دنیا کی بھلائی پاکیزہ رزق ہے اور آخرت کی بھلائی جنت۔

مجلس

روز اضحیٰ اور یوم نحر (قربانی کے دن) کی فضیلت

اللہ نے فرمایا اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ہم ہی نے یقیناً تم کو کوثر عطا کی پس اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ یقیناً تمہارا دشمن بے نسل ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کوثر سے مراد وہ خیر کثیر ہے جس سے قرآن بھی ہے نبوت بھی اور جنت والی وہ نہر بھی جو وسط جنت سے رواں ہے [illegible] ہے اور اس کے دونوں کناروں پر موتی [illegible] [illegible] سفید کا نور [illegible] [illegible] علیہ وسلم کو [illegible] جنت میں ایک نہر ہے جو جنت کی تمام نہروں سے زیادہ [illegible] [illegible] موتی میں وہ برف سے سفید [illegible] اور شہد سے شیریں ہے اس کے دونوں کنارے کھوکھلے موتیوں کے گنبد [illegible]

ایک فرسنگ لمبا اور ایک فرسنگ چوڑا ہے۔ ہر گنبد کے چار ہزار سونے کی کیواڑیں ہیں اور اس کے اندر ایک حور ہے جس کے ستر خادم ہیں۔ رسول اللہ نے فرمایا شب معراج میں میں نے جبرئیل سے کہا یہ گنبد کیسے ہیں۔ جبرئیل نے کہا یہ جنت کے اندر آپ کی بی بیوں کے محل ہیں۔ الکوثر سے چار نہریں بہشت والوں کے لئے نکلتی ہیں۔ ان نہروں کا ذکر سورہ محمد میں اللہ نے کیا ہے ایک نہر پانی کی دوسری دودھ کی تیسری شراب کی اور چوتھی شہد کی ہے۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کی تشریح میں مقاتل نے کہا پانچوں نمازیں پڑھو اور قربانی کے دن اونٹ کی قربانی کرو۔ بعض نے کہا عید کی نماز پڑھنا مراد ہے اور منٰی میں اونٹ کی قربانی کرنا۔ بعض نے انحر کی تشریح میں کہا کہ ہنسلی کی ہڈی تک تکبیر کے لئے نمازیں ہاتھ اٹھاؤ۔ بعض نے کہا سینہ کو قبلہ رخ کرو۔ ان شانئك هو الابتر میں ابتر سے مراد ہے عاص بن وائل۔ واقعہ یہ ہوا کہ ایک بار رسول اللہ بنی سہم کے دروازہ سے کعبہ کے اندر داخل ہوئے اندر قریش بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کسی کے پاس نہ بیٹھے اور باب صفا سے نکل کر باہر آگئے۔ لوگوں نے داخل ہوتے وقت حضور کو نہیں دیکھا تھا نکلتے وقت دیکھ لیا مگر پہچان نہ سکے کہ کون تھا۔ عاص بن وائل بن ہشام بن سعید بن سعد نے حضور کو نکلتے دیکھ لیا تھا۔ اس وقت داخل ہو رہا تھا۔ اس زمانہ میں حضور کے صاحبزادہ عبداللہ کا انتقال ہو چکا تھا اور جس شخص کے بعد اس کا بیٹا نہ رہتا تو اس کو عرب ابتر کہتے تھے۔ اندر لوگوں نے عاص بن وائل سے پوچھا وہ کون تھا۔ عاص بولا ابتر تھا۔ اس پر آیت نازل ہوئی کہ آپ کا دشمن اور آپ سے بغض رکھنے والا ہی ابتر ہے یعنی ہر خیر سے منقطع ہے اور تمہارا ذکر تو میرے ذکر کے ساتھ ہمیشہ کیا جائیگا چنانچہ تمام دنیا میں اللہ نے آپ کا نام اونچا کیا۔ سورہ الم نشرح میں فرمایا الم نشرح لك صدرك ووضعنا عنك وزرك الذی انقض ظهرك ورفعنا لك ذكرك حضور کا ذکر ہر جگہ اور ہر کام میں کیا جاتا ہے۔ عیدین جمعہ میں منبروں پر مسجدوں میں اذان میں اقامت میں نمازیں یہاں تک کہ نکاح اور تقریر کے خطبہ میں بھی آپ کا ذکر ہوتا ہے اور دوزخ اس دشمن کی قرارگاہ بنا اور دشمن کے قول سے آپ کو کچھ ضرر نہ پہنچا بلکہ اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوا اور وہ طرح طرح کے عذابوں اور تکلیفوں میں پکڑا گیا۔ اس سزا کی وجہ قول مذکور اور رسول کا انکار تھا۔ اسی طرح حضور سے محبت رکھنے والے ہر مومن کو جنت اور دشمنی رکھنے والے منافق اور کافر کو دوزخ خدا تعالیٰ دیگا۔

فصل آیت فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ میں اللہ نے اپنے نبی اور آپ کی امت کو نماز کا حکم دیا اس کے بعد دو اور چیزوں کا یعنی دعا اور قربانی کا۔

فصل ذکر کا حکم ان آیتوں سے دیا گیا ہے۔ یٰایها الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا اے ایمان والو اللہ کو بہت یاد کرو اور فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد رکھوں گا اور میرا شکر کرو ناشکری نہ کرو اس آیت کی تفسیر میں علماء نے قول مختلف بیان کئے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا تم عبادت کی شکل میں میری یاد کرو میں مدد سے تم کو یاد کروں گا۔ آیت میں آیا ہے والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا۔ سعید بن جبیر نے کہا میری طاعت کی صورت میں مجھ کو یاد کرو میں مغفرت میں تم کو فراموش نہیں کروں گا۔ اللہ نے خود فرمایا ہے واطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون۔

فضیل بن عیاض نے کہا تم طاعت سے مجھے فراموش نہ کرو میں ثواب سے تمہیں فراموش نہیں رکھوں گا۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات انا لا نضیع اجر من احسن عملا اولئک لہم جنات عدن۔ حضور نے بھی فرمایا ہے کہ جس نے اللہ کی طاعت کی تو حقیقت میں اس نے اللہ کی یاد کی خواہ اس کی نمازیں اس کے روزے اور تلاوت قرآن کم ہو اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی وہ اللہ کو بھول گیا خواہ اس کی نمازیں اس کے روزے اور تلاوت قرآن زیادہ ہو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا توحید کافی ہے عبادت کے لئے اور جنت کافی ہے ثواب کے لئے۔ ابن کیسان نے کہا میری یاد کرو یعنی شکر کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا یعنی زیادہ دوں گا۔ اللہ نے فرمایا ہے لئن شکرتم لازیدنکم۔ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ میری یاد کرو یعنی مجھے واحد جانو اور مجھ پر ایمان لاؤ میں تمہاری یاد کروں گا یعنی مراتب درجات دوں گا۔ اللہ نے فرمایا ہے وبشر الذین آمنوا وعملوا الصالحات ان لہم جنات تجری من تحتہا الانہار۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ان کے جنتیں ہیں جن کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہونگی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمین کے اوپر ہونے کی حالت میں میری یاد کرو جب زمین کے اندر ہوگے اور دیکھنے والے تمہیں بھول جائیں گے تو میں تمہاری یاد رکھوں گا۔

اصمعی نے کہا میں نے دیکھا کہ ایک اعرابی عرفہ کے دن عرفات میں کھڑا کہہ رہا ہے۔ الٰہی عج عج کی آوازیں تیری طرف آ رہی ہیں۔ لوگ تجھ سے مرادیں مانگ رہے ہیں۔ میری مراد یہ ہے کہ جب مصیبت کے وقت میرے گھر والے مجھے فراموش کر دیں تو مجھے بھول نہ جانا۔ یہ بھی کہا گیا ہے تم مجھے دنیا میں یاد رکھو میں آخرت میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ یہ بھی ایک قول ہے۔ تم طاعت کے ساتھ مجھے یاد کرو میں رحم دکھ سے بچانے میں تمہیں فراموش نہیں کروں گا۔ اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً۔ یہ قول بھی ہے کہ تم مجھے خلا (تنہائی) اور اجتماع میں یاد کرو میں تمہیں خلا میں یاد کروں گا جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ اللہ نے بعض کتابوں میں فرمایا ہے میں اپنے بندہ کے گمان کے قریب ہوں میرے متعلق وہ جیسا چاہے گمان کرے جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ جو شخص مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے میں اس کو اپنے جی میں یاد کرتا ہوں اور جو اجتماع میں میری یاد کرتا ہے میں اجتماع میں اس کی یاد کرتا ہوں اور میری جمعیت اس کی جمعیت سے بہتر ہے۔ جو مجھ سے بالشت بھر قریب ہوتا ہے میں اس سے ہاتھ بھر قریب ہوتا ہوں جو میری طرف معمولی چال سے آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں جو میرے پاس بقدر مسافت زمین خطائیں لاتا ہے میں اسی قدر اس کو مغفرت عطا کرتا ہوں۔ بشرطیکہ وہ کسی کو میرا شریک نہ قرار دیتا ہو۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مجھے راحت و آسائش میں یاد رکھو میں دکھ اور مصیبت کے وقت تم کو یاد رکھوں گا۔ اللہ نے فرمایا ہے فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ اگر یونسؑ اللہ کی پاکی بیان کرنے والوں میں سے نہ ہوتا تو روز قیامت تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتا۔

حضرت سلمان فارسی نے فرمایا بندہ جب خوشی میں اللہ کو پکارتا ہے اور اللہ کو عیش میں یاد کرتا ہے، پھر اس پر مصیبت پڑتی ہے تو فرشتے عرض کرتے ہیں پروردگار یہ تو بندہ ہے مصیبت پڑ گئی ہے اس کا دکھ دور کر۔ غرض فرشتے اس کی شفاعت کرتے ہیں اور اللہ

ان کی شفاعت قبول فرما لیتا ہے، اور اگر بندہ سکھ میں اللہ کو نہیں پکارتا اور دکھ پڑنے پر پکارتا ہے، تو فرشتے کہتے ہیں اب مدد کو پکار۔ غرض فرشتے اس کی سفارش نہیں کرتے۔ اس کی توضیح فرعون کے قصے سے ہوتی ہے کہ ڈوبتے وقت جب فرعون ایمان لے آیا، تو اللہ نے فرمایا) آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ. پہلے نہیں مانا، اب ایمان لایا۔ یہ بھی قول ہے مجھے تسلیم اور سپردگی کے ساتھ یاد کرو، بہترین طریقہ کے ساتھ میں تم کو یاد کروں گا یعنی تمہارے لئے مناسب ترین حالات کا انتخاب کروں گا۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ. جو اللہ پر اعتماد کرتا ہے، اللہ اس کے لئے کافی ہوتا ہے۔ یہ بھی قول ہے کہ شوق و محبت سے میری یاد کرو، وصل قربت کے ساتھ میں تم کو یاد کروں گا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ میری بزرگی اور شان کے ساتھ مجھے یاد کرو، میں عطا و جزا کے ساتھ تم کو یاد کروں گا۔ ایک قول ہے کہ تم توبہ کے ساتھ مجھے یاد کرو، میں مغفرت گناہ کے ساتھ تم کو یاد کروں گا۔ تم دعا سے مجھے یاد کرو میں عطا کے ساتھ تم کو یاد کروں گا۔ تم سوال کے ساتھ مجھے یاد کرو، میں بخشش کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم بغیر غفلت کے میری یاد کرو، میں بلا تاخیر تم کو یاد کروں گا۔ تم گناہوں پر پشیمانی کے ساتھ میری یاد کرو، میں کرم کے ساتھ تمہاری یاد کروں گا۔ تم گناہ کے عذر کے ساتھ میری یاد کرو میں مغفرت سے تم کو فراموش نہیں کروں گا۔ تم خلوص ارادہ کے ساتھ میری یاد کرو، میں مدد پہنچانے سے میں یاد رکھوں گا۔ تم گناہوں سے کنارہ کر میری یاد کرو، میں مہربانی کے ساتھ تمہیں یاد کروں گا۔ تم اخلاص نیت و عمل کے ساتھ میری یاد کرو، میں (سرد کھ اور رنج سے) نجات کے ساتھ تمہیں یاد کروں گا۔ تم دل سے مجھے یاد کرو، بے چینیاں دور کرکے میں تمہاری یاد کروں گا۔ تم بغیر بھول کے میری یاد کرو، میں امن دے کر تمہاری یاد کروں گا۔ تم احتیاج ظاہر کرکے میری یاد کرو، میں اپنے اقتدار سے تمہاری یاد کروں گا۔ تم معذرت و استغفار کے ساتھ میری یاد کرو، میں رحمت اور مغفرت کے ساتھ تمہاری یاد کروں گا۔ تم ایمان کے ساتھ میری یاد کرو، میں جنت دے کر تمہاری یاد کروں گا۔ تم اسلام کے ساتھ مجھے یاد کرو، میں عزت بخشی کے ساتھ تم کو یاد کروں گا۔ تم دل سے میری یاد کرو، میں حجاب دور کرکے تمہاری یاد کروں گا۔ تم زوال پذیر یاد میری کرو، میں دوامی یاد تمہاری کروں گا۔ تم گڑگڑا کر میری یاد کرو، میں مہربانی کرکے تمہاری یاد کروں گا۔ تم اظہار عجز کرکے میری یاد کرو، میں لغزشیں معاف کرکے تمہاری یاد کروں گا۔ تم اقرار گناہ کے ساتھ میری یاد کرو، میں گناہ مٹا کر تمہاری یاد کروں گا۔ تم صفائی قلب کے ساتھ میری یاد کرو، میں خالص بھلائی کے ساتھ تمہاری یاد کروں گا۔ تم سچائی سے میری یاد کرو، میں مہربانی سے تمہیں یاد کروں گا۔ تم (عمل اور نیت کی) صفائی کے ساتھ میری یاد کرو، میں معافی کے ساتھ تمہیں یاد کروں گا۔ تم میری تعظیم کرکے میری یاد کرو، میں عطاء عزت کے ساتھ تمہاری یاد کروں گا۔ تم میری بزرگی ظاہر کرکے میری یاد کرو، میں دوزخ سے نجات دے کر تمہاری یاد کروں گا۔ تم ترک جفا سے میری یاد کرو، میں نگہداشت کے ساتھ تم کو یاد کروں گا۔ تم ترک گناہ سے میری یاد کرو، میں قسم قسم کی عطا سے تم کو یاد کروں گا۔ تم کوشش کے ساتھ طاعت کرکے میری یاد کرو، میں تکمیل نعمت کے ساتھ تمہیں یاد کروں گا۔ تم میری یاد دل میں کرو جہاں تم ہو، میں تمہاری یاد دل میں کروں گا جہاں میں ہوں۔

بلاشبہ اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔ ربیع نے کہا جو اللہ کا ذکر کرتا ہے، اللہ اس کو یاد رکھتا ہے۔ جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے اللہ اس کو بدلہ دیتا ہے۔ جو اللہ کی شکر گزاری کرتا ہے اللہ اس کو مزید دیتا ہے۔ سدی نے کہا کوئی ایسا بندہ نہیں جو اللہ کا ذکر کرتا ہے، مگر اللہ اس کا ذکر کرتا ہے۔ جو مومن اللہ کا ذکر کرتا ہے، اللہ رحمت کے ساتھ اس کا ذکر کرتا ہے۔ جو کافر اللہ کا ذکر کرتا ہے اللہ عذاب کے ساتھ

اس کا ذکر کرتا ہے۔ سفیان بن عیینہ نے کہا ہم کو اطلاع ملی ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے میں نے اپنے بندوں کو وہ کچھ دیدیا کہ اگر جبرئیل و میکائیل کو وہ دیا ہوتا تو بڑا کچھ دیا ہوتا۔ میں نے ان سے کہدیا اذکرونی اذکرکم اور میں نے موسیٰ سے کہدیا تھا کہ ظالموں سے کہہ دو میری یاد نہ کریں کیونکہ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اسے یاد کرتا ہوں اور میرا ظالموں کو یاد کرنا یہ ہے کہ میں ان پر لعنت کرتا ہوں۔ ابو عثمان نہدی نے کہا۔ مجھے علم ہے کہ میرا رب مجھے کس وقت یاد کرتا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ کیسے۔ بولے اللہ نے فرمایا ہے۔ فاذکرونی اذکرکم پس جس وقت میں اللہ کو یاد کرتا ہوں اسی وقت وہ میری یاد کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اللہ نے حضرت داؤدؑ کے پاس وحی بھیجی داؤد! تم لوگ مجھ سے ہی خوشی حاصل کرو اور میری ہی یاد سے راحت پاؤ۔ کہا گیا ہے کہ جب دل میں یاد الٰہی جم جاتی ہے اور شیطان اس کے قریب آتا ہے تو بیہوش ہو جاتا ہے جس طرح انسان کے قریب جن آتا ہے تو انسان بیہوش ہو جاتا ہے دوسرے شیطان پوچھتے ہیں اس کو کیا ہو گیا جواب ملتا ہے اس کو انسان کا جھپٹ ہو گیا یعنی انسان کے چھونے سے یہ بیہوش ہو گیا۔ سہل بن عبداللہ نے کہا رب کریم کو بھولنے سے بدترین گناہ میری دانست میں کوئی دوسرا نہیں۔ کہتے ہیں کہ ذکر خفی کو فرشتہ اٹھا کر نہیں لیجاتا۔ کیونکہ اس کو اس کی اطلاع نہیں ہوتی پس ذکر خفی اللہ اور بندہ کے درمیان حجاب ہوتا ہے۔ ایک شخص نے کہا مجھ سے بیان کیا گیا کہ ایک ذاکر جنگل میں رہتا ہے میں اس کے پاس گیا۔ ہم بیٹھے ہی ہوئے تھے کہ ایک بڑا درندہ آیا اور ذاکر کے پنجہ مارا اور گوشت نوچ کر لے لیا۔ ذاکر بے ہوش ہو گیا۔ مجھ پر بھی بیہوشی طاری ہو گئی جب مجھے ہوش آیا تو میں نے پوچھا یہ کیا ہوا۔ ذاکر نے جواب دیا۔ اللہ نے اس درندہ کو مجھ پر مسلط کر رکھا ہے۔ جب اللہ کی یاد میں مجھ سے سستی ہوتی ہے تو یہ آکر مجھے کاٹتا ہے جیسا تمہاری نظر کے سامنے ہوا۔

فصل

دعا کا بیان

اللہ نے فرمایا ہے وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ تمہارے رب نے حکم دیا ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ دوسری آیت میں فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ جب تو فارغ ہو تو کھڑا ہو جا یعنی جب نماز سے فارغ ہو تو دعا کے لئے کھڑا ہو جا۔ ایک اور آیت میں وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ جب میرے متعلق میرے بندے تجھ سے دریافت کریں کہ ہمارا رب کہاں ہے تو میں یقیناً قریب ہوں دعا کرنے والا جب مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں

اس آیت کے نزول کے متعلق اختلاف ہے کلبی نے بروایت ابو صالح حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ مدینہ کے یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تھا جب تم کہتے ہو کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچسو برس کا راستہ ہے اور ہر آسمان کی موٹائی بھی اتنی ہی ہے۔ تو پھر ہمارا رب ہماری دعا کیسے سنتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حسن بصری نے کہا صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا ہمارا رب کہاں ہے اس سوال پر یہ آیت اتری تھی۔ قتادہ نے کہا جب آیت ادعونی استجب لکم نازل ہوئی تو کچھ آدمیوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اپنے رب سے کیسے اور کب دعا کریں اس پر آیت مذکورہ کا نزول ہوا۔ ضحاک نے بیان کیا کہ بعض صحابہ نے دریافت کیا۔

یہ تاویل بھی کی گئی ہے کہ مومن کی دُعا اللہ اسی وقت قبول کر لیتا ہے۔ مگر عطا میں تاخیر اس لئے کرتا ہے کہ بندہ اُسکو پکارتا رہے اور اللہ اُسکی آواز سنتا رہے اس مضمون پر دلالت اُس حدیث سے ہوتی ہے جو محمد بن منکدر نے بروایت حضرت جابر بن عبداللہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ اللہ کو پکارتا ہے اور اللہ اُس سے محبت کرتا ہے تو فرماتا ہے جبرئیل میرے اس بندہ کی حاجت پوری کردے مگر دیر سے پوری کر میں اُسکی پیہم آواز سننا پسند کرتا ہوں اور اگر بندہ اللہ سے دُعا کرتا ہے اور اللہ کو اُس سے نفرت ہوتی ہے تو فرماتا ہے جبرئیل میرے اس بندہ کی حاجت اس کے اخلاص کی وجہ سے پوری کردے اور جلد پوری کردے مجھے اسکی آواز سننی پسند نہیں کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید نے کہا میں نے رب العزة کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا پروردگار میں نے تجھ سے کتنی دعا کی اور تو نے قبول نہیں فرمائی۔ فرمایا کہ مجھے تیری آواز پسند ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ دُعا کے کچھ آداب اور شرطیں ہیں جن پر اجابت اور قبولیت موقوف ہے جو شخص اُن کو ملحوظ رکھتا اور تعمیل کرتا ہے وہ مقبول الدعا ہوتا ہے اور جو اُن کو ترک کرتا یا اُن میں کچھ خرابی کر لیتا ہے وہ (طریقہ) دعا سے ہٹ جاتا ہے۔ منقول ہے کہ ابراہیم بن ادہم سے کسی نے سوال کیا کیا وجہ کہ ہم اللہ سے دُعا کرتے ہیں مگر وہ قبول نہیں کرتا فرمایا تم رسول کو پہچانتے ہو مگر آپ کے طریقہ پر نہیں چلتے۔ قرآن کو جانتے ہو مگر اُس پر عمل نہیں کرتے اللہ کی دی ہوئی نعمت کھاتے ہو مگر اُس کا شکر ادا نہیں کرتے جنت کو جانتے ہو مگر اُس کو طلب نہیں کرتے دوزخ کا اقرار کرتے ہو مگر اُس سے خوف نہیں کرتے شیطان کو پہچانتے ہو مگر اُس سے مقابلہ نہیں کرتے بلکہ اُس کی موافقت کرتے ہو موت کو جانتے ہو مگر اُس کے لئے تیاری نہیں کرتے مُردوں کو دفن کرتے ہو مگر عبرت حاصل نہیں کرتے تم نے اپنے عیبوں کا خیال چھوڑ دیا اور لوگوں کے عیبوں میں لگے ہو۔

فصل - قربانی۔ وَانْحَرْ۔ قربانی کرو یہ وہ حکم ہے جو اللہ نے اپنے نبی ابراہیمؑ کو دیا تھا حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو جب اللہ نے نمرود ظالم کی آگ سے بچا لیا اور اُس کے فریب اور عذاب سے محفوظ رکھا تو ابراہیم نے کہا اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ یعنی میں ہجرت کر کے اپنے رب کی رضامندی کی طرف جاؤنگا یعنی مقدس زمین (شام) کی طرف جاؤنگا وہ مجھے اپنے دین کی ہدایت کریگا۔ دین ہی کے واسطے سب سے اول ہجرت کرنیوالے دنیا میں حضرت ابراہیم ہی تھے۔ آپ اپنے ماموں کے بیٹے لوط اور لوط کی بہن سارہ کو ساتھ لیکر ترک وطن کر کے بیت المقدس میں پہنچے تو اللہ سے اولاد کی درخواست کی کہا رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ یعنی پروردگار مجھے نیک بیٹا عنایت فرما اللہ نے اُن کی قبول فرمائی اور دانشمند لڑکے کی بشارت دی یہ لڑکا سارہ کا بیٹا اسحٰق تھا۔ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ یعنی وہ لڑکا ابراہیم کے ساتھ پھرنے کے قابل ہوا۔ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ تو ابراہیم نے اُس سے کہا بیٹا میں نے خواب دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں یعنی خواب میں مجھے تیرے ذبح کرنیکا حکم دیا گیا ہے یہ حکم اُس نذر کی وجہ سے تھا جو ابراہیم نے بیٹے کے سلسلے میں مانی تھی۔ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی اب تو غور کر کے بتا تیری کیا رائے ہے (مشہور اور مسلمہ روایات میں بجائے حضرت اسحاق کے یہ واقعہ حضرت اسماعیل بن ہاجرہ کا تھا) حضرت اسحاق نے جواب دیا یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ باپ آپ حکم کی تعمیل کیجئے اور اپنے رب کے حکم کو مانیئے گویا اسحاق سمجھ گئے کہ یہ اللہ کا حکم ہے اسی لئے یوں کہا کہ جو کچھ آپ

کو حکم دیا گیا ہے دہی کیجئے حضرت نے تین رات ہیم یہ خواب دیکھا تھا اور ذبح سے پہلے روزہ بھی رکھا اور نماز بھی پڑھی تھی۔ اسحاق نے کہا۔ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ آپ انشاء اللہ مجھے ذبح ہونے پر صابر پائینگے۔ فَلَمَّآ اَسْلَمَا جب دونوں نے اللہ کے حکم اور اُس کی اطاعت کو مان لیا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ اور پیشانی کے بل سے ابراہیم نے اسحاق کو گرا دیا اور پیشانی کے بال پکڑ کر ذبح کرنے لگے اور اللہ کو دونوں کی سچائی (عملی طور پر) معلوم ہو گئی تو پکار کر فرمایا اے ابراہیم اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا تونے بیٹے کے ذبح کرنے کے خواب کو سچ کر دکھایا اب مینڈھا لیکر بجائے اپنے بیٹے کے اُس کو ذبح کر دے۔ اللہ نے فرمایا۔ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ۔ اور ہم نے اسمٰعیل کے فدیہ میں ابراہیم کو قربانی کا ایک عظیم (بڑے مرتبہ والا) جانور دیدیا اس مینڈھے کا نام زریر تھا اور جنت میں چالیس برس تک چرنے والے بکروں میں سے تھا۔ بعض لوگوں کا قول ہے یہ وہی مینڈھا تھا جو حضرت آدمؑ کے بیٹے ہابیل شہید نے قربانی کیا تھا وہ مینڈھا جنت میں چرا کرتا تھا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ہم نیکوکاروں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں حضرت ابراہیم نے اللہ کے حکم ذبح کی اطاعت کی اور نیک عمل کیا اس کے بدلہ میں اللہ نے اُن کو بہترین جزا دی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس کو ذبح کرنیکا حکم حضرت ابراہیمؑ کو دیا گیا تھا وہ اسمٰعیل تھے (اسحٰق نہ تھے یہی قوی قول ہے) اس کے بعد فرمایا۔ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ یعنی بلاشبہ یہ کھلی ہوئی نعمت تھی کہ اللہ نے حضرت ابراہیم کے لڑکے سے درگذر فرمائی اور اُس کے فدیہ میں دنبہ دیدیا۔ (عام طور پر البلٰؤ کا ترجمہ آزمائش کیا ہے مگر حضرت شیخ نے نعمت کیا ہے) بعض لوگوں نے کہا ہے کہ خلیل اللہ نے جب اپنے لڑکے کے حلق پر چھری رکھی تو ندا آئی ابراہیم لڑکے کو چھوڑ دے ہمارا مقصد لڑکے کی قربانی نہ تھا بلکہ بیٹے کی محبت سے دل کو خالی کر دینا مدعا تھا۔ اسی لئے (بقول بعض) بعض کتابوں میں آیا ہے کہ ابراہیم نے جب بیٹے کو ذبح کرنا چاہا تو دل میں کہا پروردگار اگر یہ ذبح دوسرے کے ہاتھ سے ہو جاتا بہتر ہوتا اللہ نے فرمایا نہیں۔ ذبح تیرے ہی ہاتھ سے ہوگا فرشتوں نے عرض کیا پروردگار اس کی کیا حکمت ہے فرمایا تاکہ آزمائش بالائے آزمائش ہو جائے فرشتوں نے عرض کیا یہ کیوں فرمایا تاکہ میرے علاوہ کسی سے یہ محبت نہ رکھیں میں محبت میں شریک کو پسند نہیں کرتا حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے سے محبت کی تو اس امتحان میں پڑے اور حضرت یعقوب نے یوسف سے محبت کی تو یوسف چالیس برس اُن سے غائب رہے اور یعقوب کو یوسف کے فراق کا دکھ اٹھانا پڑا اور ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہؐ نے حسنؓ و حسینؓ سے محبت کی اور دونوں کی محبت آپ کے دل سے وابستہ ہوئی تو جبرئیل نے آکر اطلاع دی کہ ایک کو زہر دیا جائیگا اور دوسرے کو شہید کیا جائیگا مطلب یہ تھا کہ محبوب کے ساتھ کسی دوسرے سے محبت نہ رہے۔

فصل ۔ مستحب ہے کہ جس راستہ سے عید کی نماز کو جائے تو دوسرے راستہ سے واپس آئے کیونکہ حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے کہ رسول اللہؐ عید کے دن ایک راستہ سے گئے اور دوسرے راستہ سے واپس آئے اس کی وجہ لوگوں

نے مختلف بیان کی ہے اکثر کا قول ہے اس لئے حضور کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے لشکر کی وجہ سے مشرکوں کے تحفظ میں تفرقہ ہو جائے کچھ دوسرے لوگوں نے کہا اس سے مقصود صرف واپسی کا راستہ مختصر کرنا تھا گویا نیکیوں کی کثرت کے لئے جانے کا راستہ تو لمبا اختیار کیا اور واپس چھوٹے راستہ سے ہوئے کچھ لوگوں نے کہا کہ ایک راستہ سے گئے تو اس زمین نے جانے کی شہادت دی پھر دوسرے راستہ سے واپس ہوئے تاکہ دوسری زمین بھی شاہد ہو جائے بعض لوگوں نے کہا ایک راستہ سے کسی قبیلہ کی طرف سے گئے اور دوسرے راستہ سے دوسرے قبیلہ کی طرف سے ہو کر آئے تاکہ تمام قبائل کی ایک جیسی عزت افزائی ہو جائے کیونکہ حضور کا دیدار ایک رحمت تھی۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ وما ارسلناك الا رحمة للعالمین۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انبیاء اولیاء کے قدموں کے نیچے پامال ہونے پر زمین فخر کرتی ہے۔ حضور نے اسی لئے چاہا کہ دونوں جگہوں (آنے جانے کے راستوں) میں برابری ہو جائے تاکہ ایک کو دوسرے پر فخر نہ رہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ عید گاہ کو حضور ایک راستہ سے گئے حقیقت میں اس سے مقصود تھا اللہ کی طرف جانا پھر گھر بار وطن کی معمولی مٹی اور مقررہ پانی کی طرف لوٹ کر آنے کا ارادہ ہوا تو آپ نے پسند نہیں کیا کہ جس راستہ سے اللہ کی طرف گئے تھے اسی راستہ سے دوسروں کی طرف جائیں اس لئے واپسی دوسرے راستہ سے کی۔ بعض نے کہا ہے کہ اگر واپسی کے لئے دوسرا راستہ نہ اختیار کرتے تو لوگوں پر پہلے ہی راستہ سے واپسی سنت رسول اللہ کے موافق لازم ہو جاتی اور اس طرح نماز کے بعد گھروں کو الگ الگ راستوں سے جانا دشوار ہو جاتا اس لئے حضور نے چاہا کہ لوگوں کے لئے واپسی کے وقت کشائش پیدا کر دیں کہ جس راستہ سے چاہیں واپس آ جائیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ منافقوں اور کافروں کی مکاری سے حضور کو اندیشہ ہو گیا تھا بعض کا قول ہے کہ (راستہ میں) ساتھ والوں کو حضور صدقہ کا مال عطا فرماتے تھے اس لئے دوسرے راستہ سے واپس آتے تھے تاکہ فقیروں کو خیرات زیادہ ملے یہ بھی ایک قول ہے کہ لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے حضور ایسا کرتے تھے۔

فصل

قربانی اور اضحی کے دن کی فضیلت

عبداللہ بن قرط راوی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا اللہ کے نزدیک قربانی کا دن سب دنوں سے زیادہ عظمت والا ہے۔ مروی ہے کہ حضور اقدس نے حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا اپنی قربانی کے پاس اٹھکر جاؤ اور اس کے پاس حاضر رہو کیونکہ تمہارا کیا ہوا ہر گناہ قربانی کے خون کا پہلا قطرہ ٹپکنے سے ہی معاف ہو جاتا ہے اور یہ پڑھو ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۔ حضور اقدس کا فرمان مروی ہے حضرت داؤد نے عرض کیا الہی امت محمدیہ میں سے قربانی کرنے والے کا کیا ثواب ہے۔ اللہ نے فرمایا اس کا ثواب یہ ہے

کہ قربانی کے ہر بال کے عوض اُس کو دس نیکیاں دی جائینگی اور دس گناہ مٹائے جائینگے اور دس درجے اونچے کئے جائینگے حضرت داؤدؑ نے عرض کیا اگر وہ قربانی کے پیٹ کو پھاڑیگا تو اس کا کیا ثواب ہوگا فرمایا جب اُس کی قبر پھٹیگی تو بھوک پیاس اور ہولِ قیامت سے مامون کر کے اللہ اُس کو قبر سے نکالیگا۔ اے داؤدؑ قربانی کے گوشت کے ہر پارچہ کے عوض جنت کے اندر اُس کے لئے بختی اونٹ کے برابر ایک پرندہ ہوگا اور ہر پائے کے عوض ایک جنتی گھوڑا ہوگا اور قربانی کے بدن کے ہر بال کے عوض جنت میں ایک محل ہوگا اور قربانی کے ہر بال کے عوض ایک حور ہوگی داؤدؑ کیا تجھے نہیں معلوم کہ قربانیاں ہی قیامت کے دن پل صراط سے گزرنے کی سواریاں ہونگی قربانیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں بلاؤں کو دفع کرتی ہیں قربانیوں کا حکم دو یہ مومن کا فدیہ ہیں جیسے اسحاقؑ کا فدیہ تھا رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا قربانی کے جانور اچھے کرو قیامت کے دن یہ تمہاری سواریاں ہیں۔ مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے آیت یَوۡمَ نَحۡشُرُ الۡمُتَّقِیۡنَ اِلَی الرَّحۡمٰنِ وَفۡدًا تلاوت فرمائی پھر فرمایا وفد (وہ گروہ جو اپنی قوم یا حکومت کا نمائندہ ہوتا ہے) اعلیٰ اونٹنیوں پر سوار ہو کر ہی آتا ہے اور پل صراط سے گزرنے کے لئے اُن کے اونٹیاں یہی قربانی کے جانور ہونگے اس کے بعد اُن کی ایسی اونٹنیاں دی جائینگی کہ ویسی کسی مخلوق نے نہ دیکھی ہونگی۔ سونے کے کجاوے اور زمرد کی نکیلیں ہونگی یہ اونٹنیاں اُن کو جنت تک پہونچا دینگی قریب کہ جا کر جنت کا دروازہ کھٹکھٹائینگے۔ مروی ہے کہ حضور اقدسؐ نے فرمایا بخوشی خاطر قربانی کیا کرو کیونکہ جو شخص اپنی قربانی کو پکڑ کر اُس کا رُخ قبلہ کی طرف کرتا ہے تو قربانی کا خون اور بال قیامت تک اُس کے لئے محفوظ رکھے جاتے ہیں وجہ یہ کہ جو خون مٹی پر گرتا ہے وہ اللہ کی نگہداشت میں رہتا ہے۔ تھوڑا خرچ کروگے تب بھی اجر بہت ملیگا۔ روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے دو سیاہی مائل بڑے بڑے سینگوں والے مینڈھے قربانی کے لئے منگوائے پھر ایک کو لٹا کر ذبح کرتے وقت فرمایا بسم اللہ۔ الٰہی یہ محمد اور آلِ محمد کی طرف سے ہے۔ پھر دوسرے کو ذبح کرتے وقت فرمایا بسم اللہ۔ الٰہی یہ محمد اور امتِ محمد کی طرف سے ہے۔ حضرت جابرؓ بن عبد اللہ نے فرمایا کہ رسولؐ نے نحر کے دن (۱۰ ذی الحجہ) دو مینڈھوں کی قربانی کی۔ از ہبۃ اللہ از محمد بن احمد بن حارث معدل کوفی از قاضی محمد بن محمد بن عبد اللہ جعفی از محمد بن جعفر اشجعی از علی بن منذر طرفی از ابن فضیل از ہشام بن عروہ از عبد اللہ از ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنی قربانی کا جانور قربانی کے دن ذبح کرنے کے لئے پیش کرتا ہے اللہ اُس کو بہشت کے قریب کر دیتا ہے جب ذبح کرتا ہے تو خون کا پہلا قطرہ ٹپکتے ہی اُس کی مغفرت فرما دیتا ہے اور قیامت کے دن اُس قربانی کو پل صراط سے عبور کے لئے سواری بنا دیگا اور قربانی کے بال اور اون کی گنتی کے موافق اُس کو نیکیاں دی جائینگی۔ حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے سینگوں والے سیاہی مائل رنگ کے دو مینڈھوں کی قربانی کی اور ذبح کرتے وقت بسم اللہ کہی اور اپنے پاؤں قربانی کے منہ کے ایک رُخ پر رکھا۔ ابو عبیدہ نے کہا املح وہ ہوتا ہے جسمیں سفیدی اور سیاہی آمیختہ ہو مگر سیاہی غالب ہو اور سیاہی مائل ہو اور اُس اے رنگ کی نشست بھی ہوتی ہو۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا حضورؐ کے حکم سے سینگوں والا ایک مینڈھا لایا گیا جو سیاہی میں چلتا سیاہی میں دیکھتا اور سیاہی میں بیٹھتا تھا یعنی اُس کے پاؤں اور منہ اور پہلو وغیرہ سب سیاہی مائل تھے آپ نے اُس کی قربانی کی اور لٹا کر ذبح کیا اور

فرمایا بسم اللہ الہی اس کو محمد آل محمد اور امت محمد کی طرف سے قبول فرما۔ اہل حدیث نے اس حدیث کی تشریح میں کہا ہے کہ چربی اور گوشت کی زیادتی کی وجہ سے وہ مینڈھا اپنے سایہ میں چلتا اپنے سایہ میں دیکھتا اور اپنے سایہ میں بیٹھتا تھا۔ اہل لغت نے اس جگہ وہ معنی بیان کئے ہیں جو ہم نے بین القوسین اوپر ذکر کر دیئے۔

فصل

شب اضحیٰ کی نماز

شب اضحیٰ میں دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص اور سورۂ فلق اور سورۂ ناس پندرہ پندرہ بار پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد تین بار آیت الکرسی اور پندرہ مرتبہ استغفار پڑھے پھر دنیا اور آخرت کی بھلائی کے متعلق جو چاہے دعا کرے۔

فصل۔ قربانی سنت ہے جو شخص قربانی کر سکتا ہو اس کے لئے ترک کرنا اچھا نہیں امام احمد و مالک و شافعی کے نزدیک قربانی سنت ہے دوسروں کے نزدیک واجب ہے سنت ہونے کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت ابن عباس سے مروی ہے، کہ رسول اللہؐ نے فرمایا مجھے قربانی کا حکم دیا گیا ہے اور تمہارے لئے قربانی سنت ہے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے حضور نے فرمایا تین چیزیں مجھ پر فرض ہیں اور تمہارے لئے نفل قربانی وتر اور فجر کی دو رکعتیں۔ حضرت ام سلمہ کی روایت میں آیا ہے کہ حضور اقدسؐ نے فرمایا جب عشرہ (ذی الحجہ) آ جائے اور تم میں سے کوئی قربانی کرنا چاہے تو اپنے بال اور کھال کو بالکل نہ چھوئے یعنی نہ بال مونڈے نہ کترے نہ پچھنے لگوائے نہ فصد کھلوائے وغیرہ) اس حدیث میں قربانی کو مشیت اور ارادہ سے متعلق کیا ہے اور جو حکم شرعاً واجب ہوتا ہے اس کا تعلق کرنے والے کے ارادہ سے نہیں ہوتا کہ چاہے کرے چاہے نہ کرے؛

فصل۔ قربانی کے لئے سب سے افضل اونٹ ہے پھر گائے پھر بکری جذع سے کم بھیڑ اور ثنی سے کم دوسرا جانور کافی نہیں ہے چھ ماہ کی پوری ہو جائے تو جذع۔ بکرا سال بھر کا گا ہے دو سال کی اور اونٹ پانچ سال کا ثنی کہلاتا ہے ایک بکری ایک آدمی کے لئے اور ایک اونٹ یا گائے سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے۔ قربانی کا جانور افضل سفید ہے پھر زرد پھر سیاہ۔ خود ذبح کرنا افضل ہے اگر اچھی طرح ذبح نہ کر سکتا ہو تو (کم سے کم) ذبح کے وقت موجود رہے۔ قربانی کا تیسرا حصہ اپنا لے تیسرا حصہ اعزہ احباب کو بھیجے اور تیسرا حصہ خیرات کر دے عیب دار جانور نہ لے عیب پانچ ہیں ۱۔ سینگ یا کان لوٹا کٹ یعنی جس کے سینگ یا کان کا بیشتر حصہ نہ ہو بعض قوال میں آیا ہے کہ جس کا ایک تہائی کان یا سینگ نہ ہو اس کی قربانی درست نہیں۔ ۲۔ منڈ بغیر سینگ کا جانور (صحیح ترین قول یہی ہے) ۳۔ کانا جس کا کانا ہونا نمایاں ہو یعنی جس کی ایک آنکھ اندر کو دھنس گئی ہو۔ ۴۔ دبلا جس کی ہڈیوں میں مینگ بھی نہ رہی ہو ۵۔ لنگڑا جس کا لنگڑا پن کھلا ہوا ہو یعنی جو کمزوری کی وجہ سے جانوروں کے ساتھ نہ جنگل کو جا سکتا ہو نہ چر سکتا ہو اور ایسا بیمار جس کی بیماری نمایاں ہو اور خارشتی کیونکہ خارشت گوشت کو خراب کر دیتی ہے۔ رسول اللہؐ نے مقابلہ مدابرہ خرقاء اور شرقاء کی قربانی سے بھی منع فرمایا ہے

مقابلہ وہ جانور جسکے کان کا اگلا حصہ کاٹ کر لٹکا کر چھوڑ دیا گیا ہو اور مدابرہ وہ جانور جسکے کان کا پچھلا حصہ کاٹ دیا گیا ہو۔
اور خرقاء وہ جانور کہ داغ لگانے سے اُسکے کان میں سوراخ ہو گیا ہو اور شرقاء وہ جانور کہ داغ لگانے سے اُس کا کان پھٹ گیا ہو یہ ممانعت تحریمی نہیں تنزیہی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ایسے جانوروں سے پرہیز کرے لیکن اگر قربانی کردے تو ہو جائے۔
قربانی کے تین دن ہیں نماز کے بعد سے یا وقت نماز کے بعد سے عید کا پورا دن اور اُس کے بعد والے دو دن اکثر فقہا کا یہی قول ہے امام شافعی کے نزدیک چار دن ہیں (عید کا دن اور اُس کے بعد تشریق کے تین دن تین دن والا قول حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے۔ امام کی نماز سے پہلے قربانی کرنے سے قربانی کا ثواب حاصل نہیں ہوتا فقط گوشت کھانے کا ذبیحہ ہو جاتا ہے کیونکہ منصور نے بروایت شعبی حضرت براء بن عازب کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے ہم کو خطاب کیا اور نحر کے دن نماز کے بعد فرمایا جس نے ہماری نماز پڑھی اور ہماری (طرح) قربانی کی اُس نے صحیح قربانی کی اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو وہ گوشت کی ایک بکری ہے (قربانی نہیں حضرت ابوبردہ بن بنیار نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ نماز کو آنے سے پہلے میں قربانی کر چکا تھا اور میں نے یہ سمجھا تھا کہ آج کا دن کھانے پینے کا ہے اس لئے قربانی جلد کر لی خود بھی کھایا اور پڑوسیوں کو بھی کھلایا فرمایا وہ گوشت کی بکری ہوئی حضرت ابوبردہ نے عرض کیا میرے پاس بکری کا ایک بچہ جذع ہے جو گوشت کی دو بکریوں سے بہتر ہے کیا وہ کافی ہو جائے گا فرمایا لیکن تیرے بعد کسی اور کے لئے کافی نہ ہوگا حضرت اسود بن قیس نے بیان کیا میں نحر کے دن حضور کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کا گذر کچھ لوگوں کی طرف سے ہوا جنہوں نے نماز سے پہلے قربانی کر لی تھی ارشاد فرمایا جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا ہو وہ دوبارہ کرے۔ دوسری روایت میں آیا ہے جس نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کیا ہو وہ دوسری قربانی کرے اور جس نے قربانی نہ کی ہو وہ (اب) کرے۔

فصل

ایام تشریق کا بیان

اللہ نے فرمایا ہے وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ گنے ہوئے (مقررہ) دنوں میں اللہ کی یاد کرو۔ یاد سے مراد ہے ہر نماز کے بعد اور ہر کنکری مارتے وقت تکبیر کہنا تکبیر کہنی اوّل عشرہ سے تشریق کے آخر دن تک مستحب ہے ایام معدودات ایام تشریق ہیں یعنی منیٰ کے تین دن۔ اور ایام معلومات سے مراد ذی الحجہ کے دس دن۔ اکثر علماء کا یہی قول ہے۔ اللہ نے فرمایا فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ جو دو دن میں جلدی لوٹ آئے اُس پر کوئی گناہ نہیں جاجی ایام تشریق کے دو دن یا پورے تین دن میں لوٹتے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ نے ایام معدودات میں ذکر کا حکم دیا یہ ایام معدودات ایام تشریق ہیں یعنی نحر کے بعد تین دن اُن کو گنتی کے دن کہنے کی وجہ یہ ہے کہ پوری عمر نو

کے مقابلہ میں یہ تھوڑے سے ہیں جیسے اللہ نے ماہ رمضان کے متعلق اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ فرمایا ہے کیونکہ امسال کم مہینوں میں ایام رمضان کی تعداد کم ہی ہوتی ہے۔ ایک اور آیت میں آیا ہے وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ برادران یوسف نے یوسف کو تھوڑے مول گنتی کے درہموں میں بیچ دیا۔ بعض نے معدودہ کہنے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ ان دونوں کا شمار ایام حج میں کیا جاتا ہے مزدلفہ میں رات کا قیام اور منا میں کنکریاں مارنا اور دوسرے افعال حج انہی ایام میں ہوتے ہیں۔ زجاج نے کہا معدودات کا اطلاق لغت میں قلیل چیز پر آتا ہے یہ بھی تین دن ہیں اس لئے ایام معدودات کہا گیا یعنی تشریق کے تین دن۔ اور جس ذکر کا ان ایام میں حکم دیا گیا ہے اُس سے مراد تکبیر ہے۔ نافع کی روایت ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ایام معدودات تین دن ہیں ایک نحر کا اور دو دن اسکے بعد۔ ابراہیم نخعی نے کہا ایام معدودات (ذی الحجہ کے) دس دن ہیں اور ایام معلومات قربانی کے دن۔ اس آیت میں اللہ نے مسلمانوں کو ذکر کا حکم دیا اور اس سے پہلی آیت فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ میں بھی ذکر کا حکم دیا تھا۔ اس کا سبب اہل تفسیر نے یہ ذکر کیا ہے کہ حج سے فارغ ہو کر عرب کعبہ کے پاس قیام کرتے اور اپنے باپ دادا کے فضائل اور خوبیاں بیان کرتے تھے کوئی کہتا تھا میرا باپ مہمان نواز تھا کھانا کھلاتا تھا اونٹ ذبح کرتا قیدیوں کو (فدیہ اور دیت دیکر) چھڑاتا اور بردے آزاد کرتا تھا اور یہ کرتا تھا اور وہ کرتا تھا غرض اسطرح باہم فخر کرتے تھے پس اللہ نے اُن کو اپنی یاد کا حکم دیا اور فرمایا فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ (اور فرمایا) وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ۔ اور فرمایا میری یاد کرو میں نے ہی تمہارے اور تمہارے باپ دادا کے ساتھ ایسا کیا اور تمہارے اور اُن کے ساتھ احسان کیا۔ سُدی نے کہا عرب جب مناسک حج ادا کر چکتے اور منا میں قیام کرتے تو ایک آدمی کھڑا ہو کر اللہ سے دُعا کرتا اور کہتا تھا الٰہی میرے باپ کا پیالہ بڑا تھا اُس کی دیگ بڑی تھی وہ بڑا مالدار تھا مجھے بھی ایسا دیدے گویا وہ اللہ کا ذکر نہیں کرتا تھا اپنے باپ کا کرتا تھا اور خدا سے درخواست کرتا تھا کہ اُس کو بھی باپ کی طرح دیا جائے اس پر اللہ نے آیت مذکورہ نازل فرمائی حضرت ابن عباس عطا خراسانی ربیع اور ضحاک نے فرمایا آیت کا مطلب یہ ہے کہ جسطرح چھوٹے بچے اپنے باپ کو یاد کرتے ہیں اسی طرح تم میری یاد کرو۔ سب سے پہلے بچہ جب بولنا اور سمجھنا شروع کرتا تھا تو صاف نہیں بول سکتا پھر بابا اماں ٹھیک کر کے بولتا ہے۔ عمرو بن مالک کی روایت ہے ابوالجوزاء نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس سے آیت فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا کے سلسلہ میں دریافت کیا کہ کوئی دن ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی اپنے باپ کو یاد نہیں کرتا (تو کیا خدا کو بھی کسی روز بھول جانا درست ہے؟) فرمایا یہ مطلب نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ کی نافرمانی کی جائے تو پھر تم کو اتنا غصہ آئے جتنا غصہ تم کو اُس وقت آتا ہے جب تمہارے ماں باپ کو گالی دی جائے۔ محمد بن کعب قرظی نے کہا كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ میں اَوْ بمعنی بَلْ ہے جیسے اَوْ يَزِيْدُوْنَ کا معنی ہے بَلْ يَزِيْدُوْنَ یعنی اللہ کی یاد باپ دادا کی طرح بلکہ اُس سے بھی زیادہ کرو۔ مقاتل نے کہا اَشَدَّ ذِكْرًا کا معنی ہے اَكْثَرَ ذِكْرًا یعنی تعداد میں زیادہ جیسے اَشَدُّ قَسْوَةً (سختی میں زیادہ) اَشَدُّ خَشْيَةً (خوف میں زیادہ)

مقابلہ وہ جانور جسکے کان کا اگلا حصہ کاٹ کر لٹکا کر چھوڑ دیا گیا ہو اور مدابرہ وہ جانور جسکے کان کا پچھلا حصہ کاٹ دیا گیا ہو۔
اور خرقا، وہ جانور کہ داغ لگانے سے اُسکے کان میں سوراخ ہو گیا ہو اور شرقا، وہ جانور کہ داغ لگانے سے اُس کا کان پھٹ
گیا ہو یہ ممانعت تحریمی نہیں تنزیہی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ایسے جانوروں سے پرہیز کرے لیکن اگر قربانی کر دے تو جائز ہے
قربانی کے تین دن ہیں نماز کے بعد سے یا وقت نماز کے بعد سے عید کا پورا دن اور اُس کے بعد والے دو دن اکثر فقہاء
کا یہی قول ہے امام شافعی کے نزدیک (چار دن ہیں) عید کا دن اور اُس کے بعد تشریق کے تین دن تین دن والا قول
حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے۔ امام کی نماز سے پہلے قربانی کرنے سے
قربانی کا ثواب حاصل نہیں ہوتا فقط گوشت کھانے کا ذبیحہ ہو جاتا ہے کیونکہ منصور نے بروایت شعبی حضرت براء بن عازب
کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے ہم کو خطاب کیا اور نحر کے دن نماز کے بعد فرمایا جس نے ہماری نماز پڑھی اور ہماری
طرح) قربانی کی اُس نے صحیح قربانی کی اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو وہ گوشت کی ایک بکری ہے (قربانی نہیں) حضرت
ابوبردہ بن نیار نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ نماز کو آنے سے پہلے میں قربانی کر چکا تھا اور میں نے یہ سمجھا تھا کہ
آج کا دن کھانے پینے کا ہے اس لئے قربانی جلد کر لی خود بھی کھایا اور پڑوسیوں کو بھی کھلایا فرمایا وہ گوشت کی بکری ہوئی
حضرت ابوبردہ نے عرض کیا میرے پاس بکری کا ایک بچہ جذع ہے جو گوشت کی دو بکریوں سے بہتر ہے کیا وہ کافی ہو جائے
گا فرمایا لیکن تیرے بعد کسی اور کے لئے کافی نہ ہوگا حضرت اسود بن قیس نے بیان کیا میں نحر کے دن حضور کی خدمت میں حاضر
ہوا آپ کا گذر کچھ لوگوں کی طرف سے ہوا جنہوں نے نماز سے پہلے قربانی کر لی تھی ارشاد فرمایا جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا
ہو وہ دوبارہ کرے۔ دوسری روایت میں آیا ہے جس نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کیا ہو وہ دوسری قربانی کرے اور
جس نے قربانی نہ کی ہو وہ (اب) کرے۔

فصل

ایام تشریق کا بیان

اللہ نے فرمایا ہے وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ گنے ہوئے (مقررہ) دنوں میں اللہ کی یاد کرو۔ یاد سے
مراد ہے ہر نماز کے بعد اور ہر کنکری مارتے وقت تکبیر کہنا تکبیر کہنی اوّل عشرہ سے تشریق کے آخر دن تک مستحب ہے
ایام معدودات ایام تشریق ہیں یعنی منیٰ کے تین دن۔ اور ایام معلومات سے مراد ذی الحجہ کے دس دن۔ اکثر علماء کا یہی
قول ہے۔ اللہ نے فرمایا فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ جو دو دن میں جلدی لوٹ آئے اُس پر کوئی گناہ نہیں حاجی
ایام تشریق کے دو دن یا پورے تین دن میں لوٹتے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ نے ایام معدودات میں ذکر کا
حکم دیا یہ ایام معدودات ایام تشریق ہیں یعنی نحر کے بعد تین دن اُن کو گنتی کے دن کہنے کی وجہ یہ ہے کہ پوری عمر کے دنوں

کے مقابلہ میں یہ تھوڑے سے ہیں جیسے اللہ نے ماہ رمضان کے متعلق اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ فرمایا ہے کیونکہ دس سال کے مہینوں میں ایام رمضان کی تعداد کم ہی ہوتی ہے۔ ایک اور آیت میں آیا ہے وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ برادران یوسف نے یوسف کو تھوڑے مول گنتی کے درہموں میں بیچ دیا۔ بعض نے معدودہ کہنے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ ان دونوں کا شمار ایام حج میں کیا جاتا ہے مزدلفہ میں رات کا قیام اور منا میں کنکریاں مارنا اور دوسرے افعال حج انہی ایام میں ہوتے ہیں۔ زجاج نے کہا معدودات کا اطلاق لغت میں قلیل چیز پر آتا ہے یہ بھی تین دن ہیں اس لئے ایام معدودات کہا گیا یعنی تشریق کے تین دن۔ اور جس ذکر کا ان ایام میں حکم دیا گیا ہے اُس سے مراد تکبیر ہے۔ نافع کی روایت ہے حضرت ابنِ عمرؓ نے فرمایا ایام معدودات تین دن ہیں ایک نحر کا اور دو دن اس کے بعد۔ ابراہیم نخعی نے کہا ایام معدودات (ذی الحجہ کے) دس دن ہیں اور ایام معلومات قربانی کے دن۔ اس آیت میں اللہ نے مسلمانوں کو ذکر کا حکم دیا اور اس سے پہلی آیت فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ میں بھی ذکر کا حکم دیا تھا۔ اس کا سبب اہل تفسیر نے یہ ذکر کیا ہے کہ حج سے فارغ ہو کر عرب کعبہ کے پاس قیام کرنے اور اپنے باپ دادا کے فضائل اور خوبیاں بیان کرتے تھے کوئی کہتا تھا میرا باپ مہمان نواز تھا کھانا کھلاتا تھا اونٹ ذبح کرتا تھا قیدیوں کو (فدیہ اور دیت دیکر) چھڑاتا اور بردے آزاد کرتا تھا اور یہ کرتا تھا اور وہ کرتا تھا غرض اسی طرح باہم فخر کرتے تھے پس اللہ نے اُن کو اپنی یاد کا حکم دیا اور فرمایا فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ (اسی قول) وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ۔ اور فرمایا میری یاد کرو میں نے ہی تمہارے اور تمہارے باپ دادا کے ساتھ ایسا کیا اور تمہارے اور اُن کے ساتھ احسان کیا۔ سُدّی نے کہا عرب جب مناسک حج ادا کر چکتے اور منا میں قیام کرتے تو ایک آدمی کھڑا ہو کر اللہ سے دُعا کرتا اور کہتا تھا الٰہی میرے باپ کا پیالہ بڑا تھا اُس کی دیگ بڑی تھی وہ بڑا مالدار تھا مجھے بھی ایسا ہی دیدے گویا وہ اللہ کا ذکر نہیں کرتا تھا اپنے باپ کا کرتا تھا اور خدا سے درخواست کرتا تھا کہ اُس کو بھی باپ کی طرح دنیا مل جائے اس پر اللہ نے آیت مذکورہ نازل فرمائی حضرت ابن عباس عطا خراسانی ربیع اور ضحاک نے فرمایا آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح چھوٹے بچے اپنے باپ کو یاد کرتے ہیں اسی طرح تم میری یاد کرو۔ سب سے پہلے بچہ جب بولنا اور سمجھنا شروع کرتا تھا تو صاف نہیں بول سکتا پھر ابا اماں ہچک کر کے بولتا ہے۔ عمرو بن مالک کی روایت ہے ابوالجوزاء نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس سے آیت فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا کے سلسلہ میں دریافت کیا کہ کوئی دن ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی اپنے باپ کو یاد نہیں کرتا (تو کیا خدا کو بھی کسی روز بھول جانا درست ہے؟) فرمایا یہ مطلب نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ کی نافرمانی کی جائے تو دیکھ کر تم کو اتنا غصہ آئے جتنا غصہ تم کو اُس وقت آتا ہے جب تمہارے ماں باپ کو گالی دی جائے۔ محمد بن کعب قرظی نے کہا كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ میں اَوْ بمعنی بَلْ ہے جیسے اَوْ يَزِيْدُوْنَ کا معنی ہے بَلْ يَزِيْدُوْنَ یعنی اللہ کی یاد باپ دادا کی طرح بلکہ اُس سے بھی زیادہ کرو۔ مقاتل نے کہا۔ اَشَدَّ ذِكْرًا کا معنی ہے اَكْثَرَ ذِكْرًا یعنی تعداد میں زیادہ جیسے اَشَدُّ قَسْوَةً (سختی میں زیادہ) اَشَدَّ خَشْيَةً (خوف میں زیادہ)

فصل ۔ اللہ نے قرآن مجید میں چند چیزوں کو ذکر فرمایا ہے تورات کو بھی ذکر کہا ہے فرمایا ہے فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ یعنی تورات والوں سے پوچھو۔ قرآن کو بھی ذکر کہا ہے فرمایا ہے هٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ اَنْزَلْنٰهُ یہ مبارک یادداشت ہم نے نازل فرمائی۔ لوح محفوظ کو بھی ذکر کہا ہے فرمایا ہے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ ہم نے لوح محفوظ کے بعد زبور میں لکھ دیا۔ نصیحت کو بھی ذکر کہا ہے فرمایا ہے فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ ان کو جو نصیحت کی گئی تھی جب وہ اس کو بھول گئے۔ رسول کو بھی ذکر کہا ہے فرمایا ہے قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا ہم نے تمہاری طرف ذکر یعنی رسول اتارا۔ خبر کو بھی ذکر کہا ہے فرمایا ہے هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ یہ ان لوگوں کی خبر ہے جو میرے ساتھ ہیں اور ان لوگوں کی خبر ہے جو مجھ سے پہلے گذر گئے۔ شرف (فضیلت) کو بھی ذکر کہا ہے فرمایا ہے اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ یہ تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے شرف ہے۔ توبہ کو بھی ذکر کہا ہے فرمایا ہے ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ یہ توبہ کرنے والوں کے لئے یادداشت ہے نماز کو بھی ذکر کہا ہے فرمایا ہے فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ اللہ کی یاد اس طرح کرو جیسے اس نے بتائی ہے یعنی نماز اس طرح پڑھو جیسے اس نے سکھائی ہے عصر کی نماز کو بھی ذکر کہا ہے فرمایا ہے اِنِّيْ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ یعنی عصر کی نماز سے غفلت کر کے میں نے گھوڑوں کی محبت کو اختیار کیا۔ جمعہ کو بھی ذکر کیا ہے فرمایا ہے فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ جمعہ کی نماز کی طرف جلدی جاؤ۔ طاعت اور مغفرت کو بھی ذکر کہا ہے فرمایا ہے۔ فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ میری طاعت کرو میں تمہاری مغفرت کروں گا۔ ندامت کو بھی ذکر کہا ہے فرمایا ہے اِذَا ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو دل سے پشیمان ہوتے ہیں۔ اور زبان سے استغفار کرتے ہیں۔ تکبیر کو بھی ذکر کہا ہے فرمایا ہے وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ایام تشریق میں تکبیر کہو۔

فصل

ایام تشریق کی وجہ تسمیہ

بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ (دور جاہلیت میں) مشرک کہتے تھے اَشْرِقْ ثَبِيْرُ كَيْمَا نُغِيْرُ کوہ ثبیر چمک جا تاکہ ہم روانہ ہو جائیں۔ بات یہ تھی کہ سورج چمکنے سے پہلے مشرکین مزدلفہ سے نہیں لوٹتے تھے اسلام نے اس رسم کو باطل کر دیا۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ایام تشریق کا معنی ہے قربانی کے گوشت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے خشک کرنیکے [illegible] میں لوگ قربانی کے گوشت کو خشک کر کے رکھ چھوڑتے تھے تَشْرِيْقُ اللَّحْمِ گوشت کے پارچے کر کے دھوپ میں سکھانا۔ شَرَائِقُ اللَّحْمِ گوشت کے سوکھے پارچے۔ بعض نے کہا تشریق کا معنی ہے عید کی نماز لفظ تشریق شُرُوْقِ شَمْس سے ماخوذ ہے (سورج کا روشن ہونا) عید کی نماز کا وقت طلوع آفتاب کے بعد ہی ہوتا ہے عیدگاہ کو مشرق اسی لئے کہتے ہیں کہ سورج کے روشن ہونے پر لوگ عیدگاہ میں پہنچتے ہیں اسی وجہ سے یوم عید کو یوم تشریق کہا گیا پھر عید کے

ذی میں بعد دو دنوں کو بھی ایام تشریق کہا گیا ذوالنون مصری سے دریافت کیا گیا موقف کا نام مشعر کیوں رکھا گیا حرم کیوں نہیں رکھا گیا فرمایا کعبہ اللہ کا گھر ہے حرم اُس کا پردہ ہے اور مشعر اُس کا دروازہ ہے جب مہمان (حاجی) خانہ خدا کا قصد کرتے ہیں تو اللہ اُن کو پہلے دروازہ پر ٹھہرا دیتا ہے وہ عاجزی کرتے ہیں تو پھر دوسرے پردہ پر یعنی مزدلفہ پر اُن کو روک دیتا ہے اور جب اُن کی زاری اور عاجزی کو دیکھتا ہے تو قربانیاں پیش کرنے کا حکم دیتا ہے جب وہ قربانیاں کر چکتے ہیں اور گناہوں سے پاک ہوجاتے ہیں تو زیارت کا حکم دیتا ہے دریافت کیا گیا ایام تشریق میں روزہ رکھنا کیوں مکروہ ہے فرمایا اس لئے کہ لوگ اللہ کے مہمان ہیں اُس کی ملاقات کو آتے ہیں اور میزبان کے گھر مہمان کو روزہ رکھنا زیبا نہیں۔ دریافت کیا گیا ابو سفیض کعبہ کے پردے پکڑ کر لٹکنے کی کیا وجہ ہے فرمایا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کا کسی پر کچھ حق ہو تو مجرم سفارش کرنے والوں کا دامن پکڑ لیتا ہے تاکہ صاحب حق اُس کے جرم کو معاف کردے۔

فصل

تکبیر کہنے کی تعداد

نافع کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ و حضرت عمرؓ ایام تشریق میں منا کے اندر ہر نماز کے بعد تکبیر پڑھتے تھے اور مجلس میں اور بستر پر اور خیمہ میں اور راستہ میں (ہر جگہ تکبیر پڑھتے تھے) اور ان دونوں بزرگوں کی تکبیر پر اور لوگ بھی تکبیر پڑھتے تھے اور اس آیت کا مفہوم یہی سمجھتے تھے تکبیر کے سنت ہونے پر سب کا اتفاق ہے مقدار تکبیر میں اختلاف ہے حضرت علی یوم عرفہ کی فجر سے آخری یوم تشریق کی عصر تک (ہر نماز کے بعد) تکبیر پڑھتے تھے ہمارے امام احمد بن محمد بن حنبل اور قاضی ابو یوسف اور محمد بن حسن کا یہی مذہب ہے اور شافعی کا بھی ایک قول ہے یہ قول سب سے اولیٰ اور جامع ترین ہے حضرت عبداللہ بن مسعود عرفہ کی فجر سے یوم النحر ۱۰ ذی الحجہ کی عصر تک ہر نماز کے بعد تکبیر پڑھتے تھے امام اعظم ابو حنیفہ نعمان کا یہی مذہب ہے حضرت ابن عباس اور حضرت زید بن ثابت یوم نحر کی ظہر آخری یوم تشریق کی عصر تک تکبیر پڑھتے تھے عطا کا قول یہی ہے امام شافعی کا ظاہر ترین قول یہ ہے یوم النحر کی ظہر سے تکبیر کا آغاز کیا جائے اور آخر یوم تشریق کی فجر پر ختم کردی جائے تاکہ حاجیوں کی پوری اقتدا ہوجائے۔ امام مالک کا یہی مذہب ہے شافعی کا تیسرا قول یہ ہے کہ شب نحر کی مغرب کی نماز سے ابتدا کی جائے اور آخری ایام تشریق کی نماز فجر پر ختم کردی جائے۔

تکبیر کے الفاظ۔ حضرت ابن مسعود دو بار تکبیر اس طرح کہتے تھے۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ہمارے امام احمد اور امام ابوحنیفہ اور اہل عراق کا یہی مسلک ہے۔ امام مالک کہتے تھے اللہ اکبر اللہ اکبر پھر ٹھہر جاتے تھے پھر کہتے تھے اللہ اکبر لا الہ الا اللہ۔ سعید بن جبیر اور حسن بصری تین بار ہر ایک اس طرح تکبیر کہتے تھے اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر پھر آخر تک وہی کہتے تھے جو ہم نے حضرت ابن مسعود کے قول میں اوپر بیان کیا ہے امام شافعی اور اہل

مدینہ کا بھی مسلک ہے۔ قتادہ کہتے تھے اللہ اکبر کبیراً اللہ اکبر علیٰ ما ہدانا اللہ اکبر وللہ الحمد۔ حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ایام منیٰ کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں۔ حضرت جعفر بن محمد نے فرمایا کہ رسول اللہؐ نے ایام تشریق میں ایک منادی کو بھیج کر ندا کرائی یہ ایام کھانے پینے اور عورتوں سے قربت کرنے کے ہیں۔

فصل۔ اگر محرم ہو تو نحر کی ظہر سے آخر ایام تشریق تک تکبیر پڑھے امام احمد کا بھی قول ہے امام احمد سے صحیح ترین قول یہ منقول ہے کہ اگر فرض جماعت کے ساتھ پڑھے تکبیر پڑھے اور فرض تنہا پڑھے یا نفل نماز پڑھے تو تکبیر نہ پڑھے۔

فصل۔ عید اضحیٰ کی تکبیروں کی طرح عید فطر میں تکبیر ہے یعنی فطر کی رات میں۔ بلکہ عید فطر کی تکبیر کی عید اضحیٰ کی تکبیر سے زیادہ تاکید ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ الخ مگر عید فطر کی تکبیر کا آغاز شب فطر کی مغرب سے ہوتا ہے اور عید کے دن جب عید کے دونوں خطبوں سے امام فارغ ہو جائے۔ اُس وقت تک تکبیر کا حکم رہتا ہے پھر حکم ختم ہو جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا فطر میں تکبیر مسنون نہیں ہے امام مالک نے فرمایا عید فطر کے دن میں تکبیر پڑھے رات میں نہ پڑھے اور تکبیر کا وقت عید گاہ کو پہنچنے تک ہے امام برآمد ہو جائے اور لوگ نماز کو نکل آئیں تو تکبیر کا وقت ختم ہو جاتا ہے امام شافعی نے فرمایا شب عید کی مغرب سے تکبیر شروع کرے اور جب امام عید کے دونوں خطبے ختم کر دے تو تکبیر ختم کرے۔ امام شافعی کا ایک قول یہ بھی ہے کہ شب عید کی مغرب سے شروع کرے اُس وقت ختم کر دے جب امام عید گاہ میں برآمد ہو جائے ایک قول میں انتہائی وقت آغاز صلوٰۃ عید کو قرار دیا ہے اور دوسرے قول میں نماز عید سے فراغت کو تکبیر کا آخری وقت کہا ہے۔

مجلس
یوم عاشوراء کے فضائل

اللہ نے فرمایا ہے اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ الیٰ قولہ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ۔ اس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے حرمت کے مہینوں میں سے اللہ کے نزدیک محرم بھی ہے اور اس ماہ میں عاشوراء کا دن بھی ہے جس میں عبادت کرنے والے کا ثواب عظیم مقرر کیا ہے۔ ہم سے ابونصر نے اپنے والد کی روایت اور والد نے اسناد سے بروایت مجاہد حضرت ابن عباس کا قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جس نے محرم کے کسی دن روزہ رکھا اُس کو ہر روزہ کے عوض تیس دن کے روزوں کا ثواب ملیگا۔ میمون بن مہران نے حضرت ابن عباس کے قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جس نے محرم کے عاشورہ (۱۰ تاریخ) کا روزہ رکھا اُس کو دس ہزار فرشتوں کا دس ہزار شہیدوں کا اور دس ہزار حج اور عمرہ کرنے والوں کا ثواب ملیگا جس نے کسی یتیم کے سر پر عاشورہ کے دن ہاتھ پھیرا اللہ اُس کے سر کے ہر بال کے عوض جنت میں اس کا درجہ اونچا کرےگا جس نے عاشورہ کی شام کو کسی مومن کا روزہ کھلوایا تو گویا اس نے

اپنی طرف سے (تمام) امت محمدیہ کا روزہ کھلوایا اور سب کا پیٹ بھرا صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (کیا) اللہ نے عاشورہ کے دن کو تمام ایام پر فضیلت دی ہے فرمایا ہاں آسمانوں کو اور اسی طرح زمین کو عاشورہ کے دن پیدا کیا پہاڑوں کو عاشورہ کے دن پیدا کیا سمندروں کو عاشورہ کے دن پیدا کیا لوح اور قلم کو عاشورہ کے دن پیدا کیا آدم کو عاشورہ کے دن پیدا کیا آدم کو جنت میں عاشورہ کے دن داخل کیا ابراہیمؑ عاشورہ کے دن پیدا ہوئے اُن کے بیٹے کا فدیہ قربانی عاشورہ کے دن ہوا فرعون کو عاشورہ کے دن ڈبویا ایوبؑ کی تکلیف عاشورہ کے دن دور کی آدمؑ کی توبہ عاشورہ کے دن قبول کی داؤدؑ کی لغزش عاشورہ کے دن معاف کی عیسیٰ عاشورہ کے دن پیدا ہوئے قیامت عاشورہ کے دن ہوگی دوسری روایت میں حضرت ابن عباس کے یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جس نے عاشورہ کے دن کا روزہ رکھا اللہ اُس کے لئے ساٹھ برس کی عبادت صیام وقیام والی لکھ دیتا ہے جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا ہے اُس کو ہزار شہیدوں کا ثواب دیا جاتا ہے جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا اللہ اُس کے لئے ساتوں آسمانوں والوں کا ثواب لکھ دیتا ہے جس نے عاشورہ کے دن کا روزہ کسی مسلمان کا کھلوایا گویا اُس نے اپنی طرف سے تمام امت محمدیہ کا روزہ کھلوایا اور سب کے پیٹ بھرے جس نے عاشورہ کے دن کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا یتیم کے سر کے ہر بال کے عوض جنت میں اُس کا درجہ اُونچا کیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ نے روزہ عاشورہ عطا فرما کر ہم کو فضیلت عنایت کی ہے فرمایا اللہ نے آسمانوں کو عاشورہ کے دن پیدا کیا اور زمین کو بھی اسی طرح عاشورہ کے دن پیدا کیا، اور پہاڑوں کو اور اسی طرح ستاروں کو عاشورہ کے دن پیدا کیا عرش اور اسی طرح کرسی کو عاشورہ کے دن پیدا کیا لوح اور اسی طرح قلم کو عاشورہ کے دن پیدا کیا جبرئیلؑ اور اسی طرح ملائکہ کو عاشورہ کے درمیان پیدا کیا آدمؑ کو عاشورہ کے دن پیدا کیا ابراہیمؑ عاشورہ کے دن پیدا ہوئے اللہ نے اُن کو آگ سے نجات عاشورہ کے دن دی اور اُن کے بیٹے کا فدیہ عاشورہ کے دن دیا فرعون کو عاشورہ کے دن غرق کیا ادریسؑ کو عاشورہ کے دن اٹھایا ایوبؑ کے دکھ کو عاشورہ کے دن دور کیا عیسیٰؑ کو عاشورہ کے دن اٹھایا عیسیٰؑ کی پیدائش عاشورہ کے دن ہوئی آدمؑ کی توبہ عاشورہ کے دن قبول کی داؤدؑ کا گناہ عاشورہ کے دن معاف کیا سلیمانؑ کو جن و انس کی حکومت عاشورہ کے دن عطا کی خود عرش پر متمکن عاشورہ کے دن ہوا قیامت عاشورہ کے دن ہوگی۔ آسمان سے سب سے پہلی بارش عاشورہ کے دن ہوئی سب سے پہلی رحمت عاشورہ کے دن نازل ہوئی جس نے عاشورہ کے دن غسل کیا مرض الموت کے علاوہ وہ کسی بیماری میں مبتلا نہ ہوگا جس نے عاشورہ کے دن سرمہ لگایا اُس کی آنکھ سال بھر نہیں دُکھے گی جس نے عاشورہ کے دن کسی بیمار کی عیادت کی گویا اُس نے تمام اولاد آدم کی عیادت کی جس نے عاشورہ کے دن ایک گھونٹ پانی پلایا گویا اُس نے عمر بھر اللہ کی نافرمانی نہیں کی جس نے عاشورہ کے دن چار رکعت نماز صبح پڑھی ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور پچاس بار سورۂ اخلاص اللہ اُس کے پچاس برس گذشتہ کے اور پچاس برس آئندہ کے گناہ معاف کر دے گا اور ملاء اعلیٰ میں اُس کے لئے نور کے ہزار محل بنائیگا۔ ایک اور حدیث میں ہے

رکعتیں دو سلاموں کے ساتھ ہیں ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ اذا زلزلت اور سورہ کافرون اور سورہ اخلاص
ایک ایک بار اور نماز سے فراغت کے بعد درود ستر بار۔ یہ روایت حضرت ابوہریرہ سے منقول ہے۔ یہ بھی حضرت
ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا بنی اسرائیل پر سال میں ایک دن یعنی عاشورہ کے دن کا روزہ فرض
کیا گیا تھا تم بھی اس دن روزہ رکھو اور اپنے گھر والوں کے خرچ میں وسعت کرو عاشورہ کے دن جو شخص اپنے
گھر والوں کو خرچ میں وسعت دیتا ہے اللہ پورے سال اسکو کشائش عنایت کرتا ہے جس نے اس دن روزہ رکھا
تو چالیس سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا جو شخص شب عاشورہ میں رات بھر عبادت کرے اور صبح کو روزہ سے ہو
وہ ایسا مر گیا کہ مرنے کا اس کو احساس بھی نہ ہوگا۔ حضرت علیؓ کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے حضور نے فرمایا جس
نے شب عاشورہ کو رات بھر عبادت کی وہ جب تک چاہیگا اللہ اس کو زندہ رکھیگا۔ سفیان بن عیینہ نے بروایت جعفر
کوفی بحوالہ ابراہیم بن محمد بن منتشر بیان کیا ابراہیم بن محمد اپنے زمانہ میں کوفہ کے اندر بڑے بزرگ سمجھے جاتے تھے۔
سفیان کا بیان ہے مجھے اطلاع ملی کہ عاشورہ کے دن جو شخص اپنے گھر والوں کے خرچ میں وسعت کرتا ہے اللہ پورے
سال اس کو وسعت دیتا ہے ہم نے پچاس برس سے برابر اسکا تجربہ کیا اور ہمیشہ روزی کی فراخی ہی دیکھی۔ حدیث
مذکور حضرت عبداللہ سے بھی منقول ہے۔ کہ جس نے یوم الزینۃ (عید کے دن) یعنی عاشورہ کے دن روزہ رکھا اس نے
سال بھر کے فوت شدہ صدقہ (کے ثواب) کو پالیا۔ یحییٰ بن کثیر کا قول ہے جس نے عاشورہ کے دن مشک آمیز سرمہ
لگایا اس کی آنکھ آئندہ سال تک نہیں دکھنی۔ ابو جعفر نے اپنی سند کی روایت اور والد ہی کی اسناد سے ابو غلیظ بن امیہ
بن خلف جمحی کا قول بیان ہے کہ رسول اللہؐ نے میرے گھر پر ایک مولا بیٹھا دیکھ فرمایا سب سے اول اس پرندہ نے عاشورہ
کا روزہ رکھا قیس بن عبادہ نے کہا جنگلی جانور بھی عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول
اللہؐ نے ارشاد فرمایا ماہ رمضان کے بعد روزوں کا سب سے افضل (مہینہ) وہ ہے جسکو لوگ محرم کہتے ہیں اور فرض نماز کے
وسط شب کی (نفل) نماز کے علاوہ افضل نماز عاشورہ کے دن کی ہے۔ حضرت علیؓ کی روایت ہے رسول اللہؐ نے ارشاد
فرمایا خدا کے مہینہ یعنی محرم میں اللہ نے کچھ لوگوں کی توبہ قبول کی اور کچھ کی توبہ قبول کریگا حضرت ابن عباس کی روایت ہے
حضور نے فرمایا جس نے ذی الحجہ کے آخری دن اور محرم کے پہلے دن روزہ رکھا اس نے گذشتہ سال کو روزہ پر ختم کیا اور
آئندہ سال روزہ سے شروع کیا اور اللہ نے پچاس برس کے گناہوں کا کفارہ اس کے لئے کردیا۔ عروہ راوی ہیں حضرت
عائشہ نے فرمایا (دور) جاہلیت میں قریش عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور مکہ میں رسول اللہؐ بھی اس دن روزہ رکھتے
تھے مدینہ میں پہنچے تو رمضان کے روزے فرض کئے گئے پھر جس نے چاہا عاشورہ کا روزہ رکھا جس نے چاہا چھوڑا
حضرت ابن عباس نے فرمایا رسول اللہؐ مدینہ میں تشریف لائے تو یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے پایا وجہ دریافت
کی تو یہودیوں نے عرض کیا آج کے دن اللہ نے حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کو فرعونیوں پر غلبہ عطا فرمایا تھا اس وجہ

سے ہم اس دن کو بڑا جانتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں فرمایا بہ نسبت تمہارے موسیٰؑ سے ہمارا تعلق زیادہ ہے اسکے بعد حضورؐ نے اس دن روزہ رکھنے کا حکم دے دیا ۔

فصل ۔ عاشورہ کی وجہ تسمیہ علماء نے مختلف طور پر بیان کی ہے اکثر علماء کا قول ہے کہ چونکہ یہ محرم کا دسواں دن ہوتا ہے اسلئے اسکو عاشورہ کہا گیا ہے بعض کا قول ہے کہ اللہ نے جو بزرگیاں (ایام کے لحاظ سے) اس امت کو عطا فرمائی ہیں اُن میں یہ دسویں عزت (کا دن) ہے اسلئے اس دن کو عاشورہ کہا جاتا ہے ۱؎ رجب ہے جو اللہ کا ماہ ہے اللہ نے یہ عزت اس امت کو عطا کی ہے باقی مہینوں پر رجب کی فضیلت ایسی ہے جیسی اس امت کی فضیلت دوسری امتوں پر ہے ۲؎ ماہ شعبان ہے اسکی فضیلت باقی مہینوں پر ایسی ہے جیسی دوسرے انبیاء پر رسول اللہؐ کی فضیلت ۳؎ ماہ رمضان ہے اسکی فضیلت باقی مہینوں پر ایسی ہے جیسے اللہ کی فضیلت مخلوق پر ہے ۴؎ شب قدر ہے یہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے ۵؎ عید الفطر کا دن ہے یہ (روزوں کی) جزاء ملنے کا دن ہے ۶؎ ذی الحجہ کے دس دن ہیں یہ اللہ کی یاد کے دن ہیں ۷؎ عرفہ کا دن ہے اس دن روزہ رکھنے سے دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے ۸؎ قربانی کا دن ہے ۹؎ جمعہ کا دن ہے یہ سید الایام ہے ۱۰؎ عاشورہ کا دن ہے اس دن روزہ رکھنے سے ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے مذکور ایام کا ہر وقت ایک خاص عزت ہے جو اس امت کو اللہ نے عطا فرمائی ہے تاکہ اس کے گناہوں کا اتار اور خطاؤں سے طہارت ہو جائے ۔ بعض علماء نے عاشورہ کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی کہ اللہ نے اس روز دس پیغمبروں پر دس عنایتیں فرمائی تھیں ۱؎ اس روز حضرت آدمؑ کی توبہ قبول فرمائی ۲؎ حضرت ادریسؑ کو (اونچے (مرتبہ) کے مقام پر اٹھایا ۳؎ حضرت نوحؑ کی کشتی اسی روز جودی پر ٹھہری ۴؎ اسی روز حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے اور اسی روز اللہ نے آپ کو اپنا خلیل بنایا اور اسی روز نمرود کی آگ سے بچا لیا ۵؎ اسی روز حضرت داؤدؑ کی توبہ قبول فرمائی ۔ اور اسی روز حضرت سلیمانؑ کو سلطنت واپس ملی ۶؎ اسی روز حضرت ایوبؑ کا دکھ دور کیا ۷؎ اسی روز حضرت موسیٰ کو سمندر میں ڈوبنے سے بچایا اور فرعون کو غرق کیا ۸؎ اسی روز حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ سے رہائی دی ۹؎ اسی روز حضرت عیسیٰؑ کو آسمان کی طرف اٹھا لیا ۱۰؎ اسی روز رسول اللہؐ کی پیدائش ہوئی ۔

فصل ۔ عاشورہ کا دن محرم کی کس تاریخ کو ہوتا ہے یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے ۔ اکثر علماء کا قول ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ محرم کی دسویں تاریخ کو عاشورہ کہتے ہیں ۔ بعض نے گیارہویں تاریخ کو عاشورہ کہا ہے حضرت عائشہؓ سے جو قول مروی ہے اس میں نویں تاریخ عاشورہ ہونے کا ذکر ہے حکیم بن اعرج نے حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا کہ عاشورہ کا روزہ کس دن کا ہے فرمایا محرم کا چاند دکھ جائے تو گنتی رکھو نویں تاریخ کی صبح کو روزہ رکھو حکیم نے کہا کیا رسول اللہؐ بھی اسی تاریخ کو روزہ رکھتے تھے فرمایا ہاں دوسری حدیث میں حضرت ابن عباس کا قول آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے خود بھی عاشورہ کا روزہ رکھا تھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا تھا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہود و نصاریٰ اس دن کو بڑا جانتے ہیں فرمایا

آئندہ سال ہوگا تو انشاء اللہ ہم نویں تاریخ کو روزہ رکھینگے لیکن آئندہ سال آنے سے پہلے ہی حضور کی وفات ہوئی حضرت ابن عباس کے دوسرے الفاظ اسی طرح ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا تھا اگر اگلے سال تک میں زندہ رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ نویں تاریخ کو روزہ رکھونگا حضور نے یہ بنظر احتیاط فرمایا تھا کہ کہیں عاشورہ کا روزہ فوت نہ ہوجائے۔

فصل

روز عاشورہ کے بعض فضائل

حضرت امام حسین کی اسی روز شہادت ہوئی حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ میرے گھر تشریف لائے اتفاقاً حسین بھی آپ کے پاس آگئے میں نے دروازہ سے نگاہ کی تو حسین رسول اللہؐ کے سینۂ مبارک پر چڑھے کھیل رہے حضور کے ہاتھ میں اُس وقت مٹی کا ایک ٹکڑا تھا اور آپ کے آنسو جاری تھے جب حسین نکلکر چلے گئے تو میں گئی اور عرض کیا یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ قربان میں نے دیکھا کہ آپکے ہاتھ میں مٹی تھی اور آپ رو رہے تھے فرمایا حسین جب میرے سینہ پر کھیل رہا تھا اور میں خوش خوش تھا کہ جبرئیل نے لاکر وہ مٹی دی جس پر حسین کو شہید کیا جائیگا اسی لئے میں رو دیا حسن بصری سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ کو سلیمان بن عبدالملک نے خواب میں دیکھا کہ آپ اُس کو بشارت دے رہے اور مہربانی فرمارہے تھے صبح ہوئی تو سلیمان نے حسن بصری سے (تعبیر) دریافت کی حسن بصری نے فرمایا شاید رسول اللہؐ کے اہل بیت سے تم سے کوئی اچھا سلوک کیا ہے سلیمان نے کہا ہاں یزید بن معاویہ کے خزانہ میں مجھے حضرت حسینؓ کا سر ملا تھا میں نے دیبا کے پانچ کفن پہنا کر اپنے ساتھیوں کی جماعت کے ساتھ اُس کی نماز پڑھ کر قبر میں دفن کردیا حسن بصری نے فرمایا اسی وجہ سے رسول اللہؐ تم سے راضی ہوگئے اس پر سلیمان نے حسن بصری سے اچھا سلوک کیا اور آپ کو انعام دینے کا حکم دیا۔ حمزہ بن زیات نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہؐ اور حضرت ابراہیمؑ کو خواب میں دیکھا دونوں حضرات حضرت حسین کی قبر پر نماز پڑھ رہے تھے ابو النصر نے اپنے والد کی روایت داسناد سے بحوالۂ ابو اسامہ بیان کیا کہ جعفر بن محمد نے فرمایا حضرت حسینؑ کی شہادت کے دن آپ کی قبر پر ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے جو روز قیامت تک روتے رہینگے۔

فصل۔ بعض لوگ عاشورہ کا روزہ رکھنے والوں پر اس دن کی تعظیم کی روایات پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور کہتے ہیں اس دن روزہ رکھنا جائز نہیں کیونکہ اس روز حضرت حسین شہید کئے گئے تھے آپ کی وفات کی وجہ سے اس روز ہمہ گیر دُکھ ہونا چاہیے مگر تم اس دن کو خوشی اور سرور کا دن بناتے ہو اور بال بچوں کے مصارف میں وسعت کرنے اور فقیروں محتاجوں اور یتیموں کو خیرات دینے کا حکم دیتے ہو جمہور۔ اہل اسلام پر حسین کا جو حق ہے اُس کا یہ تقاضا نہیں۔ یہ قائل غلطی پر ہے اس کا مسلک برا اور فاسد ہے۔ اللہ نے اپنے نبی محمد کے بیٹے کی شہادت

کے لئے ایسے دن کا انتخاب فرمایا جو شرف عظمت جلالت قدر اور بزرگی میں سب دنوں سے بڑھ چڑھ کر تھا تاکہ اُن کو
شخص بندگی کے ساتھ مزید بزرگی اور رفعت عطا فرمائے اور شہید ہونے والے خلفاء راشدین کے مراتب پر پہنچا دے
اگر آپ کی وفات کے دن کو مصیبت کا دن بنا لیا جائے تو پھر پیر کا دن تو اُسکے لئے اور بھی اولی ہے کیونکہ اس روز
رسُول اللہؐ کی وفات ہوئی تھی اور (بقول حضرت عائشہؓ) حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بھی اس روز وفات ہوئی ہے ہشام
بن عروہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا حضرت ابوبکرؓ نے مجھے فرمایا رسول اللہؐ کی وفات کس روز ہوئی
تھی میں نے جواب دیا پیر کے روز فرمایا مجھے امید ہے کہ اس دن میں بھی مرُونگا چنانچہ آپ کی وفات بھی اُسی دن ہوئی
رسُول اللہؐ اور ابوبکر صدیق کی وفات تو دوسرے دن کی وفات سے بڑی ہے حالانکہ سب لوگوں کا اتفاق ہے کہ پیر کا دن
بزرگ ہے اس میں روزہ رکھنا افضل ہے پیر کے روز اور جمعرات کے روز بندوں کے عمال اللہ کے سامنے پیش ہوتے
ہیں پس عاشورہ کے دن کو بھی اس طرح مصیبت کا دن نہیں بنایا جاتا اُسکو یوم مسرت و فرحت بنانے سے یوم مصیبت
بنا لینا اولی نہیں ہے کیونکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس روز اللہ نے انبیاء کو دشمنوں سے نجات دی اور اُن کے دشمنوں
کو ہلاک کیا اور آسمان و زمین کی تخلیق کی اور بزرگی رکھنے والی چیزیں بنائیں اور آدمؑ وغیرہ کو پیدا کیا اور روزہ رکھنے
والے کے لئے بڑے ثواب اور کثیر عطاء اور گناہوں کا کفارہ اور برائیوں سے رہائی مقرر فرمائی اس لئے عاشورہ بھی عیدین
جمعہ اور عرفہ جیسے متبرک دنوں کی طرح ہے۔ پھر اگر اس دن کو یوم مصیبت قرار دینا جائز ہوتا تو صحابہ اور تابعین ایسا
کرتے وہ بنسبت ہمارے امام حسینؓ سے زیادہ قربت اور خصوصیت رکھنے تھے حدیث میں اس روز اہل وعیال کے
مصارف میں وسعت کرنے اور روزہ رکھنے کی ترغیب بھی واقع ہوئی ہے حسن بصری سے ایک روایت آئی ہے کہ آپ
کے نزدیک عاشورہ کے دن روزہ رکھنا فرض تھا اور حضرت علیؓ اس روز روزہ رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے اس پر
حضرت عائشہؓ نے لوگوں سے فرمایا اس دن روزہ رکھنے کا حکم تم کو کون دیتا ہے لوگوں نے کہا علی رضی اللہ عنہ
فرمایا باقی ماندہ لوگوں میں سنت کو وہ سب سے زیادہ جانتے ہیں حضرت علیؓ نے فرمایا کہ رسُول اللہؐ نے ارشاد
فرمایا تھا جس نے شب عاشورہ میں رات بھر عبادت کی جب تک وہ چاہے اللہ اُس کو زندگی دیتا ہے ان
تمام دلائل سے معترض کے اعتراض کی غلطی واضح ہوگئی۔ واللہ اعلم۔

مجلس

روز جمعہ کے فضائل

اللہ نے فرمایا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ
ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (ایمان والو جب جمعہ کے دن اذان دی جائے تو نماز کی طرف جلدی لپکو اور خرید فروخت

چھوڑ دو یہ ہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر جانتے ہو (تو عمل کرو) حضرت ابنؓ عباس نے فرمایا اے ایمان والو یعنی اے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا اور تصدیق کی۔ جب نماز کے لئے ندا کی جائے یعنی جب جمعہ کے دن اذان کے ذریعہ سے تم کو نماز کے لئے بلایا جائے تو نماز جمعہ کے لئے چل دو اور اذان کے بعد خرید فروخت چھوڑ دو کمائی اور تجارت سے تمہارے لئے نماز بہتر ہے اگر تم سمجھ جاتے ہو۔ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ یہودیوں نے مسلمانوں پر تین وجوہ سے فخر کیا تھا ا۔ وہ کہتے تھے ہم اللہ کے دوست اور اس کے چہیتے ہیں تم نہیں ہو ۲۔ ہماری کتاب ہے اور تمہاری کوئی کتاب نہیں ہے ۳۔ ہمارے لئے ہفتہ کا دن خاص ہے اور تمہارے لئے کوئی خاص دن نہیں ہے اللہ نے اس آیت میں یہودیوں کی تکذیب اور تردید فرمادی اور اپنے نبی کو حکم دیا کہ قل یا ایہا الذین ھادوا ان زعمتم انکم اولیاء اللہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین اے یہودیو اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو کہ دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر تم ہی اللہ کے دوست ہو تو موت کی تمنا کرو (کیونکہ مرنے کے بعد تم کو اپنی نجات اور سعادت کا یقین ہونا چاہیئے) اور دوسرے دعویٰ کی تردید میں فرمایا هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ اللہ ہی نے ان پڑھوں میں ایک عظیم الشان پیغمبر انہی میں کا مبعوث فرمایا اور یہودیوں کی مذمت میں فرمایا۔ مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا جن لوگوں پر توراۃ لادی گئی ان کی حالت ایسی ہے جیسے گدھا بڑے بڑے دفتر اٹھائے ہو۔ اور تیسرے دعویٰ کی تردید میں فرمایا یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ الخ اس کے بعد فرمایا وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا اگر ان کو کوئی تجارت یا کھیل کی چیز نظر آتی ہے تو اسکی طرف بھیل جاتے ہیں۔ بات یہ ہوئی کہ مدینہ میں ایک قافلہ آرہا تھا لوگوں نے نقارے اور تالیاں بجا کر اس کا استقبال کیا اور لوگ مسجد سے نکل کر جانے لگے جب ایک روز قافلہ آ ہی گیا تو لوگ مسجد سے نکل گئے صرف ۱۲ مرد اور ایک عورت رہ گئے پھر ایک اور قافلہ آیا تب بھی سب چلے گئے فقط بارہ مرد اور ایک عورت رہ گئے اسکے بعد دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ عامری مسلمان ہونے سے پہلے کچھ تجارتی سامان لے کر شام سے آیا وہ ہر قسم کا تجارت کا سامان لے کر آیا کرتا تھا اس کے استقبال کے لئے مدینہ والے نقارہ اور تالیاں بجاتے نکلا کرتے تھے۔ اتفاق سے اس کا آنا جمعہ کے روز اس وقت ہوا جب رسول اللہؐ ممبر پر کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔ لوگ خطبہ چھوڑ کر اس کی طرف چلے گئے۔ حضورؐ نے فرمایا دیکھو مسجد میں کتنے آدمی باقی ہیں لوگوں نے عرض کیا بارہ مرد اور ایک عورت۔ فرمایا اگر یہ بھی نہ ہوتے تو ان (کی ہلاکت) کے لئے پتھر نشان زد کر دیئے جاتے (یعنی پتھر پر نشان کر دیا جاتا ہے اور آسمان سے پتھر برستے اور جس پتھر پر جس کسی کا نام ہوتا وہ اسی سے ہلاک کر دیا جاتا) اس پر یہ آیت وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا نازل ہوئی اس آیت میں لھو سے مراد ہے نقارہ اور تالیاں بجانا اور تجارت سے مراد ہے وہ تجارتی مال جو دحیہ لے کر آئے تھے جو لوگ مسجد میں رہ گئے تھے ان میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے۔

فصل

روز جمعہ کے فضائل کی احادیث

علا ابن عبد الرحمٰن نے اپنے باپ کی وساطت سے حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا یوم جمعہ سے زیادہ بزرگی والے دن میں نہ سورج طلوع ہوا نہ غروب اور سوائے جن وانس کے زمین پر ہر چلنے والا جانور جمعہ کے دن سے ڈرتا ہے (کیونکہ قیامت جمعہ کے دن ہو گی) اور (جمعہ کے دن) مسجد کے ہر دروازہ پر دو فرشتے (آنے والے) آدمیوں کو ترتیب وار لکھتے ہیں (اول آدمی ایسا ہوتا ہے) جیسے وہ شخص جس نے اونٹ کی قربانی کی ہو (دوم نمبر پر ایسا ہوتا ہے) جیسے وہ شخص جس نے گائے کی قربانی کی ہو (تیسرے درجہ پر ایسا ہوتا ہے) جیسے کسی نے بکری کی قربانی کی ہو پھر ایسا جیسے کسی نے مرغی کی قربانی کی ہو پھر ایسا جیسے کسی نے انڈا پیش کیا ہو جب امام (خطبہ پڑھنے) کھڑا ہو جاتا ہے تو کاغذ لپیٹ دیئے جاتے ہیں۔ ابو سلمہ نے حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا بہترین دن جس میں سورج طلوع کرتا ہے جمعہ کا دن ہے اس دن اللہ نے آدمؑ کو پیدا کیا اسی دن انکو جنت میں داخل کیا اسی دن جنت سے زمین پر ان کو اتارا گیا اسی دن قیامت بپا ہو گی اس دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اگر کوئی مومن اسکو پائے اور اللہ سے اسوقت کچھ مانگے تو اللہ ضرور اس کو دیدیتا ہے۔ ابو سلمہ نے حضرت عبد اللہ بن سلام کا قول نقل کیا ہے کہ وہ مقبولیت کی گھڑی دن کی آخری ساعت ہے یہی وہ ساعت ہے جس میں حضرت آدمؑ کو پیدا کیا گیا اللہ نے فرمایا خُلِقَ الْإِنسَانُ مِنْ عَجَلٍ حضرت رسول مقبول صلعم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک یوم فطر سے بھی افضل ہے اسی میں پانچ کام ہوئے ہیں اس دن حضرت آدم کو پیدا کیا اسی دن انکو زمین پر اتارا گیا اسی دن ان کی [illegible] ہوئی اس دن میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ اس گھڑی بندہ اپنے رب سے جو کچھ مانگتا ہے بشرطیکہ وہ [illegible] ضرور اسکو دیدیتا ہے اسی دن قیامت بپا ہو گی ہر مقرب فرشتہ جمعہ کے دن ڈرتا ہے آسمان اور زمین بھی جمعہ کے دن سے خوف کھاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے رسول اللہؐ نے فرمایا بہترین دن جس میں سورج طلوع کرتا ہے جمعہ کا دن ہے اسی دن آدمؑ کو پیدا کیا گیا اسی روز انکو جنت میں داخل کیا گیا اسی روز ان کو جنت سے نکالا گیا اور اسی دن قیامت بپا ہو گی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے رسول اللہؐ نے فرمایا شاہد آیت وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ [illegible] اور مشہود روز عرفہ اور والیوم الموعود سے قیامت کا دن مراد ہے جمعہ سے زیادہ فضیلت والے دن [illegible] اسی میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ اگر مومن بندہ اس گھڑی اللہ سے کچھ خیر طلب کرتا ہے تو اللہ اسکو ضرور دیتا ہے [illegible] جس شر سے پناہ مانگتا ہے اللہ پناہ دیتا ہے۔ ابو النضر نے اپنے والد کی روایت [illegible] سے بیان کیا کہ حضرت [illegible] فرمایا جمعہ کا دن ہوتا ہے تو شیطان جھنڈے لئے نکل کھڑے ہوتے ہیں اور لوگوں کو بازاروں کی طرف چلاتے ہیں [illegible]

مسجد کے دروازوں پر ملائکہ برآمد ہو کر آنیوالوں کے نام بقدر مراتب لکھتے ہیں اوّل و دوم اور دوم کے بعد والے یہاں تک کہ امام برآمد ہوتا ہے جو شخص امام سے قریب ہو کر خاموشی کے ساتھ خطبہ سنتا ہے اور کوئی لغویات نہیں کرتا اُس کا دوہرا اجر ہوتا ہے اور جو امام سے دور رہ کر خاموشی کے ساتھ سنتا ہے اور کوئی لغویات نہیں کرتا اُس کا ایک حصہ ہوتا ہے اور جو امام کے قریب کوئی لغویات کرتا ہے اور خاموش رہکر خطبہ نہیں سنتا اُس پر دوہرا گناہ ہوتا ہے اور جو امام سے دور کوئی لغویات کرتا ہے اور خاموش رہکر نہیں سنتا اُس پر اکہرا گناہ۔ جس شخص نے خطبہ کے دوران دوسرے سے کہا خاموش اُس نے بھی لغو بات کی اُس کا جمعہ نہیں ہوا۔ اُسکے بعد حضرت علی نے فرمایا میں نے تمہارے پیغمبر محمدؐ سے ایسا ہی سُنا ہے۔ حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ میں نے خود سُنا رسول اللہؐ فرماتے تھے امام کے خطبہ کے دوران میں اگر تو نے اپنے ساتھی سے کہا۔ خاموش۔ تو لغویات کی۔ عمرو بن شعیب نے اپنے دادا کی وساطت سے دادا کا قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا جمعہ کے روز مسجدوں کے دروازوں پر ملائکہ کھڑے لوگوں کی آمد لکھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ امام برآمد ہوتا ہے جب امام برآمد ہو جاتا ہے تو کاغذ طے کرتے جاتے ہیں اور قلم اُٹھا لئے جاتے ہیں ملائکہ باہم کہتے ہیں فلاں شخص کو کس چیز نے آنے سے روکدیا فلاں کیوں نہیں آیا الٰہی اگر وہ بیمار ہو تو اُس کو شفا دے اور اگر وہ راستہ بھول گیا ہو تو اُس کو راستہ بتا دے اور اگر وہ مسافر ہو تو اُس کی مدد کر۔ جعفر بن ثابت نے ثابت کا قول بیان کیا ہے کہ اللہ کے کچھ فرشتے چاندی کی تختیاں اور سونے کے قلم لئے لوگوں کے نام لکھتے ہیں جو جمعہ کی رات یا دن میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ ابو نضر نے اپنے دادا کی روایت واسناد سے بحوالہ ابو الزبیر حضرت جابر بن عبد اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اُس پر جمعہ کے دن جمعہ (کی نماز) فرض ہے ہاں بیمار اور مسافر اور عورت اور بچہ اور غلام اِس حکم سے مستثنیٰ ہیں جو شخص تجارت اور کھیل میں مشغول ہو کر جمعہ کی نماز سے لاپرواہ ہوتا ہے اللہ بھی اُس سے لاپرواہ ہوتا ہے اللہ بے نیاز اور حمید ہے۔ حضرت ابو الجعد ضمری کی روایت ہے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ جس نے حقیر سمجھ کر تین جمعہ ترک کردیے اللہ اُسکے دل پر مہر کر دیتا ہے ابو النضر نے اپنے والد کی روایت کی سند سے بوساطت سعید بن مسیب حضرت جابر بن عبد اللہ کا قول نقل کیا ہے حضرت جابر نے فرمایا میں نے خود سنا رسول اللہؐ منبر پر فرما رہے تھے لوگو مرنے سے پہلے اللہ سے توبہ کرو اور رکاوٹ پیدا ہونے سے پہلے نیک عمل کرنے میں جلدی کرو اور ذکر الٰہی کی کثرت سے اُس رشتہ کو جوڑ دو جو تمہارے اور خدا کے درمیان ہے چھپا کر اور ظاہر طور پر خیرات زیادہ کرو تم کو اجر بھی دیا جائیگا تمہاری تعریف بھی کی جائیگی اور تمہیں رزق بھی زیادہ دیا جائیگا سمجھ لو کہ اللہ نے جمعہ کی نماز تم پر اِس مہینہ میں اِس جگہ اِس سال قیامت تک کے لئے فرض قطعی کر دی ہے جس شخص کو راستہ ملے وہ ضرور پڑھے۔ میری زندگی میں یا میرے بعد جو شخص انکار کرکے یا حقیر سمجھکر جمعہ کو کسی حالت میں ترک کرے

اُس کا کوئی خلیفہ (یا نائب خلیفہ) موجود ہو خواہ امام عادل ہو یا ظالم تو اللہ اُسکی پریشانی دور نہ کرے اور نہ اُس کے
کام میں برکت دے خوب سنو ایسے شخص کی نہ نماز ہے نہ وضو نہ زکوٰۃ نہ حج نہ روزے سنو ایسے آدمی کو کوئی برکت حاصل
نہ ہوگی جب تک توبہ نہ کرے اگر توبہ کریگا تو اللہ بھی اُس کی توبہ قبول فرمائے گا عورت مرد کی اور دیہاتی مہاجر کی اور فاسق
فاجر مومن کی امامت نہ کرے تا وقتیکہ کسی جابر بادشاہ کی تلوار یا کوڑے کا اُسے ڈر نہ ہو۔ ابو نصر نے اپنے والد کی
روایت و سند سے بوساطت ثابت ہوئی بحوالہ طاؤس حضرت ابو موسیٰ اشعری کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے
ارشاد فرمایا قیامت کے دن تمام دنوں کو اللہ اُن کی ہیئت پر مبعوث فرمائیگا اور جمعہ کو روشن چمکدار ہیئت پر مبعوث
کریگا۔ اہل جمعہ اُسکے گرد اگرد جلو میں اسی طرح جا رہے ہونگے جیسے دلہن کو اُسکے شوہر کی طرف لے جاتے ہیں جمعہ ایسا
روشن ہوگا کہ اُس کی روشنی میں لوگ چلیں گے ساتھ چلنے والوں کے رنگ برف کی طرح سفید اور خوشبو مشک کی
طرح ہوگی وہ کافور کے پہاڑوں کے اندر گھس کر چلتے ہونگے لوگ تعجب سے ٹکٹکی باندھے اُن کی طرف دیکھتے ہونگے
یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائینگے سوائے اُن موذنوں کے جو بامید ثواب اذان دیتے ہیں کوئی اور اُن کے
ساتھ شامل نہ ہوگا۔ ابو نصر نے اپنی والد کی روایت و اسناد سے بحوالہ ثابت ہوئی حضرت انس بن مالک کا قول
نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہر جمعہ کے دن اللہ کی طرف سے چھ لاکھ دوزخی دوزخ سے آزاد ہوتے ہیں
جمعہ کے دن رات کے چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں ہر گھنٹہ میں چھ لاکھ دوزخی جو دوزخ کے مستحق ہوتے ہیں دوزخ سے آزاد
ہوتے ہیں۔ حدیث مذکور کے دوسرے الفاظ اس طرح ہیں دنیا کے ہر گھنٹہ میں چھ لاکھ دوزخی دوزخ سے من جانب
خدا آزاد ہوتے ہیں اللہ اُن کو آزاد کرتا ہے جو سب کے سب قیامت کے دن دوزخ کے مستحق ہوتے ہیں جمعہ کے دن
اور جمعہ کی رات کے کل چوبیس گھنٹے ہیں لیکن کوئی ساعت ایسی نہیں کہ چھ لاکھ دوزخی جو دوزخ کے مستحق ہیں منجانب
خدا دوزخ سے آزاد نہ ہوں اور اللہ انکو آزاد نہ کر دے۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ راوی ہیں حضرت ابو الدرداء نے فرمایا
کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جو شخص جمعہ کے دن جمعہ کی نماز جماعت سے پڑھتا ہے اللہ اُس کے لئے ایک مقبول حج
کا ثواب لکھ دیتا ہے اور اگر اُسی جگہ رہ کر وہ عصر کی نماز بھی پڑھتا ہے تو اُسکے لئے عمرہ کا ثواب بھی ہو جاتا ہے۔
اور اگر اُسی جگہ شام تک رہتا ہے اور مغرب بھی پڑھتا ہے تو کوئی چیز بھی نہیں کہ وہ اللہ سے مانگے اور اللہ اُسکو نہ دے۔
حضرت ابو امامہ باہلی کا قول ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جس نے جمعہ کے دن جمعہ کی نماز امام کے ساتھ پڑھی
اور کسی جنازہ میں حاضری دی اور کچھ صدقہ دیا اور کسی بیمار کی عیادت کی اور کسی نکاح میں حاضر ہوا اُسکے لئے جنت واجب
ہوگئی۔ ابو نصر نے اپنے والد کی روایت و سند سے بوساطت [illegible] شعیب از شعیب بحوالہ پدر شعیب بیان کیا
کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جمعہ کی نماز میں تین طرح کے [illegible] تے ہیں ایک وہ جو خطبہ کے وقت فضول بات کرتا
اور [illegible] شریک ہوتا ہے اُس کا حصہ تو وہی ہے ایک وہ جو خطبہ کے وقت دعا کرتا ہے ۔   اللہ کو اختیار ہے

چاہے اُسکو دے چاہے نہ دے) ایک وہ جو خاموشی کے ساتھ متوجہ ہو کر (خطبہ سنتا ہے) اور کسی مسلمان کی گردن پر نہیں پھلانگتا اور کسی کو دُکھ نہیں پہنچاتا ایسی نماز آنے والے متصل جمعہ تک اور اُسکے بعد تین دن تک کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے کیونکہ اللہ نے فرمایا جو نیکی کریگا اُسکو دس گونہ (اجر) ملیگا۔ حدیث میں آیا ہے حضور اقدس نے فرمایا زمین پر چلنے والا ہر جانور اپنے پاؤں پر کھڑا جمعہ کے روز قیامت برپا ہونے سے ڈرتا رہتا ہے۔ سوا شیاطین اور بدبخت انسانوں کے (یہ نہیں ڈرتے) کہتے ہیں کہ جمعہ کے روز پرندے اور کیڑے مکوڑے باہم ملتے ہیں اور کہتے ہیں تمہارے لئے سلامتی ہو یہ اچھا دن ہے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ ہر روز زوال سے پہلے جب آفتاب وسط آسمان پر ہوتا ہے دوزخ کی آگ تیز کی جاتی ہے تم اس ساعت میں نماز نہ پڑھو ہاں جمعہ کا دن سراسر نماز ہی ہے اس روز جہنم کی آگ تیز نہیں کی جاتی۔

فصل - ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جمعہ کے دن غسل کرکے پہلی ساعت میں جو مسجد کو گیا اُس نے گویا اونٹ کی قربانی کی اور جو دوسری ساعت میں گیا اُس نے گویا گائے کی قربانی کی اور جو تیسری ساعت میں گیا اُس نے گویا سینگوں والے مینڈھے کی قربانی کی اور جو چوتھی ساعت میں گیا اُس نے گویا مرغی کی قربانی کی اور جو پانچویں ساعت میں گیا اُس نے گویا انڈا پیش کیا اس کے بعد جب امام برآمد ہو جاتا ہے تو فرشتے ذکر (خطبہ) سننے آجاتے ہیں پہلی ساعت صبح کی نماز کے بعد ہوتی ہے دوسری ساعت سورج نکلنے کے وقت تیسری ساعت دھوپ پھیلنے کے وقت یعنی اونچی چاشت کا وقت ہے جب سورج کی گرمی سے (ریت پر) پاؤں تپنے لگتے ہیں چوتھی ساعت زوال سے پہلے والی ہے اور پانچویں ساعت سورج کے زوال ہو چکنے پر یا ٹھیک زوال کے وقت ہوتی ہے نافع کی روایت ہے حضرت ابن عمر کا قول ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جو شخص ہر جمعہ کو غسل کرتا ہے تو غسل اُسکو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے پھر اُس سے کہا جاتا ہے اب از سر نو عمل شروع کر (پچھلے گناہ معاف ہو گئے) ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جس نے دوسرے کو نہلایا (یعنی بیوی سے قربت کی) اور خود نہایا اور اول ہی پہلے وقت (مسجد میں) آگیا اور امام کے قریب بیٹھا اور کوئی بیہودگی نہیں کی تو ہر ہر قدم پر سال بھر کے دن کے روزے اور رات کی نمازیں اُسکے لئے لکھی جاتی ہیں۔ حدیث میں لفظ غَسَّلَ تشدید کے ساتھ ہے یعنی اپنی بی بی کو نہلایا یہ جماع سے کنایہ ہے ہر جمعہ کو بی بی سے قربت کرنا اہل علم کے نزدیک مستحب ہے۔ بعض سلف اس حدیث کے اتباع میں ایسا کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے غَسَلَ (دھویا) روایت کیا ہے یعنی اپنا سر دھویا پھر باقی بدن دھویا (نہایا)

حسن بصری نے حضرت ابوہریرہ کا قول کیا ہے کہ [illegible] اقدس نے مجھے (فرمایا ابوہریرہ ہر جمعہ کے دن غسل کیا کر گرچہ [illegible] ہو کہ تجھے اپنی اُس روز کی خوراک دے کر خریدنا پڑے۔ اکثر فقہا کے نزدیک غسل جمعہ مستحب ہے [illegible] [illegible] جمعہ کی نماز پڑھنے والے کے لئے اسکو ترک کرنا مناسب نہیں غسل کا وقت فجر صادق کے طلوع

کے بعد سے ہے۔ اولیٰ یہ ہے کہ غسل کے بعد ہی مسجد کو چل دے تاکہ حدیث کی مخالفت نہ ہو اور جمعہ کی نماز تک طہارت ٹوٹنے سے اپنے کو محفوظ رکھے۔ اور غسل کرنے سے مقصود خدمت ہوئی (یعنی ادائے جمعہ) ہو اگر جنابت کی حالت میں صبح ہو گئی پھر جنابت دُور کرنے اور جمعہ کو ادا کرنے کی نیت سے وضو کر کے اُس نے غسل کر لیا تو جائز ہے۔ (جمعہ کے روز) اپنے بال لیکر ناخن تراش کر بدن کی بو دُور کر کے نظافت حاصل کرے جو لباس بہترین میسر ہو وہ پہنے سفید کپڑے سب سے افضل ہیں عمامہ باندھے اور چادر اوڑھے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جمعہ کے دن عمامہ پہننے والوں کے لئے فرشتے دعا، رحمت کرتے ہیں جو اچھی خوشبو میسر آئے استعمال کرے لیکن خوشبو کا رنگ نمایاں نہ ہو مہک پھیلتی ہو سکون سنجیدگی خشوع فروتنی اور عاجزی کے ساتھ۔ اللہ کی درگاہ کا محتاج بنکر، دعا، استغفار اور درود بکثرت پڑھتا ہوا گھر سے نکلکر جامع مسجد کو جائے اور اس جانے میں خانۂ خدا میں پہنچکر اللہ سے ملاقات کرنے اور فرض الٰہی کو ادا کر کے قربِ خداوندی حاصل کرنے اور وقت واپسی تک مسجد میں ٹھہرے رہنے کی نیت ہو۔ راستہ میں اور مسجد کے اندر بیہودہ کلام اور کھیل سے اعضاءِ جسم کو روکنے کی نیت کرے جمعہ کے روز اپنا آرام اور دنیوی لذتوں کو ترک کر دے وظائف اور عبادت کو مسلسل جاری رکھنے شروع دن سے نماز جمعہ ادا کر چکنے تک خدمت خداوندی (یعنی عبادت و وظائف کے لئے) میں مشغول رہے دوپہر سے نماز عصر تک علم (دین) کے مسائل سننے اور نصیحت کی مجلسوں میں شرکت کے لئے وقف رہے عصر کی نماز سے غروب تک تسبیح و استغفار کرے اس وقت میں (خصوصیت کے ساتھ) بلکہ پورے رات دن میں (عموماً) ہر ذکر سے افضل یہ ہے کہ مندرجۂ ذیل ذکر میں مشغول رہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ دو سو بار سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ سو بار لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ سو مرتبہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ سو مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْحَيَّ الْقَيُّوْمَ وَاَسْئَلُهُ التَّوْبَةَ سو مرتبہ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ سو مرتبہ (کی شاید مرتبہ) منقول ہے کہ بعض صحابی روزانہ بارہ ہزار مرتبہ تسبیح پڑھتے تھے روایت میں آیا ہے کہ بعض تابعین روزانہ تیس ہزار بار تسبیح پڑھتے تھے۔ ہر ایک اپنی نماز اور تسبیح سے واقف تھا۔ تم ڈرتے رہو کہیں اہل حرمان میں تمہارا شمول نہ ہو جائے اللہ کو یاد نہ کرو گے تو (اللہ کی بارگاہ میں بھی) تمہارا ذکر نہ ہو گا مومن پہلے اللہ کی یاد کرتا ہے پھر (خدا کے ہاں) اُس کی یاد کی جاتی ہے اللہ نے فرمایا ہے فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ۔ نماز جمعہ سے پہلے قصہ گو (اس زمانہ کا واعظ) کے پاس حاضر ہونا اچھا نہیں کیونکہ قصے بیان کرنا بدعت ہے حضرت ابن عمرؓ وغیرہ صحابی قصہ کہنے والوں کو مسجد جامع سے نکلوا دیتے تھے ہاں اگر واعظ اللہ کا علم رکھتا ہو اور اہل معرفت و یقین میں سے ہو تو اُس کی مجلس میں حاضر ہونا نماز سے بہتر ہے حضرت ابوذرؓ کی حدیث ہے کہ علم کی مجلس میں حاضر ہونا ہزار رکعت نماز سے افضل ہے۔ جامع مسجد میں پہنچے تو لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے ہاں اگر امام یا مؤذن ہو تو خیر کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ ایک شخص کو حضورؐ نے لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا دیکھا فرمایا اے شخص ہمارے ساتھ جمعہ پڑھنے سے تجھے کس بات نے روکدیا اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ مجھے (نماز پڑھتے)

ملاحظہ نہیں فرمایا۔ فرمایا میں نے تجھے دیکھا کہ [illegible] اور لوگوں کو دکھ دیا یعنی تو نے پہلے سے تو نے بیٹھ کر تاخیر کی [illegible] لوگوں کو دکھ دیا اگردنیں کو دکے [illegible] اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا تو نے آج جمعہ کیوں نہیں پڑھا اس شخص نے عرض کیا یا نبی اللہ میں نے تو جمعہ کی نماز پڑھی تھی فرمایا کیا میں نے تجھے لوگوں کی گردنوں پر سے کودتے نہیں دیکھا۔ کہا گیا ہے کہ جو شخص ایسا کریگا قیامت کے دن اسکو جہنم کی پشت پر (مثل پل کے) بنا دیا جائیگا کہ لوگ اسکو پھلانگ کر جائینگے۔ نمازی کے آگے سے نہ گذرو حدیث میں آیا ہے چالیس سال تک ٹھیرا رہنا نمازی کے سامنے گزرنے سے گزرنے والوں کے لئے بہتر ہے حدیث کے دوسرے الفاظ میں آیا ہے نمازی کے سامنے سے گزرنے والا اگر خاک ہو جائے کہ اسکو ہوائیں اڑا دیں تب بھی نمازی کے سامنے گذرنے سے اسکے لئے بہتر ہے۔ کسی شخص کو اٹھا کر اسکی جگہ خود نہ بیٹھے کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو اسکی جگہ سے اٹھا کر پھر اسکی جگہ نہ بیٹھے حضرت ابن عمر کے لئے اگر کوئی اپنی جگہ چھوڑ کر کھڑا ہو جاتا تھا تو آپ اسکی جگہ پر نہیں بیٹھتے تھے یہاں تک کہ واپس ہو کر وہ خود اس جگہ بیٹھ جاتا تھا۔ اگر کسی کے سامنے جگہ خالی ہو تو کیا لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر اس جگہ جا کر بیٹھ جانا جائز ہے امام احمد سے اسکے متعلق (جواز و عدم جواز کی) دو روایتیں آئی ہیں اگر اپنے ساتھی کو اس خالی جگہ پر بڑھا دے اور خود اسکی جگہ بیٹھ جائے تو جائز ہے۔ اگر کوئی اپنے لئے کوئی کپڑا بچھا کر چلا جائے تو ایک دوسرے کے لئے جائز ہے کہ اس کا کپڑا اٹھا کر خود اس جگہ بیٹھ جائے ہمارے اصحاب کے اسکے متعلق دو قول ہیں۔

کوشش کرے کہ امام سے قریب ہو کر خاموشی سے خطبہ کی طرف متوجہ ہو بات نہ کرے اگر بات کریگا تو دو روایتوں میں سے ایک روایت میں آیا ہے کہ گنہگار ہوگا لیکن خطبہ شروع ہونے سے پہلے کلام کرنا حرام نہیں ہے۔ نہ خطبہ ختم ہونے کے بعد کلام کرنا حرام ہے۔

فصل۔ ابو النصر نے اپنے والد کی روایت [illegible] از ابو القاسم عبد اللہ بن عمر فقیہ شافعی از حبیب بن حسن قزاز از جعفر بن محمد خراسانی از ابو ایوب سلیمان بن عبد الرحمن دمشقی از محمد بن شعیب از عمر بن عبد اللہ مولیٰ عفرہ (کا بیان کردہ) از حضرت انس بن مالک بیان کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا میرے پاس جبرئیل آئے ان کے ہاتھ میں ایک سفید کنگھی تھی جس پر ایک سیاہ نقطہ تھا میں نے پوچھا یہ کیا ہے جبرئیل نے کہا یہ جمعہ ہے اس میں تمہارے لئے بڑے فوائد ہیں میں نے پوچھا یہ سیاہ نقطہ کیسا ہے بولے یہ قیامت ہے جو جمعہ کے دن بپا ہوگی اور جمعہ سب دنوں کا سردار ہے ہم اپنے ہاں (ملأ اعلیٰ میں) اسکو یوم المزید کہتے ہیں میں نے کہا آپ لوگ اسکو یوم المزید کیوں کہتے ہیں بولے جنت میں اللہ نے ایک وادی بنائی ہے جو سفید مشک سے زیادہ خوشبودار ہے ایام آخرت کا جب روز جمعہ ہوگا تو اللہ تبارک تعالیٰ اپنے عرش سے اتر کر اس وادی میں اپنی کرسی پر جلوہ فرما ہوگا کرسی کے گرد گرد نور کے منبر ہونگے جن پر انبیاء بیٹھے ہونگے اور منبروں کے آس پاس سونے کی بنی ہوئی جواہرات جڑی ہوئی کرسیاں ہونگی جو

صدیق اور شہید بیٹھے ہونگے پھر بالا خانوں والے آئینگے اور بیٹھ کو گھیر لینگے پھر اللہ فرمائیگا میں نے جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ سچ کر دکھایا تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور اپنی عزت کے مقام میں تم کو فرودگش کیا۔ پھر فرمائیگا اب مجھ سے اپنی مراد مانگو سب لوگ عرض کرینگے ہم تیری خوشنودی کے خواستگار ہیں ارشاد ہوگا میری خوشنودی نے ہی تو تم کو میرے گھر میں اتارا ہے اور میری دی ہوئی عزت تم کو حاصل ہوئی۔ پھر فرمائیگا مجھ سے مانگو لوگ لوٹا کر وہی بات عرض کرینگے کہ پروردگار ہم تجھ سے تیری رضا کے خواستگار ہیں فرمائیگا مجھ سے کچھ مانگو آخر بندے اپنی اپنی مراد مانگینگے یہاں تک کہ ہر بندہ کی آرزو ختم ہو جائیگی اور سب عرض کرینگے یہاں تک کہ ہر بندہ کی آرزو ختم ہو جائیگی اور سب عرض کرینگے ہمارے لئے ہمارا رب کافی ہے اُس وقت نماز جمعہ سے واپسی کی مقدار کے مطابق وہ چیزیں اُنکی نظروں کے سامنے لائی جائیں گی جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہونگی نہ کسی کان نے سنی ہونگی نہ کسی کے دل میں اُن کا تصور آیا ہوگا اور بالا خانوں والے اپنے بالا خانوں کی طرف لوٹ جائینگے ہر بالا خانہ سفید موتی سُرخ یاقوت اور سبز زمرد کا ہوگا جسمیں نہ کسی قسم کی ٹوٹ پھوٹ ہوگی نہ عیب۔ بالا خانوں کے اندر نہریں بہتی ہونگی میوے لٹکتے ہونگے۔ بیبیاں (حورین) خدمتگار اور رہنے کے مقامات موجود ہونگے اُس وقت وہ کسی چیز کے اتنے ضرورتمند نہ ہونگے جتنے جمعہ کے کیونکہ اُس سے اُن کے لئے اللہ کے فضل و رحمت میں اضافہ ہوگا۔ ابو نصر نے اپنے والد کی روایت اور اسناد سے بیان کیا از محمد بن احمد حافظ از ابو علی محمد بن احمد صراف از ابو العباس عبد اللہ بن اصغر از ابو صالح اسحاق بن ابراہیم جزار از عمرو بن شمس از سعد بن طریف اسکاف از اصبغ بن بنانہ از حضرت امیر المومنین علیؑ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جمعہ کا دن ہوتا ہے تو جبرئیلؑ صبح ہی صبح ہی مسجد حرام (کعبہ) میں اپنا جھنڈا گاڑ دیتے ہیں اور دوسرے ملائکہ بھی اُن مساجد کو جاکر جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے جھنڈے اور نشان مسجدوں کے دروازوں پر قائم کر دیتے ہیں پھر چاندی کے کاغذ اور سونے کے قلم کھولتے ہیں اور جمعہ کی نماز کے لئے سویرے آنے والوں کو ترتیب وار لکھتے ہیں مسجد میں اول سے داخل ہونے والے جب (ترتیب وار) ستر ہو جاتے ہیں تو کاغذ طے کر دئے جاتے ہیں جمعہ میں پہلے سے آنیوالے یہ ستر آدمی اُن ستر آدمیوں کی طرح ہوتے ہیں جن لوگوں کا انتخاب حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم میں سے کیا تھا اور جن لوگوں کا انتخاب حضرت موسیٰؑ نے کیا تھا وہ انبیاء تھے پھر ملائکہ نمازیوں کی صفوں میں داخل ہو کر لوگوں کی تلاش کرتے ہیں۔ بعض فرشتے کہتے ہیں فلاں شخص کو کیا ہوا اور وہ کیوں نہیں آیا دوسرے جواب دیتے ہیں وہ مر گیا سوال کرنے والے کہتے ہیں اُس پر اللہ کی رحمت ہو وہ جمعہ کا پابند تھا پھر پوچھتے ہیں فلاں شخص کو کیا ہوا جواب دینے والے کہتے ہیں وہ غائب ہے سوال کرنے والے کہتے ہیں اللہ اُسکو اپنی امن میں رکھے وہ جمعہ کا پابند تھا پوچھنے والے کہتے ہیں فلاں کو کیا ہوا جواب دینے والے کہتے ہیں وہ بیمار ہیں پوچھنے والے کہتے ہیں اللہ اُسکو شفا دے وہ جمعہ کا پابند تھا۔

فصل۔ جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی ہے کہ اگر ٹھیک اُس وقت بندہ اللہ سے دُعا کرتا ہے تو اللہ اُسکی دعا قبول

کر لیتا ہے۔ ابو النضر نے اپنے والد کی روایت اور اسناد سے بوساطت محمد بن ابراہیم بحوالۂ ابو سلمہ حضرت ابو ہریرہ کا قول نقل کیا ہے حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا میں طور پر گیا وہاں کعب (کعب الاحبار) سے ملاقات ہوئی میں نے اُن سے رسُول اللہ کی حدیثیں بیان کیں اور اُنہوں نے مجھے توراۃ (کی صراحتیں) بیان کیں کسی چیز میں ہمارا باہم اختلاف نہیں ہوا یہاں تک کہ ہم ایک حدیث پر پہنچے میں نے کہا رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہے کہ ٹھیک اُسوقت اگر کوئی مومن نماز پڑھے اور ایسی چیز مانگے جس میں خیر ہو تو اللہ اُسکو مرحمت فرما دیتا ہے کعب نے کہا کیا ہر سال میں میں نے کہا نہیں بلکہ ہر جمعہ میں ایسا ہی ہے رسول اللہؐ نے یہی فرمایا ہے یہ سنکر کعب کچھ دور گئے پھر لوٹ آئے اور بولے آپ نے سچ کہا خدا کی قسم وہ ساعت ہر جمعہ میں ہے جب رسول اللہ نے فرمایا ہے جمعہ سید الایام ہے اور اللہ کو ہر دن سے زیادہ پسند ہے اسی دن حضرت آدمؑ کی پیدائش ہوئی اسی دن اُنکو جنت کی سکونت ملی اور اسی دن جنت سے (زمین پر) اتارے گئے اور اسی دن قیامت بپا ہوگی کوئی چیز سوا جن و انس کے زمین پر چلنے والا ہر جانور کان لگائے اُس (قیامت) کا منتظر رہتا ہے جو جمعہ کے دن ہو گی میں واپس آکر عبد اللہ بن سلام سے ملا اور اُن سے کعب والی گفتگو بیان کی حضرت عبد اللہ نے فرمایا کعب نے جھوٹ کہا توراۃ میں بھی وہی ہے جو رسول اللہؐ نے فرمایا میں نے کہا کعب نے (اپنے پہلے قول سے) رجوع کر لیا تھا عبد اللہ نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ وہ کونسی ساعت ہے میں نے کہا کونسی ساعت ہے فرمایا جمعہ کے دن کی آخری ساعت میں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے میں نے خود حضور سے سنا تھا کہ ٹھیک اُس ساعت میں اگر مومن نماز پڑھے اور (ظاہر ہے کہ) آخری ساعت نماز کا وقت نہیں ہے بولے کیا تم نے رسول اللہ کو یہ فرماتے نہیں سنا کہ جو فرض نماز کا انتظار کرتا ہے وہ نماز میں ہی ہوتا ہے میں نے کہا جی ہاں (سنا تو تھا) فرمایا بس یہی مطلب ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہے کہ محمد بن سیرین نے حضرت ابو ہریرہ کا قول نقل کیا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا بے شک جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہے کہ ٹھیک اُسوقت اگر کوئی مومن بندہ اللہ سے کوئی خیر کی چیز مانگتا ہے تو اللہ ضرور عطا فرما دیتا ہے حضور نے ہاتھ کے اشارہ سے اُس ساعت کا تھوڑا ہونا ظاہر فرمایا۔ بعض سلف کا قول ہے کہ بندوں کے (مقررہ) رزق کے علاوہ اللہ کے ہاں کچھ اور رزق باقی ہے جس میں سے سوائے اُس شخص کے جو جمعرات کی شام کو یا جمعہ کے دن سوال کرے اور کسی کو کچھ نہیں دیا جاتا۔ ابو النضر نے اپنے والد کی روایت و اسناد سے بیان کیا بوساطت سعید بن راشد بحوالۂ زید بن علی از مرجانہ کہ حضرت سیدہ فاطمہؓ نے فرمایا رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہے کہ ٹھیک اُسوقت اگر بندہ اللہ سے کسی خیر کا طالب ہوتا ہے تو اللہ اُسکو ضرور عطا فرما دیتا ہے میں نے عرض کیا بابا وہ کونسی ساعت ہے فرمایا آدھا سورج غروب کی طرف جھک جاتا ہے۔ مرجانہ کا بیان ہے۔ اسی لئے جمعہ کا دن ہوتا تو حضرت سیدہؓ اپنے خادم کو جس کا نام زید تھا حکم دیدیتی تھیں کہ کسی اُونچی جگہ چڑھکر دیکھتا رہے جب آدھا سورج غروب کی طرف جھک جائے تو آگاہ کر دے اور بتا دے زید ایسا ہی کرتا تھا جسوقت زید اطلاع دیتا تو آپ اُٹھکر مسجد میں جاتی تھیں اور نماز پڑھتی تھیں (یہ روایت عجیب ہے جلالی

کثیر بن عبداللہ نے اپنے باپ کا انہوں نے دادا کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جمعہ میں دن کی ایک ساعت ایسی ہے کہ اس وقت بندہ جو کچھ اللہ سے مانگتا ہے۔ اللہ اس کا سوال ضرور پورا کرتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ کونسی ساعت ہے فرمایا اقامت صلوٰۃ (جمعہ) سے ختم نماز تک۔ کثیر بن عبداللہ نے کہا رسول اللہ کی مراد جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے ہے

ابونصر نے اپنے والد کی روایت واسناد سے بوساطت محمد بن منکدر بیان کیا کہ حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے تھے۔ ذیل کی دعا رسول اللہ سے عرض کی گئی۔ ارشاد فرمایا روز جمعہ کی ساعت میں شرق سے غرب تک کسی چیز کے متعلق اگر یہ دعا کی جائیگی تو ضرور قبول کی جائے گی۔ (دعا یہ ہے) سُبْحَانَكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَا بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ صفوان بن سلیم نے کہا مجھے اطلاع ملی کہ جمعہ کے روز امام کے ممبر پر بیٹھنے کے وقت جو شخص لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِىْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کہتا ہے اس کو بخش دیا جاتا ہے۔ حضرت براء بن عازب نے فرمایا میں نے خود سنا رسول اللہ ارشاد فرما رہے تھے کہ رمضان میں دوسرے دنوں پر جمعہ کی فضیلت ایسی ہے جیسی باقی مہینوں پر رمضان کی فضیلت۔

فصل

جمعہ کے دن درود پڑھنے کا بیان

ابونصر نے اپنے والد کی روایت واسناد سے حضرت علیؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ جمعہ کے دن مجھ پر درود زیادہ پڑھا کرو کیونکہ اس روز عمل کا ثواب دوگنا کر دیا جاتا ہے اور میرے لئے اللہ سے وسیلہ کی دعا کیا کرو عرض کیا گیا یا رسول اللہ جنت میں درجہ وسیلہ کونسا ہے۔ فرمایا جنت میں وہ سب سے اونچا درجہ ہے اور وہ صرف ایک نبی کو ملیگا۔ مجھے امید ہے کہ میں ہی وہ نبی ہوں گا۔

محمد بن منکدر کا بیان ہے۔ حضرت جابر نے فرمایا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جو شخص اذان سن کر کہے گا۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ تو اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو گی (یعنی میری شفاعت کا دروازہ کھل جائیگا)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے میں نے خود حضور کو فرماتے سنا کہ روشن رات اور روشن دن یعنی جمعہ کی رات اور جمعہ کا دن میں اپنے پیغمبر پر درود بکثرت پڑھا کرو۔

عبدالعزیز بن صہیب کی روایت ہے حضرت انس بن مالک نے فرمایا میں حضور کی خدمت میں کھڑا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا جو شخص ہر جمعہ کو مجھ پر اسی بار درود پڑھیگا۔ اللہ اس کے اسی برس کے گناہ معاف کر دیگا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ حضور پر درود کیسے پڑھا جائے فرمایا یوں کہو۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ

اور انگلیوں پر شمار کرو۔ حضرت ابو امامہ کی روایت ہے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ہر جمعہ کے دن مجھ پر درود بکثرت پڑھا کرو۔ کیونکہ میری امت کی درود ہر جمعہ کے دن میرے سامنے لائی جاتی ہے پس جو زیادہ درود پڑھنے والا ہوگا قیامت کے دن اسکی جگہ مجھ سے زیادہ قریب ہوگی۔

فصل

جمعہ کے دن صبح کی نماز میں پڑھی جانے والی مسنون سورتیں

ابو نصر نے اپنے والد کی روایت واسناد سے بوساطت ابو الاحوص حضرت عبداللہ کا قول نقل کیا ہے کہ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں رسول اللہ الم السجدہ اور ھل اتی پڑھتے تھے۔ روایت میں آیا ہے کہ مغرب میں قل یا ایہا الکافرون اور قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے۔ اور عشا میں سورہ جمعہ اور المنافقون پڑھتے تھے۔ کہا گیا ہے کہ جمعہ کی نماز میں بھی یہی (سورہ جمعہ اور المنافقون) پڑھتے تھے۔ حسن بصری نے بروایت حضرت ابوہریرہ بیان کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ شب جمعہ میں جس نے سورہ یٰس اور حم الدخان پڑھی صبح کو وہ اٹھتا ہے تو مغفور ہوتا ہے (یعنی گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں)

کہتے ہیں کہ جس نے جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھی وہ دس ہزار دینار خیرات کرنے والے کے برابر ہوگیا۔ شب جمعہ اور روز جمعہ میں چار رکعت نماز اس طرح پڑھنی مستحب ہے کہ چار رکعتوں میں چار سورتیں۔ سورہ انعام، سورہ کہف، سورہ طٰہٰ اور سورہ ملک پڑھے۔ اگر ربّ کو اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا۔ تو جتنا حصہ اچھی طرح پڑھ سکتا ہو اتنا ہی پڑھے۔ کیونکہ منقول ہے کہ ختم قرآن بمقدار علم قرآن ہے (یعنی جتنے قرآن کا علم ہو۔ وہی اس شخص کے حق میں ختم قرآن کا حکم رکھتا ہے) اگر قرآن کو اچھی طرح جانتا ہو تو جمعہ کے دن میں ختم کر لینا مستحب ہے۔ اگر دن میں ختم نہ کر سکے۔ تو جمعہ کی رات کو بھی ساتھ ملالے۔ آخری حصہ اگر مغرب یا فجر کی دو رکعتوں میں ختم کرے تو اور بہتر ہے۔ اسی طرح اگر جمعہ کے دن اذان واقامت کے درمیان آخری حصہ ختم کیا جائے تو اس کی بڑی فضیلت ہے۔ اگر دس یا بیس رکعتوں میں ہزار مرتبہ قل ہو اللہ پڑھیگا۔ تو ختم قرآن سے افضل ہوگا۔

جمعہ کے دن ہزار مرتبہ درود پڑھنا مستحب ہے۔ اسی طرح ہزار بار تسبیح پڑھنا مستحب ہے۔ تسبیح کے یہ چار کلمے ہیں۔ جن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔

فصل

جمعہ کی وجہ تسمیہ

ابو نصر نے اپنے والد کی روایت واسناد سے بیان کیا کہ حضرت سلمان نے فرمایا۔ مجھ سے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ سلمان جانتے ہو کہ جمعہ کا نام جمعہ کیوں ہوا۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا اس لئے کہ اس روز تمہارے باپ آدم کے خمیر کا بعد کو جمع

کیا گیا تھا۔ پھر فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل اور اچھی طرح وضو کر کے جمعہ میں جاتا ہے۔ تو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اس کے لئے کفارہ ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب رکھے۔

بعض کا قول ہے کہ لفظ جمعہ اجتماع سے ماخوذ ہے۔ حضرت آدم کا پتلا چالیس برس یونہی پڑا رہا۔ پھر روح کو اس کے ساتھ (اس روز) جمع کیا گیا۔ بعض کا قول ہے کہ حضرت حوا کو حضرت آدم کی پسلی سے پیدا کیا گیا تو آدم و حوا کا (اس روز) اجتماع ہوا تھا۔ بعض نے کہا کہ طویل جدائی کے بعد حضرت آدم و حوا کا اس روز اجتماع ہوا تھا۔ بعض نے کہا اس روز شہر اور دیہات کے باشندے جمع ہوتے ہیں۔ یہ بھی قول ہے کہ یوم قیامت کا نام یوم الجمعہ ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے یوم یجمعکم لیوم الجمع اور اسی روز قیامت برپا ہوگی۔

فصل مختلف مہینوں کے روزے، قربانی، نماز، ذکر وغیرہ عبادت غرض جو کچھ ہم نے اوپر بیان کیا ہے اور آئندہ بیان کریں گے۔ اس سب کی قبولیت توبہ اور دل کی طہارت اور عمل کے خلوص اور دکھاوٹ و شہرت کے خیال کو ترک کرنے کے بعد ہوتی ہے۔ توبہ کا بیان اوپر ہو چکا ہے۔ ہم مزید اتنا اضافہ کرتے ہیں کہ اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور گناہوں سے پاک ... قول سے محبت کرتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ۔ اللہ بکثرت توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اور خوب پاک ہونے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اس آیت کی تشریح میں عطا مقاتل اور کلبی نے کہا اللہ گناہوں سے توبہ کرنیوالوں کو پسند کرتا ہے اور نجاست نجاست حیض اور وضو توڑنے والی چیزوں کی ناپاکی کو پانی سے (غسل اور وضو کر کے) دور کرنے کو دوست رکھتا ہے۔ اس کی توضیح اہل قبا کے قصے سے ہوتی ہے۔ کیونکہ اہل قبا کے متعلق اللہ نے فرمایا فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا مسجد قبا میں کچھ لوگ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں۔ رسول اللہؐ نے تب والوں سے دریافت کیا تم کیا عمل کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا۔ پتھریوں سے صفائی کے بعد ہم پانی سے استنجا کرتے ہیں۔

مجاہد نے کہا گناہوں سے بکثرت توبہ کرنے والوں کو اللہ پسند کرتا ہے اور عورتوں کے پچھلے مقام سے لواطت کرنے والا پاک نہیں ہے۔ عورت ہو یا مرد دونوں سے لواطت کا حکم ایک ہی جیسا ہے۔ بعض نے کہا گناہوں سے توبہ کرنے والے اور شرک سے پاک ہونے والے (مراد ہیں) ابو المنہال نے کہا کہ میں ابو العالیہ کے پاس تھا۔ آپ نے اچھی طرح وضو کیا۔ میں نے کہا۔ ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین۔ فرمایا کس چیز سے پاکی۔ پاکی یقیناً اچھی ہے لیکن (آیت میں مراد) وہ لوگ ہیں۔ جو گناہوں سے خوب پاک ہوتے ہیں۔ سعید بن جبیر نے کہا۔ اللہ شرک سے توبہ کرنے والوں کو اور گناہوں سے پاک ہونیوالوں کو پسند کرتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے۔ کفر سے توبہ کرنے والے اور ایمان سے طہارت کرنے والے مراد ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والے وہ ہیں۔ جو دوبارہ گناہوں کی طرف نہ لوٹیں اور گناہوں سے پاک رہنے والے وہ ہیں جنہوں نے گناہ نہ کئے ہوں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنے والے اور صغیرہ سے پاک رہنے والے مراد ہیں۔ یہ بھی ایک قول ہے کہ برے کاموں سے توبہ کرنے والے اور بری باتوں سے پاک رہنے والے مراد ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ بُرے اقوال و افعال سے توبہ کرنے والے اور بری باتوں سے پاک رہنے والے مراد ہیں۔
یہ بھی کہا گیا ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والے اور جرائم سے پاک رہنے والے مراد ہیں۔ یا جرائم سے توبہ کرنے والے اور اندرونی
خرابیوں سے یا گناہوں سے توبہ کرنے والے اور عیوب سے پاک رہنے والے مراد ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اوّاب وہ شخص
ہے کہ جب اس سے گناہ ہو جائے توبہ کرے۔ اللہ نے فرمایا ہے فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا۔ اللہ کی طرف بکثرت رجوع کرنے
کو اللہ معاف فرما دیتا ہے۔ (گویا تواب اور اوّاب ہم معنی ہیں) محمد بن منکدر کی روایت ہے کہ حضرت جابرؓ بن عبد اللہ نے فرمایا۔ رسول
اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ تم میں سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص کا گذر ایک کھوپری سے ہوا کھوپری کو دیکھکر وہ کہنے لگا۔ الٰہی تو
تو ہی اور میں میں ہی ہوں۔ تو بار بار معاف کرتا ہے اور میں بار بار گناہ کرتا ہوں۔ اس کے بعد وہ سجدہ میں گر پڑا۔ حکم ہوا
سر اٹھا میں بار بار معاف کرنے والا ہوں اور تو بار بار گناہ کرنے والا۔ اُس نے سجدہ سے سر اٹھا تو اس کی بخشش کر دی گئی۔

اخلاص ۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ۔ ان کو صرف اس بات کا حکم دیا
گیا کہ اللہ کی عبادت کریں اور اطاعت خالص اسی کی کریں۔ دوسری آیت ہے أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ۔ سُن لو اللہ ہی کی
خالص اطاعت کرنی چاہیے۔ ایک اور آیت ہے لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ۔ اللہ
کو نہ قربانیوں کے گوشت پہنچتے ہیں نہ خون۔ بلکہ اس کو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ ایک اور آیت میں فرمایا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ
وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ۔ ہمارے لئے ہمارے اعمال تمہارے لئے تمہارے کرتوت۔ ہم اسی کے لئے اپنی نیت و عمل خالص کرتے ہیں۔

اخلاص کے معنی میں اختلاف ہے حسن بصری نے کہا۔ میں نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا اخلاص کیا چیز ہے۔ حذیفہؓ نے
فرمایا میں نے رسول اللہ سے دریافت کیا تھا اخلاص کی کیا حقیقت ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ میں نے جبریئل سے سوال کیا تھا
کہ اخلاص کیا ہوتا ہے۔ جبریئل نے کہا میں نے حق تعالےٰ سے درخواست کی تھی کہ اخلاص سے کیا مراد ہے۔ باری تعالیٰ نے فرمایا وہ
میرے رازوں میں سے ایک راز ہے اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہوں اس کو امانت رکھتا ہوں۔ ابو ادریس خولانی نے
کہا رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ ہر حق کی بلاشبہ ایک حقیقت ہے۔ بندہ حقیقت اخلاص کو اس وقت تک نہیں پہنچتا۔ جب تک خالص
اللہ کے لئے کئے ہوئے عمل پر اپنی تعریف کئے جانے کو ناپسند نہ کرنے لگے۔ سعید بن جبیر نے کہا اخلاص یہ ہے کہ اپنی اطاعت
اور عمل کو خالص اللہ کے لئے کرے اور اطاعت میں کسی کو اس کا شریک نہ بنائے اور عمل میں دکھاوٹ نہ کرے۔ فضیل نے کہا لوگوں
کی وجہ سے عمل کرنا شرک ہے اور اخلاص یہ ہے کہ تم کو یہ ڈر لگا رہے کہ اللہ ان دونوں باتوں کی سزا دے گا۔ یحییٰ بن معاذ نے
کہا اخلاص نام ہے عمل کو عیوب میں سے اس طرح دہک صاف نکال لینے کا جس طرح گوبر اور خون کے درمیان سے دودھ کھینچ لیا
جاتا ہے۔ ابو الحسین بوشنجی نے کہا اخلاص وہ چیز ہے جس کو نہ فرشتے لکھیں اور نہ شیطان بگاڑے نہ کسی انسان کو اس کی اطلاع ہو۔

رُوَیم نے کہا عمل سے نظر بلند ہو جانا اخلاص ہے۔ ایک قول ہے کہ جس کام میں محض حق کی طلب اور صداقت کا ارادہ ہو وہ
اخلاص ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس میں خرابیوں کی آمیزش اور جواز کی تاویلوں کی تلاش نہ ہو وہ اخلاص ہے۔ یہ بھی ایک

قول ہے کہ جو مخلوق سے پوشیدہ اور دنیوی تعلقات سے پاک ہو وہ اخلاص ہے۔ حذیفہ مرعشی نے کہا ظاہر باطن میں اعمال کا
ایک جیسا ہو جانا اخلاص ہے۔ ابو یعقوب مکفوف نے کہا جیسے برائیوں کو چھپایا جاتا ہے ایسا ہی نیکیوں کو چھپانا اخلاص ہے۔
سہل بن عبداللہ نے کہا اپنے عمل کو ہیچ قرار دینا اخلاص ہے۔ حضرت انس بن مالک کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔
تین باتیں ہیں جنہیں مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا۔ اللہ کے لئے خلوص عمل حکام کی خیرخواہی اور مسلمانوں کی جماعت کو پکڑے
رہنا۔ کہا گیا ہے کہ بامقصد تنہا حق کی اطاعت کرنا اخلاص ہے یعنی طاعت کا مقصود صرف قرب مولیٰ کو قرار دینا کسی مخلوق (کی خوشنودی،
کو اس کے ساتھ نہ ملانا نہ مخلوق کے لئے نہ ان کی طرف سے تعریف حاصل کرنا نہ کسی کی طرف سے محبت کو جذب کرنے کے لئے کرنا نہ
اس لئے کرنا کسی کی طرف سے محبت کو جذب کرنے کے لئے کرنا نہ اس لئے کرنا کہ اپنے نفس سے مخلوق کی زبانوں سے پیدا
ہونے والی مذمت اور ملامت کو دفع کر دے۔ کہا گیا ہے کہ لحاظ خلق سے اپنے عمل کو پاک رکھنا اخلاص ہے۔ ذوالنون مصری
نے کہا جب تک اخلاص میں سچائی اور ثبات نہ ہو اخلاص کی تکمیل نہیں ہوتی اور جب تک سچائی میں اخلاص اور دوام نہ ہو سچائی
کامل نہیں ہوتی۔ ابو یعقوب سوسی نے کہا جب تک لوگ اپنے اخلاص میں اخلاص دیکھتے رہیں گے ان کا اخلاص خود اخلاص
کا محتاج رہیگا۔ ذوالنون مصری کا قول ہے۔ اخلاص کی تین نشانیاں ہیں ۱؎ عام لوگوں کی طرف سے تعریف اور مذمت دونوں اس کے
لئے برابر ہوں ۲؎ اپنے (اچھے) اعمال کو دیکھنا اور ان پر آخرت میں ثواب کی طلب کرنا فراموش کر دے۔ یہ بھی ذوالنون مصری کا
قول ہے کہ اخلاص وہ ہے جو دشمن کی تباہی انگیزیوں سے محفوظ ہو۔ ابو عثمان مغربی نے کہا اخلاص وہ ہے جس کے اندر نفس کا
کوئی حصہ کسی حال میں نہ ہو۔ یہ عوام کا اخلاص ہے۔ خواص کا اخلاص یہ ہے کہ خود بخود ان سے اچھے اعمال صادر ہوتے ہوں بغیر ارادہ
و قصد ان سے طاعت ظہور پذیر ہوتی ہو۔ کوئی علامت ان پر ایسی نمودار نہ ہو جس سے یہ معلوم ہو کہ ان کو طاعت ملحوظ ہے۔

ابوبکر دقاق نے کہا ہر مخلص کے لئے اپنے اخلاص کو دیکھنا اخلاص کا نقصان ہے۔ جب اللہ کسی کے اخلاص کو
پسند فرما لیتا ہے۔ تو اس کی نظر سے اس کے اخلاص کو گرا دیتا ہے۔ اس طرح وہ مخلص (اپنے اخلاص کو اخلاص سمجھنے والا)
نہیں رہتا۔ بلکہ مخلص (خدا کی نظر میں پسندیدہ) ہو جاتا ہے۔ سہل بن عبداللہ نے کہا ریا کی پہچان صرف مخلص ہی کو ہوتی
ہے۔ ابو سعید خراز نے کہا اہل معرفت کی ریا اہل ارادہ کے اخلاص سے بہتر ہوتی ہے۔ ابو عثمان نے کہا خالق کی طرف ہمیشہ دیکھتے
رہنے سے مخلوق کی طرف نظر کرنے کو بھول جانا اخلاص ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اخلاص وہ ہے جس میں صرف حق مطلوب اور صدق
مقصود ہو۔ یہ قول بھی آیا ہے کہ اعمال پر نظر کرنے سے اعراض کرنا اخلاص ہے۔ بقی مقعی نے کہا جو شخص لوگوں کے لئے ایسی چیزوں سے
آراستہ ہو جو اس کے اندر نہیں ہیں۔ وہ اللہ کی نظر سے گر جاتا ہے۔ جنید بغدادی نے کہا اخلاص خدا اور بندہ کے درمیان ایک راز ہے
جس سے نہ فرشتہ واقف ہے کہ اس کو لکھ سکے نہ شیطان واقف ہے کہ بگاڑ سکے نہ خواہش نفس اس سے واقف ہے کہ اس کو (حق سے)
موڑ سکے۔ رویم نے کہا عمل کا اخلاص یہ ہے کہ کرنے والا نہ دونوں جہان میں اس کے عوض کا طلبگار ہو اور نہ (لکھنے والے) دونوں
فرشتوں سے کچھ حصہ کا خواہشمند ہو۔ سہل بن عبداللہ سے پوچھا گیا نفس کے لئے سب سے زیادہ دشوار کیا چیز ہے فرمایا اخلاص

اس لئے کہ نفس کو اس سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔ ایک قول ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ تمہارے عمل کو سوا خدا کے کوئی نہ دیکھے۔ ایک شخص کا بیان ہے کہ جمعہ کے دن نماز سے پہلے میں سہل بن عبداللہ کے پاس گیا۔ مجھے ان کے گھر میں ایک سانپ دکھائی دیا اس لئے ایک قدم آگے بڑھاتا تھا۔ تو دوسرا پیچھے ہٹاتا تھا۔ سہل نے کہا اندر آجاؤ، حقیقت ایمان کو وہ شخص نہیں پہنچتا جو روئے زمین کی کسی چیز سے ڈرتا ہو۔ پھر فرمایا کیا تم جمعہ کی نماز میں شرکت چاہتے ہو میں نے کہا ہمارا مسجد سے فاصلہ تو ایک رات دن کا ہے۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور تھوڑی ہی دیر میں میں نے مسجد (نظر کے سامنے) دیکھ لی۔ اور مسجد میں جا کر ہم نے جمعہ کی نماز پڑھی۔ پھر مسجد سے باہر نکل آئے۔ سہل لوگوں کو نکلتا ہوا دیکھ کر بولے کلمہ گو تو بہت ہیں۔ مگر مخلص کم ہیں۔ میں ایک سفر میں ابراہیم خواص کے ساتھ تھا۔ ایک جگہ پہنچے جہاں سانپ بہت تھے شیخ (ابراہیم خواص) نے وہیں اپنا کوزہ رکھ دیا۔ اور بیٹھ گئے۔ میں بھی بیٹھ گیا رات کی خنکی اور ہوا میں برودت ہوئی۔ تو سانپ نکل آئے۔ میں نے چیخ کر شیخ کو آواز دی شیخ نے کہا اللہ کا ذکر کرو۔ میں ذکر کرنے لگا۔ سانپ لوٹ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر لوٹ آئے۔ میں نے شیخ کو پکارا شیخ نے پہلے کی طرح جواب دیا۔ صبح تک میری یہی حالت رہی۔ صبح کو اٹھ کر شیخ چلدیا۔ میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہو گیا روانہ ہوتے ہی شیخ کے بستر سے ایک بڑا سانپ گرا۔ جو کنڈلی مارے ہوئے تھا۔ میں نے کہا آپ کو اس کا احساس بھی نہیں ہوا فرمایا نہیں۔ مدت سے آج کی رات کی طرح اچھی رات میں نے نہیں گزاری۔

ابو عثمان نے کہا جس نے غفلت میں وحشت محسوس نہیں کی اس نے انس ذکر کا مزہ نہیں پایا

فصل - ہر عابد اور ہر عارف پر لازم ہے کہ ہر حال میں ریاکاری مخلوق کی دکھاوٹ اور خود پنداری سے احتیاط رکھے کیونکہ نفس خبیث ہے۔ گمراہ کن خواہشات تباہ کن میلانات اور ان لذتوں کا سرچشمہ ہے جو بندے اور خدا کے درمیان آڑ بن جاتی ہیں جب تک بدن میں روح باقی ہے اس کی تباہی آفرینیوں سے مامون رہنے کا کوئی راستہ نہیں۔ خواہ آدمی ابدال اور صدیقوں کی حالت پر پہنچ جائے اور خواہ موجودہ حالت گذشتہ حالت سے زیادہ سلامتی کی ہو اور نفس کی شرارت اور فریب کاریوں سے بہت کچھ امن کی ہو اور خیر غالب ہو اور نور زیادہ ہو اور ہدایت متحقق ہو اور توفیق شامل ہو اور خدا کی طرف سے حفاظت موجود ہو۔ مگر گناہ سے معصوم ہونا ہماری خصوصیت نہیں۔ انبیاء سے مخصوص ہے۔ نبوت اور ولایت کا فرق اس سے ہوتا ہے۔ اللہ ریاکاروں اور شہرت پسندوں کو ڈرایا ہے۔ نفس کی نحوست اور فریب کاریوں سے متنبہ کیا ہے نفس کی پیروی سے روکا ہے۔ مخالفت نفس کا حکم دیا ہے کبھی قرآن میں اور کبھی رسول اللہ کی زبان مبارک سے فرمایا ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ۔ ان نمازیوں کیلئے تباہی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں دکھاوٹ کرتے ہیں اور معمولی استعمال کی چیزیں بھی (اہل ضرورت سے) روک رکھتے ہیں۔ دوسری آیت ہے۔ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ۔ منہ سے وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جو دلوں میں نہیں ہوتیں۔ اللہ ان کی چھپائی ہوئی باتوں سے خوب واقف ہے۔ ایک اور آیت ہے وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَوٰةِ

قَامُوْا كُسَالٰى يُرَاؤُنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ نماز کو اٹھتے ہیں تو سستی کے ساتھ لوگوں کو دکھاتے ہیں اللہ کی یاد کم کرتے ہیں۔ مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَا اِلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ وَلَا اِلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ دونوں گروہوں کے درمیان ڈانوا ڈول۔ نہ ایک کی طرف نہ دوسرے کی طرف۔ ایک اور آیت ہے اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بہت سے علماء و مشائخ لوگوں کا مال ناحق کھاتے اور اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں۔ اَحبار علماء اور رہبان۔ عابد۔ ایک اور آیت ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو۔ جو بات کرتے نہیں وہ کہتے کیوں ہو۔ اللہ کو یہ بات بری ناپسند ہے کہ ایسی بات کہو جو کرتے نہیں ہو۔ ایک اور آیت ہے وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ بات چھپا کر رکھو یا علی الاعلان کہو (دونوں برابر ہیں) اللہ دلوں کی باتوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ ایک اور آیت ہے۔ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۤءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا جو شخص اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو وہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ ایک اور آیت ہے اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْۤءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ حقیقت میں نفس برائی کرنے کا بہت زیادہ حکم دیتا ہے۔ سوائے اس کے کہ اللہ رحم فرمائے ایک اور آیت ہے وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ طبیعتیں بخل پر حاضر رکھی جاتی ہیں ایک اور آیت ہے وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خواہش نفس کے درپے نہ ہو ورنہ وہ تم کو راہ خدا سے بہکا دیگی۔

اللہ نے حضرت داؤد سے فرمایا تھا۔ داؤد اپنی نفس کی خواہش کو چھوڑ دے خواہش نفس کے علاوہ میری حکومت میں مجھ سے جھگڑا کرنے والا اور کوئی نہیں۔

احادیث میں سے ایک وہ روایت ہے جو حضرت شداد بن اوس نے نقل کی ہے۔ شداد نے کہا میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے چہرہ مبارک پر کچھ ایسے آثار دیکھے۔ جنہوں نے مجھے دکھ دیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضور کا یہ کیا حال ہے۔ فرمایا مجھے اپنے بعد امت کے شرک کرنے کا اندیشہ ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کیا حضور کے بعد لوگ شرک کرنے لگیں گے۔ فرمایا۔ سورج چاند۔ بت پتھر کی تو وہ یقیناً پوجا نہیں کریں گے مگر اعمال میں ریا کریں گے اور ریا ہی شرک ہے۔ پھر حضور نے آیت فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحًا ولا یشرك بعبادة ربہ احدا تلاوت فرمائی۔ رسول اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ قیامت کے دن کچھ مہری اعمال نامے لائے جائیں گے۔ اللہ فرشتوں سے فرمائیگا۔ اس کو پھینک دو اور اس کو قبول کرلو۔ فرشتے عرض کریں گے۔ تیری عزت و جلال کی قسم ہم کو تو (ان اعمال والے کے اعمال میں) خیر ہی معلوم ہوئی تھی۔ فرمائیگا ہاں۔ لیکن یہ عمل تو دوسرے کے لئے تھا اور میں صرف وہی عمل قبول کرتا ہوں جس کا مقصود محض میری ذات ہو۔

رسول اللہ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے۔ الٰہی جھوٹ سے میری زبان کو نفاق سے میرے دل کو ریا (دکھاوٹ)

سے میرے عمل کو خیانت سے میری نگاہ کو پاک رکھ۔ کیونکہ بلاشبہ نظر کی چوری اور دلوں کی پوشیدہ باتوں کو تو جانتا ہے۔
رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ایسے عالم کے سوا کسی کے پاس نہ بیٹھو جو پانچ چیزوں کو چھڑا کر پانچ چیزوں کی ترغیب دیتا ہو۔
دنیوی رغبت سے نکال کر زہد کی ترغیب، ریا سے نکال کر اخلاص کی ترغیب، غرور سے چھڑا کر تواضع کی ترغیب، سہل انگاری
سے نکال کر نصیحت کرنے کی ترغیب اور جہالت سے نکال کر علم حاصل کرنے کی ترغیب۔ یہ بھی حضور کا ارشاد ہے کہ اللہ
فرماتا ہے میں ہر شریک سے بہتر ہوں۔ جو شخص اپنے عمل میں کسی کو میرے ساتھ شریک کریگا تو اس کا عمل اسی شریک کے لئے
ہوگا میرے لئے نہ ہوگا۔ میں تو صرف اسی عمل کو قبول کرتا ہوں جو محض میرے لئے کیا گیا ہو۔ اے آدمی میں سب سے اچھا
حصہ دار ہوں۔ دیکھ جو عمل تو نے میرے علاوہ دوسرے کے لئے کیا اس کا اجر بھی اسی کے ذمہ ہے جس کے لئے تو نے کیا۔
رسول اللہؐ نے فرمایا اس امت کو دین میں قابل تعریف ہونے اور بزرگ ہونے اور (مختلف) ممالک میں جاہ حاصل ہوجانے کی بشارت
دے دو جب تک وہ دین کا کام دنیا (حاصل کرنے) کے لئے نہ کریں۔ جو شخص آخرت کا عمل دنیا کے لئے کریگا اس کا عمل قبول
نہیں کیا جائیگا اور نہ اس کو آخرت میں کوئی حصہ ملیگا۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ آخرت کی نیت (کرنے والے) کو اس کی نیت،
پر اللہ دنیا بھی دیدیتا ہے اور دنیا کی نیت کرنے پر آخرت نہیں دیتا۔ حضرت انس بن مالک کی روایت ہے۔ رسول اللہؐ نے
ارشاد فرمایا شب معراج میں میرا گذر کچھ لوگوں کی طرف سے ہوا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے۔ میں نے
جبرئیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ جبرئیل نے جواب دیا۔ یہ آپ کی امت کے واعظ ہیں کہ (دوسروں سے) کہتے تھے اور خود
اس کام کو نہیں کرتے تھے جس چیز کو اچھا جانتے تھے اس کا حکم دوسروں کو دیتے تھے اور خود وہ کام کرتے تھے جن کو برا کہتے
تھے۔ لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم دیتے تھے اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے تھے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا اپنی امت کے متعلق سب سے
بڑا اندیشہ اُس منافق سے ہے جس کی زبان بڑی عالم ہو قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت اس وقت
تک بپا نہ ہوگی جب تک تمہارے حکام جھوٹے اور (ان کے) وزیر بدکار اور (ان کے کارندے) خائن اور نمبردار ظالم اور
قاری بد اعمال اور عابد جاہل نہ ہوں (جب ایسا ہوجائیگا) تو اللہ ان پر سیاہ تاریک فتنہ کا دروازہ کھول دیگا جس کے اندر
وہ ظالم یہودیوں کی طرح سرگرداں رہیں گے۔ ایسے وقت میں اسلام کا ایک ایک قبضہ (یعنی استحکام) گھٹتا جائیگا یہاں تک کہ
ایک وقت ایسا آئیگا) کہ اللہ اللہ بھی نہیں کہا جائیگا۔ حضرت عدی بن حاتم کی روایت ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔
قیامت کے دن کچھ لوگوں کو بڑے عذاب میں مبتلا کیا جائیگا۔ اللہ ان سے فرمائیگا کیا تم تنہائی کے وقت بڑے بڑے گناہ میرے
سامنے نہیں کرتے تھے اور جب لوگوں سے ملاقات کرتے تھے۔ تو ڈرتے ڈرتے عاجزی کے ساتھ ملتے تھے تم لوگوں سے ڈرتے
تھے مجھ سے نہیں ڈرتے۔ تم نے لوگوں کو بڑا جانا مجھے بڑا نہ جانا اپنی عزت کی قسم (آج) میں تم کو دردناک عذاب چکھاؤنگا۔
حضرت اسامہ بن زید نے فرمایا میں نے خود رسول اللہؐ کو یہ فرماتے سنا کہ ایک آدمی کو دوزخ میں ڈالا جائیگا تو اس کے پیٹ
کی انتڑیاں نکل پڑینگی۔ وہ چکی کی طرح انتڑیوں کو کھینچتا گھومتا پھریگا۔ اس سے کہا جائیگا کیا تو نیکی کا حکم نہیں دیتا تھا۔

کیا بُری باتوں سے نہیں منع کرتا تھا۔ وہ جواب دیگا میں اچھے کام کرنے کا دوسروں کو حکم دیتا تھا۔ خود نہیں کرتا تھا اور دوسروں کو بُری باتوں سے منع کرتا تھا مگر خود کرتا تھا ان سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔

رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا بہت سے روزہ داروں کو بھوک پیاس کے سوا روزہ کا کچھ حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار نمازیوں کو نماز شب سے سوا جاگتے رہنے کے کچھ نتیجہ نہیں۔ یہ بھی حضورؐ نے فرمایا اس کی وجہ سے عرش کانپ جاتا اور اللہ غضبناک ہوتا ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا وہ بندہ بُرا ہے جس کے درمیان اور آداب خداوندی کے درمیان کوئی دوسرا بندہ حائل ہو جائے۔ وہ اللہ کی عبادت اس لئے کرتا ہے کہ جو کچھ دوسرے بندے کے پاس ہے اس کو مل جائے۔ ہر بندہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے وہ اپنے بدن کو تھکاتا ہے نتیجہ میں اس کا دین نکل جاتا ہے اور بڑی حد تک اس کی عزت خراب ہو جاتی ہے۔ اللہ سے بڑی اور بندہ سے چھوٹی امید وابستہ رکھتا ہے۔ بندہ کو اپنی خدمت کا اتنا حصہ دیتا ہے کہ اللہ کو اطاعت کا اتنا حصہ نہیں دیتا۔ مجاہد کی روایت ہے کہ ایک شخص نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں محض اللہ کے واسطے خیرات کرتا ہوں مگر یہ بھی چاہتا ہوں کہ مجھے دنیا میں اچھا کہا جائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احد۔

رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ دین کو دنیا کمانے کا حیلہ بنالیں گے نرمی دکھانے کے لئے بھیڑ کی کھال اوڑھیں گے اور ہوں گے وہ درندے۔ ان کی زبانیں شکر سے میٹھی اور دل بھیڑیوں کے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کیا یہ لوگ میرے متعلق فریب خوردہ ہیں یا میرے خلاف دلیری کرتے ہیں میں قسم کھاتا ہوں کہ ان پر ایسا فتنہ کھڑا کر دوں گا جو بڑے بڑے برداشت والوں کو بھی حیران کرکے چھوڑے گا۔

حضرت ضمرہ بن ابی حبیب کی روایت ہے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے بعض بندوں کے بعض اعمال اٹھا کر اس مقام پر لیجاتے ہیں جہاں تک خدا اپنی مرضی سے چاہتا ہے اور اس کے عمل کو بہت سمجھتے ہیں۔ اور اس شخص کو (گناہوں سے) پاک قرار دیتے ہیں۔ اللہ ان کو وحی کرتا ہے کہ تم میرے بندہ کے ظاہری اعمال کے نگران ہو اور میں اس کی نیت کو دیکھتا ہوں۔ میرے اس بندہ نے خالص میرے لئے اپنا عمل کیا ہے۔ فرشتو اس کے عمل کو علیین کے دفتر میں لکھ دو۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن اللہ اپنی مخلوق کا فیصلہ کریگا۔ ہر امت دوزانو پڑی ہوگی۔ سب سے پہلے قرآن کا علم رکھنے والے حافظ کو اور راہ خدا میں شہید ہونے والے کو اور مالدار آدمیوں کو بلایا جائیگا۔ اللہ حافظ سے پوچھیگا تو جو کچھ جانتا تھا اس پر تو نے عمل کتنا کیا۔ حافظ عرض کریگا میں اوقات شب اور دن کے دونوں حصوں میں کھڑا ہو کر نماز میں قرآن پڑھتا رہا۔ اللہ فرمائیگا تو جھوٹا ہے۔ فرشتے بھی کہیں گے تو نے غلط کہا۔ تیرا مقصد صرف یہ تھا کہ تجھے قاری کہا جائے۔ چنانچہ تجھے قاری کہدیا گیا۔ مالدار سے کہا جائیگا میں نے تجھے جو کچھ دیا تھا تو نے اس کا کیا کیا۔ وہ عرض کرے گا میں رشتہ داریاں قائم رکھنے کے لئے اس کو خرچ کرتا رہا اور خیرات کرتا رہا۔ اللہ فرمائیگا

تو جھوٹا ہے۔ فرشتے بھی کہیں گے کہ تو نے غلط کہا تیرا مقصد یہ تھا کہ تجھے سخی کہا جائے۔ چنانچہ تجھے ایسا کہہ دیا گیا۔ پھر جہاد میں مارے جانے والے کو پیش کیا جائیگا اور اللہ اس سے فرمائے گا تو کس لئے مارا گیا، وہ کہیگا میں تیری راہ میں لڑا تھا اور مارا گیا۔ اللہ فرمائیگا تو جھوٹا ہے۔ فرشتے بھی کہیں گے تو نے غلط کہا، تیرا مقصد تو یہ تھا کہ تجھے بہادر کہا جائے چنانچہ ایسا کہہ دیا گیا۔ یہ فرما کر حضور نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے زانوؤں پر (اظہار افسوس کے لئے) مارے اور فرمایا۔ ابوہریرہ مخلوق میں سب سے پہلے قیامت کے دن انہی تینوں پر دوزخ کی آگ بھڑکائی جائے گی۔ اس حدیث کی اطلاع معاویہ کو پہنچی تو وہ بہت روئے اور بولے۔ اللہ اور اللہ کے رسول نے سچ فرمایا۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ أُولٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ أُولٰئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ۔ جو دنیا کی زندگی اور رونق کے طالب ہیں ہم دنیا میں ان لوگوں کے اعمال کا پورا عوض دے دیتے ہیں۔ دنیا میں ان کا حصہ کم نہیں کیا جاتا۔ مگر ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہ ہوگا۔ دنیا میں جو کچھ کیا ہوگا اکارت جائیگا اور جو کچھ کرتے تھے وہ بیکار ہوگا۔ ان لوگوں کے لئے برا عذاب ہوگا اور آخرت میں یہی لوگ بڑے گھاٹے میں ہوں گے۔

حضرت عدی بن حاتم کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن کچھ دوزخیوں کو جنت کی طرف لیجانے کا حکم ہوگا۔ جب جنت کے پاس پہنچیں گے اور اس کی خوشبو سونگھیں گے اور وہاں کے محل دیکھیں گے اور وہ چیزیں نظر آئیں گی جو اللہ نے بہشت والوں کے لیے تیار کی ہیں تو اچانک ندا آئے گی۔ ان کو لوٹا دو یہاں ان کا کوئی حصہ نہیں۔ فوراً اتنی حسرت و پشیمانی کے ساتھ لوٹ پڑیں گے کہ نہ کبھی کوئی بھی اتنی حسرت سے نہ لوٹے ہوں گے۔ پھر عرض کریں گے پروردگار تو نے اپنے دوستوں کے لئے جو نعمتیں تیار کی ہیں، وہ ابھی تو نے ہم کو دکھا دیں اگر دکھائے بغیر ہم کو دوزخ میں داخل کر دیا جاتا، اللہ فرمائیگا میری منشا یہی تھی۔ تم تنہائی میں میرے سامنے تو بڑے بڑے گناہ کرتے تھے اور لوگوں کے سامنے عاجزی اور تواضع کا اظہار کرتے تھے۔ لوگوں کو اپنے بناوٹی اعمال دکھاتے تھے اور تمہارے دلوں میں اس کے خلاف ہوتا تھا۔ لوگوں سے ڈرتے تھے مجھ سے نہیں ڈرتے تھے۔ لوگوں کو بڑا سمجھتے تھے مجھے بڑا نہیں جانتے تھے۔ لوگوں کی وجہ سے برے کام ترک کرتے تھے، میری وجہ سے ترک نہیں کرتے تھے۔ اس لئے آج میں اپنے ثواب عظیم سے محروم رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنا عذاب بھی تم کو چکھاؤں گا۔

حضرت ابن عباس کی روایت ہے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ نے جب جنت عدن پیدا کی اور اس کے اندر وہ چیزیں پیدا کیں، جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا۔ نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گذرا۔ تو اس سے فرمایا بول۔ جنت نے تین مرتبہ کہا مومنوں نے فلاح پائی۔ پھر کہا میں بخیل اور ریاکار کے لئے حرام ہوں۔ ایک شخص نے رسول اللہ سے دریافت کیا کہ نجات کا ذریعہ کیا ہوگا۔ فرمایا۔ اللہ کو فریب نہ دے۔ اس نے کہا میں اللہ کو فریب کیسے دے سکتا ہوں۔ فرمایا کہ کام تو تو وہ کرے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ مگر مقصد اللہ کے علاوہ دوسرا ہو۔ ریا سے بچو ریا شرک ہے۔ تمام مخلوق کے سامنے قیامت کے دن ریاکار کو

چار ناموں سے پکارا جائیگا (کہا جائیگا) اے کافر اے فاجر اے دغاباز اے نقصان اٹھانے والے تیرا عمل رائیگاں گیا۔ تیرا
اجر سوخت ہوگیا۔ آج تیرا کوئی حصہ نہیں۔ اے دھوکہ باز اپنا ثواب اسی سے مانگ جس کے لئے تو عمل کرتا تھا۔

اللہ ہم کو ریا اور شہرت طلبی اور نفاق سے اپنی پناہ دے۔ یہ دوزخیوں کے کام ہیں۔ اللہ نے فرمایا ہے اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي
الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ بلاشبہ منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجہ میں ہوں گے یعنی فرعون ہامان اور انکی قوم کے ساتھ دوزخ میں ہونگے

اگر سوال کیا جائے کہ بعض احادیث بتا رہی ہیں کہ (نیک) عمل کو اگر مخلوق دیکھ بھی لے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ ترمذی
نے بروایت حبیب بحوالہ ابو صالح حضرت ابوہریرہ کا قول نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے خدمت گرامی میں حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ میں
چھپا کر بعض (اچھے) کام کرتا ہوں لیکن اس کی لوگوں کو اطلاع ہوجاتی ہے۔ اور یہ اطلاع میرے دل کو اچھی لگتی ہے۔ کیا ایسے عمل کا مجھے
اجر ملیگا۔ فرمایا تیرا دوہرا اجر ہوگا۔ ایک چھپانے کا دوسرا ظاہر ہوجانے کا۔ اس کا جواب دیا گیا ہے کہ دوہرا اجر ہونا اس صورت میں ہے
کہ اس آدمی کو یہ بات اچھی لگتی تھی کہ دوسرے لوگ بھی اس کی پیروی کریں۔ اس صورت میں ایک اجر تو اس کو اپنے عمل کا ملیگا اور دوسرا دوسروں کے
اتباع کا۔ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جس نے کوئی اچھا طریقہ نکالا اس کو اپنے عمل کا بھی ثواب ملیگا اور ان لوگوں کے
عمل کا بھی جو قیامت تک اس پر عمل کریں گے اور رسول اللہ کو یہ معلوم تھا کہ اس شخص کو یہ امر پسند ہے کہ لوگ اس کے عمل کی پیروی
کریں۔ ہاں اگر اپنے عمل کی خودپسندی لوگوں کے اقتدا کرنے کے خیال سے خالی ہو تو اس کے لئے کوئی اجر نہیں۔ کیونکہ خودپسندی بندہ
کو اللہ کی نظر سے گرا دیتی ہے۔ حسن بصری نے فرمایا جب تم بوڑھے ہوگے تو ایسے لوگوں سے ملاقات ہوگی جو گورے رنگ کے درشت
مزاج، رواں زبان، تیز نظر، مردہ دل ہوں گے تم ان کے جسم دیکھوگے دل نہ ہونگے آواز سنائی دے گی انسیت نہ ہوگی۔ زبانیں تروتازہ
ہونگی اور دل قحط زدہ خشک۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے مجھ سے بیان کیا کہ اس امت کے قاری جب تک حکام کی طرف مائل
نہ ہوں گے اور نیک اعمال آدمی (دنیوی لالچ کی وجہ سے) بدکاروں کے سامنے ذلیل نہ ہوا کریں گے اور اچھے لوگ شریروں سے نڈر نہ
رہیں گے اس وقت تک اللہ کے ہاتھ کے نیچے اس کی پناہ میں رہیں گے لیکن جب ایسا کریں گے تو اللہ ان سے اپنا ہاتھ اٹھا لیگا
اور فقر و فاقہ کی ان کو مار دیگا اور ان کے دلوں میں ظالموں کا خوف بھر دیگا اور ستمگاروں کو ان پر مسلط کردیگا وہ بڑی بڑی تکلیفوں
کا ان کو دکھ پہنچائیں گے۔ یہ بھی حسن بصری نے فرمایا کہ وہ بندہ برا بندہ ہے جو سوال تو مغفرت کا کرتا ہے اور عمل معصیت کے، خشوع
کا اظہار اپنے امانت دار ہونے کو ظاہر کرنے کے لئے کرتا ہے حالانکہ وہ خیانت اور زیب و بناوٹ کرتا ہے۔ دوسروں کو منع کرتا ہے
خود باز نہیں رہتا ہے۔ دوسروں کو حکم دیتا ہے خود وہ کام نہیں کرتا۔ دیتا ہے تو پورا نہیں دیتا اور نہیں دیتا تو دینے کا عذر
نہیں پیش کرتا۔ تندرست ہوتا ہے تو نڈر ہوجاتا ہے بیمار ہوتا ہے تو پشیمان ہوتا ہے۔ محتاج ہوتا ہے تو غمگین ہوتا ہے۔ مالدار ہوتا
ہے تو فتنے پیدا کرتا ہے۔ نجات کی امید رکھتا ہے اور عمل نہیں کرتا۔ خدا سے ڈرتا ہے مگر بچتا نہیں۔ مال کی زیادتی چاہتا ہے مگر شکر
نہیں کرتا۔ ثواب کو پسند کرتا ہے۔ مگر صبر نہیں کرتا۔ سونے کی جلدی کرتا ہے اور روزہ میں تاخیر کرتا ہے۔

ایک روز ہم حسن بصری کے پاس بیٹھے تھے اسی جلسہ میں فرقد سبخی کمبل اوڑھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرقد سے فرمایا برسے پچھے

جنت والوں کے ہیں اور تمہارا لباس ان دوزخیوں کا ہے جو اپنا زہد کپڑوں میں دکھاتے ہیں حالانکہ ان کے دلوں کے اندر غرور بھرا ہوا ہے۔ بخدا جس طرح لٹکنے چادر پہننے والا اپنی چادر پر اتراتا ہے اس سے زیادہ کملی پہننے والا اپنی کملی میں غرور کرتا ہے یہ لوگ ہم کیوں فخر میں مقابلہ کرتے ہیں۔ سنو۔ شاہانہ لباس پہنو۔ مگر دلوں کو اللہ کے خوف سے مار ڈالو۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا لباس وہ پہنو کہ علما اس کا مذاق نہ بنائیں اور نہ بیوقوف (جاہل) تم کو حقیر سمجھیں۔

کہا جاتا ہے دل کے صوفی بنو اور لباس سوتی (یعنی عمدہ) پہنو۔ خلاصہ یہ کہ لباس تین قسم کے لوگوں کا ہوتا ہے۔ (۱) پرہیزگاروں کا لباس۔ ایسا جائز لباس ہونا چاہئے جس میں نہ مخلوق کی طرف سے کوئی مواخذہ ہو نہ شرع کا کسی حال میں مطالبہ خواہ سوت کا ہو یا بالوں کا، نیلا ہو یا سفید (۲) اولیاء کا لباس وہ ہے جس کا شریعت کی طرف سے حکم ہوا ہو یعنی کم سے کم اتنا کہ ستر عورت ہو جائے اور جسم کا ضروری حصہ چھپ جائے اور ضرورت کا تقاضا پورا ہو جائے تاکہ ہوا و ہوس شکستہ ہو جائیں۔ اور درجہ احوال تک رسائی مل جائے (۳) ابدال کا لباس وہ ہے کہ حدود شرعی کی نگہداشت کے ساتھ جو تقدیر خداوندی سے مل جائے۔ ایک دو گز کا ٹکڑا ہو یا سوئی دار خلعت۔ نہ اپنا ارادہ ہو کہ کسی لباس کی طرف التفات ہو نہ خواہش نفس کا دخل لباس کے پہننے سے اس کو توڑا جاتا ہے۔ بلکہ جو حلال لباس اللہ اپنی مہربانی سے دیدے اور بغیر محنت اور تکلیف کے عنایت کردے اور نفس میں نہ کوئی شوق ہو نہ کوئی آرزو۔ تو ایسا لباس ابدال کا لباس ہے۔ ان اقسام کے علاوہ ہر طرح کا لباس جو حیثیت دلی ہے لباس ہے حماقت کا لباس ہے اور نفس پرستی کا لباس ہے۔

باب ۳

ہفتہ کے ایام۔ ایام بیض (چاندنی والی تاریخیں یعنی ۱۳۔۱۴۔۱۵) کے فضائل۔ وہ ترغیبات جو ان ایام کے روزوں کے متعلق آئی ہیں مذکورہ تاریخوں میں شبانہ روز کے وظائف کا ذکر۔

ابونصر نے اپنے والد کی روایت و سند سے بیان کیا۔ از ابوالحسن علی بن احمد مقری از ابوالحسین احمد بن عثمان بن یحیی آدمی از عباس بن محمد بن حاتم دوری از حجاج بن محمد اعور از ابن جریج از اسماعیل بن امیہ از ایوب بن خالد از عبیداللہ بن رافع از حضرت ابوہریرہ۔ حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ اللہ نے ہفتہ کے دن مٹی کو پیدا کیا اور اتوار کے دن پہاڑوں کو اور پیر کے دن درختوں کو اور منگل کے دن مکروہات کو اور بدھ کے دن اجیالوں کو اور جمعرات کے دن زمین پر چوپائے پھیلائے اور آدم کو جمعہ کے روز عصر کے بعد عصر و مغرب کے درمیان آخری ساعت میں پیدا کیا۔

حضرت انس بن مالک کی روایت ہے کہ رسول اللہ سے ہفتہ کے دن کے متعلق دریافت کیا گیا۔ فرمایا مکر و فریب کا دن ہے صحابہؓ نے وجہ دریافت کی۔ فرمایا اس لئے کہ اس دن قریش نے مشورہ گھر میں میرے متعلق فریب کیا تھا۔ اتوار کے دن کے متعلق دریافت کرنے پر فرمایا۔ یہ درخت بونے اور عمارتیں بنانے کا دن ہے۔ وجہ دریافت کی تو فرمایا اس لئے کہ اس دن دنیا کی آبادی کی ابتدا ہوئی تھی۔ پیر کے دن کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا۔ یہ سفر اور تجارت کا دن ہے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یہ کیسے فرمایا شعیب پیغمبر نے اس دن سفر کیا تھا اور تجارت کی تھی۔ منگل کے دن کے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا۔ یہ خون کا دن ہے صحابہؓ نے عرض کیا یہ کیونکر۔ فرمایا اس دن حوا کو حیض ہوا اور آدمؑ کے بیٹے نے اپنے بھائی کو قتل کیا۔ بدھ کے دن کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا یہ نحوست اور بدنصیبی کا دن ہے۔ وجہ دریافت کی تو فرمایا اسی دن اللہ نے فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا اور عاد و ثمود کو تباہ کیا۔ جمعرات کے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا۔ یہ حاجات پوری کرنے اور بادشاہوں کے پاس جانے کا دن ہے صحابہ نے پوچھا یہ کیسے فرمایا اس روز ابراہیم خلیل اللہ نمرود کے پاس گئے تھے نمرود نے آپ کے کام کر دیئے اور آپ نے ہاجرہ اس سے حاصل کر لی۔ جمعہ کے دن سوال کے جواب میں فرمایا۔ یہ خطبہ اور نکاح کا دن ہے عرض کیا گیا یہ کیسے؟ فرمایا اس روز انبیاء نکاح کرتے تھے۔ زہری نے بروایت عبدالرحمن بن کعب بوساطت کعب بیان کیا کہ کعب کے والد (عبدالرحمن کے دادا) نے فرمایا رسول اللہ سفر کو جمعرات کے دن نکلا کرتے تھے۔ معاویہ بن قرہ نے حضرت انس کی روایت بیان کی کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جو شخص منگل کے دن پچھنے لگواتا ہے۔ اللہ سال بھر کی بیماری اس سے نکال دیتا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت موسیٰ دریچہ پس مرسل پیغمبروں کو اللہ نے سنیچر کا دن دیا (یعنی یوم عبادت مقرر کیا تھا) حضرت عیسیٰ

اور بیس انبیاء کو اتوار کا دن دیا اور پیر کا دن محمدؐ اور ۳۰۰ مرسل پیغمبروں کو دیا اور منگل کا دن حضرت سلیمان اور پچاس پیغمبروں کو دیا۔ بدھ کا دن حضرت یعقوب اور پچاس رسولوں کو دیا اور جمعرات کا دن حضرت آدم اور پچاس انبیاء کو دیا اور جمعہ کا دن خاص اللہ کا ہے۔ رسول اللہؐ نے عرض کیا الٰہی میری امت کا کیا حصہ ہے فرمایا محمد جمعہ میرا ہے اور جنت میری ہے میں نے جمعہ تیری امت کو دیا اور اس کے ساتھ جنت بھی اور میں جنت کے ساتھ تیری امت کے لئے ہوں۔ حضرت انسؓ بن مالک کی روایت ہے رسول اللہؐ نے فرمایا جس نے بدھ جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھا۔ اللہ جنت میں اس کے لئے موتی یاقوت اور زمرد کا محل تیار کرتا ہے اور اس کے لئے دوزخ سے نجات لکھدیتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا جو ہر ماہ حرام میں تین دن جمعرات جمعہ اور ہفتہ کو روزہ رکھتا ہے۔ اللہ اس کے لئے نو سو برس کی عبادت لکھدیتا ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ہفتہ اور اتوار کو روزہ رکھو اور یہود و نصاریٰ کے خلاف کرو۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے رسول اللہؐ نے فرمایا۔ ہر پیر اور جمعرات کو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ ہر اس بندہ کو بخش دیتا ہے جو مشرک نہ ہو۔ ہاں وہ شخص مستثنےٰ ہے جس کے درمیان اور اس کے (مسلمان) بھائی کے درمیان کینہ ہو۔ اللہ فرماتا ہے ان دونوں کو اس وقت تک مہلت دو کہ آپس میں صلح کرلیں۔ روایت میں آیا ہے کہ ان دو دنوں کے روزے رسول اللہؐ نے کبھی نہیں چھوڑے نہ سفر میں نہ اقامت میں آپ فرماتے تھے ان دو دنوں میں اعمال کی پیشی ہوتی ہے۔

فصل۔ ایام بیض کے روزوں کی بڑی فضیلت ہے ابونصر نے اپنے باپ کی روایت سے بیان کیا از بلال بن محمد از ثقہ از حسین بن سفیان از سلیمان بن یزید مولیٰ بنی ہاشم از علی بن یزید از عبدالملک بن ہارون از سعید بن عثمان از علی بن حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب امام زین العابدین (علی بن حسینؓ) نے فرمایا تیرہ تاریخ کا روزہ تین ہزار برس کے روزوں کے برابر ہے اور ۱۴ تاریخ کا روزہ دس ہزار برس کے روزوں کے برابر اور پندرہ تاریخ کا روزہ ایک لاکھ تیرہ ہزار برس کے روزوں کے برابر۔ ابو اسحاق نے حضرت جریر کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ ہر مہینے کے تین دن تیرہویں چودھویں پندرہویں کے روزے ساری عمر کے روزوں کے برابر ہیں۔ حضرت حذیفہؓ کی روایت ہے رسول اللہؐ نے فرمایا جس نے مہینہ میں تین دن کے روزے رکھے اس نے ہمیشہ کے روزے رکھے اس کی تصدیق اللہ کی کتاب میں بھی ہے اللہ نے فرمایا مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا جس نے ایک نیکی کی اس کے لئے دس گنا ثواب ہے گویا تین روزوں کا ثواب مہینہ بھر کے روزوں کی برابر ہوگیا اس طرح ہر مہینہ میں تین روزوں کے برابر ہوتا رہے گا اور ہر ماہ تین روزہ رکھنے والا صائم الدہر ہو جائیگا۔

حضرت ابن عباس کا قول ہے۔ رسول اللہؐ ایام بیض کے روزے نہیں چھوڑتے تھے نہ سفر میں نہ اقامت میں۔ شعبی نے کہا میں نے حضرت ابن عمرؓ سے سنا کہ رسول اللہؐ نے میرے سامنے فرمایا جس نے ہر ماہ کے تین روزے رکھے اور فجر کی دو رکعتیں (سنت) پڑھیں اور وتر کو نہ سفر میں چھوڑا نہ اقامت میں اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

سعید بن ابی ہند کی روایت ہے حضرت ابوہریرہ نے فرمایا مجھے میرے محبوب اللہ کے رسول نے وصیت فرمائی تھی کہ

مرتے دم تک تین چیزوں کو ترک نہ کروں۔ ہر مہینے کے تین روزے سونے سے پہلے وتر اور چاشت کی نماز۔

عبد الملک بن ہارون نے بروایت ہارون بن عنترہ۔ بوساطت عنترہ بیان کیا۔ عنترہ نے کہا میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے سنا۔ آپ نے فرمایا میں ایک روز دوپہر کے وقت رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا حضور اس وقت حجرہ میں رونق افروز تھے۔ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے سنا آپ نے فرمایا میں ایک روز دوپہر کے وقت رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا حضورؐ اس وقت حجرہ میں رونق افروز تھے میں نے سلام کیا۔ حضور نے سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا۔ علی یہ جبرئیل تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا وعلیک وعلیہ السلام یا رسول اللہؐ۔ فرمایا میرے قریب آجاؤ میں قریب پہنچ گیا۔ فرمایا علی جبرئیل تم سے کہہ رہے ہیں کہ ہر ماہ میں تین دن روزے رکھا کرو۔ اول دن کا روزہ رکھنے پر تم کو دس ہزار برس کا ثواب ملیگا دوسرے دن کے روزہ پر تیس ہزار برس کا اور تیسرے دن روزہ رکھنے پر ایک لاکھ برس کا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا اس ثواب کی خصوصیت میرے ہی لئے ہے یا عام طور پر سب کے لئے ہے فرمایا۔ اللہ تم کو یہ ثواب دیگا اور اس کو بھی جو تمہاری طرح تمہارے بعد کریگا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ وہ تین دن کونسے ہیں۔ فرمایا ایام بیض یعنی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ۔ عنترہ نے کہا میں نے حضرت علی سے پوچھا ایام بیض کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔ فرمایا جب اللہ نے حضرت آدمؑ کو جنت سے زمین پر اتارا۔ تو دھوپ نے اُن کو جلا دیا اور بدن کالا ہوگیا۔ جبرئیل نے ان سے آکر کہا آدم کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا بدن گورا ہوجائے۔ حضرت آدمؑ نے کہا جی ہاں۔ جبرئیل نے کہا تو مہینہ میں تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کے روزے رکھو۔ حضرت آدم نے پہلا روزہ رکھا تو ایک تہائی بدن گورا ہوگیا۔ دوسرا روزہ رکھا تو دو تہائی بدن گورا ہوگیا۔ تیسرا روزہ رکھا تو سارا بدن گورا ہوگیا۔ اسی لئے ان ایام کا نام ایام بیض ہوگیا۔

حضرت زر بن حبیش نے کہا میں نے حضرت ابن مسعود سے ایام بیض کے متعلق دریافت کیا۔ فرمایا میں نے رسول اللہؐ سے پوچھا تھا حضورؐ نے فرمایا جب آدمؑ نے اللہ کی نافرمانی کی اور درخت ممنوعہ سے کھا لیا۔ تو اللہ نے حکم بھیجا میرے قرب عزت اور عظمت سے نیچے اتر جا۔ جو میری نافرمانی کرتا ہے وہ میرے قرب میں نہیں رہتا آدمؑ نیچے اتر گئے۔ آپ کے بدن کا رنگ سیاہ ہوگیا۔ فرشتوں نے گریہ و بکا کیا اور عرض کیا پروردگار۔ تو نے اس کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور اپنی جنت میں رکھا اور اپنے فرشتوں سے اسے سجدہ کرایا پھر ایک گناہ پر اس کے گورے رنگ کو کالا کر دیا۔ اس پر اللہ نے آدمؑ کے پاس وحی بھیجی کہ میرے لئے اس دن یعنی تیرھویں تاریخ روزہ رکھ۔ آدم نے روزہ رکھا صبح کو ان کا تہائی بدن گورا ہوگیا پھر وحی بھیجی کہ اس دن یعنی چودھویں تاریخ کو روزہ رکھ آدمؑ نے روزہ رکھا صبح کو دو تہائی بدن گورا ہوگیا۔ پھر اللہ نے وحی بھیجی کہ اس روز یعنی پندرھویں تاریخ کو روزہ رکھ۔ آدمؑ نے روزہ رکھا۔ تو سارا بدن گورا ہوگیا۔ ایام بیض کہنے کی یہی وجہ ہے۔

قتیبی نے ادب الکاتب میں لکھا ہے کہ ان دنوں کو عرب ایام بیض اس لئے کہتے ہیں کہ ان تاریخوں کی پوری راتیں چاندنی ہوتی ہیں۔

باب ۴

ہمیشہ روزے رکھنے کا بیان۔ ہمیشہ روزے رکھنے والے کا کیا ثواب ہے؟

ابونصر نے اپنے والد کی روایت سے بیان کیا۔ از ابوالحسن علی بن احمد مقری از ابراہیم بن احمد قریشی از حسن بن حسین از ابراہیم بن ابی نجا از صفوان بن سلیم از علقمہ بن ابی علقمہ از امیرالمومنین حضرت عمرؓ بن خطاب۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ سب سے بہتر روزے داؤدؑ کے روزے ہیں (ایک دن ناغہ ایک دن روزہ) جس نے ہمیشہ سارے روزے رکھے اس نے اپنا نفس اللہ کو ہبہ کر دیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری کی روایت ہے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جو ہمیشہ روزے رکھتا ہے اس پر جہنم اتنی تنگ ہو جاتا ہے حضورؐ نے نوے کا عدد بنا کر دکھایا (یعنی ایسا آدمی جہنم میں نہیں جائیگا)

شعیب نے بروایت سعد بن ابراہیم بیان کیا کہ حضرت عائشہ ہمیشہ روزے رکھتی تھیں۔ یعقوب نے اپنے باپ کی روایت سے بیان کیا کہ سعد نے مرنے سے چالیس سال پہلے سے پیہم روزے رکھے۔ ابوادریس کا قول ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے اتنے روزے رکھے کہ خلال کی طرح ہو گئے تھے میں نے کہا حضرت آپ اپنے نفس کو کچھ تو آرام دیدیتے۔ فرمایا میں تو اس کا آرام ہی تو چاہتا ہوں میں نے دیکھا ہے کہ دوڑ میں آگے بڑھنے والے گھوڑے وہی ہوتے ہیں جن کو مشق بنا کر لاغر کیا جاتا ہے

ابواسحاق بن ابراہیم کا بیان ہے۔ مجھ سے عمر راہب نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن زاذان کی مجلس میں سکینہ غفاریہ بھی ساتھ شریک ہوتی تھیں۔ آپ جلسہ میں حاضری کے ارادہ سے بصرہ آیا کرتی تھیں میں نے ان کو خواب میں دیکھا دریافت کیا سکینہ عیسیٰ کا معاملہ کیسا ہوا سکینہ ہنسیں اور بولیں ان کو چکدار حلہ پہنا دیا گیا۔ خدمتگار ان کے گرد گردش کرتے تھے۔ پھر ان کو زیور پہنا دیا گیا اور کہا گیا اے قاری مرتبہ میں ترقی کرتا جا۔ ایسی بقا کی قسم روزوں نے تجھے پاک کر دیا۔ عیسیٰ اتنے روزے رکھتے تھے کہ کمر جھک گئی تھی اور آواز ختم ہو گئی تھی۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ حضرت ابوطلحہؓ رسول اللہ کے زمانہ میں جہاد کی وجہ سے نفلی روزے نہیں رکھتے تھے لیکن رسول اللہ کی وفات کے بعد یوم فطر اور یوم نحر کے علاوہ میں نے ان کو کبھی بے روزہ نہیں دیکھا۔ ابوبکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام کا بیان ہے کہ مجھ سے ایسے آدمی نے بیان کیا جس نے خود دیکھا تھا کہ گرمی کے دن حضور روزہ سے ہیں اور گرمی کی شدت اور پیاس کی وجہ سے سر پر پانی ڈال رہے ہیں۔ سفیان نے بروایت ابواسحاق بحوالہ حارث بیان کیا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ رسول اللہ ایک روز روزہ رکھتے تھے اور ایک روز ناغہ کرتے تھے۔ ایک روایت میں آیا ہے حضرت عمرؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ اگر کوئی ہمیشہ ساری عمر روزے رکھے تو کیا حکم ہے۔ فرمایا اس نے روزہ رکھا نہ چھوڑا۔

رہا۔ تو اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ روزے رکھتے۔ عید الفطر اور عید الضحیٰ اور ایام تشریق میں بھی ناغہ نہیں کیا۔ امام احمد بن حنبل نے بھی فرمایا لیکن اگر ان ایام میں روزے نہ رکھے اور باقی پورے سال رکھے تو اس کے حق میں ممانعت وارد نہیں بلکہ اس کے فضائل تو وہ ہیں۔ جو ہم نے اوپر ذکر کر دیئے۔

فصل

بلا تخصیص روزہ کی فضیلت

ابو نصر نے اپنے والد کی روایت و اسناد سے بیان کیا کہ عمرو بن ربیعہ نے بحوالہ حضرت سلامہ بن قیس کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا جو شخص خاص اللہ کی خوشنودی کے لئے روزہ رکھیگا۔ اللہ اس کو جہنم سے اتنا دور کر دیگا۔ جتنا کوے کا بچہ اڑتا جائے یہاں تک بوڑھا ہو کر مر جائے (یعنی جس قدر کوا اپنی ساری عمر بلا سکون و توقف کے اڑ کر پہنچتا ہے اتنی دور روزہ دار سے جہنم کو دور کر دیا جائیگا کہتے ہیں کہ کوا پانچ سو برس تک جیتا ہے۔ حضرت ابو الدرداء کی روایت ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی دن راہِ خدا میں روزہ رکھیگا اللہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک خندق حائل کر دیگا جس کی چوڑائی اتنی ہوگی جتنی آسمان اور زمین کے درمیان دوری ہے۔ حضرت ابو سعید خدری کی روایت ہے۔ حضور نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں کسی دن روزہ رکھیگا۔ اللہ اس کے منہ کو دوزخ سے بقدر ستر برس (کی راہ) کے دور کر دیگا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا میں نے خود سنا رسول اللہ فرماتے تھے۔ جو بندہ صبح کو روزہ دار ہوتا ہے۔ اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اس کے اعضاء اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ اس کے لئے آسمان دنیا والے دعا مغفرت کرتے ہیں یہ حالت سورج ڈوبنے تک رہتی ہے۔ اگر ایک یا دو رکعت نفل بھی پڑھ لیتا ہے۔ تو اس کے لئے آسمان نور سے جگمگا جاتے ہیں۔ اس کی بی بیاں یعنی فراخ چشم حوریں کہتی ہیں الٰہی اس کو قبض کر کے ہمارے پاس پہنچا دے ہم اس کی ملاقات کی مشتاق ہیں۔ اگر تسبیح یا تہلیل (سبحان اللہ۔ لا الٰہ الا اللہ) پڑھتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کو لے کر لکھتے ہیں۔ یہ حالت سورج ڈوبنے تک رہتی ہے۔ ابو صالح نے بحوالہ حضرت ابو ہریرہ بیان کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ آدمی جو نیکی کرتا ہے اس کا بدلہ دس گنے سے سو گنے یا سات سو گنے تک ہوگا سوا روزے کے کیونکہ اللہ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے۔ روزہ میرے لئے ہے۔ روزہ کی جزا میں بذات خود دوں گا۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے اچھی ہوتی ہے۔ حضرت علی نے فرمایا میں نے خود رسول اللہ سے سنا کہ حضور فرماتے تھے جس شخص کو روزہ روک دے اس کو اللہ جنت کے پھل کھلائیگا اور جنت کا شربت پلائیگا۔ حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہر قسم کے نیک کام کرنے والوں کے لئے جنت کا ایک مخصوص دروازہ ہوگا۔ جہاں سے ان کو پکارا جائیگا اور روزہ والوں کو جس دروازہ سے بلایا جائیگا۔ اس کو ریان کہا جاتا ہے۔ حضرت ابو بکر نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جس کو سب دروازوں سے پکارا جائے فرمایا ہاں مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہوگے۔ رسول اللہ نے فرمایا ہر چیز کا ایک دروازہ ہے۔ عبادت کا دروازہ روزہ ہے

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ روزہ آدھا صبر ہے۔ ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور بدن کی زکوٰۃ (پاک کرنے والی چیز) روزہ ہے۔ حضرت ابواوفیؓ کی روایت ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ روزہ دار کا سونا عبادت ہے اس کی خاموشی تسبیح ہے اس کا عمل مقبول ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ قیامت کے دن روزہ داروں کے لئے سونے کا ایک خوان رکھا جائیگا۔ جس پر مچھلی ہوگی۔ روزہ دار اس میں سے کھاتے ہوں گے اور دوسرے لوگ دیکھتے ہوں گے۔

احمد بن حواری سے ابوسلیمان نے بیان کیا کہ ابو علی اصم سے میں نے ایک بہترین حدیث سنی۔ اصم نے کہا قیامت کے دن روزہ داروں کے لئے خوان رکھا جائیگا جس سے وہ کھا رہے ہونگے اور دوسرے لوگ حساب فہمی میں ماخوذ ہیں۔ اللہ فرمائیگا انہوں نے مدت تک روزے رکھے اور تم نے نہیں رکھے۔ وہ کھڑے نمازیں پڑھتے رہے۔ اور تم سوتے رہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ روزہ دار قبروں سے نکلیں گے تو ان کے منہ سے مشک کی خوشبو کی لپٹیں آتی ہونگی۔ جنت کا ایک خوان ان کے سامنے لایا جائیگا جس میں سے وہ کھائیں گے اور عرش کے سایہ میں ہوں گے۔ سفیان بن عُیینہ نے کہا مجھے اطلاع ملی ہے کہ جن چیزوں سے روزہ دار روزہ کھولتا ہے ان کا حساب نہ ہوگا۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اللہ ارشاد فرماتا ہے روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی خود روزہ کی جزا دوں گا۔ بندہ میرے لئے اپنی صنفی خواہش اور کھانا پینا چھوڑتا ہے۔ روزہ ایک پسند ہے روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی افطار کے وقت ہوتی ہے اور دوسری خوشی رب سے ملاقات کے وقت حاصل ہوگی۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی روایت ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا روزہ سپر ہے جس کے ذریعہ سے بندہ دوزخ سے بچتا ہے۔ سعید بن جبیر کی روایت ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا۔ دنیا میں اپنے پیچھے میں کیا کیا چھوڑ جاؤں گا اس کا مجھے غم نہیں۔ غم ہے تو دوپہر کے وقت روزہ دار ہونے اور نماز کو (اس وقت) جانے کا (کہ یہ بات ترک ہو جائے گی) مجاہد کی روایت ہے حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ کا ارشاد ہے۔ جو شخص اللہ کے واسطے نفل روزہ رکھے اور اس کے بدلے میں زمین بھر سونا اس کو مل جائے تب بھی قیامت سے پہلے اس کا ثواب پورا نہ ہوگا۔

فصل

رات کے وظائف رات کی نماز کی ترغیب۔ صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور دوسری کتابوں میں اس سلسلہ کی احادیث

حضرت شقیقؓ بن عبداللہ راوی ہیں کہ رسولؐ کے سامنے (کچھ لوگوں کا) ذکر ہونے لگا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ فلاں شخص رات بھر سوتا رہا۔ یہاں تک کہ صبح کی نماز بھی نہیں پڑھی۔ فرمایا اس کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب آدمی سو جاتا ہے تو شیطان اس کے سر پر تین گرہیں لگا دیتا ہے۔ پھر جب اُٹھ بیٹھتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔ اور دو رکعت نماز پڑھ لیتا ہے تو پوری گرہیں کھل جاتی ہیں اور صبح کو آدمی چست خوش باش ہوتا ہے ورنہ سست اور بگڑے دل رہتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ شیطان کی طرف سے کچھ کیر ڈالنے کی کچھ چاٹنے کی اور کچھ

چھڑکنے کی چیزیں ہوتی ہیں۔ آدمی جب سعوط (ناک میں ڈالی جانے والی چیز) کو ناک میں سڑکتا ہے تو بدخلق ہو جاتا ہے اور چاٹنے والی چیز کو چاٹ لیتا ہے تو بری باتوں پر زبان رواں ہو جاتی ہے اور چھڑکنے والی چیز کو جب چھڑکتا ہے تو رات کو صبح تک سوتا رہتا ہے۔ رات کی نماز میں طول قیام سنت ہے۔ رات کی نماز کی دو دو رکعتیں ہیں۔ دن کی نماز میں رکوع اور سجود کی کثرت مسنون ہے۔ اگر ایک سلام سے چار رکعتیں پڑھے تب بھی جائز ہے۔ رسول اللہؐ کے حق میں رات کی نماز نافلہ (پانچ فرض سے زیادہ) تھی اور فرض تھی اور قرب الٰہی اور عزت افزائی کا ذریعہ تھی اور امت کے حق میں فرائض کی خامی اور نقصان کو پورا کرنے والی ہے۔ سالم نے حضرت ابن عمرؓ کا قول نقل کیا ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں جب کوئی شخص کوئی خواب دیکھتا تھا تو حضورؐ کی خدمت میں بیان کرتا تھا۔ مجھے آرزو تھی کہ میں بھی کوئی خواب دیکھوں اور حضور والا سے بیان کروں۔ ایک بار میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے پکڑ کر مجھے دوزخ کی طرف لے گئے کنویں کی طرح دوزخ کے گرداگرد منڈیر بنی ہوئی تھی اور کنویں کے (چرخ کے) دو مینار دل کی طرح مینار بھی تھے۔ میں نے کچھ لوگوں کو دیکھ کر پہچان لیا اور کہنے لگا۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ النَّارِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ النَّارِ۔ میں دوزخ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ فوراً ایک اور فرشتہ ملا اور مجھ سے کہنے لگا تو خوف نہ کر۔ میں نے یہ خواب ام المومنین حفصہؓ سے بیان کیا اور انہوں نے حضورؐ سے عرض کر دیا۔ فرمایا عبداللہ اچھا آدمی ہے۔ کاش رات کو نماز پڑھتا۔ سالم نے کہا پھر حضرت عبداللہ رات کو سوائے تھوڑے حصہ کے سوتے ہی نہ تھے۔ ابوسلمہ راوی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو عاص نے فرمایا مجھ سے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ تو فلاں شخص کی طرح نہ ہو جانا کہ وہ رات کو نماز پڑھتا تھا پھر رات کی نماز اس نے چھوڑ دی۔

ابوصالح از زہری از امام زین العابدینؒ از امام حسینؓ از علیؓ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ایک رات کو رسول اللہؐ میرے اور اپنی صاحبزادی فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے اور ہم دونوں کو سوتا پا کر فرمایا تم نماز نہیں پڑھتے ہو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ اگر وہ ہم کو اٹھانا چاہے گا اٹھا دے گا۔ حضورؐ واپس چلے گئے اور اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ہاں واپسی میں، میں نے سنا کہ ران پر ہاتھ مار کر فرما رہے تھے۔ آدمی بڑا جھگڑالو ہے۔ ابونصر نے اپنے والد کی روایت و اسناد سے بیان کیا کہ سفیان ثوری نے بروایت ابوالزبیر حضرت جابر بن عبداللہ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ دو رکعتیں اگر آدمی رات کے درمیان پڑھ لے تو دنیا اور موجودات دنیا سے بہتر ہے اگر میں اپنی امت پر بار نہ سمجھتا تو اس کو فرض کر دیتا۔

ابونصر نے اپنے والد کی روایت و اسناد سے بیان کیا کہ ابوالعالیہ سے ابومسلم نے کہا کہ میں نے حضرت ابوذرؓ سے پوچھا کونسی نماز افضل ہے۔ فرمایا میں نے رسول اللہؐ سے اس کے متعلق دریافت کیا تھا حضورؐ نے فرمایا تھا۔ درمیان شب یا آدھی رات کی نماز، مگر ایسا کرنے والے کم ہیں۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ حضرت داؤدؑ نے اپنے رب سے سوال کیا۔ الٰہی میں تیری عبادت کرنا چاہتا ہوں اس کے لئے کونسا وقت افضل ہے۔ اللہ نے وحی بھیجی۔ داؤد رات کے اول حصہ میں نہ نماز کو کھڑا ہو نہ آخر حصہ میں۔ جو اول حصہ میں کھڑا ہوگا آخر حصہ میں سو جائے گا اور جو آخر میں کھڑا ہوگا تو اول حصہ میں سوئے گا۔ تو درمیان شب میں کھڑا ہو کہ تیری خلوت میں میں ہوں اور میری خلوت میں تو اور میرے سامنے اپنی حاجتیں بیان کر۔ یحییٰ بن مختار کی روایت ہے

حسن بصری نے فرمایا کہ وسط شب میں پابندی سے قیام اور حق پر مال خرچ کرنے سے زیادہ آنکھوں کو خنکی دینے والا اور پشت کو ہلکا رکھنے والا اور دل کو خوشی بخشنے والا کسی بندہ کا کوئی عمل نہیں۔ حضرت ابو الدرداؔ فرماتے تھے۔ بلاشبہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ میں تمہارا شفیق ہوں۔ وحشت قبر کے لئے رات کی تاریکی میں نمازیں پڑھو۔ روز قیامت کی گرمی کے لئے روزے رکھو جنت ذن کے خوف سے خیرات کرو۔ لوگو! میں تمہارا بہی خواہ ہوں۔ میں تمہارا شفیق ہوں۔ ابو نصر نے اپنے والد کی روایت واسناد سے بوساطت یحییٰ بن ابی کثیر بحوالہ ابو جعفر بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ ایک تہائی رات رہ جاتی ہے تو آسمان دنیا کی طرف اللہ نزول اجلال فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے۔ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے اور میں مغفرت کروں کون ہے جو مجھ سے رزق مانگے اور میں رزق عطا کروں کون ہے جو مجھ سے دکھ درد دور کرنے کی درخواست کرے اور میں اس کا دکھ دور کروں۔ یہ حالت فجر نمودار ہونے تک رہتی ہے۔ ابو نصر نے اپنے والد کی روایت واسناد سے حضرت ابوہریرہ کا قول نقل کیا ہے۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ ہر رات آخری تہائی میں اللہ آسمان دنیا کی طرف نزول اجلال فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے۔ کون ہے مغفرت کا طلبگار کہ میں اس کی مغفرت کروں کون ہے دعا کرنے والا کہ اس کی دعا قبول کی جائے کون ہے مانگنے والا کہ اس کا سوال دیا جائے۔ اسی لئے آخری رات کی نماز کو صحابہ مستحب جانتے تھے۔

حضرت ابو امامہؓ نے فرمایا۔ رسول اللہؐ سے دریافت کیا گیا کہ رات کے کس حصہ میں دعا زیادہ قابل سماعت ہوتی ہے فرمایا! آخری رات میں اور فرض نمازوں کے بعد۔ حضرت عبد اللہ بن عمر کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ بہترین روزے داؤد کے روزے ہیں۔ آپ نصف مدت روزے رکھتے تھے (یعنی ایک دن روزہ رکھتے تھے ایک دن ناغہ کرتے تھے۔ اس طرح ہر سال میں چھ ماہ کے روزے ہو جاتے تھے) اور بہترین نماز داؤدؑ کی نماز ہے۔ آپ آدھی رات تک سوتے تھے پچھلی رات میں نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے حدیث دوسرے لفظوں میں اس طرح مروی ہے کہ اللہ کو داؤد کی نماز سب سے پیاری تھی۔ آپ آدھی رات سوتے تھے۔ پھر اٹھکر نماز پڑھنے کھڑے ہو جاتے تھے۔ پھر آخر رات میں سو رہتے تھے۔ پھر آخری تہائی میں اٹھکر نماز پڑھتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا۔ میں رات کے تین حصے کرتا ہوں ایک تہائی میں سوتا ہوں ایک تہائی میں نماز پڑھتا ہوں اور ایک تہائی میں رسول اللہؐ کی حدیث یاد کرتا ہوں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ دن کی نماز پر رات کی نماز کی فضیلت ایسی ہے جیسے پوشیدہ خیرات دینے کی ظاہر کرکے خیرات دینے پر۔ حضرت عمرو بن عاص نے فرمایا رات کی ایک رکعت دن کی دس کے برابر ہے۔ رسول اللہؐ نے حضرت جبرئیل سے پوچھا تھا کہ رات میں دعا کس وقت زیادہ سنی جاتی۔ جبرئیل نے جواب دیا۔ سحر کے وقت عرش میں لرزہ آتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سحر کو نزول اجلال ہوتا ہے۔

رسول اللہ نے فرمایا نماز شب کا التزام کرو۔ یہ تم سے پہلے صالحین کا طریقہ ہے۔ قیام شب قرب الٰہی حاصل ہونے کا وسیلہ گناہ سے روکنے اور جسم سے بیماری کو دور کرنے کا ذریعہ ہے۔

ابونصر نے اپنے والد کی روایت و اسناد سے بوساطت اعمش از ابوسفیان بحوالہ حضرت جابر بیان کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا رات میں ایک ساعت ایسی ہے کہ ٹھیک اس ساعت میں اگر بندہ اللہ سے کچھ مانگتا ہے تو اللہ عنہ ور عطا فرما دیتا ہے۔ یہ ساعت ہر رات میں ہے (علما نے) کہا جس طرح رمضان کے اخیر عشرہ میں شب قدر اور روز جمعہ میں (قبولیت کی) ساعت ہے اسی طرح یہ صراحت عام ہے۔ کہتے ہیں کہ رات میں ایک وقت ایسا ہے جس میں ہر آنکھ والا سوتا اور غافل ہو جاتا ہے۔ سوا اس حی قیوم کے جس کو فنا نہیں۔ شاید وہی ساعت ہو۔ حضرت عمرو بن عتبہ کی حدیث میں آیا ہے۔ آخر شب کی نماز کا التزام کرو یہ نماز مشہودہ محضورہ ہے (یعنی) اس نماز میں رات اور دن کے ملائکہ حاضر اور موجود ہوتے ہیں

فصل ۔ رسول اللہؐ کی نماز کا بیان جس کی صراحت بخاری اور مسلم دونوں نے کی ہے۔ ابو اسحاق نے بیان کیا۔ اسود بن یزید میرے بھائی اور دوست تھے میں نے ان سے جا کر کہا۔ ابو عمر مجھ سے رسول اللہؐ کی وہ نماز بیان کیجئے جو آپ سے حضرت عائشہ نے بیان کی تھی۔ کہنے لگے حضرت عائشہ نے فرمایا تھا کہ رسول اللہؐ اول رات میں سو رہتے تھے اور آخر شب میں بیدار ہوتے تھے پھر اگر بیوی کی ضرورت ہوتی۔ تو ضرورت پوری کر لیتے تھے اور بغیر پانی کو ہاتھ لگائے سو جاتے تھے۔ پھر جب اذان اول سنتے تھے تو اچھل جاتے تھے (حضرت عائشہ نے اٹھ کھڑے ہوتے تھے نہیں فرمایا تھا) اور بدن پر پانی بہاتے تھے (غسل کرتے نہیں فرمایا لیکن میں جانتا ہوں کہ حضرت عائشہ کی مراد اچھلنے اور پانی بہانے سے کیا تھی۔ یہ قول اسود کا ہے) اگر نہانے کی ضرورت نہ ہوتی تھی تو نماز کے لئے وضو کر کے نماز پڑھتے تھے۔

کریب مولی ابن عباسؓ کی روایت ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ ایک رات میں (اپنی خالہ) ام المومنین حضرت میمونہ کے پاس رہا میں بچھونے کے عرض میں لیٹا اور رسول اللہ اور آپ کی بی بی بستر کے طول میں لیٹے۔ رسول اللہؐ سو گئے۔ آدھی رات ہوئی یا آدھی رات سے کچھ کم و بیش وقت تھا کہ حضورؐ بیدار ہو گئے۔ دست مبارک سے آنکھوں کو مل کر نیند کا اثر دور کیا۔ پھر سورہ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھیں۔ پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور اس مشک کے پاس پہنچے جو لٹکی ہوئی تھی۔ اس سے وضو کیا اور خوب کیا۔ پھر نماز کو کھڑے ہو گئے اور میں بھی اٹھ گیا اور جو عمل حضورؐ نے کیا تھا۔ وہی کیا اور جا کر حضورؐ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا آپ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے سیدھے کان کو پکڑ کر مروڑا پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر دو رکعتیں (اور) پھر دو پڑھیں پھر دو پڑھیں پھر دو پڑھیں۔ پھر وتر پڑھ کر لیٹ گئے۔ یہاں تک کہ مؤذن آیا تو آپ نے اٹھ کر دو رکعتیں مختصر پڑھیں اور باہر تشریف لے جا کر فجر کی نماز پڑھی۔ ابو سلمہؓ کی روایت ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ میں پچھلی سحر کو رسول اللہؐ کو اپنے پاس سوتا پاتی تھی۔ یعنی وتر کے بعد (حضورؐ لیٹ جاتے تھے) مسروق کی روایت ہے حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ کو پابندی کا عمل پسند تھا۔ میں نے پوچھا رات کے کس حصہ میں حضورؐ اٹھتے تھے (فرمایا) جب مرغ کی آواز سن لیتے تھے۔

امام حسنؓ راوی ہیں۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ رات کی نماز پڑھو اگرچہ چار رکعتیں ہوں۔ رات کی نماز پڑھو

اگرچہ وہ رلعت ہو جن گھر والوں کی نمازِ شب معروف ہو یعنی جو تہجد گزار ہوں، ان کو ایک منادی پکارتا ہے. گھر والو اپنی نماز کو اٹھو. حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے رسول اللہؐ نے فرمایا. اللہ کسی چیز کی طرف ایسا کان نہیں لگاتا متوجہ نہیں ہوتا جب اس خوش آواز نبی کی آواز کی طرف کان لگاتا ہے جو خوش آوازی سے قرآن پڑھتا ہے۔

عروہ کی روایت ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے سنا کوئی شخص رات کو کوئی سورت پڑھ رہا تھا ارشاد فرمایا۔ اللہ اس پر رحمت نازل فرمائے. اس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلا دی۔ جو میں نے فلاں سورت سے حذف کر دی تھی (یعنی بھول گیا تھا) رات میں رسول اللہ کتنی نماز پڑھتے تھے۔ ابو نصر نے اپنے والد کی روایت سے بیان کیا. از محمد بن احمد بن ابوالفارس از احمد بن یوسف از احمد بن ابراہیم بن ملحان از ابو بکر از لیث از ابن ابی حبیب از عراک از عروہ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ رات کو تیرہ رکعت نماز پڑھتے تھے اور دو رکعتیں فجر کی یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ رات میں بارہ رکعت پڑھتے تھے اور ایک رکعت ملا کر (نماز کو) طاق (وتر) بنا دیتے تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ دس رکعت پڑھتے تھے اور ایک رکعت ملا کر وتر بنا دیتے تھے۔

فصل ا

نمازِ شب کی مزید تفصیل

اللہ نے اپنی کتاب میں قیام شب کرنے والوں کی ذکر کیا ہے۔ فرمایا ہے۔ كَانُوا قَلِيلًا مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ وہ رات کے تھوڑے حصے میں سوتے تھے اور سحر کو استغفار کرتے تھے ایک اور آیت ہے۔ تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا بستروں سے ان کے پہلو دور رہتے ہیں۔ وہ اپنے رب سے خوف وطمع کے زیر اثر دعا کرتے ہیں. ایک اور آیت ہے أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ بھلا جو شخص اوقات شب میں سجدہ اور قیام کی حالت میں عبادت کرتا ہے آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے. ایک اور آیت ہے وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ... (عباد الرحمٰن) وہ لوگ ہیں جو راتوں کو اپنے رب کے سامنے سجدہ کرتے اور کھڑے رہتے ہیں. ایک اور آیت ہے وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا رات کے کچھ حصہ میں تہجد پڑھا کرو. یہ نماز تمہارے لئے زائد ہے قریب ہے کہ آپ کا رب مقام محمود میں آپ کو اٹھائیگا۔

رسول اللہؐ نے فرمایا ہے جب قیامت کے دن اللہ اگلوں پچھلوں کو اکٹھا کر دیگا۔ تو ایک منادی ندا کریگا۔ وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جن کے پہلو بستروں سے الگ رہتے تھے جو اپنے رب کو خوف وطمع کے زیر اثر پکارتے تھے۔ یہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے مگر یہ تھوڑے ہوں گے۔ پھر دوبارہ منادی پکاریگا۔ وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جن کو تجارتی مال اور خرید وفروخت اللہ کی یاد

مداومل نہیں کرتی تھی۔ یہ لوگ کھڑے ہوجائیں گے۔ مگر یہ بھی تھوڑے ہوں گے۔ پھر منادی پکاریگا وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جو دکھ سکھ میں اللہ کی ثنا کرتے تھے۔ یہ لوگ کھڑے ہوجائیں گے۔ مگر یہ بھی کم ہوں گے پھران کے بعد باقی لوگوں کا حساب ہوگا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ سحری کھانے سے دن کے روزہ کے لئے اور دن کو قیلولہ کرنے سے قیام شب کے لئے مدد حاصل کرو کیونکہ (رات بھر) سونے والا (قیامت کے دن) افلاس کی حالت میں آئے گا۔ جو شخص پوری رات سوتا ہے۔ اس کے کان میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے۔ رسول اللہؐ کبھی (رات کو) بار بار ایک ہی آیت پڑھتے پڑھتے صبح کر دیتے تھے۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا ایک رات رسول اللہؐ میری جلد سے جلد ملا کر سوئے۔ پھر فرمایا عائشہ کیا تمہاری اجازت ہے کہ آج رات میں اپنے رب کی عبادت میں (مشغول) ہوں۔ میں نے عرض کیا۔ خدا کی قسم میں تو آپ کے قرب کی خواستگار ہوں۔ مگر آپ کی خواہش کو ترجیح دیتی ہوں حضورؐ اٹھکر کھڑے ہوگئے اور قرآن پڑھتے پڑھتے اتنا روئے کہ دونوں کاندھے بھیگ گئے۔ پھر بیٹھکر قرآن پڑھتے پڑھتے اتنے روئے کہ آنسوؤں سے دونوں پہلو اور کولہے تر ہوگئے۔ پھر لیٹ کر پڑھتے پڑھتے اتنا روئے کہ متصل زمین بھیگ گئی۔ اتنے میں بلالؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا اللہ نے آپ کی مغفرت نہیں کر دی ہے۔ فرمایا بلال۔ کیا میں شکر گزار نہ ہوں۔ آج رات ہی مجھ پر یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔ اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ آسمانوں کی اور زمین کی پیدائش اور رات دن کے تبادلہ میں ان دانشوروں کے لئے نشانیاں موجود ہیں جو کھڑے بیٹھے اور پہلو پر لیٹے اللہ کی یاد کرتے ہیں اور زمین و آسمان کی تخلیق پر غور کرکے کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب تو نے اس کو بیکار نہیں بنایا تو (ہر عجز و نقص سے) پاک ہے۔ ہم کو عذاب دوزخ سے بچانا۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا میں نے کبھی رسول اللہؐ کو نماز شب بیٹھکر پڑھتے نہیں دیکھا۔ جب آپ عمر رسیدہ ہوگئے۔ تو بیٹھکر نماز پڑھتے تھے۔ پھر بھی سورت کی تیس چالیس آیات رہ جاتی تھیں تو کھڑے ہوجاتے اور پڑھکر رکوع کرتے تھے۔

یعمر بن بشیر کا بیان ہے۔ عشا کے وقت میں عبداللہ بن مبارک کے دروازہ پر گیا۔ تو ان کو نماز پڑھتے پایا آپ (سورت) اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ پڑھ رہے تھے۔ جب آیت يَا اَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ پر پہنچے تو رک گئے اور اسی کو بار بار پڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ بہت سی رات چلی گئی۔ میری واپسی طلوع فجر کے وقت ہوئی۔ مگر وہ برابر اسی کو پڑھے جا رہے تھے۔ فجر کو نکلتے دیکھا آپ نے پڑھنا ختم کیا اور کہا (مجھے فریب دے رکھا ہے) تیرے حلم نے اور میری نادانی نے۔ تیرے حلم نے اور میری نادانی نے۔ میں اسی حالت میں ان کو چھوڑ کر واپس آگیا۔

رسول اللہؐ نے فرمایا سردی کی فصل مومن کے لئے بہار کا موسم ہے۔ دن چھوٹا ہوتا ہے اور وہ اس میں روزہ رکھتا ہے اور رات لمبی ہوتی ہے۔ تو وہ اس میں قیام کرتا ہے۔

حضرت ابن مسعود نے فرمایا قرآن پڑھنے والے کے لئے مناسب ہے کہ اپنی رات کو پہچانے جب لوگ سو رہے ہوں اور اپنے دن کو پہچانے جب لوگ بے روزہ ہوں اور اپنے رونے سے واقف رہے جب لوگ ہنس رہے ہوں اور اپنی پرہیزگاری کو جانے جب لوگ حرام حلال کو ملا رہے ہوں اور اپنی فروتنی کو سمجھے جب لوگ اترا رہے ہوں۔ اور اپنے غم کو پہچانے جب لوگ خوش ہو رہے ہوں اور اپنی خاموشی کی شناخت رکھے جب لوگ بیہودہ گفتگو کر رہے ہوں (یعنی رات کو نماز پڑھے دن کو روزہ رکھے گناہوں پر گریہ کرے۔ تقویٰ پر قائم رہے قصور دل پر غم کرے۔ دل میں خشوع رکھے اور بیہودہ گفتگو کے وقت خاموش رہے۔

فصل ۲

مغرب و عشا کے درمیان نماز کی فضیلت

ابو نصر نے اپنے والد کی روایت و اسناد سے بیان کیا۔ از ابو الفتح محمد بن احمد بن ابو الفوارس حافظ (بصورت تحریر) از بشر از محمد بن سلیمان مقیصی از زید بن حباب از عمر بن عبداللہ بن خثعم از یحییٰ بن ابی کثیر از ابو سلمہ از حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا اگر کسی نے مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھیں اور ان کے درمیان کلام نہیں کیا تو یہ رکعتیں بارہ سال کی عبادت کے برابر ہونگی۔ زید بن حباب کی روایت میں ہے اور ان کے درمیان کوئی بری بات نہ کی۔ کہتے ہیں کہ پہلی دو رکعتوں میں جلد جلد قل یا ایہا الکفرون اور قل ہو اللہ احد پڑھنا مستحب ہے۔ کیونکہ مغرب کی نماز کے ساتھ ہی ان کو بھی اٹھایا جاتا ہے اور باقی نماز اگر چاہے تو لمبی پڑھے۔ حضرت ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ مغرب کے بعد کسی سے بات کئے بغیر اگر کسی نے چار رکعتیں پڑھیں تو یہ رکعتیں اس کے لئے علیین میں اٹھالی جاتی ہیں اور یہ شخص اس آدمی کی طرح ہو جاتا ہے جو شب قدر میں مسجد اقصٰے کے اندر نماز پڑھتا ہے اور آدھی رات کے قیام سے یہ نماز بہتر ہے۔

ابو نصر نے اپنے والد کی روایت و اسناد سے بوساطت طارق بن شہاب حوالہ حضرت ابو بکرؓ صدیق بیان کیا صدیق اکبر نے فرمایا میں نے خود سنا رسول اللہ فرما رہے تھے جس نے مغرب کی نماز پڑھ کر اس کے بعد چار رکعتیں پڑھیں تو اس شخص کی طرح ہو گیا جس نے حج پر حج کیا ہو۔ میں نے عرض کیا اگر چھ پڑھے۔ فرمایا اس کے پچاس برس کے گناہ معاف کر دئیے جائینگے

سعید بن جبیر نے بروایت حضرت ثوبانؓ بیان کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ جو شخص جماعت والی مسجد میں مغرب و عشا کے درمیان اپنے آپ کو روکے رہے (یعنی مسجد سے نہ نکلے) اور سوائے نماز یا تلاوت قرآن کے کسی سے کوئی بات نہ کرے تو اللہ پر (مطابق وعدہ) حق ہو جاتا ہے کہ جنت کے اندر اس کے لئے دو محل بنا دے کہ ہر محل کا طول سو سال کے راستہ کے برابر ہو اور دونوں محلوں کے درمیان ایسے درخت لگا دے کہ ساری دنیا والے اگر ان کے نیچے بطور مہمان ٹھہریں تب بھی سب کی سمائی ہو جائے۔ ابو نصر نے اپنے والد کی روایت و اسناد بوساطت ہشام بن عروہ حضرت عائشہ کا قول نقل کیا ہے۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ مغرب کی نماز سے زیادہ پیاری اللہ کو کوئی نماز نہیں بندہ اسی سے اپنی رات شروع کرتا ہے ور سی یہ

دن کو ختم کرتا ہے۔ نہ مسافرت اس کا سقوط ہے نہ مقیم سے۔ جو شخص مغرب کی نماز کے بعد چار رکعتیں کسی ہم نشین سے بات کئے بغیر پڑھیگا۔ اللہ اس کے لئے دو محل موتی اور یاقوت سے مرصع کرد یگا۔ دونوں محلوں کے درمیان ایسے باغ ہوں گے کہ ان کا علم سوا خدا کے کسی کو نہیں۔ اور اگر بغیر ہم نشین سے بات کئے مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھیگا تو اس کے چالیس برس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ حضرت ابوہریرہؓ مغرب وعشا کے درمیان بارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔

ہشام بن عروہ نے بروایت عروہ حضرت عائشہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو شخص مغرب وعشا کے درمیان رکعتیں پڑھیگا۔ اللہ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دے گا۔ روایت میں آیا ہے کہ حضرت انس بن مالک مغرب اور عشا کے درمیان (نفل نماز) پڑھتے تھے اور فرماتے تھے۔ نَاشِئَۃُ اللیل (یعنی تہجد کی نماز کے قائم مقام) ہے۔

عبدالرحمن بن اسود نے اپنے چچا کا قول نقل کیا ہے۔ عبدالرحمن کے چچا نے کہا میں عشا اور مغرب کے درمیان جس وقت بھی حضرت بن مسعود کے پاس آپ کو نماز پڑھتے پایا۔ آپ فرماتے تھے یہ غفلت کی گھڑی ہے۔

کہتے ہیں اسی نماز کے متعلق آیت تتجافی جنوبھم عن المضاجع نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جس شخص نے مغرب کے بعد الم تنزیل السجدۃ اور تبارک الذی بیدہ الملک پڑھی اس نے اس رات کا حق ادا کر دیا اور قیامت کے چودھویں کے چاند کی طرح اس کا منہ ہوگا۔ اخبار مذکور میں جن رکعات کا ذکر آیا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ مسنون دوگانہ سے علاوہ ہوں اور ممکن ہے کہ ان کے ساتھ شامل ہوں۔

فصل ۳

مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں

امام احمد بن حنبل سے مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا۔ فرمایا میں ایسا نہیں کرتا اور اگر کوئی کرے تو کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ حضرت بن عمر سے اس کی بابت دریافت کیا گیا۔ فرمایا رسول اللہ کے زمانہ میں میں نے کسی کو پڑھتے نہیں دیکھا۔ حضرت بن عمر نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کی ممانعت نہیں فرمائی

روایت میں آیا ہے کہ حضرت انس نے ذکر کیا۔ رسول اللہ کے زمانہ میں غروب کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے ہم دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے (راوی کا بیان ہے) میں نے عرض کیا۔ کیا رسول اللہ نے بھی پڑھی تھیں۔ فرمایا حضورؐ ہم کو پڑھتے دیکھتے تھے۔ لیکن نہ حکم دیتے تھے نہ منع کرتے تھے۔ ابراہیم نخعی کا بیان ہے کوفہ میں بڑے بڑے بزرگ صحابی تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت حذیفہؓ بن یمان، حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابو مسعود انصاری وغیرہ لیکن میں نے مغرب سے پہلے کسی کو بھی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان نے بھی یہ نماز نہیں پڑھی۔

فصل ۴

مغرب اور عشا کے درمیان نماز پڑھنے کے ثواب کی تفصیل اور ایسا کرنیوالے کو اس فعل کی برکت سے رسول اللہ ؐ کا خواب میں دیدار ہونا

عبدالرحمن بن حبیب حارثی بصری نے سعید بن سعد کی وساطت سے ابو طیبہ کرز میں ذبرہ ابدال کا بیان نقل کیا ہے۔ کرز نے فرمایا میرے پاس میرا ایک شامی بھائی آیا اور کچھ تحفہ دینے لگا اور کہنے لگا یہ تحفہ آپ قبول کرلیں۔ بڑا اچھا تحفہ ہے میں نے کہا بھائی آپ کو کس نے دیا تھا۔ بولے ابراہیم تیمی نے میں نے کہا آپ نے ابراہیم سے پوچھا تھا کہ ان کے پاس کہاں سے آیا کہنے لگے ہاں پوچھا تھا اور انہوں نے بتایا تھا کہ میں کعبہ کے سامنے بیٹھا ہوا تہلیل (لا الٰہ الا اللہ) تسبیح (سبحان اللہ) اور تحمید (الحمد للہ) پڑھنے میں مشغول تھا۔ کہ ایک آدمی آکر سلام کرکے میرے دائیں جانب بیٹھ گیا میں نے اپنے زمانہ میں اس سے زیادہ خوبصورت خوش لباس خوشبو دار اور گورا آدمی نہیں دیکھا میں نے دریافت کیا اللہ کے بندے تو کون ہے کہاں سے آیا ہے اور کس حال میں ہے۔ بولا میں خضر ہوں تجھے سلام کرنے آیا ہوں اور اللہی تجھ سے محبت مجھے لے آئی ہے میرے پاس ایک تحفہ ہے میں تجھے دینا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا تو مجھے بتا تیرا تحفہ کیا ہے۔ خضر نے کہا سورج نکلنے اور زمین پر دھوپ پھیلنے سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے تو پڑھ لیا کر سورۂ حمد اور قل اعوذ برب الناس اور قل اعوذ برب الفلق اور قل ھو اللہ اور قل یاایہا الکافرون اور آیت الکرسی اور سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر سات سات بار اور پھر درود سات بار پھر اپنے لیے اپنے والدین اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لئے استغفار سات بار کیا کر اور استغفار کے بعد سات بار پڑھ اَللّٰھُمَّ رَبِّ افْعَلْ بِیْ وَبِھِمْ عَاجِلًا وَّاٰجِلًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مَا اَنْتَ لَہٗ اَھْلٌ وَّلَا تَفْعَلْ بِنَا یَا مَوْلٰنَا مَا نَحْنُ لَہٗ اَھْلٌ اِنَّکَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ جَوَادٌ کَرِیْمٌ بَرٌّ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ اے اللہ! اے میرے رب۔ دنیا میں فی الحال اور آخرت میں آئندہ میرے اور مومنوں کے ساتھ وہ احسان کر جس کے لائق تو ہے اور وہ (مواخذہ) نہ کر جس کے سزاوار ہم ہیں یقیناً تو غفور ہے حلم والا ہے سخی ہے داتا ہے۔ بزرگ ہے مہربان ہے اور رحم کرنے والا ہے۔ دیکھ صبح و شام اس کو پڑھنا ترک نہ کرنا۔ کیونکہ جس نے مجھے یہ تحفہ دیا ہے اس نے مجھ سے فرما دیا ہے کہ اس کو پڑھنا خواہ ساری عمر میں ایک ہی بار ہو۔ میں نے خضر سے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ یہ بتا دیں کہ یہ تحفہ آپ کو کس نے دیا۔ خضر نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ میں نے کہا۔ مجھے کچھ ایسی چیز بتا دیجئے کہ اگر اس کو میں پڑھوں تو رسول اللہ کو خواب میں دیکھوں اور خود حضور سے دریافت کروں کہ کیا یہ تحفہ سرکار نے آپ کو دیا ہے۔ خضر نے کہا اگر تو کیا تو مجھ پر جھوٹ بولنے کی تہمت رکھتا ہے میں نے کہا نہیں۔ خدا کی قسم۔ میں تو

رسول اللہ کی زبان مبارک سے سننا چاہتا ہوں۔ خضر نے کہا اگر تو رسول اللہ کو خواب میں دیکھنا چاہتا ہے۔ تو خوب سمجھ لے کہ مغرب کی نماز کے بعد عشا تک بغیر کسی سے بات کیے تو کھڑا ہو کر نماز پڑھ اور اپنی نماز کی طرف توجہ رکھ اور ہر دو رکعت پر سلام پھیر اور ہر رکعت میں سورہ حمد ایک بار اور قل ہو اللہ سات بار پڑھ۔ پھر جماعت کے ساتھ عشا کی نماز پڑھکر کسی سے بات کیے بغیر گھر آ کر وتر پڑھ لے پھر سوتے وقت دو رکعتیں پڑھ۔ ہر رکعت میں سورہ حمد اور قل ہو اللہ سات سات بار پھر نماز کے بعد سجدہ کر اور سجدہ میں سات بار استغفار کر اور سات مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پھر سجدہ سے سر اٹھا کر ٹھیک بیٹھکر دونوں ہاتھ اٹھا کر پڑھ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا اِلٰہَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ یَا رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَرَحِیْمَھُمَا یَا رَبِّ یَا رَبِّ یَا رَبِّ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ پھر کھڑا ہو جا اور قیام میں وہی دعا کر جو پہلے سجدہ میں کی تھی۔ پھر سجدہ سے سر اٹھائے اور جس جگہ چاہے قبلہ کی طرف منہ کر کے درود پڑھتے پڑھتے سو جا۔ درود برابر پڑھتا رہ یہاں تک کہ نیند سے مغلوب ہو جائے۔ میں نے کہا میری خواہش تو یہ ہے کہ جس سے آپ نے یہ دعا سنی ہے۔ وہی مجھے بھی اس کی تعلیم دیں۔ خضر نے کہا کیا تو مجھ پر جھوٹ کی تہمت رکھتا ہے۔ میں نے کہا قسم ہے اس خدا کی جس نے محمد کو برحق نبی بنا کر بھیجا میں آپ پر جھوٹ کی تہمت نہیں رکھتا۔ خضر نے کہا جس جگہ اس دعا کی تعلیم دی جا رہی تھی اور حکم دیا جا رہا تھا میں وہاں موجود تھا پس جس کو رسول اللہ نے تعلیم دی تھی میں نے اس سے اس کو سیکھ لیا۔ میں نے کہا اچھا مجھے اس دعا کا ثواب بتائیے۔ خضرؑ نے کہا جب محمدؐ سے تیری ملاقات ہو۔ تو آپ ہی سے پوچھ لینا۔ ابراہیم کا بیان ہے۔ میں نے خضر کے قول کے مطابق کیا۔ بستر پر لیٹ کر برابر درود پڑھتا رہا لیکن خضر کی تعلیم اور حضور کی ملاقات کی امید سے مجھے اتنی خوشی ہوئی تھی کہ شدت مسرت سے نیند اڑ گئی۔ اسی حال میں صبح ہو گئی اور میں فجر کی نماز پڑھکر اپنی محراب میں بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ دن چڑھ گیا اور میں نے اشراق کی نماز پڑھی مگر دل سے باتیں کرتا رہا کہ اگر آج رات کسمسندگی رہی تو گزشتہ رات کی طرح پھر پڑھونگا۔ تھوڑی دیر میں نیند کا غلبہ ہو گیا۔ اور میں سو گیا۔ نیند میں کچھ فرشتے آئے اور مجھے سوار کر کے لے چلے اور لے جا کر جنت میں داخل کر دیا۔ میں نے وہاں کچھ محل یاقوت سرخ کے اور کچھ زمرد سبز کے اور کچھ سفید موتیوں کے دیکھے۔ شہد دودھ اور شراب کی نہریں بھی دکھائی دیں اور ایک محل میں ایک جوان عورت نظر پڑی۔ جو مجھے جھانک رہی تھی۔ اس کے چہرہ کا نور سورج کی روشنی سے زائد تھا۔ اس کے گیسو محل کے اوپر سے زمین پر تک پہنچتے تھے جن فرشتوں نے مجھے جنت میں داخل کیا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا۔ یہ محل کس کے ہیں اور یہ عورت کس کے لئے ہے۔ فرشتوں نے کہا تیرے عمل کی طرح جو بھی عمل کی طرح جو بھی عمل کرے وہ اس کے لئے ہے۔ فرشتے جنت سے باہر مجھے اس وقت تک نہیں لے گئے۔ جب تک جنت کے پھل مجھے کھلا نہ دیئے اور وہاں کا شربت پلا نہ دیا۔ اس کے بعد مجھے اسی جگہ واپس پہنچا دیا جہاں میں تھا۔ اتنے میں رسول اللہؐ ستر انبیاء کو ساتھ لے کر فرشتوں کی ستر قطاریں جلوس میں لئے تشریف لے آئے ہر قطار مشرق سے مغرب تک تھی تشریف لا کر مجھے سلام علیک کہی اور میرا ہاتھ پکڑ لیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ

مجھ سے خضر نے بیان کیا کہ انہوں نے حضورؐ سے یہ بات سُنی ہے۔ فرمایا خضر نے سچ کہا ہے۔ اور جو کچھ وہ بیان کرتے ہیں حق ہوتا ہے وہ زمین والوں میں (سب سے بڑے) عالم ہیں۔ رئیس الابدال ہیں اور اللہ کے لشکر میں سے ہیں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہؐ ایسا عمل کرنے والے کا ثواب کیا ہوگا۔ فرمایا جو کچھ تو نے دیکھا اور جو کچھ تجھے دیا گیا اس سے بڑھکر اور کونسا ثواب ہوگا (تجھے جنت میں داخل کیا گیا) تو نے اپنی جگہ جنت میں دیکھ لی جنت کے پھل کھلائے اور اور وہاں کا شربت پی لیا فرشتوں کو اور انبیاء کو میرے ساتھ دیکھ لیا اور حوروں کا بھی معائنہ کر لیا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اگر کوئی شخص میرے عمل کی طرح عمل کرے اور جو کچھ میں نے خواب میں دیکھ لیا۔ وہ نہ دیکھ پائے۔ تو کیا اس کو بھی اُن چیزوں میں سے کچھ ملیگا۔ جو مجھے عطا فرمائی گئی ہیں۔ فرمایا قسم ہے اس کی جس نے مجھے برحق نبی بنا کر بھیجا اس کے تمام کبیرہ گناہ ضرور بخش دیے جائیں گے۔ اللہ اس سے اپنا غضب اور ناخوشی اٹھا لیگا اور جنت کو اگر خواب میں نہیں بھی دیکھیگا تب بھی اس کو وہی کچھ ملیگا۔ جو تجھے دیا گیا اور آسمان سے ایک منادی پکاریگا کہ اس عمل کو کرنے والے کے اور مشرق سے مغرب تک امت محمدیہ کے تمام مومن مردوں اور عورتوں کے گناہ اللہ نے بخش دیئے اور بائیں جانب والے فرشتے کو حکم دے دیا جائیگا کہ آئندہ سال تک اس کے گناہ نہ لکھنا میں نے عرض کیا میرے ماں باپ قربان یارسول اللہ قسم ہے اس خدا کی جس نے مجھے حضور کا جمال دکھایا اور جنت کا معائنہ کرایا کیا اس کے لیے یہ ثواب ہے فرمایا ہاں یہ سب اس کو دیا جائیگا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ جب تو تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کو سیکھیں اور سکھائیں کیونکہ اس میں (بڑا) ثواب اور فضیلت ہے۔ ارشاد فرمایا قسم ہے اس کی جس نے مجھے برحق نبی بنا کر بھیجا اس کو وہی شخص کریگا جس کو اللہ نے پیدا ہی سعید کیا ہوگا اور اس کو ترک وہی کریگا جو پیدائشی بدبخت ہوگا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا اس کرنیوالے کو کچھ اور بھی ملیگا۔ فرمایا قسم ہے اس کی جس نے مجھے برحق نبی بنا کر بھیجا۔ جو شخص یہ عمل ایک رات بھی کریگا۔ تو اس کے لئے ابتدائے آفرینش سے صور پھونکے جانے کے دن تک آسمان سے برسنے والے ہر قطرہ کی تعداد کے برابر نیکیاں لکھی جائیں گی اور زمین سے اگنے والے دانوں کی تعداد کے برابر اس کے اور اس تمام اگلے پچھلے مومن مردوں اور عورتوں کے گناہ مٹا دیئے جائیں گے جو ایسا کریں گے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جو شخص شب جمعہ میں دو رکعت نماز پڑھے۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور آیت الکرسی ایک ایک بار اور قل ہو اللہ احد پندرہ بار پڑھے۔ پھر نماز کے آخر میں ہزار بار اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ کہے تو وہ مجھے ضرور خواب میں دیکھیگا اور دوسرا جمعہ پورا نہ ہونے پائے گا کہ مجھے خواب میں دیکھ لیگا۔ اور جس نے مجھے دیکھ لیا اس کے لئے جنت ہے اور اس کے گذشتہ اور آئندہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

فصل ۵

عشا کے بعد نماز کا بیان

ابو نصر نے اپنے والد کی روایت، اسناد سے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا جو شخص عشا کے بعد چار رکعت نماز پڑھے گا وہ شب قدر میں کعبہ نماز پڑھنے والے کی طرح ہوگا۔ اسی طرح کعب احبارؓ کا قول ہے کہ جس نے عشا کے بعد اچھی قرأت کے ساتھ چار رکعتیں پڑھیں اس کو شب قدر کی طرح اجر ملیگا بعض علما نے کہا حضرت کعب الاحبار کی مراد یہ ہے کہ گویا شب قدر میں اس نے نماز پڑھی۔ ابو نصر نے اپنے والد کی روایت، اسناد سے بوساطت ثابت بنانی حضرت انس بن مالک کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جو شخص عشا کے بعد دو رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار، اور قل ہو اللہ احد بیس بار پڑھے اللہ اس کے لئے جنت میں دو محل بنائے گا جن کو جنت میں رہنے والے دیکھیں گے۔

فصل۔ وتر کا اصل وقت آخر شب ہے کیونکہ آخر شب کی نماز کی فضیلت پہلے گذر چکی ہے۔ نافع کی روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ سے ایک شخص نے نماز شب کے متعلق دریافت کیا۔ فرمایا دو دو رکعت پڑھو، پھر جب صبح ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت (ملاکر) پڑھ لو، یہ رکعت گذشتہ نماز کو وتر (طاق) بنا دے گی۔

حضرت عمر فاروقؓ وتر آخر شب میں پڑھتے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق اول رات میں پڑھتے تھے حضور اقدس نے دونوں سے دریافت فرمایا۔ تم وتر کس وقت پڑھتے ہو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا اول رات میں سونے سے پہلے۔ حضرت عمرؓ سے پوچھا، تم وتر کس وقت پڑھتے ہو حضرت عمرؓ نے عرض کیا آخر رات میں۔ حضور نے ابوبکر کے متعلق فرمایا یہ محتاط ہیں اور حضرت عمر کے متعلق فرمایا یہ قوی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا سمجھدار لوگ اول رات میں وتر پڑھ لیتے ہیں اور طاقت ور لوگ آخر رات میں پڑھتے ہیں۔ آخر رات میں وتر پڑھنا افضل ہے لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عمل کی وجہ سے بعض لوگوں نے آخر رات میں پڑھنے کو افضل کہا ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں اول رات میں وتر پڑھ لیتا ہوں پھر اگر بیدار ہو جاتا ہوں تو ایک رکعت پڑھکر وتر کو شفع بنا لیتا ہوں۔ اور میری یہ رکعت ایک اجنبی اونٹ کی طرح ہوتی ہے جس کو میں اس کی ساتھ والیوں کے ساتھ ملا دیتا ہوں۔ پھر اپنی نماز تہجد کے آخر میں وتر پڑھ لیتا ہوں۔ مشہور عمل حضرت عثمان کا یہ ہے کہ آپ رات بھر میں پورا قرآن ایک رکعت میں ختم کر دیا کرتے تھے، یہ ایک رکعت ہی آپ کی وتر نماز تھی۔

حضرت ابوہریرۃؓ نے فرمایا کہ مجھے میرے حبیب ابو القاسم نے تین باتوں کی وصیت فرمائی تھی۔ سونے سے قبل وتر پڑھنے کی خصوصاً اول رات وتر پڑھنے کا حکم اس شخص کے لئے ہے جو طلوع فجر سے پہلے بیدار نہیں ہوتا اس لئے اول یہی ہے کہ وتر پڑھکر سوئے

حضرت علیؓ نے فرمایا وتر کے تین طریقے ہیں۔ اگر تم چاہو تو اول رات میں وتر پڑھ لو۔ پھر دو دو رکعت نفل نماز پڑھ لو۔ اور چاہو تو وتر کی ایک رکعت پڑھکر سو رہو۔ پھر بیدار ہو جاؤ تو ایک رکعت پڑھکر اس کو شفع بنا دو۔ اس کے بعد دوسرے وتر پڑھ لو اور دل چاہے تو وتر کو آخر رات کے لئے چھوڑ دو اور تہجد کی نماز کے بعد پڑھ لو۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی روایت ہے۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا جس کو اندیشہ ہو کہ آخر رات میں بیدار نہ ہو سکیگا۔ تو اول رات میں وتر پڑھکر سو رہے اور جس کو پچھلی رات میں اُٹھنے کی امید ہو وہ وتر کو موخر کر دے کیونکہ آخر رات کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ افضل ہے۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ رسول اللہ جب آخر رات میں وتر پڑھ لیتے اور بیوی سے غرض ہوتی تو قربت کر لیتے۔ ورنہ جا نماز پر ہی لیٹ جاتے۔ یہاں تک کہ بلال حاضر ہو کر نماز (تیار ہونے) کی اطلاع دیتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ پوری رات میں وتر پڑھتے ہیں۔ اول میں بھی اور درمیان میں بھی (اور آخر میں بھی) آپ کے وتر کی آخری حد سحر تھی۔ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ (کبھی) وتر اذان کے وقت اور (فجر کی) دو رکعتیں اقامت کے وقت پڑھتے تھے۔

صحابہ کرامؓ عشاء پڑھکر دو رکعتیں پڑھتے تھے پھر چار پڑھتے تھے۔ پھر جس کی رائے ہوتی وہ وتر پڑھ لیتا اور جس کی رائے ہوتی وہ سو رہتا (پھر پچھلے وقت اُٹھ کر وتر پڑھ لیتا)

فصل۔ اگر شروع رات میں وتر پڑھ لئے ہوں۔ تو پھر تہجد کو اُٹھے تو اول پڑھے ہوئے وتر کو فسخ کر دے (اور از سر نو وتر پڑھے) یا وتر کو فسخ کئے بغیر جتنی نماز چاہے پڑھے۔ دونوں قول مروی ہیں۔ امام احمد سے ایک روایت تو عدم فسخ کی آئی ہے۔ فضل بن زیاد کی روایت میں ہے کہ آخر رات میں وتر افضل ہیں اگر کسی کو سوتے رہنے کا اندیشہ ہو تو اول رات میں وتر پڑھ لے۔ پھر آخر رات میں اُٹھ جائے تو دو دو رکعتیں پڑھ لے (کل چار) اور وتر نہ پڑھے لیکن دوسری روایت اس روایت کے خلاف ہے۔ فضل بن زیاد کا بیان ہے میں نے امام احمد سے دریافت کیا کہ کیا پچھلی رات میں اُٹھنے والا خواب سے پہلے پڑھے ہوئے وتر کو فسخ کر دے۔ فرمایا وتر کو فسخ نہ کرے لیکن اگر فسخ کر دے (اور از سر نو پڑھے) تو کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت اسامہؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے ایسا کیا ہے۔ وتر کو فسخ اور نقض کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اول رات میں اگر وتر کی ایک رکعت پڑھکر سو یا اور پھر رات میں نماز پڑھنے کے لئے اُٹھ جائے۔ تو پڑھے ہوئے وتر کو فسخ کرنے اور اس کو شفع (جفت) بنانے کی نیت سے ایک رکعت پڑھکر سلام پھیر دے۔ اس طرح پڑھی ہوئی طاق رکعت جفت ہو جائے گی۔ اس کے بعد جتنی چاہے دو دو رکعت پڑھے اور طلوع فجر سے پہلے دوگانہ کو ایک رکعت پڑھکر وتر بنا دے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ کے اس عمل سے اس کی وضاحت ہوتی ہے جس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ ایسا نہ کرے کہ اول رات میں پڑھے ہوئے ویسے ہی وتر چھوڑ دے اور دوسرے وتر مزید پڑھ لے کیونکہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے ایک رات میں دو وتر نہ ہونے چاہئیں۔ ہاں اگر پہلے پڑھے وتر کو توڑ دے اور پچھلی رات میں جتنی چاہے نماز پڑھے (پھر آخر میں وتر پڑھ لے) تو جائز ہے اس کی وجہ پہلے گذر چکی ہے۔

فصل ۶

وتر کی دعا

وتر کی تیسری رکعت میں رکوع سے سر جھکا کر کہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ الْجِدَّ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ اِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ اِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ۔ الٰہی ہم تجھ سے مدد چاہتے ہیں اور تجھ سے مغفرت کے خواستگار ہیں۔ اور تجھ پر ایمان رکھتے ہیں اور تیرا بھروسہ رکھتے ہیں اور ہر بھلائی پر تیری ثنا کرتے ہیں اور تیرا شکر کرتے ہیں ناشکری نہیں کرتے اور تیرے گنہگار کو چھوڑتے ہیں اور (اس سے تعلق) ترک کرتے ہیں۔ الٰہی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی لئے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف دوڑتے اور شتابی کرتے ہیں۔ ہم تیری رحمت سے امید رکھتے اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بدشبہ تیرا واقعی عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے۔ الٰہی جن کو تو نے ہدایت کی منجملہ ان کے مجھے بھی ہدایت دے اور جن کو تو نے آرام دیا منجملہ ان کے مجھے بھی آرام عطا کر اور جن کی تو نے کارسازی کی منجملہ ان کے میری بھی کارسازی کی اور جو کچھ تو نے مجھے عطا فرمایا اس میں برکت دے اور اپنے فیصلہ کی برائی سے مجھے محفوظ رکھ۔ بدشبہ تو حکم چلاتا ہے تیرے اوپر حکم نہیں چلایا جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ جس کو تو نے دوست بنا لیا وہ ذلیل نہیں ہوتا اور جس کو تو نے دشمن بنایا وہ عزت یاب نہیں ہوتا۔ اے ہمارے رب تو بزرگ و برتر ہے۔ الٰہی میں تیرے غضب سے تیری رضامندی کی اور تیرے عذاب سے تیری معافی کی اور تجھ سے تیری ہی پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری تعریف کی حد نہیں کر سکتا۔ تو ویسا ہی ہے جیسی تو نے اپنی تعریف کی۔ اگر دل چاہے تو دعا کے الفاظ میں اس پر اضافہ کرلے۔ پھر ایک چہرہ پر اور دوسرا سینہ پر پھیر لے۔ اگر رمضان میں امام ہو تو ہر جگہ جمع کی ضمیر کہے مثلاً اهْدِنِيْ کی جگہ اهْدِنَا۔ عَافِنِيْ کی جگہ عَافِنَا آخر دعا تک یونہی کہے۔

فصل۔ اگر تہجد گذاروں میں سے ہو اور اونگھ کا غلبہ ہو تو سو جانا مناسب ہے۔ کیونکہ صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) کی روایت ہے حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ نماز میں کسی کو اونگھ آجائے تو سو جانا چاہئے یہاں تک کہ نیند کا غلبہ زائل ہو جائے۔ کیونکہ اونگھ کی حالت میں اگر نماز پڑھیگا تو ممکن ہے کہ ارادہ استغفار کرنے کا ہو اور دینے لگے اپنے آپ کو گالیاں۔ عبدالعزیز بن صہیب راوی ہیں کہ حضرت انس نے فرمایا (ایک روز) رسول اللہ مسجد میں

تشریف لائے۔ تو دونوں ستونوں کے درمیان ایک رسی تنی ہوئی دیکھی۔ فرمایا یہ کیا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یہ زینب کی ہے وہ (رات کو) نماز پڑھتی ہیں جب سست ہوجاتی ہیں یا بدن ڈھیلا پڑجاتا ہے۔ تو ہاتھ سے اس کا سہارا لے لیتی ہیں۔ فرمایا اس کو کھول دو۔ پھر فرمایا جب تک چستی رہے نماز پڑھو یا سستی آجائے یا بدن ڈھیلا پڑے تو بیٹھ جاؤ۔

حضرت عروہ راوی ہیں کہ حضرت عائشہ کے پاس قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت موجود تھی حضور تشریف لائے اور فرمایا یہ کون ہے۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا فلاں عورت ہے۔ رات کو سوتی ہی نہیں۔ فرمایا جس عمل کی تم میں سکت ہو اس کی پابندی کرو۔ خدا کی قسم تم تھک جاؤ گے اللہ نہیں تھکیگا۔ حضرت عائشہ فرماتی تھیں اللہ کو سب سے پیارا عمل وہ ہے جس کو کرنیوالا پابندی سے کرے خواہ وہ تھوڑا ہی ہو۔ کیونکہ رسول اللہ جب لوگوں کو ان کی طاقت کے موافق عمل کا حکم دیتے تھے۔ تو وہ عرض کرتے تھے۔ یا رسول اللہ ہم آپ کی طرح نہیں ہیں۔ اللہ نے آپ کی اگلی پچھلی لغزشیں تو معاف کردی ہیں۔ لہذا ہمارا عمل سخت اور زیادہ ہونا چاہئے حضور یہ سنکر ناراض ہوجاتے کہ چہرہ مبارک پر غصہ کے آثار نمودار ہوجاتے۔ پس جس پر نیند کا اتنا غلبہ ہوجائے کہ نماز اور ذکر سے روک دے تو اس کو سو جانا ہی سنت ہے یہاں تک کہ نیند کا بوجھ اتر جائے اور عبادت کے لئے انبساط پیدا ہوجائے اور جو کچھ کہہ رہا ہو اس کو سمجھتا بھی ہو۔ حضرت ابن عباس بیٹھے بیٹھے سونے کو برا جانتے تھے۔ حدیث میں آیا ہے رات میں (نیند کی) مشقت نہ اٹھاؤ۔ بعض نیک لوگ قصد کر کے سوتے تھے تاکہ وسط شب کی عبادت کی قوت حاصل ہوجائے۔ بعض قصداً سونے کو برا جانتے تھے۔ اور جب تک نیند سے مغلوب نہ ہوجاتے نہیں سوتے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہب بن منبہ یمنی نے تیس برس زمین سے پہلو نہیں لگایا۔ آپ کے پاس چمڑے کا ایک سہارا تھا نیند سے مغلوب ہوجاتے تو اس پر سینہ رکھدیتے۔ درچند جھونکے لیکر گھبرا کر کھڑے ہوجاتے اور فرماتے تھے کسی گھر میں شیطان کو دیکھنا مجھے اتنا گوارا نہیں جتنا بستر کو دیکھنا ناگوار ہے۔ آپ کی مراد یہ تھی کہ بستر نیند کی دعوت دیتا ہے۔ کسی نے ابدال کے اوصاف دریافت کئے گئے کہے گئے ان کا کھانا فاقہ ہے (یعنی فاقہ کے بعد کھاتے ہیں) ان کی نیند مغلوب ہو کر ہوتی ہے۔ ان کا کلام ضرورت سے مجبور ہو کر ہوتا ہے ان کی خاموشی حکمت ہے اور ان کا علم قدرت ہے۔ کسی نے اہل خوف کے اوصاف پوچھے تو جواب دیا ان کا کھانا بیماروں کا کھانا ہوتا ہے (یعنی ناگواری کے ساتھ تھوڑا سا یا بالکل نہیں) اور ان کی نیند ڈوبنے والوں کی نیند ہوتی ہے۔ کوئی شخص صالحین (اولیا کرام) کے اقوال و افعال کو پیش نظر نہ رکھے۔ بلکہ رسول اللہ کے اقوال جو روایت میں آئے ہیں ان کو دیکھے کیونکہ قابل اعتماد وہی ہیں۔ یہاں تک خود ایسی حالت کو پہنچ جائے جو دوسروں سے بالکل الگ ہو۔ حضرت مسروق نے فرمایا رسول اللہ سے دریافت کیا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے فرمایا جو پابندی سے ہمیشہ کیا جائے خواہ تھوڑا ہی ہو۔ علقمہ کی روایت ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا رسول اللہ کی نماز شب کے ساتھ ہمیشہ ہوتی تھی اس لئے رسول اللہ کبھی آدھی رات تک نماز پڑھتے کبھی ایک تہائی رات کبھی آدھی رات سے کچھ زیادہ کبھی صرف چہارم رات کبھی رات کا چھٹا حصہ اس سب کا تذکرہ سورۂ مزمل میں آیا ہے۔

روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا رات کی نماز پڑھو۔ خواہ بکری دودھ دوہنے کے (وقت کے) برابر ہی ہو۔ اتنے میں
کبھی چار اور کبھی دو رکعتیں ہوتی ہیں۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا رات میں دو رکعتیں پڑھ لینا آدمی کے لئے دنیا اور موجودات
دنیا سے بہتر ہے۔ اگر امت پر مشقت کا لحاظ نہ ہوتا تو میں رات میں دو رکعتیں ان پر فرض کر دیتا حضور نے یہ سب کچھ اس
لئے کیا کہ امت پر قیام شب اور عبادت شب دشوار نہ گزرے۔ عبادت سے ان کو نفرت نہ ہو جائے۔ وہ اکتا نہ جائیں۔ سہولت
ہوتی رہے بلکہ قیام شب کی ہدایت فرمادی اور اس کی فضیلت اور ثواب بیان کر دیا۔ تاکہ صرف فرائض اور سنتوں پر ہی
اکتفا نہ کریں۔ ایک تہائی رات کا قیام (یعنی نماز) اور کم سے کم رات کے چھٹے حصے میں قیام کرنا مستحب ہے کیونکہ رسول اللہ نے کبھی
پوری رات نماز نہیں پڑھی کہ صبح تک پڑھتے ہی رہے ہوں نہ کبھی رات بھر سوئے کہ صبح تک سوتے ہی رہے ہیں۔ بلکہ رات
میں سوتے بھی تھے اور رات کو اٹھتے بھی تھے۔ کہا گیا ہے کہ اول رات کی نماز تہجد گزاروں کے لئے ہے اور وسط رات
کی نماز عبادت گزاروں کے لئے اور آخر شب کا قیام نمازیوں کے لئے اور فجر کو اٹھنا غافلوں کے لئے ہے۔

یوسف بن مہران نے فرمایا مجھے اطلاع ملی ہے کہ عرش کے نیچے ایک فرشتہ بشکل مرغ ہے جس کے پنجے موتی کے اور
ناخن سبز زمرد کے ہیں۔ ایک تہائی رات گزر جاتی ہے تو وہ بازو پھڑپھڑاتا ہے اور آواز دے کر کہتا ہے۔ نمازی اٹھ جائیں
جب آدھی رات گزر جاتی ہے تو وہ بازو پھڑپھڑاتا اور چلاتا ہے۔ تہجد گزار اٹھ جائیں۔ جب دو تہائی رات گذر جاتی ہے
تو وہ بازو پھڑپھڑاتا اور چیختا ہے۔ عبادت گذار اٹھ جائیں۔ جب فجر نکل آتی ہے تو وہ بازو پھڑپھڑاتا اور پکارتا ہے
اب غافل اٹھ جائیں اور ان کا بوجھ انہی پر رہا۔ بعض اہل عرفان کا قول ہے کہ اللہ سحر کے وقت شب بیدار دل کے
دلوں پر نظر فرماتا ہے اور نور سے ان کو بھر دیتا ہے جس کی وجہ سے ان کے دلوں پر روحانی فوائد کا نزول ہوتا ہے
اور وہ روشن ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کے دلوں سے باقی ماندہ روشنی غافلوں کے دلوں تک پہنچتی ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ کسی صدیق کو اللہ نے الہام کیا کہ میرے کچھ بندے ہیں جن کو مجھ سے محبت ہے اور مجھے ان
سے وہ میرے مشتاق ہیں اور میں ان کا وہ میری یاد کرتے ہیں اور میں ان کی وہ میری طرف دیکھتے ہیں اور میں ان کی
طرف۔ اگر تم ان کے طریقے پر چلو گے تو میں تم سے محبت کروں گا۔ اگر ان کے طریقے سے منہ موڑو گے تو تم سے نفرت
کروں گا۔ اس نے عرض کیا پروردگار ان کی نشانیاں کیا ہیں۔ فرمایا وہ دن میں (روزانہ اوقات کے لئے) سایوں کی ایسی
نگہداشت کرتے ہیں جیسے درندوں سے اندیشہ رکھنے والا چرواہا اپنی بکریوں کی۔ وہ غروب آفتاب کے ایسے مشتاق رہتے
ہیں جیسے شام کے وقت پرندے اپنے گھونسلوں کے۔ پھر جب رات چھا جاتی ہے اور تاریکی کا اختلاط روشنی سے
ہو جاتا ہے اور بستر بچھا دیئے جاتے ہیں اور چارپائیاں تیار کر دی جاتی ہیں اور ہر دوست اپنے دوست کے
ساتھ تنہائی میں ملتا ہے تو وہ میرے لئے قیام کرتے ہیں اور میرے لئے اپنے چہرے سجدوں میں بچھاتے ہیں اور میرا
کلام تلاوت کر کے مجھ سے ہم کلام ہوتے ہیں اور میرے انعام کا ذکر کر کے میری خوشامد کرتے ہیں۔ کچھ چیختے اور

روتے ہیں۔ کچھ آہ آہ کرتے اور شکوہ کرتے ہیں کچھ قیام اور قعود کرتے ہیں۔ کچھ رکوع و سجود کرتے ہیں مراد یہ کہ جو کچھ برداشت کرتے ہیں میرے واسطے برداشت کرتے ہیں اور میرے سننے کے لئے شکوہ محبت کرتے ہیں۔ میری طرف سے ان کو سب سے اول یہ مرحمت ہوتی ہے کہ میں اپنا کچھ نور ان کے دلوں میں ڈال دیتا ہوں اور وہ میری خبر کے مطابق دوسروں کو میری طرف سے بتاتے ہیں۔ دوسری مرحمت یہ ہے کہ اگر ساتوں اور جو کچھ اس میں ہے ان کی ترازوؤں میں تولے جائیں تو میں اس سب کو ان کے لئے قلیل سمجھتا ہوں۔ تیسری مرحمت یہ ہے کہ میں بذات خود ان کی طرف توجہ کرتا ہوں اب تم دیکھو جس کی طرف میں خود بذات خود متوجہ ہوں کون جانے کہ میں اس کو کیا دینا چاہتا ہوں۔

فصل۔ پوری رات کا قیام توان قوی لوگوں کا کام ہے جن پر اللہ کی پہلے سے عنایت ہو چکی ہے جن کی دوامی نگہداشت ہوتی ہے جن کے دلوں کو توفیق الٰہی اور نور جلال و جمال گھیرے ہوئے ہے اللہ نے قیام شب کو ان کے لئے اپنی اپنی بخشش اور خلعت بنا دیا ہے کہ اپنی ملاقات تک کبھی نہیں آتا۔ حضرت عثمان کے متعلق روایت میں آیا ہے۔ کہ آپ ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کرتے اور رات گذار دیتے تھے۔ تابعین میں چالیس آدمیوں کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ رات بھر عبادت کرتے اور فجر کی نماز عشا کے وضو سے پڑھتے تھے اور اس طرح چالیس سال انہوں نے گذار دیئے۔ یہ روایات صحیح اور مشہور ہیں۔ اہل مدینہ میں سے سعید بن جبیر، صفوان بن سلیم، ابو حازم، محمد بن منکدر اور اہل مکہ میں سے فضیل بن عیاض اور وہب بن منبہ اور کوفہ والوں میں سے ربیع بن خیثم اور حکم اور شام کے باشندوں میں سے ابو سلیمان دارانی اور علی بن بکار اور عبادان کے رہنے والوں میں سے ابو عبد اللہ خواص اور ابو عاصم اور اہل فارس میں سے حبیب ابو محمد اور ابو جابر سلیمانی اور بصریوں میں سے مالک بن دینار اور سلیمان تیمی اور یزید رقاشی اور حبیب بن ابی ثابت اور یحییٰ بکا وغیرہ ایسے ہی بزرگ تھے۔ رحمہم اللہ و رضی عنہم۔

فصل۔ اگر کسی کی غفلت کمال کو پہنچ گئی ہو گناہوں نے اس کو گھیر لیا ہو۔ لغزشوں اور خطاؤں نے قیام شب سے اس کو روک دیا ہو اور وہ قیام شب کا خواستگار ہو اور ان عبادت گذاروں کے گروہ میں داخل ہونا چاہتا ہو جو سحر کے وقت استغفار کیا کرتے ہیں۔ تو سونے کا ارادہ کرنے اور لیٹنے کے وقت تین مرتبہ استغفار کرے۔ پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سورہ کہف کی ابتدائی دس آیتیں اور آخری دس آیتیں پڑھے اور اٰمَنَ الرَّسُوْلُ ؕ اور قل یا ایہا الکفرون پڑھ کر اور رب اللہ اپنی نعمت عامہ اور مغفرت کاملہ اور رحمت تامہ سے اس کو بیدار کر دیگا اور قیام شب کا اہل بنا دیگا اس کے بعد وہ سوتے وقت یہ بھی کہے۔ اَللّٰهُمَّ اَيْقِظْنِيْ فِيْ اَحَبِّ السَّاعَاتِ اِلَيْكَ وَاسْتَعْمِلْنِيْ بِاَحَبِّ الْاَعْمَالِ لَدَيْكَ الَّتِيْ تُقَرِّبُنِيْ اِلَيْكَ زُلْفٰى وَتُبْعِدُنِيْ مِنْ سَخَطِكَ بُعْدًا اَسْاَلُكَ فَتُعْطِيْنِيْ وَاَسْتَغْفِرُكَ فَتَغْفِرْ لِيْ وَاَدْعُوْكَ فَتَسْتَجِيْبُ لِيْ اَللّٰهُمَّ لَا تُؤْمِنِّيْ مَكْرَكَ وَلَا تُوَلِّنِيْ غَيْرَكَ وَلَا تَرْفَعْ عَنِّيْ سِتْرَكَ وَلَا تُنْسِنِيْ ذِكْرَكَ فَلَا تَجْعَلْنِيْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ ۔ الٰہی جو وقت تجھے سب سے محبوب ہو اس وقت مجھے بیدار کر دے

اور جو عمل تجھے سب سے زیادہ پسند ہوں ان کا مجھے عامل بنا۔ جو مجھے تیرے قرب میں پہنچا دیں اور تیرے غضب سے دور
کر دیں۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں تو مجھے دیتا ہے۔ میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں تو مجھے معافی دیتا ہے۔ میں دعا کرتا
ہوں تو قبول فرماتا ہے۔ مجھے دوسرے کے سپرد نہ کر۔ مجھ سے اپنا پردہ نہ اٹھا۔ مجھے اپنی یاد فراموش نہ کرا۔ مجھے [illegible]
سے نیاز نہ کر۔ کہا گیا ہے کہ جو شخص سوتے وقت مذکورہ الفاظ میں دعا کرتا ہے۔ اللہ کے تین فرشتے نماز کے لئے اس کو بیدار کرتے
ہیں۔ اب اگر وہ نماز پڑھتا اور دعا کرتا ہے۔ تو اس کی دعا پر فرشتے آمین کہتے ہیں اور بندہ اگر نہیں اٹھتا تو فرشتے خود
عبادت کرتے ہیں اور ان کی عبادت کا ثواب اس شخص کے لئے لکھا جاتا ہے۔ روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد
فرمایا۔ جو شخص رات کو بیدار ہونے کی مسرت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہ لیٹتے وقت اس طرح کہے۔ الٰہی مجھے پوری یاد کرنے سب
شکر کرنے اپنی نماز تہجد، استغفار کرنے، قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور خوبی عبادت کرنے کے لئے خوابگاہ سے اٹھا
دے۔ پھر ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھے اور دل چاہے تو ۲۵ بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ
واللہ اکبر پڑھے۔ یہ چاروں کلمے پچیس مرتبہ پڑھے گا تو مجموعہ سو مرتبہ ہو جائے گا۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ سب سے آخر میں سوتے وقت دائیں ہاتھ پر رخسار رکھ کر لیٹتے ہوئے یہ دعا کرے کہ حضرت
مدت آپ کی۔ رسول اللہ یہ پڑھتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ
كُلِّ شَيْءٍ مُنْزِلَ التَّوْرٰتِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْفُرْقَانِ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ ذِيْ شَرٍّ
وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ
بَعْدَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَاَغْنِنَا
مِنَ الْفَقْرِ۔ اے اللہ آسمانوں کے مالک عظمت والے عرش کے مالک ہمارے مالک اور ہر چیز کے مالک تورات انجیل اور
قرآن کو نازل کرنے والے دانے اور گٹھلی کو چیرنے والے میں تیری پناہ مانگتا ہوں ہر شر والے کی شر سے اور ہر جاندار کی
شر سے جو تیری گرفت میں ہے۔ اے تو ہی اول ہے تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں تو ہی آخر ہے تیرے بعد کوئی چیز نہیں تو ہی
ظاہر ہے تجھ سے اوپر کوئی چیز نہیں، تو ہی مخفی ہے۔ تجھ سے پرے کوئی چیز نہیں۔ میرا قرض میری طرف سے ادا کر دے
اور مجھے فقر سے غنی کر دے۔

فصل۔ جس کو قیام شب اور کچھ نوافل پڑھنے کی نعمت نصیب ہو گئی ہو تو اس کو کوشش کر کے پابندی رکھنا چاہیے۔
لیکن جب قدرت ہو اور بیماری وغیرہ کا کوئی عذر نہ ہو۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے
فرمایا جس نے اللہ کی کچھ عبادت کی پھر اکتا کر اس کو ترک کر دیا تو اللہ کو اس سے نفرت ہو جاتی ہے۔ حضرت عائشہؓ
نے فرمایا کہ اگر نیند کے غلبہ یا بیماری کی وجہ سے رسول اللہ کسی رات کو نہیں اٹھتے تھے تو دن میں بارہ رکعتیں پڑھ لیا کرتے تھے۔
حدیث میں آیا ہے۔ اللہ کو سب سے پیارا عمل وہ ہوتا ہے جو پابندی سے ہمیشہ کیا جائے خواہ تھوڑا ہی ہو۔

مسئلہ۔ تہجد کے لیے اٹھنے والے کے واسطے مستحب ہے کہ یہ دعائیں پڑھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانِیْ بَعْدَ مَا اَمَاتَنِیْ وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ۔ شکر ہے اس خدا کا جس نے مارنے کے بعد مجھے زندہ کیا اور اسی کے پاس اٹھکر جانا ہے۔ پھر سورۂ آل عمران کی دس آیات پڑھے اور مسواک و وضو کرنے کے بعد پڑھے۔ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَسْأَلُکَ التَّوْبَۃَ فَاغْفِرْ لِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا شَکُوْرًا وَاجْعَلْنِیْ مِمَّنْ یَّذْکُرُکَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّیُسَبِّحُکَ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔ میں تیری پاکی اور ثنا بیان کرتا ہوں۔ سوا تیرے کوئی معبود نہیں میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور قبول توبہ کا خواستگار ہوں مجھے بخشدے اور توبہ قبول فرما بلاشبہ تو ہی توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے۔ الٰہی مجھے توبہ کرنے والوں میں سے کردے اور پاکیزہ لوگوں میں سے بنادے اور خوب صابر و شاکر کردے اور ان لوگوں میں سے کردے۔ جو تجھے بہت یاد کرتے ہیں اور صبح و شام تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہے۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَعُوْذُ بِعَفْوِکَ مِنْ عِقَابِکَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ لَآ اُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَآ اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ اَنَا عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِکَ جَارٍ فِیَّ حُکْمُکَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَآؤُکَ ھٰذِہٖ یَدَایَ بِمَا کَسَبَتْ وَھٰذِہٖ نَفْسِیْ بِمَا اجْتَرَحَتْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَّظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیَ الْعَظِیْمَ اِنَّکَ اَنْتَ رَبِّیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ سوا تنہا اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں میں تیرے عذاب سے تیری معافی کی پناہ مانگتا ہوں اور تیرے غضب سے تیری رضامندی کی پناہ مانگتا ہوں اور میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ تو ویسا ہی ہے جیسے تو نے اپنی ثنا کی۔ میں تیرا بندہ ہوں تیرا غلام زادہ ہوں میری پیشانی تیرے قبضہ میں ہے۔ مجھ پر تیرا حکم نافذ ہے۔ میرے حق میں تیرا فیصلہ سراسر انصاف ہے یہ میرے ہاتھ اپنے کئے پر گرفتار ہیں اور یہ میری جان اپنے کئے ہوئے اعمال سے وابستہ ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیری ذات پاک ہے جو کام کرنے والوں میں سے ہوں میں نے برے کام کئے اور اپنی جان پر ظلم کیا۔ میرا بڑا جرم معاف فرمادے۔ اے رب تو ہی میرا رب ہے۔ سوا تیرے گناہوں کو معاف کرنے والا کوئی نہیں۔ اور سوا تیرے کوئی معبود نہیں۔

پھر قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز کو کھڑا ہو۔ تب کہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا پھر دس بار سبحان اللہ دس بار الحمد للہ دس بار لا الٰہ الا اللہ اور دس بار اللہ اکبر کہے اور کہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ ذُو الْمَلَکُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْکِبْرِیَآءِ وَالْعَظَمَۃِ وَالْجَلَالِ وَالْقُدْرَۃِ۔

تہجد میں قیام کی حالت میں مندرجہ ذیل الفاظ (دعائیہ) بھی رسول اللہؐ سے منقول ہیں۔ اگر چاہے تو یہ پڑھے۔
اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ بَهَاءُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ زَيْنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيُّوْمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَمَنْ عَلَيْهِنَّ اَنْتَ الْحَقُّ وَمِنْكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِيْ تَقْوٰهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَعْمَالِ فَاِنَّهُ لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا فَاِنَّهُ لَا يَصْرِفُ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ اَسْاَلُكَ مَسْاَلَةَ الْبَائِسِ الْمِسْكِيْنِ وَاَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْمُفْتَقِرِ الذَّلِيْلِ فَلَا تَجْعَلْنِيْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا وَكُنْ بِيْ رَءُوْفًا رَّحِيْمًا يَا خَيْرَ الْمَسْئُوْلِيْنَ وَاَكْرَمَ الْمُعْطِيْنَ۔ اے اللہ تیرے ہی لئے ثنا ہے تو آسمان و زمین کا نور ہے۔ تیرے ہی لئے ثنا ہے تو آسمان و زمین کی رونق ہے تیرے ہی لئے ثنا ہے تو آسمان و زمین کی زینت ہے۔ تیرے ہی لئے ثنا ہے۔ تو آسمانوں کو زمین کو اور جو کچھ ان کے اندر اور اوپر ہے سب کو تھامنے والا ہے (قائم رکھے ہوئے ہے) تو ہی حق ہے اور تیرے ہی طرف سے (ہر کتاب اور فیصلہ) حق ہے تیری پیشی حق ہے۔ جنت حق ہے دوزخ حق ہے انبیا حق ہیں۔ محمدؐ حق ہیں۔ الٰہی میں تیرا اطاعت گذار ہوں۔ تجھ پر یقین رکھتا ہوں۔ تجھی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ تیری ہی قوت پر تیرے مخالفوں سے جھگڑتا ہوں۔ اور تیرے ہی طرف فیصلہ کے لئے رجوع کرتا ہوں۔ میرے اگلے پچھلے اور چھپے ظاہر گناہ بخش دے تو ہی آگے کرنیوالا اور تو ہی پیچھے کرنیوالا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ الٰہی میرے نفس کو تقویٰ عنایت کر اور اس کو نیک کر دے۔ سب سے اچھا پاک کرنے والا تو ہی ہے۔ تو اس کا مالک اور آقا ہے۔ الٰہی مجھے بہترین اعمال کی ہدایت دیدے۔ بہترین کاموں کی ہدایت دینے والا سوا تیرے کوئی نہیں اور میری طرف سے برے کاموں کو پھیر دے۔ تیرے سوا برے کاموں کا رخ پھیرنے والا کوئی نہیں۔ میں بدحال مسکین کی طرح تجھ سے بھیک مانگ رہا ہوں اور ذلیل فقیر کی طرح تجھے پکار رہا ہوں۔ پروردگار اپنی پکار میں مجھے بدنصیب نہ بنا اور مجھ پر مہربان و رحیم ہو جا۔ اے وہ ذات جو سب سوالوں سے بہتر اور ہر دینے والے سے زیادہ کریم ہے۔

ابو نصر نے اپنے والد کی روایت اسناد سے بوساطت یحییٰ بن ابی کثیر بحوالہ ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بیان کیا ہے۔ ابو سلمہ نے کہا میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ رسول اللہؐ رات کی نماز کے لئے اُٹھتے تھے۔ تو تکبیر کس طرح پڑھتے تھے اور نماز کا آغاز کیسے کرتے تھے۔ فرمایا تکبیر اور آغاز اس طرح فرماتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَائِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ

وَاِسْرَافِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ اِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

اے اللہ اے جبرئیل میکائیل اور اسرافیل کے رب اے آسمانوں کو اور زمین کو نیست سے ہست کرنے والے اے غائب و حاضر کو جاننے والے تو ہی اپنے بندوں کے اختلافات کا فیصلہ کریگا جس حق میں بندوں کا اختلاف ہے اپنے حکم سے مجھے اس کی ہدایت دے بلاشبہ تو جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے۔

فصل مستحب ہے کہ رات کی نماز کو کھڑا ہو تو دو خفیف رکعتوں سے نماز کا آغاز کرے اور نماز ہو یا تسبیح رہ جاں، جو کچھ اللہ نے اس کو نعمت عطا فرمائی ہے جب تک اس کی تکمیل سے فارغ نہ ہو جائے نہ کچھ کھائے نہ پئے کیونکہ بیدار رہنے کے بعد دل صاف اور فکر سے خالی ہوتا ہے لیکن پینے کے بعد اس کی حالت بدل جائے گی اور دریاح وغیرہ سے تاریکی پیدا ہو جائے گی۔ اس لئے اولیٰ یہی ہے کہ کھانا نہ کھائے جب تک حد سے بڑھکر بھوک پیدا نہ ہو جائے یا نفس میں دن میں بھوک پیدا ہونے کا اندیشہ ہو اور (کھانے میں تاخیر کرنے سے) طلوع فجر کا خوف ہو تو اشدید بھوک سے پہلے ہی کھالینا خوب ہے۔

فصل مستحب ہے کہ سونے سے پہلے تین سو آیات پڑھے تاکہ عبادت گذاروں کے گروہ میں شامل ہو جائے اور غافلوں میں اس کا نام نہ لکھا جائے لہذا سورۂ فرقان اور سورۂ شعراء پڑھے۔ ان دونوں سورتوں میں تین سو آیات ہیں۔ اگر ان سورتوں کو اچھی طرح نہ پڑھ سکتا ہو۔ تو سورۂ واقعہ۔ نون۔ الحاقہ اور واقع یعنی سأل سائل اور المدثر پڑھے اور یہ بھی اچھی طرح نہ پڑھ سکتا ہو تو سورۂ الطارق سے آخر قرآن تک پڑھے یہ تین سو آیات ہیں اگر ہزار آیات کی مقدار میں پڑھے گا تو بہت ہی اچھا اور بہتر ہوگا۔ اس کے لئے ڈھیروں ثواب لکھا جائے گا، اور عبادت گذاروں میں اس کا شمار کر لیا جائے گا۔ ایک ہزار آیات کی مقدار سورہ تبارک الذی سے آخر قرآن تک ہو جاتی ہے اگر تنا حصہ اچھی طرح پر نہ پڑھ سکتا ہو تو ڈھائی سو بار قل ہو اللہ احد پڑھے ہزار آیات کی میزان ہو جائے گی۔ (کیونکہ سورۂ اخلاص کی چار آیتیں ہیں) مناسب یہ ہے کہ کسی رات کو چار سورتوں کو پڑھنا نہ چھوڑے۔ الم تنزیل السجدہ سورۂ یسین حم الدخان اور تبارک الذی۔ اگر ان کے ساتھ سورۂ مزمل اور واقعہ پڑھے تو اور اچھا ہوگا۔ رسول اللہ صلعم تنزیل السجدہ اور تبارک یعنی سورۂ ملک پڑھے نہیں سوتے تھے۔ ایک حدیث میں سورۂ بنی اسرائیل اور الزمر کا ذکر آیا ہے ایک اور حدیث میں مسبحات (جن سورتوں کا آغاز تسبیح سے ہوا ہے) کا تذکرہ ہے۔ کہتے ہیں مسبحات میں ایک آیت ہے جو ایک لاکھ آیات سے افضل ہے۔

فصل قیام شب کی مددگار یہ چیزیں ہیں۔ اکل حلال۔ توبہ پر استقامت۔ وعید عذاب کا خوف۔ وعدۂ ثواب کی امید۔ شوق مشاہدہ رب کی۔ ہے پرہیز اور گناہوں پر جانا نہ رہنا۔ موت کی یاد۔ ما بعد کی فکر اور بعد موت کا حزن کی سوچ کی وجہ سے دنیا کی فکر اور محبت کو دل سے نکال دینا۔

ایک شخص نے حسن بصری سے کہا ابوسعید میں رات کو اچھی حالت میں تہجد کو اٹھنا چاہتا ہوں وضو کا پانی

تیار رکھتا ہوں پھر اٹھ نہیں سکتا اس کی کیا وجہ ہے فرمایا تیرے گناہ تجھے روک رکھتے ہیں ۔

ثوری نے کہا مجھ سے ایک گناہ ہو گیا تھا جس کی وجہ سے پانچ مہینے تک میں قیام شب سے محروم رہا۔ پوچھا گیا وہ گناہ کیا تھا۔ فرمایا میں نے ایک شخص کو روتا دیکھ کر اپنے دل میں کہا تھا کہ یہ ریاکار ہے۔ حسن بصری فرماتے تھے کہ بندہ گناہ کرتا ہے جس وجہ سے رات میں نماز سے اور دن کو روزہ سے محروم ہو جاتا ہے ۔

کہتے ہیں کہ بہت سے لقمے قیام شب سے روک دیتے ہیں اور بہت سی نگاہیں (حرام نگاہیں) قرأت قرآن سے محروم کر دیتی ہیں ۔ بندہ کچھ کھانا کھاتا ہے یا کوئی کام کرتا ہے اور اس کی وجہ سے سال بھر قیام شب سے محروم رہتا ہے ۔ بہت جستجو کے بعد مزید نقصان کی شناخت ہوتی ہے اور جستجو کی توفیق گناہ کم کرنے سے ملتی ہے ۔ ابو سلیمان کہتے تھے ۔ صرف گناہ کی وجہ سے ہی آدمی سے جماعت کی نماز چھوٹتی ہے ۔ آپ یہ بھی کہتے تھے کہ رات میں احتلام ہونا عذاب ہے اور جنابت (قرب خداوندی سے) دوری ہے ۔

قیام شب کی مددگار کھانے پینے کی کمی اور معدہ کا خالی رکھنا بھی ہے عون بن عبداللہ کی روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں کچھ لوگ عبادت کیا کرتے تھے ۔ جب ان کے سامنے صبح کا کھانا آتا تو ایک شخص کھڑا ہو کر کہتا زیادہ نہ کھانا زیادہ کھاؤ گے تو نیند زیادہ آئے گی اور زیادہ سوؤ گے تو نماز کم پڑھو گے ۔ کہتے ہیں کہ نیند کی کثرت پانی پینے کی زیادتی کی وجہ سے ہوتی ہے بعض لوگوں کا قول ہے کہ ستر صدیق اس امر پر متفق الرائے تھے کہ نیند کی کثرت پانی پینے کی زیادتی کی وجہ سے ہوتی ہے

قیام شب کا مددگار یہ امر بھی ہے کہ دل میں فکر غم اور حزن ہو اور دوامی بیداری ہو تاکہ اس سے دل میں زندگی پیدا ہو ۔ کائنات میں حکمت الٰہیہ پر ہمیشہ غور کرتا رہے ۔ دن میں قیلولہ کرے ۔ دنیوی کاموں میں اعضاء کو زیادہ نہ تھکائے ۔

اب اگر یہ صورت اختیار کرے کہ اول رات میں قیام کرے اور جب مغلوب کن نیند آ جائے ۔ تو سو جائے پھر بیدار ہو کر نماز کو کھڑا ہو جائے پھر نیند کا غلبہ ہو تو سو جائے ۔ پھر آخر رات کو اٹھ کر نماز کو کھڑا ہو جائے تو اس طرح رات میں دو بار قیام اور دو بار نیند ہو جائے گی اور رات بھر کی ریاضت ہو جائے گی ۔ مگر یہ کام بڑا سخت ہے ۔ اہل حضور بیدار رہنے والے فکر کرنے والے اور ذکر کرنے والے اس حالت کے حامل ہوتے ہیں ۔ کہا گیا ہے کہ یہ شیوہ رسول اللہ صلعم ہے ۔

کسی ایک رات میں عابد کے چند قیام اور متعدد بار نیند ہوتی ہے ۔ لیکن قیام اور خواب ٹھیک برابر برابر ہوں تو یہ صرف رسول اللہ صلعم کی ہی خصوصیت تھی ۔ کیونکہ حضور کا دل ہمیشہ بیدار رہتا تھا ۔ بوحی الٰہی آپ کو حکم دیا جاتا تھا اور مدانت کی جاتی تھی بیدار کیا جاتا اور متنبہ کیا جاتا تھا اور کروٹ دحرکت دی جاتی تھی باقی لوگ ایسا نہیں کر سکتے ۔

فصل ۔ قیام شب کرنے والے کے لئے آخر رات میں سو جانا دو وجوہ سے مستحب ہے ۔ ایک تو یہ کہ صبح کو اونگھ نہ ہو ۔ صبح کو سونا مکروہ ہے ۔ اس لئے اسلاف فجر کی نماز سے پہلے سونے کو منع کرتے تھے اور نماز کے بعد اونگھنے والے کو سو جانے کا حکم دیتے تھے حدیث میں آیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد رسول اللہ صلعم نیند کی ایک جھپک لے لیتے تھے ۔ دوسری وجہ یہ کہ آخر رات میں سونے

سے چہرہ کی زردی جاتی رہتی ہے ۔ کیونکہ اگر نیند کی تکلیف اٹھاتا رہے اور نہ سوئے تو زردی تو رہتی ہے ورنہ زردی چہرہ سے اجتناب ضروری ہے ۔ یہ مسئلہ دقیق ہے اس میں نفس کی چھپی ہوئی خواہش اور شرک خفی ہے کیونکہ زردی چہرہ کو دیکھکر اس شخص کی طرف انگلیوں سے اشارے کئے جائیں گے ۔ اس کی نیکی شب بیداری روزہ داری اور اللہ سے ڈرتے رہنے کا لوگوں کو گمان ہوگا ہم شرک دکھاوٹ اور ہر اس علامت سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں جو ریاکاری پر دلالت کرتی ہو۔

رات میں پانی کم پینا چاہیئے ۔ پانی نیند کو کھینچکر بلاتا ہے اور اس سے چہرے کی زردی بھی ہوجاتی ہے خصوصاً آخر رات میں اور نیند سے جاگتے ہی تو پینا ہی نہ چاہئے ۔ حدیث میں آیا ہے کہ آخر رات میں وتر پڑھنے کے بعد رسول اللہ دائیں کروٹ پر کچھ لیٹ جاتے تھے ۔ یہاں تک کہ بلال آتے (اور نماز کی اطلاع دیتے) تھے تو آپ نماز کے لئے تشریف لے جاتے تھے ۔

وتر کے بعد صبح کی نماز سے پہلے کچھ لیٹنا سلف کے نزدیک مستحب تھا ۔ بلکہ حضرت ابوہریرہ اور آپ کے پیرو تو سنت جانتے تھے (عام طور پر) سلف اس کو اس لئے پسند کرتے تھے کہ اصحاب مشاہدہ اور اہل حضور کے احوال میں اس سے ترقی ہوتی ہے ۔ عالم ملکوت کا کشف ہوجاتا ہے اور عالم جبروت کے طرح طرح کے علوم روشن ہوجاتے ہیں عجیب عجیب حکمتیں معلوم ہوجاتی ہیں ۔ اور اللہ نے جن نعمتوں کو ان کے مقدر اور غیب میں مقرر کر رکھا ہے ۔ ان غیبی نعمتوں کی اطلاع ہوجاتی ہے اور اہل ریاضت و مجاہدہ کو اس سے آرام و سکون ملتا ہے ۔ اسی لئے فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک نماز پڑھنے کی رسول اللہ نے ممانعت فرمائی ہے تاکہ کثرت نماز ، روزے ورد و وظیفہ والے ان اوقات میں کچھ آرام حاصل کرلیں ۔

اسی طرح نماز شب کے درمیان (یعنی ہر دو رکعتوں کے بعد) کچھ جلوس کرکے فصل کرنا مستحب ہے اور اس جلوس میں سو بار سبحان اللہ پڑھے تاکہ نماز کے لئے قوت حاصل ہو اور اعضا کو سکون مل جائے ۔ طبیعت کی تھکان دور ہوجائے اور تہجد نماز کا شوق قائم رہے ۔ ہمارا یہ قول اس آیت (کے حکم) میں داخل ہے ۔ اللہ نے فرمایا ، وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ رات کے کچھ حصہ میں اللہ کی پاکی بیان اور ستاروں کے رُخ پھیرنے کے وقت بھی ۔ دوسری آیت میں أَدْبَارَ السُّجُودِ آیا ہے یعنی نماز کے پیچھے

فصل ۔ اگر نیند یا دوسرے کام کی وجہ سے رات کی نماز فوت ہوگئی ہو اور طلوع آفتاب سے زوال تک اس کی قضا پھیر لی ہو تو اس میں وقت پر ادا کرنے والے کی طرح ہوجائیگا ۔ ابونصر نے اپنے والد کی روایت و اسناد سے بوساطت عبداللہ بن عمر حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے خود سنا رسول اللہ فرما رہے تھے ۔ ظہر سے پہلے زوال کے بعد کی چار رکعتوں کا شمار سحر کی رکعتوں کے برابر ہے ۔ حضرت عمرؓ سے حدیث کے دوسرے الفاظ اس طرح مروی ہیں ۔ حضور اقدس نے فرمایا جو شخص اپنے رات کے وظیفہ کو ادا کئے بغیر سو رہا ، یا بھول گیا ۔ پھر نماز فجر سے نماز ظہر تک اس کو پڑھ لیا ۔ تو گویا اس نے رات ہی میں پڑھا ۔

بعض علماء کا قول ہے ۔ آل رسول اللہ کا اس پر اتفاق رائے ہے کہ جس نے فوت شدہ نماز شب زوال سے پہلے پڑھ لی تو وہ ایسا ہی ہوگا ۔ جیسے رات کو بروقت پڑھنے والا ۔ لیکن اگر زوال سے پہلے نہ پڑھ سکا تو ظہر و عصر کے درمیان پڑھ لے ۔

اللہ نے فرمایا ہے۔ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ أَن يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا یعنی اللہ نے رات اور دن کو باہم ایک دوسرے کا جانشین بنایا ہے۔ ہر ایک فضیلت میں دوسرے کا قائم مقام ہے۔

فصل۔ اس تمام بیان کا حاصل یہ ہے کہ وظائف شب پانچ ہیں۔ ۱ مغرب وعشا کے درمیان ۲ عشا کی نماز کے بعد سونے کے وقت تک ۳ وسط شب میں ۴ رات کے آخر تہائی حصہ میں ۵ سحر کے آخری حصہ میں یعنی فجر صادق نکلنے سے پہلے۔ یہ پانچوں وقت صرف قرأت قرآن استغفار مراقبہ اور عبرت اندوزی کے ہیں۔ نماز کا نہیں ہے کیونکہ اندیشہ ہے کہیں نماز کے اندر فجر طلوع نہ ہو جائے کیونکہ اس وقت نماز کی ممانعت آئی ہے اسی سے نماز شب وو دو رکعت کر کے ہے۔ اگر فجر نکلنے کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت پڑھ لو اس کے ملنے سے گذشتہ نماز وتر ہو جائے گی۔ اگر سونے کی وجہ سے وتر اور وظیفہ نماز تہجد سب کچھ رہ گیا ہو تو اس وقت یعنی طلوع فجر کے وقت پڑھ لے۔ وتر کے بیان میں اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

فصل۔ دن کے وظائف پانچ ہیں۔ صبح صادق نکلنے سے طلوع آفتاب تک ۲ اشراق کی نماز اور اس کے متعلقات۔ زوال تک ۳ زوال کے بعد چار رکعتیں اچھی طرح قرأت کر کے ایک سلام کے ساتھ۔ کہتے ہیں کہ اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ۴ ظہر وعصر کے درمیان ۵ عصر کے بعد غروب تک

فصل ۶

دن کا پہلا وظیفہ

فجر کی نماز کے بعد سے سورج نکلنے تک (جا نماز پر) بیٹھے رہنا مستحب ہے۔ اس وقت اللہ کی یاد کرے۔ خواہ قرآن کی تلاوت کرے یا تسبیح پڑھے یا مراقبہ اور قلبی غور وفکر کرے یا کسی کو تعلیم دے یا کسی عالم کی صحبت میں بیٹھے یہی حکم عصر کی نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک ہے کیونکہ ان دونوں وقتوں میں نفلی نماز کی ممانعت ہے۔

ابونصر نے اپنے والد کی روایت سے بیان کیا از ابوعلی اسمٰعیل بن محمد بن اسمٰعیل ختنی از محمد بن یعقوب از حدیبہ بن خالد قیسی از حماد بن سلمہ از علی بن زید از شعبی از حضرت ابی امامہ کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا نماز فجر کے بعد سورج نکلنے تک اگر لوگوں کے ساتھ بیٹھا میں ذکر خدا کرتا رہوں اور تکبیر وتہلیل میں مشغول رہوں تو مجھے یہ عمل دو بردے آزاد کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہے اور نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک اگر ذکر خدا کرتا رہوں تو اولاد اسمٰعیل میں سے چار بردے آزاد کرنے سے مجھے زیادہ پسند ہے۔ حضرت انس ابن مالک کی روایت ہے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا بخشش رزق کی طلب میں صبح سویرے جایا کرو۔ اور غافل نہ رہو۔ حضرت انس سے اس حدیث کا مطلب پوچھ لیا تو فرمایا جب نماز فجر پڑھ چکو تو ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار لا الٰہ الا اللہ والله اکبر پڑھا کرو۔ دوسری حدیث میں ہے ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر اور آخر میں کہے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ

عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اسی طرح عصر کے بعد اور سوتے وقت بھی کرے۔ ابونصر نے اپنے والد کی روایت واسناد بروایت عروہ بن زبیرؓ بیان کیا۔ عروہ نے کہا میں نے خود سنا حضور فرما رہے تھے۔ راہ خدا میں (جہاد کے لئے) صبح یا شام کو نکلنا دنیا اور کائنات دنیا سے بہتر ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ جس میں جہاد کی استطاعت نہ ہو۔ فرمایا مغرب کی نماز پڑھکر جو شخص بیٹھا رہے اللہ کی یاد کرتا رہے۔ یہاں تک کہ عشاء کی نماز پڑھ لے اس کا یہ بیٹھنا راہ خدا میں شام کو نکلنے کی طرح ہے اور جو شخص فجر کی نماز پڑھکر طلوع آفتاب بیٹھا اللہ کا ذکر کرتا رہے۔ تو یہ فعل راہ خدا میں صبح کو نکلنے کی طرح ہوگا۔ ابونصر نے اپنے والد کی روایت واسناد سے حضرت ابوامامہ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جو شخص فجر کی نماز کے بعد دس مرتبہ پڑھتا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرِ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ تو اللہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے اس کے درجے اونچے کر دیتا ہے اور دس بردوں (کو آزاد کرنے) کے برابر ان الفاظ کا ثواب اس کو ہوتا ہے۔ اور شرک کے علاوہ اس روز کا کیا ہوا کوئی گناہ اس کو ضرر نہیں پہنچائیگا اور جو بندہ اچھی طرح وضو کرتا ہے اور امر خداوندی کے موافق منہ دھوتا ہے تو اللہ اس کے وہ تمام گناہ ساقط کر دیتا ہے جن کو اس نے آنکھوں سے دیکھا یا زبان سے بولا ہوتا ہے اور امر خداوندی کے موافق ہاتھوں کو دھوتا ہے تو اللہ اس کے وہ تمام گناہ ساقط کر دیتا ہے جن کو اس نے ہاتھوں سے پکڑا ہوتا ہے۔ پھر جب سر اور کانوں پر مسح کرتا ہے۔ تو اس کے وہ تمام گناہ ساقط کر دیتا ہے۔ جو کانوں سے سنے ہوتے ہیں۔ پھر امر خداوندی کے موافق دونوں پاؤں دھوتا ہے۔ تو اللہ وہ تمام گناہ دور کر دیتا ہے جن کی طرف پاؤں سے چلا ہوتا ہے۔ آخر نماز کو کھڑا ہوتا ہے۔ تو اس کے لئے نماز محض فضیلت (کا سبب) ہوتی ہے۔ جو بندہ باوضو اللہ کا ذکر کرنے کی حالت میں سو جاتا ہے تو بوقت بیداری جو دعا کرتا ہے قبول ہوتی ہے۔ جو بندہ راہ خدا میں ایک تیر پھینکتا ہے خواہ تیر نشانہ پر لگے یا نہ لگے ایک بردہ آزاد کرنے کا ثواب اس کو ضرور دیا جاتا ہے جس بندہ کے راہ خدا میں بال سفید ہوتے ہیں۔ اللہ قیامت کے دن اس کو نور عطا فرمائیگا جس بندہ نے کوئی بردہ آزاد کیا تو دوزخ کی آگ سے ہر ہر عضو کے بچانے کے لئے یہ فدیہ ہوگا۔

ابونصر نے اپنے باپ کی روایت واسناد سے حضرت امام حسنؑ کا قول نقل کیا ہے۔ کہ میں نے خود سنا کہ رسول اللہ فرما رہے تھے۔ جو شخص فجر کی نماز مسجد میں پڑھکر (وہیں) بیٹھا طلوع آفتاب تک ذکر کرتا رہے اور طلوع آفتاب کے بعد اللہ کی حمد کرے اور دو رکعت نماز پڑھ لے تو ہر رکعت کے عوض اللہ اس کو جنت کے اندر دس لاکھ قصر عنایت کریگا۔ ہر قصر میں دس لاکھ حوریں ہونگی اور ہر حور کے ساتھ دس لاکھ خادم ہوں گے اور اللہ کے نزدیک وہ اوابین میں سے ہو جائیگا۔

نافع نے بروایت حضرت ابن عمرؓ بیان کیا کہ رسول اللہ نماز فجر پڑھکر اپنی جگہ سے اُٹھتے نہیں تھے یہاں تک کہ نماز (شراق کی) ممکن ہو جاتی (یعنی سورج نکل آتا) حضور نے فرمایا تھا کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھکر اسی جگہ اس وقت تک بیٹھا رہے کہ اس کے لئے نماز ممکن ہو (سورج نکل آئے) تو اس کی نماز ایسی ہو جائیگی جیسے مقبول حج اور عمرہ۔ اسی لئے حضرت

ابن عمرؓ صبح کی نماز پڑھکر طلوع آفتاب تک بیٹھے رہتے تھے وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا میں سنت کی پیروی کرنی چاہتا ہوں۔

ابونصر اپنے والد کی روایت و اسناد سے بوساطت عکرمہ حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جو شخص جماعت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھکر طلوع آفتاب تک وہیں بیٹھا رہے۔ پھر طلوع آفتاب کے بعد مسلسل چار رکعتیں پڑھے۔ اول رکعت میں سورہ فاتحہ اور تین بار آیت الکرسی اور سات بار قل ہو اللہ۔ دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور والشمس وضحٰہا ایک بار تیسری رکعت سورہ فاتحہ اور والسماء والطارق ایک بار، اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور ایک بار آیۃ الکرسی اور تین بار قل ہو اللہ پڑھے تو اللہ اس کے پاس ستر فرشتے بھیجیگا۔ ہر ستر سے دس فرشتے، فرشتوں کے پاس بہشتی طباق اور بہشتی رومال ہوں گے۔ طباقوں میں اس نماز کو رکھ کر چڑھا کر لے جائیں گے اور فرشتوں کی جس جماعت کی طرف سے گذریں گے۔ وہ فرشتے اس نماز والے کے لئے استغفار کریں گے جب اللہ کے سامنے وہ خوان رکھے جائیں گے تو اللہ فرماتا ہے کہ میرے بندے تو نے میرے لئے نماز پڑھی اور میری ہی عبادت کی اب از سر نو عمل (پچھلے گناہ) میں نے معاف کر دیئے۔ یہی نماز تسریح ہے۔ اس روایت کی جس میں رسول اللہ نے اللہ کا قول نقل کیا تھا۔ اے ابن آدم شروع دن میں تو میرے لئے چار رکعتیں پڑھ۔ آخر دن میں میں تیرے لئے کافی ہو کا یعنی تیرے سب کام پورے خود کر دوں گا۔ بعض لوگوں نے اس حدیث کو نماز فجر کے فرض و سنت پر محمول کیا ہے۔ مگر صحیح وہ ہے۔ جو ہم نے بیان کیا۔

فصل۔ دوسرا ورد وظیفہ چاشت کی نماز صلوٰۃ اوابین یہی ہے۔ کیا اس نماز کو ہمیشہ پڑھنا چاہئے یا نہیں۔ ہمارے علماء کے اس میں دو قول ہیں رغبت اور نفی، اس کی اصل وہ حدیث ہے جو ابونصر نے اپنے والد کی روایت و اسناد سے ہم سے بیان کی از یحییٰ بن ابن کثیر از ابوسلمہ از حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ چاشت کی نماز اوابین کی نماز ہے۔ اسی اسناد سے دوسری حدیث میں آیا ہے حضورؐ نے فرمایا چاشت کی نماز اکثر داؤد کی نماز ہوتی تھی (یعنی حضرت داؤد اکثر پڑھا کرتے تھے)

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے رسول اللہؐ نے فرمایا جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کو ضحیٰ کہا جاتا ہے۔ قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی پکاریگا۔ وہ لوگ کہاں ہیں جو چاشت کی نماز ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔ ان کو جنت کے اندر اللہ کی رحمت سے داخل کرو۔ حضرت عمر بن خطاب اور حضرت علی کے زمانہ میں لوگ فجر کی نماز پڑھکر چاشت کی نماز کے وقت کا انتظار کرتے تھے اور صلوٰۃ ضحیٰ مسجد میں پڑھتے تھے۔

ضحاک بن قیس کی روایت ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ ایک زمانہ ہم پر ایسا بھی گذر ا ہے کہ آیت يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ یہاں تک کہ ہم نے لوگوں کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھ لیا۔ (اس سے معلوم ہوا کہ چاشت کی نماز وہی ہے جس کو اشراق کی نماز کہا گیا ہے)

ابن ابی ملیکہ کی روایت ہے حضرت ابن عباس سے چاشت کے متعلق پوچھا گیا، فرمایا اس کا ذکر تو کتاب اللہ میں ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ۔

محل بنا دیگا۔ ابونصر نے اپنے والد کی روایت و اسناد سے بیان کیا کہ حضرت ام حبیبہؓ نے فرمایا رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص بارہ رکعتیں دن کی پڑھیگا۔ اللہ اس کے لئے جنت میں مکان بنا دے گا۔

ابونصر اپنے والد کی روایت و اسناد سے بوساطت ابراہیم از پدر ابراہیم۔ حضرت ابوذر کا قول نقل کیا کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا۔ ابوذر دن کے بارہ گھنٹے ہیں تم ہر گھنٹہ کے ایک رکوع اور دو سجدے شمار کرکھو۔ ان گھنٹوں کے اندر تم سے جو گناہ ہوں گے وہ دور ہو جائیں گے۔ ابوذر جس نے دو رکعتیں پڑھ لیں وہ غافلوں میں سے نہ ہوگا اور جس نے چار پڑھ لیں اس کا نام ذکر کرنیوالوں میں لکھا جائے گا۔ اور جس نے چھ پڑھ لیں اس کو سوا شرک کے اور کوئی گناہ نہیں پہنچیگا اور جس نے بارہ رکعتیں پڑھ لیں اس کے لئے جنت میں مکان بنایا جائیگا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یک جا یا الگ الگ پڑھی جائیں، فرمایا تیرے لئے کوئی ہرج نہیں جس طرح پڑھ لے۔

فصل ۸
دن کی نماز کا وقت

دن کی نماز کے دو وقت ہیں ایک جائز دوسرا مستحب۔ جائز تو طلوع آفتاب سے ظہر تک ہے اور مستحب وہ وقت ہے کہ زوال کے قریب جب اونٹ کے بچوں کے پانوں (ریت سے) تپنے لگیں۔ اس وقت کے مستحب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت زید بن ارقمؓ نے مسجد قبا میں لوگوں کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھ کر فرمایا یہ لوگ واقف ہیں کہ یہ نماز اس وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں افضل ہے کیونکہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اوابین کی نماز اس وقت ہے جب اونٹ کے بچوں کے پانوں تپنے لگیں۔

زوال کے بعد اس نماز کا جواز اس روایت سے ثابت ہوتا ہے جس کے راوی حضرت عوف بن مالک ہیں کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا وسط آسمان سے سورج ڈھل جائے تو نماز چاشت (سُبحتہ) کا وقت ہے۔ یہ نماز مخبتین (عاجزی کا اظہار کرنے والوں) کی ہے۔ اس کو سخت گرمی میں پڑھنا افضل ہے۔

اگر کسی نے پہلے نہ پڑھی ہو تو ظہر کے بعد قضا پھیر لینا مستحب ہے۔

فصل ۹
چاشت کی نماز میں کونسی صورتیں پڑھی جائیں

روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا چاشت کی نماز سورۂ والشمس وضحٰہا اور والضحٰی سے ہونی چاہئیے۔
عمرو بن شعیب نے بروایت شعیب اور شعیب نے اپنے باپ کی وساطت سے بیان کیا کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا

جو شخص چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھے ۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار آیت الکرسی ایک بار اور قل ہو اللہ احد تین بار تو آسمان سے ستر فرشتے اتریں گے جن کے پاس سفید کاغذ اور نوری قلم ہوں گے اور اس نمازی کی نیکیاں صور پھونکنے کے دن تک لکھتے رہیں گے ۔ پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو فرشتے آئیں گے ہر فرشتہ کے پاس خلعت اور ہدیہ ہوگا اور اس کی قبر پر کھڑے ہو کر کہیں گے ۔ قبر والے اللہ کے حکم سے اُٹھ کھڑا ہو تو امن پانے والوں میں سے ہے ۔

فصل ۔ بعض صحابہ نے نماز چاشت کا انکار کیا ہے منجملہ دیگر روایات کے ایک روایت وہ ہے جس کے ناقل ہمارے علما میں سے ابن منادی ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ۔ جب سے میں اسلام لایا ہوں بغیر طواف بیت اللہ کے میں نے چاشت کی نماز کبھی نہیں پڑھی یہ یقیناً بدعت ہے ۔ مگر اچھی بدعت ہے لوگوں کی ایجاد کردہ بدعتوں میں بہت اچھی ہے ۔

حضرت ابن مسعودؓ چاشت کی نماز کے متعلق فرماتے تھے اللہ کے بندو لوگوں پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جو اللہ نے اُن پر نہ ڈالا ہو اگر تم کو ایسا کرنا ہی ہے (چاشت کی نماز پڑھنی ہی ہے) تو اپنے گھروں میں پڑھا کرو ۔

ان تمام اقوال سے صلوٰۃ چاشت کی ان فضائل کی تردید نہیں ہوتی جن کو ہم بیان کر چکے ہیں ۔ ان بزرگوں کا مقصد یہ تھا کہ چاشت کی نماز فرض نماز کی طرح نہ ہو جائے کہ لوگ اس کے واجب ہونے کا عقیدہ رکھنے لگیں اور تمام لوگ عبادت کے لئے چُست رہنے میں برابر نہیں ہیں اس لئے ان بزرگوں نے عام لوگوں کا بوجھ ہلکا کرنا اور حاجت کو آسان کر دینا چاہا ۔ اسی لئے حضرت عتبان بن مالک کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ؐ نے اپنے گھر کے اندر چاشت کی نماز پڑھی اور صحابہؓ نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھی ۔ اور حضرت عائشہؓ جب چاشت کی نماز پڑھنا چاہتی تھیں تو دروازہ بند کر لیتی تھیں اور حضرت ابن عباسؓ ایک دن پڑھتے تو دس دن چھوڑتے تھے ۔

فصل ۔ تیسرا وظیفہ ظہر سے پہلے اور ظہر کے بعد ہے ۔ ابو نصر نے اپنے والد کی روایت و اسناد سے حضرت ام حبیبہؓ کا قول بیان کیا کہ جو شخص ظہر سے پہلے چار اور ظہر کے بعد چار رکعتیں پڑھتا ہے ۔ اللہ دوزخ کے لئے اس کے گوشت کو حرام کر دیتا ہے ۔ بعض نے کہا کہ زوال کے بعد ظہر کی نماز ہونے تک آسمان اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اسی لئے کہا گیا ہے کہ اس وقت دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور اسی وجہ سے عبادت و دعا اور ذکر الٰہی کا التزام اس وقت مستحب ہے ۔

حضرت ابو ایوبؓ انصاری کی حدیث ہے کہ رسول اللہؐ ظہر سے پہلے چار رکعتیں ہمیشہ پڑھتے تھے وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا سورج ڈھلنے پر جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ظہر کی نماز ہونے تک بند نہیں کئے جاتے اس لئے میں (اس نماز کو ظہر سے) پہلے پڑھنا پسند کرتا ہوں ۔

حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ کس نماز کی پابندی رسول اللہ کو زیادہ مرغوب تھی ۔ فرمایا رسول اللہؐ ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے ۔ جن میں قیام طویل اور رکوع سجود اچھی طرح کرتے تھے ۔

فصل - چوتھا وظیفہ ظہر اور عصر کے درمیان کی نماز ہے ۔ ابونصر نے اپنے والد کی روایت سے بیان کیا ۔ از عمر بن احمد از عبداللہ بن محمدؒ از صالح بن مالک از جعفر بن عمر از یونس بن ابی عمرہ از عطاؒ از حضرت ابن عباسؓ ۔ رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا جس نے ظہر اور عصر کے درمیانی وقت کو زندہ رکھا اللہ اس کے دل کو اس روز زندہ رکھیگا ۔ جب دل مر جائیں گے ۔ حضرت ابن عمر ظہر و عصر کے درمیانی وقت کو زندہ رکھتے تھے (یعنی نماز پڑھتے تھے ۔ ابراہیم نخعی نے فرمایا ۔ علما مغرب اور عشا کے درمیان اور ظہر و عصر کے درمیان والی نماز کو نماز شب کے مثابہ قرار دیتے تھے اور بہت سے عبادت گذار ان نمازوں کے عادی تھے ۔ ظہر و عصر کے درمیان اپنے وظیفے (یعنی نمازیں) پڑھتے تھے اور اس وقت ساری مخلوق سے کٹ کر اللہ سے رشتہ جوڑ لیتے تھے ۔ یہ وقت اللہ سے خلوت کرنے کا ہے ۔ اس وقت نماز غفلت کو دور کرنے والی ہے ۔ ظہر و عصر کے درمیان مسجد میں نماز اور ذکر کے لئے بیٹھا رہنا مستحب ہے ۔ تاکہ اعتکاف اور انتظار نماز دونوں ہو جائیں ۔ سلف کا یہی طریقہ تھا ۔ لیکن اگر زوال سے پہلے نیند نہ ہوئی ہو تو اس وقت سو جائے تاکہ آئندہ رات کو نماز پڑھنے کی طاقت ہو جائے ۔ دوپہر سے پہلے سونا تو گذشتہ رات کی بیداری کی وجہ سے ہوتا ہے اور زوال کے بعد سونا آنے والی رات کے لئے ہوتا ہے ۔ آٹھ گھنٹے سے زیادہ سونا مستحب نہیں ۔ کہتے ہیں کہ اگر نیند اس سے کم ہوگی تو انتظام جسمانی میں اضطراب پیدا ہو جائیگا ۔ نیند سے بدن کو قوت اور راحت حاصل ہوتی ہے

ابونصر نے اپنے والد کی روایت و اسناد سے بوساطت سہل بن عبداللہ بحوالہ عبداللہ حضرت ابوہریرہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جو شخص ہر روز بارہ رکعتیں پڑھتا ہے اللہ اس کے لئے جنت کے اندر مکان بنا دیتا ہے فجر سے پہلے دو رکعت ظہر سے پہلے چار رکعت ظہر کے بعد دو رکعت عصر سے پہلے دو رکعت اور مغرب کے بعد دو رکعت (کل بارہ) سعید بن مسیب نے حضرت عائشہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا نمازی عصر سے پہلے برابر چار رکعت پڑھتے رہیں گے ۔ یہاں تک کہ اللہ ان کی یقینی مغفرت فرما دے گا ۔

فصل ۱۰

اوقات مذکورہ میں نوافل کی جامع حدیث

ابونصر نے اپنے والد کی روایت و اسناد سے بیان کیا از حافظ محمد بن احمد از محمد بن بدر حاری از حماد بن مدرک از عثمان بن عبداللہ شامی از محمد بن ابراہیم از عبداللہ بن ابی سعید از طاؤس از حضرت ابن عباسؓ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا جس نے مغرب کی نماز کے بعد کسی سے کلام کئے بغیر چھ رکعتیں پڑھیں اس کی یہ نماز علیین میں اٹھا لی جائیگی اور اس کا مرتبہ ایسا ہوگا جیسے کسی نے شب قدر مسجد اقصیٰ میں پائی ۔ آدھی رات قیام سے یہ نماز بہتر ہے ۔ اور

جس نے عشاء کے بعد چار رکعتیں پڑھیں اس کا مرتبہ ایسا ہو گا۔ جیسے کسی نے مسجد حرام یعنی کعبہ میں شب قدر پائی اور جو ظہر سے پہلے چار اور ظہر کے بعد چار پڑھتا ہے۔ اللہ اس کے بدن کو آگ پر حرام کر دیتا ہے اور جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتا ہے اس کے لئے دوزخ سے آزادی لکھ دیتا ہے۔

نافع نے حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا فجر کی دو رکعتیں دنیا اور کائنات دنیا سے مجھے زیادہ مرغوب ہیں۔ ابو نصر نے اپنے والد کی روایت و اسناد سے بیان کیا کہ حضرت علیؓ سے رسول اللہؐ کی نفل نمازوں کے متعلق دریافت کیا گیا فرمایا اس کی کس میں طاقت ہے۔ حضور ٹھہرے رہتے تھے اس وقت تک کہ آفتاب جتنا دائیں جانب ہوتا اتنا ہی بائیں طرف ہوتا تو عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے اور سورج دائیں بائیں برابر ہوتا۔ تو ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے اور اگر سورج ڈھلنے کے بعد (وقت کافی ہوتا) تو ظہر سے پہلے چار اور ظہر کے بعد دو اور عصر کے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ حاصل کلام یہ کہ اذان و اقامت کے درمیانی وقت میں نماز و دعا اور بارگاہ الٰہی میں زاری کرنے کو بندہ غنیمت سمجھے اس وقت دعا قبول ہونے کی امید ہے۔

فصل ۱۱

پانچواں وظیفہ

عصر کی نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک تسبیح تہلیل استغفار اللہ کی حکومت کا بغور مطالعہ (مراقبہ) تلاوت کلام غرض ذکر الٰہی کرنا چاہیئے۔ اس وقت نفل نماز کی ممانعت ہے۔

غروب سے پہلے والشمس وضحٰہا اور واللیل اذا یغشٰی اور سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھکر دن کو ختم کرے اور رات کو آغاز تلاوت قرآن اور تعوذ (اعوذ باللہ یا سورۂ فلق اور سورۂ ناس) سے کرے۔

حسن کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے رحمت خداوندی کے تذکرہ کے دوران میں فرمایا کہ اللہ نے فرمایا ہے۔ اے ابن آدم فجر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر اور عصر کی نماز کے بعد گھڑی بھر میری یاد کر لیا کر میں ان دونوں اوقات کے درمیان (یعنی دن بھر) تیرے کاموں کو سر انجام دوں گا۔

باب ۴

پنجگانہ نمازیں۔ ان کے اوقات۔ سنتیں ہر نماز کے فضائل

فصل - فرض نمازیں پانچ ہیں۔ فجر کی دو رکعتیں۔ ظہر کی چار۔ عصر کی چار۔ مغرب کی تین۔ عشا کی چار۔ کل سترہ رکعتیں ہیں۔ شب معراج میں پچاس وقت کی نماز فرض کی گئی تھی۔ پھر تو اتر پچاس کی پانچ کر دی گئیں۔ یہ اللہ کی حکمت ہے۔ بوجھ ہلکا کرنا اور ما بقی میں ساقط کردہ کے مقابلہ میں سہولت پیدا کر دینا ظاہر ہی ہے جس طرح شروع میں دس کافروں کے مقابلہ میں ایک مومن کا میدان جہاد میں ، جمار ہنا فرض تھا پھر اس حکم کو ساقط کر دیا اور دو کافروں کے مقابلہ میں ایک مومن کا ثابت قدم رہنا ضروری قرار دیا گیا۔ یا جس طرح رمضان کی راتوں میں سو کر اٹھنے کے بعد کھانا پینا اور عورتوں سے قربت کرنا حرام تھا۔ پھر اس حرمت کو ساقط کر دیا اور رمضان کی تمام راتوں میں فجر صادق تک کھانے پینے (وغیرہ) کی اجازت دیدی اور فرمایا۔ کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود۔

فصل - نفس نماز کے وجوب کی دلیل یہ آیت ہے وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ اوقات صلوٰۃ کا بیان چند آیات اور احادیث میں آیا ہے۔ آیات یہ ہیں اللہ نے فرمایا۔ فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ۔ اللہ کی پاکی بیان کرو شام کے وقت اور صبح کے وقت اور پچھلے پہر اور دوپہر کے وقت۔ شام سے مراد ہے مغرب و عشا اور صبح سے مراد فجر اور پچھلے پہر سے عصر اور دوپہر سے ظہر۔ دوسری آیت میں فرمایا۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا مسلمانوں پر نماز بوقت مقرر فرض ہے۔ ایک اور آیت میں فرمایا اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ نماز قائم کرو دن کے دونوں طرف اور رات کے کچھ اوقات میں ایک اور آیت ہے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ نماز قائم کرو آفتاب ڈوبنے پر۔ دلوک کا ترجمہ زوال بھی کیا گیا ہے۔ ایک اور آیت میں آیا ہے۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّکَ تَرْضٰی۔ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرو سورج کے طلوع اور غروب سے پہلے اور رات کے کچھ اوقات میں بھی تسبیح بیان کرو اور دن کے کناروں پر بھی۔ تاکہ تم کو رضامندی حاصل ہو۔ قتادہ نے فرمایا طلوع آفتاب سے پہلے یعنی فجر کی نماز غروب سے پہلے یعنی عصر کی نماز غروب سے پہلے یعنی عصر کی نماز اوقات شب میں یعنی مغرب اور عشا کی نمازیں۔ دن کے کناروں پر یعنی ظہر کی نماز۔ منجملہ احادیث کے حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کعبہ کے نزدیک جبرئیل نے میری امامت کی۔ سورج ڈھلے جب سایہ تسمہ برابر تھا جبرئیل نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو گیا۔ تو عصر

نماز پڑھائی۔ پھر روزہ کے افطار کے وقت مغرب کی نماز پڑھائی۔ پھر شفق چھپ گئی تو عشا کی نماز پڑھائی۔ پھر فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزہ رکھنے والے کے لئے کھانا پینا ممنوع ہو جاتا ہے۔ پھر دوسرے روز ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو گیا اور عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ دوگنا ہو۔ اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزہ دار افطار کرتا ہے۔ پھر عشا کی نماز ایک تہائی رات گئے پڑھائی۔ پھر فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جب اجالا پھیل گیا۔ پھر میری طرف رخ کر کے کہا۔ محمد یہ اوقات صلوٰۃ آپ سے پہلے پیغمبروں کے ہیں اور ان دونوں وقتوں کے درمیان (نماز کا) وقت ہے۔ یہ حدیث اوقات کی حد بندی کی اصل ہے۔ اس مسئلہ کی اور احادیث بھی ہیں جو اسی حدیث کی ہم معنی ہیں۔ اس لئے ہم نے ان کا ذکر نہیں کیا۔

فصل ۱

یہ نمازیں رسول اللہؐ سے پہلے کس کس پیغمبر نے پڑھیں؟

بعض احادیث میں آیا ہے کہ ایک انصاری نے رسول اللہؐ سے دریافت کیا کہ فجر کی نماز سب سے پہلے کس نے پڑھی۔ فرمایا آدمؑ نے سب سے پہلے پڑھی اور ظہر کی نماز ابراہیمؑ نے سب سے پہلے پڑھی جب نمرود کی آگ سے اللہ نے ان کو نجات دی تھی۔ اور عصر کی نماز یعقوبؑ نے سب سے پہلے پڑھی۔ جب جبرئیلؑ نے ان کو یوسفؑ کی اطلاع دی تھی۔ اور مغرب کی نماز داؤدؑ نے سب سے پہلے پڑھی جب اللہ نے ان کی توبہ قبول کی تھی اور عشا کی نماز سب سے پہلے یونس بن متی نے پڑھی جب اللہ نے مچھلی کے پیٹ سے ان کو ایسی حالت میں نکالا۔ جیسے مرغی کا چوزہ بغیر پروں کا ہوتا ہے اور جبرائیلؑ نے کہا ان سے کہا اللہ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ مجھے تجھ سے شرم آتی ہے کہ دار دنیا میں کس طرح میں نے تجھے دکھ دیا۔ کیا تو مجھ سے راضی ہے۔ یونسؑ نے فوراً کھڑے ہو کر چار رکعت نماز پڑھی اور کہا بدشبہ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ بدشبہ میں اپنے رب سے خوش ہوں۔

فصل۔ رسول اللہ پر سب سے پہلے فجر اور مغرب کی نماز واجب ہوئی تھی اور اسی کو ادا کرنے کا حکم ہوا تھا آیت فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ کا یہی مطلب ہے۔ پھر جب شب معراج میں حضورؐ کو معراج ہوئی تو پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔ دن کی نمازوں میں سب سے پہلی نماز فجر کی ہے۔ علماء نے دن کی نمازوں میں سب سے پہلے جو ظہر کا تذکرہ کیا ہے وہ صرف سنت کی پیروی میں ہے۔ کیونکہ اَمَّنِي جِبْرَئِيلُ عِنْدَ الْبَيْتِ فَصَلّٰى بِيَ الظُّهْرَ الخ میں ظہر کے وقت کو پہلے بیان کیا گیا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ دن کی نمازوں میں ظہر کی نماز پہلے فرض ہوئی تھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ فجر کی نماز سب سے پہلے حضرت آدمؑ نے پڑھی تھی اور آپ انسانوں میں سب سے پہلے نبی تھے جن کو اس میں پڑھایا گیا اس سے معلوم ہوا کہ فجر کی نماز ہی سب سے پہلے فرض کی گئی۔

فصل ۲

نمازِ فجر کا وقت

فجر کا اول وقت وہ ہے۔ جب فجرِ صادق کی پو پھٹکر انتہائی مشرق میں پھیل کر قبلہ کی طرف پیچھے کی جانب جاتی ہے یہاں تک کہ اونچی ہو کر سارے افق پر چھا جاتی ہے۔ پھر پہاڑوں اور اونچے مکانوں کی چوٹیوں پر پھیل جاتی ہے اور فجر کا آخری وقت وہ کھلا ہوا اُجالا ہے۔ کہ نماز کا سلام پھیرتے ہی سورج کا نارہ برآمد ہو جائے۔ ان دونوں حدود کے درمیان وسیع وقت ہے۔ فجر کی نماز کو صبح کی نماز یا فجر کی نماز کہنا مستحب ہے۔ صلاۃ غداۃ نہ کہا جائے کیونکہ اللہ نے وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ (نمازِ فجر) اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ (نمازِ فجر) كَانَ مَشْهُوْدًا۔ فرمایا ہے یعنی فجر کی نماز میں رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اس لئے فجر کی نماز رات والے فرشتوں کے صحیفہ میں بھی لکھ لی جاتی ہے اور دن والے فرشتوں کے جسٹر میں بھی بالکل ابتدائی وقت میں جب اندھیرا ہی ہو۔ نمازِ فجر پڑھنا افضل ہے۔ ہمارے قول کی دلیل حضرت عائشہؓ کا وہ قول ہے جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ رسول اللہ کے زمانہ میں عورتیں آکر حضور کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتی تھیں اور چادروں میں لپٹی ہوئی واپس چلی جاتی تھیں اور صبح کے اندھیرے میں ان کو کوئی شناخت بھی نہیں کرتا تھا۔

ہمارے امام احمد بن حنبل سے ایک اور قول بھی منقول ہے کہ مقتدیوں کے حال کو دیکھنا چاہئے اگر مقتدی روشنی پھیلنے کے بعد آتے ہیں تو خوب روشنی پھیلے نماز پڑھنی افضل ہے تاکہ جماعت زیادہ ہو جائے اور ثواب بڑھ جائے۔

فجرِ اول (صبحِ کاذب) قابلِ لحاظ نہیں ہے اس کے طلوع سے نہ کسی حکم کا وجوب ہوتا ہے نہ کسی چیز کی ممانعت۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ فجریں دو ہوتی ہیں۔ جس فجر کی وجہ سے نمازِ فجر درست اور (روزہ رکھنے والے کے لئے) کھانا پینا ممنوع ہو جاتا ہے۔ وہ وہی ہے جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھیل جاتی ہے یہی (صائم کے لئے کھانا پینا) حرام کر دیتی ہے۔ بعض علماء نے دونوں فجروں کے احوال اور حدود بیان کئے ہیں کہ پانچویں زمین اور روئے زمین کی بالائی سطح سے نیچے تیسرا طبقہ) کی آڑ سے جب سورج اوپر کو اٹھتا ہے تو اس کی پیش رو کرنیں وسطِ آسمان پر ضیا افگن ہوتی ہیں اور فجرِ اول جتنی دیر باقی رہتی ہے۔ اتنی ہی دیر تک باقی رہتی ہیں۔ آسمان پر یہ روشنی رات کے آخری تہائی [illegible] ہوتی ہے یہی فجرِ کاذب ہے۔ کچھ دیر کے بعد پھر سیاہی لوٹ کر آجاتی ہے۔ کیونکہ آفتاب اس حصہ آسمان میں [illegible] ہے جو نچلا اور جھکا ہوا ہے (یعنی زمین کے اوپر رہنے والوں کو وہ حصہ نظر نہیں آتا) چھٹی زمین (یعنی اس مسکونہ زمین سے نیچے دوسرا طبقہ) سورج اور روشنی کے درمیان آڑ بن جاتی ہے۔ اس لئے آسمان پر جو روشنی نمودار تھی وہ جاتی رہتی ہے۔ فجرِ ثانی (صبحِ صادق) سورج کی شفق پھٹ کر نکلنے کو کہتے ہیں۔ سورج کی اول شفق اس سفیدی کے ظہور کا نام ہے جس کے نیچے دوسری شفق یعنی سرخی ہوتی ہے یہی سرخی آخر رات کے وقت سورج کی کرنوں کا [illegible]

ہوتی ہے۔ اس کے بعد سورج کی ٹکیہ برآمد ہو جاتی ہے۔ سورج جب اس ساتویں زمین (مسکونہ) کی سطح پر پرتو افگن ہوتا ہے اور اس کی آسمان کے دامن یعنی نیچے والے آسمان سے (جو اس زمین پر رہنے والوں کو نظر نہیں آتا) پھوٹ کر نکلتی ہیں تو پہاڑوں سمندروں اور اونچے ملکوں پر چھا جاتی ہیں اور وسط آسمان تک عرض میں پھیل جاتی ہیں۔ اول فجر کی شعاعیں طول میں پھیلتی ہیں اور یہ شعاعیں عرض میں پھیلتی ہیں اور اس طرح پھیل کر سارے افق میں منتشر ہو جاتی ہیں۔ سورج کی دو شفقیں ہوتی ہیں۔ ایک طلوع کے وقت دوسری غروب کے وقت۔

فصل۔ سورج ڈھلنے پر ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور ظہر کا آخر وقت وہ ہوتا ہے۔ جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو جائے اول وقت میں ظہر پڑھنا افضل ہے۔ ہاں اگر کوئی جماعت کے ساتھ پڑھنے کے لئے جانا چاہتا ہو اور سخت گرمی یا ابر ہو تو اس کے لئے تاخیر افضل ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ ظہر کی نماز خنکی میں پڑھو۔ گرمی کی شدت جہنم کی لپیٹ سے ہوتی ہے دوسری روایت حضرت بلال کی ہے حضرت بلالؓ نے فرمایا میں نے ظہر کی نماز (تیار ہونے) کی حضور کو اطلاع دی۔ فرمایا خنکی ہونے دے۔ دیر کے بعد میں نے دوبارہ اطلاع دی فرمایا خنکی ہونے دے۔ تیسری بار میں نے اطلاع دی۔ تب بھی فرمایا ٹھنڈک ہونے دے۔ یہاں تک کہ ٹیلوں کے سائے ہمیں دکھنے لگے۔ پھر فرمایا گرمی کی شدت جہنم کی لپیٹ سے ہے گرمی سخت ہو تو ٹھنڈک ہونے دیا کرو۔

زوال کی شناخت کا بیان

سورج زوال سے پہلے ٹھہرا ہوا ہوتا ہے۔ اگر ذرا بھی ڈھل جائے تو یہ ظہر کا وقت ہو جاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ سورج تسمہ برابر ڈھل جائے۔ تو ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو جائے تو ظہر کا وقت آخر ہو جاتا ہے اور عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اگر اس کی شناخت چاہتے ہو تو سایہ کی پیمائش کرو۔ کوئی ستون کھڑا کرو یا خود سیدھے کسی ٹھیک ہموار زمین میں کھڑے ہو جاؤ۔ جہاں تک سایہ پڑ رہا ہو اس پر نشان لگا دو۔ کوئی لکیر کھینچ دو۔ پھر سایہ کے گھٹاؤ بڑھاؤ کو دیکھو۔ اگر سایہ کم ہو جائے۔ تو سمجھ لو ابھی زوال نہیں ہوا اگر سایہ گھٹتا بڑھتا نہ ہو ٹھہرا ہوا ہو تو یہ ٹھیک نصف النہار ہے۔ اس وقت نماز درست نہیں ہے اگر سایہ کچھ بڑھنے لگے تو سمجھ لو سورج ڈھل گیا۔ اب مقررہ نشان یا کھینچی ہوئی لکیر سے آگے سایہ کو دیکھو۔ اب اگر اصل سایہ سے ایک مثل آگے بڑھ جائے تو یہ آخر وقت ظہر ہے اور ایک مثل سے کچھ بھی بڑھ جائے تو اول وقت عصر ہو جائیگا۔ پھر اگر سایہ کا طول اتنا ہی اور بڑھ جائے یعنی اصل سایہ کے دو مثل ہو جائے تو عصر کا آخر وقت ہوگا۔ اس کے آگے غروب تک صرف ضرورت (مجبوری) کا وقت ہے۔ اسی طرح اگر تم خود دھوپ میں سیدھے ٹھیک ہموار زمین پر کھڑے ہو جاؤ تو جہاں تک سایہ پڑ رہا ہو اس پر نشان لگا دو۔ اس نشان سے آگے اگر یہ سایہ بڑھ جائے تو زوال ہو گیا۔ نشان سے کم ہو تو ابھی زوال کا وقت ہے۔ نشان پر ٹھہرا یا نہ گھٹا نہ بڑھا تو یہ وقت توقف ہے۔

تمہارے قیام اور طول کی شناخت اس طرح ہوگی کہ جتنی زمین پر تم کھڑے ہوگے اس کو چھوڑ کر تمہارا طول سات قدم کے برابر ہوگا۔ اگر تم سورج کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوجاؤ اور پیچھے سایہ کی انتہا یعنی سات قدم پر تم کسی سے نشان بنوا دو۔ اب ایڑی سے اس نشان تک سایہ اصلی کے سوا سات قدم مسافت ہو تو یہ (ایک مثل ہوا اور) ظہر کا وقت ہے ابھی عصر کا وقت نہیں آیا۔ اگر سات قدم سے سایہ زیادہ ہوگیا تو سمجھ لو کہ عصر کا وقت ہوگیا۔

فصل۔ کوئی ستون قائم کرنا یا قدموں سے مسافت کو ناپنا جو کچھ ہم نے بیان کیا اس میں سردی اور گرمی کے موسم کے اختلاف سے کمی بیشی ہوجاتی ہے۔ جاڑوں میں سایہ میں زیادتی ہوتی ہے کیونکہ سورج وسط آسمان تک نہیں اُٹھتا۔ بلکہ وسط سے بچکر چلتا ہے یوں کہو کہ آسمان کے دامن میں چلتا ہے اور آدمی سے ایک رخ پر ہوتا ہے ٹھیک سر پر نہیں ہوتا اور گرمی کے موسم میں سایہ چھوٹا ہوتا ہے کیونکہ سورج وسط آسمان پر پہنچتا اور ٹھیک سر پر آجاتا ہے افق سے سورج اُٹھتا ہے تو سایہ بڑا لمبا ہوتا ہے۔ پھر جتنا چڑھتا جاتا ہے سایہ گھٹتا جاتا ہے۔ اُٹھتے اُٹھتے جب وسط آسمان تک پہنچ جاتا ہے تو قیام کی حالت پیدا ہوجاتی ہے (یہی وقت توقف ہے) لیکن رفتار برابر جاری رہتی ہے اور سورج مغرب کی طرف اتر جاتا ہے اور اصل سایہ میں طول شروع ہوجاتا ہے۔ اس نزول کو زوال کہتے ہیں۔ اسی طرح شہروں کے محل وقوع کے اختلاف سے بھی سایہ میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ مکہ اور مکہ کی اطراف کی بستیوں میں سورج کا سایہ چھوٹا ہوتا ہے یہاں تک کہ (توقف کے وقت) سایہ بالکل نہیں رہتا۔ اور جو ملک وسط فلک سے دور ہیں۔ جیسے خراسان اور اطراف خراسان وہاں سردی گرمی دونوں میں سایہ لمبا ہے۔ وہاں گرمی کے زمانہ میں سورج کا (اصلی) سایہ اتنا ہوتا ہے۔ جتنا دوسرے شہروں میں جاڑے کے زمانہ میں۔

فصل ۳

زوال کے وقت سایہ کتنے قدم ہوتا ہے؟

علماء سلف نے ذکر کیا ہے کہ ماہ اساڑھ میں سایہ دو قدم رہ جاتا ہے تو زوال ہوجاتا ہے اور ماہ پوس میں اکثر آٹھ قدم سایہ ہوتا ہے کہ زوال ہوتا ہے اور کنوار میں پانچ قدم سایہ پر زوال ہوتا ہے اور کارتک میں چھ قدم سایہ پر زوال ہوتا ہے اور اگن میں سات قدم پر اور پوس میں آٹھ قدم پر اس ماہ میں دن بہت ہی چھوٹا اور رات انتہائی حد تک بڑی ہوتی ہے۔ اس کے بعد سایہ گھٹتا اور دن بڑھتا جاتا ہے۔ چنانچہ ماگھ کے مہینے میں سات قدم پر زوال ہوتا ہے اور پھاگن میں چھ قدم پر اور چیت میں پانچ قدم پر اس زمانہ میں دن رات برابر ہوتے ہیں۔ پھر چیت میں زوال چار قدم پر ہوتا ہے اور جیٹھ میں تین قدم پر اور اساڑھ میں دو قدم پر۔ یہ زمانہ دن کے انتہائی طول اور رات کے آخری حد تک چھوٹے

ہونے کا ہوتا ہے اور کم ترین سایہ (اصلی) پر سورج کا زوال ہوتا ہے۔ دن ۱۵ گھنٹے کا اور رات نو گھنٹے کی ہوتی ہے۔ ساون کے زوال تین قدم سایہ پر اور بھادوں میں چار قدم پر اور کنوار میں پانچ قدم پر ہوتا ہے اس زمانہ میں رات دن برابر ہوتے ہیں سفیان ثوری کا قول مروی ہے کہ آفتاب کا زوال زیادہ سے زیادہ سات قدم پر اور کم سے کم ایک قدم پر ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ رسول اللہ کے ساتھ ہم ظہر کی نماز ہم گرمی کے موسم میں تین قدم سے پانچ قدم تک سایہ ہونے کے وقت پڑھتے تھے اور سردی کے زمانہ میں پانچ قدم سایہ ہونے پر۔

فصل بعض علماء نے سایہ کے گھٹنے بڑھنے کی ایک اور صورت بیان کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ جیٹھ کی ۱۹ تاریخ کو انسان ہو یا کوئی اور چیز سب کا اصلی سایہ تین قدم ہوتا ہے اور اسی پر زوال ہوتا ہے کیونکہ اس دن سورج کا زوال ہر چیز کے ۳ حصوں پر ہوتا ہے۔ پھر سایہ گھٹنے لگتا ہے۔ آخر ۱۹ اساڑھ کو دن انتہائی لمبا اور رات انتہائی چھوٹی ہو جاتی ہے۔ اور آفتاب کا زوال اس وقت ہوتا ہے۔ جب آدمی کا سایہ آدھا قدم رہ جاتا ہے۔ پھر سایہ بڑھنے لگتا ہے۔ ہر ۲۶ دن گذرنے پر سایہ ایک قدم بڑھ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ۱۹ کنوار کو رات دن برابر ہو جاتے ہیں اور زوال آفتاب تین قدم سایہ پر ہوتا ہے پھر سایہ بڑھتا رہتا ہے اور پھر چودہ دن گزرنے پر سایہ ایک قدم بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ ۱۹ پوس کو رات انتہائی لمبی اور دن انتہائی چھوٹا ہوتا ہے اور زوال ساڑھے سات قدم پر ہوتا ہے۔ یہ مسافت زوال کے لئے سب سے بڑی ہے۔ اس کے بعد ہر چودہ دن میں سایہ ایک قدم بڑھ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ۱۹ چیت کو رات دن برابر ہوتے ہیں اور زوال تین قدم سایہ پر ہوتا ہے۔ اس وقت آفتاب موسم گرما میں داخل ہو جاتا ہے (گویا) گرمی اور برسات میں ہر ۲۶ دن میں سایہ ایک قدم بڑھ جاتا ہے اور بہار و سرما میں ہر چودہ دن میں اسی قدر سایہ میں زیادتی ہوتی ہے۔

فصل ہمارے بعض مشائخ نے شناخت کا ایک اور طریقہ بیان کیا ہے کہ قدم آدمی کے قد کا ساتواں حصہ ہوتا ہے پورے چیت میں زوال تین قدم سایہ پر ہوتا ہے۔ اس ماہ میں اول وقت عصر ساڑھے نو قدم سایہ پر ہوتا ہے (اصل اور بڑھا ہوا سایہ ملا کر ساڑھے نو قدم ہوتا ہے) اور پورے ساون میں ظہر کا اول وقت چار قدم سایہ پر ہوتا ہے اور عصر کا اول وقت ساڑھے دس قدم پر۔ پورے بھادوں میں ظہر کا اول وقت پانچ قدم پر اور عصر کا اول وقت ساڑھے گیارہ قدم پر ہوتا ہے پورے کنوار میں ظہر کا اول وقت چھ قدم پر اور عصر کا آغاز وقت ساڑھے بارہ قدم پر ہوتا ہے۔ پورے کارتک میں ظہر کے وقت کا آغاز ساڑھے تیرہ قدم پر ہوتا ہے۔ پورے اگن میں ظہر کا ابتدائی وقت آٹھ قدم پر اور عصر کے وقت کا آغاز ساڑھے چودہ قدم پر ہوتا ہے۔ سارے پوس میں ظہر کے وقت کا آغاز ساڑھے دس قدم پر اور عصر کا آغاز سترہ قدم پر ہوتا ہے۔ پورے ماگھ میں ظہر کے وقت کا آغاز نو قدم پر اور عصر کا آغاز پندرہ قدم پر ہوتا ہے۔ پورے پھاگن میں ظہر کا آغاز ساڑھے سات قدم پر اور عصر کا آغاز ساڑھے چودہ قدم پر ہوتا ہے۔ پورے چیت میں ظہر کا آغاز چھ قدم پر اور عصر کا آغاز ساڑھے بارہ قدم پر ہوتا ہے پورے بیساکھ میں ظہر کا آغاز ساڑھے چار قدم پر اور عصر کا آغاز گیارہ قدم پر ہوتا ہے۔ پورے جیٹھ میں ظہر کا آغاز ساڑھے تین قدم پر اور

عصر کا آغاز دس قدم پر ہوتا ہے۔ سال کے پورے مہینوں میں مقدار زوال کی یہ فہرست ہے اور جو چیز ہمارے علم کی رسائی اور احساس کی پہنچ سے خارج ہے اللہ ہی اس سے بخوبی واقف ہے۔

فصل ان بیانات سے زوال کی شناخت اور حد بندی کوئی آخری قطعی چیز نہیں۔ صرف شناخت کا ایک ذریعہ ہے جس کو ہر آدمی نہیں حاصل کرسکتا بلکہ (قاعدہ یہ ہے) جس شخص کو زوال کا غالب گمان اور یقین ہو جائے اس پر نماز ظہر ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ اوقات کو پہچاننے والے آدمی تین طرح کے ہوتے ہیں ۱۔ وہ لوگ جن پر اوقات کا یقینی علم فرض ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو گھنٹہ، منٹ اور ستاروں کی رفتار سے واقف ہوتے ہیں۔ ان ذرائع سے ان کو اوقات کا یقینی علم ہو جاتا ہے ۲۔ وہ لوگ جن کا فرض صرف کوشش کرنا اور اوقات کی شناخت اور اپنے کام کی مقدار یا دوسرے لوگوں کے کام کی مقدار سے حاصل کرنا ہے۔ یہ گروہ ان پیشہ وروں کا ہے جو اوقات سے ناواقف ہوتے ہیں لیکن اگر اجتہاد رائے کرتے ہیں تو صرف اپنے کاموں کی مقدار سے اوقات کو پہچانتے ہیں۔ مثلاً روٹی پکانے والے کی عادت یہ ہو کہ وہ ظہر تک آنے کی ایک مخصوص مقدار کی روٹیاں پکا لیتا ہو (اور مقدار مخصوص وہ پکالے اس سے وہ رائے قائم کریگا کہ ظہر کا وقت ہو گیا) یا آٹا پیسنے والا ظہر تک ایک پیمانہ غلہ پیستا ہو (اور مقدار مخصوص پیس چکے) اس طرح تاخیر کار کی مدد سے پیشہ ور وقت کی شناخت کر لیتا ہے اور نماز پڑھ لیتا ہے۔ (اندازۂ کار سے اندازۂ وقت کی ضرورت اس لئے ہے کہ) ابر کے دن سورج نہ ہونے کی وجہ وقت چھوٹا معلوم ہوتا ہے اور آدمی وقت کی صحیح نگہداشت نہیں کرسکتا۔ یا یوں کہو کہ نگہداشت وقت سے عاجز رہتا ہے اسی طرح اوقات شناس مؤذن کی اذان یا ایسے مؤذن کی اذان سے جو (خود تو وقت کو نہیں پہچانتا مگر) کسی اوقات شناس شخص کی اجازت سے اذان دیتا ہے آدمی نماز کو کھڑا ہو جاتا ہے ۳۔ وہ شخص جس کا فرض محض فکری اجتہاد ہے۔ یہ شخص اس وقت تک نماز کو موخر کرتا ہے جب تک وقت ہو جانے کا اس کو غالب گمان نہ ہو جائے۔ جیسے وہ لوگ جو کسی ایسی جگہ بند اور قید ہوں جہاں نہ کسی دلیل سے وقت کو پہچان سکتے ہوں نہ کسی کی اطلاع سے، نہ اذان سن کر (یہ لوگ بھی وقت کی شناخت محض گمان غالب سے کرتے ہیں) کیونکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے جب تم کو کسی کام کا حکم دوں تو جتنا کرسکو کرو۔

فصل یقینی طور پر زوال کی پہچان باریک بھی ہے اور مشکل بھی۔ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت جبرائیل سے دریافت کیا۔ کیا سورج ڈھل رہا ہے۔ جبرئیل نے کہا نہیں۔ ہاں حضور نے فرمایا یہ کیسے (یعنی نہیں اور ہاں۔ یہ دونوں باتیں کیسی) حضرت جبرئیل نے کہا نہیں ہاں کہتے کہتے پچاس ہزار فرسخ کی مسافت طے کرلی۔ رسول اللہؐ نے حضرت جبرئیل سے زوال آفتاب کا سوال کیا تھا مطلب یہ کہ اللہ کے علم میں زوال آفتاب ہو گیا یا نہیں۔ بہرحال اگر تم قبلہ رُو کھڑے ہو اور گرمی کے زمانہ میں سورج دائیں ابرو پر ہو۔ تو بلاشبہ زوال ہو گیا۔ ظہر کی نماز پڑھ لو اور جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو جائے تو عصر کا وقت ہو گیا اور اگر آفتاب بائیں ابرو پر ہو تو سمجھ لو کہ ابھی زوال نہیں ہوا اور اگر سورج دونوں آنکھوں کے وسط میں ہو تو یہ سورج کے توقف کا وقت ہے اس وقت سورج ٹھیک وسط آسمان میں ہے لیکن اول

جاڑے میں جبکہ دن چھوٹا ہو جبکہ دن چھوٹا ہوگیا ہو۔ ہوسکتا ہے کہ حالت مذکورہ میں زوال ہوگیا ہو اگر اول سردی میں سورج دائیں ابرو پر ہو تو ہر موسم میں زوال ہوچکتا ہے۔ گرمی میں ظہر کا اول وقت ہوگا اور جاڑے میں ظہر کا آخر وقت۔ اور سورج بائیں ابرو پر ہو تو ممکن ہے زوال ہوچکا ہو کیونکہ اول سردی میں دن چھوٹا ہوتا ہے گرمی میں اس وقت زوال نہیں ہوسکتا کیونکہ دن بڑا اور لمبا ہوتا ہے اور سردی میں دونوں آنکھوں کے وسط میں سورج ہو تو زوال میں کوئی شبہ نہیں اور اگر دائیں ابرو کی طرف مائل ہو تو ظہر کا آخری وقت ہوگا۔ یہ وقت عراق اور خراسان والوں کے لئے ہوگا۔ جو رکن اللہ اور بیت اللہ کے دروازہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے ہیں یمن اور مغرب اور اس کے اطراف کے لوگوں کا وقت اس کے خلاف ہوگا وہ رکن یمانی اور کعبہ کی پشت کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے ہیں اس لئے سایہ کا اندازہ بدل جاتا ہے۔

فصل۔ زوال کی شناخت کے بعد اگر تم کعبہ کی شناخت کرنی چاہتے ہو تو اپنا سایہ اپنے بائیں جانب کر لو بس اس وقت تمہارا منہ قبلہ کو ہوگا مختصر طور پر بلا تکلیف اتنا جان لو۔ وقت زوال کی شناخت مشکل اور دقیق ترین ہے اس لئے ہم نے اس کے بیان کو طول دیا حضرت ابن مسعود کی حدیث میں زوال کو پہچاننے کی تنبیہ آئی ہے۔

فصل۔ وقت عصر کا آغاز اس وقت ہوتا ہے کہ ایک مثل سے سایہ بڑھ جائے اور آخر وقت وہ ہوتا ہے کہ سایہ دو مثل ہو جائے اس کے بعد سے غروب آفتاب تک وقت ضرورت ہے۔ اول وقت میں عصر پڑھنا افضل ہے۔

فصل۔ سورج ڈوب جائے تو مغرب کی نماز کا وقت ہوتا ہے۔ ڈوبنے کے معنی یہ ہے کہ سورج کا اوپر والا کنارہ نیچے کو لٹک جائے اور نظر سے غائب ہو جائے۔ مغرب کے دو وقت ہیں ابتدائی اور انتہائی، غروب آفتاب اول وقت ہے اور سورج کی شفق یعنی سرخی غائب ہوجانے پر وقت ختم ہوجاتا ہے۔ صحیح روایت یہی ہے۔

فصل۔ شفق غائب ہوجائے تو عشا کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور وقت فضیلت ایک روایت کے بموجب ایک تہائی رات تک اور دوسری روایت کے بموجب آدھی رات تک باقی رہتا ہے۔ عذر اور ضرورت کا وقت فجر صادق کے طلوع تک رہتا ہے عشا کے دو نام ہیں عتمہ اور عشاء اخیری۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا تھا دیہاتی لوگ اس نماز کا نام رکھنے میں تم پر غالب آگئے اس کو وہ عتمہ کہتے ہیں۔ تم اس بات میں ان کی مخالفت نہ کرو۔

اول تہائی رات یا نصف رات تک عشاء کی نماز میں تاخیر کرنا افضل ہے۔ عشاء کی نماز کا افضل وقت وہ ہے کہ مغربی جانب کی سفیدی غائب ہوچکی ہو اور اس کی جگہ تاریکی آگئی ہو یہی سفیدی دوسری شفق ہے۔ لہٰذا تہائی یا تہائی یا آدھی رات گئے تک تاخیر کی جائے لیکن یہ احکام اس شخص کے لئے ہیں جو نماز پڑھنے سے پہلے نہ سوئے عشا کی نماز پڑھے بغیر سونا تو مکروہ ہے جس کو نیند آجانے کا اندیشہ ہو اس کے لئے نماز پڑھکر خواہ شروع رات میں ہی سو جانا افضل ہے اسی لئے امام شافعی کے نزدیک اول وقت میں عشا کی نماز پڑھنا افضل ہے لیکن ہم تاخیر کے افضل ہونے کے قائل ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ عشا کی نماز میں تاخیر کرو۔ ایک رات رسول اللہؐ دیر کرکے نماز کو برآمد ہوئے تھے۔

اور فرمایا تھا کہ اگر امت کی دشواری کا مجھے لحاظ نہ ہوتا۔ تو میں ان کو ایسے ہی وقت نماز پڑھنے کا حکم دیدیتا۔ ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہے کہ رسول اللہؐ نے خود بھی عشا میں تاخیر کی اور تاخیر کرنے کی ترغیب بھی دی۔

فصل۔ پنجگانہ نمازوں کی مؤکدہ سنتیں تیرہ ہیں۔ فجر سے پہلے دو رکعت ظہر سے پہلے دو رکعت اور ظہر کے بعد دو رکعت اور عشا کے بعد دو رکعت اور تین وتر دگو یا وتر بھی سنت موکدہ ہیں۔

وتر پڑھنے میں اختیار ہے چاہے مغرب کی طرح ایک سلام سے تین رکعت پڑھے چاہے دو رکعت پڑھکر سلام پھیر دے اور تیسری رکعت وتر کی جدا پڑھے یہی افضل ہے۔ وتر کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سبح اسم ربک الاعلی اور دوسری رکعت میں قل یایہا الکافرون اور تیسری رکعت قل ہو اللہ احد پڑھے۔ فجر کی سنتوں میں پہلی رکعت میں قل یایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھے۔ فجر کی سنتیں گھر میں پڑھکر فرض کے لئے نکلنا مستحب ہے۔

سنتیں پڑھنے کے بعد مستحب ہے کہ اللہ کے ذکر میں مشغول رہے اور فرض پڑھنے سے پہلے کسی سے بات نہ کرے ہاں ضروری ہی ہو تو خیر۔ مغرب کی بعد کی سنتوں میں وہی پڑھے جو فجر کی سنتوں میں پڑھا جاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا میں نے بیس مرتبہ سے بھی زیادہ مغرب کے بعد والی دونوں رکعتوں میں رسول اللہ کو قل یایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد پڑھتے سنا۔

روایت میں آیا ہے کہ طاؤس پہلی رکعت میں امن الرسول اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے مغرب کی سنتیں جلدی پڑھنا مستحب ہے کیونکہ حضرت حذیفہ کی روایت ہے رسول اللہؐ نے فرمایا مغرب کی نماز کے بعد دو رکعتیں جلد پڑھ لیا کرو تاکہ فرض نماز کے ساتھ ہی ملائکہ ان کو اٹھا کرلے جائیں۔ اس لئے دونوں رکعتیں مختصر پڑھنا مستحب ہے ایک اور حدیث میں آیا ہے رسول اللہ نے فرمایا جس نے مغرب کے بعد دو رکعتیں بات کئے بغیر پڑھ لیں اس کی نماز علیین میں اٹھائی جائے گی ایسی روایت بھی آئی ہے جس سے ان دونوں رکعتوں کو طویل پڑھنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ رسول اللہ مغرب کے بعد والی رکعتیں اتنی طویل پڑھتے تھے کہ مسجد والے متفرق ہوکر چلے جاتے تھے۔ حضرت حذیفہؓ کا قول ہے کہ میں نے رسول اللہ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی صلوٰۃ مغرب کے بعد عشا تک حضورؐ نماز پڑھتے رہے پھر گھر کو تشریف لے گئے۔ حدیث میں آیا ہے کہ مغرب کے بعد والی دونوں رکعتیں گھر میں پڑھنی مستحب ہیں۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ مغرب کے بعد والی دونوں رکعتیں میرے گھر میں پڑھتے تھے۔ حضرت ام حبیبہؓ سے بھی ایسی روایت آئی ہے حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ مغرب کے بعد والی رکعتیں رسول اللہؐ اپنے گھر میں ہی پڑھتے تھے۔ حضرت سہلؓ بن سعد ساعدی نے فرمایا میں نے حضرت عثمانؓ کا زمانہ پایا آپ مغرب کی نماز کا سلام پھیرتے تھے تو کسی کو میں وہ دونوں رکعتیں مسجد کے اندر پڑھتے نہیں دیکھتا تھا سب لوگ جلد جلد مسجد کے دروازوں کی طرف جاتے اور گھروں میں پہنچکر دوگانہ پڑھتے تھے۔

فصل ۴

پنج وقتی نماز کے فضائل

ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ دیکھو کہ اگر کسی کے دروازہ پر نہر ہو اور وہ روزانہ اس میں پانچ بار غسل کرے تو کیا اس کے بدن پر کچھ میل رہیگا۔ صحابہ نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا پانچوں نمازوں کی یہی حالت ہے اللہ ان کے ذریعہ سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ ابوثعلبہ قرطبی کا بیان ہے میں نے حضرت عمرؓ بن خطاب سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ لوگ رات بھر جلتے ہیں جب صبح کی نماز پڑھ لیتے ہیں تو نماز اس سے پہلے کے جلانے والے گناہوں کو دھو ڈالتی ہے۔ پھر (گناہوں کی آگ سے) جلتے ہیں، جب ظہر کی نماز پڑھتے ہیں تو یہ نماز اپنے سے پہلے کے (گناہوں کو) دھو ڈالتی ہے۔ پھر جلتے ہیں تو عصر کی نماز آجاتی ہے جب وہ عصر کی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ تو یہ نماز اپنے سے پہلے گناہوں کو دھو دیتی ہے یہاں تک کہ (اسی طرح) حضور نے پانچوں نمازوں کا ذکر فرمایا۔ حضرت عثمان کے آزاد کردہ غلام حارث کا بیان ہے کہ (ایک روز) حضرت عثمانؓ نے اور پانی طلب فرما کر وضو کیا۔ پھر فرمایا میں نے ایسا ہی وضو کرتے رسول اللہ کو دیکھا تھا۔ پھر فرمایا جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا اور پھر کھڑا ہو کر ظہر کی نماز پڑھی۔ اس کے گناہ ظہر سے فجر تک کے معاف کر دیئے جائیں گے۔ پھر جس نے مغرب کی نماز پڑھی۔ اس کے گناہ مغرب سے عصر تک کے معاف کر دیئے جائیں گے۔ پھر جس نے عشاء کی نماز پڑھی۔ اس کے گناہ عشاء سے مغرب تک کے معاف کر دیئے جائیں گے۔ پھر ممکن ہے وہ رات بھر (بستر پر) لوٹتا رہے لیکن جب اٹھکر صبح کی نماز اس نے پڑھ لی تو فجر سے گذشتہ عشاء تک کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ لوگوں نے کہا یہ تو نیکیاں ہیں۔ باقیات صالحات کونسی ہیں۔ فرمایا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (باقیات صالحات ہیں)

امام جعفر بن محمد نے بروایت امام محمد بحوالہ جعفر بیان کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ نماز رب کی خوشنودی فرشتوں کی محبت۔ نبیوں کی سنت معرفت کا نور، ایمان کی جڑ دعا کی اجابت اعمال کی قبولیت، رزق کی برکت، بدن کی راحت دشمنوں کے مقابلہ کا ہتھیار شیطان کو بری لگنے والی چیز، اللہ اور بندہ کے درمیان سفارشی نمازی کی قبر کا چراغ۔ قبر میں نمازی کے پہلو کے نیچے بستر منکر اور نکیر کے سوال کا جواب اور قیامت تک کے لئے قبر کے اندر غمگسار دوست ہے۔ قیامت کا دن ہوگا تو نمازی کے اوپر نماز سایہ ہوگی۔ اس کے سر پر تاج ہوگی اس کے بدن کا لباس ہوگی اس کے چلنے کے لئے نور بن جائے گی جو نمازی کے آگے آگے دوڑتا ہوگا۔ نمازی اور دوزخ کے درمیان آڑ بن جائے گی۔ اللہ کے سامنے مومنوں کے لئے حجت ہوگی۔ میزان کو بھاری کرنے والی ہوگی۔ پل صراط پر گزرنے کا ذریعہ ہوگی۔ جنت کی کنجی ہوگی۔ کیونکہ نماز کے اندر تسبیح بھی ہے اور تحمید بھی تقدیس بھی ہے، اور تعظیم بھی قرأت بھی ہے اور دعا بھی۔ تمام اعمال سے افضل بروقت نماز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا میں نے خود سنا رسول اللہ فرما رہے تھے۔ پانچوں نمازیں دین کا ستون ہیں۔ اللہ بغیر نماز کے ایمان کو قبول نہیں فرماتا۔ حضرت انسؓ بن مالک نے فرمایا۔ ایک شخص نے عرض کیا

یارسول اللہ اللہ نے اپنے بندوں پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں۔ فرمایا پانچ نمازیں۔ اس شخص نے عرض کیا۔ کیا ان سے اول یا بعد کو کچھ اور بھی ہے۔ فرمایا اللہ نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جن سے پہلے اور جن کے بعد اور کچھ نہیں۔ اس شخص نے اللہ کی قسم کھا کر کہا میں اس سے نہ کم کروں گا نہ زیادہ۔ حضور نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا ہے تو جنت میں پہنچ گیا۔

حضرت تمیم داری کی روایت ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن بندہ سے سب سے اول نماز کا حساب ہوگا۔ اگر اس نے پوری کرلی ہوگی تو پوری لکھی جائے گی۔ اگر پوری نہ کی ہوگی تو اللہ فرشتوں سے فرمائیگا۔ میرے بندہ کے نوافل دیکھو۔ اگر تم کو مل جائیں تو جو کچھ اس فرض اس نے کھوئے ہیں ان کو نوافل سے پورا کردو۔ انس بن حکیم ضبی نے کہا۔ مجھ سے حضرت ابوہریرہ نے فرمایا تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو ان سے کہدینا کہ ابوہریرہ نے رسول اللہ سے سنا تھا حضور فرمارہے تھے۔ قیامت کے دن بندہ سے سب سے پہلے فرض نماز کا حساب ہوگا۔ اگر اس نے پوری کرلی ہوگی تو خیر ورنہ اگر اس کے پاس نوافل ہوں گے۔ تو ان سے فرض کی تکمیل کرلی جائیگی۔ تمام اعمال کا حساب اسی طرح کیا جائیگا۔ حضرت انس بن مالک کی روایت ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ سب سے اول بندہ سے نماز کا حساب ہوگا اور سب سے پہلے اس امت پر اللہ نے نماز ہی فرض کی ہے۔

فصل ۵

مسجد کو جانے کا بیان جماعت کی فضیلت اور نماز میں خشوع

نافع نے حضرت ابن عمرؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ جماعت کی نماز اور تنہا نماز میں ستائیس درجہ کا فرق ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے رسول اللہ نے فرمایا۔ بندہ وضو کرکے جب مسجد کو جاتا ہے۔ اس کے ہر قدم پر اللہ ایک نیکی لکھتا ایک گناہ مٹاتا اور ایک درجہ اونچا کردیتا ہے اور جس طرح مدت دراز کے سفر سے واپسی پر مسافر کے گھر والے خوش ہوتے ہیں۔ ایسا ہی اللہ خوش ہوتا ہے۔ ابوعثمان ہندی کی روایت ہے حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ فرماتا ہے جو شخص اپنے گھر میں اچھی طرح وضو کرکے میرے کسی گھر (مسجد) میں میری ملاقات کے لئے آتا ہے تو میں اس کی عزت افزائی کرتا ہوں جس کی ملاقات کو کوئی آئے تو اس پر آنے والے کی خاطر کرنی واجب ہوتی ہے۔ سالم بن عبداللہ نے بروایت حضرت عبداللہ حضرت عمرؓ بن خطاب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جبرئیل رسول اللہ کے پاس آئے اور کہا جو لوگ رات کی تاریکی میں پیدل چل کر مسجد میں آتے ہیں ان کو قیامت کے دن کامل نور حاصل ہونے کی بشارت دیدیجئے۔ حضرت ابوالدرداؓ کی روایت ہے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ جو رات کے اندھیرے میں پیدل چل کر مسجدوں میں آتے ہیں اللہ قیامت کے دن اس نور عنایت کرے گا۔ حضرت ابوسعید خدری کا قول ہے کہ میں نے خود سنا رسول اللہ فرمارہے تھے جماعت کی نماز تنہا نماز سے پچیس درجہ فضیلت رکھتی ہے نافع نے حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ جماعت کی نماز اور تنہا نماز میں ۲۷ درجہ کا فرق ہے۔

حضرت انسؓ بن مالک راوی ہیں رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ اے عثمان بن مظعون جس نے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اس کے لئے یہ نماز مقبول حج اور مقبول عمرہ کے برابر ہوگی۔ اے عثمان جس نے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھی اس کو پچیس نمازوں کا ثواب اور جنت الفردوس میں ستر درجے ملیں گے۔ اے عثمان جس نے عصر کی نماز جماعت سے پڑھی۔ پھر سورج کے غروب ہونے تک اللہ کا ذکر کرتا رہا تو گویا اس نے اسمٰعیل کی اولاد میں سے بردے آزاد کئے۔ جن میں سے ہر شخص کے ساتھ بارہ ہزار ہوں۔ اے عثمان جس نے مغرب کی نماز جماعت سے ادا کی اس کو پچیس نمازوں کا ثواب اور جنت عدن میں ستر درجے ملیں گے۔ اے عثمان جس نے عشا کی نماز جماعت سے پڑھی۔ گویا اس نے شب قدر میں قیام کیا۔ (عبادت کی) مستحب ہے کہ مسجد کو آئے تو خوف کھاتا ہوا ڈرتا ہوا خشوع وخضوع کے ساتھ آئے۔ سنجیدگی اور وقار نمایاں ہو مسجد کو آنے سے پہلے دنیا کے جن بکھیڑوں اور جھمیلوں میں پڑا ہوا تھا ان کو چھوڑ کر (حضور خداوندی پر) غور کرتا ہوا ادب کے ساتھ آئے۔ تو ثواب کی رغبت عذاب کے خوف، عاجزی فروتنی اور انکسار کے ساتھ نہ خود پسندی تکبر اور غرور ہو۔ نہ خود بینی اور خود نمائی بحض خانہ خدا کی طرف توجہ رکھنے کی نیت ہو۔ خانہ خدا بھی وہ جس کو بلند رکھنے اور وہاں ذکر کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ جہاں صبح شام ایسے لوگ اللہ کی پاکی کا اقرار کرتے ہیں جن کو کوئی تجارتی مال اور خرید فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی ہے۔ جتنی نماز جماعت کے ساتھ مل جائے پڑھ لے جتنی فوت ہوگئی ہو لوٹا لے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں ایسا ہی آیا ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا اگر نماز ہورہی ہو اور کوئی آئے تو نرم چال سے آئے جتنی نماز مل جائے پڑھ لے جتنی پہلے ہوچکی ہو اس کو لوٹا کر ادا کرلے۔ حدیث کے دوسرے الفاظ میں ہے اطمینان اور وقار کے ساتھ چل کر آئے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی عبادت کی پابندی اور مداومت پر اترانے سے پرہیز رکھے۔ یہ خود بینی اللہ کی نظر سے گرا دیتی ہے۔ قرب خداوندی سے دور کردیتی ہے۔ اپنی اصلی حالت کو دیکھنے سے نابینا کردیتی ہے۔ نور بصیرت کو زائل کردیتی ہے۔ حلاوت عبادت کے احساس کو کھو دیتی ہے۔ صفائی عرفان کو گدلا بنا دیتی ہے۔ اس کی وجہ سے عموماً اعمال منہ پر مار دیئے ہیں اور ان کو توڑ دیا جاتا ہے۔ روایت میں ہے کہ تکبر کرنے والے جب تک توبہ نہ کریں اللہ ان کے کسی عمل کو قبول نہیں فرماتا۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے ایک بار رات بھر عبادت کی۔ صبح ہوئی تو آپ کو عبادت شب پر کچھ غرور پیدا ہوگیا۔ کہنے لگے۔ رب تو پروردگار اچھا ہے اور ابراہیم بندہ اچھا ہے۔ صبح کے کھانے کا وقت آیا تو آپ کے ساتھ کھانے والا کوئی نہیں ملا۔ بغیر دوسرے کو شریک کئے آپ کھاتے نہ تھے۔ آخر کھانا لے کر راستہ میں جا کھڑے ہوئے کہ کوئی راہگیر مل جائے اور ساتھ کھالے۔ اتنے میں دو فرشتے آسمان سے اترے اور حضرت کی طرف کو چلے آپ نے ان کو آدمی سمجھکر) کھانے کی دعوت دی۔ فرشتوں نے دعوت قبول کرلی تو آپ نے فرمایا اس باغ میں چلو۔ وہاں چشمہ بھی ہے اور پانی بھی وہیں کھانا کھائیں گے۔ سب باغ کی طرف چلے جاکر دیکھا تو چشمہ خشک ہوچکا تھا۔ اس میں پانی نہیں تھا۔ ابراہیم کو اس بات سے تکلیف ہوئی۔ اور قول کے مطابق پانی نہ ملنے پر شرمندگی بھی ہوئی۔ فرشتوں نے کہا۔ اپنے رب سے دعا کرو۔ دوبارہ چشمہ میں وہ پانی بھیجدے۔ حضرت نے دعا کی لیکن جواب کچھ نہیں ملا۔ آپ کو اس سے اور تکلیف ہوئی اور فرشتوں سے کہا تم دعا کرو۔ چنانچہ ایک فرشتہ نے دعا کی فوراً پانی چشمہ میں لوٹ آیا۔ پھر دوسرے نے دعا کی تو فوراً چشمہ رکا پانی بھر کر بہنے

آگیا۔ آخر فرشتوں نے بتا دیا کہ ہم فرشتے ہیں اور آپ کے قیام شب کے غرور کی وجہ دعا قبول نہیں کی گئی اور لوٹا دی گئی۔

اللہ کا معاملہ جب اپنے خلیل سے یہ ہوا تو دوسروں کا ذکر ہی کیا ہے، اس لئے بندہ کو یقین رکھنا چاہئے کہ جو کچھ اس کی طرف سے اطاعت و عبادت کی صورت پیش ہوتی ہے۔ وہ سب توفیق الٰہی ہے۔ اور اللہ کا کرم فضل اور مہربانی اور احسان ہے پس اللہ کے سامنے احترام خضوع اور اظہار عجز کے ساتھ کھڑا ہو۔ گویا اللہ کو اپنی آنکھوں سے اپنے سامنے دیکھ رہا ہے۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا تھا اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو پھر اگر تم اس کو نہیں دیکھتے ہو تو وہ تو تم کو دیکھتا ہی ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ نے حضرت عیسےٰ بن مریمؑ کے پاس وحی بھیجی کہ میرے سامنے تیرا قیام ایسا ہو، جیسے اس خوفزدہ کمزور کا جو اپنے نفس کو برا جانتا ہے کیونکہ نفس اسی قابل ہے کہ اس کو خوار کیا جائے۔ اگر تو مجھ سے دعا کرے تو اس حالت میں دعا کرے کہ تیرے اعضا بیقراری سے تڑپ رہے ہوں۔ اسی طرح روایت میں آیا ہے کہ ایسی ہی وحی اللہ نے حضرت موسیٰؑ کے پاس بھی بھیجی تھی۔

روایت میں آیا ہے کہ ابن سیرین نماز کو کھڑے ہوتے تو اللہ کے خوف اور دہشت سے چہرہ کا خون خشک ہو جاتا تھا۔

مسلم بن یسار نماز شروع کر دیتے تو پھر نماز میں ایسے مشغول ہوتے اور اللہ کا ایسا خوف طاری ہوتا کہ کسی آواز یا کسی چیز کی آہٹ بھی نہیں سنتے تھے۔ عامر بن قیس نے کہا تھا نماز کے اندر دنیا کے معاملہ میں کسی قسم کی دوچار کرنے سے دو توں شانوں کے درمیان خنجروں کا گھونپ جانا میرے نزدیک اچھا ہے۔ حضرت سعد بن معاذ نے فرمایا میں نے کبھی کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی کہ ختم کرنے سے پہلے دنیا کے کسی معاملہ کا کوئی خیال میرے دل میں آیا ہو۔ مجاہد نے کہا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نماز کو کھڑے ہوتے تو خشوع کی وجہ سے ایسے (ساکن) ہو جاتے، گویا لکڑی (کا ستون) ہیں۔ وہب بن منبہ نماز کو کھڑے ہوتے تو معلوم ہوتا کہ وہ جہنم کا منظر اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں۔ عتبہ غلام نماز کو کھڑے ہوتے تو سردی کے موسم میں پسینہ بہنے لگتا۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا۔ اللہ کے سامنے (گناہوں کی) شرم آتی ہے۔ ایک بار مسلم بن یسار نماز پڑھ رہے تھے اس وقت آپ ایک حجرہ میں تھے مکان میں آگ لگ گئی بصرہ والے گھبرا کر گھروں سے نکل کر آئے اور آگ بجھا دی لیکن مسلم کو اس ساری کارروائی کا اس وقت علم ہوا۔ جب آپ نماز پڑھ چکے اور لوگ آگ بجھا چکے۔ کہتے ہیں کہ ایک بار آپ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے مسجد کا ایک ستون آپ کے برابر گر پڑا اور ایسی آواز ہوئی کہ بازار والے گھبرا گئے۔ مگر آپ کو احساس بھی نہ ہوا۔ عمار بن زبیر نماز پڑھ رہے تھے۔ جوتیاں سامنے رکھی ہیں اور جوتی کا تسمہ نیا تھا تسمہ پر آپ کی نظر پڑ گئی۔ نماز سے فارغ ہو کر جوتی کو پھینک دیا اور مرتے دم تک پھر کبھی جوتیاں نہیں پہنیں۔

ربیع بن خُثیم نفل نماز پڑھ رہے تھے، سامنے بیس ہزار درہم کا گھوڑا بندھا تھا۔ چور آیا اور گھوڑا کھول کر لے گیا۔ صبح کو لوگ اظہار ہمدردی کرنے آئے آپ نے فرمایا میں چور کو کھولتے دیکھ رہا تھا لیکن ایسے کام میں مشغول تھا جو گھوڑے سے مجھے زیادہ پیارا تھا۔ کچھ دن گذرا کہ گھوڑا خود آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ سرخ دھاری کی سیاہ چادر پہنے نماز پڑھ رہے تھے، جب سلام پھیرا تو فرمایا اس دھاری نے نماز کی طرف سے مجھے دوسری طرف لگا دیا۔

اللہ نے نماز میں خشوع کرنے والوں کی تعریف اس آیت میں فرمائی ہے اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ۔ زہری نے

کہا خشوع کے معنی ہیں نماز میں (دل کا) ٹھہراؤ رکھنا۔ بعض نے کہا خشوع یہ ہے کہ نماز میں انہماک کی وجہ سے دائیں بائیں والوں کو بھی نہ جانے۔ اسی لئے رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ درحقیقت نماز میں (خود) بڑا مشغلہ ہے۔

فصل ۶

حقوق صلوٰۃ کی نگہداشت کا ذکر اور نگہداشت نہ رکھنے والے کے عذاب کا بیان

اعمش نے بروایت شفیق بن سلمہ حضرت ابن مسعودؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا بندہ اول وقت میں نماز پڑھ لیتا ہے تو اس کی نماز جگمگاتی ہوئی آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہے یہاں تک کہ عرش تک پہنچ جاتی ہے اور قیامت تک نمازی کے لئے استغفار کرتی رہے گی اور کہتی رہتی ہے کہ اللہ تیری بھی ایسی حفاظت کرے جیسی تو نے میری نگہداشت کی۔ اور بندہ وقت کے خلاف نماز پڑھتا ہے تو اس نماز میں نور نہیں ہوتا۔ جب آسمان کی طرف چڑھتی ہے تو کپڑے یا چیتھڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے منہ پر مار دی جاتی ہے اور نماز کہتی ہے اللہ تجھے بھی ایسے ہی برباد کرے جیسے تو نے مجھے ناکارہ کیا۔

حضرت عبادہ بن صامت کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو شخص بھرپور وضو کرکے نماز کو کھڑا ہوا۔ رکوع سجود اور قرأت کی تکمیل کی۔ تو نماز کہتی ہے اللہ تیری حفاظت کرے جیسی تو نے میری نگہداشت کی۔ ایسی نماز کو آسمان کی طرف چڑھا کر لے جایا جاتا ہے اس میں نورانیت اور روشنی ہوتی ہے آسمان کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ (بارگاہ) خدا تک پہنچ جاتی ہے اور نمازی کے لئے سفارش کرتی ہے اور اگر نمازی نے رکوع سجود اور قرأت کو خراب کر دیا۔ تو نماز کہتی ہے۔ اللہ تجھے برباد کرے جیسے تو نے مجھے اکارت کیا۔ پھر اس کو چڑھایا جاتا ہے اس میں تاریکی ہوتی ہے آسمان تک پہنچتی ہے تو آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر منہ پر ماری جاتی ہے۔

حضرت ابن مسعود نے فرمایا میں نے رسول اللہ سے دریافت کیا کونسا عمل سب سے اچھا ہے فرمایا وقت پر نمازیں اور والدین کی اطاعت اور اللہ کی راہ میں جہاد۔ ابراہیم بن ابی محذورہ مؤذن نے اپنے باپ کے حوالہ سے اپنے دادا کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا اول وقت (نماز) اللہ کی خوشنودی (کا ذریعہ) ہے اور درمیانی وقت (نماز) اللہ کی رحم کا ذریعہ ہے اور آخر وقت (کی نماز) اللہ کی طرف سے معافی (کا ذریعہ) ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ۔ ان نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ خدا کی قسم (خرابی کی وجہ یہ ہے کہ) انہوں نے نمازوں کو اوقات ٹال کر پڑھا بالکل چھوڑ دینا مراد نہیں ہے۔ حضرت سعد نے کہا میں نے حضورؐ سے هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ کا مطلب پوچھا۔ فرمایا وہ وقت سے دیر کرکے نماز پڑھتے ہیں۔

حضرت براءؓ بن عازب نے آیت اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا میں غیؓ کے متعلق فرمایا

یہ جہنم میں ایک وادی ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس میں وہی لوگ جائیں گے جنہوں نے نماز کے اوقات کھو دیئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ نے فرمایا کہ ایک روز رسول اللہؐ نے نماز کا تذکرہ کیا اور فرمایا جو نماز کی نگہداشت کریگا۔ نماز اس کے لئے نور اور (اللہ کے سامنے) حجت اور قیامت کے دن نجات (کا ذریعہ) ہوگی اور جو نماز کی نگہداشت نہیں کریگا۔ اس کیلئے نماز نہ نور ہوگی نہ حجت، نہ دوزخ سے نجات (کا ذریعہ) اور وہ (دوزخ کے اندر) فرعون ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

حارث نے امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو شخص نماز کو حقیر جانیگا۔ اللہ اس کو پندرہ سزائیں دے گا۔ چھ مرنے سے پہلے تین مرنے کے وقت۔ تین قبر میں اور تین قبر سے نکلنے کے وقت۔ چھ دنیوی سزائیں یہ ہیں۔ (۱) صالحین کی فہرست سے اس کا نام الگ کر دیا جاتا ہے (۲) زندگی کی برکت دور کر دی جاتی ہے (۳) رزق کی برکت دور کر دی جاتی ہے (۴) جب تک نماز کی تکمیل نہ کرے اس کا کوئی عمل خیر قبول نہیں کیا جاتا (۵) دعا قبول نہیں ہوتی (۶) نیکوں کی دعا میں اس کا کوئی حصہ نہیں رہتا۔ مرتے وقت کی تین سزائیں یہ ہیں۔ (۱) پیاسا مرتا ہے۔ خواہ اس کے حلق میں سات سمندر ڈال دیئے جائیں (۲) اچانک مرتا ہے (۳) دنیا بھر کے لوہے لکڑی اور پتھروں کا بوجھ اس کی گردن اور کاندھوں پر ڈال دیا جاتا ہے۔ قبر کی تین سزائیں یہ ہیں (۱) قبر تنگ کر دی جاتی ہے۔ قبر میں اندھیرا کر دیا جاتا ہے (۲) منکر نکیر کے سوال کا جواب دینے سے وہ عاجز ہو جاتا ہے۔ قبر سے نکلنے کے وقت کی تین سزائیں یہ ہیں (۱) پیشی کے وقت اللہ اس پر غضبناک ہوتا ہے (۲) اس کا حساب سخت ہوتا ہے (۳) اللہ کے سامنے سے اس کی واپسی دوزخ کی طرف ہوتی ہے۔ ہاں اگر اللہ معاف فرما دے تو خیر۔

فصل۔ نماز کا مرتبہ بڑا اور معاملہ عظیم ہے۔ اللہ نے اپنے رسول کو نماز ہی کا خصوصیت کے ساتھ حکم دیا۔ اول وحی نبوت کی پھر ہر عمل اور ہر فرض سے پہلے بکثرت آیات میں نماز کا حکم دیا۔ ایک آیت میں فرمایا اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ۔ جو کتاب تمہارے پاس وحی سے بھیجی گئی اس کی تلاوت کرو اور نماز قائم کرو۔ دوسری آیت میں فرمایا اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ بے حیائی اور برے کاموں سے نماز منع کرتی ہے۔ تیسری آیت میں فرمایا وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَیْهَا لَا نَسْــٴَـلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ اپنی اہل (گھر والوں) کو نماز کا حکم دو اور خود بھی نماز کی پابندی کرو۔ ہم تم سے رزق کے طالب نہیں۔ تم کو تو ہم ہی رزق دیں گے۔ اللہ نے تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے کل طاعتوں میں صبر و صلوٰۃ سے مدد لینے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ مسلمانوں صبر و صلوٰۃ کے ذریعہ سے (اللہ کی) مدد مانگو۔ بلاشبہ اللہ (کی مدد) صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ دوسری جگہ فرمایا وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءَ الزَّكٰوةِ۔ ہم نے وحی کے ذریعے ان کو بھلائیاں کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا۔ اول اللہ نے لفظ خیرات فرمایا جس کے اندر تمام نیکیاں کرنا اور گناہوں سے بچنا داخل ہے پھر سب سے الگ نماز کا ذکر کیا اور خصوصیت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

دنیا سے تشریف لے جانے کے وقت رسول اللہؐ نے بھی اپنی امت کو نماز کی وصیت کی تھی اور فرمایا تھا۔ اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے

ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ نماز کے معاملہ میں اور باندی غلاموں کے سلسلہ میں۔ حدیث میں آیا ہے کہ ہر نبی کی آخری وصیت اور دنیا سے جاتے وقت آخری حکم اپنی امت کو یہی تھا پس یہی رسول اللہ اور آپ کی امت پر اولین فرض ہے اور سب سے آخری وصیت بھی حضور کی اپنی امت کو یہی تھی اور جس اسلامی عمل کے ساتھ بندہ کو لے جایا جائیگا وہ بھی یہی ہے اور قیامت کے دن سب سے پہلے جس عمل کی بازپرس بندہ سے ہوگی وہ بھی یہی ہے۔ نماز اسلام کا ستون ہے۔ یہ ضائع ہوئی تو دین رہا نہ اسلام۔ حدیث میں آیا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ دین کے اجزا میں جو چیز تم سب سے اول کھودوگے وہ امانت ہے اور جس کو سب سے آخر میں ضائع کروگے وہ نماز ہے۔ بلاشبہ لوگ نماز پڑھیں گے لیکن (نماز میں) ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

اگر کوئی شخص نماز کی فرضیت کا منکر ہو اور نماز ترک کردے تو کافر ہوجاتا ہے اور اس کا قتل واجب ہوجاتا ہے۔ اور اگر فرضیت کا عقیدہ رکھتا ہے لیکن بے پروائی اور سستی کی وجہ سے چھوڑ دی ہے اور نماز کے لئے اس کو بلایا گیا مگر اس نے نہیں پڑھی اور اس نماز سے بعد والی نماز کا وقت بھی تنگ ہوگیا اس وقت یہ بھی کافر ہوجائیگا دونوں صورتوں میں اس کا حکم مرتد کا جیسا ہوگا تین روز تک اس سے توبہ کرائی جائے گی (اگر نہ کریگا تو) تلوار سے اس کو قتل کردیا جائیگا اس کا مال ضبط کرکے بیت المال میں داخل کردیا جائے گا اور اس کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جائے گی نہ مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن کیا جائے گا۔ امام احمد کا یہی مسلک ہے۔ امام احمد کا دوسرا قول بے پروائی کی وجہ سے چھوڑ دینے کی صورت میں یہ ہے کہ اس کا قتل واجب نہیں۔ تین نمازوں کے اوقات تک اس کو توبہ کی مہلت دی جائے گی۔ جب چوتھی نماز کا وقت بھی تنگ ہوجائیگا۔ تو شادی شدہ زانی کی طرح حد شرعی میں اس کو قتل کردیا جائیگا۔ مگر اس کا حکم مسلمانوں کے مردوں کا سا ہوگا۔ اس کا مال اس کے وارثوں میں تقسیم کیا جائیگا۔

امام ابوحنیفہ نے فرمایا اس کو قتل نہیں قید کیا جائیگا اور اس وقت تک قید میں رکھا جائیگا کہ توبہ کرکے نماز پڑھے ورنہ قید میں ہی رہے۔
امام شافعی نے فرمایا وہ کافر نہ ہوگا مگر حد شرعی میں تلوار سے اس کو قتل کیا جائیگا۔ کافر ہونے کا ثبوت ان آیات و احادیث سے ہوتا ہے جن کا ذکر پہلے ہوچکا ہے۔ ہم یہاں تائیدی روایات مزید نقل کرتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کی روایت ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا آدمی کے (اسلام) اور کفر و شرک کے درمیان سوائے ترک صلوٰۃ کے اور کوئی فرق نہیں ہے۔ عبداللہ بن زید نے اپنے والد کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ ہمارے اور ان کے درمیان ترک صلوٰۃ (کا فرق) ہے جس نے نماز کو ترک کیا وہ کافر ہوگیا۔ امام جعفر بن محمد نے اپنے والد کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ نے دیکھا کہ ایک شخص کوے کے ٹھونگ مارنے کی طرح ٹھونگیں مار رہا ہے (یعنی سجدہ میں پیشانی رکھتے ہی فوراً اٹھا لیتا ہے اور اٹھتے ہی پھر سجدہ کرتا ہے نہ اعتدال سے بیٹھتا ہے نہ قاعدہ سے سجدہ کرتا ہے) فرمایا اگر یہ اس حالت میں مرگیا تو محمد کے دین پر نہیں مریگا۔ عطیہ عوفی نے حضرت ابو سعید خدری کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ اگر کسی نے قصداً نماز ترک کی تو وہ زندہ نہیں رہے گا۔ تو اس کا نام دوزخ کے دروازہ پر لکھ دیا جائے گا۔

حضرت انس بن مالک کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جو شخص عشا کی نماز پڑھے سو گیا، فرشتے کہتے ہیں تیری آنکھیں نہ سوئیں اور ٹھنڈی نہ ہوں۔ اللہ تجھے جنت اور دوزخ کے درمیان روک دے۔ جیسے تو نے ہم کو روک رکھا ہے۔

فصل۔ حسن بصری نے کہا کہ صحابی علماء فرماتے تھے کہ ۵۴ باتیں بری ہیں۔ فرض نماز میں ان کی ممانعت ہے۔ قصداً کھنکارنا۔ قصداً کوئی شغل کرنا۔ قصداً جمائی لینا۔ آسمان کی طرف سر اٹھانا کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ (نماز میں) آسمان کی طرف نظر اٹھایا کرتے تھے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی والذین هم فی صلاتهم خاشعون۔ اس پر حضور اقدس نے سر جھکا لیا۔ اسی لئے صحابہ مستحب سمجھتے تھے کہ کوئی نمازی جا نماز سے نگاہ نہ ہٹائے۔ گلے و سینہ سے ملا لینا۔ کپڑے میں جوئیں دیکھنا۔ انگڑائی لینا۔ لمبے لمبے سانس لینا۔ آنکھیں بند کرنا۔ ادھر ادھر دیکھنا۔ کیونکہ حضرت عقبہ بن عامر نے آیت اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلٰوتِهِمْ دَآئِمُوْنَ۔ (قابل مدح ہیں وہ لوگ جو اپنی نماز جمے رہتے ہیں) کی تفسیر میں فرمایا یعنی نماز پڑھنے میں دائیں بائیں نہیں دیکھتے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ سے نماز کے اندر دائیں بائیں دیکھنے کے متعلق دریافت کیا۔ فرمایا یہ ایک شیطانی جھپٹا ہے کہ شیطان بندہ کی نماز سے اچک لیتا ہے۔

طلحہ بن مصرف عبد الجبار بن وائل کے پاس آئے۔ عبد الجبار چونکہ اپنے لوگوں کے مجمع میں بیٹھے تھے اس لئے طلحہ نے ان کے کان میں کچھ کہا اور واپس چلے گئے۔ عبد الجبار نے کہا تم لوگ جانتے ہو طلحہ یہ کہتے تھے کہ میں نے کل نماز کے اندر تجھے ادھر ادھر دیکھتے پایا تھا۔ حالانکہ حدیث میں آچکا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ بندہ جب نماز شروع کرتا ہے تو اس کے سامنے اللہ کا چہرہ ہوتا ہے اور اللہ اپنا رخ نہیں پھیرتا جب تک بندہ نماز ختم کر کے نہ پھر جائے یا نماز میں دائیں بائیں نہ دیکھے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ بندہ جب تک نماز میں رہتا ہے تین عمدہ باتیں اس کو حاصل رہتی ہیں۔ آسمان کے بادلوں سے اس کے سر کی مانگ تک نیکی کی بوچھاڑ رہتی ہے۔ قدموں سے لے کر آسمان کے بادلوں تک فرشتے اس کو گھیرے رہتے ہیں۔ ایک منادی پکارتا ہے اگر نمازی کو معلوم ہو جائے کہ کس سے باتیں کر رہا ہے نہ ادھر ادھر دیکھے نہ منہ پھیرے۔

نماز میں ادھر ادھر دیکھنا سخت مکروہ ہے اس سے نماز کے احترام اور آداب کی توہین ہوتی ہے بعض لوگوں نے تو کہا ہے کہ اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

مندرجہ ذیل امور بھی نماز میں ممنوع ہیں۔

کتے کی طرح بیٹھنا (نماز کے اندر) امام کو سلام کا جواب دینا۔ سجدہ میں دونوں بانہیں زمین پر بچھانا۔ سینہ رانوں سے ملا رکھنا۔ بغلوں کو پہلو سے چپکا رکھنا۔ بغلوں کو پہلو سے الگ رکھے۔ ملا کر نہ رکھے۔ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ کے سجدہ کی حالت میں اگر بکری کا چھوٹا بچہ آپ کے بازوؤں کے نیچے سے نکلنا چاہتا تو نکل سکتا تھا۔ کیونکہ حضور بہت زیادہ کہنیوں کو پہلو سے اٹھا رکھتے تھے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ سجدہ کرتے تو دونوں بازو پہلو سے الگ رکھتے تھے۔ سجدہ میں ہاتھ کی انگلیاں چیر کر الگ الگ رکھنا بھی ممنوع ہے۔ ملا کر رکھے۔ رکوع میں دونوں ہاتھ زانو کے علاوہ (نیچے اوپر) رکھنا بھی ممنوع ہے۔ ایک

قدم دوسرے قدم پر رکھنا ممنوع ہے۔ دونوں قدم زمین سے (سجدہ میں) اٹھا لینا ممنوع ہے۔ تہبند یا پاجامہ کو نیچے لٹکانا بھی ممنوع ہے۔ خلال کرنا۔ منہ کے اندر زبان پھرا کر دانتوں میں سے کچھ نکالنا۔ ایک دو دانہ کی برابر کھانے کی چیز نگل لینا اور قلس کرنا یعنی نکالنا پھر نگلنا اور زبان سے تھوکنا اور سجدہ میں پھونک مارنا (یعنی پھونک سے غبار صاف کرنا) ممنوع ہے اور (سجدہ کے لئے) کنکریاں ہموار کرنا ممنوع ہے۔ عرض میں چلنا ممنوع ہے تشہد کے اندر ساتھی کو بلند آواز سے کچھ سنانا ممنوع ہے۔ دائیں بائیں والے کو شناخت کرنا ممنوع ہے۔ آنکھ یا ہاتھ سے اشارہ کرنا ممنوع ہے۔ ڈکار یا کوئی اور چیز جو اندر سے نکل رہی ہو اس کو حلق کے اندر لوٹا دینا ممنوع ہے۔ خود کھانسنا۔ ناک سنکنا۔ تھوکنا۔ کپڑوں کو دیکھنا۔ نماز میں پیشانی سے مٹی صاف کرنا ممنوع ہے۔ ایک بار سے زیادہ کنکریاں درست کرنا اور سجدہ کے مقام کو جھاڑنا ممنوع ہے۔ اگر امام ہو تو تشہد کے بعد دعا کرنا اور بائیں جانب مڑے بغیر محراب میں سلام پھیرنے کے بعد بیٹھا رہنا ممنوع ہے۔ کیونکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے۔ اللہ اس آدمی کی نماز کی طرف نظر (بھی) نہیں کرتا جو (نماز میں) بدن کے ساتھ دل کو بھی حاضر نہ رکھے۔

حضورؐ نے ایک شخص کو (نماز میں) داڑھی سے کھیلتا دیکھا۔ فرمایا اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اعضا میں بھی ہوتا۔

حسن بصریؒ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ کنکریوں سے کھیل رہا تھا اور کہہ رہا تھا الٰہی میرا نکاح حوروں سے کرا دے فرمایا تو برا نکاح کا خواستگار ہے کھیلتا بھی جاتا ہے اور نکاح کی درخواست بھی کر رہا ہے عبدالرحمٰن بن عبداللہ نے حضرت عبداللہ کا قول بیان کیا کہ جو لوگ (نماز میں) نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں، وہ اس حرکت سے باز آجائیں ورنہ ان کی نگاہیں واپس نہیں آئینگی (نابینا ہوجائیں گے) اوزاعی نے فرمایا دو آدمی نماز میں ہوتے ہیں لیکن دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ ایک کے دل کا رخ اللہ کی طرف ہوتا ہے اور دوسرا کھیل اور غفلت میں مبتلا ہوتا ہے۔

صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے نماز پڑھنے والوں کے متعلق فرمایا بعض نمازیوں کو نماز کا آدھا حصہ ملتا ہے (اسی طرح حضورؐ نے کسی کے لئے چوتھائی کسی کے لئے کم و بیش حصہ ملنے کی صراحت کی اور دسویں حصہ تک ذکر فرمایا۔ حضورؐ کی مراد (ثواب کے مدارج) سمجھنے اور قلب کو حاضر رکھنے کے مطابق (بیان کرنا) تھی۔

دوسری حدیث میں آیا ہے حضور اقدس نے فرمایا کسی نمازی کی چار سو نمازیں ہوتی ہیں کسی نمازی کی دو سو نمازیں کسی نمازی کی ڈیڑھ سو نمازیں کسی نمازی کی ستر نمازیں اور (ایک نمازی کی) ایک نماز کے عوض پچیس نمازوں کا ثواب اور ایک نماز کے عوض ستائیس نمازوں کا (ثواب) اور ایک نماز کے بدلہ میں دس نمازوں کا (ثواب) اور ایک نماز کا عوض (صرف) ایک نماز ہوتی ہے۔ جس کے لئے چار سو نمازیں رکھی جاتی ہیں وہ شخص ہے جو کعبہ میں امام کے ساتھ جماعت کی نماز پڑھتا ہے اور تکبیر اولی بھی اس کی فوت نہیں ہوتی جس کے لئے دو سو نمازیں لکھی جاتی ہیں۔ وہ شخص وہ ہے۔ جو نماز کے احکام جاننے کے بعد لوگوں کی امامت کرتا ہے اور مؤذن کے لئے ڈیڑھ سو نمازیں لکھی جاتی ہیں اور جو شخص مسواک کرتا اور پورا پورا وضو کر کے جامع مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اور تکبیر تحریمہ بھی اس کی فوت نہیں ہوتی اس کی ستائیس نمازیں لکھی جاتی ہیں اور جو شخص جماعت کے ساتھ

بعد دو کر ملتا ہے اور تکبیر تحریمہ فوت ہو چکی ہے اس کے لئے دس نمازیں لکھی جاتی ہیں۔ جو تنہا بغیر جماعت کے نماز پڑھتا ہے اس کی ایک نماز لکھی جاتی ہے جس کی نماز بالکل نہیں ہوتی۔ وہ شخص وہ ہے جو نماز تو پڑھتا ہے مگر مرغ کی طرح سجدہ میں ٹھونگ مار لیتا ہے اور رکوع سجود پورا نہیں کرتا۔ اس کی نماز پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر منہ پر مار دی جاتی ہے اور اس سے کہا جاتا ہے اللہ تیری حفاظت نہ کرے جس طرح تو نے اپنی نماز کی نگہداشت نہیں کی۔

فصل۔ ہر نماز پڑھنے والے پر واجب ہے کہ پہلے نماز کی نیت کرے کعبہ کی خیالی صورت اپنے سامنے رکھے آنکھوں کو سیدھا رکھے (اس کی تشریح پہلے گزر چکی) یقین رکھے کہ اللہ کے سامنے کھڑا ہے اور اس جگہ اللہ کی نظر کے سامنے موجود ہے۔ جہاں اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ وَالَّذِی یَرَاکَ حِینَ تَقُومُ وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِینَ اور جب تو کھڑا ہوتا ہے اور سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شامل ہو کر حرکت کرتے ہو تو اللہ تجھے دیکھتا ہوتا ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا تھا اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا اس کو دیکھ رہے ہو۔ کیونکہ (اگر تم اس کو نہیں دیکھتے) وہ تو تم کو بلاشبہ دیکھتا ہے۔

فرض نماز کی نیت کرے اور ادا یا قضا کی تعیین کرنا اولی ہے۔ کانوں کی لو یا مونڈھوں کے مقابل تک ہاتھ اٹھائے۔ اس کی تفصیل اول کتاب میں گزر چکی۔ ہاتھ اٹھاتے وقت انگلیوں کو کشادہ رکھے یا اکٹھا رکھے۔ یہ دونوں (امام احمد سے) آئی ہیں۔ پھر تکبیر کہے گویا وہ پردہ اٹھا دے جو اللہ اور اس کے درمیان تھا اور اس مقام پر پہنچ جائے جہاں دوسری طرف توجہ کرنا اور کسی دوسرے کام میں مشغول ہونا جائز نہیں کیونکہ اس کو یقین ہوتا ہے کہ میں اس خدائی نظر کے سامنے ہوں جو میری اہر ہر حرکت دیکھ رہا ہے۔ اور جو خیال میرے دل میں گزرتا ہے اس کو جانتا ہے اور اندرونی رازکی تہ میں جو ارادہ لپٹا ہوا ہے اس سے بھی وہ واقف ہے۔ اس لئے اپنی سجدہ گاہ پر نظر رکھے۔ دائیں بائیں نہ دیکھے اور سر کو آسمان کی طرف نہ اٹھائے۔

جب سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک پڑھے تو سمجھے کہ اس خدا کو خطاب کر رہا ہے جو سن رہا ہے اس کی طرف متوجہ ہے اس کو دیکھ رہا ہے ایک کی جگہ یا کسی عضو کی حرکت اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اسی طرح ایاک نعبد وایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم پڑھتے وقت سمجھے کہ کیا کہہ رہا ہے اور کس سے خطاب کر رہا ہے لیکن اسی کے ساتھ خشوع اور نماز کے ارکان کی ظاہری نگہداشت کو بھی فراموش نہ کرے کہیں اس چیز میں سہو نہ ہو جائے جس کے لئے کھڑا ہے اور جس کی طرف راغب ہے۔ سورۂ فاتحہ میں گیارہ تشدیدیں ادا کرے (بسم اللہ الرحمن الرحیم کو اگر سورۂ فاتحہ میں شامل قرار دیا جائے تو کل تیرہ جگہ تشدید آتی ہے اور شامل نہ کیا جائے تو دس جگہ آتی ہے حضرت شیخ نے گیارہ کی صراحت کی ہے۔ اس کی وجہ معلوم نہیں ہوئی۔) الفاظ کی ایسی غلطی سے احتیاط رکھے جس سے معنی بدل جاتے ہوں۔ کیونکہ سورۂ فاتحہ کی قرأت فرض ہے۔ یہ نماز کا رکن ہے اس کے ترک سے نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن لفظی نگہداشت کے ساتھ یہ بھی سمجھتا ہے کہ میں پل صراط پر کھڑا ہوں۔ دائیں طرف جنت اپنے تمام صفات کے ساتھ موجود ہے اور بائیں طرف دوزخ اپنے تمام اہوال کے ساتھ ہے اور نماز ہی کے ذریعہ سے مجھے وہ ثواب ملنے والا ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ بشرطیکہ نماز درست ہو اور اسی کے ذریعہ سے

دوزخ کے اس عذاب سے مجھے پناہ ملیگی جس سے اللہ نے ڈرایا ہے ان تمام باتوں کا دل سے یقین رکھے اور عقل کو حاضر رکھے اور اسی کے ساتھ اس بات کا بھی عقیدہ رکھے کہ میں دنیا سے رخصت ہونے والے کی نماز پڑھ رہا ہوں اور یقیناً اس نماز کی پیشی بارگاہ الہی میں ہوگی اور صرف وہی نماز صحیح ہوگی جو اللہ کے نزدیک صحیح ہوگی۔

اس کے بعد جہاں تک ممکن ہو پوری سورت پڑھے (کسی لمبی) سورت کی آخری یا درمیانی آیات پڑھنے سے پوری سورت (خواہ چھوٹی ہو) پڑھنا اولیٰ ہے اور جو کچھ پڑھ رہا ہو اُس کی توجہ رکھے اور الفاظ و تلاوت کو سمجھتا رہے اگر مقتدی ہو تو امام کی قرأت کو توجہ سے سنے اور سمجھے آیات میں جو نصیحتیں اور تنبیہیں ہوں ان سے اثر پذیر ہو۔ احکام پر چلنے اور ممنوعات سے باز رہنے کا پختہ ارادہ کرلے یہاں تک کہ سورت ختم ہو جائے۔ قرأت سے فارغ ہو کر رکوع سے پہلے دم لینے کے لئے خاموش کھڑا رہے تاکہ تکبیر رکوع سے قرأت کا اتصال نہ ہونے پائے۔ پھر کانوں کی لو یا مونڈھوں کے مقابل تک ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہے اور تکبیر ختم ہو جائے تو ہاتھ نیچے گرا دے اور قیام سے گر کر رکوع کو چلا جائے۔ رکوع میں دونوں انگوٹھوں کی انگلیاں کشادہ رکھے ہتھیلیوں میں گھٹنوں کو بھرے۔ بغلوں اور کلائیوں پر زور دے پشت ہموار رکھے سر اونچا نہ رکھے نہ جھکنے کی حد تک نیچا کرے۔ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ رکوع کرتے تو ایسا کہ اگر پشت مبارک پر پانی کا ایک قطرہ ہوتا تو وہ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلتا تھا۔

دوسری روایت میں آیا ہے کہ رکوع کی حالت میں پشت مبارک پر پانی سے بھرا ہوا پیالہ رکھدیا جاتا تو وہ بھی اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرسکتا کیونکہ حضورؐ کی پشت ہموار ہوتی تھی۔ پھر سبحان ربی العظیم کم سے کم تین بار کہے حسن بصری نے فرمایا سات بار پڑھنا مکمل تسبیح ہے اور پانچ بار پڑھنا متوسط اور تین بار پڑھنا ادنیٰ درجہ۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہوا سر اٹھائے اور ہاتھ چھوڑ کر سیدھا ٹھیک کھڑا ہو جائے۔ پھر سجدہ کو جھکے اول دونوں زانو زمین پر رکھے پھر دونوں ہاتھ پھر پیشانی اور ناک سجدہ کی حالت میں زمین پر خوب جم جائے اور ٹھہر جائے اور ہر عضو کا رخ قبلہ کی طرف کردے۔ حدیث میں آیا ہے حضور اقدسؐ نے فرمایا مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ بندہ سات اعضا پر سجدہ کرتا ہے۔ جس عضو کو بگاڑ دیگا وہی عضو اُس کے لئے بد دعا کرے گا۔ سجدہ کی حالت میں بٹا رہے زمین پر پھیل نہ جائے۔ بانہوں کو بچھا نہ دے بلکہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اور ہتھیلیاں زمین پر کانوں کی لو یا مونڈھوں کے مقابل ویسے ہی رکھے۔ جیسے تکبیر قیام کے وقت کیا جاتا ہے۔ سر کے برابر ہاتھوں کو نہ رکھے۔ انگلیوں کو یکجا کرکے ان کا رخ قبلہ کی طرف رکھے۔ دونوں بازو پہلو سے الگ رکھے اور رانوں کو بھی پنڈلیوں سے اور پیٹ کو زمین سے جدا رکھے۔ پھر رکوع کی طرح سجدہ میں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ پڑھے پھر تکبیر کہتا ہوا سر اٹھائے۔ بائیں پاؤں پر بیٹھے۔ دایاں پاؤں کھڑا رکھے اپنی گود کی طرف دیکھتا ہوا رب اغفرلی تین بار کہے۔ دوسرا سجدہ کرے پھر تکبیر کہتا ہوا اول سر کو اٹھائے۔ پھر ہاتھوں کو پھر زانوؤں کو اور زانوؤں پر سہارا دے کر پنجوں کے بل اٹھ کھڑا ہو۔ اور ایک قدم کو دوسرے قدم سے آگے نہ بڑھائے۔ یہ مکروہ ہے بعض کے نزدیک اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے

یہ قول حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ اسی طرح دوسری رکعت میں بھی کرے۔

تشہد اول میں بیٹھے تو بائیں پاؤں پر بیٹھے۔ سیدھا پاؤں کھڑا رکھے اور اس کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف کرے۔ بایاں ہاتھ بائیں ران پر اور داہنا ہاتھ دائیں ران پر رکھے۔ کلمہ والی انگلی سے اشارہ کرے (یعنی اس کو اٹھائے رکھے) انگوٹھے کو بیچ کی انگلی سے ملا کر حلقہ بنائے۔ چھنگلی اور اس کی برابر والی انگلی کو بند رکھے اور شروع تشہد سے آخر تشہد تک (کلمہ کی) انگلی پر نظر رکھے۔ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو کوئی نماز میں بیٹھا ہو تو کسی چیز سے کھیل نہ کرے کیونکہ وہ اپنے رب سے کلام کرتا ہے۔ بلکہ الٹا ہاتھ الٹی ران پر اور سیدھا ہاتھ سیدھی ران پر رکھے اور اس کی قلبی توجہ اور نظر انگلی کی طرف ہو۔ یہ انگلی شیطان کو دفع کرنے کا ہتھیار ہے۔ پھر تشہد میں پڑھے التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا علی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ اس کے بعد تکبیر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے اور صرف سورۂ فاتحہ پڑھے اور رکوع اور سجدہ کرے۔ پھر اسی طرح چوتھی رکعت پڑھ کر تشہد کے لئے بیٹھ جائے اور مذکورہ بالا ترکیب کے موافق تشہد پڑھ چکے تو کہے اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید اللہم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید۔ ہمارے امام احمد بن حنبل سے ایک اور روایت بھی آئی ہے۔ وہ یہ کہ ابراہیم کے ساتھ آل ابراہیم بھی کہے اور یوں کہے کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم۔ یہ تشہد کا آخر حصہ ہے۔

چار چیزوں سے پناہ مانگنی مستحب ہے۔ یعنی یوں کہے اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ۔ الٰہی میں تیری پناہ لیتا ہوں جہنم کے عذاب سے قبر کے عذاب سے مسیح دجال کے فتنہ سے اور زندگی و موت کی آزمائشوں سے۔ اس کے بعد دعا کرے اور کہے اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ عِبَادُكَ الصَّالِحُونَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ عِبَادُكَ الصَّالِحُونَ۔ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ وَعَمَلٍ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ وَعَمَلٍ۔ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ۔ اے میں تجھ سے وہ تمام خیر مانگتا ہوں جس سے میں واقف ہوں یا ناواقف ہوں اور ان تمام برائیوں سے تیری پناہ لیتا ہوں جن کو میں جانتا ہوں یا نہیں جانتا۔ اے اللہ! میں تجھ سے اس خیر کی درخواست کرتا ہوں جس کی درخواست تیرے نیک بندوں نے تجھ سے کی ہے اور ان برائیوں سے تیری پناہ لیتا ہوں جن سے تیرے نیک بندوں نے پناہ مانگی ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے جنت اور جنت سے قریب کر دینے والے قول و عمل کی درخواست کرتا ہوں اور دوزخ اور دوزخ سے قریب کر دینے والے قول و عمل سے تیری پناہ لیتا ہوں۔ پروردگار! تو

ہم کو دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا، پروردگار ہمارے گناہ ہم کو معاف کر دے اور خطاؤں کو ہم سے ساقط کر دے اور نیکوں کے گروہ) کے ساتھ ہماری موت کر پروردگار ہم کو وہ چیز عطا کر جس کا وعدہ پیغمبروں کی زبانی تو نے ہم سے کیا ہے اور قیامت کے دن ہم کو رسوا نہ کر بلاشبہ تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

اگر اس سے زیادہ دعا کرے تو جائز ہے ہاں اگر امام ہو اور طول دعا مقتدیوں پر بار ہو تو ان کے دلوں کی پاسداری کرنے کی وجہ سے دعا میں اختصار کرنا مستحب ہے کیونکہ ممکن ہے مقتدیوں میں سے کسی کو کچھ کام ہو۔ اس کے بعد سلام پھیر دے اور اپنے لئے اپنے والدین کے لئے اور مسلمانوں کے لئے دعا کرے اور ان تمام امور میں نماز کے انجام سے ڈرتا رہے کیونکہ نماز بارگاہ خداوندی میں پیش ہونے والی ہے۔ نماز کی دعوت اور حکم دینے والا اللہ ہی ہے۔ نماز کا ثواب بھی وہی عطا کرنے والا ہے اور نماز خراب ہو جائے تو اس کی سزا بھی وہی دینے والا ہے۔

نماز سے فارغ ہو جائے تو پڑھی ہوئی نماز پر اپنے علم کے مطابق غور کرے اگر علم شہادت دے کہ نماز کا میدان پاک ہے اور منزل مقصود (تمام خرابیوں سے) صاف ہے تو اللہ کی حمد و ثنا کرے کہ اس نے توفیق دی اگر نماز میں کوئی نقصان یا خرابی نظر آئے تو توبہ استغفار کرے اور دوسری بعد والی نماز میں اس خرابی سے دور رہنے کی تیاری اور کوشش کرے۔

مقبول نماز کی بھی کھلی ہوئی نشانی ہے اور مردود نماز کی بھی۔ مقبول نماز کی علامت یہ ہے کہ نماز نمازی کو تمام بے حیائیوں اور بدکاریوں سے روک دے۔ نمازی پر خیر زیادتی طاعت اور نیکی کرنے کی جانب مائل ہو جائے، درستی اعمال کی رہبر تو نیت کرے۔ ثواب کے کاموں کی رغبت ہو جائے، برائیوں سے رک جائے۔ گناہوں اور گناہوں اور خطاؤں کو برا سمجھنے لگے۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ ۔ وَلَذِکْرُ اللہِ اَکْبَرُ۔ ہم نے جو کچھ ذکر کیا اس میں امام اور مقتدی اور منفرد سب شریک ہیں۔ باقی نماز کی شرائط واجبات اور مسنونات کا ذکر ہم شروع کتاب میں کر چکے ہیں۔

فصل ۷

امام کی خصوصیات

جب تک مندرجہ ذیل باتیں امام میں موجود نہ ہوں کسی شخص کا امام ہونا جائز نہیں۔

۱۔ امام کو امامت کی خود خواہش نہ ہو۔ بشرطیکہ دوسرا آدمی اس کام کو انجام دینے والا موجود ہو ۲۔ ایسی صورت میں بھی آگے نہ بڑھے جب اس سے افضل شخص موجود ہو۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا اگر لوگوں کی امامت کوئی آدمی کرے اور اس کے پیچھے اس سے افضل آدمی موجود ہو تو لوگ ہمیشہ پستی میں رہیں گے۔ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا کہ آگے بڑھا کر میری گردن ماردی جائے بشرطیکہ یہ عمل مجھے گناہ سے قریب نہ کر دے تو (میری نظر میں) اس بات سے بہتر ہے کہ میں ایسی قوم کی امامت کروں جس میں ابوبکر صدیق موجود ہوں ۳۔ امام قاری ہو دین کی سمجھ رکھتا ہو، سنت سے خوب واقف ہو۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے

پنا دینی معاملہ اپنے فقہا (دین کی سمجھ رکھنے والوں) کے سپرد کرو اور قاریوں کو اپنا امام بناؤ۔ دوسری حدیث میں رسول اللہؐ نے فرمایا تمہاری امامت وہ لوگ کریں جو تم میں بہتر ہوں کیونکہ اللہ کی بارگاہ میں وہ تمہارے نمائندے ہیں۔ حضورؐ نے یہ تخصیص اس لئے فرمادی کہ امام دیندار ارباب فضل اللہ کو جاننے والے اور اس سے ڈرنے والے ہوتے ہیں۔ اپنی اور اپنے مقتدیوں کی نماز کو سمجھتے ہیں۔ وہ ان امور سے پرہیز رکھتے ہیں جن کو کرنے سے نماز خراب ہوتی ہے اور خود اپنا اور مقتدیوں کا گناہ اٹھانا پڑتا ہے (اس لئے حضورؐ نے ان کو نمائندے قرار دیا) حضور کی مراد قاری قرآن سے بے عمل حافظ قرآن نہیں بلکہ باعمل حافظ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اس قرآن کا زیادہ حقدار وہ ہے جو اس پر عمل کرتا ہو۔ اگرچہ اس کو پڑھتا نہ ہو۔ قرآن کے حافظ بعض ایسے آدمی بھی ہوتے ہیں جو قرآن پر عمل نہیں کرتے اور نہ ان حدود کی پروا کرتے ہیں جو اللہ نے قائم کر دی ہیں یعنی جن کاموں کو کرنا فرض ہے ان کو نہیں کرتے اور جن کی ممانعت کی ہے ان سے باز نہیں رہتے۔ ایسے آدمی نہ ہماری مراد ہیں نہ ان کی کوئی (شرعی) عزت ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے جو ممنوعات قرآن کو حلال سمجھتا ہو وہ قرآن پر ایمان ہی نہیں لایا۔ اس لئے جائز نہیں کہ لوگ اپنا امام ایسے شخص کو بنائیں جو سب سے زیادہ خدا شناس اور اللہ سے ڈرنے والا نہ ہو اگر اس کے خلاف کریں گے اور اس کے علاوہ کسی کو امام بنالیں گے تو ہمیشہ پستی (بدبختی دینی نقصان رضا الٰہی اور جنت سے دوری) میں رہیں گے۔ اللہ رحمت نازل فرمائے ان لوگوں پر جو اپنے دین اور نمازوں کا اہتمام رکھتے ہوں اور اپنی جماعت میں سب سے برگزیدہ آدمیوں کو اپنا امام بناتے ہوں اور اس معاملہ میں رسول اللہ کی سنت کا اتباع کرتے ہوں (اور اس عمل کے ذریعہ قرب خداوندی کے خواستگار ہوں) لوگوں کی عیب چینی اور غیبت سے امام اپنی زبان کی نگہداشت رکھے نیکی کا حکم دے اور خود بھی کرے۔ برائی سے منع کرے اور خود بھی باز رہے نیکی سے اور نیکوں سے محبت رکھے بدی اور بدوں سے نفرت کرے اوقات نماز سے واقف ہو اور ان کا پابند ہو۔ اپنے حال (کی اصلاح) پر اس کی توجہ ہو۔ پاکیزہ شکم (یعنی مشتبہ روزی نہ کھانے والا) اور پاکیزہ شرمگاہ والا (یعنی حرام سے اجتناب کرنے والا) ہو فعل حرام سے ہاتھ کو روکنے والا ہو۔ سوا خوشنودی خدا کے دوسری چیزوں کی کوشش کم کرے (طلب دنیا سے) بیٹھ رہنے والا بردبار تکلیف پر صابر شر سے چشم پوشی کرنے والا ہو۔ لوگ اس پر خوردہ گیری کریں تو صبر کرے۔ جو اس کے خلاف جہالت کرے برداشت کرے۔ جو اس سے برائی کرے اس سے بھلائی کرے نامحرموں سے آنکھیں نیچی رکھے۔ کسی کا عیب دیکھے تو پردہ پوشی کرے کسی کی رسوائی کی بات نظر پڑے تو دفن کر دے (ظاہر نہ کرے) جاہلوں سے پہلو بچانے والا ہو (کوئی جاہل جہالت کرے تو جواب میں) کہہ دے۔ اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمَا۔ لوگ اس کی طرف سے سکھ میں ہوں۔ مگر وہ اپنے نفس کی طرف سے دکھ میں ہو (خواہش نفس سے) اپنی گردن آزاد کرانے کا حریص ہو اور اپنے نفس کی رہائی کا کوشاں ہو۔ وہ جانتا ہو کہ ایسے کام میں مبتلا کر کے میری آزمائش کی گئی ہے جس کا درجہ بڑا بزرگ اور معاملہ عظیم ہے اس کے پیش نظر قدر امامت کی عظمت اور مرتبہ امامت کی بزرگی ہو جس کا اس کو مکلف کیا گیا ہے بیکار گفتگو نہ کرے امام کا حال اور ہوتا ہے اور دوسرے لوگوں کا حال اور امام محراب میں کھڑا ہو تو سمجھ لے کہ میں انبیاء اور رسول اللہؐ کے خلیفہ کے مقام میں کھڑا ہوں اور رب العالمین سے کلام کر رہا ہوں۔

تکمیل صلوٰۃ کی امکانی کوشش کرے اور جن لوگوں نے اس کی امامت کی رسی اپنے گلے میں ڈالی ہے، ان کی نماز کی تکمیل کی بھی کوشش کرے۔ نماز مختصر پڑھے مگر پورے ارکان کے ساتھ۔ مقتدیوں میں سے ضعیف ترین مقتدی کی نماز پڑھائے اور یہ سمجھ لے کہ میں سب سے نچلے درجہ پر ہوں امامت میں مجھے مبتلا کر دیا گیا ہے۔ اللہ مجھ سے میرے اور مقتدیوں کے فریضہ کی ادائیگی کے متعلق پوچھیگا۔ اپنی اس امامت کی وجہ سے وہ اپنے گناہوں پر روئے۔ گذشتہ قصوروں اور پچھلے گناہوں اور ربیکار بیتے ہوئے اوقات پر نادم ہو۔ مقتدیوں سے اپنے آپ کو بڑا نہ جانے۔ نچلے درجہ والوں سے اپنے آپ کو برگزیدہ نہ سمجھے اگر اس کی غلطی ظاہر کی جائے اور ان چیزوں کو کہا جائے جن سے وہ بری ہے۔ تو نفسانی ہٹ دھرمی نہ کرے نہ اس بات کو پسند کرے کہ لوگ میری تعریف کریں نہ کسی کے برا کہنے کو برا سمجھے۔ جماعت دونوں حال میں اس کے لئے برابر ہو۔ اس پر بہتان بندی کا تجربہ نہ کیا گیا ہو۔ امام کی خوراک پاک لباس ستھرا ہو۔ اس کے لباس میں بڑائی نہ ہو۔ نشست میں غرور نہ ہو۔ کسی جرم کی اسلامی حد (سزا) اس کو دی نہ گئی ہو۔ مخلوق میں متہم نہ ہو۔ حکام سے کسی بھائی سے چغل خوری نہ کرتا ہو۔ لوگوں کے راز فاش نہ کرے۔ لوگوں کی شر کی کوشش نہ کرے کسی بھائی سے کینہ نہ رکھتا ہو۔ امانت، تجارت اور مانگی ہوئی چیز میں خیانت نہ کرتا ہو خبیث کمائی والا امامت نہ کرے۔ جو جانتا ہو کہ میرے اندر حسد یا مادہ ظلم یا کینہ یا چھپی عداوت یا کھوٹ یا کسی پر غصہ یا جذبۂ انتقام ہے۔ امام انتقام خون کا طالب نہ ہو۔ اپنے نفس کا بدلہ لینے والا نہ ہو آتش غضب کو آب انتقام سے بجھانے کا خواہشمند نہ ہو۔ کسی مسلمان کے عیب کے پیچھے نہ پڑا ہو امت اسلامیہ میں سے کسی سے کھوٹ کرنے والا نہ ہو۔ فتنہ انگیزی کی بات نہ کرے نہ فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کرے نہ فتنہ کو قوت پہنچائے بلکہ اہل باطل کے خلاف اہل حق کی مدد کرے ہاتھ سے (اگر ممکن نہ ہو تو) زبان سے (یہ بھی ممکن نہ ہو تو، تو دل سے خواہ حق تلخ ہی ہو۔ اللہ کے معاملہ میں کسی برا کہنے والے کے برا کہنے کی پروا نہ کرے۔ اپنی تعریف کو پسند نہ کرے نہ اپنی خدمت کو برا جانے۔ اپنے لئے دعا میں خصوصیت نہ کرے بلکہ جب لوگوں کے ساتھ نماز پڑھے تو دعا کے وقت اپنے لئے اور سب لوگوں کے لئے عام طور پر دعا کرے۔ اگر تنہا اپنے لئے دعا کریگا تو دوسروں کے ساتھ خیانت ہوگی۔ سوا اہل علم کے کسی کو کسی پر ترجیح نہ دے۔ جیسا کہ رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ مجھ سے متصل دانشور اور عقلمند لوگ (کھڑے) ہوں۔ اسی طرح امام کے پیچھے (اگلی صف میں) ایسے ہی لوگ ہوں۔ دولت مند کو اپنے قریب اور غریب کو حقیر سمجھکر (دور نہ کھڑا کرے) ان لوگوں کی امامت نہ کرے جن کو ان کی امامت ناگوار ہو۔ اگر مقتدیوں میں کچھ اس کی امامت کو پسند اور کچھ ناپسند کریں تو اگر ناپسند کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہو تو امام محراب سے ہٹ جائے محراب کے قریب بھی نہ جائے بشرطیکہ مقتدیوں کی ناگواری کی بنا علم اور حقانیت پر ہو لیکن اگر ان کی ناگواری جہالت، باطل پرستی، حماقت، فرقہ داری، تعصب نفسانی خواہش کے زیر اثر ہو تو ناگواری کی پروا نہ کرے اور ان کی وجہ سے نماز پڑھانی ترک نہ کرے ہاں اگر اس کی وجہ سے قوم میں فتنہ ہو جانے کا اندیشہ ہو تو کنارہ کش ہو جائے اور محراب سے علیحدگی اختیار کرے تا وقتیکہ لوگ باہمی صلح نہ کرلیں اور اس کی امامت پر راضی نہ ہو جائیں۔ امام حتی الوسع زیادہ قسمیں کھانے والا اور جھوٹ کہنے والا نہ ہو برائی کی جگہ اور تہمت کے مقام

پر نہ جائے صالحین کے علاوہ کسی سے میل ملاپ نہ رکھے فتنے سے اور فتنہ والوں سے گناہ سے اور مجرموں سے سرداری اور سرداروں سے محبت نہ کرے لوگوں کی طرف سے ایذا پر صبر کرے ان سے محبت کرے ان کی منفعت کا طلبگار اور خیر خواہی کی کوشش کرے۔ جب امامت کے لئے کسی سے جھگڑا نہ کرے اور جو شخص امامت کے اس بار کو اس کی جگہ برداشت کرنا چاہتا ہو۔ اس سے تنازع نہ کرے بڑے بڑے سلف صالحین کے متعلق منقول ہے کہ انہوں نے امام ہونے سے نفرت کی اور ایسے لوگوں کو آگے بڑھا دیا جو بزرگی اور دینداری میں ان کی طرح بھی نہ تھے اس فعل سے ان کی غرض یہ تھی کہ ان کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔ ان کو اندیشہ تھا کہ کہیں امامت میں ان سے کوئی کوتاہی نہ ہو جائے۔ اگر حاکم موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر نہ آگے بڑھے نہ بیٹھے اگر کسی گاؤں یا محلہ یا قبیلہ میں جا کر اترے تو ان کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرے۔ اسی طرح اگر کسی قافلہ میں یا سفر میں یا کسی مجمع میں لوگوں کے ساتھ ہو جانے کا اتفاق پڑ جائے تو بغیر ان کی اجازت کے ان کی امامت نہ کرے۔ نماز لمبی نہ پڑھائے مختصر پڑھائے مگر پورے ارکان کے ساتھ۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی امام ہو تو نماز میں تخفیف کرے، کیونکہ اس کے پیچھے بچے بوڑھے اور کام والے آدمی بھی کھڑے ہوتے ہیں۔ تنہا پڑھے تو جتنی لمبی چاہے پڑھے۔ حضرت ابو واقدؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ لوگوں کو نماز پڑھاتے تو بہت ہی مختصر، اور خود پڑھتے تو سب سے لمبی۔

فصل دل سے امامت کی نیت کئے بغیر نماز شروع نہ کرے۔ تکبیر تحریمہ کہے۔ اگر زبان سے بھی نیت کے الفاظ ادا کرلے تو زیادہ بہتر ہے۔ پہلے دائیں بائیں دیکھ کر صفیں درست کر دے اور کہے سیدھے ہو جاؤ۔ اللہ تم پر رحمت نازل فرمائے۔ ٹھیک ہو جاؤ۔ اللہ تم سے راضی ہو۔ درمیانی خلا بند کرنے کا شانہ سے شانہ ملانے کا باہم اتنا قریب ہو جانے کا کہ مونڈھے سے مونڈھا مل جائے حکم دے۔ صفوں کی کجی نماز کا نقصان ہے شیطان آکر لوگوں کے ساتھ صفوں میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے رسول اللہؐ نے فرمایا صفیں جوڑ لیا کرو، مونڈھے سے مونڈھا ملایا کرو اور درمیانی خلا کو بند کر دیا کرو، تاکہ بکری کے بچوں کی شکل شیطان تمہارے درمیان گھس کر نہ کھڑے ہو جائیں۔ رسول اللہ نماز کو کھڑے ہوتے تو تکبیر کہنے سے پہلے دائیں بائیں دیکھ کر شانے برابر رکھنے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے کوئی آگے پیچھے نہ ہو ورنہ دلوں میں اختلاف ہو جائے گا۔ حضورؐ نے ایک روز دیکھا کہ ایک شخص کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا ہے۔ فرمایا تم کو اپنے مونڈھے برابر کرنے چاہئیں ورنہ اللہ تمہارے دلوں میں مخالفت ڈال دے گا۔

مسلم اور بخاری کی متفق علیہ روایت ہے کہ سالم بن ابی الجعد نے بوساطت حضرت نعمان بن بشیر بیان کیا کہ رسول اللہؐ فرماتے تھے اپنی صفیں برابر رکھا کرو ورنہ اللہ تمہاری شکلوں میں مخالفت ڈال دیگا۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ قتادہؓ نے حضرت بن مالک کی وساطت سے بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اپنی صفیں برابر رکھا کرو صفوں کی ہمواری تکمیل صلوٰۃ کا ایک حصہ ہے۔ حضرت عمرؓ بن خطاب کے متعلق آیا ہے کہ آپ نے ایک شخص کو صفیں سیدھی کرنے پر مقرر کر رکھا تھا۔

جب تک وہ شخص اگر صفیں ہموار ہونے کی اطلاع نہ دیدیتا۔ آپ تکبیر نہیں کہتے تھے۔ عمر بن عبدالعزیز بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ روایت میں آیا ہے کہ حضرت بلالؓ موذن صفیں ہموار کرتے تھے اور ایڑیوں پر دُرّے مارتے تھے۔ تاکہ لوگ ہموار ہو جائیں بعض علماء نے کہا کہ اس روایت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلالؓ ایسا کام رسول اللہ کے زمانہ میں اقامت کے وقت نماز شروع کرنے سے پہلے کرتے تھے۔ کیونکہ حضرت بلالؓ نے حضورؐ کے بعد کسی امام کے لئے کبھی اذان نہیں دی۔ صرف ایک روز حضرت ابوبکرؓ صدیق کے عہد خلافت میں جب آپ شام سے واپس آئے تھے اور صدیق اکبرؓ نے اور نیز دوسرے صحابہ نے عہد نبوی کی یاد اور اشتیاق میں حضرت بلالؓ سے اذان کی خواہش کی تھی تو آپ نے اذان دی تھی۔ جب اشہد ان محمداً رسول اللہ پر پہنچے تو رُک گئے کہہ نہ سکے اور حضور کے عشق و محبت میں بیہوش ہو کر گر گئے۔ مدینہ کے تمام انصار و مہاجرین میں بھی کہرام مچ گیا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ کی محبت میں جوان عورتیں بھی پردہ سے نکل آئیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت بلالؓ کا لوگوں کی ایڑیوں پر دُرّے مارنا رسول اللہ کے زمانہ میں تھا۔ امام پر لازم ہے کہ قبلہ والی دیوار کے کمانچہ کے اندر گھس کر نہ کھڑا ہو امام احمد کی دوسری روایت میں آیا ہے کہ طاقچہ کے اندر کھڑا ہونا مستحب ہے۔

مقتدیوں کی جگہ سے اونچی جگہ پر نہ کھڑا ہو اگر ایسا کریگا تو بعض کا قول ہے کہ نماز فاسد ہو جائیگی۔ مناسب ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد محراب میں ہی نہ ٹھہرا رہے۔ بلکہ کھڑا ہو جائے اور بائیں طرف کو ہٹ کر محراب کے گوشہ میں نفل پڑھے حضرت مغیرہ بن شعبہ کی روایت میں آیا ہے۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ امام جس جگہ لوگوں کو فرض نماز پڑھائے اسی جگہ نفل نہ پڑھے مقتدی کے لئے یہ عمل جائز ہے۔ چاہے اسی جگہ نفل پڑھ لے یا کچھ پیچھے ہٹ کر پڑھ لے۔ مناسب ہے کہ امام دو بار وقفہ کرے ایک بار نماز شروع کرنے کے وقت اور ایک بار قرأت سے فارغ ہو کر رکوع کرنے سے پہلے اس وقفہ میں اس کو دم مل جائیگا قرأت سے پیدا شدہ جوش میں سکون ہو جائیگا اور تکبیر رکوع سے قرأت کا اتصال نہ ہوگا۔ ایسا ہی حضرت سمرہؓ بن جندب کی حدیث میں رسول اللہؐ سے منقول ہے۔ اگر سترہ کی طرف نماز پڑھ رہا ہو تو سترہ سے زیادہ فاصلہ پر نہ کھڑا ہو بلکہ قریب ہی کھڑا ہو تاکہ درمیان سے کوئی کالا کتا یا گدھا یا عورت نہ گذر سکے۔ ان کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ امام احمد کا یہی مسلک ہے۔ امام احمد سے دوسری روایت ہے کہ عورت اور گدھے کے سامنے سے گذرنے سے نماز میں نقصان نہیں ہوتا۔ رکوع میں تین بار سبحان اللہ پڑھے اور پڑھنے میں جلدی اور پھرتی نہ کرے بلکہ پوری طرح آہستگی اور جماؤ سے الفاظ ادا کرے۔ کیونکہ اگر جلدی جلدی پڑھ لیگا تو پیچھے والے پا نہ سکیں گے اور اس طرح مقتدی امام سے سبقت کر جائیں گے اور ان کی نماز فاسد ہو جانے کی نتیجہ میں ان کا گناہ ان کی طرف لوٹے گا۔ اسی طرح رکوع سے سر اُٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ کہہ چکے تو ٹھیک سیدھا کھڑا ہو جائے اور بغیر عجلت کے ربنا لک الحمد کہے تاکہ مقتدی بھی اس کو پا سکیں۔ اگر اس سے زیادہ مِلْأَ السَّمَاءِ وَمِلْأَ الْاَرْضِ وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْئٍ کہے تو جائز ہے۔ رسول اللہ سے اس کے متعلق حدیث منقول ہے حضرت انس بن مالک نے فرمایا۔ رسول اللہ رکوع سے سر اٹھا کر اتنی دیر کھڑے رہتے کہ خیال کیا جاتا کہ آپ بھول گئے۔ اسی طرح سجدہ

میں اور دونوں سجدوں کے درمیان نشست میں سکون و وقفہ کرے اور اس شخص کے قول پر نظر کرے جو کہتا ہے کہ اس طرح کرنے سے مقتدی امام سے پہلے بعض ارکان ادا کر لیگا اور یہ فعل مکروہ ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ لوگ جب دیکھیں گے کہ امام ہمیشہ ایسا کرتا ہے اور یہ فعل کیا ہی کرتا ہے تو سمجھ جائیں گے کہ ٹھیرنا اس کی عادت ہی ہے اس لئے خود بھی ٹھیرا رکھیں گے اور اس سے پہلے کسی عمل کو نہیں کریں گے۔ پھر یہ حکم بھی تو امام کو دیا جاتا ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے مقتدیوں کو تنبیہ کرنا اور ان عمل میں امام پر سبقت کرنے سے ڈرانا مستحب ہے اس کی تفصیل متصل فصل میں آئے گی۔ اس لئے امام کے توقف اور سکون سے کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی بلکہ عمومی اصلاح اور نماز کی تکمیل ہوگی۔ حدیث میں آیا ہے کہ امام نمازیوں کا نگراں ہے جو اس کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہوں۔ اس لئے امام پر مقتدیوں کو نصیحت کرنا اور رکوع و سجود میں امام سے سبقت کرنے کی ممانعت کرنا اور اچھی طرح نماز کے آداب بتانا لازم ہے کیونکہ وہ مقتدیوں کا نگراں ہے اور مقتدیوں کے متعلق اس سے سوال کیا جائیگا۔

اپنی نماز کو مکمل محکم اور عمدہ بنانا امام کا فرض ہے تاکہ مقتدیوں کے برابر ان کی نماز کا ثواب اس کو بھی ملے۔ ورنہ اگر خرابی اور کوتاہی کرتا رہے گا تو مقتدیوں کے گناہوں کا ویسا ہی گناہ اس کو بھی ہوگا جیسا مقتدیوں کو ہوگا۔

فصل اقتدا کی نیت کرنی واجب ہے اگر مقتدی اکیلا ہو تو امام کے داہنی ہاتھ کو کھڑا ہو نہ آگے کھڑا ہو نہ بائیں۔ ہاتھ کو اگر مقتدیوں کی جماعت ہو تو سب کا امام کے پیچھے کھڑا ہونا ہے۔ اگر اکیلا مقتدی امام کے داہنی طرف کھڑا ہو کر تکبیر کہہ چکا ہو اور دوسرا آجائے تو وہ بھی اس کے ساتھ کھڑا ہو کر تکبیر کہے دونوں کی ایک صف ہو جائے پھر دونوں امام سے پیچھے چلے جائیں۔ جب دوسرا آدمی تکبیر کہہ چکے تو امام ہاتھ سے دونوں کو پیچھے کر دے خود آگے نہ بڑھے ہاں اگر پیچھے جگہ نہ ہو تو خود آگے بڑھ جائے۔ اگر جماعت کھڑی ہو اور کوئی بعد کو آئے اور اس کو جماعت کے اندر کوئی شگاف نظر آئے تو اس میں داخل ہو جائے ورنہ صف کے پیچھے امام کے دائیں طرف کھڑا ہو جائے کسی کو ساتھ ملانے کے لئے صف میں سے نہ کھینچے۔ کیونکہ اس سے خرابی فتنہ اور آپس کی عداوت اور بغض پیدا ہوتا ہے اور جس کو کھینچا جاتا ہے اس کی نماز بھی ہمارے نزدیک فاسد ہو جاتی ہے۔ وہ جماعت سے بچھڑ جاتا ہے۔ بلکہ کوشش کر کے اپنے دونوں مونڈھے صف میں داخل کر تکبیر تحریمہ کہے پھر ساتھ والے کے ساتھ پیچھے ہٹ کر صف بنالے۔ اگر ایسے وقت آیا ہو کہ امام رکوع میں ہو تو دو تکبیریں کہے۔ ایک تکبیر تحریمہ اور دوسری رکوع کے لئے۔ اگر ایک ہی تکبیر کہی اور دونوں کی نیت کر لی تب بھی درست ہے اگر ایسے وقت آیا کہ امام آخری تشہد میں تھا تو نماز کی نیت کر کے تکبیر کہہ کر بیٹھ جانا مستحب ہے تاکہ جماعت کی فضیلت حاصل ہو جائے۔ امام سلام پھیر دے تو اسی تکبیر پر بنا کر لے اور نماز پڑھ لے۔

فصل واجب ہے کہ مقتدی امام سے پہلے نہ تکبیر کہے نہ رکوع نہ سجدہ کرے نہ رکوع سجود سے سر اٹھائے اس کی بہت احتیاط رکھے اور بقدر امکان و طاقت کوشش کرے کہ نماز میں اس کا ہر فعل امام کے فعل کے بعد ہو۔ اس کے متعلق رسول اللہ کی بہت حدیثیں آئی ہیں اور صحابہ کرام سے بھی بہت اقوال مروی ہیں۔

رسول اللہؐ نے فرمایا تھا جو شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا کیا اس کو ڈر نہیں لگتا کہ کہیں اس کے سر کو اللہ گدھے کے سر میں تبدیل کر دے۔ دوسری حدیث میں حضورؐ نے فرمایا۔ امام تم سے پہلے رکوع کرتا ہے تم سے پہلے سجدہ کرتا ہے اور تم سے پہلے سر اٹھاتا ہے۔ حضرت براء بن عازب نے فرمایا۔ ہم (نماز میں) رسول اللہؐ کے پیچھے تھے۔ حضور قیام سے نیچے کو جاتے تھے۔ تو ہم میں سے کوئی اس وقت تک نہیں جھکتا تھا جب تک رسول اللہؐ اپنی پیشانی زمین پر نہ رکھ دیتے تھے۔ صحابۂ کرام حضور کے پیچھے اس وقت تک جم کر کھڑے رہتے تھے کہ آپ نیچے کو گر کر تکبیر کہہ کر زمین پر پیشانی رکھ دیتے۔ صحابۂ کے اقوال منقول ہیں مختلف صحابی کہتے تھے کہ حضور اقدس سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے اور اس وقت تک ہم سجدہ میں ہی ہوتے تھے۔ حضرت انس بن مالک کی روایت ہے۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص امام سے پہلے اپنا سر سجدہ سے اٹھاتا ہے۔ کیا اس کو ڈر نہیں لگتا کہ اللہ اس کے سر کو بدل کر گدھے کے سر کی طرح کر دے یا خنزیر کے سر کی طرح بنا دے۔ حضرت ابوہریرہ کی روایت میں خنزیر کا ذکر نہیں ہے۔ روایت میں آیا ہے کہ ایک شخص کو امام سے پہلے (افعال نماز کرتے) حضرت ابن مسعودؓ نے دیکھکر فرمایا۔ تو نے تنہا نماز پڑھی نہ امام کی اقتدا کی اور جس نے نہ تنہا نماز پڑھی ہو نہ امام کی اقتدا کی ہو اس کی نماز ہی نہیں۔ حضرت ابن عمر نے ایک شخص کو امام سے پہلے (افعال نماز ادا کرتے) دیکھکر فرمایا تو نے نہ تنہا نماز پڑھی نہ امام کے ساتھ پڑھی۔ پھر آپ نے اس کو مارا اور نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا۔ ابو صالح نے ابوہریرہ کی وساطت سے بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ امام کو صرف اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے اس لئے جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو۔ جب رکوع کرے تو رکوع کرو جب سر اٹھائے تو سر اٹھاؤ۔ جب سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ تو تم سب رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہو جب سجدہ کرے تو اس کے سجدہ کے بعد سجدہ کرو جب (سجدہ) سے سر اٹھائے تو سر اٹھاؤ مگر اس کے سر اٹھانے سے پہلے سر نہ اٹھاؤ جب وہ بیٹھکر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھکر نماز پڑھو۔ ہمارے امام احمد نے اپنے ایک رسالہ میں اپنی اسناد سے حضرت ابو موسیٰ اشعری کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہؐ نے ہم کو ہماری نماز سکھائی اور نماز میں ہم جو کچھ پڑھیں وہ بھی بتا دیا۔ فرمایا جب امام تکبیر کہے تو تکبیر کہو۔ جب قرات پڑھے تو خاموشی کے ساتھ متوجہ ہو کر سنو۔ جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اللہ تمہاری دعا قبول فرمائیگا۔ جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو۔ جب وہ (رکوع سے) سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم سر اٹھاؤ اور اللّٰھم ربنا لک الحمد کہو اللہ تمہارا قول سنیگا۔ جب وہ تکبیر کہے اور سجدہ کرے تو تم تکبیر کہو اور سجدہ کرو۔ جب وہ (سجدہ سے) سر اٹھائے تو تم سر اٹھاؤ اور تکبیر کہو۔ حضورؐ نے فرمایا پس یہ (تمہارے عمل) ان کے (امام کے) افعال کے ساتھ ہیں۔ جب امام قعدہ میں ہو تو تم کہو التحیات للّٰہ والصلوٰۃ والطیبات یہاں تک کہ فارغ ہو جاؤ

ہمارے امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد شیبان نے حدیث کی تشریح میں فرمایا۔ اللہ ہماری موت ان کے عقیدہ و فقہ پر کرے اور ہمارا حشر ان کے گروہ میں کرے۔ حضورؐ نے جو فرمایا جب امام تکبیر کہے تو اس کے ساتھ تم بھی تکبیر کہو۔ مراد یہ

جب امام تکبیر کہہ چکے اور اس کی آواز ختم ہو جائے تو اس کے بعد تم تکبیر کہو عام لوگ نماز کو بہت سبک اور حقیر سمجھکر پرواہ نہیں کرتے۔ پھر حدیث کو نہیں جانتے اور سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں۔ امام تکبیر شروع ہی کرتا ہے۔ تو وہ بھی تکبیر شروع کر دیتے ہیں اور یہ غلطی ہے۔ جب تک امام تکبیر سے فارغ نہ ہو جائے اور اس کی آواز ختم نہ ہو جائے اس وقت تک مقتدیوں کا تکبیر کرنا جائز نہیں۔ رسول اللہ کے فرمان مذکور کا بھی یہی مطلب ہے۔ امام کو تکبیر کہنے والا اس وقت تک نہیں کہا جا سکتا۔ جب تک وہ تکبیر پوری نہ کہدے۔ کہ اللہ کہہ کر وہ خاموش ہو جائے تو بغیر اکبر کہے اس کو تکبیر کہنے والا کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے جب وہ اللہ اکبر کہہ چکے تو مقتدیوں کو تکبیر کہنی چاہئے۔ امام کے ساتھ ساتھ تکبیر کہنی غلط ہے اور رسول اللہ کے حکم کے خلاف ہے۔ اگر تم کہو کہ جب فلاں شخص نماز پڑھیگا تو میں اس سے کلام کروں گا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ نماز میں مشغول رہیگا میں انتظار کرتا رہوں گا جب نماز سے فارغ ہو جائے گا تو اس سے کلام کروں گا۔ نماز پڑھتے میں اس سے کلام کرنے کا کوئی معنی نہیں۔ پس اسی طرح حضور کے فرمان اِذَا كَبَّرَ الْاِمَامُ فَكَبِّرُوْا کا یہی مطلب ہے۔ کیونکہ اگر امام نادانی اور بے سمجھی کی وجہ سے اللہ اکبر کے تلفظ کو طول دیدے اور مقتدی مختصر طور پر کہدے تو امام کا تکبیر ختم کرنے سے پہلے مقتدی تکبیر کہہ چکیگا اور جو شخص امام سے پہلے تکبیر کہہ لے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ امام سے پہلے اس نے نماز شروع کر دی یہی مطلب حضور کے اس فرمان کا ہے کہ جب امام تکبیر کہے اور رکوع کرے تو تم تکبیر کہو اور رکوع کرو یعنی انتظار کرتے رہو جب امام تکبیر کہہ چکے اور اس کی آواز ختم ہو جائے اور رکوع کو چلا جائے تو مقتدی اس کی پیروی کریں اسی طرح حضور کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ امام سر اٹھالے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم سر اٹھاؤ اور اللھم ربنا لک الحمد کہو۔ یعنی رکوع میں قائم رہیں انتظار کرتے رہیں۔ جب امام سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ کہہ چکے اور اس کی آواز ختم ہو جائے تو بعد کو سر اٹھائیں اور اللھم ربنا لک الحمد کہیں۔ جب امام تکبیر کہے اور سجدہ کرے۔ تو تم تکبیر کہو اور سجدہ کرو اس کا معنی بھی یہ ہے۔ کہ لوگ کھڑے رہیں یہاں تک کہ امام تکبیر کہتا ہوا سجدہ کو جھکے اور زمین پر پیشانی رکھدے۔ تو اس کے بعد اس کی پیروی کریں۔ حضرت براء بن عازب سے یہی تشریح منقول ہے اور یہی تشریح موافق ہے رسول اللہ کے اس قول کے کہ امام تم سے پہلے رکوع کرتا ہے اور تم سے پہلے سجدہ کرتا ہے اور تم سے پہلے سر اٹھاتا ہے۔ اسی طرح حضور نے جو فرمایا تھا کہ امام جب تکبیر کہے اور سر اٹھائے تو تم اپنے سر اٹھاؤ اور تکبیر کہو اس کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی اس وقت تک سجدہ میں رہیں کہ امام سر اٹھائے اور تکبیر کہہ چکے جب اس کی آواز ختم ہو جائے تو اس کی پیروی کریں اور سجدہ سے سر اٹھائیں۔

حضور نے فرمایا فَتِلْكَ بِتِلْكَ (یہ ان کے ساتھ ساتھ ہے) یعنی قیام کی حالت میں تمہارا یہ انتظار کہ امام تکبیر کہہ چکے اور رکوع میں پہنچ جائے اور رکوع کی حالت میں تمہارا یہ انتظار کہ امام رکوع سے سر اٹھائے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہہ چکے اور اس کی آواز ختم ہو جائے اس کے بعد تم اپنا سر اٹھاؤ اور ربنا لک الحمد کہو۔ غرض فرمان مذکور ہر حرکت کو شامل ہے۔ خواہ اونچی ہو یا نیچی (سر اٹھانے کی ہو یا سر جھکانے کی) یہ تکمیل صلوٰۃ ہے اس کو ہمیشہ پیش نظر رکھو اور یاد کر لو۔

اور جان رکھو کہ قیامت کے دن بہت سے لوگوں کی نماز (مقبول) نہ ہوگی۔ کیونکہ رکوع سجود اور نشست و برخاست میں نے امام سے سبقت کی ہوگی۔ حدیث میں آیا ہے۔ ایک زمانہ آئیگا جب لوگ نماز پڑھینگے مگر حقیقت میں نماز نہیں پڑھتے۔ ممکن ہے کہ وہ زمانہ ہمارا ہی ہو۔ کیونکہ اس زمانہ میں لوگ اکثر امام سے (افعال نماز میں) سبقت کرتے ہیں۔ اور نماز کے ارکان واجبات اور مسنونات کو ضائع کرتے ہیں۔

فصل اگر کوئی نماز میں کوئی قصور یا کسی یا واجب یا آداب صلوٰۃ میں سے کسی حصہ کو ترک کر رہا ہے۔ تو دیکھنے والے پر واجب ہے کہ اس کو وعظ نصیحت کرے اور بتلائے تا کہ وہ آئندہ نماز درست کرے اور گذشتہ سے معافی مانگ لے اگر دیکھنے والا ایسا نہ کریگا تو کرنے والے کا شریک قرار دیا جائیگا اور اس کا بار اور گناہ اس پر بھی ہوگا۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا جاہل کی وجہ سے عالم کی تباہی ہوگی۔ کیونکہ عالم اس کو سکھاتا نہ تھا۔ اس سے ثابت ہے کہ نہ جاننے والے کو بتانا عالم پر لازم اور واجب ہے۔ اس لئے تو حضور نے اس کو تباہی سے ڈرایا ہے وعید کا مستحق وہ ہوتا ہے جو واجب اور فرض کا تارک ہو۔ حضرت بلال بن سعد کی روایت میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا۔ گناہ جب تک چھپا رہتا ہے تو کرنے والے کے علاوہ کسی اور کو ضرر نہیں پہنچاتا اور جب کھل کر سامنے آجائے اور اس کی اصلاح نہ کی جائے تو اس کا ضرر عام طور پر پہنچتا ہے کیونکہ لوگوں پر لازم ہوتا ہے کہ جس سے گناہ صادر ہو رہا ہو اس کو روکیں اور گناہ کی اصلاح کریں اور رہتے ہیں وہ خاموش اس لئے خرابی اور وبال بڑھ جاتا ہے اور سب پر آجاتا ہے (اس طرح) بدکاروں کی بدکاری میں نیکوں کی بھی شرکت ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ انہوں نے روکا نہ ہو اور نصیحت نہ کی ہو۔

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا جس نے کسی کو نماز خراب کرتے دیکھا اور باز داشت نہیں کی تو اس خراب نماز کی اور خرابی میں اس کی شرکت ہو جائے گی اور ایسا آدمی شیطان کے موافق ہو جائیگا شیطان تو چاہتا ہی ہے کہ گناہ ہوتے رہیں اور آدمی خاموش رہے اور جس نیکی اور پرہیزگاری کا حکم اللہ نے مسلمانوں کو دیا ہے اس میں تعاون نہ کرے۔ اللہ نے فرمایا: تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى۔ باہم ایک دوسرے کی خیرخواہی کرنی واجب ہے مگر شیطان چاہتا ہے کہ دین نابود ہو جائے اور اسلام (دنیا سے) مٹ جائے اور ساری مخلوق گناہ کرنے لگے۔ پس عقلمند کے لئے مناسب نہیں کہ شیطان کے کہنے پر چلے۔ اللہ نے فرمایا ہے يَا بَنِيْ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ اے اولاد آدم تم کو شیطان فتنہ میں نہ ڈالدے جس طرح تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوایا۔ دوسری آیت میں فرمایا اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحَابِ السَّعِيْرِ شیطان بلاشبہ تمہارا دشمن ہے تم اس کو اپنا دشمن ہی سمجھو۔ وہ اپنے گروہ کو صرف اس لئے بلاتا ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے دوزخی ہو جائیں۔

اس بات کو سمجھ لو کہ اہل علم اور فقہ کے خاموش رہنے تو بہ نصیحت تعلیم اور تادیب نہ کرنے کی وجہ سے نماز زکوٰۃ اور دوسری عبادتوں میں جو نقص واقع ہوتے ہیں وہ [illegible] والوں سے ہوتا ہے۔ [illegible]

طرف اس خرابی کو منسوب کیا جاتا ہے۔ تعجب ہے کہ اگر کسی یہودی یا مسلمان کا ایک حبہ یا ایک روئی چوری ہوتے دیکھتا ہے تو بے قابو ہو جاتا ہے۔ اور چور پر چیختا چلاتا اور اس کو ڈانٹتا اور برا کہتا ہے۔ لیکن اگر کسی کو نماز پڑھتے وقت نماز کے ارکان اور واجبات کی چوری کرتے اور چھوڑتے دیکھتا ہے اور اس کی نظروں کے سامنے مقتدی امام سے سبقت کرتا ہے تو خاموش رہتا ہے کچھ بھی نہیں کہتا نہ اس کا رد کرتا ہے نہ اس کو بتاتا ہے اس کے معاملہ کو ناقابل توجہ سمجھکر چھوڑ دیتا ہے۔ حالانکہ حدیث میں آچکا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے۔ جو شخص نماز میں سے کچھ چراتا ہے وہ بدترین چور ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز کی چوری کیسے کر سکتا ہے فرمایا رکوع سجود پورا نہیں کرتا حسن بصری نے فرمایا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کیا تم کو نہ بتاؤں کہ بدترین چور کون ہے۔ صحابہ نے عرض کیا ضرور فرمائیے کون ہے فرمایا جو نہ رکوع پورا کرتا ہے نہ سجدہ۔

حضرت سلمان فارسی نے فرمایا نماز ایک پیمانہ ہے جو پورا دیگا اس کو پورا دیا جائیگا اور جو کم دے گا تو تم جانتے ہو کہ کم دینے والوں کے حق میں اللہ نے کیا فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن علی یا علی بن شیبان کا قول ہے آپ ان نمائندوں میں سے ایک تھے۔ جو حضور کی خدمت میں اپنے قبیلہ کی طرف سے حاضر ہوتے تھے۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا اللہ اس بندہ کی نماز کی طرف نظر نہیں کرتا جو رکوع اور سجدہ میں اپنی پشت سیدھی نہیں رکھتا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا حضور اقدس مسجد کے ایک گوشہ میں تشریف فرما تھے ایک شخص آیا اور نماز پڑھکر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا۔ حضور نے سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا۔ لوٹ کر جاؤ نماز پڑھو کیونکہ واقعہ یہ ہے تم نے نہیں پڑھی۔ اس شخص نے پھر ویسی ہی نماز پڑھ لی جیسی پڑھی تھی اور نماز کے بعد آکر سلام کیا حضورؐ نے فرمایا نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ اس شخص نے تین بار ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد عرض کیا یا رسول اللہؐ قسم ہے جس نے برحق نبی بنا کر بھیجا ہے۔ مجھے اس سے بہتر نماز نہیں آتی۔ مجھے سکھا دیجئے۔ فرمایا نماز کو کھڑا ہونا چاہو تو پہلے پورا پورا وضو کرو۔ پھر قبلہ رو ہو کر تکبیر کہو پھر جو حصہ قرآن تمہارے لئے آسان ہو وہ پڑھو۔ پھر رکوع کرو جب ٹھیک رکوع کر لو تو سر اٹھاؤ اور سیدھے ٹھیک کھڑے ہو جاؤ۔ پھر سجدہ کرو ٹھیک ٹھیک سجدہ کرنے کے بعد بیٹھ جاؤ۔ جب نشست ٹھیک ہو جائے تو پھر سجدہ کرو اور پھر دوسرے سجدہ کرنے کے بعد سر اٹھا کر ٹھیک طور پر بیٹھ جاؤ اسی طرح پوری نماز میں کرو۔ دوسری حدیث میں آیا ہے۔

حضرت رفاعہ بن رافع نے فرمایا ہم رسول اللہؐ کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور قبلہ رو ہو کر اس نے نماز پڑھی اور نماز ادا کرنے کے بعد خدمت گرامی میں حاضر ہو کر سلام کیا۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا دوبارہ جا کر نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ حضورؐ نے اس کو یہ حکم دو مرتبہ یا تین مرتبہ دیا آخر اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ جتنا میں کر سکتا ہوں اس میں تو کمی نہیں کرتا۔ مجھے نہیں معلوم کہ حضور کی مراد کیا ہے۔ فرمایا تم میں سے کسی کی نماز اس وقت تک پوری نہیں ہوتی جب تک کہ خدا کے حکم کے مطابق پورا پورا وضو نہ کرے یعنی چہرہ اور کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھوئے اور سر کا مسح کرے اور ٹخنوں تک دونوں پاؤں دھوئے پھر اللہ اکبر کہے اور حمد کرے پھر اتنا قرآن پڑھے جتنے کی اس کو اجازت دی گئی ہے۔ پھر تکبیر کہہ کر دونوں ہتھیلیاں دونوں گھٹنوں پر رکھے یہاں تک کہ اس کے جوڑ ٹھکانے پر ہو جائیں اور ڈھیلے پڑ جائیں۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور

ٹھیک سیدھا کھڑا ہو جائے کہ پشت بالکل سیدھی ہو جائے اور ہر عضو اپنی جگہ لے لے اس کے بعد تکبیر کہا اور سجدہ کرے اور زمین پر چہرہ کو ٹھکا دے کہ سب جوڑ اپنے ٹھکانے پر ہو جائیں اور ڈھیلے پڑ جائیں۔ پھر تکبیر کہے اور ٹھیک بیٹھ جائے اور پشت کو سیدھا رکھے۔ حضورؐ نے اسی طرح چاروں رکعتوں کی تشریحی حالت بیان کی اور بیان ختم کرنے کے بعد فرمایا ایسا کیے بغیر تم میں سے کسی کی نماز پوری نہ ہوگی (دیکھو) رسول اللہؐ نے نماز اور رکوع سجود کو پورا کرنے کا حکم دیا اور فرمایا بغیر اس کے نماز قبول نہیں ہوتی۔ ایک شخص کو ناقص نماز پڑھتے دیکھا تو ممکن نہ ہوا کہ آپ خاموش رہتے پس اگر وقت ضرورت سے بیان حکم کی تاخیر جائز ہوتی اور ناواقف کی تردید و تعلیم کو ترک کرنا درست ہوتا تو حضور خاموش رہتے اور اس سے پہلے صحابہ کو جو کچھ مفصل بتا چکے تھے اسی پر اکتفا کرتے اور اس شخص سے درگذر فرماتے لیکن اس شدت سے اس شخص کی باز داشت اور تعلیم بتا رہی ہے کہ جاہل کی تعلیم واجب ہے اور حضور نے حاضرین مجلس کو تنبیہ فرما دی کہ اگر وہ بھی کسی کو نماز میں ایسا ہی کرتے دیکھیں تو اسی طرح کریں اور اپنے ساتھیوں کو بھی بتا دیں اور وہ اپنے ساتھیوں کو یہی سکھائیں اور احکام شرع کی تعلیم اسی طرح قیامت تک جاری رہے۔

فصل واجب ہے کہ دونوں جگہ اشہد کہتے میں موذن اپنا تلفظ درست کرے (یعنی شین کو سین نہ کہے) اوقات کو پہچانتا ہو سوائے فجر کے دوسری نمازوں کے لئے اذان وقت سے پہلے نہ دے۔ بامید ثواب لوجہ اللہ اذان کہے اذان کی اجرت نہ لے۔ اللہ اکبر اور اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اور اشہد ان محمد رسول اللہ کہنے کے وقت قبلہ کی طرف منہ رکھے اور حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہنے کے وقت دائیں بائیں مونہہ پھیرے۔ مغرب کی اذان دے تو اذان و قامت کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھ جائے۔ جنابت کی حالت میں یا بے وضو اذان دینی مکروہ ہے۔ اقامت کے بعد صفوں کو چیر کر پہلی صف میں جا کر کھڑا ہونا جائز نہیں۔ مناسب تو یہ ہے کہ جہاں اذان دی ہے اسی جگہ اقامت کہے لیکن اس میں اگر دشواری ہو مثلاً اذان منارہ پر دی ہو تو پھر نماز کی جگہ پہنچکر یا جہاں آسانی ہو اقامت کہے۔

فصل اللہ رحم کرے اس شخص پر جو خشوع و خضوع عاجزی خوف نگہداشت رغبت اندیشہ اور بیم و رجا کے ساتھ نماز کی طرف دیکھتا ہے۔ نماز میں اس کے پیش نظر اداء اللہ کی خوشنودی مناجات اور قیام و قعود رکوع و سجود کی حالت میں اللہ کے سامنے کمر بستہ رہنا ہوتا ہے۔ اس کے لئے وہ اپنے دل اور دل کے تصور کو خالی کر لیتا ہے اور ادائے فرائض کی کوشش کرتا ہے کیونکہ اس کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس نماز کے بعد بھی دوسری نماز پڑھ سکیگا یا دوسری نماز سے پہلے ہی اس کی موت کی جلدی ہو جائے گی یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے رب کے سامنے غمگین اور خوفزدہ کھڑا ہوتا ہے۔ نماز قبول ہونے کی امید بھی ہے اور رد کئے جانے سے ڈرتا رہتا ہے۔ نماز قبول ہوگئی تو سعادت مل گئی اور رد کر دی گئی تو بدبختی کا سامنا ہوگا

لے وہ مومن جو اس نماز میں اور دوسرے اعمال میں خواہ سب درست نہ ہوں مگر اندیشہ بہت رکھتے اور نماز جو دوسرے فرائض خداوندی سب میں تیر غم و رنج اور خوف و خطر بہت ہی قریب ہے کیونکہ تجھے نہیں معلوم کہ تیری کوئی نماز اور کوئی نیکی بھی قبول بھی ہوئی یا نہیں اور تیرا کوئی گناہ معاف بھی کیا گیا یا نہیں لیکن اس کے باوجود تو ہنستا ہے خوش رہتا ہے غفلت میں پڑا ہے اور

زندگی کے مزے حاصل کر رہا ہے۔ تیری یہ حرکات کس طرح مناسب ہیں۔ ایک سچے امانت دار خبر دینے والے کے پاس سے
تو یقینی اطلاع آ چکی ہے کہ تجھے دوزخ پر ضرور اترنا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا تم میں سے
کوئی ایسا نہیں جو دوزخ پر نہ اترے۔ اور تجھے دوزخ پر اترنے کا یقین نہیں آتا جب تک اللہ تیری اطاعت
قبول نہ کرلے۔ اس وقت تک کثرت گریہ اور شدت غم کا مستحق تجھ سے زیادہ کوئی نہیں۔ پھر تجھے یہ بھی نہیں معلوم
کہ تیری شام کے بعد صبح اور صبح کے بعد شام بھی ہوگی یا نہیں۔ اور کیا تجھے جنت کی بشارت ملے گی یا دوزخ کی۔ تیرے
عادات تو اس لائق تھے کہ تجھے نہ بیوی بچوں سے خوشی حاصل ہوتی نہ مال سے۔

بہت ہی تعجب کی بات یہ ہے کہ تجھے ہر دن اور ہر رات۔ ہر منٹ اور ہر پل دھیرے دھیرے موت کی طرف کو ہنکایا
لے جایا جا رہا ہے۔ مگر تیری غفلت طویل اور بھول بڑی ہے۔ موت سے ڈر اور اس خطرۂ عظیم سے جو تجھ پر چھایا ہوا ہے
غافل نہ ہو۔ موت کا مزہ بہرحال سب تجھے چکھنا ہی ہے۔ اور موت سے دوچار ہونا لازمی امر ہے۔ ممکن ہے صبح یا شام موت
تیرے گھر ڈیرہ ڈال دے اور اس کا بدترین رخ تیرے مکان کی طرف ہو جائے۔ آخر سب کچھ چھین کر تجھے اس سب سے
نکالا جانا ہی ہے۔ خواہ جنت کی طرف ہو یا دوزخ کی طرف دوزخ کے احوال کی تفصیل نا ممکن ہے اس کے احوال کی
حقیقت اس کی مقدار، گوناگون عذابوں کی معرفت اور اس کی پوری خبر کے احاطہ سے عبارتیں اور روایتیں قاصر ہیں۔

ایک نیک بندہ نے کہا تھا کہ مجھے دوزخ اور جنت دونوں کے متعلق تعجب ہوتا ہے۔ ایک سے بھاگنے والا
کس طرح سوتا ہے اور دوسری کے طلبگار کو نیند کیسے آتی ہے۔ خدا کی قسم اگر دوزخ سے فرار اور جنت کی طلب
دونوں سے تو خالی ہوگا۔ تو عذاب پانے والے بدبختوں کے ساتھ کھلم کھلا تباہ ہو جائیگا تیری بدبختی عظیم الشان
ہوگی اور تیرا غم اور گریہ طویل ہوگا۔ اور اگر تجھے۔ اور اگر تجھے دوزخ سے فرار اور جنت کی طلب کا دعوی ہے تو آرزوئیں
تجھے فریب خوردہ نہ بنا دیں جس چیز کی آرزو میں تو مبتلا ہے۔ اس پر تعجب ہے۔ کوشش اور کاوش کا التزام کر نفس اور
شیطان سے ڈرتا رہ ان دونوں کا سوراخ باریک ہے۔ یہ بڑے لٹیرے ہیں۔ ان کی مکاریاں خبیث ہیں۔ دنیا کی
طرف سے چوکنا رہ یہ اپنی سجاوٹ میں گرفتار نہ کرلے۔ کہیں اپنی بے حقیقت چیزوں سے اور جھوٹ سے اور سرسبزی اور
تازگی سے تجھے فریب نہ دیدے۔ حضور سید البشر کی حدیث میں آیا ہے کہ دنیا دھوکہ دیتی ہے گذرتی رہتی ہے اور
ضرر پہنچاتی ہے۔ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ۔ تجھے یہ
زوال پذیر زندگی فریب نہ دیدے اور فریبی تجھے اللہ کے معاملے میں فریب خوردہ نہ بنا دے۔ فریبی سے مراد شیطان مردود
ہے۔ اللہ سے ڈر، اللہ سے ڈر، تباہی اور ہلاکت سے خوف کھا نماز اور دوسرے احکام کی پابندی کر تمام
ممنوعات سے پرہیز کر بیرونی اور اندرونی گناہ کو چھوڑ دے اللہ نے تیرے اور دوسروں کے متعلق رزق وغیرہ کا
جو فیصلہ کر دیا ہے اس پر راضی رہ۔ اپنے رب کے ہر امر و نہی کا پابند رہ کر اس کا فرمانبردار ہو جا۔ کسی ممنوع فعل کا

ارتکاب کر کے اس کے حکم سے نہ بھاگ۔ تیری مرضی کے خلاف اس نے تیرے لئے جو تقسیم رزق وغیرہ کر دی ہے اور ایسے کام کئے ہیں جن کی مصلحتیں تجھے معلوم نہیں اور جن کا انجام تجھ سے پوشیدہ ہیں۔ اور جن کا نیک اجر اور منافع زیادہ ہے۔ تو اللہ کی تدبیروں پر اعتراض کر کے اس کی ناراضگی اپنے اوپر نہ لے۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ہو سکتا ہے کہ کسی چیز کو تم ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ کسی چیز کو تم پسند کرو اور وہ تمہارے لئے بری ہو اللہ ہی جانتا ہے تم ناواقف ہو۔ ہمیشہ اپنے مولیٰ کا فرماں بردار، اس کے فیصلہ پر راضی، اس کی بھیجی ہوئی مصیبت پر صابر، اس کی نعمتوں کا شکر گزار رہو۔ اس کے نام لیکر، اس کی نعمتوں کا اور اس کی قدرت کی نشانیوں کا ذکر کر کے اس سے دعا کرو، اس کے فعل اور منشا کی موافقت کرو اور اس کے انتظام پر نکتہ چینی نہ کرو۔ یہاں تک کہ تمہاری موت آجائے۔ نیک لوگوں کے ساتھ تمہاری وفات ہو اور انبیاء کے ساتھ تمہارا حشر ہو۔ اور رب العالمین کی رحمت اور مشیت سے جنت میں تم کو داخلہ مل جائے۔

فصل نماز کے خواص ان لوگوں کو بیدار رکھنے کے لئے ہوتے ہیں، جو بیدار رہنے والے، خشوع کرنے والے، مراقبہ رکھنے والے، اپنے دلوں کی نگرانی رکھنے والے، اور بارگاہ الٰہی میں ہم نشینی کرنے والے ہیں۔ اس نماز کی کیفیت کا اظہار ایک روایت سے ہوتا ہے۔ یوسف بن عصام خراسان کی کسی جامع مسجد میں گئے۔ وہاں کچھ لوگ ایک بڑا حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ آپ نے دریافت کیا۔ یہ حلقہ کیسا ہے۔ لوگوں نے کہا حاتم کا حلقہ ہے۔ حاتم زہد پرہیزگاری اور بیم و امید کے متعلق باتیں کر رہے ہیں۔ یوسف نے اپنے ساتھیوں سے کہا چلو نماز کی بابت ان سے کچھ پوچھیں۔ اگر انہوں نے جواب دیا تو ان کے پاس بیٹھ جائیں گے۔ چنانچہ ان کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور سلام کرنے کے بعد کہا آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔ مجھے کچھ پوچھنا ہے۔ حاتم نے کہا سوال کیجئے۔ یوسف نے کہا میں نماز کی بابت پوچھنا چاہتا ہوں۔ حاتم نے کہا معرفت نماز کے متعلق یا آداب نماز کے متعلق۔ یہ دو سوال ہیں۔ اور ہر ایک کا جواب لازم ہے۔ یوسف نے کہا آداب نماز کے متعلق میرا سوال ہے۔ حاتم نے کہا آداب نماز یہ ہیں۔ کہ حکم کے مطابق تم اٹھو۔ ثواب کی امید کر کے چلو۔ نیت کر کے نماز شروع کرو۔ اللہ کی تعظیم کے ساتھ تکبیر کہو۔ ترتیل کے ساتھ قرأت کرو، خشوع کے ساتھ رکوع کرو، عاجزی کے ساتھ سجدہ کرو، اخلاص کے ساتھ تشہد پڑھو اور رحمت کے ساتھ سلام پھیرو۔ یوسف کے ساتھیوں نے یوسف سے کہا اب معرفت نماز کے متعلق بھی ان سے دریافت کیجئے۔ یوسف نے معرفت نماز کا سوال کیا حاتم نے جواب دیا معرفت نماز یہ ہے کہ جنت کو اپنے دائیں طرف اور دوزخ کو پیچھے پل صراط کو قدموں کے نیچے، میزان کو آنکھوں کے سامنے سمجھو اور اللہ کو ایسا جانو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ بلاشبہ تم کو دیکھتا ہے۔ یوسف نے کہا جوان ایسی نماز تم کب سے پڑھتے ہو۔ حاتم نے کہا تیس سال سے یوسف نے اپنے ساتھیوں سے کہا اٹھو چلو۔ تاکہ ہم پچاس برس کی نمازیں دوبارہ پڑھیں۔ کیونکہ ایسی نماز تو ہم نے

اس کے بعد صحابی نے فرمایا۔ خدا کی قسم تم نے جنت کی کنجیاں تو مکمل کر لیں۔ اب بتاؤ تم پر فرض کیا ہے۔ اور
فرض کا فرض کیا ہے اور وہ فرض کونسا ہے جو دوسرے فرض تک پہنچاتا ہے اور وہ کونسی سنت ہے جو فرض میں
داخل ہے اور وہ سنت کونسی ہے جس سے فرض کی تکمیل ہوتی ہے۔ میں نے کہا نماز فرض ہے اور طہارت فرض کا
فرض ہے اور دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو ملا کر پانی لینا ایسا فرض ہے۔ جو دوسرے فرض تک پہنچاتا ہے اور پانی
سے انگلیوں کا خلال کرنا ایسی سنت ہے جو فرض میں داخل ہے اور ختنہ ایسی سنت ہے جس سے فرض کی تکمیل ہوتی ہے۔
صحابی نے فرمایا ابوحازم تم نے اپنے خلاف کوئی حجت نہیں چھوڑی۔ اب بتاؤ کھانے میں فرض اور سنت کیا ہیں۔ میں
نے کہا کیا کھانے میں بھی کچھ فرض اور سنت ہیں۔ فرمایا ہاں چار فرض ہیں اور چار سنتیں اور چار تہذیبی چیزیں ہیں۔
بسم اللہ کرنا اللہ کی حمد کرنا۔ شکر کرنا اور جو کھانا اللہ نے دیا ہو اس کے حلال حرام کو پہچاننا فرض ہے اور بائیں ران پر
سہارا دے کر بیٹھنا اور تین انگلیوں سے کھانا اور خوب چبانا اور انگلیاں چاٹنا سنت ہے اور دونوں ہاتھ دھونا
اور لقمہ چھوٹا لینا اور اپنے سامنے سے کھانا اور اپنے ساتھی کی طرف نہ دیکھنا تہذیبی امور ہیں۔

باب ۵

اس باب میں مختصر طور پر ہم جمعہ کی عیدین کی استسقا کی سورج گرہن اور چاند گرہن کی نماز میں قصر کرنے کی۔ دو نمازوں کو ایک وقت میں ساتھ ساتھ پڑھنے کی اور نماز جنازہ کی طرف اشارہ کریں گے۔

فصل ۔ ۱

نماز جمعہ

نماز جمعہ واجب ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ۔مسلمانو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد (نماز) کے لئے جلد جاؤ اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔

رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ اللہ نے جمعہ کے دن کی نماز فرض کی ہے۔ دوسرا ارشاد ہے جس نے بلا عذر تین جمعے ترک کر دیئے۔ اللہ اس کے دل پر چھاپ لگا دیتا ہے۔

پس جب پنجگانہ نمازیں لازم ہیں تو جمعہ کی فرض نماز بھی لازم ہے۔ بشرطیکہ وطن میں ہو۔ کسی شہر یا ایسی آبادی میں مقیم ہو جس میں چالیس مرد عاقل بالغ آزاد رہتے ہوں لیکن اگر اس بستی میں چالیس مرد نہ رہتے ہوں۔ مگر مقام ایسا ہو کہ کسی دوسری بستی سے اذان کی آواز وہاں پہنچتی ہو یا ایک فرسنگ کے فاصلہ پر کوئی شہر ہو تو ایسی جگہ جمعہ ادا کرنا واجب ہے۔ بغیر عذر کے جمعہ چھوڑنا جائز نہیں۔ عذر کی صورت میں جمعہ کو ترک کرنے اور باقی دوسری نمازوں کی جماعت چھوڑ دینے میں معذور سمجھا جائیگا۔ مثلاً بیمار ہو یا شرکت جمعہ کی وجہ سے مال ضائع ہو جانے کا اندیشہ یا کسی عزیز کے مرجانے اور اس کی موت کے وقت اس کے موجود نہ ہونے کا خیال ہو یا پیشاب پاخانہ سے مجبور ہو یا ان میں سے کسی ایک کی سخت ضرورت ہو یا کھانا موجود ہو اور کھانے کی شدید حاجت ہو، یا حاکم کی طرف سے گرفتاری کا اندیشہ ہو، یا کوئی قرضخواہ پیچھا کر رہا ہو چھوڑتا نہ ہو اور قرض ادا کرنے کے لئے مال نہ ہو۔ یا مسافر کو قافلہ سے رہ جانے کا خطرہ ہو یا مسافر کو مالی نقصان یعنی چوری ہو جانے کا اندیشہ ہو، یا جمعہ اور جماعت میں شرکت نہ کرنے کی

صورت میں کچھ مال ملنے کی امید ہو یا اونگھ کے غلبہ کی وجہ سے جمعہ کا وقت جاتا رہے یا بارش، کیچڑ اور آندھی سے اذیت پانے کا خوف ہو۔

جمعہ کی دو رکعتیں ہیں جو خطبہ کے بعد امام کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں اگر جمعہ کی نماز نہ ملے تو جیسے تنہا ویسے جماعت کے ساتھ ظہر کی چار رکعتیں پڑھے۔ جمعہ کی تیاری کا وقت زوال سے قبل وہی ہے جس وقت عید کی پڑھی جاتی ہے۔ ہمارے بعض علماء کا قول ہے کہ جمعہ کا وقت پانچویں ساعت ہے انعقاد جمعہ کی شرط یہ ہے کہ لیے چالیس یا ایک قول میں پچاس دوسرے قول میں تین آدمی جماعت میں ہوں جن پر جمعہ فرض ہے۔

جمعہ میں جہری قرأت مسنون ہے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۂ منافقون پڑھنی سنت ہے۔ کیا جمعہ کی نماز کے لئے خلیفہ کی اجازت کی ضرورت ہے اس کے متعلق مثبت اور منفی دو قول آئے ہیں۔ دو خطبے جمعہ کی شرائط میں سے ہیں۔ جمعہ سے پہلے سنتیں نہیں ہیں۔ جمعہ کے بعد کم سے کم دو رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ چھ رکعتیں روایت میں آئی ہیں۔ بعض علماء کا قول ہے کہ جمعہ کے پہلے بارہ اور جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھنا مستحب ہیں۔ ممبر کے پاس اذان ہو جائے تو خرید و فروخت ترک کر دی جائے۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے۔ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ ۔ رسول اللہ کے زمانہ میں یہ اذان تھی۔ ہمارے نزدیک جمعہ کے لئے یہ اذان واجب ہے اور دوسری نمازوں کے لئے فرض کفایہ ہے۔ منارہ والی اذان کا حکم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زمانہ میں عمومی مصلحت اور لوگوں کی اطلاع کے لئے دیا تھا۔ جو شہروں اور بازاروں سے باہر ہوتے تھے اس سے خرید و فروخت ممنوع نہیں ہوتی۔ مستحب ہے کہ جب جامع مسجد میں داخل ہو اور وقت میں گنجائش ہو تو چار رکعتیں پڑھے۔ ہر رکعت میں پچاس بار قل ہو اللہ پڑھے۔ کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جو شخص ایسا کریگا وہ اپنی زندگی میں اپنا جنت میں مقام ضرور دیکھ لے گا یا اس کو خواب میں دکھا دیا جائیگا۔ (ابن عمر)

جامع مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھے۔ باقی فضائل جمعہ، جامع مسجد کو جانے کی سنت اور اس کے متعلقات ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

فصل ۲

عیدین کی نماز

عیدین کی نماز فرض کفایہ ہے کسی بستی میں اگر کچھ لوگ پڑھیں تو باقی لوگوں سے ساقط ہو جاتی ہے لیکن اگر سب نہ پڑھنے پر اتفاق کریں، تو امام فلسفہ اس وقت ان سے جنگ جاری رکھے جب تک وہ توبہ نہ کریں۔

کی نماز کا اول وقت وہ ہے جب سورج کچھ اونچا ہو جائے اور زوال پر وقت ختم ہو جاتا ہے۔ قربانی کی وجہ سے عید الاضحیٰ کی نماز پہلے پڑھنا اور قربانی بعد میں کرنا اور عید الفطر کی نماز میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔

عید کی نماز کی شرط جمعہ کی طرح وطنیت یعنی اقامت اور تعداد تین یا چالیس یا پچاس اور خلیفہ کی اجازت ہے۔ امام احمد سے دوسری روایت میں آیا ہے کہ ان میں سے کوئی بات شرط نہیں ہے۔ امام شافعی کا یہی مسلک ہے سویرے ہی عید کی نماز کو جانا، عمدہ کپڑے پہننا خوشبو ملنا مستحب ہے۔ اولیٰ یہ ہے کہ عید کی نماز شہر کے باہر پڑھی جائے۔ جامع مسجد میں بلاعذر پڑھنی مکروہ ہے۔ عید کی نماز میں عورتوں کا شریک ہونا بُرا نہیں ہے۔ ایک راستہ سے نماز کو پیدل جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا بہتر ہے۔ اس کی وجہ فضائل عیدین میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ عیدین کی نماز کے لئے نماز تیار ہے۔ ندا کرنی چاہئے۔

عید کی نماز کی دو رکعتیں ہیں۔ پہلی رکعت میں سبحانک اور اعوذ باللہ کے درمیان سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہی جائیں۔ ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھائے جائیں اور کہا جائے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا وَّصَلَوٰتُ اللّٰهِ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا۔ تکبیرات فارغ ہو کر اَعُوْذُ بِاللّٰهِ پڑھنے کے بعد سورۂ فاتحہ اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى پڑھے اور دوسری رکعت میں هل اتاك حديث الغاشية۔ امام احمد سے دوسری روایت آئی ہے کہ پہلی رکعت میں ق والقرآن المجيد اور دوسری رکعت میں اقتربت الساعة وانشق القمر پڑھے اس کے علاوہ دوسرا حصہ قرآنی پڑھنا بھی جائز ہے۔

کیا تکبیروں کے بعد اعوذ کے ساتھ سبحانک پڑھے یا تکبیر تحریمہ کے بعد ہی تکبیروں سے پہلے پڑھے یہ دونوں روایتیں آئی ہیں۔ عید کی نماز کے بعد اور اسی طرح نماز سے پہلے نوافل نہ پڑھے۔ بلکہ گھر لوٹ آئے۔ گھر والوں کے ضروریات کا انتظام کرے۔ اُن سے اپنے اخلاق کے ساتھ پیش آئے۔ مصارف میں ان سے کشادہ دستی کرے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ عید کے ایام کھانے پینے اور جنسی قربت کے ایام ہیں۔ یہ حکم عید الفطر، عید الضحیٰ اور ایام تشریق کے لئے عام ہے۔

عید کی نماز اگر مسجد میں پڑھ لی جائے تو جائز ہے۔ مسجد میں داخل ہو تو تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں پڑھے بغیر نہ بیٹھے۔ یہ حکم اُوپر ہے عید کی نماز کیلئے مسجد میں آئے یا کسی اور نماز کے لئے۔ امام احمد نے جو نماز عید سے پہلے نفل پڑھنے کی ممانعت کی صراحت کی ہے وہ عیدگاہ کے لئے مخصوص ہے۔ کیونکہ کئی طریقوں سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ نے عید کی نماز سے پہلے یا بعد کو نماز نہیں پڑھی۔ حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابن عمر کا یہی قول ہے اور ظاہر ہے کہ حضور عید کی نماز شہر کے باہر پڑھتے تھے اگر مسجد میں پڑھتے تو تحیۃ المسجد ترک نہ فرماتے۔ اگر نماز عید پوری نہ ملی ہو تو بطور قضا پڑھنی مستحب ہے۔ اعتید ہے کہ عید الاضحیٰ کی نماز کی طرح چار رکعتیں تکبیروں کے ساتھ پڑھے یا بغیر تکبیروں کے اپنے گھر دو یا دو سے زیادہ نفل کر پڑھنے کا اختیار ہے اور اس کا بڑا ثواب ہے۔

فصل ۳
استسقا کی نماز

استسقا کی نماز سنت ہے۔ عیدین کی طرح شہر کے باہر جا کر چاشت کے وقت امام نماز پڑھائے۔ اس نماز کے تمام احوال احکام اور مقام صلوٰۃ عید کی نماز کی طرح ہیں۔ ہر طرح کے میل کچیل اور نجاست حکمی سے طہارت اور صفائی مستحب ہے۔ ہاں خوشبو لگانا مستحب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عاجزی مسکینی اور طلب حاجت کا موقع ہوتا ہے۔ میلے پرانے کپڑے پہنکر خشوع وزاری، مسکینی، شکستہ حالی اور غمگینی کے ساتھ نماز کو جانا مستحب ہے۔ بوڑھے مرد اور عورتیں اور بچے اور مصیبت زدہ لوگ شریک ہوں۔ پہلے لوگوں کے تمام حقوق اور بیجا لی ہوئی چیزیں اور اللہ کی مقرر کردہ زکوٰۃ اور منتیں اور کفارے ادا کریں۔ خیرات زیادہ کریں۔ روزے بہت رکھیں، توبہ کی تجدید کرلیں اور مرتے دم تک توبہ پر قائم رہنے کا پختہ ارادہ کریں صغیرہ کبیرہ گناہ کا مظاہرہ اللہ کے سامنے نہ کریں۔ تنہائیوں میں بھی اللہ سے شرم کریں۔ اللہ کے لئے کوئی تنہائی نہیں۔ زمین آسمان میں کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں۔ وہ ظاہر اور چھپی ہوئی چیزوں سے واقف ہے۔ زاہدوں نیکوں اور عالموں، بزرگوں اور دینداروں کا وسیلہ اختیار کریں۔ کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمرؓ استسقا کی نماز کے لئے برآمد ہوئے۔ تو حضرت عباسؓ کا ہاتھ پکڑ کر قبلہ رو ہو کر دعا کی۔

الٰہی یہ ہمارے نبی صلعم کے چچا ہیں۔ ہم ان کو وسیلہ میں پیش کرتے ہیں۔ اب ہم رغبت کرتے ہیں۔ تو ہم کو سیراب فرما۔ راوی کا بیان ہے لوگ لوٹنے نہ پائے تھے۔ کہ پھر لو۔ بارش ہوگئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بارش نہ ہونا اور مینہ بند ہوجانا اولاد آدم کے گناہوں کی نحوست کا بدلا اور سزا ہے اسی لئے روایت میں آیا ہے کہ جب کافر کو قبر میں دفن کردیا جاتا ہے تو منکر نکیر آکر اس سے رب اور نبی اور دین کے متعلق سوال کرتے ہیں اور وہ جواب نہیں دے سکتا تو اس کو گرز سے مارتے ہیں اس کی ضرب سے وہ چیختا ہے اور اس کی چیخ کو سوا جن و انس کے باقی سب مخلوق سنتی ہے اور ہر چیز اس پر لعنت کرتی ہے یہاں تک کہ قصاب کی بکری چھری سے ذبح ہوتے وقت بھی لعنت کرتی اور کہتی ہے اس پر خدا کی لعنت کہ اسی کی وجہ سے ہم سے بارش روکی جاتی تھی۔ اللہ کے فرمان اولٰئك يلعنهم الله ويلعنهم اللاعنون کا یہی مطلب ہے آدمی جب بگڑ جاتا ہے۔ تو اس کا بگاڑ ہر جاندار تک پہنچ جاتا ہے اور درست ہوتا ہے تو اس کی درستی بھی ہر چیز تک پہنچتی ہے۔ آدمی کا بگاڑ اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے اور آدمی کی درستی اللہ کی فرمانبرداری کے سبب سے ہوتی ہے خلیفہ یا خلیفہ کا نائب لوگوں کو استسقاء کی دو رکعتیں بغیر اذان اور اقامت کے پڑھائے۔ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ چھ تکبیریں کہے اور دوسری رکعت میں سجدہ سے اٹھنے کے بعد کھڑے ہونے کی تکبیر کے علاوہ پانچ تکبیریں کہے۔ ہر دو تکبیروں کے درمیان ذکر خدا کرے۔ نماز کے بعد خطبہ پڑھے۔ اگر نماز سے پہلے خطبہ پڑھ لیا تو ایک روایت میں جائز کہا ہے

امام احمد سے یہ بھی منقول ہے کہ خطبہ کی تقدیم تاخیر کا امام کو اختیار ہے۔ امام احمد سے دوسری روایت میں آیا ہے کہ استسقاء کے لئے خطبہ مسنون نہیں ہے بلکہ نماز کے بعد صرف دعا کرے۔ غرض امام کو جس میں آسانی ہو وہی کرے۔ خطبہ پڑھے تو خطبہ کا آغاز عید کے خطبہ کی طرح تکبیر سے کرے۔ وہ دعا بہت پڑھے اور خطبہ میں ان آیات کو بھی پڑھے فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا۔ الخ (نوح کا قول تھا) میں نے ان سے کہا کہ اپنے رب سے گناہوں کی معافی مانگو۔ وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ تم پر بادل سے موسلادھار بارش برساتا ہے۔

خطبہ سے فارغ ہو کر قبلہ رو ہو کر اپنی چادر اُلٹ دے۔ دائیں کاندھے والا حصہ بائیں کاندھے پر اور بائیں کاندھے والا حصہ دائیں کاندھے پر ڈال لے۔ بالائی کنارہ نیچے کو اور نیچے والا اوپر کو نہ کرے۔ سب لوگ بھی اسی طرح کریں۔ اور گھر واپس پہنچنے تک یونہی چھوڑے رکھیں۔ گھر پہنچکر نیک فالی کے طور پر دوسرے کپڑوں کے ساتھ چادروں کو بھی بدل ڈالیں (گویا بھیگا لباس اتار دیا) یہ نیک شگون ہے خشک سالی دور ہونے اور پانی برسنے کا۔ حدیث میں بھی یہی طریقہ منقول ہے۔ عباد بن تمیم نے اپنے چچا کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہؐ لوگوں کو لیکر دعاء استسقاء کے لئے (شہر سے) باہر نکلے اور جہری قرأت سے دو رکعت نماز پڑھائی۔ چادر مبارک کو پھیرا دعا کی۔ اللہ سے پانی مانگا۔ اور قبلہ رو ہو کر دونوں ہاتھ اُٹھا کر یہ دعا کرے۔ یہ دعا رسول اللہ نے مانگی تھی۔

اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا مَرِيْئًا هَنِيْئًا مَرِيْعًا غَدَقًا مُجَلِّلًا (یا مُجَلَّلًا) عَامًّا طَبَقًا سَحًّا دَائِمًا اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا الْغَيْثَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِيْنَ اَللّٰهُمَّ سُقْيَا رَحْمَةٍ لَا سُقْيَا عَذَابٍ وَلَا مَحْقٍ وَلَا بَلَاءٍ وَلَا هَدَمٍ وَلَا غَرَقٍ اَللّٰهُمَّ اِنَّ بِالْبِلَادِ وَالْعِبَادِ وَالْخَلْقِ مِنَ اللَّاْوَاءِ وَالْبَلَاءِ وَالْجَهْدِ وَالضَّنْكِ وَالْجُهْدِ وَالضَّنْكِ مَا لَا نَشْكُوْا اِلَّا اِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ اَنْبِتْ لَنَا الزَّرْعَ وَاَدِرَّ لَنَا الضَّرْعَ وَاسْقِنَا مِنْ بَرَكَاتِ السَّمَاءِ وَاَنْبِتْ لَنَا مِنْ بَرَكَاتِ الْاَرْضِ اَللّٰهُمَّ ارْفَعْ عَنَّا الْجَهْدَ وَالْجُوْعَ وَالْعُرْيَ وَاكْشِفْ عَنَّا مِنَ الْبَلَاءِ مَا لَا يَكْشِفُهٗ غَيْرُكَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ اِنَّكَ كُنْتَ غَفَّارًا فَاَرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْنَا مِدْرَارًا۔ اور اسی طرح یوں دعا کرے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَمَرْتَنَا بِدُعَائِكَ وَوَعَدْتَنَا اِجَابَتَكَ فَقَدْ دَعَوْنَاكَ كَمَا اَمَرْتَنَا فَاسْتَجِبْ لَنَا كَمَا وَعَدْتَنَا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے قبلہ کی طرف رُخ کرلے اور قبلہ رو ہو کر خطبہ کو ختم کرے۔ اس کے بعد دعا کرے لیکن افضل قول وہی ہے جو ہم نے اول ذکر کردیا کہ خطبہ سے فارغ ہو کر قبلہ کی طرف منہ کرے کیونکہ خطبہ میں نصیحت تنبیہ اور خوف آفرینی ہوتی ہے اور یہ مقصود اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب لوگوں کی طرف رُخ ہو تاکہ لوگوں کے کانوں اور دلوں تک پہنچ سکے۔ قبلہ کی طرف رُخ کرنے سے تو لوگوں کی طرف پشت ہوجاتی ہے۔ جیسا کہ نماز کے وقت ان کی طرف پشت ہوتی ہے۔

فصل ۴

سورج گرہن کی نماز

سورج گرہن کی نماز سنت موکدہ ہے۔ آغاز گرہن سے صاف اُجالا ہوجانے اور مکمل روشنی کی واپسی تک اس نماز کا وقت ہے۔ مراد یہ ہے کہ سورج اور چاند جب گرہن ہونا شروع ہوں۔ سیاہی اور دھندلے پن کا آغاز اور کرنوں کا گھٹاؤ ہونے لگے تو نماز کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ اور جب تک یہ حالت بالکل دور نہ ہوجائے باقی رہتا ہے۔ زوال گرہن ہوجائے۔ تو نماز کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔ مسنون ہے کہ گرہن کی نماز جامع مسجد میں جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے ادا کی جائے۔ امام دو رکعتیں پڑھائے۔ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا اور اعوذ کے بعد سورہ فاتحہ پڑھکر سورہ بقر پڑھے۔ پھر رکوع کرے اور اتنا طویل رکوع کرے کہ سو آیتوں کی بقدر بار بار سبحان ربی العظیم پڑھتا ہے۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہوا سر اٹھائے اور سجدہ کو جائے اور اتنے طویل دو سجدے کرے کہ ہر سجدہ میں سو آیتوں کی قدر سبحان ربی الاعلیٰ پڑھے۔ پھر دوسری رکعت کو کھڑا ہوجائے۔ اور سورہ فاتحہ کے بعد سورہ نساء پڑھے۔ پھر طویل رکوع کرنے کے بعد سر اٹھائے اور (سیدھے کھڑا ہوکر) سورہ فاتحہ کے بعد سورہ مائدہ پڑھے۔ اگر یہ سورتیں اچھی طرح نہ پڑھ سکتا ہو تو ان کی آیات کے بقدر قرآن مجید کی دوسری سورتیں پڑھے۔ لیکن اگر سورہ اخلاص کے علاوہ کچھ بھی اچھی طرح نہ پڑھ سکتا ہو۔ تو سورہ اخلاص ہی پڑھے مگر بقدر خواندگی تفصیل مذکورہ بالا کی برابر ہو۔

رکعت اول میں دوسرے قیام کے اندر قرأت اول قرأت سے $\frac{2}{3}$ ہوجائے گی اور تیسرے قیام کے اندر قرأت کی مقدار اول قیام کی قرأت سے نصف ہوگی اور چوتھے قیام کے اندر قرأت تیسرے قیام کی قرأت سے $\frac{2}{3}$ ہوگی اور ہر تسبیح کی مقدار مرتبہ کی قرأت سے دو تہائی کے برابر ہوگی۔ آخر میں سلام پھیر دے۔ اس طرح چار رکوع اور چار سجدے ہوجائیں گے۔ ہر رکعت میں ایک رکوع بڑھ جائے گا۔ اگر نماز کے اندر گرہن صاف ہوجائے تو نماز کو مختصر کردیں قطع نہ کریں۔ سورج گرہن کی نماز کے سلسلہ میں دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عائشہ نے نقل کی ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں ایک بار سورج گرہن ہوا۔ حضور اقدسؐ عیدگاہ کو تشریف لے گئے۔ پہنچکر تکبیر تحریمہ کہی لوگوں نے بھی تکبیر کہی۔ آپ نے جہری قرأت کی اور طویل قیام کے بعد رکوع کیا۔ پھر سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ پھر طویل قرأت کی۔ پھر رکوع کیا اور طویل رکوع کیا۔ پھر سر اٹھا کر کھڑے ہوئے پھر سجدہ کیا۔ پھر سر اٹھایا پھر سجدہ کیا پھر کھڑے ہوگئے۔ اور دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا۔ نماز کے بعد فرمایا۔ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کے مرنے جینے سے ان کو گرہن نہیں لگتا۔ اگر تم ایسا یعنی گرہن ہوتے دیکھو تو گھبرا کر نماز کی طرف رجوع کرو۔

فصل صلوٰۃ خوف چار شرطوں کے ساتھ ادا کرنا جائز ہے ۱۔ دشمن وہ ہو جس سے قتال جائز ہو ۲۔ قبلہ کی جانب نہ ہو کسی دوسری طرف ہو ۳۔ دشمن کے حملہ کا اندیشہ ہو ۴۔ مسلمانوں کی تعداد اتنی ہو کہ ان کو دو گروہوں میں بانٹا جا سکے۔ اور ہر گروہ میں تین یا تین سے زائد آدمی رہ سکیں۔ اس صورت میں ایک گروہ کا رخ دشمن کے مقابل ہو۔ اور دوسرا گروہ دشمن کی طرف پشت کر دے۔ امام پہلے گروہ کو ایک رکعت پڑھا کر کھڑا ہو جائے اور مقتدی ایک رکعت کے بعد امام کی اقتدا ترک کر دیں اور ترک اقتدا کی نیت کر کے دوسری رکعت خود پوری کر کے سلام پھیر دیں اور دشمن کے مقابل چلے جائیں۔ پھر دوسرا گروہ آ کر تکبیر تحریمہ کہہ کر امام کے پیچھے کھڑا ہو جائے اور ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھے۔ پھر امام بیٹھ جائے اور مقتدی کھڑے ہو کر اپنی فوت شدہ رکعت پوری کر کے بیٹھ جائیں۔ اب امام کے ساتھ سب سلام پھیریں۔ ہاں دوسری رکعت میں قرأت اتنی لمبی کرے کہ پہلا گروہ دوسری رکعت پڑھ کر چلا جائے اور دوسرا گروہ آ کر تکبیر تحریمہ کہہ کر امام کے ساتھ شریک ہو جائے۔ اس دوسرے گروہ کا انتظار کرتے ہوئے امام تشہد اتنا طویل کرے کہ یہ گروہ اپنی دوسری رکعت پوری کر کے امام کو تشہد میں پا لے اور امام کے ساتھ سلام پھیرے۔ اس ترکیب سے اس دوسرے گروہ کو امام کے ساتھ سلام پھیرنے کی فضیلت حاصل ہو جائے گی جس طرح پہلے گروہ کو امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہنے کی فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ رسول اللہؐ نے غزوہ ذات الرقاع میں صلوٰۃ خوف اسی طرح پڑھی تھی۔

سہلؓ بن ابی خزیمہ والی حدیث میں حضور نے فرمایا تھا امام کے ساتھ ایک صف کھڑی ہو اور دوسری صف دشمن کے سامنے ہو۔ امام اول صف کو ایک رکعت دو سجدوں کے ساتھ پڑھائے۔ پھر سیدھا کھڑا ہو جائے یہاں تک کہ مقتدی اپنی دوسری رکعت پڑھ لیں۔ پھر اس کی جگہ دوسری صف آ جائے اور یہ اس کی جگہ چلی جائے۔ دوسری صف کو بھی امام ایک رکعت دو سجدوں کے ساتھ پڑھائے پھر امام قعود کرے اور اتنی دیر قعدہ رکھے کہ یہ صف اپنی رکعت پوری کرے پھر صف کو ساتھ لیکر سلام پھیر دے۔ ہمارے امام سے جو قول مروی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گھمسان کی لڑائی اور شدت مار دھاڑ کی حالت میں نماز میں تاخیر کر دینا کہ گھمسان کی حالت جاتی رہے اور لڑائی ٹھنڈی پڑ جائے جائز ہے۔

صلوٰۃ خوف کی مذکورہ بالا کیفیت کا تعلق فجر کی نماز اور اس چار رکعتوں والی نماز سے ہے جس کو سفر کی حالت میں قصر کر دیا جاتا ہے (یعنی ظہر، عصر، عشاء) مغرب کی نماز کی پہلی دو رکعتیں پہلے گروہ کو پڑھائے اور آخری رکعت آخری گروہ کو۔ اس میں کمی نہ کرے۔ کیونکہ مغرب کی نماز میں قصر نہیں ہے۔

اول گروہ دو رکعت پڑھنے کے بعد ترک اقتدا کس وقت کرے۔ کیا اس وقت کرے جب امام تشہد اول کے لئے بیٹھا ہے یا اس وقت کرے جب امام تشہد پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا ہو۔ یہ دونوں قول ہیں۔

اگر حضر کی حالت میں صلوٰۃ خوف پڑھنی ہو۔ تو دو رکعتیں ہر گروہ کو پڑھا دے اور ہر گروہ بقیہ دو رکعتیں خود بغیر قرأت کے پوری کرے۔ اگر مقتدیوں کے چار گروہ کر کے (ایک ایک رکعت) ہر گروہ کو پڑھائیگا تو نہ امام کی نماز ہو گی نہ تیسرے اور چوتھے گروہ کی۔ اول اور دوسرے گروہ کی نماز ہونے نہ ہونے کے متعلق دو قول آئے ہیں۔

نماز کا یہ تذکرہ تو اس صورت میں تھا کہ دشمن قبلہ کی طرف نہ ہو۔ مخالف سمت پر ہو یا قبلہ سے جنوب یا شمال کو ہو لیکن اگر قبلہ کی طرف ہو اور ایک فریق دوسرے کو دیکھ رہا ہو اور دشمن کے گھات لگانے کا کوئی اندیشہ نہ ہو۔ تو اس صورت میں بھی صلوٰۃ خوف پڑھنی جائز ہے۔ کثرت قلت کے لحاظ سے امام فوجیوں کی دو یا تین صفیں بنا لے۔ سب ساتھ تکبیر تحریمہ کہیں امام سب کو پہلی رکعت پڑھائے۔ جب سجدہ کو جائے تو امام سے ملی ہوئی اگلی صف کھڑی ہوئی حفاظت کرتی رہے۔ جب سب لوگ سجدہ سے اٹھ کر کھڑے ہو جائیں تو اگلی صف سجدہ کرے اور پھر قیام کی حالت میں سب سے مل جائے جب دوسری رکعت کے بعد امام سجدہ کرے اور پھر قیام کی حالت میں سب سے مل جائے جب دوسری رکعت کے بعد امام سجدہ کرے تو رکعت اولیٰ میں جس صف نے امام کے ساتھ سجدہ کیا تھا وہ سجدہ نہ کرے بلکہ باقی سجدہ کرنے والوں کی حفاظت کرے۔ جب امام تشہد میں بیٹھ جائے۔ تو پھر یہ حفاظت کرنے والی صف سجدہ کرے اور امام کے ساتھ تشہد میں شریک ہو جائے۔ پھر سب سلام پھیریں۔ عسفان میں رسول اللہؐ نے اسی طرح نماز پڑھی تھی۔ روایت میں یونہی آیا ہے لیکن اگر دوسری رکعت میں اگلی صف پیچھے ہٹ آئے اور پچھلی صف اس کی جگہ پہنچ کر حفاظت کرے تب بھی جائز ہے۔ اگر خوف سخت ہو اور لڑائی گھمسان کی ہو رہی ہو تو جس طرح ممکن ہو نماز ادا کریں۔ جماعت بنا کر یا الگ الگ تنہا۔ پیدل یا سواری کی حالت میں۔ کعبہ کی طرف منہ کر کے یا پشت کر کے اشارہ سے یا بغیر اشارہ کے۔ نماز شروع کرتے وقت کیا کعبہ کی طرف رخ ہونا ضروری ہے یا ضروری نہیں۔ دونوں قول منقول ہیں۔ جب امن ہو جائے اور دشمن کو شکست ہو جائے۔ تو گذشتہ نماز پڑھ لیا کریں اور سواریوں سے اتر کر کعبہ کی طرف منہ کر لیں۔ لیکن اگر حالت اطمینان میں نماز شروع کی تھی۔ پھر خوف سخت ہو گیا تو سوار ہو جائیں اور صلوٰۃ خوف پوری کریں خواہ شمشیر زنی۔ نیزہ بازی حملہ کرنے اور پیچھے ہٹنے کی ضرورت ہی ہو۔ صلوٰۃ خوف ہر دشمن سے ڈرنے والے کے لئے ہے خواہ درندہ ہو یا سیلاب یا ڈاکو رہزن وغیرہ اسی طرح اگر دشمن پر حملہ کی خواہش ہو اور دشمن کی شکست قریب ہو اور اندیشہ ہو کہ نماز میں مشغول ہونے سے دشمن بچ کر نکل جائیگا تب بھی صلوٰۃ خوف پڑھی جائے یہ ایک روایت ہے۔ دوسری روایت منفی ہے۔

فصل چار رکعتوں والی نماز کو قصر کر کے صرف دو رکعتیں پڑھنا جائز ہے۔ بشرطیکہ اپنی بستی کی آبادی یا اپنی قوم کے خیموں سے نکل جائے اور سفر لمبا ہو یعنی ۴ منزل یا ۱۶ فرسخ یا ۴۸ میل ہاشمی ہو۔ ایک منزل چار فرسخ کی ہوتی ہے۔ بصورت مذکورہ آمد و رفت دونوں حالتوں میں قصر کرے گا۔ اگر کسی شہر یا گاؤں میں داخل ہوا اور وہاں ۲۲ نمازوں کے اوقات تک ٹھہرنے کی نیت ہے تو پوری نماز پڑھیگا اس کا حکم مقیم کا ہوگا۔ اگر ۲۱ نمازوں تک ٹھہرنے کی نیت ہے۔ تو قصر و عدم قصر کے متعلق دو قول ہیں۔ اس سے کم قیام کی نیت ہو تو قصر کریگا۔ اگر کسی آبادی میں اترا لیکن معلوم نہیں کب وہاں سے چلا جائے۔ کوئی نیت نہیں۔ روز کہتا ہے آج چلا جاؤں گا۔ کل چلا جاؤں گا تو قصر کرے گا۔ کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے مکہ میں ۱۸ یا ۱۵ روز قیام فرمایا تھا اور آپ قصر کرتے تھے۔ عمرانؓ بن حصین نے بیان کیا کہ فتح مکہ میں میں رسول اللہ کے ہمرکاب موجود تھا آپ صرف دو رکعتیں پڑھتے تھے اور دو رکعتیں پڑھکر مکہ والوں سے فرمایا کرتے تھے۔ ہم مسافر

ہیں تم چار پڑھو۔ حضور نے تبوک میں ۲۰ روز قیام فرمایا اور قصر کرتے رہے۔ اسی طرح صحابہ بھی قصر کرتے رہے۔

حضرت انسؓ بن مالک کا قول ہے کہ رامہرمز میں صحابہ نے ۷ ماہ قیام کیا اور نمازیں قصر سے پڑھتے رہے۔ روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے آذربائیجان میں چھ ماہ قیام کیا اور نماز دو رکعتیں ہی پڑھتے رہے۔ اگر نماز کی تکبیر تحریمہ بحالت اقامت کی پھر مسافر ہو گیا۔ (مثلاً ایک جہاز میں سوار تھا اس وقت نماز شروع کی تھی) اور جہاز اس وقت شہر کی حدود کے اندر تھا یعنی شہر پناہ کی دیواروں سے باہر نہ تھا۔ پھر ملاح نے جہاز چھوڑ دیا اور جہاز حدود شہر سے باہر نکل گیا تو نماز پوری پڑھنی لازم ہے۔ اسی طرح اگر بحالت سفر نماز شروع کی تھی۔ پھر دوران صلوٰۃ میں کسی آبادی میں قیام ہو گیا۔ یا کسی مقیم کی اقتدا کی یا ایسے شخص کی اقتدا کی جس کے متعلق یقینی معلوم نہیں کہ وہ مقیم ہے یا مسافر یا نماز شروع کرتے وقت قصر کی نیت نہیں کی تو ان سب صورتوں میں نماز پڑھنی لازم ہے۔ اگر کسی نماز کی قضا کی۔ تو پوری نماز کی کرے گا۔ کیونکہ نماز پوری قضا ہوئی تھی۔ سفر کا اثر صرف وقتی نماز کے ادا کرنے پر پڑتا ہے۔ اگر قصر کی نیت سے نماز شروع کی۔ پھر (دوران صلوٰۃ میں) اقامت کی نیت کر لی تو نماز پوری پڑھیگا۔ اسی طرح اگر بحالت اقامت نماز شروع کی تھی۔ پھر سفر کی نیت کر لی تو نماز پوری پڑھیگا اسی طرح اگر سفر کسی گناہ یا کھیل تفریح کے لئے ہو تو نماز پوری کرے گا۔ رخصت سفر سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ رخصت سفر (کا فائدہ یعنی قصر وغیرہ) تو اس وقت ہو سکتا ہے جب سفر کسی واجب کو ادا کرنے مثلاً حج جہاد کے لئے ہو یا کسی امر مباح مثلاً تجارت طلب مدیون وغیرہ کے لئے ہو۔ اگر ہم سفر معصیت کرنے والے کو رخصت سفر کی اجازت دیدیں گے۔ تو گناہ کرنے اور گناہ پر قائم رکھنے اور صلاح بطاعت اختیار نہ کرنے پر اس کی مدد کریں گے۔ مگر ہم ان چیزوں پر اس کی تائید اور اعانت نہیں کر سکتے۔ بلکہ گناہ سے روکیں گے۔ اور گناہگاری کی جرات کو توڑیں گے۔ ہمارے امام احمد کے نزدیک پوری نماز پڑھنی اور قصر کرنا دونوں جائز ہیں۔ مگر قصر افضل ہے۔ جیسے رمضان میں بحالت سفر روزہ رکھنا اور نہ رکھنا دونوں جائز ہیں۔ لیکن خداداد اجازت کے خلاف جرأت نہ کرنا اور اس کی مہربانیوں اور رخصتوں سے فائدہ اٹھانا افضل ہے اگر سفر میں پوری نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کا باعث صرف خود پسندی غرور نفس اور فخر و مباہات ہو اور قصر کرنے اور روزہ نہ رکھنے کا باعث فروتنی اظہار عجز اور تکمیل عبادت سے اپنا قصور و انکسار ہو تو قصر کرنے اور روزہ نہ رکھنے کو افضل کہنا زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ جب رسول اللہ سے عرض کیا گیا کہ اب تو حالت امن ہے۔ ہم قصر کیوں کریں تو حضور اقدسؐ نے فرمایا۔ یہ صدقہ اللہ نے اپنے بندوں کو دیا ہے۔ اللہ کے دیئے ہوئے صدقہ کو قبول کرو۔ حضور نے یہ بھی فرمایا تھا۔ کہ جس طرح فرائض الٰہی کی پابندی کو اللہ پسند فرماتا ہے۔ اسی طرح خداداد اجازتوں کو اختیار کرنے کو بھی پسند فرماتا ہے۔

بڑا تعجب ہے اس شخص پر جو سفر میں پوری نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہے اور رخصتوں کو چھوڑتا ہے۔ حالانکہ وہ مختلف کبائر مثلاً حرام خوری۔ شراب نوشی۔ ریشم پوشی۔ زنا۔ لواطت اور اصولی بداعتقادی میں مبتلا ہے۔

فصل۔ دو نمازوں کو ایک وقت میں سفر کی حالت میں پڑھنا جائز ہے۔ ظہر و عصر کو ملا کر اور مغرب و عشا کو ملا کر۔

مگر شرط یہ ہے کہ سفر طویل ہو یعنی ۱۶ فرسخ کا ہو۔ اس سے کم میں جائز نہیں۔ دو نمازوں کے جمع کرنے کی دو صورتیں ہیں ۱۔ نماز کو آخر وقت تک موخر کیا جائے اور آنے والی نماز کو اول نماز کے آخری وقت میں پڑھا جائے ۲۔ یا اول نماز کو دوسری نماز کے شروع وقت میں پڑھا جائے اور پھر دوسری نماز پڑھی جائے۔ اوّل صورت افضل ہے۔ اگر دوسری صورت اختیار کی۔ تو پہلے اول نماز پڑھ لے پھر دوسری پڑھے اور اول نماز کی تکبیر تحریمہ کے وقت جمع بین الصلاتین کی نیت کرے۔ دونوں نمازوں میں اتنا فصل کرے کہ دونوں کے درمیان اقامت کہہ لی جائے۔ یا اگر وضو ٹوٹ گیا ہو تو وضو کر لے۔ اگر دونوں نمازوں کے درمیان سنتیں پڑھ لیں تو جمعیت کا حکم باقی نہیں رہے گا۔ یہ ایک قول ہے۔ دوسرا قول مثبت ہے اولیٰ یہ ہے کہ فرضوں سے فارغ ہونے تک سنتوں کو نہ پڑھے۔ دونوں فرضوں کے درمیان کسی نماز سے فصل نہ کرے۔ فرضوں سے فارغ ہو کر سنتیں پڑھ لے۔

اگر دوسری نماز کے وقت میں پہلی نماز پڑھی ہو تو پہلی نماز میں جمع کی نیت کرنا کافی ہے۔ دوسری نماز کے وقت دوبارہ نیت جمع کرنی ضروری نہیں۔ نیت جمع پہلی نماز کے اول وقت میں کر لے یا اس وقت کرے جبکہ نیت کرنے کے بقدر وقت باقی ہو۔ دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں۔ اگر پہلی نماز کا وقت جمع کی نیت کے بغیر نکل گیا۔ تو پھر جمع کرنا درست نہیں۔ اگر دوسری نماز کے وقت میں پہلی نماز پڑھی تو اول پہلی نماز ادا کرے۔ پھر دوسری پڑھے۔ یہی ترتیب اس صورت میں بھی ہوگی جب اول نماز کے وقت میں دوسری نماز پڑھ رہا ہو۔ اس وقت دونوں فرضوں کے درمیان سنتیں وغیرہ پڑھتی اور دونوں میں فصل کر دینا جائز ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق (مثبت منفی) دو قول ہیں۔

ہمارے اصحاب میں سے ابو بکر قائل ہیں کہ جمع [illegible] نیت کی ضرورت نہیں۔ بارش کی وجہ سے مغرب و عشاء کو جمع کرنا جائز ہے۔ ظہر و عصر کو جمع کرنے کے متعلق (مثبت منفی) دو قول ہیں۔ اگر بارش نہ ہو صرف کیچڑ ہو یا سخت سرد ہوا ہو۔ تو کیا جمع جائز ہے یا نہیں۔ دونوں قول آئے ہیں۔

اگر بارش کی وجہ سے دو نمازوں کو جمع کیا ہے۔ تو اگر پہلی نماز کے وقت میں جمع کیا ہے۔ تو اول نماز کو شروع کرتے اور ختم کرتے اور دوسری نماز کو شروع کرتے وقت بارش ہونا چاہیئے۔ اور اگر دوسری نماز کے وقت میں جمع کیا ہے۔ اور پہلی نماز کے وقت سے بارش ہو رہی ہو) تو دوسری نماز کو ادا کرنے کے وقت بارش موجود ہو یا نہ ہو دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ تاخیر اول نماز میں کی تھی اور اس وقت عذر موجود تھا۔ اب اگر عذر جاتا رہا۔ تو پہلی نماز کا وقت جاتا رہا اور اس کی تلافی ممکن نہیں۔ لیکن دوسری نماز تو اپنے وقت میں پڑھ رہا ہے اس وقت بارش ہو یا نہ ہو دونوں برابر ہیں۔ جمع دو نمازوں کی دشواری کی وجہ سے ہے۔ بارش میں آنا جانا دشوار ہے۔ بلکہ کپڑوں اور جوتوں کی بھی رعایت ملحوظ ہے۔ حضرت نے فرمایا جب جوتے تر ہو جائیں۔ تو نماز گھروں میں ہو۔ (صحیحین)

[illegible] اسی غرض [illegible]

ایک ہی کلام میں کیا ہے۔ فرمایا ہے۔ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔ تخفیف کی علت صرف کمزوری اور دشواری ہے۔ اور مریض میں یہ علت زیادہ قوی اور نمایاں ہوتی ہے۔ اس لئے مریض اس تخفیف کا زیادہ مستحق ہے۔ کیونکہ مسافر کبھی سفر میں حضر سے زیادہ آرام و آسائش کے ساتھ مسرور اور سوار اور خوش حال ہوتا ہے وہ پیدل چلنا پڑتا ہے نہ دکھ اٹھانا۔ غنی ہوتا ہے۔ حاکم ہوتا ہے۔ ہر طرح قدرت رکھتا ہے۔ اس کے باوجود اس کو رخصتوں سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ اور مریض کی حالت اس کے برخلاف ہوتی ہے۔ اس لئے وہ شرعی رخصتوں کا زیادہ مستحق ہے۔

فصل ۔ جنازہ کی نماز فرض کفایہ ہے۔ امامت کا سب سے اول مستحق میت کا وصی ہے جس کو میت نماز پڑھانے کی وصیت کر گیا ہو۔ پھر بادشاہ پھر ترتیب وار میت کے عصبات۔ سب سے پہلے وہ جو سب سے زیادہ قرابت رکھتا ہو۔ پھر اس کے بعد والا پھر اس کے بعد والا۔ امام مرد کے سینے اور عورت کی کمر کے مقابل کھڑا ہو۔ اگر میتیں ایک جماعت ہو تو سب کو برابر رکھے۔ لیکن اگر مختلف انواع و اوصاف کے لوگ ہوں تو امام کی جانب وہ لوگ ہوں جو افضل ہوں۔ مثلاً امام کی طرف سب سے آگے مرد اور ان کے پیچھے عورتیں۔ پھر غلام پھر ہیجڑے پھر بچے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ بچے غلاموں سے آگے ہوں۔ پھر ہر نوع کے آدمیوں پر غور کرنا چاہئے۔ امام کی طرف بڑھے ہوئے ہر نوع میں سے وہی لوگ ہوں جو باقی سے افضل ہوں علم میں قرآن میں دین اور پرہیزگاری میں۔

کہا گیا ہے کہ اگر مرد اور عورت کا جنازہ ساتھ رکھا ہو تو عورت کی کمر کے مقابل مرد کا سینہ ہونا چاہئے۔ امام صلوٰۃ جنازہ کے لئے تو دوسری نمازوں کی طرح دائیں بائیں دیکھ کر صفوف کو سیدھا کرا دے۔ اول اپنے گناہوں سے توبہ استغفار کرے۔ اپنی قبر اور دار آخرت کو یاد اور دل میں یقین کرے کہ موت کا پیالہ سب کو پینا ہے اور مجھے بھی موت آئے گی۔ میں بھی اس سے چھوٹ نہیں سکتا۔ اس کے بعد دل کو حاضر اور اعضا میں خشوع پیدا کرے تاکہ دعا جلد قبول ہو پھر جنازہ کی نماز پڑھے اول دل نیت کرے اور کہے میں اس جنازہ کی نماز فرض کفایہ پڑھتا ہوں۔ عورت اور مرد کا جدا جدا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ چار تکبیریں کہے۔ پہلی تکبیر پر سورہ فاتحہ پڑھے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ نے جنازہ کی نماز میں فاتحہ پڑھنے کا ہم کو حکم دیا تھا۔ پھر دوسری تکبیر پر درود پڑھے۔ جیسے تشہد میں پڑھی جاتی ہے۔ مجاہد نے فرمایا۔ میں نے اٹھارہ صحابیوں سے جنازہ کی نماز کی بابت دریافت کیا۔ ہر ایک نے یہی فرمایا کہ اول تکبیر کہو۔ پھر سورہ فاتحہ پڑھو۔ پھر تکبیر کہو اور درود پڑھو۔ پھر تیسری تکبیر کہ کر میت کے لئے اور اپنے لئے اور اپنے والدین کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے جو دعا تم چاہو مانگو۔ اور جس میں تمہارے لئے سہولت ہو۔ وہ کرو۔ مگر یہ دعا پڑھنی مستحب ہے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ وَالسُّنَّةِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَيْهِمَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مُنْقَلَبَنَا وَ

مَثْوَانَا وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ نَزَلَ بِكَ وَاَنْتَ خَیْرُ مَنْزُوْلٍ بِہٖ وَلَا نَعْلَمُ اِلَّا خَیْرًا اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ مُحْسِنًا فَجَازِہٖ بِاِحْسَانِہٖ وَاِنْ کَانَ مُسِیْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْہُ اَللّٰھُمَّ اِنَّا جِئْنَاكَ شُفَعَاءَ لَہٗ فَشَفِّعْنَا فِیْہِ وَقِہٖ مِنْ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاعْفُ عَنْہُ وَاَکْرِمْ مَثْوَاہُ وَاَبْدِلْہُ دَارًا خَیْرًا مِّنْ دَارِہٖ وَجِوَارًا خَیْرًا مِّنْ جِوَارِہٖ وَافْعَلْ ذٰلِكَ بِنَا وَبِجَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ۔ پھر چوتھی تکبیر میں کہے اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ ہمارے بعض علماء کا قول ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد کچھ نہ کہے بلکہ کچھ توقف کرے۔ پھر صرف سیدھی طرف کو سلام پھیر دے۔ دونوں طرف سلام پھیرنا بھی جائز ہے۔ امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔ ایک سلام پھیرنا امام احمد کا مختار قول ہے۔ امام احمد نے فرمایا کہ چند صحابہ حضرت علیؓ بن ابی طالب حضرت عبداللہؓ بن عباس، حضرت عبداللہؓ بن عمر، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت واثلہؓ بن الاسقع کے متعلق مروی ہے کہ ان سب حضرات نے جنازہ کی نماز میں ایک طرف کو سلام پھیرا۔ ایک مرفوع روایت بھی آئی ہے کہ رسول اللہ نے ایک جنازہ کی نماز میں صرف دائیں طرف سلام پھیرا۔ مذکورہ دعا کے علاوہ اگر چاہے تو مندرجہ ذیل دعا بھی پڑھ سکتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَمَاتَ وَاَحْیٰی وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ یُحْیِ الْمَوْتٰی لَہُ الْعَظَمَۃُ وَالْکِبْرِیَاءُ وَالْمُلْكُ وَالْقُدْرَۃُ وَالثَّنَاءُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ وَرَحِمْتَ وَتَرَحَّمْتَ وَبَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ عَبْدُكَ وَابْنُ اَمَتِكَ اَنْتَ خَلَقْتَہٗ وَرَزَقْتَہٗ وَاَنْتَ اَمَتَّہٗ وَاَنْتَ تُحْیِیْہِ وَاَنْتَ تَعْلَمُ بِسِرِّہٖ جِئْنَاكَ شُفَعَاءَ لَہٗ فَشَفِّعْنَا فِیْہِ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَجِیْرُ بِحَبْلِ جِوَارِكَ لَہٗ اِنَّكَ ذُوْ وَفَاءٍ وَّذِمَّۃٍ اَللّٰھُمَّ قِہٖ مِنْ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَعَافِہٖ وَاعْفُ عَنْہُ وَاَکْرِمْ مَثْوَاہُ وَوَسِّعْ مُدْخَلَہٗ وَاغْسِلْہُ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّہٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَنْزِلْہُ دَارًا خَیْرًا مِّنْ دَارِہٖ وَزَوْجَۃً خَیْرًا مِّنْ زَوْجَتِہٖ وَاَھْلًا خَیْرًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ وَنَجِّہٖ مِنَ النَّارِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِیْ اِحْسَانِہٖ وَجَازِہٖ بِاِحْسَانِہٖ وَاِنْ کَانَ مُسِیْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْہُ اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ قَدْ نَزَلَ بِكَ وَاَنْتَ خَیْرُ مَنْزُوْلٍ بِہٖ وَھُوَ فَقِیْرٌ اِلٰی رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ غَنِیٌّ عَنْ عَذَابِہٖ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ عِنْدَ مَسْئَلَتِہٖ مَنْطِقَہٗ وَلَا تَبْتَلِہٖ فِیْ قَبْرِہٖ بِمَا لَا طَاقَۃَ لَہٗ بِہٖ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ۔

اگر عورت ہو تو یوں کہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّھَا اَمَتُكَ وَابْنَۃُ عَبْدِكَ وَاَمَتِكَ۔ اس کے بعد پوری دعا پڑھے۔

ہمارے امام احمد کے نزدیک نماز پڑھانے کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جس کو میت نے نماز پڑھانے کی وصیت کی ہو۔ پھر حاکم پر عصبات میں سے (سب سے اول میت کے اصول یعنی) باپ اور باپ سے اوپر والے اس کے بعد

بیٹا اور بیٹے سے نیچے کا سلسلہ پھر عصبات میں سے جو سب سے زیادہ قریب ہو بھائی بھتیجا چچا چچا کا بیٹا وغیرہ۔ امامت کا حق شوہر کو پہلے ہے یا بیٹے کو اس کے متعلق منفی مثبت کے دو قول ہیں۔

صحابہ نے اپنی میت کی نماز پڑھانے کی وصیت کی ہے۔ چنانچہ ابوبکر صدیقؓ نے وصیت فرمائی تھی کہ آپ کے جنازہ کی نماز حضرت عمرؓ پڑھائیں اور حضرت عمرؓ نے وصیت کی تھی کہ آپ کے جنازہ کی نماز حضرت صہیبؓ پڑھائیں۔ حالانکہ آپ کے صاحبزادے عبداللہ موجود تھے۔ شریحؒ نے وصیت کی تھی کہ آپ کے جنازہ کی نماز حضرت زید بن رقم پڑھائیں۔ حضرت میسرہ نے وصیت کی تھی کہ آپ کے جنازہ کی نماز شریح پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت ابوہریرہ کو نماز کے لئے وصی بنایا تھا۔ حضرت ام سلمہؓ نے سعید بن جبیر کو وصیت کی تھی۔

بچہ کی نماز کی دعا اس طرح پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ اَنْتَ خَلَقْتَہٗ وَرَزَقْتَہٗ وَاَنْتَ اَمَتَّہٗ وَاَنْتَ تُحْیِیْہِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لِوَالِدَیْہِ سَلَفًا وَّذُخْرًا وَّفَرَطًا وَّاَجْرًا وَّثَقِّلْ بِہٖ مَوَازِیْنَھُمَا وَعَظِّمْ بِہٖ اُجُوْرَھُمَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَاِیَّاھُمَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا وَاِیَّاھُمَا بَعْدَہٗ اَللّٰھُمَّ اَلْحِقْہُ بِصَالِحِ سَلَفِ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ كَفَالَةِ اِبْرَاھِیْمَ وَاَبْدِلْہُ دَارًا خَیْرًا مِّنْ دَارِہٖ وَاَھْلًا خَیْرًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَعَافِہٖ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَفْرَاطِنَا وَاَسْلَافِنَا وَمَنْ سَبَقَنَا بِالْاِیْمَانِ اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ وَاغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ۔ اگر نا تمام بچہ میں انسانی شکل نمودار ہوئی ہو تو اس کو غسل بھی دیا جائے اور نماز بھی پڑھی جائے۔ لیکن اگر صرف گوشت کا ٹکڑا ہو کوئی بناوٹ نمودار نہیں ہوئی ہو تو نہ اس کو غسل دیا جائے نہ نماز پڑھی جائے۔ بلکہ دفن کر دیا جائے۔

بچہ کو غسل مرد دیں یا عورتیں دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ رسول اللہؐ کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کی وفات آٹھ مہینے کی عمر میں ہوئی اور عورتوں نے ان کو غسل دیا۔

فصل کوئی مرنے کے قریب ہو تو اس کو تلقین کیسے کی جائے اور میت کو غسل و کفن کس طرح دیا جائے۔ نماز کیسے لگائی جائے اور دفن کیسے کیا جائے۔

فصل ہر عقلمند مومن کے لئے جس کو موت کا یقین ہو مستحب ہے کہ موت کی یاد بہت کرے اور اس کے لئے تیاری کرلے موت کی تیاری اور انتظار کی صورت یہ ہے کہ ہر گھڑی توبہ اور اپنے نفس کے حساب [illegible] رہے۔ تمام حقوق اور قرض سے سبکدوش رہے [illegible] یقینی بات ہے غافل نہ رہے [illegible] [illegible] حدیث کی وجہ سے کہ ... حضور نے ... لذتوں کو فنا کر دینے والی کی یاد کثرت سے کیا کرو۔ حدیث کے دوسرے لفظوں میں ہے۔ موت کی یاد بہت کیا کرو۔ کیونکہ اگر تونگری کی حالت میں تم اس کی یاد رکھو گے تو خوشی پرستی کو وہ مکدر

کر دیگی اور تنگدستی کی حالت میں یاد کھوگے۔ تو تنگدستی کو وہ گوارا بنادے گی۔ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا تھا۔ جانتے ہو کہ سب سے زیادہ دانا اور ہوشیار شخص کون ہے۔ سب سے بڑا دانا وہ ہے جو موت کو بہت یاد رکھے۔ اور سب سے بڑا ہوشیار وہ ہے جو موت کی تیاری زیادہ کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اس کی علامت کیا ہے۔ فرمایا اس فریب خانہ سے دور رہنا اور دوامی گھر کی طرف رجوع کرنا۔ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا تھا۔ بیٹے توبہ کو کل پر مت ٹالنا۔ موت اچانک آجائے گی۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا جس کے پاس مال ہو۔ اس کے لئے مناسب نہیں کہ دو راتیں بھی ایسی گذرے جن میں وصیت نامہ لکھا ہوا اس کے پاس موجود نہ ہو۔

حدیث میں آیا ہے کہ (آخرت کی) حساب فہمی سے اپنے نفسوں کا محاسبہ کر لو اور (آخرت کی) وزن کشی سے پہلے خود اپنے اعمال کا وزن کر لو۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے فرمایا۔ میں نے خود حضورؐ کو ارشاد فرماتے سنا دنیا میں ایسے جیو گویا تمہیں ہمیشہ جینا ہے اور آخرت کے لئے ایسے کام کرو۔ گویا تم کل ہی کو مرجاؤگے۔

اس لئے دانشمند مومن کو چاہئے کہ مرنے سے پہلے ان حقوق سے چھوٹ جانے کی کوشش کرے جو اس پر لازم ہیں۔ گناہوں سے خلاص ہو جائے پرائے حقوق سے خلاصی ہو جائے۔ قرض نجات مل جائے گی۔ اگر ایسا نہ کرے گا۔ تو قطعی اور یقین جان لے کہ ان حقوق میں وہ گرو اور گرفتار رہیگا۔ ان حقوق میں پکڑا جائیگا اور قبر میں عذاب پائے گا۔ تمام تو بیر ٹوٹ جائیں گی۔ تمام تدبیریں بیکار ہو جائیں گی۔ حوس جلتے رہیں گے۔ گھر والے اور پڑوسی چھوڑ جائیں گے۔ اس کا مال دشمنوں اور دوستوں مردوں اور بچوں اور عورتوں کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ انجام بد سے نجات دینے والی چیز صرف یہی ہے۔ کہ حقوق کو دنیا میں ادا کر دیا جائے اور خلاص ہو جائے اور توبہ کر لے اور اطاعت کرے یہاں تک کہ اللہ رحیم کی مہربانی اور رحمت اس پر چھا جائے۔ وہ ارحم الراحمین ہے جو کچھ چاہے گا بہشت لازوال میں اس کو جزا عنایت فرمادیگا۔

حضرت سمرہ بن جندب نے فرمایا۔ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ تھے۔ حضورؐ نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی۔ سلام پھیرنے کے بعد فرمایا فلاں خاندان کا یہاں کوئی آدمی ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ میں ہوں۔ فرمایا فلاں شخص (یعنی میت) قرض کی وجہ سے گرفتار ہے۔ راوی کا بیان ہے میں نے خود دیکھا کہ فوراً میت کے گھر والے اور اس سے محبت کرنے والے اس کا قرض چکانے لگے۔ یہاں تک کہ کوئی کسی قرض کا طلبگار باقی نہیں رہا۔ حدیث کے دوسرے الفاظ اس طرح ہیں۔ کہ فلاں شخص جنت کے دروازے پر قرضدار ہونے کی وجہ سے محبوس ہے۔ حضرت علیؓ کی روایت ہے۔ اہل صفہ میں سے ایک آدمی مرگیا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہؐ اس نے ایک دینار اور ایک درہم ترکہ میں چھوڑا ہے۔ فرمایا یہ آگ کے دو داغ ہیں۔ تم اپنے ساتھی کی نماز پڑھو۔ میں شریک نہیں ہوں گا۔ اس شخص پر کچھ قرض تھا۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ کسی انصاری کے جنازہ میں رسول اللہؐ موجود تھے۔ ارشاد فرمایا کیا اس پر کچھ قرض ہے۔ عرض کیا گیا جی ہاں۔ یہ سنکر حضور لوٹ گئے۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا۔ اس کے قرض کا میں ضامن ہوں۔ حضورؐ واپس تشریف

لے آئے اور اس کی نماز پڑھی۔ اور فرمایا تھا۔ اللہ نے تیری گردن آزاد کر دی جیسی تو نے اپنے مسلمان بھائی کی گردن آزاد کرائی۔ جو کسی کا قرض چھڑاتا ہے۔ اللہ قیامت کے دن اس کی رہائی کرے گا

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن حقداروں کے حقوق ضرور دیئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ منڈی بکری کا حق سینگوں والی بکری سے لیا جائے گا۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ظلم کرنے سے اجتناب رکھو۔ قیامت کے دن ظلم اندھیریاں ہوجائیگا۔ فحش سے پرہیز رکھو۔ اللہ بےحیائی کو پسند نہیں فرماتا۔ بخل سے بچتے رہو۔ بخیلی نے تم سے پہلوں کو برباد کر دیا۔ کنجوسی نے ہی بخیلوں کو رشتہ داریاں منقطع کرنے کا حکم دیا اور انہوں نے حق تلف کئے۔

فصل مومن بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی مستحب ہے۔ مسلمان بھائی جب اس کی عیادت کو آتا ہے اور آ کر اس کے حال کو دیکھتا ہے تو اگر اچھا ہو جانے کی اس کو امید ہوتی ہے تو اس کے لئے دعا کر کے لوٹتا ہے اور اگر مرنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو اس کو توبہ کرنے اور تہائی مال کی ان قرابتداروں کے لئے جو وارث نہیں ہوتے وصیت کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اگر اس کے قرابتیوں کوئی محتاج نہیں ہوتا تو پھر ان لوگوں کے حق میں وصیت کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ جو فقرا ہوں مسکین ہوں۔ اہل علم ہوں دیندار ہوں۔ یا ایسے لوگ ہوں کہ تقدیر الہی نے ان کی روزی کے ذرائع منقطع کر دیئے ہوں۔ اور تقوی کی وجہ سے ان کے لئے روزی کے لئے حرکت کرنی ان کے لئے دشوار ہو۔ روزی کے ذرائع خدا بن کر ان کے سامنے آتے ہوں لیکن وہ اپنی توحید کو شرک کی آلائش سے پاک رکھنا چاہتے ہوں۔ اس لئے اسباب معاش کو انہوں نے چھوڑ دیا ہو۔ اور اللہ ہی کی طرف رزق کے لئے رجوع کرتے ہوں۔ غرض اللہ ہی کی ذات پر ان کا اعتماد ہو اور لوگوں کے مال کا ان کو کوئی لالچ نہ ہو۔ اس طرح ان کی توحید بےداغ ہو جاتی ہے اور مقدر کی جو روزی ہے وہ پاک صاف ہو کر ان کے پاس پہنچ جاتی ہے نہ ان کو دنیا میں انجام بد کا اندیشہ ہوتا ہے نہ آخرت کی سزا کا۔ خوشی ہو ان لوگوں کے لئے جو ایسے لوگوں کو کچھ بخشش کریں یا ان کو جوتے پہنائیں یا ان پر کسی اور طرح کی مہربانی کر کے ان سے میل رکھیں۔ یا کسی روز ان کی خدمت کریں یا کسی وقت ان کی دعا پر آمین کہیں یا کسی حالت میں ان کے لئے کلمہ خیر زبان سے نکالیں۔ ویسے لوگوں کو خوشی ہو مبارکباد ہو۔ کیونکہ وہ متوکل باللہ ہیں اور اللہ کے خاص بندے ہیں۔ بادشاہ کے پاس بغیر بادشاہ کے خاص آدمیوں کی رسائی نہیں ہوتی۔ کیا کسی کو کوئی شاہی بخشش بادشاہ کے حاشیہ نشینوں اور خادموں کے علاوہ کسی دوسرے راستے مل سکتی ہے۔ اگر کوئی بادشاہ کے حاشیہ نشینوں اور خدمتگاروں سے ملے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرے اور ان کی خدمت کرے تو ہو سکتا ہے کہ وہ حاشیہ نشین اس کو بادشاہ کے پاس لے جا کر کھڑا کر دیں اور اس کی اچھی عادات و خصائل کا تذکرہ کر دیں اور اس طرح بادشاہ اس کو اپنی مقبول اور بخششوں سے سرفراز کرے۔ موت کی علامت نمودار ہو جائے۔ تو گھر والوں کے لئے مستحب ہے کہ جو شخص میت کا سب سے بڑا رفیق ہو اور میت کے عادات و نظم زندگی سے واقف ہو اور سب سے زیادہ پرہیزگار ہو اس کو مقرر کر دیں کہ وہ میت کو اللہ کی یاد دلائے اور طاقت الہی پر اس کو ابھارے

اس کے حلق میں پانی یا شربت ٹپکانے اور (بھیگی ہوئی) روئی سے اس کے لبوں کو تر کرنے کی خدمت انجام دے اور
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی ایک بار تلقین کرے (زیادہ سے زیادہ تین بار تلقین کرے) تین بار سے زیادہ نہ کرے کہیں میت
تنگدل نہ ہو جائے اور نفرت نہ کرنے لگے اور اسی ناگواری کی حالت میں اس کی جان نہ نکل جائے۔ اگر تلقین کے بعد کوئی
اور بات کر لی ہو۔ تو پھر دوبارہ تلقین کرے۔ تاکہ آخری کلام لا إله الا الله ہو جائے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے جس کا
آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو گا۔ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ تلقین نرمی اور خوش خلقی سے ہو۔ مناسب ہے کہ سورہ یٰسین
اس کے پاس پڑھی جائے۔ تاکہ روح نکلنے میں کچھ مدد اور سہولت حاصل ہو۔ جب جان نکل جائے تو چت لٹا کر کعبہ کی طرف
اس طرح منہ کر دیا جائے کہ اگر اس کو بٹھایا جائے تو اس کا منہ کعبہ کی طرف ہو۔ جلد ہی اس کی آنکھیں بند کر دی جائیں۔
حضرت شداد بن اوس کی روایت ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ تم لوگ مردوں کے پاس موجود ہو تو ان کی آنکھیں
بند کر دو کیونکہ نگاہ جان کے پیچھے چلی جاتی ہے (اور آنکھیں بے نور بدشکل ہو جاتی ہیں) اور مردہ کے حق میں اچھا کلمہ
کہو کیونکہ گھر والے جو کچھ کہتے ہیں اس پر آمین کہی جاتی ہے۔ پھر میت کے دونوں جبڑے بند کر دیئے جائیں۔ روایت میں آیا
ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب کا جب وقت آیا تو آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ سے فرمایا۔ میرے قریب آجاؤ اور جب دیکھو۔ کہ
میری جان تالو تک آپہنچی ہے۔ تو دائیں ہتھیلی میری پیشانی پر اور بائیں ہتھیلی ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر میرا منہ بند کر دینا۔
پھر میت کے جوڑوں کو نرم کیا جائے یعنی کلائیوں کو اوپر کو موڑ کر بازوؤں سے ملا دیا جائے۔ پھر کھول کر سیدھا کر دیا
جائے اور دونوں پنڈلیوں کو رانوں سے ملا دیا جائے اور رانوں کو پیٹ سے۔ پھر لوٹا کر سیدھا کر دیا جائے۔ پھر اس کے
کپڑے اتار کر ایک کپڑے سے پوری میت کو ڈھانک دیا جائے یعنی موت کی وجہ سے اس کا پورا بدن (عورت)
واجب الستر ہو جاتا ہے۔ اسی لئے سارے بدن کو کفن سے ڈھانکنا واجب ہے۔ میت کے پیٹ پر کوئی آئینہ یا تلوار
رکھ دی جائے۔ کیونکہ روح نکلنے کے بعد پیٹ ابھر جاتا ہے اور پھول جاتا ہے۔ پھر اس کو غسل کے تختہ پر رکھ دیا جائے
لیکن ٹانگوں کی سمت کسی قدر نیچی ہو۔ پھر جلد ہی اس کا قرضہ ادا کیا جائے اور تمام قرضوں اور وصیتوں سے
اس کو بری الذمہ کر دیا جائے۔ تاکہ خدا کے سامنے تمام حقوق اور جذبات سے بری الذمہ ہو کر پہنچے۔

فصل پھر غسل تجہیز تکفین اور دفن میں عجلت کی جائے ہاں اگر موت اچانک ہو گئی ہو۔ تو کچھ توقف کرنا چاہئے۔
یہاں تک کہ اس کی موت کا یقین ہو جائے دونوں پنجے لٹک جائیں۔ ٹانگیں ڈھیلی پڑ جائیں۔ ناک ٹیڑھی ہو جائے
کنپٹیاں بیٹھ جائیں تو غسل کی جلد تیاری کی جائے۔

غسل کی تفصیل

اول غسل دینے والا میت کو برہنہ کر کے ناف سے زانوؤں تک ایک کپڑے میں چھپا دے۔ کیونکہ اس طریقہ سے غسل
خوب ہو سکیگا۔ اور اچھی طرح میت کو نہلانے میں مدد ملیگی جہاں تک ممکن ہو خصوصاً میت کے حصۂ عورت کی طرف سے آنکھوں کو

بند کھے۔ کہا گیا ہے کہ ایک مبا چوڑ کرتہ پہنا کر غسل دیا جائے۔ اگر کرتہ تنگ ہو تو اس کی سلوٹیں کھول دی جائیں۔ اگر آہستگی کے ساتھ ممکن ہو تو جوڑوں کو نرم کر دیا جائے۔ ورنہ یونہی چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ زور کرنے سے اکثر جوڑ ٹوٹ جاتے ہیں اور رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میت کی ہڈی توڑنا ایسا ہی ہے۔ جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا۔ پھر میت کو ذرا اوپر کو موڑ کر بیٹھنے کے قریب پہنچ جائے۔ اور پیٹ کو آہستہ سے دبائے۔ پھر اپنے دونوں ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر (جو کچھ نجاست نکلی ہو) اس کو پاک کر دے۔ کپڑا لپیٹنے کی وجہ یہ ہے کہ میت کے مخصوص اعضا پر ہاتھ کی جلد نہ لگنے پائے۔ اس کے علاوہ کپڑا کھردرا بھی ہوتا ہے۔ اس سے نجاست خوب صاف ہو جائے گی۔ اسی طرح باقی بدن کو بغیر کپڑا لپیٹے چھونا اور ملنا بھی مستحب نہیں۔ پھر پے در پے اپنے ہاتھ پر پانی بہائے اور (نجاست آلود) کپڑے کو پھینک دے اور دوسرا صاف کپڑا لے لے۔ تین تک یہی کرے۔ پھر کپڑا پھینک کر ہاتھ دھولے اور میت کو نماز کے وضو کی طرح ترتیب کے ساتھ وضو کرائے۔ اور خود نیت کرے اور بسم اللہ پڑھے اور اپنی دو انگلیاں تر کرے۔ میت کے دونوں لبوں کے درمیان لیجا کر دانتوں پر ملے! اسی طرح ناک نتھنوں میں کرے اور ان کو صاف کر دے اور کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کی طرح میت کے منہ اور ناک پر پانی بہائے۔ مگر پانی منہ اور ناک کے اندر نہ پہنچنا چاہیئے۔ آخر تک اسی طرح وضو کرائے۔ پھر اس کے سر کو پانی اور بیری کے پتوں سے دھوئے پھر داڑھی کو دھوئے بالوں کو کنگھا نہ کرے۔ سب کے بعد سر سے پاؤں تک سادہ پانی بہادے دائیں کروٹ کو دھوئے اور بائیں طرف کو کروٹ دے کر بائیں پہلو کو بھی دھوئے اسی طرح ہر مرتبہ پانی اور بیری کے پتوں والے پانی سے غسل دینے کے بعد سادہ پانی سے غسل دیتا رہے۔ اگر میل دور کرنے کے لئے اشنان کی ضرورت ہو تو اس کا بھی استعمال کرے۔ اگر ناخنوں کے اندر کا میل نکالنے کے لئے خلال کی ضرورت ہو۔ تو خلال پر روئی لپیٹ کر اس سے (ناخنوں کے اندر سے اور) ناک کان کے سوراخوں سے میل صاف کر دے۔ پھر دوبارہ میت کو اٹھا کر قدرے خمیدہ کر کے (پیٹ پر ہاتھ پھیر کر نجاست نکال دے اور) دوبارہ وضو کرا دے۔ پھر آخری غسل کافور آمیز پانی سے کرا کے اور کسی کپڑے سے پونچھ دے۔ کم سے کم تین بار غسل کرائے اور زیادہ سے زیادہ سات بار۔ اگر تین بار غسل دینے سے کامل صفائی نہ ہوئی ہو۔ تو سات بار تک غسل دے سکتا ہے۔ لیکن خاتمہ غسل طاق عدد پر کرے۔ مثلاً تین۔ یا پانچ یا سات پر۔ اگر نجاست نکلتی ہی چلی جائے اور سات بار غسل دینے پر بھی ختم نہ ہو۔ تو روئی رکھکر اس کو بند کر دیا جائے اور اوپر سے پاک مٹی لگا دی جائے۔ ہمارے بعض علماء قائل ہیں کہ روئی سے بند نہ کیا جائے امام احمد نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے بعض لوگوں کا قول ہے کہ اگر نجاست نکلنی بند نہ ہو اور غسل مکمل ہو چکا ہو۔ تو از سر نو غسل نہ دیا جائے۔ بلکہ مقام نجاست کو دھو ڈالے اور نماز کی طرح وضو کرا دے۔ پھر کفن پہنا کر اٹھا کر لے جائے۔ افضل یہ ہے کہ پہلی بار غسل بیری کے پتوں کے پانی سے دیا جائے اور باقی مرتبہ غسل جنابت کی طرح خالص سادہ پانی سے اور آخری مرتبہ میں کافور استعمال کیا جائے۔ پھر پونچھ کر کفن پہنا دیا جائے۔ کفن کے لئے تین کپڑے ہوں سفید جن میں میت کو لپیٹا جائے۔ قمیص ہو نہ تہبند نہ پاجامہ۔ نہ

کوئی سیا ہوا کپڑا صرف چادریں ہوں۔ اگر کپڑے کا عرض کم ہو اور کپڑا چھوٹا ہو۔ تو ایک کے اوپر دوسرے کو پھیلا کر سی دے
لیکن لپیٹنے سے پہلے کپڑوں کو عود اور کافور کی دھونی دیدینی چاہیے۔ اور لپیٹ کی ہر دو چادروں کے درمیان خوشبو
لگائی جائے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ قمیض اور تہ بند اور لپیٹ کی چادر۔ یہ تین کپڑے کفن میں دیئے جائیں۔ تہ بند اندرونی
جانب یعنی جلد سے متصل ہو۔ قمیص کا تکملہ بند نہ ہو۔ تین کپڑوں کا کفن دینا افضل ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے۔ کہ
رسول اللہ کو تین سفید سحولی کپڑوں کا کفن دیا گیا جن میں نہ قمیص تھا نہ عمامہ۔ امام احمد نے اس حدیث کو صحیح مانا ہے۔ اور
اپنے مذہب کی بنا اسی حدیث پر کی ہے۔ پھر خوشبو یعنی حنوط مل دے اور کافور روئی میں رکھ کر دونوں سرینوں کے درمیان
رکھدے اور اوپر سے کپڑے کا ٹکڑا رکھدے۔ باقی کافور سجدہ کے اعضاء (پیشانی ناک۔ ہاتھ زانو قدم) اور گوشہائے
ران اور بغل چہرہ کے سوراخوں اور کانوں کے سوراخوں اور آنکھ کے بیرونی حصوں میں لگا دے آنکھوں کے اندر کافور
داخل نہ کرے۔ اگر اندر سے کسی چیز کے باہر نکل پڑنے کا اندیشہ ہو۔ تو ناک کان کے سوراخوں کو روئی اور کافور سے
بند کردے۔ اگر تمام بدن پر کافور اور صندل کی خوشبو لگا دے تو بہت بہتر ہے۔ نافع کی روایت ہے۔ کہ حضرت
ابن عمر میت کے کنج ران اور بغلوں اور کہنیوں پر مشک لگایا کرتے تھے۔ پھر میت کو لاکر لپیٹ کی چادروں پر
رکھدیا جائے۔ پہلے بائیں طرف سے دائیں جانب لپیٹا جائے۔ پھر دائیں طرف کا کنارہ بائیں طرف پر لپیٹ دیا
جائے۔ دوسری اور تیسری چادر میں اسی طرح لپیٹا جائے۔ سر کی طرف والا کنارہ زیادہ ہو اور ٹانگوں والا کم۔
دونوں طرف کے زائد کناروں کو سر اور ٹانگوں پر لپیٹ دیا جائے۔ اگر کھل جانے کا اندیشہ ہو تو گرہ لگا کر باندھ
دیا جائے۔ جب قبر میں اتار دیا جائے تو بندش کھول دی جائے لیکن کفن کو نہ پھاڑا جائے۔ عورت کو پانچ کپڑوں کا
کفن دیا جائے تہ بند۔ کرتہ۔ اوڑھنی اور دو لپیٹ کی چادریں۔ تہ بند پورے بدن پر لپٹا ہوا ہو۔ ہمارے بعض
صحاب کے نزدیک مستحب ہے کہ پانچویں چادر سے میت کی رانیں باندھ دی جائیں۔ یہ پانچویں لپیٹ کی جگہ ہو
جائے گی۔ عورت کے بال تین حصوں میں لپیٹ کر پیچھے ڈال دیئے جائیں۔ میت عورت ہو یا مرد۔ ہر میت کے ساتھ یہی
طریقہ استعمال کیا جائے۔ جو دلہن کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اگر عورت ہو تو یہ تمام کام مکمل طور پر کرنا دشوار ہوں۔ تو ایک
ہی کپڑا کافی ہے اسی میں لپیٹ دیا جائے (حج یا عمرہ کے) احرام کی حالت میں اگر کوئی مر جائے۔ تو بیری کے پتوں
کے پانی سے اس کو غسل دیا جائے۔ خوشبو اس کے پاس بھی نہ لائی جائے۔ اس کے سر اور پاؤں کو نہ ڈھانکا
جائے۔ سیا ہوا کپڑا اس کو نہ پہنایا جائے اور صرف دو کپڑوں کا کفن دیا جائے۔ روایت ہے کہ حضرت ابن عباس نے
فرمایا۔ رسول اللہ عرفات میں توقف فرما تھے۔ ایک اور شخص بھی ٹھہرا ہوا تھا۔ چانک وہ اونٹنی سے گر گیا اور گردن
ٹوٹ گئی اور مر گیا۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور دو کپڑوں کا کفن دو۔
اور اس کے سر کو نہ ڈھانکو۔ اللہ اس کو لبیک کہتا ہوا اٹھائے گا۔

نا تمام بچہ اگر چار ماہ سے زیادہ کا ہو۔ تو اس کو غسل دیا جائے اور اس کی نماز بھی پڑھی جائے ورنہ ایسا نام بھی رکھا جائے جو مرد اور عورت دونوں کا ہو سکتا ہے۔ بچہ کو غسل مرد دیں یا عورتیں کوئی فرق نہیں۔ رسول اللہؐ کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کو عورتوں نے غسل دیا تھا۔ صاحبزادہ کی وفات اٹھارہ مہینہ کی عمر میں ہوئی تھی۔ اس کا تذکرہ حضرت ام عطیہ کی حدیث میں آیا ہے۔ مرد مرد کو غسل دے اور عورت عورت کو۔ اگر بیوی اپنے شوہر کو غسل دے۔ تو بلا خلاف جائز ہے۔ کیا مرد اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے۔ اس کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ مثبت اور منفی۔ ام ولد کا حکم بھی بیوی کی طرح ہے۔

حضرت علیؓ نے سیدہ مکرمہ حضرت فاطمۃ الزہرا کو غسل دیا تھا۔ مرد میت کا کفن ادائے قرض و وصیت پر مقدم ہے اگر میت کا مال داخل نہ ہو۔ تو جو شخص اس کے خرچ کا ذمہ دار ہو اسی پر کفن دینا لازم ہے۔ اگر ایسا شخص نہ ہو تو بیت المال سے کفن دیا جائے۔ عورت کے کفن کا بھی یہی حکم ہے۔ شوہر پر اس کو کفن دینا واجب نہیں۔ اولیٰ یہ ہے کہ دفن کی خدمت وہی انجام دے جو غسل کی خدمت انجام دیتا ہے۔ قبر بقدر قد آدم متوسط گہری کھودی جائے قبر کا طول تین ہاتھ اور ایک بالشت ہو اور عرض ایک ہاتھ ایک بالشت۔ جیسا کہ رسول اللہؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا تھا۔ عمر تیرا کیا حال ہوگا اس وقت جب تیرے لئے تین ہاتھ ایک بالشت لمبی اور ایک ہاتھ ایک بالشت چوڑی زمین تیار کی جائیگی۔ پھر تیرے گھر والے آکر تجھے غسل دیں گے اور کفن پہنائیں گے اور خوشبو ملیں گے۔ پھر اٹھا کر لے جائیں گے اور اس زمین میں چھپا دیں گے اور تجھ پر مٹی ڈال کر تجھے چھوڑ کر واپس آجائیں گے الخ

مستحب ہے کہ سر کی طرف سے میت قبر میں اتاری جائے۔ اگر ایسا دشوار ہو تو قبر کے پہلو سے یا جس طرف سے زیادہ سہولت ہو اتاری جائے۔ امام احمد سے یونہی منقول ہے۔

عورت کو دفن کرنے کی خدمت بھی عورتیں ہی انجام دیں۔ جیسے غسل دینے کی خدمت انجام دیتی ہیں۔ یہ دشوار ہو تو میت کے قریبی رشتہ دار یہ کام کریں۔ یہ بھی دشوار ہو۔ تو غیروں میں سے بزرگ لوگ یہ خدمت کریں۔ مستحب ہے کہ عورت کی قبر کا پردہ کیا جائے۔ مرد کا نہ کیا جائے۔ حضرت علیؓ کا گذر کچھ لوگوں کی طرف سے ہوا۔ جنہوں نے ایک مرد کی قبر پر پردہ پھیلا رکھا تھا۔ آپ نے پردہ کو کھینچ لیا اور فرمایا ایسا عورتوں کے لئے کیا جاتا ہے۔

جب مردہ کو قبر کے اندر قبلہ کو منہ کر کے پہنچا دیا جائے تو اس پر تین لپ مٹی ڈالی جائے۔ حدیث میں یونہی آیا ہے۔ اس کے بعد باقی مٹی ڈالی جائے۔ قبر ایک بالشت اونچی بنائی جائے اور اس پر پانی چھڑک دیا جائے اور اس پر سنگریزے رکھ دیئے جائیں۔ مٹی سے اس کو پلاستر کرنا بھی جائز ہے۔ مگر چونہ کا پلاستر مکروہ ہے۔ کوہان نما قبر بنانی مسنون ہے چپٹی قبر مسنون نہیں ہے۔ حسن بصری کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ کے روضہ پاک اور آپ کے دونوں رفیقوں کے مزار کو کوہان نما دیکھے۔

دفن کے بعد میت کو تلقین کرنی مسنون ہے۔ حضرت ابو امامہ کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔

تم میں سے جب کوئی مرجائے اور تم اس پر مٹی ہموار رکھو تو تم میں سے کوئی اس کے سرہانے کھڑا ہوکر کہے کہ اے فلاں بن فلاں۔ وہ سنتا ہے۔ جواب نہیں دیتا۔ پھر دوبارہ کہے اے فلاں بن فلانہ یہ سنکر وہ سیدھا بیٹھ جاتا ہے۔ پھر کہے اے فلاں بن فلانہ اس پر مردہ کہتا ہے۔ اللہ تجھ پر رحمت کرے۔ مجھے ہدایت کر۔ تم اس کے قول کو نہیں سنتے۔ پس یہ شخص کہے۔ تو جس کلمہ پر دنیا سے نکلا تھا اس کو یاد کر۔ تو شہادت دیتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور تو نے اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمدؐ کے نبی ہونے کو اور قرآن کے امام ہونے کو (دنیا سے نکلتے وقت) دل سے پسند کیا تھا۔ (اس تلقین کی وجہ یہ ہے کہ) منکر نکیر اس وقت کہتے ہیں۔ اس کو تو حجت (مدلل جواب) بتادیا گیا ہے۔ ہم اس کے پاس بیٹھکر کیا کریں۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ کہ یارسول اللہ اگر مردہ کی ماں کا نام معلوم نہ ہو۔ تو فرمایا حوا کی طرف نسبت کردے۔ اگر آخری جملہ کے بعد یہ بھی زیادہ کردے کہ تو مومنوں کے بھائی ہونے پر اور کعبہ کے قبلہ ہونے پر راضی تھا۔ تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح دوسرے شعائر اسلام کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔

باب ۶

ہفتہ بھر کے شب و روز کی نمازوں کے فضائل کا تذکرہ

دن کی نمازوں کا بیان

ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے مجھ سے فرمایا۔ جب تو گھر سے نکلے۔ تو دو رکعت نماز پڑھ لیا کر۔ یہ رکعتیں خارجی خرابی سے تجھے محفوظ رکھیں گی۔ اور گھر میں داخل ہو تو دو رکعت پڑھ لیا کر۔ یہ رکعتیں داخلی خرابی سے تجھے بچائینگی۔ حضرت انس بن مالک کی روایت ہے۔ رسول اللہ نے فجر کی نماز کے متعلق فرمایا۔ جو شخص وضو کر کے مسجد کی طرف جاتا اور وہاں نماز پڑھتا ہے۔ ہر قدم پر اس کی ایک نیکی ہوتی ہے اور ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے اور ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ہے۔ پھر نماز پڑھکر جب سورج نکلنے کے وقت لوٹتا ہے۔ تو اللہ اس کے بدن کے ہر بال کے عوض ایک نیکی لکھدیتا ہے۔ اور وہ مقبول حج کا ثواب لے کر واپس آتا ہے۔ اگر دوسری نماز پڑھنے تک وہیں بیٹھا رہتا ہے تو ہر نشست کے عوض اللہ اس کے لئے دو لاکھ نیکیاں لکھتا ہے اور جو عشا کی نماز پڑھتا ہے اس کے لئے بھی یہی ہوتا ہے اور وہ مقبول عمرہ کا ثواب لیکر واپس آتا ہے۔ حضرت عثمانؓ بن عفان نے فرمایا۔ میں نے خود حضورؐ سے

سنا تھا کہ جو شخص جماعت کے ساتھ عشا کی نماز پڑھتا ہے۔ وہ گویا آدھی رات تک نماز پڑھتا ہے اور جو جماعت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتا ہے۔ گویا وہ پوری رات نماز پڑھتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا منافقوں کے لئے عشا اور فجر کی نمازوں سے زیادہ بھاری نماز اور کوئی نہیں ہوتی۔ اگر اُن کو ان کا ثواب معلوم ہوتا۔ تو وہ ضرور ان نمازوں میں آتے خواہ زانوؤں کے بل آنا پڑتا۔ میں نے ارادہ کر لیا کہ اپنے آدمیوں کو حکم دیدوں کہ وہ لکڑیاں جمع کر دیں۔ اور میں ان لوگوں کو جو ہمارے ساتھ ان نمازوں میں حاضر نہیں ہوتے۔ گھروں سمیت جلا دوں۔ عطا ابن یسار نے حضرت ابوہریرہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ جو شخص زوال کے بعد چار رکعتیں اچھی طرح قرأت و رکوع و سجود کے ساتھ پڑھتا ہے ہزار فرشتے اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ اور شام تک اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ زوال کے بعد چار رکعتیں رسول اللہؐ ترک نہیں کرتے تھے۔ ان کو طویل پڑھتے تھے اور فرماتے تھے۔ اس وقت آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ میں پسند کرتا ہوں کہ میرا کوئی عمل اُس وقت اٹھایا جائے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہؐ کیا چار رکعت دو سلاموں سے ہیں۔ فرمایا نہیں۔ روایت میں آیا ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اللہ اس بندہ پر رحم کرے۔ جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے۔

فصل ۱

اتوار کے دن کی نماز

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا جس نے اتوار کے دن چار رکعت نماز اس طرح پڑھی۔ کہ ہر رکعت میں سورہ الحمد اور اٰمَنَ الرَّسُوْلُ الخ ایک دفعہ پڑھے۔ اللہ اس کے لئے ہر عیسائی مرد و عورت کی تعداد کی برابر نیکیاں لکھتا ہے۔ اور اُس کو نبی کا ثواب عنایت کرتا ہے۔ اس کے لئے ایک حج اور عمرہ لکھا جاتا ہے۔ اور ہر رکعت کے عوض ہزار نمازیں لکھی جاتی ہیں۔ بہ جنت کے اندر اللہ اُس کو ہر حرف کے بدلہ میں مشک خالص کا ایک شہر عطا کریگا حضرت علیؓ کی روایت ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ اتوار کے دن نماز کی کثرت سے اللہ کی توحید (کا اظہار) کرو۔ اللہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اگر اتوار کے دن ظہر کے فرض اور سنت کے بعد کوئی شخص چار رکعت اس طرح پڑھیگا۔ کہ پہلی رکعت میں سورہ الحمد اور الم السجدہ اور دوسری رکعت میں سورہ الحمد اور تبارک الذی (سورہ ملک) پڑھیگا اور تشہد پڑھکر سلام پھیر دے گا۔ پھر کھڑا ہو کر دو رکعتیں اور پڑھیگا اور دونوں میں سورہ الحمد کے بعد سورہ جمعہ کی قرأت کریگا اور پھر دعا مانگیگا تو اللہ پر حق ہے کہ اس کی حاجت پوری کرے اور اس کو عیسائیوں کے دین سے محفوظ رکھے۔

فصل ۲
سہ شنبہ کی نماز

یزید رقاشی نے حضرت انس بن مالکؓ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ جو شخص سہ شنبہ کے دن دوپہر میں دس رکعتیں پڑھے (دوسری حدیث میں، چاشت کا وقت ہے) اسے چاہئے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار، آیت الکرسی ایک بار اور تین بار سورہ اخلاص پڑھے۔ اس کا ثواب یہ ہے کہ ستر دن تک اس کے حق میں کوئی گناہ نہ لکھا جائے گا۔ اگر اس عرصہ میں وہ مرجائے گا تو شہید ہوگا اور اس کے پچھلے ستر سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

فصل ۳
چہارشنبہ کی نماز

ادریس خولانی نے حضرت معاذ بن جبلؓ کے حوالے سے بیان فرمایا کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا جو شخص چہارشنبہ کے دن چاشت کے وقت بارہ رکعتیں پڑھے، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ، آیۃ الکرسی ایک ایک بار سورہ اخلاص تین بار۔ اور معوذتین تین بار پڑھے۔ ایسے شخص کو ایک فرشتہ، جو عرش کے قریب رہتا ہے، آواز دے کر کہتا ہے۔ اے اللہ کے بندے! نیا عمل شروع کر۔ تیرے پہلے گناہ معاف کر دیئے گئے، اور اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے اس سے قبر کے عذاب اور تنگی اور تاریکی کو۔ اور اس سے قیامت کے مصائب اٹھا دے گا۔ اور اس کا اس دن کا عمل نبی کے عمل کی حیثیت سے اوپر اٹھایا جائیگا۔

فصل ۴
پنجشنبہ کی نماز

حضرت عکرمہؓ نے حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص پنجشنبہ کے دن ظہر اور عصر کے درمیان دو رکعتیں پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار، آیۃ الکرسی سو بار، اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ ایکبار اور سورہ اخلاص سو بار پڑھے اور فارغ ہونے کے بعد مجھ پر سو بار درود بھیجے۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ اس شخص کے برابر ثواب عنایت فرمائیگا جس نے تین مہینوں رجب، شعبان اور رمضان کے روزے رکھے ہوں اور اس کو خانہ کعبہ کا حج کرنے والے کے برابر ثواب دیا جاتا ہے۔ اور اس کے لئے ان سب لوگوں کی تعداد کے برابر نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ جو اللہ پر ایمان لائے۔ اور اسی پر بھروسہ کیا۔

فصل ۵

جمعہ کی نماز

علی بن حسینؓ نے اپنے باپ اور انہوں نے اپنے دادا کے حوالے سے بیان فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ جمعہ کا سارا دن نماز کا ہے۔ جب طلوع آفتاب ایک نیزہ یا اس سے زیادہ ہو گیا ہو۔ اس وقت اگر کوئی مومن بندہ مستعد ہو کر وضو کرے اور کامل طریقہ سے وضو کر کے دو رکعتیں چاشت کے وقت کی یقین کے ساتھ ثواب کی نیت سے پڑھے۔ تو اللہ تعالےٰ ایسے شخص کے لئے دو سو نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کی دو سو برائیاں معاف کر دیتا ہے اور جو کوئی چار رکعت پڑھے۔ اللہ تعالےٰ جنت میں اس کے چار سو درجے بلند کر دیتا ہے اور جس نے آٹھ رکعتیں پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ بہشت میں اس کے آٹھ سو درجے بلند فرما دیتا ہے۔ اور اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے جس نے بارہ رکعتیں پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک ہزار دو سو نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ اور اس کے ایک ہزار دو سو درجے بلند کر دیتا ہے۔ ابوصالح نے حضرت ابوہریرہؓ کے حوالے سے نقل کیا کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن صبح کی نماز جماعت سے ادا کی۔ پھر طلوع آفتاب تک مسجد میں بیٹھا ذکر کرتا رہا۔ اس کو فردوس میں ستر درجے نصیب ہوں گے جن کے دو درجوں کا درمیانی فاصلہ تیز رو گھوڑے کی ستر سالہ قطع مسافت کے برابر ہے۔ اور جس نے نماز جمعہ با جماعت ادا کی۔ اس کو فردوس میں پانچسو منزلیں ملیں گی۔ جو تیز رفتار گھوڑے کی پچاس سالہ قطع مسافت کے برابر فاصلہ رکھتی ہوں گی اور جس نے نماز عصر جماعت کے ساتھ پڑھی۔ گویا اس نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے آٹھ غلاموں کو آزاد کرنے کا ثواب حاصل کیا۔ اور جس نے نماز مغرب با جماعت ادا کی۔ گویا اس نے ایک مقبول حج اور عمرہ کا ثواب حاصل کیا۔ اور مجاہد نے حضرت ابن عباس کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن ظہر اور عصر کے درمیان دو رکعت نماز پڑھے اور اول رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار۔ آیۃ الکرسی ایک بار اور قل اعوذ برب الفلق پچیس بار پڑھے۔ اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ ایک مرتبہ سورہ اخلاص ایک مرتبہ اور قل اعوذ برب الفلق بیس مرتبہ پڑھے۔ اس کے بعد سلام پھیر کر پانچ بار لَاحَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہے ایسے شخص کا اجر یہ ہے کہ وہ جب تک اللہ تعالیٰ کا دیدار خواب میں نہ کرے گا۔ اور جنت میں اپنا مقام نہ دیکھ لے گا۔ اس وقت تک دنیا سے کوچ نہیں کرے گا۔ اور مروی ہے کہ ایک اعرابی نے حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ ہم شہر سے دور جنگل میں رہتے ہیں۔ اور ہر جمعہ میں آپ کے پاس حاضر نہیں ہو سکتے۔ لہذا آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتلائیں کہ جب میں اپنی قوم میں لوٹ کر جاؤں تو ان کو جمعہ کی قائم مقام کوئی چیز بتلاؤں آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے اعرابی۔ جب جمعہ کا دن ہو تو دن چڑھنے کے بعد وقت دو رکعتیں ادا کر۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور

قل اعوذ برب الفلق اور دوسری میں سورہ فاتحہ اور قل اعوذ برب الناس پڑھ۔ پھر تشہد پڑھکر سلام پھیر دے پھر بیٹھے بیٹھے سات بار آیۃ الکرسی پڑھ۔ پھر آٹھ رکعتیں۔ چار چار کی صورت میں ادا کر جن کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ نصر ایک ایک بار اور سورہ اخلاص پچیس بار پڑھ۔ جب تو اپنی نماز سے فارغ ہو جائے۔ تو ستر مرتبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھ۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے۔ جو کوئی مومن اور مومنہ اس نماز کو میرے بتائے ہوئے طریقہ سے پڑھیگا۔ میں جنت میں اس کا ضامن ہو جاؤں گا۔ اور ابھی وہ اپنے مقام سے اُٹھنے بھی نہیں پائیگا کہ اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے والدین کو اگر وہ مسلمان ہوں بخش دیگا۔ اور عرش کے رہنے والا ایک فرشتہ آواز دیگا کہ اے اللہ کے بندے۔ پھر سے عمل شروع کر (یعنی بچہ کی طرح عمل کی ابتدا کر۔ اب تو معصوم ہو گیا ہے) کہ تیرے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے گئے اور اس نماز کی بہت سی فضیلتیں بیان ہوئی ہیں جس کا بیان باعث طوالت ہوگا۔ اور ہم نے مذکورہ نماز کے دوسرے مسائل بھی بیان کئے ہیں جن کا ذکر اس جمعہ کے دن بارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی جانے والی نماز میں کیا ہے لہٰذا جو چاہے پڑھے

فصل ۶

ہفتہ کے دن کی نماز

سعیدؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا جو ہفتہ کے دن چار رکعت پڑھے۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ قل یا ایہا الکفرون تین بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو جائے تو سلام پھیر دے۔ تو آیۃ الکرسی کی تلاوت کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر حرف کے بدلے میں ایک حج اور عمرہ کا ثواب لکھے گا۔ اور اس کے اعمالنامہ میں ایک سال کے روزوں اور رات کے قیام کا ثواب درج کیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو ہر حرف کے بدلے میں ایک شہید کا ثواب عنایت کرے گا۔ اور وہ شخص سایہ عرش میں شہیدوں اور نبیوں کی معیت میں ہوگا۔

فصل ۷

اتوار کی شب کی نماز

حضرت انسؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور اکرمؐ کو فرماتے ہوئے سُنا جو اتوار کی شب میں بیس رکعت نماز اس طرح پڑھے۔ کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک دفعہ۔ سورہ اخلاص پچاس مرتبہ اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے۔ اور اللہ تعالےٰ سے سو بار استغفار کرے اور اپنے نفس اور والدین کے لئے سو بار استغفار کرے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سو بار درود بھیجے اور اپنی قدرت و قوت سے اظہار بیزاری کرے اور اللہ کی قدرت و قوت کے سامنے جھک جائے۔ پھر یہ کہے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ اٰدَمَ صَفْوَةُ اللّٰهِ وَفِطْرَتَهٗ وَاِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَ مُوْسٰى كَلِيْمُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَعِيْسٰى رُوْحُ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَمُحَمَّدٌ حَبِيْبُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔ ایسے شخص کا اجر سارے مسلمانوں اور کافروں کی تعداد کے برابر ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو حشر کے دن امن پانے والوں کے ساتھ اٹھائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ پر یہ بات ضروری (خدا ہی کے اعتبار سے) ہے کہ اس کو نبیوں کے ساتھ جنت میں داخل کرے۔

فصل ۸

شب دوشنبہ کی نماز

اعمش نے حضرت انسؓ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا جو دوشنبہ کی شب میں چار رکعت نماز ادا کرے۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ اخلاص دس بار پڑھے اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ اخلاص بیس مرتبہ پڑھے۔ تیسری میں سورہ فاتحہ ایک مرتبہ اور سورہ اخلاص تیس مرتبہ پڑھے۔ چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ اخلاص چالیس بار پڑھے۔ پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے۔ پھر پچھتر مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے اور اپنے والدین کے لئے پچھتر بار استغفار کرے۔ پھر رسول اللہ پر پچھتر مرتبہ درود بھیجے۔ اس کے بعد اپنی حاجت مانگے خدا پر حق ہو جاتا ہے کہ اس کے سوال کو پورا کرے۔ اس نماز کو صلوٰۃ حاجت سے موسوم کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوامامہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص دوشنبہ کی رات میں دو رکعت نماز پڑھے۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص پندرہ بار پڑھے۔ اور سلام پھیرنے کے بعد دس مرتبہ آیۃ الکرسی کی تلاوت کرے اور پندرہ مرتبہ خدا تعالیٰ سے استغفار کرے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کا نام جنت والوں میں لکھ دیتا ہے۔ اگرچہ وہ دوزخ والوں ہی میں سے ہو اور اس کے ظاہر اگناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اور ہر اس آیت کے بدلے میں جو اس نے پڑھی ایک حج اور عمرہ کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور اگر اس دوشنبہ سے دوسرے دوشنبہ تک انتقال کر جائے تو شہادت کا مستحق ہوتا ہے

فصل ۹

شب سہ شنبہ کی نماز کی فضیلت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی سہ شنبہ کی رات میں دس رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک مرتبہ سورہ نصر پانچ بار پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دے گا۔ جو عرض اور طول کے اعتبار سے سات دنیاؤں کے برابر ہوگا۔

فصل ۱۰

اس نماز کی فضیلت جو چہارشنبہ کی شب میں پڑھی جائے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کوئی چہارشنبہ کی شب میں دو رکعت نماز پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ فلق دس بار پڑھے اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ ناس دس مرتبہ پڑھے اس کا اجر یہ ہے کہ اس کے اعزاز میں ستر فرشتے آسمان سے اترتے ہیں۔ جو قیامت تک اس کے لئے ثواب لکھتے رہتے ہیں۔

فصل ۱۱

پنجشنبہ کی شب کی نماز کا بیان

ابو صالح نے حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ جو پنجشنبہ کی رات میں مغرب اور عشا کے درمیان دو رکعت نماز پڑھے۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک مرتبہ۔ آیۃ الکرسی پانچ بار اور سورہ اخلاص پانچ بار اور معوذتین پانچ بار پڑھے۔ پھر جب نماز سے فارغ ہو جائے۔ تو اللہ تعالےٰ سے پندرہ مرتبہ استغفار کرے اور اس کا ثواب والدین کو بخشدے۔ اس عمل سے گویا وہ والدین کا حق ادا کردے گا۔ اگرچہ کہ وہ ان دونوں کا عاق کردہ ہو اور اللہ تعالےٰ اس کو شہیدوں اور صدیقوں جیسا ثواب عنایت کرتا ہے۔

فصل ۱۲

شب جمعہ کی نماز کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ جو کوئی شب جمعہ مغرب اور عشا کے درمیان بارہ رکعت نماز پڑھے۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص دس بار پڑھے۔ اس کا اجر یہ ہوگا کہ گویا اس نے بارہ برس کے روزے رکھے اور بارہ ہی سال قائم اللیل دیا

کثیر بن سلمٰ نے حضرت انس بن مالکؓ کے حوالہ سے نقل کیا۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کوئی عشاء کی نماز جمعہ کی شب میں باجماعت ادا کرے۔ اور اس کے بعد دو رکعت سنت ادا کرے اس کے بعد وہ دس رکعت نوافل پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار سورہ اخلاص ایک مرتبہ اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے۔ پھر تین رکعت وتر ادا کرے۔ پھر اپنی داہنی کروٹ سو جائے اور چہرہ قبلہ کی جانب رکھے۔ اس کا اجر یہ ہے کہ گویا اس نے ساری شب قدر عبادت میں گذاری اور حضور اکرمؐ نے فرمایا جمعہ کی عظیم الشان رات اور تابناک دن میں مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔

فصل ۱۳
ہفتہ کی شب کی نماز اور اس کی فضیلت کا بیان

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ جو ہفتہ کی شب میں مغرب اور عشا کے درمیان بارہ رکعت نوافل ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے ایک قصر بنا دے گا۔ اور گویا اس نے ہر مومن اور مومنہ کے حق میں صدقہ کیا اور یہودیوں کے مذہب سے برأت ظاہر کی۔ ایسے شخص کی بخشش کا خدا پر حق ہو جاتا ہے۔

فصل - پیچھے ہم توبہ کے بیان میں بیان کر آئے ہیں کہ نفل، نماز، روزہ، صدقہ اور دوسری اسی قسم کی عبادات نافلہ میں اصل فرائض اور سنن ادا کرنے کے بعد مشغول ہو۔ ان کو ادا کئے بغیر مشغول ہو۔ بلکہ اپنی ان سب عبادات میں مختلف النوع فرائض ہی کی نیت کرے۔ پس دن رات کی تمام مذکورہ نمازوں میں قضا ہی کی نیت کرے تاکہ فرض اس سے ساقط ہو جائے (حقیقت یہی ہے کہ نفل فرائض کی کمی کو پورا کرتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ اپنے احسان، رحمت اور بخشش سے اسے زیادہ سے زیادہ ہی حصہ دے گا پس جب تو فرائض کو اچھی طرح سے ادا کرنے کے قابل ہو جائے گا۔ اس وقت ان سب نفلوں کی نیت کرنا اور ان میں مشغول ہونا۔

فصل ۱۴
صلوٰۃ التسبیح کی فضیلت کا بیان

حضرت ابن عباس نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حکم بن ابان سے، حکم نے موسیٰ بن عبد العزیز سے، عبد العزیز نے اسحٰق بن ابو اسرائیل سے، انہوں نے عبد اللہ بن محمد بغوی سے، عبد اللہ نے ابو حفص عمر بن واعظ سے، ابو حفص نے ابو الفتح محمد ابن احمد بن الفوارس اور ابو محمد حسن بن محمد سے۔ ان دونوں نے ابو نصر کے والد سے اور ابو نصر نے ہم سے بیان کیا۔ کہ حضور اکرمؐ نے اپنے چچا حضرت عباس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے عباس، کیا میں تم کو ایسی دس باتیں نہ بتاؤں کہ جن پر اگر تم عمل کرو۔ تو اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے، پچھلے نئے پرانے سب گناہ چاہے وہ بالارادہ کئے گئے ہوں یا بغیر ارادہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ پوشیدہ ہوں یا ظاہر معاف کر دے گا۔ وہ دس باتیں یہ ہیں۔ کہ تم چار رکعت نماز پڑھو جس کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی سی بھی سورہ پڑھو جب پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورہ پڑھ چکو۔ تو قیام میں ہی رہتے ہوئے یہ پڑھو سُبْحَانَ اللہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَرُ۔ اسے پندرہ بار پڑھو۔ پھر رکوع میں اس تسبیح کو دس مرتبہ پڑھو۔ پھر رکوع سے اپنا سر اٹھاؤ اور قومہ میں یہی تسبیح دس بار پڑھو۔ پھر سجدے میں چلے جاؤ اور اس میں بھی دس بار پڑھو پہلے سجدہ کرنے کے بعد جب جلسہ میں بیٹھو تو دس بار پڑھو۔ اسی طرح ہر رکعت میں پچھتر بار، تم چاروں رکعت میں یہ تسبیح پڑھو۔ اگر تم

سے ہو سکے۔ تو ہر روز یہ نماز (صلوٰۃ التسبیح) پڑھ لیا کرو۔ ورنہ ہر جمعہ کو پڑھ لیا کرو۔ اگر ایسا نہ ہو سکے۔ تو مہینہ میں ایک بار پڑھ لیا کرو اور اگر یہ نہ ہو سکے۔ تو سال میں ایک دفعہ پڑھ لیا کرو۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر میں ایک بار پڑھ لو۔

دوسری حدیث میں ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ اعلیٰ دوسری میں سورہ فاتحہ اور سورہ زلزال تیسری میں سورہ فاتحہ اور سورہ کفرون۔ چوتھی میں سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص پڑھے۔ ابونصر نے اپنے والد کی سند کے ساتھ ہم سے جو حدیث بیان کی اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجعفر بن ابوطالب سے فرمایا کہ کیا میں نہ عطا کروں تمہیں۔ اسی طرح آخر تک حدیث بیان کی اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضور اکرمؐ نے یہ حدیث عمرو بن عاص سے مخاطب ہو کر فرمائی۔ اس حدیث میں حالت قیام میں دس تسبیحیں اضافہ کی گئی ہیں۔ اور اس کے علاوہ تسبیح پڑھنے کا ذکر نہیں۔ اور بعض روایتوں میں یہ ہے یہ سب تین سو تسبیحیں ہوتی ہیں۔ یعنی چاروں رکعت کی ملا کر۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پس یہ تسبیحات ایک ہزار دو سو ہوئیں یہاں تسبیح کے اجزا الگ الگ مراد ہیں۔ جو چار ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اگر ان کو تین سو سے ضرب دیا جائے۔ تو ایک ہزار دو سو ہو جائیں گے۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اس نماز کو ہر جمعہ میں دو بار پڑھنا اس طرح کہ ایک دفعہ رات میں اور ایک دفعہ دن میں مستحب ہے۔

فصل ۱۵
نماز استخارہ اور اس کی دعاؤں کا بیان

محمد بن منکدر نے حضرت جابر بن عبداللہ کے حوالے سے بیان کیا۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کاموں میں استخارہ کی تعلیم اس طرح سے دیا کرتے تھے جس طرح قرآن کی سورتوں کی۔ فرمایا کرتے۔ جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام یا سفر کا ارادہ یا عزم کرے۔ تو دو رکعت نماز پڑھے۔ پھر یہ دعا مانگے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَنَسْتَقْدِرُ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ (اس جگہ اپنے مقصد کا نام لے) خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَاٰخِرَتِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِہٖ وَاٰجِلِہٖ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِلَّا فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَیَسِّرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ مَا کُنْتُ وَارْضِنِیْ بِقَضَائِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

ترجمہ۔ اے اللہ میں تیرے علم کے ذریعہ بھلائی چاہتا ہوں اور تیری قدرت ہی سے قدرت مانگتا ہوں اور تیرے عظیم فضل سے حصہ چاہتا ہوں۔ تو قادر ہے۔ میں عاجز ہوں۔ تو عالم ہے میں جاہل ہوں۔ تو ہی پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔ اے اللہ اگر تو اس کام کو (یہاں مقصد کا نام لے) میرے دین اور دنیا اور آخرت و انجام کار اور حال و مآل کے اعتبار سے بہتر سمجھتا ہے۔ تو اس کو میرے لئے مقدر کر اور اس کو پورا کر اور اس کام کو میرے لئے آسان فرما اور اس میں مجھے

برکت نصیب فرما۔ ورنہ اس کو مجھ سے پھیر دے اور جہاں کہیں بھی میں ہوں میرے لئے خیر بہم پہنچا۔ اے مہربانوں کے مہربان! مجھ کو اپنی مقرر کردہ قسمت پر خوش رکھ۔

اور وہ شخص جو کسی سفر تجارت، یا حج، یا زیارت کا عزم کرے۔ نفل ادا کرنے کے بعد اپنی دعا میں یہ الفاظ لائے۔
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُرُوْجَ فِیْ وَجْهِیْ هٰذَا بِلَا ثِقَةٍ مِنِّیْ بِغَیْرِكَ وَلَا رِجَاءٍ اِلَّا بِكَ وَلَا قُوَّةَ اَتَوَكَّلُ عَلَیْكَ وَلَا حِیْلَةَ اَلْجَاءُ اِلَیْهَا اِلَّا طَلَبَ فَضْلِكَ وَالتَّعَرُّضَ لِمَعْرُوْفِكَ وَرَحْمَتِكَ وَالسُّكُوْنَ اِلٰی حُسْنِ عِبَادَتِكَ وَاَنْتَ اَعْلَمُ قَدْ سَبَقَ لِیْ فِیْ وَجْهِیْ هٰذَا مِمَّا اُحِبُّ وَاَكْرَهُ۔ اَللّٰهُمَّ فَاصْرِفْ عَنِّیْ بِقُدْرَتِكَ مَقَادِیْرَ كُلِّ بَلَاءٍ وَنَفِّسْ عَنِّیْ كُلَّ كَرْبٍ وَدَاءٍ وَابْسُطْ عَلَیَّ كَنَفًا مِنْ رَحْمَتِكَ وَلُطْفًا مِنْ عَوْنِكَ وَحِرْزًا مِنْ حِفْظِكَ وَجَمِیْعِ مُعَافَاتِكَ ۔ ترجمہ۔ اے اللہ میں اس راہ پر سفر کرنے کا ارادہ کرتا ہوں اور سب سے کٹ کر تجھ پر بھروسہ کرتا ہوں۔ میری امیدگاہ تیرے سوا کوئی نہیں اور نہ کوئی قوت ہے کہ میں اس پر بھروسہ کروں۔ اور نہ کوئی پناہ گاہ ہے جس میں پناہ حاصل کروں۔ بس میرا مقصود تو تیرے فضل کو طلب کرنا، اور تیرے فضل اور رحمت کو حاصل کرنا اور تیری عبادت سے اچھی طرح سے سکون حاصل کرنا ہے۔ اے اللہ تو میری اس راہ کی مشکلوں اور راحتوں کو پہلے سے خوب جانتا ہے۔ اے اللہ تو اپنی قدرت سے مجھ پر آئی ہوئی ہر بلا کو ٹال دے اور ہر سختی کو مجھ پر آسان بنا دے اور ہر بیماری کو دور کر دے اور مجھ پر اپنی رحمت کی چادر ڈھانپ دے اور مجھ پر اپنی مدد سے کرم فرما اور مجھ کو اپنی حفاظت اور پوری طرح سے عافیت میں رکھ۔

پھر سامان اٹھائے اور سفر شروع کر دے اور یہ پڑھے۔ یَا رَبِّ قَضَاؤُكَ عَلَیَّ حَقِیْقَةٌ اَحْسِنْ اَمَلِیْ وَادْفَعْ عَنِّیْ مَا اَحْذَرُ مِمَّا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ وَاجْعَلْ ذٰلِكَ خَیْرًا لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَاٰخِرَتِیْ نَسْئَلُكَ یَا رَبِّ اَنْ تَخْلُفَنِیْ فِیْمَا خَلَّفْتُ وَرَائِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَوَلَدِیْ وَقَرَابَاتِیْ بِاَحْسَنِ مَا خَلَفْتَ بِهٖ غَائِبًا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ تَحْصِیْنِ كُلِّ عَوْرَةٍ وَحِفْظٍ مِنْ كُلِّ مَضَرَّةٍ وَكِفَایَةِ كُلِّ مُهِمٍّ وَصَرْفِ كُلِّ مَكْرُوْهٍ وَكَمَالِ مَا تَجْمَعُ لِیْ بِهٖ مِنَ الرِّضَاءِ وَالسُّرُوْرِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَارْزُقْنِیْ فِیْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ شُكْرَكَ وَذِكْرَكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ حَتّٰی تَرْضٰی عَنِّیْ وَتُدْخِلَنِیْ جَنَّتَكَ بِرَحْمَتِكَ بَعْدَ الرِّضٰی یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۔

ترجمہ۔ اے اللہ۔ تیرا فیصلہ مجھ پر برحق ہے۔ میری امید کو نیک بنا۔ اور جس چیز سے میں ڈرتا ہوں۔ اس سے مجھے بچا جس کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور اس سفر کو میرے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی بنا۔ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو نگران بن جا میرے ان اہل و عیال اور عزیزوں کا جن کو اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں جس طرح کہ تو مومنین کے پیچھے ان کے پردوں کو ڈھانپے رکھتا ہے ان کو ہر مضرت سے بچاتا ہے۔ ان سے ہر تکلیف کو دور کرتا ہے۔ ہر رنج کو بھگاتا ہے اور میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں ان تمام امور کے پورے ہونے کی جن کے ذریعہ سے دنیا اور آخرت میں مجھے خوشنودی اور مسرت حاصل ہو۔ اس سفر میں مجھے روزی کر۔ اپنا شکر اپنی یاد اور اپنی عبادت کا حسن۔ تاکہ تو مجھ سے خوش ہو جائے اور اپنی رضا کے

بعد لے خدا سب مہربانوں کے مہربان مجھے جنت میں داخل فرمادے۔

اور مسافر کو اپنے سفر میں اس (آنے والی) دعا کو بکثرت پڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دعا کو بکثرت پڑھا کرتے تھے۔ وہ دعا یہ ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ وَلَمْ اَكُ شَیْئًا مَذْكُوْرًا۔ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی اَهَاوِیْلِ الدُّنْیَا وَبَوَائِقِ الدُّهُوْرِ وَمَصَائِبِ اللَّیَالِیْ وَالْاَیَّامِ وَاكْفِنِیْ شَرَّ مَا یَعْمَلُ الظَّالِمُوْنَ۔ اَللّٰهُمَّ فِیْ سَفَرِیْ فَاصْحَبْنِیْ وَفِیْ اَهْلِیْ فَاخْلُفْنِیْ وَفِیْمَا رَزَقْتَنِیْ فَبَارِكْ لِیْ وَفِیْ نَفْسِیْ فَذَلِّلْنِیْ وَفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ فَعَظِّمْنِیْ وَفِیْ خَلْقِیْ فَقَوِّمْنِیْ وَاِلَیْكَ یَا رَبِّ فَحَبِّبْنِیْ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِیْمِ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ بِهِ السَّمٰوٰتُ وَكُشِفَتْ بِهِ الظُّلُمٰتُ وَصَلَحَ عَلَیْهِ اَمْرُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اَنْ لَّا تُحِلَّ عَلَیَّ غَضَبَكَ وَلَا تُنْزِلَ بِیْ سَخَطَكَ لَكَ الْعُتْبٰی فِیْمَا اسْتَطَعْتُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَاٰبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَمِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ وَدَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ اَللّٰهُمَّ اطْوِ لَنَا الْاَرْضَ وَهَوِّنْ عَلَیْنَا السَّفَرَ اَسْاَلُكَ بَلَاغًا یَبْلُغُ خَیْرًا وَمَغْفِرَةً وَرِضْوَانًا اَسْاَلُكَ الْخَیْرَ كُلَّهٗ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ ترجمہ۔ تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں۔ جس نے مجھے پیدا کیا جبکہ میں کچھ بھی نہ تھا۔ اے اللہ دنیا کی پریشانیوں، زمانے کی سختیوں اور رات دن کی مشکلات میں میری مدد فرما۔ اور مجھ کو ظالموں کے شر سے بچا۔ اے اللہ تو سفر میں میرا ساتھ دے اور میرے گھر والوں کے لئے نگران بن جا میری روزی میں برکت عنایت فرما۔ مجھے خود اپنی آنکھوں میں ذلیل رکھ اور لوگوں کی آنکھوں میں عزت دے اور میری صحت اعضا درست رکھ۔ اور اے رب مجھے اپنا دوست بنا میں تیری ذیشان ذات کی پناہ چاہتا ہوں۔ وہ ذات جس سے تمام آسمان روشن ہوگئے ہیں اور جس سے تمام تاریکیاں چھٹ گئی ہیں اور جس روشنی سے گذشتہ اور آئندہ آنے والوں کے کام درست ہوگئے میں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں کہ تو مجھ پر اپنا غضب نہ نازل کرے اور نہ ناراضگی کا اظہار کرے میں تیری جانب اپنی حسب طاقت رجوع کرتا ہوں اور نہیں ہے کوئی طاقت وقوت مگر اللہ تعالیٰ سے۔ اے اللہ میں پناہ چاہتا ہوں تیرے ذریعہ سفر کی مشقت اور کام لوٹنے سے اور فراخی کے بعد تنگی سے۔ اور مظلوم کی بددعا سے۔ اے اللہ ہمیں راستہ طے کرادے اور ہم پر سفر آسان بنادے میں تجھ سے بہتر بات چاہتا ہوں اور تجھ سے مغفرت اور رضا طلب کرتا ہوں۔ میں تجھ سے تمام بھلائیاں چاہتا ہوں۔ بے شک تو تمام باتوں پر قادر ہے)

اور اپنے گھر سے نکلتے وقت یہ پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اس سے فرشتہ کہتا ہے ہُدِیْتَ وَكُفِیْتَ وَحُمِیْتَ (ترجمہ۔ تیری حفاظت کی گئی تجھے بچایا گیا اور تیری حمایت کی گئی) اور جب مسافر سوار ہو تو تین بار اللہ اکبر کہے۔ اس کے بعد تین بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے۔ پھر پڑھے۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ اِنَّهٗ

لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ (ترجمہ۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو (سواری کو) ہمارے لئے مسخر کر دیا ہے ہم تو اس کو فرمانبردار نہیں بنا سکتے تھے۔ اے خدا تو پاک ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔ پس آپ بخش دیجئے۔ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔ یہ دعا اس طرح حضور اکرمؐ سے مروی ہے حضرت ابن عمرؓ والی حدیث میں یوں ہے کہ جب آپ سفر فرماتے اور سوار ہوتے تو فرمایا کرتے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ فِیْ سَفَرِیْ ھٰذَا الْتُّقٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی۔ اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا السَّفَرَ وَاطْوِلَنَا بُعْدَ الْاَرْضِ۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِیْ سَفَرِنَا وَالْخَلِیْفَةُ فِیْ اَھْلِنَا۔ (ترجمہ۔ اے اللہ میں اپنے اس سفر میں تقویٰ اور ایسے اعمال جن سے تو راضی ہو مانگتا ہوں۔ اے اللہ ہم پر سفر کو آسان بنا دے اور زمین کی مسافت ہمارے لئے مختصر کر دے تو ہمارے سفر میں ہمارا ساتھی ہے اور ہمارے پیچھے ہمارے گھر والوں کا نگہبان رہ۔ ابن جریج کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ وَكَاٰبَةِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ (ترجمہ اے اللہ میں آپ کے ذریعہ پناہ چاہتا ہوں۔ سفر کی تکلیف اور ناکام لوٹنے سے۔ اور گھر والوں اور مال کو تباہ حال دیکھنے سے۔

اور جب کسی گاؤں یا شہر میں داخل ہو تو جیسا کہ حضور اکرمؐ سے منقول ہے یہ پڑھے اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ ھٰذِهِ الْقَرْیَةِ وَخَیْرِ اَھْلِھَا وَخَیْرِ مَا فِیْھَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ اَھْلِھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا اَسْئَلُكَ مَوَدَّةَ خِیَارِھِمْ وَاَنْ تُجَنِّبَنِیْ مِنْ شَرِّ اَشْرَارِھِمْ۔ (ترجمہ۔ اے ساتوں آسمانوں کے اور اُن کے زیر سایہ تمام اشیاء کے مالک اے مالک ساتوں زمینوں کے اور ان چیزوں کے جن کو زمینیں اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہیں اور شیطانوں کے مالک اور ان کی ضلالت آفرینیوں کے مالک میں تجھ سے اس بستی کی اور اس کے باشندوں کی اور اس کی ہر اندرونی خیر چاہتا ہوں اور اس بستی کی اور اس کے باشندوں کی اور اس کی ہر داخلی شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں تجھ سے اس بستی کے نیک لوگوں کی محبت اور اس کے اشرار سے حفاظت چاہتا ہوں۔

فصل ۱۶

وہ دعائیں جو مسافر کو چور، درندے اور ہر موذی سے بچاتی ہیں

اَللّٰھُمَّ احْرُسْنَا بِعَیْنِكَ الَّتِیْ لَا تَنَامُ وَاكْنُفْنَا بِرُكْنِكَ الَّذِیْ لَا یُرَامُ وَارْحَمْنَا بِقُدْرَتِكَ عَلَیْنَا وَلَا نَھْلِكُ وَاَنْتَ رَجَاؤُنَا (ترجمہ۔ اے اللہ ہماری نگہبانی فرما اپنی اس آنکھ کے ساتھ جو کبھی نہیں سوتی اور اپنی اس طاقت کے ساتھ ہم کو پناہ دے جس کی مخالفت کا مقدور نہیں کیا جا سکتا۔ تو ہم پر قادر ہے۔ اسی قدرت کے تحت تو ہم پر رحم فرما۔ تو ہماری امید ہے ہم ہلاک نہیں ہونگے۔

اور حضرت عثمان بن عفان نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے حضور اکرمؐ فرمایا کرتے جس نے اپنے سفر کی پہلی رات میں تین مرتبہ یہ پڑھا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ اس کے پڑھنے والے کو صبح تک کوئی ناگہانی بلا نہیں گھیرے گی۔

ابو یوسف خراسانی نے ابو سعید بن ابی روحا کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں کسی رات مکہ کے سفر میں راہ بھول گیا۔ اچانک میں نے اپنے پیچھے آہٹ سنی۔ میں بہت گھبرایا۔ پھر میں نے سنا کہ کوئی قرآن پڑھتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ جو کوئی بھی ہو میرے پاس آگیا اور کہنے لگا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ تم راستہ بھول گئے ہو۔ میں نے ہاں کہا تو اس نے کہا کیا میں تم کو وہ چیز نہ بتلاؤں جب تم راستہ بھولنے کے بعد اسے پڑھو تو فوراً راستہ پالو اور اگر خوف کھاتے ہو تو اطمینان پا جاؤ۔ اگر بےخوابی کی شکایت ہے تو نیند آجائے۔ میں نے کہا ہاں بتلائیے گا۔ اس نے کہا پڑھو۔ بِسْمِ اللّٰهِ ذِی الشَّانِ عَظِیْمِ الْبُرْهَانِ شَدِیْدِ السُّلْطَانِ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَانٍ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ مَا شَآءَ اللّٰهُ کَانَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ جب میں نے اسے پڑھا تو اچانک اپنے ہم سفروں کو قریب پایا۔ پھر اس آدمی کو بہت ڈھونڈا لیکن نہ پایا۔ ابو بلال نے کہا میں منیٰ میں اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا تھا۔ میں نے یہ دعا پڑھی۔ چانک میں نے ساتھیوں کو قریب پایا۔

حضرت ابوالدرداءؓ نے روایت کیا کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا جو شخص سات بار یہ پڑھے اِنَّ وَلِیِّیَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ وَهُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔ اللہ تعالےٰ اس کے غموں کو چاہے واقعی ہوں یا غیر واقعی۔ انشاء اللہ سب کو دور کر دے گا۔

اور حدیث شریف ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا جس نے مصیبت کے وقت لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اللّٰهُ الْعَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ اس مصیبت اور غم دور کر دیتا ہے۔

فصل ۱۷

نماز کفایت کا بیان

(وہ نماز جو اطمینان قلب کے لئے پڑھی جائے)

اس کی دو رکعت ہیں جاہے جس وقت پڑھے اس کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایکبار سورہ اخلاص دس مرتبہ اور فَسَیَکْفِیْکَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ پچاس بار پڑھے۔ پھر سلام پھیر کر یہ دعا مانگے۔ یَا اَللّٰهُ یَا رَحْمٰنُ یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ یَا مُسْتَجَارُ بِکُلِّ لِسَانٍ یَا مَنْ یَدَاهُ بِالْخَیْرِ مَبْسُوْطَتَانِ یَا کَافِیَ مُحَمَّدٍ الْاَحْزَابَ وَیَا کَافِیَ اِبْرَاهِیْمَ النِّیْرَانَ یَا کَافِیَ مُوْسٰی فِرْعَوْنَ وَیَا کَافِیَ عِیْسٰی الْجَبَابِرَ وَیَا کَافِیَ نُوْحًا الْغَرَقَ وَیَا کَافِیَ

لُوطاً مُحِشْ قَوْمِہٖ یَا کَافِی مِنْ کُلِّ شَیْءٍ وَلَا یَکْفِی مِنْہُ شَیْءٌ یَا کَافِی عَائِشَۃَ وَاٰسِیَۃَ اِکْفِنِی عَظِیْمَ الْبَلَاءِ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ حَتّٰی لَا اَخَافُ وَلَا اَخْشٰی مَعَ اِسْمِکَ الْعَظِیْمِ۔ (ترجمہ اے اللہ۔ اے رحمان۔ اے شفیق اے محسن اعظم۔ اے وہ ہستی جس کی پاکی ہر زبان میں بیان کی جاتی ہے۔ اے وہ ذات پاک جس کے دونوں ہاتھ بھلائی کے ساتھ کشادہ ہیں۔ اے احزاب سے محمدؐ کو بچانے والے۔ اے ابراہیم کو آگ سے نجات دینے والے، اے موسیٰ کو فرعون سے بچانے والے، اے عیسےٰ کو سخت ظالموں سے بچانے والے، اے نوح کو طوفان سے نکالنے والے اے لوط کو ان کی قوم کی بدکاری سے دور رکھنے والے، اے وہ خدا جو ہر چیز سے بچانے والا ہے مگر اس سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی۔ اے حضرت عائشہؓ اور حضرت آسیہؓ کو محفوظ رکھنے والے۔ مجھے ہر قسم کی بڑی مشکل سے بچا تاکہ میں نہ ڈروں اور نہ خوف کھاؤں۔ تیرے اس عظیم نام کی وجہ سے جو سب سے عظیم ہے۔ جو کوئی اس نماز کو پڑھیگا اس کے غموں اور تباہ حالیوں کو یہ نماز دور کر دے گی۔

فصل ۱۸

نماز خصومت کا بیان

(جس کا کوئی حق رہ گیا ہو اس کو ادا کرنے کیلئے)

نماز خصومت کی تعداد چار رکعت ہے جو ایک ہی سلام کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص گیارہ مرتبہ اور دوسری میں سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص دس بار اور سورہ کافرون تین بار پڑھے۔ تیسری میں سورہ فاتحہ اور دس بار سورہ اخلاص اور تین بار سورہ تکاثر پڑھے۔ چوتھی میں سورہ فاتحہ اور پندرہ بار سورہ اخلاص اور ایک مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھے اس کا ثواب اس حقدار کو بخش دے۔ انشاء اللہ تعالےٰ یہ قیامت کے دن اسے کام دے گا اس نماز کو مندرجہ ذیل سات ایام میں کسی روز پڑھے۔ رجب کی پہلی شب، شعبان کی پندرھویں شب، رمضان کا آخری جمعہ، عیدین کے دونوں دن، عرفہ کے دن، عاشورہ کے روز۔

فصل ۱۹

صلوٰۃ عتقا (جو شوال میں پڑھی جاتی ہے)

حضرت انس نے حمید سے، حمید نے یحییٰ بن شعیب سے، انہوں نے محمد بن محمود سے، انہوں نے علی بن معروف سے، علی نے ابو بکر محمد بن جعفر مروزی سے، ابو بکر نے یعقوب بن عبد الرحمٰن سے انہوں نے محمد بن احمد بن صدیق سے، محمد بن احمد نے ابو القاسم

قاضی سے قاضی نے ابو عبداللہ حسین بن عمر علاف سے انہوں نے ابو نصر کے باپ سے اور ابو نصر نے ہم سے حدیث بیان کی کہ حضور اکرم نے فرمایا۔ جو کوئی شوال میں دن یا رات میں آٹھ رکعت نماز پڑھے۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ اخلاص پندرہ بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو جائے تو ستر بار سبحان اللہ کہے اور رسول اللہؐ پر ستر بار درود بھیجے قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بنا کے بھیجا ہے۔ جو کوئی بندہ نماز پڑھتا ہو اللہ تعالیٰ اس کے قلب میں حکمت کے چشمے جاری کر دیتا ہے اور نطق میں اس کا ساتھ دیتا ہے اور اس کو دنیا کی بیماری اور اس کا علاج دکھلا دیتا ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے سچے دین کے ساتھ بھیجا جس نے یہ نماز اس طرح ادا کی جس طرح میں نے بیان کیا ہے۔ تو اس کے سجدہ سے سر اٹھانے سے قبل ہی اللہ تعالیٰ اس کی بخشش کر دیتا ہے اور اگر اس دوران میں وہ انتقال کر گیا تو اسے شہید کا درجہ دیا جائیگا جس کے سارے گناہ بخش دیئے گئے ہوں۔ اور کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ اس نے سفر میں یہ نماز پڑھی ہو مگر اللہ تعالےٰ اس کا مقصود آسان بنا دیتا ہے اور اگر وہ قرضدار ہے تو اس کا قرض ادا کرا دیتا ہے۔ اور اگر وہ ضرورتمند ہے تو اس کی ضرورت پوری کرا دیتا ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے دین برحق دے کر بھیجا نہیں ہے کوئی بندہ جس نے یہ نماز پڑھی ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہر حرف اور ہر آیت کے بدلے جنت میں ایک مخرفہ عطا کرے گا۔ آپ سے مخرفہ کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ جواباً فرمایا کہ وہ جنت میں چند باغ ہیں اور اتنے وسیع ہیں۔ کہ اگر ایک سوار شخص سو برس تک اس کے درختوں کے سائے میں قطع مسافت کرے تو بھی اس کو طے نہ کر سکے۔

فصل ۲۰

عذاب قبر کو دور کرنیوالی نماز کی فضیلت

حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ سے بیان کیا کہ حضور اکرم نے فرمایا جو کوئی دو رکعت نفل پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فرقان کا آخری رکوع، خیر سورہ تک پڑھے۔ پھر جب دوسری رکعت شروع کرے تو اس میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ مومنون کی ابتدا سے فتبارک اللہ احسن الخالقین تک پڑھے، ایسا شخص جنوں اور انسانوں کے فریب سے محفوظ رہے گا اور اس کا اعمالنامہ روز حشر داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا۔ عذاب قبر اور بڑی گھبراہٹ سے اس کو امن دیا جائے گا۔ اللہ اس کو قرآن کا علم عطا فرمائیگا۔ خواہ اس کو قرآن آموزی کی حرص نہ ہو۔ اس کی محتاجی کو دور کر دے گا۔ حکومت عنایت کرے گا۔ قرآنی بصیرت مرحمت فرمائیگا۔ قیامت کے دن اس کو حساب فہمی اور باز پرسی کے وقت، حجت اور مدلل جواب سکھائیگا اس کے دل میں نور پیدا کر دے گا جب دوسرے لوگ غمگین ہوں گے تو اس کے لئے کوئی غم نہ ہوگا جب دوسرے لوگ ڈر رہے ہونگے تو اس کو کوئی خوف نہ ہوگا۔ اس کی آنکھوں میں روشنی پیدا کر دے گا دنیا کی محبت اس کے دل سے زائل دیگا اور اللہ کے پاس اس کو صدیقوں میں لکھ دیا جائیگا۔

فصل ۲۱

نماز حاجت

بوہاشم ایلی نے بحوالہ حضرت انسؓ بن مالک بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص کو اللہ سے کوئی سخت حاجت یا مراد طلب کرنی ہو۔ تو پورے طور پر وضو کرکے دو رکعت (نفل) پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ الحمد اور آیت الکرسی اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ سے فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ تک پڑھے۔ پھر تشہد مع درود و دعا پڑھکر سلام پھیر دے اور یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ يَا مُؤْنِسَ كُلِّ وَحِيْدٍ وَيَا صَاحِبَ كُلِّ فَرِيْدٍ وَ يَا قَرِيْبًا غَيْرَ بَعِيْدٍ وَ يَا شَاهِدًا غَيْرَ غَائِبٍ وَ يَا غَالِبًا غَيْرَ مَغْلُوْبٍ اَسْاَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الَّذِيْ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ وَ اَسْاَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الْحَيِّ الْقَيُّوْمِ الَّذِيْ عَنَتْ لَهُ الْوُجُوْهُ وَخَشَعَتْ لَهُ الْاَصْوَاتُ وَ وَجِلَتْ مِنْهُ الْقُلُوْبُ اَنْ يُّصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ اَنْ تَجْعَلَ لِيْ مِنْ اَمْرِيْ فَرَجًا وَّمَخْرَجًا وَتَقْضِيْ حَاجَتِيْ اس کی حاجت و مراد پوری ہوگی۔

فصل ۲۲

ظلم سے محفوظ رہنے اور اس کے دفع ہونیکی دعا

حضرت جریرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو یہ دعا سکھائی اور فرمایا کہ جب تم پر کوئی مصیبت آئے یا بادشاہ کے ظلم کا ڈر ہو یا تمہارا کوئی جانور گم ہو جائے تو اچھی طرح وضو کرکے دو رکعت (نفل) پڑھو۔ پھر دونوں ہاتھ اوپر کو پھیلا کر کہو۔ يَا عَالِمَ الْغَيْبِ وَالسَّرَائِرِ يَا مُطَاعُ يَا عَزِيْزُ يَا عَلِيْمُ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ يَا هَازِمَ الْاَحْزَابِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا كَائِدَ فِرْعَوْنَ لِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا مُنْجِيَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ يَدِ الظَّلَمَةِ يَا مُخَلِّصَ قَوْمِ نُوْحٍ مِنَ الْغَرَقِ يَا رَاحِمَ عَبْرَةِ يَعْقُوْبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا مُنْجِيَ ذِي النُّوْنِ مِنَ الظُّلُمٰتِ الثَّلٰثِ ... يَا دَالًّا عَلٰى كُلِّ خَيْرٍ يَا دَالًّا عَلٰى كُلِّ خَيْرٍ وَ يَا فَاعِلَ الْخَيْرَاتِ اَنْتَ اللّٰهُ رَغِبْتُ اِلَيْكَ فِيْمَا قَدْ عَلِمْتَ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اَسْاَلُكَ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ یہ دعا پڑھ کے جو حاجت چاہو طلب کرو انشاء اللہ قبول ہوگی۔

ظلم سے محفوظ رہنے اور اس کو دور کرنے کی دوسری دعا رسول اللہؐ کی وہ دعا ہے۔ جو آپؐ نے جنگ احزاب کے دن کی تھی۔ حضرت ابن عمرؓ راوی ہیں کہ رسول اللہؐ نے یہ دعا مانگی تھی

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ وَبِنُورِ قُدْسِكَ وَعَظَمَةِ طَهَارَتِكَ وَبَرَكَاتِ جَلَالِكَ مِنْ كُلِّ آفَةٍ وَعَاهَةٍ وَطَارِقِ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ مِنْكَ بِخَيْرٍ إِنَّكَ أَنْتَ عِيَاذِي فَبِكَ أَعُوذُ وَأَنْتَ مَلَاذِي فَبِكَ أَلُوذُ وَيَا مَنْ ذَلَّتْ لَهُ رِقَابُ الْجَبَابِرَةِ وَخَضَعَتْ لَهُ مَقَالِيدُ الْفَرَاعِنَةِ أَعُوذُ بِجَلَالِ وَجْهِكَ وَكَرَمِ جَلَالِكَ مِنْ خِزْيِكَ وَكَشْفِ سِتْرِكَ وَنِسْيَانِ ذِكْرِكَ وَالْإِنْصِرَافِ عَنْ شُكْرِكَ أَنَا فِي كَنَفِكَ فِي لَيْلِي وَنَهَارِي وَنَوْمِي وَقَرَارِي وَظَعْنِي وَأَسْفَارِي ذِكْرُكَ شِعَارِي وَثَنَاؤُكَ دِثَارِي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ تَنْزِيهًا لِاسْمِكَ وَتَكْرِيمًا لِسُبُحَاتِ وَجْهِكَ أَجِرْنِي مِنْ خِزْيِكَ وَمِنْ شَرِّ عَذَابِكَ وَعِبَادِكَ وَاضْرِبْ عَلَيَّ سُرَادِقَاتِ حِفْظِكَ وَأَدْخِلْنِي فِي حِفْظِ عِنَايَتِكَ وَقِنِي سَيِّئَاتِ عَذَابِكَ وَاغْنِنِي بِخَيْرٍ مِنْكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

فصل ۲۳

ازالۂ غم اور ادائے قرض کی دعا

حضرت ابوموسیٰ اشعری نے روایت کی کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جس شخص کو کوئی غم واندوہ لاحق ہو وہ ان الفاظ سے دعا کرے۔ اَللّٰهُمَّ أَنَا عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ نَاصِيَتِي بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْكَرِيمَ رَبِيعَ قَلْبِي وَنُورَ صَدْرِي وَجِلَاءَ حُزْنِي وَذِهَابَ غَمِّي وَهَمِّي۔

حاضرین میں سے کسی نے کہا یا رسول اللہؐ خسارہ میں رہا وہ شخص جو ان الفاظ کو بھول کر دیا ہو فرمایا ہاں تم یہ الفاظ کہو اور دوسروں کو سکھاؤ جو شخص ان الفاظ سے دعا کریگا اللہ اس کا غم دور کردے گا اور طول مسرت وشادی عنایت فرمائیگا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تو نے وہ دعا سنی ہے جو رسول اللہؐ ہم کو سکھایا کرتے تھے اور حضرت عیسیٰ بن مریم بھی اپنے ساتھیوں کو یہی دعا سکھاتے تھے۔ حضورؐ فرماتے تھے کہ اگر تم میں سے کسی پر کوہ احد کے برابر قرض ہو تو اس دعا کی برکت سے اللہ قرض ادا کرا دیتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ رسول اللہؐ یہ دعا فرماتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ فَارِجَ الْهَمِّ كَاشِفَ الْغَمِّ مُجِيبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّينَ

رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَرَحِيْمَ الْاٰخِرَةِ اَسْأَلُكَ اَنْ تَرْحَمَنِيْ بِرَحْمَةٍ مِّنْ عِنْدِكَ تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ

والے قرض کے لئے ایک دعا اور ہے۔ جو حضرت حسن بصری سے منقول ہے۔ حسن بصری کے پاس آپ کے ایک معزز دوست تھے۔ اور کہا جو مسجد میں قرضدار ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اللہ کا اسم اعظم سکھا دیجئے حسن بصری نے فرمایا اگر اسم اعظم سیکھنا چاہتے ہو تو اٹھکر وضو کرو۔ اس شخص نے اٹھکر وضو کیا حضرت حسن بصری نے فرمایا پڑھو یَا اَللّٰهُ یَا اَللّٰهُ اَنْتَ اللّٰهُ اَنْتَ اللّٰهُ بَلٰى وَاللّٰهِ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَللّٰهُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ وَاللّٰهِ اَنْتَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَارْزُقْنِيْ بَعْدَ الدَّيْنِ۔ جب صبح ہوئی تو ان بزرگ نے اپنی اپنی مسجد میں اسی طرح سے ایک لاکھ درہم ایک تھیلی میں رکھے پائے اور تھیلی کے منہ پر لکھا ہوا تھا اگر تو اس سے زیادہ مانگتا تب بھی ہم دیتے۔ تو نے ہم سے جنت کیوں نہیں مانگی یہ بزرگ حسن بصری کے پاس آئے اور واقعہ کی اطلاع دی۔ آپ ان کے ساتھ ان کے گھر تشریف لے گئے اور درہموں کو خود دیکھا۔ دوست نے کہا مجھے پچھتاوا ہے کہ اللہ سے جنت کیوں نہیں مانگی حسن بصری نے فرمایا سکھانے والے نے تمہاری بھلائی اور بہتری کے لئے ہی تم کو اسم اعظم سکھایا ہے۔ تم اس کو پوشیدہ رکھنا کہیں حجاج نہ سن پائے۔ اگر اس نے یہ دعا سن لی تو کوئی بھی اس کے ظلم سے نہ بچ سکیگا۔

ایک اور دعا جو جبرئیل نے رسول اللہ کو اس وقت سکھائی تھی جب آپ قریش کے خوف اور رنج سے خصوصی اور کشائش رزق کے لئے مکہ شریف سے غار پر تشریف لے جا رہے تھے حضرت ابوبکر راوی ہیں کہ جبرئیل نے رسول اللہ سے کہا محمد اللہ نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور مجھے یہ دعا سکھائی ہے کہ میں آپ کو سکھاؤں۔ آپ اس دعا کو پڑھئے اللہ آپ کے اور قریش کے درمیان پردہ حائل کر دیگا۔ حضور نے فرمایا۔ اے جبریل بتایئے جبرئیل نے کہا پڑھئے۔

يَا كَبِيْرَ كُلِّ كَبِيْرٍ يَا سَمِيْعُ يَا بَصِيْرُ يَا مَنْ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ يَا خَالِقَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ الْمُنِيْرِ يَا عِصْمَةَ الْبَائِسِ الْخَائِفِ الْمُسْتَجِيْرِ يَا رَازِقَ الطِّفْلِ الصَّغِيْرِ يَا جَابِرَ الْعَظْمِ الْكَسِيْرِ يَا قَاصِمَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ اَسْأَلُكَ وَاَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْبَائِسِ الْفَقِيْرِ دُعَاءَ الْمُضْطَرِّ الضَّرِيْرِ اَسْأَلُكَ بِمَعَاقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِكَ وَمَفَاتِيْحِ الرَّحْمَةِ مِنْ كِتَابِكَ وَبِالْاَسْمَاءِ الثَّمَانِيَةِ الْمَكْتُوْبَةِ عَلٰى قَرْنِ الشَّمْسِ اَنْ تَفْعَلَ لِيْ

اس کے بعد اپنی حاجت کا نام لے۔

باب

فرض نماز اور ختم قرآن کے بعد پڑھنے کی دعائیں

فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد پڑھنے کی دعا یہ ہے اس طرح پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ شُكْرًا وَلَكَ الْمَنُّ فَضْلًا بِنِعْمَتِكَ تَتِمُّ الصّٰلِحَاتُ نَسْأَلُكَ اَللّٰهُمَّ فَرَجًا قَرِيْبًا فَإِنَّكَ لَمْ تَزَلْ مُجِيْبًا وَصَبْرًا جَمِيْلًا وَعَافِيَةً مِّنْ جَمِيْعِ الْبَلَايَا وَالسَّلَامَةَ مِنْ طَرِيْقِ الرَّزَايَا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اِجْتِمَاعَنَا اِجْتِمَاعًا مَّرْحُوْمًا وَتَفَرُّقَنَا تَفَرُّقًا مَّعْصُوْمًا وَلَا تَجْعَلْ فِيْنَا شَقِيًّا وَلَا مَحْرُوْمًا وَلَا تَرُدَّنَا بِالْفَاقَةِ اِلٰى غَيْرِكَ وَلَا تَحْرِمْنَا سَعَةَ خَيْرِكَ وَحَقِيْقَةَ التَّوَكُّلِ عَلَيْكَ وَخَالِصَ الرَّغْبَةِ فِيْمَا لَدَيْكَ وَامْلَأْ قُلُوْبَنَا مِنْكَ الْغِنٰى وَاكْسُ وُجُوْهَنَا مِنْكَ الْحَيَاءَ وَارْزُقْنَا خَيْرَ الْاٰخِرَةِ وَالدُّنْيَا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا رَبِّ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا خَيْرَ الصَّبَاحِ وَخَيْرَ الْمَسَاءِ وَخَيْرَ الْقَضَاءِ وَخَيْرَ الْقَدَرِ وَاصْرِفْ عَنَّا شَرَّ الصَّبَاحِ وَشَرَّ الْمَسَاءِ وَشَرَّ الْقَضَاءِ وَشَرَّ الْقَدَرِ اَللّٰهُمَّ وَمَا اَنْزَلْتَ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ مِنْ خَيْرٍ وَّعَافِيَةٍ وَّسَلَامَةٍ وَّغَنِيْمَةٍ وَّسَعَةِ رِزْقٍ فَاجْعَلْ لَّنَا فِيْهِ اَوْفَرَ الْحَظِّ وَالنَّصِيْبِ اَللّٰهُمَّ وَمَا اَنْزَلْتَ مِنْ سُوْءٍ وَّبَلَاءٍ وَّشَرٍّ وَّدَاءٍ وَّفِتْنَةٍ فَاصْرِفْهُ عَنَّا وَعَنْ جَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

ایک اور دعا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا وَّاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَهْلُ الْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ وَمُنْتَهَى الْجَبَرُوْتِ وَالْعِزَّةِ وَوَلِيُّ النِّعْمَةِ وَالرَّحْمَةِ مَالِكُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ عَظِيْمُ الْمَلَكُوْتِ شَدِيْدُ الْجَبَرُوْتِ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَاءُ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ اَوَّلُ كُلِّ شَيْءٍ وَّخَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّرَازِقُهٗ سُبْحَانَهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَبَاحَنَا صَبَاحًا صَالِحًا لَا مُخْزِيًا وَّلَا فَاضِحًا اَللّٰهُمَّ اكْفِنَا شَرَّ نَوَائِبِ الزَّمَانِ وَمَكْرُوْهَهٗ وَمَصَارِعَ السُّوْءِ وَمَصَائِدَ الشَّيْطَانِ وَمَوَارِدَ صَوْلَةِ السُّلْطَانِ وَوَفِّقْنَا فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا وَفِيْ سَائِرِ الْاَيَّامِ لِاسْتِعْمَالِ الْخَيْرَاتِ وَهِجْرَانِ السَّيِّئَاتِ اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْنَا وَاَصْلِحْ قُلُوْبَنَا وَاَصْلِحْ اَخْلَاقَنَا وَاَصْلِحْ اَفْعَالَنَا وَاَصْلِحْ اٰبَاءَنَا وَاَبْنَاءَنَا وَاَجْدَادَنَا وَجَدَّاتِنَا وَدِيْنَنَا وَاِخْوَانَنَا۔ اَللّٰهُمَّ كَمَا اَمْضَيْتَ اللَّيْلَةَ بِالسَّلَامَةِ وَالْعَافِيَةِ فَامْضِ عَلَيْنَا الْيَوْمَ بِالسَّلَامَةِ وَالْعَافِيَةِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اٰمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اٰمِيْنَ يَا اَللّٰهُ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔

ایک اور دعا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا مَا اَظْھَرْنَا وَمَا اَسْرَرْنَا وَمَا اَخْفَیْنَا وَمَا اَعْلَنَّا وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنَّا اَللّٰھُمَّ اَعْطِنَا رِضَاءَکَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاخْتِمْ لَنَا بِالسَّعَادَۃِ وَالشَّھَادَۃِ وَالْمَغْفِرَۃِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اٰخِرَ اَعْمَارِنَا خَیْرًا وَخَوَاتِیْمَ اَعْمَالِنَا خَیْرًا وَخَیْرَ اَیَّامِنَا یَوْمَ نَلْقَاکَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ وَمِنْ فُجَاءَۃِ نِقْمَتِکَ وَمِنْ تَحْوِیْلِ عَافِیَتِکَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنْ دَرَکِ الشَّقَاءِ وَجَھْدِ الْبَلَاءِ وَشَمَاتَۃِ الْاَعْدَاءِ وَتَعَثُّرِ النَّعْمَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ نَعُوْذُبِکَ مِنْ جَمِیْعِ الْمَکَارِہِ وَالْاَسْوَاءِ وَنَسْاَلُکَ اَللّٰھُمَّ خَیْرَ الْعَطَاءِ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْاَلُکَ اَنْ تَکْشِفَ سُقْمَنَا وَتُبْرِیَ مَرْضَانَا وَتَرْحَمَ مَوْتَانَا وَتُصِحَّ اَبْدَانَنَا وَتُخَلِّصَھَا لَکَ اَللّٰھُمَّ خَلِّصْ ذُرِّیَّاتِنَا وَاَنْ تَحْفَظَ عِبَادَتَنَا وَتَشْرَحَ صُدُوْرَنَا وَتُدَبِّرَ اُمُوْرَنَا وَتَجْبُرَ اَوْلَادَنَا وَتَسْتُرَ جُرْمَنَا وَتَرُدَّ غُیَّابَنَا وَاَنْ تُثَبِّتَنَا عَلٰی دِیْنِنَا وَنَسْاَلُکَ خَیْرًا وَرُشْدًا وَاَنْ تَتَوَفَّانَا مُسْلِمِیْنَ بِرَحْمَتِکَ وَاَنْ تُؤْتِیَنَا حَسَنَۃً فِی الدُّنْیَا وَحَسَنَۃً فِی الْاٰخِرَۃِ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَعَذَابَ الْقَبْرِ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔

مذہب اسلام میں، دعا کرنے کو حکم دیا گیا ہے۔ اللہ کے ہاں دعا کا ایک مرتبہ ہے۔ اس کی تفصیل ہم کتاب میں بیان کر چکے ہیں۔ اس لئے امام ہو یا مقتدی کسی کے لئے بھی بغیر دعا کے نماز کے بعد مسجد سے نکل آنا مناسب نہیں۔ اللہ نے فرمایا۔ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ۔ یعنی جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں قائم رہو اور جو نعمت، اللہ کے پاس ہے اس کی درخواست اور طلب اسی سے کرو۔ حدیث میں آیا ہے۔ حضرت انس بن مالک کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ جب امام محراب میں کھڑا ہوتا ہے اور صفیں برابر ہو جاتی ہیں تو رحمت نازل ہوتی ہے۔ سب سے اول امام کو پہنچتی ہے پھر دائیں طرف والوں کو پھر بائیں طرف والوں کو پھر پوری جماعت پر پھیل جاتی ہے اور ایک فرشتہ پکارتا ہے۔ فلاں نے نفع پایا اور فلاں گھاٹے میں رہا۔ نفع یاب وہ ہوتا ہے جو فرض نماز سے فارغ ہو کر دونوں ہاتھ اللہ کے سامنے دعا میں پھیلاتا ہے اور گھاٹے میں وہ ہوتا ہے جو مسجد سے بغیر دعا کے نکل جاتا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں اے شخص تو اللہ سے مستغنی ہو گیا، تیری اللہ سے کوئی حاجت نہیں۔

فصل ۔ختم قرآن مجید کی دعا یہ ہے۔ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الَّذِیْ خَلَقَ الْخَلْقَ فَابْتَدَعَہٗ

وہ عظمت والا سچا ہے جس نے مخلوق کو بغیر نمونہ کے بنایا۔

وَسَنَّ الدِّیْنَ وَشَرَعَہٗ وَنَوَّرَ النُّوْرَ وَشَعْشَعَہٗ وَقَدَّرَ الرِّزْقَ وَوَسَّعَہٗ وَخَرَّ خَلْقَہٗ وَنَفَعَہٗ

اور دین کے قوانین بنائے اور ان کو جاری کیا نور کو روشنی اور چمک عطا کی اور روزی میں تنگی اور فراخی رکھی مخلوق کو نقصان اور نفع پہنچایا

وَاَجْرَی الْمَاءَ وَاَنْبَعَہٗ وَجَعَلَ السَّمَاءَ سَقْفًا مَحْفُوْظًا مَرْفُوْعًا رَفَعَہٗ وَالْاَرْضَ بِسَاطًا وَضَعَہٗ وَسَیَّرَ

پانی کو بہایا اور اس کے سوتے نکالے آسمان کو مضبوط بلند چھت بنایا اور اونچا رکھا زمین فرش بنایا اور اس کو نیچے رکھا اور چلایا

الْقَمَرَ فَاَطْلَعَہٗ سُبْحَانَہٗ مَا اَعْلٰی مَکَانَہٗ وَاَرْفَعَہٗ وَاَعَزَّ سُلْطَانَہٗ وَاَبْدَعَہٗ لَارَادَّ لِمَا صَنَعَہٗ

چاند کو اور نمودار فرمایا وہ پاک ہے اس کا مرتبہ بڑا بلند اور اونچا ہے اس کا تسلط بہت قوی اور ندرت والا ہے اس کی صنعت کو کوئی رد کرنے والا نہیں

وَلَامُغَیِّرَ لِمَا اخْتَرَعَہٗ وَلَامُذِلَّ لِمَنْ رَفَعَہٗ وَلَامُعِزَّ لِمَنْ وَضَعَہٗ وَلَامُفَرِّقَ بِمَا جَمَعَہٗ وَلَاشَرِیْکَ لَہٗ

نہ اس کی ایجاد کو کوئی بدلنے والا ہے جس کو اس نے اونچا کیا اس کو کوئی ذلیل کرنے والا نہیں اور جس کو اس نے نیچا کیا اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں جس کو اس نے

جمع کیا اس کو کوئی پراگندہ کرنے والا نہیں اس کا کوئی شریک نہیں۔ وَلَآ اِلٰہَ مَعَہٗ صَدَقَ اللّٰہُ الَّذِیْ دَبَّرَ الدُّھُوْرَ

اس کی موجودگی میں کوئی معبود نہیں اس خدا نے سچ فرمایا جس نے زمانوں کو منتظم کیا۔

وَقَدَّرَ الْمَقْدُوْرَ وَصَرَّفَ الْاُمُوْرَ وَعَلِمَ ھَوَاجِسَ الصُّدُوْرِ وَتَعَاقُبَ الدَّیَاجُوْرِ وَسَھَّلَ الْمَعْسُوْرَ

تقدیر کو مقرر کیا اور تمام امور کو چلایا وہ دلوں کے خیالات اور تاریکیوں کی پیہم رفتار سے واقف ہے وہی مشکل کو آسان

وَعَسَّرَ الْمَیْسُوْرَ وَسَخَّرَ الْبَحْرَ الْمَسْجُوْرَ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ وَالنُّوْرَ وَالتَّوْرَاۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَالزَّبُوْرَ

اور آسان کو مشکل بناتا ہے اور ابلتے سمندر اسی کے زیر حکم ہیں اور اسی نے قرآن مجید اور نور اور توراۃ اور انجیل اور زبور نازل کی

وَاَقْسَمَ بِالْقُرْاٰنِ وَالطُّوْرِ وَالْکِتَابِ الْمَسْطُوْرِ فِیْ الرَّقِّ الْمَنْشُوْرِ وَالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ وَالْبَعْثِ

اور اس نے قسم کھائی قرآن مجید کی اور کوہ طور کی اور اس تحریر کی جو پھیلی ہوئی جھلی پر لکھی جاتی ہے اور جو بیت معمور کی اور قیامت کے دن

وَالنُّشُوْرِ وَجَاعِلُ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرِ وَالْوِلْدَانِ وَالْحُوْرِ وَالْجِنَانِ وَالْقُصُوْرِ اِنَّ اللّٰہَ

کے حشر و نشر کی وہی بنانے والا ہے تاریکیوں کو اور روشنی کو اور حور و غلمان کو اور جنتوں کو اور جنت کے محلات کو حقیقت میں اللہ تعالیٰ

یُسْمِعُ مَنْ یَّشَاءُ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ۔ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الَّذِیْ عَزَّ وَارْتَفَعَ

جس کو چاہتا ہے سناتا ہے تم قبر کے مردوں کو سننے والے ہیں عظمت والے اللہ نے سچ فرمایا جو عزت والا اور مرتبہ والا اور

وَعَلَا فَامْتَنَعَ وَذَلَّ کُلُّ شَیْءٍ لِعَظَمَتِہٖ وَخَضَعَ وَسَمَکَ السَّمَاءَ وَرَفَعَ

بزرگ اور طاقت والا اس کی عظمت کے سامنے ہر چیز ذلیل اور فرماں بردار ہے اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور اونچا رکھا

وَفَرَشَ الْاَرْضَ وَاَوْسَعَ فَجَّرَ الْاَنْھَارَ فَانْبَعَ وَمَرَجَ الْبِحَارَ فَاَتْرَعَ وَ

اور اسی نے زمین کو بچھایا اور وسیع بنایا اسی نے دریا بہائے اور چشمے نکالے اسی نے سمندروں کو ملایا اور پر کیا اسی نے

سَخَّرَ النُّجُوْمَ وَاَطْلَعَ وَاَرْسَلَ السَّحَابَ فَاَرْتَفَعَ وَنَوَّرَ النُّوْرَ فَلَمَعَ وَ

زیر حکم ستاروں کو رکھا اور نمودار کیا اسی نے بادلوں کو بھیجا اور اسی کے حکم سے ابر اٹھا اور اسی نے نور کو روشنی عطا کی جس کی

وجہ سے وہ چمکا۔

اَنْزَلَ الْغَيْثَ فَعَمَّهٗ وَكَلَّمَ مُوْسٰى فَاَسْمَعَهٗ وَتَجَلّٰى لِلْجَبَلِ فَقَطَّعَهٗ

اسی نے بارش نازل فرمائی اور وہ برسی۔ اسی نے موسےٰ سے کلام کیا اوران کو سنایا وہی پہاڑ پر جلوہ انداز ہوا جس کی وجہ سے پہاڑ پارہ پارہ ہو گیا

وَوَهَبَ وَنَزَعَ وَضَرَّ وَنَفَعَ وَاَعْطٰى وَمَنَعَ وَسَنَّ وَشَرَعَ وَفَرَّقَ وَ

وہی بخشتا ہے چھینتا ہے نقصان اور نفع پہنچاتا ہے وہی دیتا ہے اور روکتا ہے اور اسی نے قانون اور شریعت کا اجرا کیا اسی نے منتشر اور

جَمَعَ وَاَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

یکجا کیا اسی نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا۔ پس ایک ہی قرارگاہ ہے (رحم) اور ایک ہی سپردگی کا مقام (زمین)۔ سچا ہے اللہ عظمت والا

التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ الْوَهَّابُ الَّذِيْ خَضَعَتْ لِعَظَمَتِهِ الرِّقَابُ وَذَلَّتْ لِجَبَرُوْتِهِ الصِّعَابُ

توبہ قبول کرنے والا۔ معاف کرنے والا۔ عطا فرمانے والا جس کی عظمت کے سامنے گردنیں خم ہیں۔ جس کے دبدبہ کے سامنے سرکش عاجز ہیں

وَلَانَتْ لَهُ الشِّدَادُ وَاسْتَدَلَّتْ بِصَنْعَتِهِ الْاَلْبَابُ وَيُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ

جس کے سامنے سخت خو نرم ہو گئے اور اس کی صنعت سے دانش و عقل نے اس کی قدرت و وحدانیت پر استدلال کیا اور جس کی پاکی بیان کرتے ہیں

السَّحَابُ وَالْبَرْقُ وَالتُّرَابُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ رَبُّ الْاَرْبَابِ وَمُسَبِّبُ الْاَسْبَابِ وَ

بادل بجلی مٹی درخت اور چوپائے وہ حاکموں کا حاکم اور اسباب بنانے والا ہے اور

مُنَزِّلُ الْكِتَابِ وَخَالِقُ خَلْقِهٖ مِنَ التُّرَابِ غَافِرُ الذَّنْبِ وَقَابِلُ التَّوْبِ

کتاب نازل کرنیوالا ہے اور اپنی مخلوق (کائنات عنصری) کو مٹی سے پیدا کرنے والا ہے۔ گناہ کو معاف کرنے والا توبہ قبول کرنے والا اور

شَدِيْدُ الْعِقَابِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ صَدَقَ اللّٰهُ الَّذِيْ

سخت عذاب دینے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میری واپسی سچا ہے اللہ جو

لَمْ يَزَلْ جَلِيْلًا وَّنَبِيْلًا صَدَقَ مَنْ حَسْبِيْ بِهٖ كَفِيْلًا صَدَقَ مَنِ اتَّخَذْتُهٗ وَكِيْلًا صَدَقَ اللّٰهُ

ہمیشہ سے بزرگ اور دانا ہے وہ سچا ہے جو میری کفایت کے لئے کافی ہے وہ سچا ہے جس کو میں نے اپنا کارساز سمجھ رکھا ہے سچا ہے اللہ

الْهَادِيْ اِلَيْهِ سَبِيْلًا صَدَقَ اللّٰهُ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا صَدَقَ اللّٰهُ

جو اپنے پاس پہنچنے کی خود راستہ بتانے والا ہے اللہ سچا ہے اور اللہ سے بڑھکر سچی بات کہنے والا اور کون ہو سکتا ہے اللہ سچا ہے

وَصَدَقَتْ اَنْبَاۤؤُهٗ صَدَقَ اللّٰهُ وَصَدَقَتْ اَنْبِيَاۤؤُهٗ صَدَقَ اللّٰهُ وَجَلَّتْ اٰلَاۤؤُهٗ صَدَقَ اللّٰهُ

اس کی دی ہوئی خبریں سچی ہیں اللہ سچا ہے اور اس کے پیغمبر سچے ہیں اللہ سچا ہے اس کی نعمتیں بڑی ہیں اللہ سچا ہے

وَصَدَقَتْ اَرْضُهٗ وَسَمَاۤؤُهٗ صَدَقَ الْوَاحِدُ الْقَدِيْمُ الْمَاجِدُ الْكَرِيْمُ الشَّاهِدُ الْعَلِيْمُ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

اور اس کے زمین آسمان بھی شہادت دینے میں سچے ہیں۔ اللہ یکتا ہمیشگی والا بزرگ کریم بینا دانا معاف کرنیوالا مہربان

الشَّكُوْرُ الْحَلِيْمُ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

قدردان بردبار محمد کہ اللہ نے سچ فرمایا تم دین ابراہیم پر چلو سچا ہے عظمت والا اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں

اَلرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اَلْحَيُّ الْعَلِيْمُ اَلْحَيُّ الْكَرِيْمُ اَلْحَيُّ الْبَاقِيْ اَلْحَيُّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ اَبَدًا

وہ رحمٰن و رحیم ہے زندہ ہے علم والا ہے صاحبِ حیات ہے کریم ہے مردہ نہیں غیر فانی ہے ایسا زندہ جس کو کبھی موت نہیں بڑی

ذُو الْجَلَالِ وَالْجَمَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْاَسْمَاءِ الْعِظَامِ وَالْمِنَنِ الْعِظَامِ وَبَلَّغَتِ الرُّسُلُ الْكِرَامُ

بزرگی اور حسن عزت عظمت والے ناموں اور بڑے بڑے احسانوں والا ہے اس کے معزز پیغمبروں نے اس کا پیام

بِالْحَقِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَنَحْنُ عَلٰى مَا قَالَ رَبُّنَا وَسَيِّدُنَا وَ

ٹھیک ٹھیک پہنچا دیا اللہ کی طرف سے رحمت اور سلامتی ہو ہمارے آقا پر اور پیغمبروں پر ہم اپنے مالک آقا اور

مَوْلَانَا مِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَلِمَا اَلْزَمَ وَاَوْجَبَ غَيْرُ جَاحِدِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

مولا کے قول کے گواہ ہیں اور جو کچھ اس نے فرض اور واجب کیا ہے اس کے منکر نہیں ہیں حمد ہے اس خدا کو جو مالک جہان کا ہے

وَصَلَوَاتُهٗ عَلٰى سَيِّدِنَا وَسَنَدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَعَلٰى اَبَوَيْهِ الْمُكَرَّمَيْنِ سَيِّدِنَا اٰدَمَ وَالْخَلِيْلِ اِبْرٰهِيْمَ

اس کی رحمت ہو ہمارے آقا اور پشت پناہ محمد خاتم الانبیاء پر اور آپ کے دو محترم داداؤں یعنی حضرت آدم اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ

وَعَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَعَلٰى اَصْحَابِهِ الْمُنْتَخَبِيْنَ وَعَلٰى اَزْوَاجِهِ الطَّاهِرَاتِ

اور حضور کے تمام پیغمبر بھائیوں پر اور اہل بیت پاک پر اور برگزیدہ صحابیوں پر اور پاک بی بیوں پر جو

اُمَّهَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَلَى التَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ

مسلمانوں کی مائیں تھیں اور خوبی کے ساتھ صحابہ کی پیروی کرنے والوں پر روز قیامت تک اور ان کے ساتھ ہم پر بھی اے ارحم الراحمین

الرَّاحِمِيْنَ صَدَقَ اللّٰهُ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعَظَمَةِ وَالسُّلْطَانِ جَبَّارٌ لَا يُرَامُ عَزِيْزٌ

اپنی رحمت فرما سچا ہے اللہ بزرگی عزت عظمت اور حکومت والا وہ ایسا طاقتور ہے کہ اس کو زیر کرنے کا ارادہ نہیں

لَا يُضَامُ قَيُّوْمٌ لَا يَنَامُ لَهُ الْاَفْعَالُ الْكِرَامُ وَالْمَوَاهِبُ الْعِظَامُ

کیا جا سکتا. غالب ہے کہ اس پر ظلم نہیں کیا جا سکتا جہان کا ناظم ہے جو کبھی نہیں سوتا اسی کے لئے مخصوص ہیں بزرگی والے کام بڑی بڑی بخشش

وَالْاَيَادِي الْجِسَامُ وَالْاِنْعَامُ وَالْكَمَالُ وَالتَّمَامُ يُسَبِّحُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ الْكِرَامُ وَالْبَهَائِمُ

زبردست احسان اور انعام وہ ہر وصف میں کمال اور ہر فعل کی تکمیل. اس کی پاکی بیان کرتے ہیں معزز فرشتے اور چوپائے

وَالْهَوَامُّ وَالرِّيَاحُ وَالْغَمَامُ وَالضِّيَاءُ وَالظَّلَامُ وَهُوَ اللّٰهُ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ

اور کیڑے مکوڑے اور ہوائیں اور بادل اور روشنی اور تاریکی وہی ہے اللہ حاکم لکل ہر عیب سے پاک ہر نقص سے سالم

وَنَحْنُ عَلٰى مَا قَالَ اللّٰهُ رَبُّنَا جَلَّ ثَنَاؤُهٗ وَتَقَدَّسَتْ اَسْمَاؤُهٗ وَجَلَّتْ اٰلَاؤُهٗ وَشَهِدَتْ

اللہ ہمارا رب ہے اس کی تعریف بڑی ہے اس کے نام پاک ہیں احسان بڑے ہیں ہم اس کے قول کی شہادت دیتے ہیں

اَرْضُهٗ وَسَمَاؤُهٗ وَنَطَقَتْ بِهٖ رُسُلُهٗ وَاَنْبِيَاؤُهٗ شَاهِدُوْنَ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

زمین و آسمان بھی اس کے شاہد ہیں اور پیغمبروں اور نبیوں نے بھی یہی شہادت دی ہے اللہ فرشتے اور اہل علم شہادت دیتے ہیں کہ

وَالْمَلَائِكَةُ وَاُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

کوئی معبود نہیں وہ عدل پر قائم ہے وہی غالب حکمت والا ہے اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین صرف اسلام ہے

وَنَحْنُ بِمَا شَهِدَ اللّٰهُ رَبُّنَا وَالْمَلَائِكَةُ وَاُولُو الْعِلْمِ مِنْ خَلْقِهٖ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ شَهَادَةً شَهِدَ بِهَا

ہمارے رب نے ملائکہ نے اور اہل علم نے جو کچھ شہادت دی ہم بھی وہی شہادت دیتے ہیں۔ یہ شہادت اللہ نے

الْعَزِيْزُ الْحَمِيْدُ وَدَانَ بِهَا الْمُؤْمِنُ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ وَاَخْلَصَ بِالشَّهَادَةِ

خود دی اور اسی شہادت کے سبب مومن معاف کرنے والے مہربان اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور مالک عرش برتر خدا کے لئے

لِذِي الْعَرْشِ الْمَجِيْدِ يَرْفَعُهَا بِالْعَمَلِ الصَّالِحِ الرَّشِيْدِ يُعْطِيْ قَائِلَهَا

اس شہادت کو خلوص سے ادا کرتا ہے اللہ اس شہادت کو اچھے اور ہدایت والے اعمال کی وجہ سے بلند مرتبہ کر دیتا ہے۔ اور

الْخُلُوْدَ فِيْ جَنَّاتٍ ذَاتِ سِدْرٍ مَخْضُوْدٍ وَطَلْحٍ مَنْضُوْدٍ وَظِلٍّ مَمْدُوْدٍ وَمَاءٍ

اس کے قائل کو بہشت میں بقاء دوام عطا فرماتا ہے بہشت بھی جس کی بیریاں بے خار کیلے تہ بر تہ وسیع سایہ اور رواں پانی ہے

مَسْكُوْبٍ يُرَافِقُ فِيْهَا النَّبِيِّيْنَ الشُّهُوْدَ وَالرُّكَّعَ السُّجُوْدَ وَبَاذِلِيْنَ فِيْ

مومن اس بہشت میں ان انبیاء کے ساتھ رہے گا جو شہادت دینے والے اور رکوع و سجود کرنے والے اور طاعت خدا میں اپنی

طَاعَتِهٖ غَايَةَ الْمَجْهُوْدِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا بِهٰذَا التَّصْدِيْقِ صَادِقِيْنَ وَبِهٰذَا الصِّدْقِ شَاهِدِيْنَ

انتہائی کوشش خرچ کرنے والے تھے الہٰی ہم کو اس تصدیق کی وجہ سے صادق بنا دے اور اس سچائی کا گواہ کر دے

وَبِهٰذِهِ الشَّهَادَةِ مُؤْمِنِيْنَ وَبِهٰذَا الْاِيْمَانِ مُوَحِّدِيْنَ وَبِهٰذَا التَّوْحِيْدِ مُخْلِصِيْنَ

اور اس شہادت پر ایمان لانے والے کر دے اور اس ایمان کے ذریعے ہم کو موحد بنا دے اور اس توحید میں ہم کو مخلص کر دے

وَبِهٰذَا الْاِخْلَاصِ مُوْقِنِيْنَ وَبِهٰذَا الْاِيْقَانِ عَارِفِيْنَ وَبِهٰذِهِ الْمَعْرِفَةِ مُعْتَرِفِيْنَ وَبِهٰذَا الْاِعْتِرَافِ

اور اخلاص کی وجہ سے اہل یقین کر دے اور یقین کی وجہ سے عارف کر دے اور اس معرفت کا شناسا بنا دے اور اس اعتراف کی وجہ

مُنِيْبِيْنَ وَبِهٰذِهِ الْاِنَابَةِ فَائِزِيْنَ وَفِيْمَا لَدَيْكَ رَاغِبِيْنَ وَلِمَا عِنْدَكَ طَالِبِيْنَ

سے اپنی طرف رجوع کرنے والا کر دے اور اس توبہ کی وجہ سے ہم کو کامیاب اور اپنے ثواب کی طرف راغب اور جزا کا طالب بنا دے

وَبَادِئْنَا الْمَلَائِكَةَ الْكِرَامَ الْكَاتِبِيْنَ وَاحْشُرْنَا مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ

اور عزت والے اعمالنامے لکھنے والے فرشتوں پر ہم کو بطور فخر پیش کر اور پیغمبروں صدیقوں شہیدوں اور صالح اعمال

وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِمَّنِ اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِيْنُ فَشَغَلَتْهُ بِالدُّنْيَا

رکھنے والوں کے ساتھ ہمارا حشر کر اور ان لوگوں میں سے ہمارا شمار نہ کر جن کو شیاطین نے اپنی طرف مائل کر لیا ہے۔

عَنِ الدِّيْنِ فَاَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِيْنَ وَفِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ۔

اور دنیا کے عوض دین سے روک دیا ہے۔ نتیجہ میں وہ پشیمان اور آخرت میں خسارہ یاب ہو گئے۔

وَاَوْجِبْ لَنَا الْخُلُوْدَ فِيْ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ

اے ارحم الراحمین اپنی رحمت سے راحت کی جنتوں میں ہمارا دوامی بقا لازم فرما دے۔ الٰہی تیرے لئے ستائش ہے

وَاَنْتَ لِلْحَمْدِ اَهْلٌ وَاَنْتَ الْحَقِيْقُ بِالْمَنِّ ثُمَّ الْفَضْلِ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى تَتَابُعِ اِحْسَانِكَ وَلَكَ الْحَمْدُ

اور تو تعریف ہی کا مستحق ہے اور احسان وفضل کرنے کا بھی اہل ہے تیرے لئے حمد ہے تیرے پیہم احسان پر اور تیرے لئے حمد ہے

عَلٰى تَوَاتُرِ اِنْعَامِكَ وَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى تَرَادُفِ اِمْتِنَانِكَ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَطَفْتَ عَلَيْنَا قُلُوْبَ الْآبَاءِ

تیرے مسلسل انعام پر اور تیرے لئے حمد ہے تیرے متواتر فضل پر الٰہی تو نے ہی ہم پر طفلی میں ماں باپ کے دل

وَالْاُمَّهَاتِ صِغَارًا وَضَاعَفْتَ عَلَيْنَا نِعَمَكَ كِبَارًا وَوَالَيْتَ اِلَيْنَا بِبِرِّكَ

کو ہم پر مہربان بنایا اور بڑے ہونے کے زمانہ میں تو نے ہم کو گوناگوں نعمتیں عطا کیں اور اپنی خیر کی پیہم بارش ہم پر کی۔

مِدْرَارًا وَجَهِلْنَا وَمَا عَاجَلْتَنَا جِهَارًا فَلَكَ الْحَمْدُ اِذْ اَلْهَمْتَنَا مِنَ الْخَطَاءِ الْاِسْتِغْفَارَ

ہم بار بار ناشناسا رہے لیکن تو نے ہماری گرفت فوری نہیں کی تیرے لئے حمد ہے کہ تو نے گناہ سے استغفار کرنے کا ہم کو الہام دیا۔

وَلَكَ الْحَمْدُ فَارْزُقْنَا جَنَّةً وَاحْجُبْ عَنَّا بِعَفْوِكَ نَارًا اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَحْمَدُكَ سِرًّا وَجَهْرًا وَ

تیرے لئے حمد ہے ہم کو جنت نصیب فرما اور اپنی مغفرت سے دوزخ کو ہم سے چھپا دے الٰہی ہم ظاہر باطن تیری حمد کرتے ہیں اور

نَشْكُرُكَ مَحَبَّةً وَاخْتِيَارًا فَلَا تَهْتِكْنَا يَوْمَ الْبَعْثِ فَتَفْضَحَنَا بَيْنَ الْمَعْشَرِ جِهَارًا وَلَا تَفْضَحْنَا

دلی رغبت واختیار سے تیرا شکر کرتے ہیں حشر کے دن ہمارا پردہ فاش کر کے قوم کے سامنے ہم کو رسوا نہ بنا اور اپنی

بِسُوْءِ اَفْعَالِنَا يَوْمَ لِقَائِكَ فَتُلْبِسَنَا ذِلَّةً وَانْكِسَارًا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

پیشی کے دن ہم کو بداعمالی کی وجہ سے رسوا کر کے ذلت اور خواری کا لباس ہم کو نہ پہنا۔ اے ارحم الراحمین اپنی رحمت سے ہماری دعا قبول فرما

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ بِمَا هَدَيْتَنَا لِلْاِسْلَامِ وَعَلَّمْتَنَا الْحِكْمَةَ وَالْقُرْاٰنَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَلَّمْتَنَاهُ

الٰہی تیرے لئے حمد ہے کہ تو نے ہم کو اسلام کا رستہ بتایا اور حکمت وقرآن کی تعلیم دی الٰہی تو نے ہم کو قرآن

قَبْلَ رَغْبَتِنَا فِيْ تَعَلُّمِهِ وَمَنَنْتَ بِهِ عَلَيْنَا قَبْلَ عِلْمِنَا بِمَعْرِفَتِهِ وَ

سکھایا جبکہ ہم کو اس کے سیکھنے کی رغبت بھی نہ تھی اور تو نے قرآن سکھا کر ہم پر احسان کیا جبکہ ہم کو اس کی معرفت کا علم بھی نہ تھا۔ اور

خَصَصْتَنَا بِهِ قَبْلَ مَعْرِفَتِنَا بِفَضْلِهِ اَللّٰهُمَّ فَاِذْ كَانَ ذٰلِكَ مِنْ

تو نے خصوصیت کے ساتھ ہم کو قرآن عطا کیا جبکہ ہم اس کے فضل سے واقف بھی نہ تھے اور جب یہ سب کچھ محض تیرے

فَضْلِكَ لُطْفًا بِنَا وَرَحْمَةً عَلَيْنَا مِنْ غَيْرِ حِيْلَتِنَا وَلَا قُوَّتِنَا فَهَبْ لَنَا رِعَايَةَ حَقِّهِ

فضل سے ہماری تدبیر اور قوت کے بغیر ہم پر مہربانی اور احسان ہوا ہے تو ہم کو عطا فرما اور اس کے حق کی نگہداشت

وَحِفْظَ اٰيَاتِهِ وَعَمَلًا بِمُحْكَمِهِ وَاِيْمَانًا بِمُتَشَابِهِهِ وَهُدًى فِيْ تَدَبُّرِهِ وَ

اس کی آیات کی یادداشت اور اس کے محکم پر عمل اور متشابہ پر ایمان اور اس پر غور کرنے کا صحیح رستہ اور

تَفَكُّرًا فِي أَمْثَالِهِ وَمُعْجِزَاتِهِ وَتَبْصِرَةً فِي نُورِهِ وَحُكْمِهِ لَا تُعَارِضُنَا الشُّكُوكُ فِي تَصْدِيقِهِ وَلَا

اس کی مثال اور معجزہ کا وچار اس کے نور او حکم کو دیکھنے کی نگاہ اس کی تصدیق میں ہم کو شبہات عارض نہ ہوں اور

يَخْتَلِجُنَا الزَّيْغُ فِي قَصْدِ طَرِيقِهِ اللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِالْقُرْآنِ الْعَظِيمِ وَبَارِكْ

اس کے سیدھے راستوں میں ہمارے دلوں کے اندر کبھی کا خیال نہ کھٹکے۔ الٰہی ہم کو قرآن عظیم سے نفع عطا فرما۔ ہم کو سکی آیات

لَنَا فِي الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ وَتَقَبَّلْ مِنَّا أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَتُبْ عَلَيْنَا

اور پر حکمت نصیحتوں میں برکت عنایت کر اور ہم سے قبول فرما تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے ہماری طرف رجوع رحمت کر

إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ اللّٰهُمَّ اجْعَلِ الْقُرْآنَ رَبِيعَ قُلُوبِنَا

کیونکہ یقیناً تو ہی توبہ قبول کرنیوالا رحیم اے ارحم الراحمین اپنی رحمت سے ایسا کر دے الٰہی قرآن کو ہمارے دلوں کی بہار ہمارے

وَشِفَاءَ صُدُورِنَا وَجِلَاءَ أَحْزَانِنَا وَذَهَابَ هُمُومِنَا وَغُمُومِنَا وَسَائِقَنَا وَقَائِدَنَا وَ

سینوں کو شفا دینے والا ہمارے غموں کو زائل کرنیوالا ہمارے افکار و اندوہ کو دور کرنے والا ہم کو تیری طرف اور تیری راحت

دَلِيلَنَا إِلَيْكَ وَإِلَى جَنَّاتِكَ جَنَّاتِ النَّعِيمِ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

والی جنتوں کی طرف چلانے والا کھینچنے والا اور رستہ بتانے والا بنا دے۔ اے ارحم الراحمین اپنی رحمت سے ایسا کر دے

اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ الْقُرْآنَ لِقُلُوبِنَا ضِيَاءً وَلِأَبْصَارِنَا جِلَاءً وَلِأَسْقَامِنَا دَوَاءً وَلِذُنُوبِنَا مُمَحِّصًا

الٰہی قرآن کو ہمارے دلوں کیلئے روشنی ہماری آنکھوں کا نور ہماری بیماریوں کی شفا، اور ہم کو گناہوں سے پاک کرنیوالا

وَمِنَ النَّارِ مُخَلِّصًا اَللّٰهُمَّ اكْسُنَا بِهِ الْحُلَلَ وَأَسْكِنَّا بِهِ الظُّلَلَ

اور دوزخ سے نجات دینے والا بنا دے اے اللہ اس کے ذریعہ سے ہم کو بہشتی جوڑے پہنا ہم کو قیامت کے دن سایہ میں رکھ

وَأَسْبِغْ عَلَيْنَا النِّعَمَ وَادْفَعْ بِهِ عَنَّا النِّقَمَ وَاجْعَلْنَا بِهِ عِنْدَ الْجَزَاءِ مِنَ الْفَائِزِينَ

ہم کو پوری پوری نعمتیں عطا فرما اور ہم سے عذاب کو دفع کر بدلا دینے کے وقت ہم کو کامیاب ہونے والوں میں شامل کر

وَعِنْدَ النَّعْمَاءِ مِنَ الشَّاكِرِينَ وَعِنْدَ الْبَلَاءِ مِنَ الصَّابِرِينَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِمَّنِ اسْتَهْوَتْهُ

راحت کے وقت شکر گزار اور مصیبت کے وقت صابر بنا اور اے اللہ ہم کو ان لوگوں میں سے نہ

الشَّيَاطِينُ فَشَغَلَتْهُ بِالدُّنْيَا عَنِ الدِّينِ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ

کر دینا جن کو شیطان نے اپنی طرف مائل کر لیا ہے اور دین چھڑا کر دنیا میں انہیں مشغول کر دیا ہے جس کی وجہ سے وہ نقصان اٹھانیوالے ہیں

بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ الْقُرْآنَ بِنَا مَاحِلًا وَلَا الصِّرَاطَ بِنَا زَائِلًا

اے ارحم الراحمین یہ دعا اپنی رحمت سے قبول فرما۔ اے اللہ قرآن کو ہمارے حق میں برائی نہ بنا اور نہ پل صراط کو ہمارے پھسلانے

وَلَا نَبِيَّنَا وَسَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقِيَامَةِ عَنَّا مُعْرِضًا وَلَا مُوَلِّيًا

والا بنا

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن ہم سے اعراض کرنے والا اور منہ موڑنے والا نہ بنا۔

اِجْعَلْهُ يَا رَبَّنَا يَا خَالِقَنَا يَا رَازِقَنَا لَنَا شَافِعًا مُشَفَّعًا

بلکہ اے ہمارے رب اے ہمارے خالق اور اے ہمارے رازق ان کو ہمارے لئے ایسا سفارش کرنے والا بنا دے جنکی سفارش قبول کی جائے

وَاَوْرِدْنَا حَوْضَهٗ كَوْثَرَ وَاسْقِنَا مَشْرَبًا رَوِيًّا سَائِغًا هَنِيْئًا لَا نَظْمَاءُ بَعْدَهٗ اَبَدًا

اور ہم کو ان کے حوض کوثر پر حاضر کر اور انہی کے جام سے ہم کو سیراب کر خوشگوار اور مبارک شربت پلا جس کے بعد کبھی ہم پیاسے نہ ہوں

غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَاكِسِيْنَ وَلَا جَاحِدِيْنَ وَلَا مَغْضُوْبٍ عَلَيْنَا وَلَا الضَّالِّيْنَ بِرَحْمَتِكَ

اور نہ خوار ہوں اور نہ ذلیل ہوں نہ انکار کرنے والے ہوں اور نہ قابل غصہ ہوں اور نہ گمراہ ہوں اے ارحم الراحمین اپنی

يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِالْقُرْاٰنِ الَّذِيْ رَفَعْتَ مَكَانَهٗ وَثَبَّتَّ اَرْكَانَهٗ

رحمت سے یہ سب چیزیں عنایت کر اے اللہ اس قرآن کے ذریعہ ہمیں فائدہ پہنچا جس کا آپ نے مرتبہ بلند کیا جس کے فرائض ثابت کئے

وَاَيَّدْتَ سُلْطَانَهٗ وَبَيَّنْتَ بَرَكَاتِهٖ وَجَعَلْتَ اللُّغَةَ الْعَرَبِيَّةَ الْفَصِيْحَةَ لِسَانَهٗ وَقُلْتَ وَاِذَا قَرَأْنٰهُ

جس کی دلیل مضبوط بنائی۔ وجس کی برکتیں ظاہر فرمائیں اور فصیح عربی زبان کو اس کی زبان بنایا اور کہا تو نے جب اس کو ہم

فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ وَهُوَ اَحْسَنُ كُتُبِكَ نِظَامًا وَاَوْضَحُهَا

(اے محمد) آپ اس کی پیروی کریں اس کا بیان ہمارے ذمہ ہے اور قرآن کی ترتیب تیری سب کتابوں سے اچھی ہے اور کلام سب

كَلَامًا وَاَبْيَنُهَا حَلَالًا وَحَرَامًا مُحْكَمُ الْبَيَانِ ظَاهِرُ الْبُرْهَانِ

سے زیادہ واضح ہے اور حلال وحرام کو سب سے زیادہ کھول کر بیان کرنے والا ہے۔ بیان کے اعتبار سے محکم ہے اس کی دلیل ظاہر ہے

مَحْرُوْسٌ مِنَ الزِّيَادِ وَالنُّقْصَانِ فِيْهِ وَعْدٌ وَوَعِيْدٌ وَتَخْوِيْفٌ وَتَهْدِيْدٌ

وہ کمی بیشی سے محفوظ ہے اس کے اندر وعدے اور وعیدیں ہیں اس کے اندر خوف دلانا بھی ہے اور دھمکیاں بھی ہیں

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ اَللّٰهُمَّ فَاَوْجِبْ لَنَا

اس میں کسی جانب سے بھی آکر جھوٹ شامل نہیں ہوا۔ وہ خدا کی طرف سے اتاری ہوئی کتاب ہے۔ اے اللہ تو اس کے ذریعہ ہمارے

بِهِ الشَّرَفَ وَالْمَزِيْدَ وَاَلْحِقْنَا بِكُلِّ سَعِيْدٍ وَاسْتَعْمِلْنَا فِي الْعَمَلِ الصَّالِحِ الرَّشِيْدِ

لئے شرف اور زیادتی ثواب کو لازم کر دے اور ہم کو ہر خوش نصیب آدمی کے ساتھ شامل کر دے اور ہم سے نیک اور ہدایت کے کام کرا

اِنَّكَ اَنْتَ الْقَرِيْبُ الْمُجِيْبُ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ فَكَمَا بِهٖ مُصَدِّقِيْنَ

بے شک تو نزدیک ہے قبول کرنے والا ہے اپنی رحمت سے اس دعا کو قبول فرما۔ اے اللہ جیسے کہ آپ نے ہمیں قرآن کی تصدیق کرنے

وَفِيْهِ مُحَقِّقِيْنَ فَاجْعَلْنَا بِتِلَاوَتِهٖ مُنْتَفِعِيْنَ وَ

بنایا۔ اور جو کچھ اس میں ہے اس کو حق سمجھنے والا بنایا۔ اسی طرح اس کی تلاوت سے نفع اٹھانے والا بنا دے۔ اور

إِذَا لَذِيذِ خِطَابِهِ مُسْتَمِعِينَ وَبِمَا فِيهِ مُعْتَبِرِينَ وَلِأَحْكَامِهِ

اس کے لذیذ خطاب کو سننے والا کر دے اور جو کچھ اس میں ہے اس سے نصیحت حاصل کرنے والا بنا۔ اور اس احکام پر

جَامِعِينَ وَلِأَوَامِرِهِ وَنَوَاهِيهِ خَاضِعِينَ وَعِنْدَ خَتْمِهِ مِنَ الْفَائِزِينَ وَثَوَابِهِ

عمل کرنے والا بنا اور اس کے اوامر و نواہی کے سامنے جھکنے والا بنا اور اس کے پورا کرنے کے بعد بامراد کر اور اس کے ثواب کو حاصل

حَائِزِينَ وَلَكَ فِي جَمِيعِ شُهُورِنَا ذَاكِرِينَ وَإِلَيْكَ فِي جَمِيعِ أُمُورِنَا رَاجِعِينَ

کرنے والا بنا اور تمام مہینوں میں اپنا ذکر کرنے والا بنا اور اپنی ہی جانب ہر معاملہ میں ہم کو رجوع کرنے والا بنا اور

وَاغْفِرْ لَنَا فِي لَيْلَتِنَا هَذِهِ أَجْمَعِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ اَللّٰهُمَّ

ہم سب کی اس رات میں مغفرت کر دے۔ اے ارحم الراحمین اپنی رحمت کے ذریعہ معاف فرما ۔ اے اللہ ہم کو

اجْعَلْنَا مِنَ الَّذِينَ حَفِظُوا لِلْقُرْآنِ حُرْمَتَهُ لَمَّا حَفِظُوهُ وَعَظَّمُوا مَنْزِلَتَهُ لَمَّا سَمِعُوهُ

ان لوگوں میں شامل کر دے جنہوں نے قرآن کی عزت کی اس کو حفظ کرنے کے بعد اور اس کی تعظیم کی سننے کے بعد

وَتَأَدَّبُوا بِآدَابِهِ لَمَّا حَضَرُوهُ وَالْتَزَمُوا حُكْمَهُ لَمَّا فَارَقُوهُ

اور جب اس کے سامنے آئے تو اس کے آداب کا لحاظ کیا اور جب جدا ہوئے تو اس کے احکام کو مضبوطی سے تھاما۔

وَأَحْسَنُوا جِوَارَهُ لَمَّا جَاوَرُوهُ وَأَرَادُوا بِتِلَاوَتِهِ وَجْهَكَ الْكَرِيمَ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ

اور اس کا حق رفاقت ادا کیا جب انہوں نے ان کو ساتھ لیا اور اس کے پڑھنے سے تیری رضامندی اور آخرت چاہی۔

فَوَصَلُوا بِهِ إِلَى الْمَقَامَاتِ الْفَاخِرَةِ وَاجْعَلْنَا بِهِ مِمَّنْ فِي دَرَجِ الْجِنَانِ يَرْتَقِي

پس وہ اسی قرآن کے ذریعے اعلےٰ مقامات کو پہنچے اور اس قرآن کے ذریعہ ہم کو جنت کے درجوں پر چڑھنے والوں کے شامل کر دے

وَبِنَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاضٍ عَنْهُ يَلْتَقِي فَالْمُسْتَشْفِعُ بِالْقُرْآنِ

اور ان لوگوں کے ساتھ ہم کو شامل کر دے جن سے خوشی کی حالت میں رسول اللہ ملاقات کریں گے۔ قرآن کی شفاعت ڈھونڈنے

غَيْرُ شَقِيٍّ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا خَتْمَةً مُبَارَكَةً عَلَى

والا بدنصیب نہیں ہوتا اے ارحم الراحمین اس دعا کو اپنی رحمت سے قبول فرما اے اللہ اس کو برکت والا ختم بنا اس کے

مَنْ قَرَأَهَا وَحَضَرَهَا وَسَمِعَهَا وَأَمَّنَ

پڑھنے والوں کے لئے اور اس وقت حاضر رہنے والوں کے لئے اور ان کے لئے جنہوں نے اس کو سنا اور اس کی دعا

عَلَى دُعَائِهَا وَأَنْزِلِ اللّٰهُمَّ مِنْ بَرَكَاتِهَا عَلَى أَهْلِ الدُّورِ فِي دُورِهِمْ وَعَلَى أَهْلِ الْقُصُورِ فِي قُصُورِهِمْ

پر آمین کہی اے اللہ اس قرآن کی برکتیں گھر والوں پر ان کے گھروں میں اور محل والوں پر ان کے محلات میں نازل فرما۔

وَعَلٰى اَهْلِ الثُّغُوْرِ فِيْ ثُغُوْرِهِمْ وَعَلٰى اَهْلِ الْحَرَمَيْنِ فِيْ حَرَمَيْهِمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور نازل فرما اے اللہ اس قرآن کی برکتیں سرحد میں جہاد کرنے والوں پر اور حرمین الشریفین میں رہنے والے مومنوں پر

اَللّٰهُمَّ وَاَهْلُ الْقُبُوْرِ مِنْ اَهْلِ مِلَّتِنَا اَنْزِلْ عَلَيْهِمْ فِيْ قُبُوْرِهِمُ الضِّيَاءَ وَالْفُسْحَةَ وَجَازِهِمْ

اے اللہ ہماری ملت والوں کی قبروں میں روشنی اور فراخی اتار اور ان کی نیکیوں

بِالْاِحْسَانِ اِحْسَانًا وَبِالسَّيِّئَاتِ غُفْرَانًا وَارْحَمْنَا اِذَا صِرْنَا اِلٰى مَا صَارُوْا اِلَيْهِ بِرَحْمَتِكَ

کی اچھی جزا عطا کر اور ان کے گناہوں کو بخش دے اور اے ارحم الرحمین تو اپنی رحمت سے رحم فرما جبکہ ہم چلے جائیں وہ

يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۔ اَللّٰهُمَّ يَا سَابِقَ الْفَوْتِ وَيَا سَامِعَ الصَّوْتِ وَيَا

جہاں چلے گئے۔ اے اللہ اے وہ ذات جو ہر سابق سے سابق ہے اے آواز کے سننے والے اے وہ

كَاسِيَ الْعِظَامِ بَعْدَ الْمَوْتِ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

ذات جو مرنے کے بعد ہڈیوں کو گوشت کا لباس پہنانے والی ہے رحمت بھیج حضور اکرم اور ان کی اولاد پر۔

وَلَا تَدَعْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ الشَّرِيْفَةِ الْمُبَارَكَةِ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ

اور اس مبارک رات میں ہمارا کوئی گناہ ایسا نہ چھوڑ جس کو تو نے بخش نہ دیا ہو اور نہ کوئی ایسا غم جس کو تو نے دور کر دیا ہو

وَلَا كَرْبًا اِلَّا نَفَّسْتَهٗ وَلَا غَمًّا اِلَّا كَشَفْتَهٗ وَلَا سُوْءًا اِلَّا صَرَفْتَهٗ

اور نہ کوئی ایسی سختی جس کو تو نے ہٹا نہ دیا ہو اور نہ کوئی ایسا رنج جس کو تو نے دفع نہ کر دیا اور نہ کوئی ایسی برائی جس کو تو نے پھیر دیا ہو

وَلَا مَرِيْضًا اِلَّا شَفَيْتَهٗ وَلَا مُبْتَلًى اِلَّا عَافَيْتَهٗ

اور نہ کوئی ایسا مریض جس کو تو نے شفا نہ بخشی ہو اور نہ کوئی ایسا مصیبت زدہ جس کی مصیبت تو نے نہ دور کر دی ہو اور نہ کوئی

وَلَا ذَا اِسَاءَةٍ اِلَّا اَقَلْتَهٗ وَلَا حَقًّا اِلَّا اسْتَخْرَجْتَهٗ وَلَا غَائِبًا اِلَّا رَدَدْتَهٗ

گنہگار جس کے گناہ تو نے معاف نہ کر دیا ہو اور نہ کوئی ایسا حق جس کو تو نے نکلوا نہ دیا ہو۔ اور نہ کوئی مسافر جس کو تو نے واپس نہ لوٹا

وَلَا عَاصِيًا اِلَّا هَدَيْتَهٗ وَلَا وَلَدًا اِلَّا اَجْبَرْتَهٗ وَلَا مَيِّتًا اِلَّا رَحِمْتَهٗ وَلَا

دیا ہو اور کسی گنہگار کو بغیر ہدایت آپ کے چھوڑنا اور نہ کسی بچہ کو بغیر صالح بنائے اور نہ کسی مردہ کو بغیر رحمت کئے اور نہ چھوڑ

حَاجَةً مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَكَ فِيْهَا رِضًا وَلَنَا فِيْهَا صَلَاحٌ اِلَّا اَعَنْتَنَا عَلٰى

دنیا و آخرت کی کوئی ایسی حاجت جس سے تو بھی راضی ہو اور ہمارے لئے بھی مفید ہو مگر آپ ہمارے لئے اس کو حل کر

قَضَاءِهَا بِيُسْرٍ مِنْكَ وَعَافِيَةٍ مَعَ الْمَغْفِرَةِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

آسان اور مفید اور باعث بخشش بنا کر چھوڑیں۔ ارحم الراحمین ہماری یہ دعا آپ اپنی رحمت سے قبول فرمائیں۔

اَللّٰھُمَّ عَافِنَا وَاعْفُ عَنَّا بِعَفْوِكَ الْعَظِيْمِ وَسِتْرِكَ الْجَمِيْلِ

اے اللہ ہمیں عافیت عطا کر اور اپنے عفو عظیم سے ہمیں معاف کر اور ہمیں عافیت عطا کر اپنے عمدگی سے گناہوں کے ڈھانکنے

وَ اِحْسَانِكَ الْقَدِيْمِ يَا دَائِمَ الْخَيْرِ يَا كَثِيْرَ الْمَعْرُوْفِ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا

کے ذریعہ اپنے قدیم احسان کے ساتھ اے بہت بہت ہی بھلائی اور نیکی والے رحمت نازل فرما۔ ہمارے آقا و سردار

وَ سَنَدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اِخْوَانِهِ الْاَنْبِيَاءِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَالْمَلَائِكَةِ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کے تمام پیغمبر بھائیوں پر اور ان کی اولاد پر اور ملائکہ پر اور ان سب پر اپنی سلامتی کر

رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا وَ وَفِّقْنَا لِعَمَلٍ

اے ہمارے رب ہم پر اپنی جانب سے رحمت کر اور ہم کو ہمارے کام درستگی عنایت کر اور ہم کو اس نیک عمل کی

صَالِحٍ يُّرْضِيْكَ عَنَّا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى

توفیق دے جس پر آپ راضی ہوں اے ارحم الراحمین اپنی رحمت سے اس دعا کو قبول فرما اے اللہ رحمت بھیج

مُحَمَّدٍ كَمَا هَدَيْتَنَا بِهٖ مِنَ الضَّلَالَةِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا اسْتَنْقَذْتَنَا

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ تو نے ان کے ذریعہ ہم کو گمراہی سے نکالا اے اللہ رحمت نازل کر حضور اکرم پر کہ ان کے ذریعہ

بِهٖ مِنْ جَهَالَةٍ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا بَلَّغَ الرِّسَالَةَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى

تو نے ہم کو جہالت سے نکالا اے اللہ رحمت حضور اکرم پر جس طرح انہوں نے رسالت کا فرض ادا کیا اے اللہ رحمت نازل فرما

مُحَمَّدٍ شَمْسِ الْبِلَادِ وَقَمَرِ الْعِبَادِ وَزَيْنِ الْوُرَّادِ وَ شَفِيْعِ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو شہروں کے آفتاب ہیں زمین کے مہتاب ہیں اور قیامت کی زینت ہیں اور قیامت کے دن

الْمُذْنِبِيْنَ يَوْمَ التَّنَادِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى ذُرِّيَّتِهٖ وَجَمِيْعِ صَحَابَتِهِ الَّذِيْنَ قَامُوْا بِنُصْرَتِهٖ

گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں۔ اے اللہ حضور اکرم پر ان کی اولاد پر اور ان کے کل صحابہ پر جنہوں نے دین کی مدد

وَجَرَوْا عَلٰى سُنَّتِهٖ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى

کی اور سب رسول پر عمل پیرا ہوئے اپنی رحمت نازل فرما یا اللہ اس دعا کو اپنی رحمت سے قبول فرمالیں اے اللہ رحمت نازل

مُحَمَّدٍ الَّذِيْ بِالْحَقِّ بَعَثْتَهٗ وَبِالصِّدْقِ نَعَتَّهٗ وَبِالْحِلْمِ وَسَمْتَهٗ

فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کو تو نے سچا دین دے کر بھیجا اور تو نے ان کی عمدہ تعریف کی اور بردباری ان کی علامت بنائی

بِاَحْمَدَ سَمَّيْتَهٗ وَفِي الْقِيَامَةِ فِيْ اُمَّتِهٖ شَفَّعْتَهٗ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

اور احمد ان کا نام رکھا اور قیامت کے دن امت کے بارے میں تو ان کی سفارش قبول کرے گا۔ اے اللہ حضور اکرم پر

مَا زَهَرَتِ النُّجُوْمُ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ مَا تَلَاحَتِ الْغُيُوْمُ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ يَا

جب تک ستارے روشن ہیں رحمت نازل فرما اور رحمت بھیج ان پر جب تک بادل جمع ہوتے رہیں اور رحمت بھیج ان پر اے

حَيُّ يَا قَيُّوْمُ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ مَا ذَكَرَهُ الْاَبْرَارُ

حی اے قیوم اے اللہ رحمت نازل فرما حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب تک نیک لوگ اُس کا ذکر کرتے رہیں۔

وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ مَا اخْتَلَفَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

اور محمد پر رحمت نازل فرما جب تک رات دن کی آمد رفت قائم ہے اور اے ارحم الراحمین اپنی رحمت نازل فرما محمد پر اور

وَعَلَى الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

اور مہاجرین و انصار پر

فصل ۱

ایک نصیحت

لوگو! اللہ تم پر رحم کرے جان لو کہ تمہاری یہ شب اس مہینہ کی آخری شب ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے شرافت اور عظمت بخشی اور اس کا مرتبہ بلند فرمایا۔ دن کے روزوں رات کی نمازوں اور قرآن کی تلاوت و رحمت و خوشنودی الٰہی کے نزول کی وجہ سے اس کو کرامت بخشی خدا نے اس مہینہ کو سال کے لئے چراغ اور موتیوں کے ارکا وسطی موتی نماز و روزہ کے نور کی وجہ سے ارکان اسلام میں بڑا اکرم بنایا۔ اسی مہینہ میں اپنی کتاب نازل فرمائی اور اسی مہینہ میں توبہ کرنے والوں کے لئے دروازے کھول دیئے پس اس مہینہ کی کوئی دعا ایسی نہیں ہوتی جو سُنی نہ جاتی ہو اور بھلائی کوئی ایسی نہیں جو اس میں نہ کی گئی ہو اور کوئی ضرر ایسا نہیں جو اس میں سے ہٹا دیا نہ گیا ہو اور کوئی عمل اس مہینہ کا ایسا نہیں جو اس میں سے ہٹا دیا گیا ہو۔ اور کوئی عمل اس مہینہ کا ایسا نہیں جس کو اوپر اٹھا نہ لیا جائے۔ کامیاب اور مبارک وہی ہے جس نے اس مہینہ کے اوقات کو غنیمت جانا اور نقصان اٹھانے والا خسارہ یافتہ وہی ہے جس نے اس کو بیکار ضائع کیا اور اس کو ہاتھ سے کھو دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو تمہارے گناہوں کے لئے باعث طہارت اور تمہاری برائیوں کے لئے کفارہ بنایا ہے اور جس نے تم میں سے اچھی طرح گذارا اس کے لئے آخرت کا ذخیرہ اور نور بنا دیا اور جس نے اس مہینہ کے تقاضوں کو پورا کیا اور اس کے حقوق کا لحاظ رکھا اس کے لئے اس مہینہ کو باعث خوشی و مسرت بنا دیا۔ یہ ایسا مہینہ ہے جس میں فاسق و جرگ بھی سدھر جاتے ہیں اور اہل سعی کی رغبت خدا کی طرف اور بڑھ جاتی ہے۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ جو دلوں کو آباد کرتا ہے۔ گناہوں کے لئے کفارہ ہے یہ مہینہ مسجدوں کو پُر کرنے والا ہے اور اسی مہینہ میں فرشتے آزادی اور رہائی کے پروانے کر اُترتے ہیں یہ ایسا مہینہ ہے کہ مسجدیں آباد ہو جاتی ہیں۔ چراغ روشن ہو جاتے ہیں آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں۔ دل درستگی کی راہ پکڑ

بیتے میں گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ یہ مہینہ وہ ہے جس میں مسجدیں انوار سے چمک اٹھتی ہیں اور ملائکہ روزہ داروں کے لئے کثرت سے استغفار کرنے لگتے ہیں اور خدائے تعالےٰ اس مہینہ کی ہر رات کو بوقت افطار چھ لاکھ لوگوں کو آگ سے نجات دیتا ہے اور اس ماہ میں برکتیں اترتی ہیں اور صدقات اس ماہ میں بڑھ جاتے ہیں اور برائیاں دور کر دی جاتی ہیں اور لغزشیں معاف کر دی جاتی ہیں۔ اس ماہ میں درجات بڑھا دیئے جاتے ہیں۔ نحوستیں اس ماہ میں تمام دور کر دی جاتی ہیں اور اس ماہ میں آنکھوں پر رحم کیا جاتا ہے۔ یعنی رحمت کی زیادتی سے خوف ختم ہو جاتا ہے جو اشکوں کا باعث ہوتا ہے) اور اسی ماہ میں جنت کی حسین حوریں آواز لگاتی ہیں۔ اے روزہ دار مردو اور عورتو، اور قیام کرنے والے مردو اور عورتو! تمہیں مبارک ہوں وہ بھلائیاں جو خدا نے تمہارے لئے تیار کر رکھی ہیں۔ یقیناً تم کو برکات نے ڈھانک لیا اور آسمان و زمین والے تم سے خوش ہیں پس اللہ تعالےٰ اس پر رحمت فرمائے جس نے مرنے سے پہلے اپنے نفس کی خاطر تیاری کی اور اپنے ماضی و مستقبل کی فکر چھوڑ کر امروز میں مشغول ہوا اور اپنے بچے کھچے سامان سے توشہ تیار کیا۔ جو اس کی عمر کے تمام ہونے تک پورا ہو جائے گا اور اس مہینہ (ماہ رمضان) کی جدائی سے پریشان ہوا اور سلام کر کے اس کو رخصت کیا اور کہا سلام ہو تجھ پر اے ماہ رمضان! سلام ہو تجھ پر اے صوم و صلوٰۃ و تلاوت کے مہینے، سلامتی ہو تجھ پر اے درگذر اور معافی کے مہینے اور سلام ہو تجھ پر اے برکت اور بھلائی کے مہینے۔ سلام ہو تجھ پر اے تحفوں اور رضامندی والے مہینے، سلام ہو تجھ پر اے عبادت اور قربانی والے مہینے سلام ہو تجھ پر اے روزوں اور تہجد والے مہینے، سلام ہو تجھ پر اے تراویح والے مہینے، سلام ہو تجھ پر اے نور اور چراغاں والے مہینے، سلام ہو تجھ پر اے عارفوں کی مسرت، سلام ہو تجھ پر اے صاحبان وصف کے لئے باعث فخر، سلام ہو تجھ پر اے اولیاء کے نور سلام ہو تجھ پر اے عبادت گزاروں کے باغ۔ اے ہمارے مہینے ہم نے تجھے رخصت کیا۔ درآنحالیکہ ہم تجھ کو رخصت کرنا نہیں چاہتے ہم تجھ سے جدا ہوئے حالانکہ تو ہمارا دشمن نہیں، تیرا دن سراپا صدقہ اور روزہ تھا اور تیری رات سراپا قرات قرآنی در قیام تھی پس تجھ پر ہماری جانب سے مبارکباد اور سلامتی ہو خدا جانے تو اس کے بعد ہم پر لوٹ کر بھی آئیگا یا پھر ممکن ہے ہم ہی موت سے ہم آغوش ہو جائیں گے اور تو ہم تک نہ لوٹے۔ اے ماہ رمضان۔ تجھ میں ہمارے چراغ روشن رہتے ہیں اور ہماری مسجدیں آباد رہتی ہیں۔ اب جبکہ تو جاتا ہے۔ چراغ بجھ جائیں گے اور تراویح ختم ہو جائیں گی اور ہم اپنی عادت پر لوٹ آئیں گے اور عبادت والے مہینے سے جدا ہو جائیں گے۔ اے کاش کہ ہم جانتا کہ ہم میں سے کس کے اعمال قبول ہوئے۔ ہم اس کو اس کے اچھے اعمال پر مبارکباد دیتے اور کاش کہ ہم جانتا کہ کس کے اعمال ہم میں سے نامقبول ہوئے پس ہم اس کی بداعمالی پر تعزیت کرتے۔ پس اے مقبول مبارک ہو تجھے اللہ تعالےٰ کا ثواب اور اس کی خوشی۔ اور مبارک ہو تجھے اس کی رحمت اور مغفرت اور اس کی قبولیت مبارک ہو۔ تجھے اس کا احسان گناہوں کی معافی اور اس کی نعمت نوازیاں اور مبارک ہو تجھے اس کی جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کا داخلہ۔ اور اے وہ شخص جس کے اعمال نامقبول ہوئے، بوجہ اس کے اصرار، سرکشی، ظلم، تعدی، غفلت، نقصان اور مسلسل گناہ کرنے کے اللہ تعالےٰ کا غضب اور غصہ تجھ پر بہت بڑی مصیبت بن کر ٹوٹا ہے۔

لہذا تیری اشک فشاں آنکھیں کہاں ہیں، تیرے جاری آنسو کہاں گئے، کہاں ہے تیری فریاد، کس دن کے لئے تو نے توبہ کو تاخیر میں ڈال رکھا ہے اور کس سال کے لئے تو نے اپنے خزانے کو جمع کر رکھا ہے۔ کیا آنے والے سال کے لئے یا موجودہ سال گذر جانے کے وقت تک۔ خبردار ایسا ہرگز نہ کرنا۔ عمروں کی مدتیں تیرے علم میں نہیں اور نہ مقدرات کو پہنچنے پر تو قادر ہے۔ غور کر کتنے ہی امید پرور ہوئے جن کو امید باری کی امید تھی لیکن وہ اپنی امید کو نہیں پہنچے۔ اور کتنے ہی اس کے طلب کرنے والے ہوئے جو اس تک نہیں پہنچے۔ اور کتنے ہی ایسے ہوئے جو عید کی خوشیاں منانا چاہتے تھے کہ قبر میں پہنچا دیئے گئے اور ان کے آراستہ کپڑے ان کے لئے کفن ثابت ہوئے اور بہت سارے صدقہ فطر ادا کرنے والے خود ہی قبر میں رہن رکھ دیئے گئے۔ بہت سارے لوگ ہیں جو روزہ نہیں رکھیں گے اور عید الفطر میں نہیں رہیں گے کہ اسے پالیں۔ پس اے خدا کے بندو! خدا کی حمد کرو کہ اس نے اس ماہ کو آخر تک پہنچایا اور اللہ تعالیٰ سے اس ماہ کے روزوں اور قیام کی قبولیت مانگو اور اس ماہ کے حقوق ادا کرنے کی متوجہ ہو جاؤ اور اللہ اور اس کی توفیق کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔

اے لوگو! خدا تم پر رحمت نازل فرمائے۔ جان لو کہ تم جدا ہو رہے ہو۔ ایک بہت ہی برگزیدہ اور عزت والے مہینے سے پس کہاں ہیں وہ روزہ دار اور قیام کرنے والے۔ جو پچھلے برسوں میں تمہارے ساتھ تھے اور کہاں ہیں وہ جو تمہارے ساتھ رمضان کی راتوں میں شریک قیام تھے اور کہاں ہیں وہ باپ، مائیں بھائی بہنیں ہمسائے اور قرابت دار جو خدا کا ہر حق ادا کرتے تھے۔ خدا کی قسم ان کو موت آگئی جو لذتوں کو ڈھانے والی ہے۔ امیدوں کو کاٹنے والی ہے جماعتوں کو متفرق کر دینے والی ہے پس خالی ہو گئیں ان سے مجلسیں، اور سنسان ہو گئیں ان سے مسجدیں۔ اب تو ان کو قبروں کی مٹی میں پڑا ہوا دیکھتا ہے۔ وہ اپنے پر آئی ہوئی حالت کو نہیں ٹال سکتے اور اپنے نفسوں کے نقصان و نفع پر قدرت نہیں رکھتے۔ وہ اس دن کے منتظر ہیں جس دن لوگ اپنے رب کی جانب پکارے جائیں گے اور مخلوق میدان میں جمع کر دی جائے گی۔ وہ اس دن دوڑیں گے اور اس دن کی ہولناکی سے وہ سب کے سب کانپتے ہوں گے اور دل اس دن حساب کے خوف سے پھٹے پڑے ہوں گے اور صور پھونکا جائے گا۔ پھر ہم ان سب کو اکٹھا کر لیں گے۔

اے اللہ کے بندو! جس نے ماہ رمضان میں حرام سے خود کو روکا تو اسے چاہئے کہ وہ تمام مہینوں اور سالوں میں بھی اپنے کو حرام سے بچائے رکھے۔ اس لئے کہ ماہ رمضان اور غیر ماہ رمضان کا خدا ایک ہی ہے اور وہ ان دونوں زمانوں سے پوری طرح واقف ہے۔

اللہ ہمیں اور تمہیں اس مہینے کی جدائی کے بعد جزا دے اور اپنی رحمت عامہ سے ہمیں اور آپ کو حصہ عنایت کرے اور باقی امور میں ہمارے لئے اور تمہارے لئے برکت دے اور اپنے فضل و رحمت اور احسان سے ہمیں ہدایت کے رستہ پر ...

اے اللہ! تو نے اس رات میں اپنی بخشش، آزادی، رحمت، رضامندی، درگذر، احسان و کرم، دوزخ سے نجات اور ہمیشہ ہمیشہ

قبروں میں مطمئن ہو جائیں اور تیرے جود و کرم پر یقین کرنے والے بن جائیں اور تیرے اعلیٰ درجوں کی جانب ترقی کر رہے ہو جائیں اور ان تمام نعمتوں کے ساتھ ان کے باپ بیٹوں بھائیوں اور اقرباء کو بھی نواز اس سے پہلے کہ یہ دنیا کی عمارت گر جائے اور کدورت صفائی پر غالب آ جائے اور زندگی کے ہاتھ سے امید کا دامن چھوٹ جائے اور مکانات مٹی میں دب کر رہ جائیں اور یہ سب اس سے پہلے ہو کر ہمدردی دشمنی ہو جائے۔ قطرہ سیلاب کی شکل اختیار کرے۔ صبح رات میں بدل جائے۔ اور آسمان زمین کے رہنے والوں پر موت طاری ہو جائے اور یہ سب نعمتیں اس سے پہلے ہوں کہ بوڑھا اپنے بڑھاپے پر افسوس کرنے لگے اور ادھیڑ عمر والے حسرت کرنے لگے۔ اور گنہگار کف افسوس ملنے اور نوعمر لڑکے افسوس کرنے لگیں اور وہ سب شرمندہ ہو کر خون کھائیں۔ یہ سب نعمتیں اس سے پہلے ہوں کہ ندامت ان کو غرق کر دے۔ اور ان کے منہ پر مہر لگ جائے کہ بالکل نہ بول سکیں اور اپنے اعمال سے واقف ہو کر انتہائی صورت پر رنجیدہ ہوں اور ڈر کر وہ خواہش کرنے لگیں کہ کاش ہم پیدا نہ کئے جاتے

اے اللہ روزی دینے والے آواز کو سننے والے موت کے بعد زندہ کرنے والے رحمت نازل فرما حضرت محمد پر اور ان کی اولاد پر۔ اے اللہ اس مبارک اور شرف والی رات میں ہمارا کوئی ایسا گناہ نہ چھوڑ جو تو نے بخش نہ دیا ہو اور نہ کوئی ایسا غم جو تو نے دور نہ کر دیا ہو اور نہ کوئی ایسا رنج باقی رکھ جسے تو نے دور نہ کر دیا ہو اور نہ کوئی ایسا مصیبت زدہ رہے جس کو تو نے عافیت نہ دی ہو اور ہر ایسے آدمی کو بھی نظر انداز نہ کر جس کے گناہ دور کر دے نہ کوئی ایسا قرضدار چھوڑ کہ تو نے اس کو قرض سے نجات نہ دے دی ہو اور نہ ہی کوئی گمشدہ لیکن تو اس کو حاضر کر دے اور نہ ہی کسی گنہگار کو چھوڑ مگر اس کے گناہوں کو ختم نہ کر دیا ہو اور نہ کوئی ایسا مردہ چھوڑ جس پر تو نے رحمت نہ کی ہو اور دنیا و دین کی کوئی بھی ضرورت جس کے اندر تیری رضا بھی شامل ہو اور ہماری بھلائی بھی ایسی نہ چھوڑ جس کو تو نے آسانی اور خیریت سے اپنی بخشش کے ساتھ نہ پورا کر دیا ہو۔ اے ارحم الراحمین اس دعا کو اپنی رحمت سے قبول فرما۔ اے اللہ ہمارے باپ اجداد کے ماؤں کے بھائیوں کے بیٹوں کے اولاد کے عزیزوں کے دوستوں کے استادوں کے شاگردوں کے دعاگوؤں کے ہم سے دعا کے طلبگاروں کے اور جن سے ہم نے ذرہ چاہا اور جن سے ہمیں تیری خاطر محبت اور نفرت ہے اور جن کو تیری خاطر ہم نے چھوڑا جو کوئی ان میں سے زندہ ہے یا مردہ ہے سب کے گناہوں کو بخش دے۔ اے اللہ اس دعا کو اپنی رحمت سے قبول فرما۔

اے اللہ اے چھپی ہوئی باتیں جاننے والے بلاؤں کو دور کرنے والے دعاؤں کے قبول کرنے والے غموں کو زائل کرنے والے حضرت محمد پر اپنی رحمت نازل فرما جو کہ ساری مخلوق سے بہتر ہیں اور ہم کو اپنی کتاب کی آیتوں سے نفع پہنچا اور اس کی تلاوت کے ذریعہ ہمارے گناہوں کو دھو ڈال اور رمضان کے صیام و قیام کے ذریعہ اپنے نزدیک ہمارے درجے اپنی رحمت سے بلند فرما۔ اے چھپی باتیں جاننے والے حضور کریم اور ان کی اولاد پر رحمت نازل فرما اور قرآن کے ذریعہ ہماری خطائیں معاف فرما اور اس کے ذریعہ ہم پر زیادہ عنایت کر اس کے ذریعہ ہماری بیماریوں کو شفا دے۔ اس کے ذریعہ ہمارے مردوں پر رحم فرما اس کے ذریعہ ہمارے دینی و دنیوی معاملات بہتر کر دے اور اس کے ذریعہ ہمارے (گناہوں کے) بوجھ اتار دے اور ہم کو نیک لوگوں کی عادتیں نصیب کر دے

کی توفیق عطا فرما اور ہماری لغزشیں اور غلطیاں معاف فرما اور ہمارے دل و باطن کو پاک فرما اور قرآن کی برکت سے ہمارے اذکار کو بہتر بنا دے اور اس کے ذریعہ ہمارے خیالات صاف کر دے اور ہمیں گمراہی سے نجات دے اور ہم سے بروں کی برائی اور فاجروں کے مکر کو دور رکھ اور ہم کو صحابہ کرام کی محبت پر زندہ رکھ اور قیامت میں ہم کو ان کی رفاقت عطا فرما اور ہم کو دوزخ سے نجات دے اور آخرت اور دنیا میں بھلائی مرحمت فرما اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔ تعریف ہے خدا کی اس کی کامل نعمتوں پر اور اس کی رحمتیں ہوں حضور اکرم خاتم الانبیا اور ان کی اولاد پر اور صحابہ کرام پر اور ازواج مطہرات پر اللہ ان پر کثرت سے سلام بھیج۔

کتاب - مریدوں کے آداب کا بیان

جو سچے فقیر ہیں جو ان صوفیہ کے طریقے پر چلنے والے ہیں۔ جو گمراہ کرنے والی خواہشوں سے پاک ہیں اور خلاق رذیلہ سے بچے ہوئے ہیں پس وہ لوگ ابدال اور اولیا کے گروہ میں داخل ہیں۔ خدا کی دوستی کے ساتھ بوجہ اپنے دکھ اور خوف کے کہ حدیث میں مشرف ہوئے۔

فصل - ۲

ارادت، مریدی اور مقصود کا بیان

ارادت کیا ہے اپنی عادات کو چھوڑ دینا اس کا مطلب یہ ہے کہ قلب کو اللہ تعالیٰ کی طلب میں اس کے ماسوا کو چھوڑنے پر مستعد کر لینا پس جب آدمی اپنی وہ عادات چھوڑ دے گا جو دنیا اور آخرت کی لذات کہلاتی ہیں تو اس کی ارادت کامل ہو جائے گی یہی ارادت ہر معاملے میں سب سے مقدم ہے۔ اس کے بعد قصد ہوتا ہے۔ پھر عمل کا مقام آتا ہے۔ لہٰذا ارادت پر سالک حق کی ابتدائی راہ اور ہر قصد راہ کی پہلی منزل کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم سے فرمایا تم ان لوگوں کو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے ہیں نہ دھتکارو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے دھتکارنے اور اپنے سے دور رکھنے سے منع فرمایا اور دوسری آیت میں فرمایا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کو صبر کی عادت ڈالو۔ ان کے ساتھ جو صبح و شام اپنے رب کو اس کی رضا حاصل کرنے کی غرض سے پکارتے ہیں اور آپ اپنی آنکھیں ان سے نہ پھیریئے۔ اس نیت سے کہ آپ ان سے دنیوی زندگی کی رونق چاہیں پس اللہ تعالیٰ نے حضور کو ان کے ساتھ صبر کرنے اور لگے رہنے کا حکم فرمایا اور ان کی موجودگی میں نفس کا حکم فرمایا اور ان کی اصحابہ کرام کی خبر دی کہ وہ خدا کی رضا کے طالب ہیں۔ اس کے بعد کہا کہ آپ ان سے دنیوی زندگی کی آرائش چاہتے ہوئے آنکھیں نہ پھیریں اس سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ طالب سالک کی حقیقت خدا کی رضا چاہتا ہے اور دنیا و آخرت کی زینت کے مقابلہ میں یہ بہت کافی ہے۔

مرید کا بیان - مرید خدا کی رضا کا طالب، وہ ہے جس میں یہ سب وصف مذکورہ ہوں۔ اور وہ اس

خوبی سے بھی بہرہ مند ہو کہ ہمیشہ خدا اور اس کی طاعت کی جانب متوجہ رہے ماسوا اللہ سے بیزار رہے اور ان کے سوالوں کو
قبول کرنے سے متنفر ہو لیکن نبی کی سنت ہو اور کتاب و سنت میں مذکورہ احکام پر عمل کرتا ہو۔ اور غیر اللہ کی جانب سے
بہرا ہو جائے۔ اور خدا کے نور کے ذریعہ دیکھتا ہو اور خود میں اور اپنے سے ماسوا تمام مخلوق میں خدا ہی کا فعل دیکھتا ہو غیر اللہ
سے اندھا ہو جائے پس کسی کو فاعل حقیقی نہ سمجھے بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی چیز سے تیری محبت مجھے اندھا
اور بہرا بنا دیتی ہے یعنی اس شے محبوب کے ماسوا سے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے اس لئے تو محبوب میں کھویا ہوتا ہے اور آدمی
محبت نہیں کرتا جب تک کہ ارادہ نہ کرے اور ارادہ نہیں کر سکتا جب تک کہ ارادہ میں خلوص نہ ہو اور ارادہ اس وقت خالص
ہوتا ہے جب اس کے قلب میں خشیت خداوندی کی چنگاری بھڑک اٹھے پس وہ چنگاری سب چیزوں کو جلا دیتی ہے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا تحقیق کہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو ویران کر دیتے ہیں اور اس بستی کے ذی عزت
افراد کو ذلیل بنا لیتے ہیں جیسا کہ کہا گیا ہے کہ۔

پس سالک کی نیند غلبہ کے وقت ہوگی اس کو کھانا فاقہ کے وقت اور کلام ضرورت کے وقت ہوگا۔ وہ ہمیشہ اپنے نفس
کی خیر خواہی کرتا ہے اور اس کی خواہش قبول نہیں کرتا اور نہ ہی اس کی لذتوں کو مانتا ہے اور اللہ کے بندوں کی خیر خواہی کرتا
ہے اور خلوت میں خدا سے مانوس ہوتا ہے اور نا صرفیات سے بچتا ہے۔ خدا کے فیصلہ پر راضی رہتا ہے۔ امر خداوندی کو پسند کرتا
ہے اور خدا کی نظر سے شرم کرتا ہے اور خدا کی محبت میں اپنی کوشش صرف کرتا ہے اور ہمیشہ ایسے کام کرتا ہے جو خدا تک پہنچا کر
اور گمنامی و خلوت پر قانع رہتا ہے اور مخلوق کی مدح پسند نہیں کرتا اور خالص خدا کے لئے کثرت سے نوافل پڑھ کر خدا سے محبت
کر دیتا ہے یہاں تک کہ خدا تک پہنچ جاتا ہے اور اولیاء اللہ اور سالکین حق کے گروہ میں داخل ہو جاتا ہے پس اس وقت
سے مراد و مقصود کہیں گے اور پھر اس سے وہ گرانیاں ختم کر دی جاتی ہیں جو کہیں حق کو لاحق ہوتی ہیں اور سے خدا کی رحمت مہربانی
اور شفقت سے غسل دیا جاتا ہے پھر خدا کے قریب اس کو گھر بنا دیا جاتا ہے اور گوناگوں خلعتیں اس کو پہنائی جاتی ہیں۔ اور
وہ معرفت اور حب خداوندی سے اور خدا کی جانب سکون اور اطمینان کا حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ خدا کی حکمت اور اسرار کو
خدا کی اجازت سے بیان کرنے لگتا ہے بلکہ خدا کے علم کے ذریعہ کلام کرنے لگتا ہے اس کو لقب سے نوازا جاتا ہے جس کے
ذریعہ وہ اولیاء اللہ میں ممتاز ہوتا ہے اور اس کے خواص میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کے کئی نام رکھے جاتے ہیں جنہیں
خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ مطلع ہو جاتا ہے ایسے رازوں پر جو اسی کے ساتھ خاص ہوتے ہیں جس کو وہ ماسوا اللہ پر ظاہر
نہیں کرتا وہ اللہ سے سنتا ہے اور اسی کے ذریعہ دیکھتا ہے اس کی مدد سے کلام کرتا ہے اور اسی کی قوت سے قوت حاصل
کرتا ہے اور اسی کی اطاعت پر چلتا ہے اور اللہ ہی سے سکون حاصل کرتا ہے اور اللہ ہی کی طاعت اور یاد کے ساتھ اس
کی نگہبانی اور حفاظت میں وہ سو جاتا ہے۔ پھر وہ خدا کی راہ میں مرنے والوں اور شہید ہونے والوں سے ہو جاتا ہے اور وہ
ہو جاتا ہے اور امن خداوندی کی منزل سے اور اسی طرح وہ خدا کے شہروں اور دوستوں کا نگہبان ہو جاتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی میں بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ ہمیشہ میرا مومن بندہ نوافل کے
ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو دوست بنا لیتا ہوں تو میں کان، آنکھیں، زبان ہو جاتا ہوں اور اس کا
ہاتھ پاؤں اور قلب بن جاتا ہے۔ بندہ میرے ہی ذریعہ سننے لگتا ہے میری ہی مدد سے دیکھنے لگتا ہے۔ میرے ہی ذریعہ بولتا
ہے۔ میرے ہی ذہن سے سوچنے لگتا ہے اور مجھ ہی سے قوت حاصل کرتا ہے (حدیث) پس یہ بندہ ہے جس نے ایک بڑی عقل
اختیار کی ہے اور جس کی نفسانی خواہشیں بجھ چکی ہیں۔ چونکہ خدا کا اس پر قبضہ ہو گیا پس اس کا دل خدا کا خزانہ ہو جاتا ہے۔ اگر
اے خدا کے بندے تیرا ارادہ ہے کہ تو خدا کو پہچانے تو پھر منزل خداوندی یہی۔ اور سلف میں کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ مرید اور مقصود
کے دراصل یہی معنی ہیں چونکہ خدا کا ارادہ اس کو مرید بنانے کا ہوتا تو وہ ہرگز مرید نہ ہوتا۔ خدا تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اس
لئے کہ وہ جب کسی کو خصوصیت بخشنا چاہتا ہے تو ارادت کی توفیق عطا کرتا ہے اور دوسرے بزرگوں نے کہا ہے کہ مرید ابتدا کرنے
والا ہوتا ہے اور مراد و مقصود منتہی ہے۔ سالک یعنی مرید وہ ہے جو مصائب اور مشقتوں میں پھینک دیا جائے۔ اور مراد یعنی مقصود
وہ ہے جس میں معاملہ بلا کسی مشکل کے آسان ہو جائے۔ مرید تو پرواز ہے اور اللہ تعالیٰ کی یہ سنت یہ ہے کہ وہ سالکین حق کو مجاہدات
کی تکلیف دیتا ہے۔ پھر ان کو خود تک پہنچا دیتا ہے اور ان سے بوجھ اتار دیتا ہے اور نوافل و ترک شہوات کے سلسلہ میں ان کو آسانی
دے دیتا ہے اور تمام عبادات سے صرف فرائض اور سنن کے ادا کرنے کی رعایت کر دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ان کو حفاظت قلب
محافظت حدود اور ماسوا اللہ سے اپنے قلوب کو منقطع کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں کا ظاہر تو مخلوق خدا کے
ساتھ ہوتا ہے لیکن باطن اللہ کے ساتھ مشغول ہوتا ہے ان کی زبانیں اللہ کے حکم اور قلوب علم خداوندی کے ساتھ ہوتے
ہیں اور ان کی زبانیں بندوں کو نصیحت کرنے کے لئے ہو جاتی ہیں اور ان کے باطن خدا کی امانتوں کی نگہداشت کے لئے ہو
جاتے ہیں پس ان پر اللہ تعالیٰ کا سلام اس کی برکتیں ہوں جب تک کہ زمین و آسمان باقی ہیں اور جب تک بندے اللہ
تعالیٰ کی اطاعت میں لگے ہوئے ہیں اور اس کے حق اور حفاظت حدود پر قائم ہیں حضرت جنیدؒ سے مرید اور مراد کے بارے
میں دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا مرید وہ ہوتا ہے جس کی سرپرستی تدبیر علمی ہوتی ہے اور مراد کی سرپرستی رعایت
خداوندی ہوتی ہے مرید چلتا ہے اور مراد اڑتا ہے۔ لہذا کس طرح چلنے والا اور اڑنے والا برابر ہو سکتا ہے اور یہ
بات حضرت موسیٰ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں معلوم ہو سکتی ہے حضرت موسیٰ مرید تھے اور ہمارے
رسول مراد تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کا سلوک طور سینا پر ہی ختم ہو گیا اور حضور اکرم کی دوڑ عرش و لوح محفوظ تک پس
مرید تو طالب ہوتا ہے اور مراد مقصود کا نام ہے مرید کی عبادت مجاہدہ ہے اور مراد کی عبادت بخشش ہے۔ مرید
موجود ہوتا ہے اور مراد فانی۔ مرید جزا کے لئے عمل کرتا ہے۔ مراد عمل کی جانب نہیں دیکھتا بلکہ توفیق و احسان
خداوندی کی طرف دیکھتا ہے۔ مرید راہ سلوک سے گزرتا ہے اور مراد ہر جگہ پہنچ جاتا ہے مرید نظر خدا کے نور کے ذریعہ
دیکھتا ہے اور مراد خود اللہ کے ذریعہ دیکھتا ہے۔ مرید اپنی خواہش کی مخالفت کرتا ہے اور مراد اپنی خواہش و ارادہ سے

بھی بیزار ہوجاتا ہے مرید تقرب حاصل کرتا ہے اور مراد تقرب دیا جاتا ہے مرید کو پرہیز کرایا جاتا ہے اور مراد کی رہنمائی کی جاتی ہے اور نازو نعمت سے نوازا جاتا ہے اور کھلایا جاتا ہے۔ مرید محفوظ ہوتا ہے اور مراد کے ذریعہ حفاظت کروائی جاتی ہے۔ مرید چڑھنے کی حالت میں ہوتا ہے اور مراد اس رب تک پہنچ چکا ہوتا ہے جس کے پاس عمدہ چیز اور نفیس نعمت پائی جاتی ہے۔ پس وہ بڑھ جاتا ہے۔ ہر عابد متقرب پرہیزگار اور نیکوکار ہے۔

فصل متصوف کون ہے؟ صوفی کون ہے؟ پس متصوف وہ ہے جو کہ صوفی بننے کے لیے مشقت اٹھاتا ہے اور اتنی کوشش کرتا ہے کہ صوفی بن جائے۔ پس جب مشقت اٹھاچکتا ہے اور قوم کے طریقہ کا لبادہ اوڑھ لیتا ہے اور ان کی راہ کو اختیار کر لیتا ہے تو متصوف کہلاتا ہے جس طرح سے قمیص پہننے والے کو کہا جاتا ہے کہ اس نے قمیص پہنی اور زرہ باندھنے والے کو کہا جاتا ہے کہ اس نے زرہ باندھی اور ان دونوں کو علی الترتیب صاحب قمیص اور صاحب زرہ پکارا جاتا ہے۔ اور اسی طرح زہد اختیار کرنے کو متزہد کہتے ہیں اور جب وہ اپنے زہد میں انتہا کو پہنچ جاتا ہے کہ تمام اشیاء کو ہیچ سمجھنے لگتا ہے۔ تو اس وقت وہ زاہد کہلاتا ہے۔ پھر اس کے سامنے بہت سی باتیں آتی ہیں جن کو نہ وہ چاہتا ہے اور نہ ہی نفرت کرتا ہے۔ بلکہ ان میں خدا کے حکم کی پابندی کرتا ہے اور اس کے فعل کا منتظر رہتا ہے۔ پس اسی کو متصوف کہیں گے اور صوفی جب یہ وصف اپنے اندر پیدا کرے۔ اس وقت صوفی فوعل کے وزن پر جو کہ مصافات سے مشتق ہے کہلائے گا جس کے معنی یہ ہوں گے۔ ایک بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے صفائی دے دی ہو۔ اس لئے صوفی کہا جائے گا۔ جو نفس کی آفتوں اور اس کی بری صفتوں سے خالی ہو خدا کی نیک راہوں پر چلنے والا ہو حقائق کو تھامنے والا ہو اور اپنے دل کو مخلوق میں ساکن محسوس کرنے والا ہو۔ اور کہا گیا کہ تصوف خدا کے ساتھ صدق اور بندوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا ہے۔ متصوف اور صوفی کے درمیان فرق یہ ہے کہ متصوف مبتدی ہوتا ہے اور صوفی منتہی۔ متصوف راہ سلوک کو طے کرنے والا ہوتا ہے۔ اور صوفی وہ ہوتا ہے جو راہ کو طے کر چکا ہو اور مقصود حقیقی کو پہنچ چکا ہو۔ متصوف برداشت کرنیوالا ہوتا ہے اور صوفی وہ ہوتا ہے جو سب کچھ برداشت کر چکا ہوتا ہے۔ متصوف پر ہر چھوٹی اور بڑی چیز بار کر دی گئی ہے تاکہ اس کا نفس ٹوٹ جائے اور اس کی خواہش زائل ہو جائے اور اس کی آرزوئیں اور تمنائیں ختم ہو جائیں۔ اس طرح وہ صاف ہو جاتا ہے۔ اور صوفی کہلاتا ہے۔ جو بھی یہ بوجھ اٹھا لیتا ہے پس وہ امانت خداوندی کو اٹھانے والا اور مشیت خداوندی کی گیند اور خدا کا تربیت یافتہ اور اس کے علوم و حکم کا سرچشمہ بن جاتا ہے۔

امن اور کامیابی کا گھر اولیاء کا نگران اور ان کے لئے پناہ گاہ جائے رجوع قیامگاہ اور راحت و مسرت حاصل کرنے کی جگہ ہو جاتا ہے تب وہ بادشاہ کا تاج کا موتی اور خدا نما ہو جاتا ہے۔ اور مرید متصوف اپنے نفس اپنی خواہش اپنے شیطان اور اپنے رب کی مخلوق اور اپنی دنیا و آخرت سے بیزار ہوتا ہے اور تمام دنیا اس کے افعال و اعمال اور اپنے عیبوں سے وہ خدا کی عبادت کرتا ہے اور وہ اپنے باطن کی حق کی جانب میلان اور مشغولیت سے خالی کر لیتا ہے پس

اپنے شیطان کے خلاف جہاد ہے۔ اور اپنی دنیا کو ترک کر دیتا ہے اور تمام احباب و مخلوق سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ یہ
سب وہ حکم خداوندی سے کرتا ہے اور آخرت کی غرض سے کرتا ہے۔ پھر وہ حکم خدا سے اپنے نفس اور خواہش سے جہاد کرتا ہے
پھر وہ اپنے رب کی محبت کی وجہ سے طلب آخرت اور جو کچھ اللہ تعالے نے اپنے دوستوں کے لئے جنت میں تیار کر رکھا ہے سب
کو چھوڑ دیتا ہے۔ پھر وہ موجودات سے نکل جاتا ہے اور گندگیوں سے پاک ہو جاتا ہے اور جہانوں کا مالک ہو جاتا ہے۔ پھر
اس سے دنیوی رشتوں اور اسباب، بال و عیال کا علاقہ ختم ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے لئے ساری سمتیں بند ہو جاتی
ہیں اور اس کے روبرو ساری سمتوں کی سمت اور تمام دروازوں کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور وہ ہے اللہ تعالے
کے فیصلہ پر رضامند رہنا جو سارے ملکوں کا مالک ہے اور دنیا میں اسے عامل کرتا ہے جس کے ماضی و مستقبل سے پہلے
سے ہی وہ واقف ہوتا ہے۔ وہ رازوں اور پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے اور جو کچھ ہمارے اعضا کرتے ہیں اور جو کچھ ہمارے
دل اور نیتیں سوچتی ہیں۔ ان کا بھی اچھی طرح سے جاننے والا ہے پھر اس دروازہ کے سامنے ایک دروازہ اور کھلتا ہے جس
کو خدا کے قرب کا دروازہ کہا جاتا ہے۔ پھر وہ محبتوں کی مجلسوں کی جانب اٹھا لیا جاتا ہے اور توحید کی کرسی پر وہ بیٹھتا
ہے پھر اس سے پردوں کو ہٹا دیا جاتا ہے۔ پھر وہ مقام احدیت میں داخل ہوتا ہے اور اس پر جلال و عظمت منکشف ہوتی ہے
جب اس کی نظر جلال و عظمت پر پڑتی ہے وہ نیست ہو جاتا ہے اور اپنے نفس، صفات، غلبہ و قوت عمل، ارادہ، خواہش،
دنیا اور آخرت سب کو چھوڑ جاتا ہے اور ایک ایسے بلوری ظرف کی طرح ہو جاتا ہے جو پانی سے بھرا ہوا ہو اور اس میں شکلیں
نظر آئیں۔ پس پھر اس پر تقدیر کے سوا کوئی حکم نہیں کیا جاتا۔ وہ خود سے اور اپنی لذت سے گذر جاتا ہے۔ خدا اور اس کے
امر کے لئے موجود ہوتا ہے۔ وہ تنہائی نہیں طلب کرتا اس لئے کہ وہ موجود کے لئے ہوتی ہے۔ پس وہ بچہ کی طرح ہو جاتا
ہے کہ جب تک کھلایا نہ جائے نہیں کھاتا اور جب تک پہنایا نہ جائے پہنتا نہیں۔ پھر وہ آزاد ہو جاتا ہے۔ سپرد کردہ
ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا ہم ان کو دائیں بائیں پھیرتے رہتے ہیں۔ اگرچہ کہ سالک حق جسمانی اعتبار سے
مخلوق کے درمیان ہوتا ہے لیکن اقوال، اعمال، باطنی و ظاہری حالات، خیالات اور نیتوں میں ان سے جدا ہوتا ہے۔ اس
وقت وہ صوفی کہلاتا ہے۔ ان معنی میں کہ مخلوق کی کدورت سے صاف ہو گیا اور اگر تو چاہے تو اسے بدل بھی سکتا
ہے۔ اپنے نفس کو اور اس رب کو پہچاننے والا جو مردوں کو جلاتا ہے اور جو اپنے دوستوں کو نفسوں، طبیعتوں، خواہشوں،
اور گمراہیوں کی تاریکیوں سے نکال کر معارف، علوم، اسرار، نور قربت اور پھر اپنے نور کی وادی کی جانب لے جاتا ہے۔ اللہ
زمینوں اور آسمانوں کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال طاقچہ کی مانند ہے۔ اللہ تعالے مومنوں کا دوست ہے۔ ان کو
تاریکیوں سے نور کی جانب لے جاتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کو تاریکی سے نور کی جانب نکالنے کی ذمہ داری لے لی
ہے اور اللہ تعالے نے ان کو لوگوں کے دلوں کے خیالات اور نیتوں پر واقف کر دیا ہے اس لئے کہ میرے رب نے
ان کو دلوں کا بھیدی اور پوشیدہ باتوں کا امین بنا دیا ہے۔ اور خلوتوں اور جلوتوں میں خدائے تعالیٰ نے ان کو محفوظ

کر دیا۔ کوئی شیطان نہیں جو انہیں بہکا سکے اور نہ کوئی پیچھے لگی ہوئی گمراہی جو ان کو لغزشوں کی جانب مائل کرے۔
اللہ تعالیٰ نے شیطان سے مخاطب ہو کر فرمایا میرے بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہوگا۔ نہ کوئی نفس ایسا ہے جو انہیں
گمراہی کا حکم دے نہ کوئی ایسی نفسانی خواہش لگی ہوئی ہے جو ان کو اہل سنت والجماعت کے طریقہ سے نکال دے۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یہ اس لئے ہے کہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی دور کر دیں۔ وہ تو ہمارے مخلص بندوں سے ہے
پس میرے رب نے ان کی حفاظت کی۔ اور ان کے نفس کی رعونتیں اور اپنے غلبہ و زور سے ختم کر دیں اور ان کو مقامات
سلوک میں ثابت قدم رکھا اور ان کو وفاداری عہد کی توفیق عنایت فرمائی اس کے بعد انہوں نے خدا کی راہ میں
راستی سے کام لیا اور اپنے مخلوق سے علیحدہ ہونے اور اپنی پریشانیوں میں صبر سے کام لیا اور فرائض اور حدود
شرعیہ اور احکام کی حفاظت کی اور مقامات سلوک کو پکڑے رہے یہاں تک کہ ثابت قدم کر دیئے گئے تہذیب اور لطف
قلب سے نوازے گئے۔ انہوں نے اپنے کو باادب بنایا اور خود کو پاک و صاف رکھا اور فراخی کو دل میں جگہ دی خود کو
مزکّی بنایا اور دلیری دکھلائی اور ان سب چیزوں کو عادت بنایا پس ان کو اللہ کی کامل ولایت اور سرپرستی حاصل ہوتی
اللہ تعالیٰ مومنین کا دوست ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ صالحین کا کارساز ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے
درجات سے بڑھا کر خدا کے نزدیک کر دیئے گئے۔ یہ مقام خدا کے روبرو ہے پس ان کی مناجات وہ مناجات ہوئی۔
جس سے وہ اپنے قلوب اور باطن میں مناجات کرتے ہیں سب کچھ چھوڑ کر خدا کی طرف مشغول ہو گئے اور اپنے نفسوں اور ارادے
سے منع کر دیئے گئے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا رب اور مولیٰ ہے اس نے ان کو اپنے قبضہ میں رکھا اور ان کو اپنی عقلوں کے ساتھ مقید کر
اور ان کو امین بنایا اور وہ اسی کے قبضہ قدرت اور حفاظت میں ہیں۔ قرب کی خوشبو سونگھتے ہیں اور توحید و رحمت کی سرکار میں زندگی
بسر کرتے ہیں اور بغیر اجازت کسی کام میں مشغول نہیں ہوتے جب اعضاء سے کام لینے کا وقت آتا ہے تو محفوظوں کے ساتھ کام میں
مشغول ہوتے ہیں تاکہ شیطان نفس ارادہ اور خواہشات ان کی طرف نہ پہنچ سکیں اس طرح ان کے اعمال میں نہ شیطان کا کوئی حصہ
ہوتا ہے نہ نفسانی عیوب خود رائی نفاق خود پسندی شہرت وغیرہ کا اور کسی مخلوق کی طاقت و قوت پر تکیہ کر کوئی عمل
وہ اپنے اعمال کو اللہ کی مہربانی در تخلیق خداوندی اور اسی کی طرف سے توفیق عمل جانتے ہیں۔ یہ عقیدہ ان کا اس وجہ سے ہوتا
ہے کہ کہیں ہدایت الٰہیہ کے راستے سے کٹ نہ جائیں۔ ادائے فرائض اور تکمیل عمل سے فارغ ہونے کے بعد ان کو بلند مراتب کی طرف
لوٹا دیا جاتا ہے جن کا انہوں نے التزام کیا ہوتا ہے جہاں وہ بیٹھ کر دیکھتے ہیں اور دلوں سے ان کی نگہداشت کرتے ہیں
کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان کو امین بنا دیا جاتا ہے اور ہر ایک سے اس کی منفرد حالت کے موافق خطاب کیا جاتا ہے اور فرمایا جاتا ہے
إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ اس حالت پر پہنچنے کے بعد ان کو جدید فرائض کی ضرورت نہیں رہتی۔ وہ جس طرح چاہیں تصرف
رفتار رکھیں۔ گویا ان کا معاملہ خود انہی کے سپرد کر دیا جاتا ہے رسول اللہ کی حدیث قدسی اس کی تائید کرتی ہے۔ اللہ نے
بذریعہ جبرئیل اپنے رسول کے پاس فرمان بھیجا کہ فرما دو کہ فرائض سے زیادہ بندہ کو میرے قرب میں پہنچانے والی کوئی

اُن داحکام وتصرفات کا امین بن جاتا ہے جو اللہ کی طرف سے مخلوق کو پہنچتے ہیں۔ اس مرتبہ پر پہنچکر اس کی ذاتی صفات ختم ہوجاتی ہیں۔ کلام اور تعبیر منقطع ہوجاتی ہے۔ یہی قلب وعقل کی رسائی کا منتہی اور اولیاء اللہ کی غایت ہے۔ یہیں تک اولیاء کی پہنچ ہے۔ اس سے آگے انبیا اور رسولوں کے مخصوص مقامات ہیں۔ کیونکہ ولی کی انتہا نبی کی ابتدا ہوتی ہے۔ نبوت اور ولایت میں فرق یہ ہے کہ نبوت من اللہ ایک کلام ہوتا ہے اور جبرئیل کی معرفت اللہ کی طرف سے ایک وحی ہوتی ہے۔ جبرئیل وحی کو ادا کرتے اور اللہ کی طرف سے اس پر مہر قبول لگ جاتی ہے۔ اس کی تصدیق لازم ہے اس کا منکر کافر ہے۔ کیونکہ نبوت کا منکر حقیقت میں کلام الٰہی کا منکر ہوتا ہے۔ لیکن ولایت یہ ہے کہ اللہ اپنے دوست کو اپنی بات بطور الہام پہنچا دیتا ہے الہام اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ لیکن اللہ کی طرف سے یہی زبان پر جاری ہوجاتا ہے اس الہام میں ایک سکون ہوتا ہے۔ مجذوب کا دل اس کو قبول کرتا ہے اور اس سے سکون حاصل کرتا ہے۔ حاصل یہ کہ کلام خداوندی انبیاء کے لئے مخصوص ہے۔ اور الہام اولیا کو ہوتا ہے۔ اول کو رد کرنے والا کافر ہے۔ کیونکہ حقیقت میں وہ کلام الٰہی کو رد کرنیوالا ہے۔ اور دوسرے کا منکر کافر نہیں بلکہ ناکام ہوتا ہے۔ اس کا انکار باعث وبال بن جاتا ہے اور دل کو حیرانی حاصل ہوتی ہے کیونکہ اللہ اپنی محبت جس شخص کے دل پہ جانتا ہے۔ اس کے دل میں حق کو امانت رکھتا اور پہنچاتا ہے اور اس کا منکر منکر حق ہوتا ہے۔ الہام حقیقت میں اس چیز کو کہتے ہیں۔ جو بمشیت خدا علم لنی سے کسی کے دل میں نمودار ہوتی ہے اور دل کے اندر ایک رنگی مرج ہوتی ہے۔ اللہ جس بندہ سے محبت کرتا ہے۔ اس کی محبت اس چیز کو واقفیت کے ساتھ بندہ کے دل تک پہنچا دیتی ہے اور دل سکون کے ساتھ اس کو قبول کر لیتا ہے۔

باب ۵

طریق سلوک میں مبتدی کے واجبات پیر کے ساتھ مرید کے آداب اور مرید کو تربیت دینے کے لئے پیر کے طریقے

مبتدی کے واجبات۔ صحیح اعتقاد کی بنیاد ہے سلف صالحین اور قدماء اہل سنت کے عقیدہ پر ہونا لازم ہے انبیاء مرسلین صحابہ تابعین اولیاء اور صدیقین کے طریقہ پر قائم رہنا لازم ہے۔ اس کی تفصیل کتاب میں پہلے آ چکی ہے۔

قرآن مجید اور حدیث پاک کی پابندی اور امر و نہی اور اصول و فروع میں ان ہی دونوں کا التزام علی ضروری ہے۔ اللہ تک پہنچنے کے راستہ کو طے کرنے کے لئے ان دونوں کو دو بازوؤں کی طرح بنا لیا جائے اس کے بعد سچائی اور کوشش کی ضرورت ہے کیونکہ راہ سلوک میں توقف اور سستی پر آدمی کی طبعی سرشت ہے۔ ہوا و ہوس گمراہ کن ہے۔ نفس عیب دار ہے۔ لذتیں اور خواہشیں بر سر ہیجان رہتی ہیں اور ان سب چیزوں سے تھکی ماندگی اور تھکان حاصل ہوتی ہے۔ اس ماندگی اور تاریکی کی حالت میں سعی و کوشش کی وجہ سے اگر نور ہدایت ارشاد رہنمائی کرنے والا رہبر مانوس بنانے والا مونس اور راحت آفریں راحت کدہ مل جائیگا۔ اللہ نے فرمایا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم اپنے راستے ان کو خود بتا دیتے ہیں۔ ایک دانشمند کا قول ہے۔ جو شخص طلب اور کوشش کرتا ہے مقصد کو پا لیتا ہے پس اعتقاد کی وجہ سے علم حقیقت حاصل ہوتا ہے اور کوشش کی وجہ سے راہ حقیقت میں چلنا میسر آتا ہے۔

اس کے بعد سچے دل سے اللہ سے عہد کرنا چاہئے کہ جب تک بارگاہ خداوندی تک نہ پہنچ جائے گا ایک قدم بھی اللہ کے خلاف نہ اٹھائیگا نہ رکھیگا۔ راہ سلوک میں مرید کو کسی ملامت کرنے کے برا بھلا کہنے کی وجہ سے اپنے مقصد سے نہ لوٹنا چاہئے کیونکہ اہل صدق کا قدم پیچھے کو نہیں پڑتا ہے۔ نہ کرامت کی وجہ سے راستہ میں کہیں توقف کرے اور کرامت کو خدا کی طرف سے اپنی کوشش کی غرض نہ سمجھ بیٹھے کیونکہ خدا تک پہنچنے سے پہلے کرامت خود ایک حجاب ہوتی ہے جو اب تک پہنچنے سے روکتی ہے۔ ہاں پہنچنے کے بعد کرامتیں ضرر نہیں پہنچاتی ہیں کیونکہ کرامت خداداد قدرت کا نتیجہ اور خدمت اور بارگاہ الہٰی تک رسائی کا ثمرہ ہوتی ہے اور کوئی چیز خود اپنی شکست نہیں کرتی دیکھو کرامت کس طرح وصول حق سے مانع ہو سکتی ہے کرامت کس طرح باعث شکست ہو سکتی ہے۔ جبکہ صاحب کرامت خود زمین پر خدا کی زمین اقدرت اور خرق عادت ہوتا ہے پہلے وہ نادان تھا۔ گونگا تھا ناواقف تھا۔ بولنے سے قاصر تھا۔ اب اس کا کلام حکمت کا مجموعہ ہے۔ اس کے حرکات سکنات اور زندگی کی ہر رفتار عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے درس عبرت ہوتی ہے۔ دانش و فہم کو حیران بنا دینے والے افعال ہی کا اس کے اندر اور اس کے اوپر ظہور ہوتا ہے۔

فرودگاہ کی ریخ میں چیزیں بتا دیں گیہوں دیکر حکم دیا اس کو بو دو۔ آدم نے بو دیئے۔ پھر جبرئیل نے کھیتی کا ٹنا بتا دیا۔ آدم نے
کھیتی کاٹی۔ جبرئیل نے گیہوں کو صاف کرنا اور پیسنا سکھایا اور اس کے آلات فراہم کر دیئے۔ آدم نے گیہوں کو صاف کیا اور پیسا
پھر جبرئیل نے روٹی پکانی بتائی۔ آدم نے روٹی پکائی پھر کھانے کا حکم دیا تو کھائی لیکن معدہ میں پہنچکر غذا نے باہر نکلنا چاہا۔
تو آدم متحیر ہو گئے کہ اب کیا کریں۔ جبرئیل نے فضلہ کے باہر نکال پھینکنے کی تعلیم دی اور استنجا کرنا بتایا اور عبادات الٰہی کی کیفیت
بتائی۔ حضرت آدم کے جسم کا گورا پن اور چمک بدل کر سیاہی آگئی تھی۔ حضرت جبرئیل نے ایسی تدبیر بتائی کہ جس سے آپ دوبارہ جسمانی
سفیدی حاصل کریں۔ چنانچہ ہر مہینہ کے ایام بیض یعنی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں تاریخوں کے روزے رکھنے کی تعلیم دی۔ اس ترکیب
سے آپ کے جسم کا گورا پن پھر لوٹ آیا۔ اس کے علاوہ دوسرے علوم اور زبانیں بھی سکھائیں۔ الغرض آدم حضرت جبرئیل کے شاگرد ہوئے۔
اور جبرئیل آپ کے استاد و شیخ۔ حالانکہ پہلے حضرت آدم حضرت جبرئیل اور تمام ملائکہ کے شیخ اور استاد [illegible] تھے۔ ایسا ہونے
کی وجہ صرف حالت کا تغیر اور ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف انتقال تھا۔ پھر شیث ابن آدم نے اپنے باپ آدم سے سیکھا اور ان
سے ان کی اولاد نے۔ اسی طرح حضرت نوح نے اپنی اولاد کو تعلیم دی اور حضرت ابراہیم نے اپنی اولاد کو۔ اللہ نے فرمایا ہے و وصّی بہا
ابراھیم بنیہ و یعقوب یعنی ابراہیم نے اپنی اولاد کو حکم دیا اور تعلیم دی اور یعقوب نے اپنی اولاد کو اور علماء بنی اسرائیل کو تعلیم دی
اور حضرت عیسیٰ نے حواریوں کو۔ آخر میں حضرت جبرئیل نے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو اور نماز کی تعلیم دی اور مسواک کرنے کا بھی حکم دیا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا مجھے جبرئیل نے مسواک کرنے کی نصیحت کی۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے مجھے جبرئیل نے مسواک کرنے
کی ایسی سخت نصیحت کی کہ قریب تھا کہ مجھے پوپلا بنا دیں [illegible] منہ کی [illegible] ڈھیلے پڑ جاتی تھی۔
اس حدیث کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

پھر حضور سے صحابہ نے صحابہ سے تابعین نے تابعین سے تبع تابعین نے [illegible] اپنے اپنے زمانہ میں تعلیم حاصل کی ہر
نبی کا کوئی نہ کوئی صحابی ضرور ایسا ہوا جو اس کی رہنمائی کے مطابق زندگی بسر کرتا رہا اور پھر اس کا جانشین اور قائم مقام بنا جیسے حضرت
موسیٰ کے جانشین آپ کے خصوصی خادم اور بھانجے حضرت یوشع بن نون ہوئے اور عیسیٰ کے جانشین حواری ہوئے اور حضرت ابوبکر اور حضرت
عمر رسول اللہ کے خلیفہ ہوئے۔ اسی طرح حضرت عثمان اور حضرت علی اور باقی صحابہ مرحلے قائم مقام بنے اور صدیقوں کا سلسلہ یونہی چلا
آ رہا ہے۔ کوئی استاد ہوا کوئی شاگرد حسن بصری کے شاگرد [illegible] سری سقطی کے شاگرد [illegible] کے خادم اور بھانجے ابو القاسم جنید تھے
مشائخ ہی اللہ تک پہنچنے کا راستہ ہیں اور وہ خدا کو دکھانے والے ہیں۔ اس دروازہ سے بارگاہ الٰہی میں داخلہ ملتا ہے۔ شاذ و نادر
[illegible] ورنہ ہر مرید کے لئے شیخ کی ضرورت ہے [illegible] خود [illegible] اس کی تربیت فکری و
عملی [illegible] وہ خود ہی شیخ [illegible] ان کی نگہداشت فرماتا ہے جیسے حضرت ابراہیم اور محمد رسول اللہ اور اویس قرنی
کے ساتھ کیا ہم کو اس کا انکار نہیں لیکن عمومی اور اکثری طریقہ وہی ہے جو ہم نے بیان کر دیا اور وہی طریقہ زیادہ سالم اور بہتر
ہے۔ [illegible] شیخ سے منقطع ہو جانا اس وقت تک کسی مرید کے لئے جائز نہیں جب تک خدا رسیدہ ہو کر مستغنی نہ ہو جائے۔ جب

خدا تک پہنچ جاتا ہے اور اللہ خود اس کی ذکری و عملی تربیت و تہذیب کا متولی ہو جاتا ہے۔ ایسی چیزوں سے واقف کر دے، جو شیخ کو معلوم نہیں اور خود ہی اپنی مشیت کے موافق اس سے عمل کرائے، حکم دے، ممانعت فرمائے، فراخی و تنگی عطا فرمائے، غنی و فقیر بنائے اس کو تعلیم دے، اس کی قسمت اور انجام سے اس کو واقف بنا دے تو وہ اپنی ربانی تعلق کی وجہ سے اللہ کے سوا دوسرے سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ وہ دوسرے کی طرف متوجہ ہونے کی اس کو فرصت ہی نہیں ملتی اور سوا، رب ہی کی نگہداشت اور اللہ کی تعظیم و تکریم اور خدمت کی پابندی کے اس کے لئے کسی اور بات کی گنجائش نہیں ہوتی۔ ایسے وقت میں وہ شیخ سے قطع منقطع ہو جاتا ہے۔ بلکہ اکثر اوقات بالقصد شیخ کی طرف سے گذرنا بھی اس کے لئے حرام ہو جاتا ہے۔ اور اس لئے کہ اتفاقاً شیخ اس کی طرف نکلے یا رستہ میں یا راستہ میں بتقدیر الٰہی بلا ارادہ ملاقات ہو جائے۔ اس قطع تعلق کی اساسی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی حالت کی نگہداشت رکھے۔ رب کی وجہ سے سارے جہان سے مستغنی ہو جائے اپنے حال میں دوسرے کو شریک کرنے سے اس کو غیرت آئے اپنی حالت پر چھا رہے لغزش اور مفارقت حال اور منزلت سے ڈرتا رہے۔ بات یہ ہے کہ حکم شیخ اور مرید دونوں کو جمع کرتا اور دونوں کو اپنے اندر سماتا ہے مگر حال کا اختلاف دونوں کو جدا جدا کر دیتا ہے کیونکہ احوال تقدیر ہوتے ہیں اور تقدیر معلوم نہیں۔ ہاں اختلاف احوال فعل الٰہی ہی ہوتا ہے اور ہر فرد ایک خاص حالت رکھتا ہے۔ آگے بڑھانا پیچھے ہٹانا، بدلنا، تغیر کرنا، حکومت دینا اور حکومت سے الگ کرنا، غنی بنانا، فقیر کر دینا، عزت دینا ذلت دینا اسی کے کام ہیں۔ تقدیری احکام کو ان کے اوقات پر وہ جاری کرتا ہے کسی کو اس کا علم ہے نہ اندازہ۔ یہ تاریک رات ہے، گہرا سمندر ہے، وسیع صحرا ہے۔ سوا خدا کے کسی کو اس کا علم نہیں، یا ان انبیاء و مرسلین اور خاص اولیاء کو علم ہوتا ہے جن کو اللہ واقف بنا دے۔ ان حالات میں داخل ہونے کے بعد جو حقیقت میں صرف اللہ کی تقدیر اور فعل ہیں۔ کوئی دو بھی ایک راستہ میں جمع نہیں ہو سکتے (یعنی ہر ولی کا راستہ اور حال جدا ہوتا ہے) پس جب مرید و شیخ کے راستے الگ الگ ہیں، تو مرید شیخ کا کیا کرے گا۔ شیخ مرید کو ایک رستہ پر لے جائے گا اور مرید دوسرے راستے پر چلے گا۔ ایک کی پشت اور رخ سے جدا ہوں گے تو صحبت و اجتماع کا حصول کہاں سے ہو گا۔ ملاقات ہونا تو بہت دور کی بات ہے اگر ملاقات ہو بھی جائے تو شاذ و نادر اور اتفاقاً ہو گی۔ جو ناقابل توجہ اور ناقابل اعتماد ہو گی۔ اکثر عادت و سنت الٰہی یہی ہے کہ مشائخ و فقراء اس پر ہو چکے ہوں گے۔ اللہ کی قسمیں ہوں شیخ پر اور اس سے مرید پر بھی کہ جب اللہ اس کو اس حالت میں پہنچا دے تو وہ اپنے رب کی وجہ سے شیخ سے بھی مستغنی ہو جاتا ہے۔

مرید کے آداب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بے ضرورت شیخ کے سامنے بات نہ کرے شیخ کے سامنے اپنی کوئی خوبی بیان نہ کرے سوا۔ نماز کے اور کسی وقت شیخ کے سامنے مصلیٰ نہ بچھائے۔ نماز سے فارغ ہو کر مصلیٰ لپیٹ دے اور شیخ کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہو جائے۔ شیخ کی مسند پر اور مصلے پر نہ بیٹھے [illegible] ہوں کیونکہ یہ مشائخ کی خصوصیت ہے [illegible] ہے شیخ کے سجادہ کے برابر ان لوگوں کے سجادے [illegible] سے اجتناب کرنے کی کوشش کرے جو اس سے مرتبہ میں بڑھے ہوں۔ یہ مشائخ کی نظر میں بے ادبی ہے [illegible] شیخ کے سامنے اگر کوئی مسئلہ پوچھے [illegible] مرید کو اس کا فتویٰ اور [illegible] جواب معلوم بھی ہو تب بھی خاموش رہنا چاہئے۔ بلکہ شیخ کی زبان سے جو فیض ہو اس کو غنیمت سمجھے

مان لے اور اس پر عمل کرے لیکن اگر شیخ کے جواب میں کوئی خرابی اور قصور نظر آئے۔ تو اس کی تردید نہ کرے بلکہ اللہ کا شکر ادا کرے۔ کہ اللہ نے اس کو اپنا فضل اور علم اور نور خصوصیت کے عطا فرمایا ہے۔ ان سب باتوں کو دل میں پوشیدہ رکھے زبان پر نہ لائے اور یہ نہ کہے کہ شیخ نے اس مسئلہ میں غلطی کی ہے۔ شیخ کے کلام کو نہ توڑے۔ ہاں اگر بے ساختہ اس کی زبان سے کوئی لفظ نکل جائے تو خیر لیکن اس کی تلافی بھی خاموشی اور توبہ اور دوبارہ ایسا نہ کرنے کا عہد کرکے کرے۔ جیسا گناہوں سے توبہ کرنے کے بیان میں ہم کتاب میں پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ ایسی حالت میں خاموش رہنے میں ہی مرید کے لئے سراسر خیر ہے۔ بوقت سماع شیخ کے سامنے کوئی حرکت نہ کرے۔ ہاں اگر شیخ کی توجہ سے ہو تو وجد کر سکتا ہے۔ مگر اس کو اپنی طرف سے پیدا کردہ حالت نہ خیال کرے۔ البتہ اگر مغلوب الحال ہو جائے۔ اعتبار اور اپنا اختیار ہی نہ رہے۔ تو بقدر مغلوبیت اجازت ہے لیکن جوش ختم ہوتے ہی فوراً سکون ادب اور سنجیدگی کی طرف لوٹ آئے اور جس راز کا اللہ نے اس پر انکشاف کیا ہے اس کو چھپائے رکھے۔ ہم نے یہ بحث بیان کر دیا۔ اگرچہ سماع قوالی بانسری اور رقص کو ہم جائز نہیں سمجھتے اور اس کی کراہت ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ لیکن ہمارے زمانہ والے اپنی خانقاہوں اور مجلسوں میں اس راستہ پر چل رہے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ ایسے کرنے والے سچے ہوں۔ اس لئے ہم نے ان کے مسلک کے موافق یہ بحث بیان کر دیا۔ ممکن ہے کہ سنے ہوئے کلام کا معنی جذبہ صداقت کی آگ کو بھڑکا دے اور آتش برانگیختہ کر دے کہ سننے والا اس کی آگ سے بھڑک اٹھے خودی سے غائب ہو جائے اور اس کے اعضا بے ساختہ حرکت کرنے لگیں۔ لیکن اس شخص کا ان لوگوں کی حالت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا جن کو لطف طبیعت اور لذت ہوس حاصل ہوتی ہے کسی مرے ہوئے محبوب یا طویل زمانہ سے بچھڑے ہوئے معشوق کی یاد ہو جاتی ہے اور محبت کی آگ تیز ہو جاتی ہے سچے مرید کی آگ تو بجھتی ہی نہیں ہے۔ اس کا شعلۂ عشق تو دھیما ہی نہیں ہوتا۔ اس کا محبوب غائب نہیں ہوتا اور نہ اس کا دوست سنسان بنا کر چھوڑتا ہے۔ بلکہ اس کے لئے تو محبوب کا قرب لذت و کیف ہمیشہ بڑھتا ہی رہتا ہے اور اس کو سوا محبوب حقیقی یعنی خدا تعالیٰ کے کلام اور گفتگو کے کوئی چیز نہ بدل سکتی ہے نہ اس کی حالت سے برانگیختہ کر سکتی ہے اس لئے نہ اس کو اشعار کی ضرورت ہوتی ہے نہ گانے کی نہ آواز کی نہ ان مدعیوں کے ہتھکنڈے چالاکی کی جو شیطانوں کے شریک خواہشات پر سوار نفوس کی سواری کے جانور اور ہر ہتھکنڈے چلانے والے کے پیرو ہوتے ہیں۔ مرید کو چاہئے کہ سماع کی حالت میں کسی سے نہ کچھ تعرض کرے نہ مزاحمت کہیں گانے والے سے فرمائش کرنے لگے کہ دنیا سے بے تعلقی پیدا کرنے والے ایسے رقت آفریں اشعار گاؤ جن سے جنت کی حوروں کی اور اللہ کے دیدار کی رغبت پیدا ہو اور دنیا سے دنیا کی لذتوں خوشبوں عورتوں اور دنیا داروں سے گریز کی تعلیم حاصل ہو دنیا کے دکھ مصائب اور تکالیف پر صبر کرنے کی جرأت پیدا ہو اور آخرت کے پرستاروں سے جو دنیا اپنا رخ پھیرتی اور دنیا داروں کی طرف متوجہ ہوتی ہے اس پر صبر آ جائے اس کام کو شیخ کے سپرد کر دے جو محفل میں موجود ہی ہوتا ہے کیونکہ قوم کی باگ ڈور شیخ کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ ہاں اگر سننے والا اس کا مستحق یعنی اہل حال ہو اور ظاہر آداب کا خیال رکھتا ہو اور بناوٹ سے اندرونی طور پر نفرت کرتا ہو تو اللہ خود اس شخص کو روک دیگا جس سے یہ تقاضا کرنا چاہتا ہے یا کسی مصرعہ کی بار بار تکرار کرنے کو قوال کے دل میں ڈال دیگا اور اس طرح سے سننے والے کی خواہش اور ضرورت کو پورا کر دے گا۔

فصل ۲

آداب مرید کا مزید بیان

اگر شیخ سے کچھ سیکھنا چاہتا ہے تو مرید کے واسطے ضروری ہے کہ اس کو یقین راسخ اور تصدیق و اعتقاد ہو کہ اس ملک میں اس کے شیخ سے بڑا کوئی نہیں ہے اس سے اپنے اصل مقصد میں اس کو فائدہ حاصل ہوگا۔ اللہ اس کو قبول فرمائیگا اس کے راز کی حفاظت زندیقہ اور مریدی کے معاہدہ کے اندر وہ جو پیر کی خدمت کر رہا ہے اس کو محفوظ رکھیگا یہاں تک کہ پیر کی زبان سے بھی وہی بات نکلیگی۔ جو اس کے لئے مناسب ہو۔ شیخ کی مخالفت سے بالکل محتاط رہے۔ کیونکہ مشائخ کی مخالفت زہر قاتل ہے اس کا ضرر ہمہ گیر ہے اس سے مخالفت شیخ کسی طرح نہ کرے نہ صراحۃً نہ کسی تاویل کے ساتھ اور کوشش رکھے کہ شیخ سے اپنا کوئی حال اور کوئی راز چھپا کر نہ رکھے اور شیخ کے حکم کی کسی کو اطلاع نہ دے۔

مرید کے لئے جائز نہیں کہ دا(ممنوع کی) رخصت کا طلبگار ہو اور اللہ کی جو نافرمانی چھوڑ چکا ہو اس کی طرف دوبارہ لوٹے کیونکہ یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور اہل طریقت کی نظر میں فسخ ارادت (یعنی مریدی کی شکست) ہے۔ رسول اللہؐ کی حدیث میں ہے حضور اقدسؐ نے فرمایا ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینے والا ایسا ہے جیسا وہ کتا جو قے کرکے دوبارہ اس کو کھالے۔ مرید پر لازم ہے کہ اس کا شیخ اس کی ادب آموزی کے لئے جو کچھ حکم دے اس کی پابندی کرے اگر حکم شیخ کے مطابق ادائیگی میں کوتاہی ہو جائے تو شیخ کو مطلع کرنا ضروری ہے۔ تاکہ وہ اپنی رائے سے کچھ غور کرے اور توفیق عمل سہولت عمل اور کامیابی کے لئے دعا کرے۔

فصل ۳

مرید کی حالت کو درست کرنے کیلئے شیخ کا طرز عمل

شیخ پر لازم ہے کہ محض اللہ واسطے بغیر اپنی غرض کے آمیزش کے مرید کو قبول کرے اور مرید کی خیرخواہی کے لئے مرید کے ساتھ معاشرت اختیار کرے محبت کی آنکھ سے اس کو دیکھے اور ریاضت کی برداشت سے اگر مرید عاجز ہو جائے تو نرمی کے ساتھ اس سے برتاؤ کرے۔ مرید کی ایسی تربیت کرے جیسے ماں اپنے بچہ کی یا مہربان دانشمند ہوشیار باپ اپنے لڑکے یا غلام کی کرتا ہے۔ پہلے پہلے اس کی گرفت آسان کرے ناقابل برداشت بار اس پر نہ ڈالے۔ پھر سخت گرفت کرے سب سے پہلے تمام امور میں دل کی خواہشوں کے ترک کرنے اور شرعی رخصتوں کی پیروی کرنے کا حکم دے۔ تاکہ وہ طبعی خواہشات کی قید سے چھوٹ کر شرع کی قید کے اندر میں آجائے اس کے بعد اس کو رخصت سے عزیمت کی طرف منتقل کرے آہستہ آہستہ ایک ایک خصلت رخصت کو منسوخ کرکے اس کی جگہ خصلت عزیمت کو جماتا جائے۔ اگر آغاز کار ہی میں مرید کے اندر مجاہدہ کی سچائی اور پختگی نظر آئے۔ خداداد نور فراست اور ربانی مکاشفہ کے ذریعہ سے اس کو مرید کے اندر عزیمت کا ہونا معلوم ہو جائے جیسا کہ ایمان اور امانت در علم ادیان کے سلسلہ میں اللہ •

طریقہ جاری ہے (کہ اللہ ان کو نورِ فراست اور کشف روحانی عطا فرما دیتا ہے) تو ایسی حالت میں مرید کے لئے کسی درگذر سے کام نہ لے بلکہ ایسی سخت ریاضتوں کے ساتھ اس کی گرفت کرے جس کی پابندی سے اس کی قوت ارادت قاصر نہ ہو کیونکہ شیخ کے نزدیک یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ مرید کی پیدائش ہی اس کام کے لئے ہے اور وہ اسی کا مستحق اور سزاوار ہے اس لئے اس کے لئے آسانی پیدا کر کے اس کے حق میں خیانت نہ کرے۔ مرید سے فائدہ اندوز ہونا شیخ کے لئے جائز نہیں۔ نہ مرید کے مال سے نہ اس کی خدمت سے۔ ادب آموزی کے عوض کی تہ سے بھی تمنا نہ کرے۔ بلکہ محض اللہ کے حکم کی تعمیل اور اللہ خداوندی کے قبول کے لئے مرید کی تربیت اور تادیب کرے۔ کیونکہ شیخ کے پاس مرید کے آنے میں نہ شیخ کے اختیار کو دخل ہے نہ کشش کو بلکہ اللہ کی رہنمائی اور ہدایت تقدیری پر مدار ہے اسی نے مرید کو اس کے پاس بھیجا ہے۔ گویا مرید خدا کا بھیجا ہوا ایک تحفہ ہے۔ اس کو قبول کرنے کی شکل صرف یہی ہے کہ اس کے ساتھ بھلائی کی جائے۔ اس کو ادب (الہی) سکھایا جائے۔ اس کی (روحانی اور اخلاقی) تربیت کی جائے لہٰذا مرید (کی خدمت) سے یا اس کے مال سے اس کو فائدہ نہ اٹھانا چاہئے۔ ہاں اگر اللہ نے ہی حکم دیا ہو اور مرید سے کام لینے اور اس کی مالی پیشکش کو قبول کرنے کی خبر دیدی ہو۔ مرید کی بھلائی اور نجات اس سے وابستہ کر دی ہو اور شیخ کا اس میں حصہ مقدر کر دیا ہو۔ تو ایسے وقت میں اس سے گریز کرنے اور واپس لوٹا دینے کا کوئی راستہ نہیں۔ مرید کے انتخاب کے سلسلہ میں احتیاط رکھے۔ ایسا نہ کرے کہ جو ہاتھ لگ جائے اس کو مرید کرلے۔ بلکہ اللہ کے حکم اور تقدیر کا منتظر رہے جس کو اللہ خود دے دے اور پیر کی بناوٹ و اختیار کو اس میں دخل نہ ہو اس کو قبول کرلے اور تربیت دے۔ اس صورت میں ادب آموزی کی توفیق اللہ کی طرف سے ملیگی اور مرید کی بہبودی و کامیابی بھی جلد ہو جائے گی لیکن اگر خود اس میں پڑیگا تو نہ توفیق ملیگی نہ مرید کی نگہداشت ہوگی۔

شیخ پر لازم ہے کہ پوری قوت کے ساتھ مرید کو تربیت دے اگر مرید سے اطاعت الہی میں کوئی خلل یا سستی ہو جائے۔ تو تنہائی کے وقت اس کے لئے استغفار کرے۔ مریدوں کے راز کی نگہداشت کرے کسی پر ظاہر نہ کرے مرید کا جو حال شیخ پر منکشف ہو جائے۔ خواہ خداداد علم لدنی کی وجہ سے یا مرید کے بتلانے سے اور مرید اس کو پوشیدہ رکھنے کا خواستگار ہو تو شیخ کے لئے مناسب نہیں کہ دوسروں پر اس کا پردہ فاش کرے کیونکہ یہ مرید کی امانت ہے۔ مثل مشہور ہے نیکوں کے سینے اسرار کی قبریں ہوتی ہیں اس لئے شیخ کو بھی مریدوں کے لئے راحت کدہ، خزانہ راز، تحفظ کدہ اسرار، پناہ گاہ اور مقام حفاظت ہونا چاہئے۔ مریدوں کو دلیر بنانے والا، قوت عطا کرنے والا، مددگار اور ارادت میں ثابت قدم رکھنے والا، راہ دین سے، بے معاصیت سے اور اللہ تک پہنچنے کی راہ رکھنے سے نفرت نہ دلائے۔ مکروہات شرعیہ میں سے کسی مکروہ کا ارتکاب اگر مرید کی طرف سے نظر آئے تو تنہائی میں اس کو نصیحت کرے ادب سکھائے اور پھر ایسی حرکت کرنے سے باز داشت کرے خواہ مکروہ کا ارتکاب صوفی ہو یا فرعی یا مرید کی طرف سے ایسی حالت کا دعویٰ ہو جو ابھی اس کو حاصل نہیں ہوئی یا اپنے عمل پر غرور اور خود بینی ہو پس شیخ مرید کو خودپسندی سے بچائے اس کے احوال و اعمال کو اس کی نظر میں حقیر کر کے دکھائے تاکہ وہ (بیچارہ) تباہ نہ ہو جائے۔ خودپسندی بندہ کو خدا کی نظر سے گرا دیتی ہے۔

اگر جماعت کو عمومی نصیحت کرنے کا ارادہ ہو تو ان کو جمع کر کے عموماً بغیر تعیین کے کہے مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم میں بعض لوگ اس بات کے

مدعی ہیں یا یہ بات کہتے ہیں یا ایسا کرتے ہیں۔ غرض اس سلسلہ کے تمام مفاسد و مصالح کا تذکرہ کرے۔ اُن کو نصیحت کرے اور (برائیوں سے) ڈرائے مگر کسی کی تعیین نہ کرے۔ اس سے ان کے دلوں میں نفرت پیدا ہوگی۔ اگر بدخلقی سے کلام کرے گا یا سختی سے پیش آئے گا اور ان کے اسرار کو فاش کریگا یا ان کی غیبت یا عیب چینی کریگا اور ان کی برائیوں کا تذکرہ دوسروں سے کرے گا تو اس عمل سے ان کے دل اس کی مریدی اور صحبت سے نفرت کریں گے۔ اہل طریقت کی نظر میں یہ عمل مریدوں پر تہمت تراشی قرار پاتا ہے اور محبت اولیا کا جو تخم مریدوں کے دلوں میں بویا جاتا ہے۔ یہ عمل اس کے منافی ہوتا ہے۔ لہٰذا اس سے بڑی احتیاط رکھے لیکن اگر مغلوب الحال ہو جائے اور اس کا تدارک اس کے لئے ممکن ہی نہ ہو تو پھر اس منصب اور مرتبۂ ارشادت سے اپنے آپ کو الگ کرلے اور مریدوں سے الگ ہو کر خود اپنے نفس کے مجاہدے اور ریاضت میں مشغول ہو اور اپنے لئے کسی شیخ کی صحبت اختیار کرے جو اس کو مودب مہذب اور درست کردے۔ ان خطرات کی موجودگی میں وہ شیخ ہونے کا اہل نہیں ہے اس لئے مریدوں کو خدا تک پہنچنے کا راستہ نہ کاٹے۔

باب

دوستوں، غیروں، دولتمندوں اور ناداروں کے ساتھ مجلسی برتاؤ

دوستوں کی مصاحبت ایثار (اپنے نفس پر دوست کو ترجیح) جوانمردی (دوست کی غلطی سے) درگذر اور خدمت کے ساتھ کرے اپنا کسی پر حق نہ سمجھے کسی سے اپنے حق کا مطالبہ نہ کرے بلکہ ہر شخص کا اپنے اوپر حق سمجھے اور ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔ مصاحبت کے حقوق میں سے یہ امر بھی ہے کہ دوستوں کی ہر بات اور ہر فعل سے موافقت کا اظہار کرے اور خواہ اپنا نقصان ہو مگر ان کے ساتھ ہمیشہ رہے اگر ان سے کوئی غلطی ہو جائے تو) ان کے لئے توجیہ کرے اور ان کی طرف سے عذر خواہی کرے، ان کی مخالفت ان سے نفرت ان سے جنگ اور تندی کا برتاؤ چھوڑ دے ان کے عیوب کی طرف سے آنکھیں بند کرلے اگر کسی بات میں کوئی اس کی مخالفت کرے تو بظاہر اس کے قول کو تسلیم کرے۔ خود اس کی نظر میں وہ بات دوست کے قول کے خلاف ہی ہو۔ دوستوں کے دلوں کی پاسداری ہمیشہ رکھے جو فعل ان کو پسند نہ ہو اس سے عذر رکھے خواہ اس میں ان کی خیر خواہی ہی اس کی نظر میں ہو کسی کی طرف سے دل میں کینہ نہ رکھے۔ اگر کسی کے دل میں اس سے ناگواری پیدا ہو جائے تو اس سے ایسی خوش خلقی کا برتاؤ کرے کہ وہ کراہت اس کے دل سے دور ہو جائے اگر خوش خلقی اختیار کرنے کے بعد بھی دور نہ ہو تو زیادہ اس کے ساتھ بھلائی اور خوش خلقی کرے یہاں تک کہ اس کے دل سے ناگواری جاتی رہے۔ اگر کسی شخص کی غیبت وغیرہ سے اس کو اپنے دل میں کبیدگی اور دکھ کا احساس ہو تو اپنی طرف سے اس کا اظہار نہ ہونے دے بلکہ اپنی دکھ کے خلاف اپنا برتاؤ اس کو دکھائے۔

فصل۔ غیروں سے مصاحبت کا تقاضا ہے کہ ان سے اپنا راز چھپائے رکھے ان کو مہربانی اور شفقت کی آنکھ سے دیکھے ان کا دل نہ کے ساتھ کرے۔ طریقت کے حکام ان سے پوشیدہ رکھے ان کی بداخلاقی اور ترک معاشرت پر صبر کرے ان پر اپنی برتری کا خیال اور تیر نہ

جھنے والے اور کہے کہ یہ لوگ تو بچاؤ والے ہیں۔ اللہ ان سے درگذر فرمائے گا۔ مگر اے میرے نفس تو ان لوگوں میں سے ہے جن کی گرفت سخت ہوگی۔ تجھ سے کھجور کی گٹھلی کے سوراخ کا، چھلکے کا اور ہر چھوٹی بڑی بات کا مطالبہ ہوگا۔ بڑی چھوٹی ہر شے کی تجھ سے حساب فہمی کی جائے گی۔ نہ ناواقف کی ان باتوں سے درگذر فرمائیگا جن کی درگذر جاننے والے سے نہیں کریگا۔ عوام کی تو پروا بھی نہیں کی جاتی۔ خواص خطرہ میں ہیں۔

فصل۔ دولت مندوں کی صحبت کا تقاضا ہے کہ ان کے خلاف حجت لائے۔ ان سے طمع منقطع کرلے جو کچھ ان کے پاس ہے اس کا لالچ نہ کرے۔ سب کو اپنے دل سے نکال دے۔ ان کی بخشش کے لئے ان کے سامنے ذلیل ہونے سے اپنے دین کو محفوظ رکھے۔ جیسا حدیث میں آیا ہے حضور اقدس نے فرمایا مالدار کے مال کی وجہ سے جس نے اس کے سامنے اپنی ذلت کا اظہار کیا اس کا دو تہائی دین جاتا رہا۔ ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں ایسی حرکت سے جس سے دین میں نقصان آئے اور ان لوگوں کی صحبت سے بھی پناہ چاہتے ہیں۔ جن کی وجہ سے دین میں رخنہ پیدا ہو اور دین کا قبضہ ٹوٹ جائے اور نور ایمان کران کے مال کی شعاع اور ان کی دنیا کی چمک بجھا دے ہاں اگر سیر یا سفر یا مسجد یا رستے یا کسی مجمع میں ان کی صحبت اختیار کرنے میں مبتلا ہو جاؤ تو خوش خلقی کا برتاؤ ہی اولیٰ ہے۔ یہ عمومی حکم ہے دولت مند ہوں یا فقیر سب کی صحبت کو شامل ہے اس لئے تمہارے لئے مناسب نہیں کہ اپنی ذات کو ان سے بہتر خیال کرو۔ بلکہ یہ عقیدہ رکھو کہ تمام مخلوق تم سے بہتر ہے اسی عقیدہ کی وجہ سے تم کو غرور سے رہائی حاصل ہوگی بفضیلت فقر کی خواہش بھی تم کو اپنے لئے نہ ہونی چاہئے اپنے فقر کی فضیلت کی کوئی عظمت نہ آخرت میں سمجھو نہ دنیا میں نہ اس کی کوئی قدر جانو نہ وزن جیسا کہ ایک مقولہ ہے کہ جس نے اپنے نفس کی بڑائی سمجھی اس کی کوئی بڑائی نہیں اور جس نے اپنے نفس کا وزن قرار دیا اس کا کوئی وزن نہیں۔

مالدار کے لئے تہذیب نفس یہ ہے کہ وہ فقیر کے ساتھ بھلائی کرے۔ مال کو اپنی تھیلی سے نکال کر فقیر کو دیدے اور خود خالی ہو جائے۔ اپنی جان کو (مال کا عارضی قابض یعنی) گذشتہ مالداروں کا جانشین سمجھے۔ خود اپنے کو مالک نہ بنا بیٹھے لیکن فقیر کا ادب نفس یہ ہے کہ مالدار کو اپنے دل سے نکال دے۔ مالدار سے اس کے مال سے بلکہ آخرت و دنیا سے فارغ البال ہو جائے کسی چیز کو اپنے دل میں جگہ قیام کی اور مقام دخل نہ دے بلکہ سب سے خالی اور فارغ ہو کر اپنے رب کے خیال سے دل کے پُر ہونے کا امیدوار ہو۔ اس کی نظر میں سوا خدا کے کسی کی ہستی ہو نہ طاقت و توانائی اس وقت بغیر کسی تکلیف و غم کے اس کے پاس اللہ کا فضل آ جائیگا۔

فصل۔ فقیروں سے مصاحبت کا تقاضا یہ ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں لباس میں ہر لذت میں مجالس میں اور ہر اچھی چیز میں ان کو اپنی ذات پر ترجیح دے اپنی جان کو ان سے کمتر سمجھے کبھی کسی چیز میں فقیروں پر اپنی برتری کا خیال نہ کرے ابوسعید بن احمد بن عیسیٰ کا قول ہے کہ میں فقیروں کے ساتھ بیس سال تک رہا لیکن میرے اور ان کے درمیان کبھی کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جس سے ان کو دکھ پہنچا ہو نہ کوئی نفرت انگیز برتاؤ ہوا کہ ان کو میری طرف سے وحشت پیدا ہو جاتی۔ لوگوں نے کیفیت دریافت کی تو ابوسعید نے کہا میں ان کے ساتھ ہمیشہ اپنے نفس کے خلاف رہا۔ جب تم فقیروں کے پاس جاؤ تو مسرت اور خوش خلقی کے ساتھ جاؤ خوش خلقی کو بطور تحفہ دادِ کام میں لو مگر اس خلق کی وجہ سے اپنے کو ان سے برتر نہ سمجھو بلکہ ان کی طرف سے تمہاری خوش خلقی کو قبول کر لیا جائے تو اس کو

اپنی گردن کے لئے ان کے احسان کا قلادہ ہار سمجھو اور اس خیال سے بھی بچتے رہو کہ تم ان پر کوئی احسان کر رہے ہو یہ خوش خلقی کا برتاؤ تمہاری طرف سے ہو رہا ہے بلکہ اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم کو اس خوش خلقی کی توفیق عطا فرمائی اور تم کو اپنے اولیا اور خواص اور اللہ والوں کی خدمت کرنے کی خصوصیت عنایت کی کیونکہ فقراء صالحین اللہ والے اور اس کے خاص بندے ہوتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا قرآن والے ہی اہل اللہ اور اس کے خاص بندے ہیں۔ قرآن والے وہ ہیں۔ جو قرآن پر عمل کریں۔ جو بلا عمل قرآن کی تلاوت کرتے ہیں وہ اہل قرآن نہیں ہیں۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جو شخص قرآن کے ممنوعات کو حلال سمجھتا ہو وہ قرآن پر ایمان نہیں لایا حقیقت میں تمہارا احسان نہیں بلکہ ان کا احسان ہے جو تمہارے اس تحفہ کو قبول کریں۔

مصاحبت فقراء کے آداب میں سے یہ امر بھی ہے کہ تم ان کو ایسا موقعہ ہی نہ دو کہ ان کو تم سے سوال کرنا پڑے۔ اگر اتفاقاً کوئی فقیر تم سے قرض مانگے تو بظاہر اس کو قرض دیدو اور دل میں ادائے قرض سے اس کو سبکدوش قرار دو اور قریب ہی وقت گذرنے کے بعد اس کو سبکدوشی کی اطلاع بھی دیدو۔ دینے کے وقت ہی اس کو بلا معاوضہ دینے کی خبر نہ دو تاکہ احسان کا بار برداشت کرنے کی اس کو تکلیف نہ ہو۔

فقیر کے ساتھ برتاؤ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس کی مراد جلد پوری کر کے اس کے دل کی پاسداری کرو۔ انتظار کے طول سے اس کے وقت کو مکدر نہ بناؤ کیونکہ فقیر فی الوقت ضرورت مند ہوتا ہے جیسا کہ مقولہ ہے۔ آدمی اپنے دن سے وابستہ ہے (یعنی اس دن کی روزی کا محتاج ہے) فقیر کے پاس مستقبل کے انتظار کا وقت نہیں (اس کی ضرورت تو فوری اور وقتی ہوتی ہے) اگر یہ معلوم ہو کہ فقیر عیالدار اور بچوں والا ہے تو آداب فقر کا تقاضا ہے کہ تنہا اسی کے ساتھ سلوک نہ کیا جائے بلکہ ایسا سلوک کیا جائے جو اس کے لئے بھی کافی ہو اور ان لوگوں کے لئے بھی جن سے ان کو وابستگی ہے۔ منجملہ آداب یہ بھی ہے کہ فقیر اپنا حال بیان کرے اس کو صبر کے ساتھ سنے اور اس کی عرض داشت کا استقبال شگفتہ اور کشادہ چہرہ کے ساتھ کرے ترش روئی ترچھی نظر اور سخت کلامی سے پیش نہ آئے اگر وہ تم سے ایسی چیز مانگے جو تمہارے پاس نہ ہو تو خوبصورتی کے ساتھ اس کو اس وقت تک ٹال دو کہ تم کو اس کی مدد کرنے کی طاقت حاصل ہو جائے قطعی ناامید کر کے اس کے دل میں نفرت نہ پیدا کرو کیونکہ ناامید کرنے کے جذبہ کی تخییب اور نامرادی کی شکست لے کر دل شکستہ ہو کر وہ لوٹے فقیر کبھی بے قابو ہو جاتا ہے اپنے آپ میں نہیں رہتا۔ نفسانیت اس پر مسلط ہو جاتی ہے اور نادانی اس پر غلبہ پا لیتی ہے وہ تم پر غصہ کرنے لگتا ہے اور اللہ نے جو اس کے مقدر میں فقر و فاقہ اور خیرات حاصل کرنی لکھدی ہے اس پر اعتراض کرتا ہے۔ آخر اس کا دل اندھا ہو جاتا ہے اور نور ایمان بجھ جاتا ہے چونکہ اس کے اس نقصان کا سبب تمہاری ذات ہوتی ہے اس لئے اس تمام گناہ میں تم پکڑے جاؤ گے۔ تم نے ہی اس کو واپس لوٹنے کا برا طریقہ ترک کیا۔ خلاق کی نظر سے وہ ثواب معرفت عموم اور بندوں کی مصلحتیں مخفی ہوتی ہیں جو فقیر کے سوال کے اندر چھپا دی گئی ہیں اگر فقیر صبر رکھے اور آداب فقر کو خوبی کے ساتھ دیکھے تو فقر و فاقہ کی خوبیاں کھل جائیں سوال در فقر بند ہو جائے فقیر تھوڑا ہی غنی ہو جائے اور دل بھی اگرچہ ہی اور اللہ کے فضل و احسان و عنایت کے لشکر آجائیں اور رحمت و رافت مہربانی اور نگہداشت کرتا ان کا نگہبان بن جائے اور فرمان ہی وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ کے

حق میں پورا ہو جائے اور اس کو محفوظ بنا دیا جائے اس کی حالت قابلِ رشک ہو جائے وہ تمام چیزوں سے بے پروا ہو جائے اپنے رب سے ہی اس کا لگن ہو سب چیزیں اس کے پاس آئیں وہ کسی کے پاس نہ جائے۔ لوگ اس کو مقصود بنائیں اس کے انوار و اسرار کو حاصل کریں اس کی خوشبو میں اور اس کو کسی کا بھی شعور نہ ہو رب سے پردہ میں ہو جائے۔ صرف مولیٰ سے اس کی لو ہو۔ اس کا جذبہ اس کو مولیٰ کی طرف کھینچے۔ مخلوق کے ساتھ تعلق خاطر کی تاریکی نفس کی موافقت خواہشات کی اتباع اور دنیا و آخرت میں کسی چیز کی طلب کی قید سے اس کو رہائی دیدے۔ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِىْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ۔ اہل جنت نے جب اپنی جانیں اور مال اللہ کے ہاتھ بہشت کے عوض بیچ ڈالے تو اللہ نے بھی ان کی جان و مال کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا انہوں نے دنیا میں افلاس پر صبر کیا۔ جان مال اور اولاد کا پورا اختیار خدا کو دیدیا اور سب کو اسی کے سپرد کر دیا۔ احکام کی پابندی کی اور ممنوعات سے برداشت رکھی اپنے کو مقدرِ الٰہی کے سپردگی میں دیدیا مخلوق سے الگ ہو گئے، ارادہ و قصد اور تمناؤں سے پاک ہو گئے تو اللہ نے بھی ان کو جنت میں داخل فرما دیا اور ایسی نعمتوں میں مشغول کر دیا جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا اور خود ہی فرما دیا اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِىْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ۔

اسی طرح جب فقیر دنیا میں کرتا ہے اور ظاہر قرآن کے مطابق اس کے لئے جنت کا حصول یقینی ہو جاتا ہے تو وہ جنت کے عوض اپنے رب کو لیتا ہے اور مکان سے پہلے ہمسایہ کی طلب کرتا ہے جیسا کہ رابعہ عدویہ نے کہا تھا کہ مکان سے پہلے ہمسایہ کو دیکھو اور اللہ نے بھی خود فرمایا ہے يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وہ اللہ کی ذات (یا خوشنودی) کے طالب ہوتے ہیں کسی گذشتہ (آسمانی) کتاب میں بھی اللہ نے فرمایا تھا دوستوں میں سب سے زیادہ پیارا مجھے وہ بندہ ہوتا ہے جو بخشش (لینے کی تمنا) کے بغیر میری عبادت محض حق ربوبیت کو ادا کرنے کے لئے کرتا ہے۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا اگر اللہ جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا تو کوئی اس کی عبادت نہ کرتا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے اگر اللہ نہ جنت کو پیدا کرتا نہ دوزخ کو تو پوجے جانے کا اہل نہ ہوتا۔ اللہ کا ارشاد ہے هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ۔ وہ اس کا حق دار ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور وہی کو بخشنے کا بھی اہل ہے۔ جب فقیر ان صفات سے موصوف ہو جائے اور اللہ کے سوا ہر چیز سے اس کی فنا ثابت ہو جائے اور ہر چیز کے ساتھ وابستہ ہونے سے اس کا دل پاک ہو جائے، ہر شے سے فانی اور سچائی کا طالب بن جائے اور رب کے سوا ہر چیز سے غائب ہو جائے تو اس امر کا مستحق ہو جاتا ہے کہ اللہ خود اس کی کارسازی اور رہنمائی کرے اور مرتے دم تک دنیا ہی میں اس کو پاکیزہ لذت سے نوازے اور مرنے کے بعد مزید عنایت کرے اور نو بنو قسم کی خلعتیں۔ نور رحمت پاکیزہ زندگی اور قرب محبت عطا فرمائے غرض وہ تمام چیزیں مرحمت فرماوے جو اس نے اپنے اولیا اور دوستوں کے لئے تیار رکھی ہیں اور اپنے اس قول میں اطلاع دی ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِىَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں نہ کسی شخص کے دل میں ان کا خیال آیا۔ ابوہریرہؓ نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا اگر تم (اس کی تصدیق) چاہتے ہو تو پڑھو۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِىَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ۔ اگر تم ایسے شخص کو دیکھ لیتے تو بتا دو گے جو اتقا کا

دل کا غنی ہے۔ حکم مولیٰ کی تعمیل میں اپنے لئے اور اپنے بال بچوں کے لئے مانگتا ہے اور اس میں اللہ کی اطاعت کرتا۔ ورس سے
ڈرتا ہے اور ترک سوال اس لئے نہیں کرتا کہ اللہ نے سوال کا اس کو مکلف بنا دیا ہے اور فقر میں مبتلا کر دیا ہے۔ اللہ نے خود فرمایا ہے
وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ۔ اس کی یہ حالت ہمیشہ نہیں رہے گی۔ عنقریب گذر جائے گی اور اس کے
مقدر میں جو دولت اور قرب مولیٰ کی وجہ سے دوامی عزت ہوگی۔ عنقریب اس کو مل جائے گی۔ تو اے ہاتھ کے غنی اور دل کے
فقیر اپنے نفس اور اپنے رب (کی قدرت) سے جاہل اور اپنے آغاز و انجام سے ناواقف تجھے خدا سزا دے گا دولت تیرے ہاتھ
سے چھین لے گا۔ تو دل کا فقیر تھا ہاتھ کا بھی فقیر ہو جائے گا اور ہمیشہ محتاج رہے گا۔ کسی چیز سے تیرا پیٹ نہیں بھرے گا۔ تمام
چیزوں کی حرص و طلب تجھے رہیگی اور ان چیزوں کی طلب و تحصیل کے دکھ میں پڑا رہیگا۔ جو تیرے مقدر میں نہیں ہیں۔ جیسا کہ
کہا گیا ہے کہ جو چیز مقسوم میں نہ ہو اس کو طلب کرنا سخت ترین عذاب ہے۔ ہاں اگر اللہ تم کو اپنی رحمت سے ڈھانک لے اور گناہ پر
تم کو آگاہ کر دے اور تم توبہ استغفار اور اپنے قصور کا اعتراف کر لو اور اللہ تمہاری توبہ قبول فرمالے اور تم کو بخش دے تو تم
کو عذاب نہ ہوگا۔ لہٰذا اللہ سے توبہ کرو۔ وہ ارحم الراحمین اور غفور رحیم ہے۔

فصل ۱

ادب فقر

فقیر کو چاہیے کہ اپنے فقر سے ایسی ہی محبت کرے جیسے دولت مند اپنی دولت سے کرتا ہے۔ دولت مند ہر طرح کوشش کرتا
ہے کہ اس کی دولت کو زوال نہ ہو فقیر کو بھی چاہیے کہ ایسا ہی کرے تاکہ اس کے فقر کو زوال نہ ہو۔ اللہ سے اپنی فقیری دور کرنے
کی دعا نہ کرے نفس کو تنگی کے وقت غفیف بنانے مالدار ہونے اور غنی بننے کے لئے اسباب معیشت کی فراہمی اور کمائی کے ذریعہ
سے قرض نہ کرے نہ اپنے لئے نہ بال بچوں کے لئے۔

فقیر کی شرط یہ بھی ہے کہ قدر کفایت پر ٹھہر جائے کسی حال میں قدر کفایت سے زیادہ مال نہ لے اور اس قدر لینا بھی محض اللہ کے
حکم کی تعمیل اور قتل نفس کے گناہ میں مبتلا ہونے کے اندیشہ کی وجہ سے ہو۔ اللہ نے فرمایا ہے ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم
رحیما۔ کیونکہ اپنے نفس کے حق کو روکنا حرام ہے اور نفس کا حق ہے بسر وقتی کے بقدر کھانا پینا اور لباس تاکہ جسمانی قوت قائم رہے اور
نماز کے ارکان واجبات اور شرائط کو ادا کرنے سے کمزور ہو جائے۔ کیونکہ ان میں سے ہر چیز واجب ہے

حظ نفس کو چھوڑ دے مقدر میں ہوگا تو بغیر کوشش کے خود کھچکر آ جائے گا اللہ خود کر دے گا اس لئے کبھی لذت کے درپے
نہ ہو۔ ہاں اگر بیمار ہو اور لذت کی کوئی چیز اس کے لئے تجویز کی جائے تو دوا کے طور پر لذیذ چیز کو بیماری کی حالت میں لینا درست
ہے اس وقت اس لذیذ چیز کا وہی حکم ہوگا جو حالت صحت میں روزی کا ہے۔ فقیر کو اپنی فقیری میں ویسی ہی لذت محسوس کرنی چاہیے
جیسے دولت مند اپنی دولت میں محسوس کرتا ہے۔ اپنی ذلت گمنامی اور لوگوں کی نظر میں مقبول نہ ہونے اور اپنے پاس آدمیوں کے نہ آنے

طرف سے اس کو داخل نہ کر دیا جائے۔ اللہ ہی اندازہ اور خاص ارادہ کرتا ہے۔ اگر خود اپنے نفس کو کسی حالت میں داخل
کریگا تو نفس کی گمراہی اور ہلاکت کا سبب خود بنیگا از خود کسی حالت میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک کہ
خدا ہی کا حکم نہ آجائے جس کے قبضہ میں موت و زندگی ہے اور کسی حالت سے اس وقت تک نہ نکلے جب تک کہ
تصرف جو روکتا اور دیتا اور فقیر بناتا اور غنی کرتا اور ہنساتا اور رلاتا ہے اس کو اس حالت سے نہ نکالے یہی
ہے اور اللہ کا قرب بڑھانے والا یہی عمل ہے۔ گذشتہ علماء اہل طریقت کا یہی طریقہ تھا۔ انہی کا اقتداء ...
مخلوق کی انتہا رب الخلائق پر ہے۔

فقیر کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ ہر وقت موت کی آمد کا منتظر تیار اور نگراں رہے نازل شدہ مصائب کی برداشت اور
فقر پر رضامند رہنے میں اس سے مدد ملیگی۔ کیونکہ موت کی یاد سے امیدیں کوتاہ ہوجائینگی نفس میں شکست ہوگی اور نفسانی
خواہشات کا جوش زائل ہوجائیگا۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ لذتوں کی عمارت کو ڈھا دینے والی یعنی موت کی یاد ...
کیا کرو۔ آداب فقیر میں سے یہ امر بھی ہے کہ مخلوق کی یاد دل سے نکال دے یہ بھی آداب فقر میں سے ہے کہ فقیر کو جو کچھ میسر ہے
کھانا ہو یا پھل کتنا ہی کم ہو اگر کوئی غنی بھی اس کے پاس آئے۔ تو خوش خلقی کے ساتھ اس کو پیش کرے کیونکہ ان ... تو وہ ...
چیزوں سے بچتا ہی ہے۔ لہذا ایثار کرنے میں اس کو اس غنی سے اولیٰ ہونا چاہئے۔ جو اپنی دولت کی قید میں پھنسا ہوا ہے ...
ہاں اگر تنگی کی حالت میں عیالدار بھی ہو تو غنی کو دے کر عیال کو تنگی میں نہ ڈالے لیکن اگر اس کو عیال کی طرف سے یقین ہو
کہ وہ بھی ایثار سے خوش دل ہوں گے۔ باپ کی موافقت کریں گے۔ صبر، رضا، معرفت، یقین اور نور کا ظہور ان کی زبانوں سے
اعضاء سے اور نفسوں سے ہو رہا ہو۔ تو ایسے وقت میں خرچ ہو یا روک عطا ہو یا منع جو چاہے کرے کسی بات کی پروا نہ کرے۔

ادب فقر میں سے یہ امر بھی ہے کہ تنگدستی کی حالت میں اپنے تقوی کی احتیاط رکھے ناداری کی وجہ سے خوف ترک کر دے ...
اور عزیمت چھوڑ کر رخصت کی طرف نہ بڑھ جائے کیونکہ تقوی پر دین کا مدار ہے اور طمع میں دین کی بربادی ہے۔ مشتبہ چیز ...
کے لینے میں دین کا بگاڑ ہے جیسا کہ ایک نیک آدمی کا قول ہے۔ فقر کی حالت میں تقوی جس شخص کے ساتھ نہ رہے ...
حرام کھالیتا ہے۔ اس لئے فقیر پر لازم ہے کہ دین میں تاویل کی طرف مائل نہ ہو۔ بلکہ عزیمت کو اختیار کرے ... شعار
بھی ہے اور زیادہ احتیاط کی چیز ہے۔

فصل ۲

مخلوق سے سوال کرنے کا بیان

فقیر کے آداب میں سے یہ امر ہے کہ جب تک بقدر کفایت چیز موجود ہو مخلوق سے سوال نہ کرے اگر ضرورت ... مجبور
کرے تو بقدر حاجت، ... سوال کا کفارہ اس کی حاجت ہو جائے گی اس وقت سوال کرنا اس ...

جہاں تک ممکن ہو اپنے لئے نہ مانگے بلکہ اہل وعیال کے لئے سوال کر سکتا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا۔ اگر درہم کی ضرورت ہو اور ایک دانگ موجود ہو تو جب تک دانگ کو صرف نہ کرلے اور کیسہ سے بالکل خالی نہ ہو جائے سوال کرنا جائز نہیں ایک مقولہ ہے کہ جب تک جیب میں کچھ موجود ہے غیب سے کوئی چیز نہیں آئے گی۔

سوال کی ایک شرط یہ ہے کہ مخلوق پر نظر نہ رکھے۔ اس کا سوالیہ اشارہ خدا کی طرف ہو، مخلوق کو وکیل اور کارکن ایجنٹ سمجھے۔ اللہ کو چھوڑ کر اس کو رب نہ قرار دے۔ مخلوق سے سوال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق کو اپنا اور اپنے اہل بچوں کا حال بتا دے۔ اللہ کا شکوہ نہ ہو۔ سوال کرنے کی صورت استفہامیہ ہو شکایت یوں کہے، کیا ہمارے لئے آپ کو کچھ دیا گیا ہے۔ کیا آپ پر ہمارا کچھ ذمہ ڈالا گیا ہے۔ کیا آپ کو اجازت دی گئی ہے۔ اے اللہ کے نمائندے اے اللہ کے خزانچی۔ اے اللہ کی طرف سے مال کی امانت پر مامور اے اللہ کے مملوک۔ اے اللہ کے در کے فقیر۔ اے شخص تم اور میں اپنے اپنے مقبوضہ مال میں ایک حیثیت رکھتے ہیں۔ ہم میں سے کوئی مالک نہیں۔ مالک کوئی اور ہے۔ ہم سب اس کے دست نگر ہیں۔ اگر ایسے الفاظ کے ساتھ سوال کرے تو سوال کرنا اس کے لئے حلال ہے۔ ورنہ حرام۔ ایسے شخص کی کوئی عزت نہیں جو مشرک ہو فریبی ہو ریاکار ہو بت پرست ہو اہل طریقت سے خارج ہو جھوٹا دعوے کرنیوالا ہو جھوٹ بولنے والا ہو۔ دوغلا ہو بے دین ہو۔ یعنی جو فقیر مخلوق کو کارساز سمجھکر سوال کرتا ہے۔ وہ حقیقت میں مشرک ہے فریبی ہے بت پرست ہے الخ۔ فقیر کو اگر کچھ دیدیا جائے تو شکر کرے نہ دیا جائے تو صبر کرے۔ سچے فقیر کے یہی اوصاف ہوتے ہیں۔ اگر سوال رد کر دیا جائے تو اداس نہ ہو جائے حالت نہ بگاڑے نہ غصہ کرنے لگے اعتراض کرنے لگے اور سوال رد کرنے والے کو برا کہنا شروع کر دے کہ اس کے ساتھ ایسا کرے گا تو اس پر ظلم کرے گا۔ وہ اللہ کی طرف سے مامور ہے وکیل ہے۔ وکیل موکل کے حکم کے موافق کرتا ہے دینے والا تو موکل ہے اور وہ اللہ ہے۔ بندہ اللہ ہی کی طرف رجوع کرے اسی سے سہولت اور آسانی پیدا کرنے کی درخواست کرے تاکہ لوگوں کے دلوں کو اللہ اس کی طرف مائل کر دے مشکلات کو آسان کر دے رزق کو جاری کر دے مقسوم چیزوں کو اس کی طرف پہنچا دے۔ بھوک، دکھ اور بڑے چھوٹے آدمیوں کو خوار ہونے کو دور کر دے۔ شاید دینے سے لوگوں کے ہاتھ اللہ ہی نے اس لئے روک دیئے ہوں کہ اپنی طرف رجوع کرانا مقصود ہو۔ اس لئے اللہ کے دروازہ سے چمٹ جائے اور عاجزی کے ساتھ دروازہ کا پردہ کو ہٹا دے کیونکہ حقیقت میں دینے والا تو اللہ ہی ہے۔ بندے دینے والے نہیں ہیں۔

فصل ۳

آداب معاشرہ

دوستوں کے ساتھ معاشرت اچھی رکھنی چاہئے ان کے سامنے شگفتہ رو ہو ترش رو نہ ہو۔ جو کچھ وہ چاہتے ہوں اس کی مخالفت نہ کرے۔ بشرطیکہ شریعت نے اس کی اجازت دی ہو اور اللہ نے اس کی ممانعت نہ کی ہو۔ اس کے کرنے میں گناہ کا ارتکاب نہ ہو، شریعت کی مخالفت اور ممانعت میں سے کچھ نہ ہو۔ دوستوں سے جھگڑا خصومت نہ کرے ہمیشہ دوستوں کا مددگار رہے

لیکن شرط وہی ہے جو ہم نے ابھی بیان کر دی۔ دوست اگر مخالفت کریں تو ان کی مخالفت کو برداشت کرے ان کی طرف سے
پہنچنے والے دکھ پر صبر کرے ان سے کینہ نہ رکھے کسی دوست کے لئے برائی کھوٹ اور فریب دل میں چھپا نہ رکھے ان کی غیر حاضری
میں اس کی غیبت نہ کرے اور سامنے بھی برا نہ کہے۔ دوست کی غیر حاضری میں اس کی طرف سے ہر الزام اور برائی کو دفع کرے
جہاں تک ممکن ہو دوست کے عیب اپنے دوسرے دوستوں سے چھپائے۔ کوئی دوست بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرے
اگر کسی وجہ سے عیادت نہ کر سکے تو صحت کے بعد اس کو جا کر صحت کی مبارکباد دے۔ اگر خود بیمار ہو جائے اور کوئی دوست عیادت
کو نہ آئے تو اس کو معذور سمجھے۔ پھر اگر وہ دوست بیمار ہو جائے تو اس سے بدلہ نہ لے بلکہ اس کی عیادت کو جائے جو شخص رشتہ توڑے
اس سے یہ رشتہ جوڑے جو اپنی عطا سے محروم رکھے اس کو دے۔ جو ظلم کرے اس کو معاف کرے جو برائی کرے اس کو اپنے دل میں
معذور سمجھے اور خود ہی اپنے نفس کو برا کہے۔ اپنی چیز کو دوستوں کے لئے ممنوع نہ قرار دے دوسروں کی چیزوں میں ان کی اجازت
کے بغیر تصرف نہ کرے اپنے تمام حرکات سکنات میں تقویٰ کی عرفت سے غافل نہ ہو۔ اگر کوئی دوست بے تکلفی کے ساتھ اس سے
کسی مال کا خواستگار ہو تو شگفتہ روش اور بشاش ہو کر منت کشی کے ساتھ فوراً اس کی درخواست کو پورا کرے اس کا احسان مانے
کہ اس نے بے تکلفی اور حاجت روائی کے قابل اس کو قرار دیا۔ جہاں تک ممکن ہو کسی سے کوئی چیز استعمال کے لئے بطور عاریت
نہ لے اگر کوئی اس سے لے تو بقدر امکان اس سے واپسی کا مطالبہ نہ کرے۔ کیونکہ اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے ہی اس نے
مانگی ہے پھر واپسی کیسی۔ بطور عاریت چیز کو واپس مانگنا شان فقر کے مناسب نہیں جس طرح شریعت میں ہبہ اور صدقہ کی ہوئی چیز
کا واپس لینا اچھا نہیں اگر واپس لینے سے اپنے کو نہ روک سکے تو واپس لے کر پھر اس کو استعمال کے لئے دیدے واپس نہ
کرے۔ خواہ نعوذ باللہ ہی ایسا کرنا پڑے۔ اپنا مال لے کر دوستوں سے الگ تھلگ ہو جانا فقیر کی شان کے مناسب نہیں کیونکہ نعمت
اللہ کی طرف سے ملی ہوتی ہے کسی چیز کی قید میں نہیں۔ کوئی چیز اس پر قابو نہیں پا سکتی۔ جو شخص کسی چیز کا مالک ہوتا ہے حقیقت
میں وہ چیز اس کی مالک ہوتی ہے کیونکہ اس کی محبت اس کے دل پر غالب ہوتی ہے جس کے ہاتھ میں آدمی کی مہار ہو وہ
بندہ بن گیا اپنے ہاتھ میں جو چیزیں ہیں سب کا مالک وہ اللہ ہی کو جانتا ہے۔ سب لوگ اللہ کے بندے ہیں اور بندوں کی تمام
چیزیں اللہ کی ملک میں برابر ہیں جو چیز کسی دوست کے قبضہ میں ہو اس کے استعمال میں شرع تقویٰ اور خدا کی پابندیوں کو ملحوظ
رکھے تاکہ بے دین ہر چیز کو مباح سمجھنے والے گروہ میں اس کا شمول نہ ہو جائے۔ اگر کوئی تکلیف یا فاقہ آ جائے تو بقدر امکان دوستوں
سے چھپانا چاہئے تاکہ اس کی وجہ سے ان کے دل پریشان نہ ہوں اور ان کو تکلیف نہ ہو۔ اگر کوئی غم و اندوہ آ جائے تو دوستوں
پر اس کا بھی اظہار نہ کرے تاکہ ان کی مسرت خوشی راحت اور لذت زندگی میں پریشانی نہ پیدا ہو۔ اور اگر ان پر کسی رنج و غم کا اثر
دکھائی دے اور وہ بظاہر مسرت و خوشی کا اظہار کریں تو ظاہر میں یہ بھی اظہار مسرت و شگفتگی میں ان کی موافقت کرے اور جو
اداسی اور رنج و غم وہ پوشیدہ رکھتے ہیں یہ بھی اس کو اپنے دل میں چھپائے رہے ایسی کوئی بات ان کے سامنے نہ کرے جس کو وہ
ناگوار سمجھتے ہوں اور کسی امر میں ان کی مرضی کے خلاف نہ کرے۔ اگر کسی وجہ سے دلوں میں اداسی پیدا ہو جائے تو حسن معاشرت کے

تقاضا ہے کہ حسن خلق کی گفتگو شروع کر دے اور اسی کی طرف اپنے دل کو متوجہ کر دے تاکہ اداسی دور ہو جائے۔ ہر شخص سے اس کی حیثیت کے موافق برتاؤ کرے اور اس کی حد سے آگے تکلیف نہ دے۔ بلکہ جب تک شریعت کی مخالفت نہ ہو اس کی پیروی کرے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہمارے انبیاء کے گروہ کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق گفتگو کریں۔ اپنے سے پیچھے والے سے شفقت اور اوپر والے سے تعظیم اور برابر والے سے مہربانی بھلائی اور ایثار کا برتاؤ کرے۔

فصل ۴

فقیر کے لئے کھانے کے آداب

حرص کے ساتھ نہیں کھانا چاہئے نہ بے نیازی کے ساتھ بلکہ کھاتے وقت اللہ کی یاد دل میں رکھے اللہ کو نہ بھولے۔ بزرگوں سے پہلے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے، دوسرے سے کھانے کو نہ کہے۔ نہ اپنے سامنے سے کوئی کھانا اٹھا کر اس کے سامنے رکھے۔ ایسا نہ خدمت کے طور پر کرے نہ خوش خلقی کے طور پر۔ ہاں میزبان کے لئے یہ بات جائز ہے۔ یہ میزبان کی طرف سے ایک قسم کی خدمت ہے۔ کھانے والے میزبان سے یہ نہ کہے کہ میرے ساتھ آپ بھی کھائیے۔ جس جگہ بٹھایا جائے بیٹھ جائے دوسری جگہ پسند نہ کرے۔ اس وقت کھانے سے دستکش نہ ہو جب تک ساتھ والے کھانا کھائیں۔ اس فعل سے ساتھ والے کو جھجک ہوگی اور وہ کھانے سے رک جائے گا۔ جب تک تھوڑا کھا رہا ہو اس کے سامنے سے کھانا نہ اٹھانا چاہئے (بلکہ) جب تک اس کی آنکھ کھانے پر ہو کھانا نہ اٹھانا چاہئے۔ کھانے پر ساتھیوں کا اتنا ساتھ دے کہ نفرت نہ ہو اگرچہ خود بھوک نہ ہو کسی کو لقمہ بنا کر دسترخوان پر نہ دے۔ اگر پانی پیش کیا جائے تو ایک قطرہ بھی واپس نہ دے اگر میزبان خدمت کے لئے کھڑا ہو تو اس کو منع نہ کرے۔ اگر وہ خود ہاتھوں پر پانی ڈالنا چاہے تو اس کو نہ روکے۔ اغنیا کے ساتھ خودداری کے ساتھ کھائے۔ رفقاء کے ساتھ ایثار کے ساتھ اور دوستوں کے ساتھ بے تکلفی کے ساتھ۔ جب تک کھانا سامنے نہ آ جائے دل میں کھانے کا خیال بھی نہ آنے دے اور جب سامنے آ جائے تو کھانے کی خواہش میں نفس کی مدد نہ کرے۔ ممکن ہے وہ کھانا قسمت میں ہی نہ ہو اور کبھی اس خواہش کو دخل نہ کرنا چاہئے۔ آرزو خام میں پڑ کر اللہ سے محجوب عبادت اور اپنے حال کی نگرانی سے غافل ہو جائے بلکہ آرزو سے منہ موڑ کر اپنے حال کی درستی میں مشغول ہو تو محفوظ رہے گا۔ کھانا قسمت میں ہو اور سامنے آ جائے تو اس کی خواہش کرے اور کھا کر اللہ کا شکر ادا کرے۔ کھانے کو ہی اصل مقصد نہ بنائے ورنہ اس سے دل کی وابستگی نہ رہے گی ورنہ کھانے کے ذکر کو اپنا ذکر کیا۔ کلام نبوی ہے کہ اپنے دلوں کو [illegible] ہے بیماری سے صحتیاب ہونے تک کھانے پینے اور دوسری خواہشوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے اسی طرح نفس کی خواہش روحانی بیماری ہے اللہ جب [illegible] جیسے محبوب اپنے غلام کے ہاتھ خود کھانے پینے کی چیز بھیجدے اور [illegible] صحت اسی میں ہے کہ کسی حالت میں بھی اس سے اپنے حال کی نگہداشت [illegible] کبھی کسی چیز کو [illegible] بنائے نہ حرکت و سکنات میں کسی چیز سے کبھی [illegible] کرے۔

فصل ۵

فقراء کے باہمی آداب سلوک

اپنی کسی چیز کو ساتھیوں سے روک کر نہ رکھے ۔ مثلاً اپنے کپڑے جانماز کوزے اور اسی طرح کی دوسری چیزیں ساتھیوں سے روک کر نہ رکھے ۔ اگر کوئی اس کے جانماز پر قدم رکھ دے تو اداس نہ ہو جائے اپنا قدم دوسرے کی جانماز پر نہ رکھے ۔ اپنے سے اونچے مرتبہ والے کے مصلے سے اوپر اپنی جانماز نہ بچھائے ۔ اگر کوئی اپنا ہاتھ اس کے شانہ کی طرف بڑھائے تو اس کو نہ روکے مگر اپنا ہاتھ کسی کے شانہ کی طرف نہ بڑھائے ۔ کسی سے خدمت نہ لے ۔ خود ہر ایک کی خدمت کرے ۔ درویشوں کے پاؤں دبائے اور کوئی درویش اس کے پاؤں دبانا چاہے تو منع نہ کرے ۔ اگر درویش حمام میں جائیں تو حامی سے مالش نہ کرائیں لیکن اگر کوئی درویش دوسرے درویش کی مالش کرنی چاہے تو کرنے دے اس کو نہ روکے ۔ اگر کوئی درویش کسی درویش کے خرقہ یا جانماز یا کسی اور چیز کی طرف (پسندیدگی کی نظر سے) دیکھے تو اسی وقت اس کو دیدے ۔ اور اپنی ذات پر اس کو ترجیح دے ۔

کھانے کے وقت بلکہ ہر کام کے وقت درویشوں کو اپنے انتظار میں نہ رکھے ۔ جہاں تک ممکن ہو کسی کے دل کو متفکر کرنے کی تکلیف نہ دے کیونکہ انتظار کرنے والے پر انتظار کا بار پڑتا ہے ۔ فقیر کو کھانا بھیجنا چاہے تو انتظار میں نہ رکھے ۔ شوربہ کا انتظار بڑی ذلت ہے ۔ بقدر امکان کسی چیز کو ذخیرہ بنا کر نہ رکھے کھانا زیادہ نہ ہو تو جب تک بچ نہ جائے خود نہ کھائے ۔ کوشش کرے کہ جو کھانا درویشوں کو پیش کیا جا رہا ہے ۔ وہ بہت ہی پاکیزہ اور ان کی طبیعتوں کے موافق ہو ۔ اگر جماعت کے ساتھ ہو تو کسی چیز کو لینے یا کھانے میں انفرادیت نہ اختیار کرے ۔ اگر آغاز اسی سے کیا جائے تو مناسب ہے کہ اس چیز کو وسط میں رکھدے اگر بیمار ہو اور بطور دوا کسی چیز کو مخصوص طور پر لینے کی ضرورت لاحق ہو تو مناسب ہے کہ جماعت سے اس کی اجازت لے لے ۔ اگر کسی مسافر خانہ یا مدرسہ میں فروکش ہو تو وہاں کے شیخ یا خادم کے زیر حکم رہے ان کے مشورہ کے بغیر کچھ نہ کرے ۔ اور کسی جماعت میں ہو تو جس کام میں وہ مشغول ہوں اس میں ان کی موافقت کرے ۔ درویشوں کے ساتھ ہو تو بلند آواز سے تسبیح یا قرآن نہ پڑھے بلکہ آہستہ پوشیدہ رکھکر پڑھے یا زبانی ذکر چھوڑ کر تفکر اور عبرت اندوزی کی طرف متوجہ ہو جائے جو باطنی عبادت ہے ۔ لیکن اگر وہ رقص میں ہو تو کسی چیز میں مضائقہ نہیں کیونکہ ذکر کی درستی اور فرحت اس کا اثر خود کر دیگا ۔ وہی حکم دے گا وہی ممانعت کریگا وہی جماعت کے دلوں کو اس کا تابعدار اس کی طرف مائل کر دیگا ۔ وہی جماعت کے دلوں کو اس کی محبت سے کھینچ اس کی ہیبت اور تعظیم سے بھر دے گا ۔ ذکر کے علاوہ دوسری کوئی بات بھی جلد کرنا نہیں چاہئے ۔ اگر جماعت کے ساتھ ہو تو کسی ایک سے سرگوشی نہ کرے اور درویشوں کی جماعت میں جہاں تک ممکن ہو کھانے پینے اور دنیا کے جھگڑوں کی کوئی بات نہ کرے ۔ جہاں تک ممکن ہو اور چارہ کار ہو تو درویشوں کی جماعت میں کچھ تحریر بھی نہ کرے بلکہ بیٹھے ہوئے پر عمل اور باطنی مراقبہ و تفکر در

اپنے حال کی نگہداشت میں مشغول رہے۔ درویشوں کے سامنے زیادہ نوافل بھی نہ پڑھے۔ اگر درویشوں کی جماعت روزہ رکھے تو خود بھی روزہ رکھ کر ان کی موافقت کرے تنہا روزہ نہ رکھے اگر درویش بیدار ہوں تو خود نہ سو جائے۔ ہاں نیند سے مغلوب ہو جائے تو خیر تنہا سو سکتا ہے لیکن اتنا ہی سوئے کہ نیند کا جوش ٹوٹ جائے۔

کسی چیز کی خواہش اور اختیار کرنے میں دوسرے درویشوں سے پیش قدمی کرنی مناسب نہیں۔ جہاں تک ممکن ہو ایسا نہ کرے۔ اگر درویش اس سے کچھ طلب کرے تو رد نہ کرے۔ خواہ تھوڑی سی چیز دے کر ہی اس کا سوال پورا کر دے، طول انتظار کا دکھ اس کے دل کو نہ دے۔ اگر کوئی اس سے مشورہ کرے تو اس کی بات پورے ہونے سے پہلے جواب دینے میں جلدی نہ کرے بلکہ اس کو اتنا وقت دے کہ جو کچھ اس کے دل میں ہے سب پوری کرے پھر رد اور انکار کا جواب اس کو نہ دے اگر اس کا سوال درست معلوم نہ ہو تو شروع میں اس کی موافقت کرے اور کہے ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے۔ پھر نرمی کے ساتھ وہ بات بتائے جو اس کی رائے سے زیادہ صحیح ہو لیکن درشتی اور سختی نہ کرے۔ یہ بھی آداب فقراء میں سے ہے کہ کھانے کے وقت کھانے کی نہ تعریف کرے نہ برائی

فصل ۶

بیوی بچوں کے ساتھ تعلقات

بقدر امکان خوش خلقی اور دستور کے موافق ان کو مصارف دینا ادب درویش ہے۔ اگر آج صرف آج کی ضرورت کے لائق کوئی چیز ہاتھ آئے تو وقتی ضرورت کو ٹال کر کل کے لئے کچھ جمع نہ کرے لیکن ضرورت وقتی سے بچ رہے تو کل کے لئے رکھ لے لیکن اپنے لئے نہیں بلکہ اہل بچوں کے لئے اگر اس میں سے خود بھی کھائے تو اہل و عیال کے ذیل میں۔ اہل بچوں کا خدمتگار اور وکیل بن کر اس طرح جیسے کہ خادم اپنے آقا کے طفیل میں کھاتا ہے۔ یقین رکھے کہ اہل عیال کی خدمت کرنے اور ان کے لئے تکلیف اٹھانے اور ان کی ضروریات فراہم کرنے میں حکم الٰہی کی تعمیل اور اس کی اطاعت ہے۔ اپنے نفس کی خواہش پوری کرنے سے ناکش موجب ہے۔ اہل بچوں کو اپنے اوپر ترجیح دے۔ اگر کھائے تو ان کی اشتہا کی موافقت میں اپنی ذاتی اشتہا کی موافقت کرنے پر ان کو آمادہ نہ کرے۔ اگر کوئی ایسی چیز گرمی کے زمانے میں اس کے ہاتھ میں ہو جو سردی کے زمانہ میں کام آنے والی ہے اور گرمی کے زمانہ میں اس کی قیمت کی ضرورت ہو تو فروخت کر کے اس کی قیمت اپنی ضرورت میں صرف کرے۔ اگر آج کی ضرورت پوری ہونے کے لائق اس کو مل گیا ہو لیکن مزید کمائی کرنے سے کل کو اہل بچوں کے مصارف کے لئے جمع ہو جانے کا خیال ہو تو کمائی میں مشغول نہ ہو بلکہ آج کی ضروریات پوری ہونے کی مقدار پر قناعت کرے بقدر ضرورت مقدار پر قناعت واجب ہے۔ کل کی روزی کی تدبیر کل پر چھوڑ دے۔ اگر خود اس کے اندر توکل و زندہ داری بھوک اور دکھ پر صبر کرنے کی طاقت ہو اور اہل بچوں میں ایسی قوت نہ ہو تو ان کو اپنی حالت پر مائل کرنے کی دعوت نہ دے بدن کے لئے حرکت اور سعی کرے۔ اگر بیوی بچوں کے اندر اللہ کی اطاعت حسن سیرت اور عبادت محسوس کرے تو کسب حلال اور مباح چیز ان کو کھلانا واجب ہے تاکہ اس سے اللہ کی طاعت اور نیکی کا نتیجہ نکلے حرام نہ کھلائے حرام کھلانے سے نافرمانی اور گناہ کی پیدائش

فصل ۷

درویش کے آداب سفر

ہم اس کتاب کے کتاب الادب میں ذکر کر چکے ہیں کہ مومن کا سفر اپنے برے خصائل کو چھوڑ کر اچھی صفات کے حصول کرنے کی جانب ہونا چاہئے۔ اس لئے لازم ہے کہ صحت تقویٰ کے ساتھ رضا مولیٰ کی طلب میں اپنی نفسانی خواہش سے نکل جائے درویش اگر اپنے شہر سے سفر کرنا چاہتا ہو تو سب سے پہلے ان سب لوگوں کو راضی کر لینا چاہئے جن کا اس سے کچھ جھگڑا ہو ماں باپ سے یا ان لوگوں سے جو وجوب حق میں ماں باپ کے قائم مقام ہیں۔ مثلاً چچا، ماموں، دادا، دادی وغیرہ سے اجازت لینی ضروری ہے۔ جب سب راضی ہو جائیں تو سفر کے لئے روانہ ہو۔ اگر عیال دار ہو اور ان کو چھوڑ کر جانے میں ان کو ضرر پہنچنے اور تباہ ہونے کا اندیشہ ہو تو ان کی ضروریات کی درستی کے بغیر سفر کرنا ناجائز ہے۔ یا سب کو ساتھ لے جائے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ آدمی جس کا رزق فراہم کرتا ہے اس کو ضائع کر دینا کافی گناہ ہے۔

درویش کے سفر کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ سفر میں ہر جگہ اس کا دل اس کے ساتھ ہو۔ پیچھے رہنے والے تعلقات کی طرف اس کی توجہ نہ ہو۔ نہ مطلوبات سے اس کے دل کو وابستگی ہو۔ بلکہ دل ہر چیز سے خالی ہو۔ جہاں ہو اس کا دل اس کے ساتھ ہو۔ ابراہیم بن دوحہ کا قول منقول ہے۔ ابن دوحہ نے کہا کہ میں ابراہیم بن شیبہ کے ساتھ ایک صحرا کو گیا ابن شیبہ نے مجھ سے کہا۔ جو کچھ تیرے پاس ہے سب پھینک دے میں نے ہر چیز پھینک دی۔ مگر ایک دینار روک لیا۔ ابن شیبہ نے کہا میرے باطن کو دوسرے رشتہ میں نہ رکھ۔ جو کچھ تیرے پاس ہے سب پھینک دے میں نے وہ دینار بھی پھینک دیا۔ ابن شیبہ نے کہا وہ تمام چیزیں پھینک دے جن سے تیری وابستگی ہو۔ یہ سن کر مجھے جوتے کے تسمے یاد آئے جو میرے پاس موجود تھے میں نے ان کو بھی پھینک دیا۔ خدا کی قسم راستہ میں جہاں بھی اگر تسمہ کی ضرورت پڑی تو مجھے اپنے سامنے مل گیا۔ ابن شیبہ نے کہا، جو شخص اللہ کے ساتھ سچائی کا معاملہ کرتا ہے اس کا حال ایسا ہی ہوتا ہے

حالت اقامت میں جو وظیفے پڑھتا تھا سفر کی حالت میں ان میں کمی نہ کرے کیونکہ سفر سے تو احوال میں بیشی ہوتی ہے سفر کی وجہ سے اپنے اعمال و احوال میں اختلال نہ پیدا ہونے دینا چاہئے۔ رخصت کا جواز صرف عوام اور کمزور لوگوں کے لئے ہے اہل قوت اور خواص کے لئے رخصت نہیں بلکہ ہمیشہ ہر حال میں ان کے لئے عزیمت ضروری ہے۔ اللہ کی توفیق ان کے شامل حال ہوتی ہے رحمت ان پر نازل ہوتی ہے خدائی نگہبان ان کے ساتھ ہوتے ہیں اللہ کی طرف سے ہمیشہ ان کی نگہداشت ہوتی محبوب ان کا ہمنشین ہوتا ہے محبوب سے دل کا لگاؤ قربت بنتا ہے اس کی وجہ سے ہر چیز سے بے نیازی ہو جاتی ہے اس کی امداد مسلسل و پیہم آتی رہتی ہے خواص کی اعانت محبوب کی طرف سے ٹوٹتی نہیں۔ ان کی مدد کے لئے

غیبی لشکر بکثرت پیہم اور حلقہ در حلقہ مامور رہتے ہیں اس لئے سفر تو ان کو مزید قوت حاصل ہوتی ہے جس کلام کے وہ درپے رہتے ہیں اس کے لئے تو سفر زیادہ بہتر اور مناسب ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ سفر میں ان تمام اسباب سے دوری ہو جاتی ہے جو معبود بنے ہوئے ہیں اور اس مخلوق سے تجرد ہو جاتا ہے جو بتوں کی حیثیت رکھتی ہے۔ جو صلیب سے زیادہ گمراہی کی چیز اور شیطان سے سخت اغوا کرنے والی ہے۔

درویش کے لئے مناسب ہے کہ آغاز سفر میں دل کی نگرانی رکھے غفلت کی حالت میں نہ نکل کھڑا ہو۔ کوشش کرتا رہے کہ سفر میں خدا کو دل سے فراموش نہ کرے۔ اس کا سفر کسی طور پر دنیوی غرض کے لئے نہ ہو تو چاہئے بقصد حج یا شیخ کی ملاقات یا کسی مقدس مقام کی زیارت۔

اگر دوران سفر میں کسی جگہ درویش کو اپنا دل کدورتوں سے بالکل صاف اور زندگی کامل نظر آئے۔ تو اسی جگہ جم جائے وہاں سے نہ ہٹے۔ ہاں اگر اللہ کا قطعی حکم یا خاص فضل یا تقدیر سے ایسا کرنا پڑے۔ تو اس وقت وہاں سے ہٹ کر اس جگہ چلا جائے جہاں جانے کا حکم ہوا ہو یا جہاں تقدیر لیجائے بشرطیکہ یہ درویش ان لوگوں میں شامل ہو جو بعض اثر پذیر ہونے والے ہیں اپنی خواہشات ارادوں اور آرزوؤں سے آزاد سب کی طرف سے فانی اور مرادیت و محبوبیت کے درجہ پر فائز ہیں۔

اگر کسی جگہ درویش کی عزت اور مقبولیت نمایاں ہو جائے تو اس مقبولیت کو اپنے لئے پریشان کن سمجھے اور وہاں سے نکل جائے تاکہ اللہ سے حجاب نہ ہو جائے اور خدا سے دوری پیدا نہ ہو جائے اور نصیب میں صرف مخلوق ہی رہ جائے لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب خواہش نفس کا وجود باقی ہو۔ اگر خواہش کی ہستی ہی باقی نہ رہی ہو تو پھر اس کی نظر میں نہ مخلوق کی کوئی ہستی رہتی ہے نہ ان کی طرف سے قبولیت کا کوئی نشان سب دل سے نکل چکے ہیں۔ درویش اور مخلوق کے درمیان حجابات ہو جاتے ہیں۔ اور نگرانی کرنے والے دل کی نگرانی رکھتے ہیں کہ مخلوق ان کے اندر داخل نہ ہونے پائے ورنہ شرک پیدا ہو جائے گا اور توحید پراگندہ ہو جائے گی۔

سفر میں رفیقوں کے ساتھ رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان سے خوش خلقی اور پوری آشتی رکھے تمام ہی باتوں میں ان کی مخالفت اور جھگڑا چھوڑ دے ان کی خدمت میں مشغول رہے ان میں سے کسی سے خدمت نہ لے۔

سفر میں ہمیشہ پاک رہے۔ پانی نہ ملے تو تیمم کرلے جس طرح کہ اقامت کی حالت میں پاک رہنا مستحب ہے کیونکہ وضو مومن کا ہتھیار ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ وضو مومن کے لئے تمام شیاطین اور ہر موذی سے امان ہے۔

نوعمر لڑکوں کے ساتھ خصوصیت سے سفر میں نہ رہے شیطان کی رفاقت اور ان کے قرب سے بھی نہ رہے لڑکوں کی صحبت برائی فتنہ ہوس پرستی نفسانی عیوب اور تہمت کا ذریعہ ہے ان کی صحبت میں بڑا خطرہ ہے۔ ہاں اگر ان لوگوں میں سے ہو جن کی اقتدا کی جاتی ہے۔ جیسے شیخ وقت، عارف باللہ، ابدال بحصوم ابنیاء اللہ واسطے ہادی برحق ائمہ نیکی اور کی تعلیم دینے والے ادب آموز مخلوق کو عذاب الٰہی سے ڈرانے والے مخلوق کو پکارنے والے خدا و مخلوق کے درمیان پہلی صف ...

والے۔ تو اس وقت پرواہ نہ کرے کہ اس کے ساتھ کون ہے۔ (جوان ہوں یا بوڑھے سب برابر ہیں) کسی شہر میں داخل ہو
اور وہاں کوئی شیخ ہو تو مناسب ہے کہ شہر میں داخل ہوتے ہی (آغاز کار اس طرح کرے کہ جا کر) اس کو سلام کرے۔ اس کی
خدمت کرے۔ غرور، پندار اور عزت خودی کی آنکھ سے اس کو نہ دیکھے۔ تاکہ اس کے فوائد سے محروم نہ رہے۔ اگر شیخ اس کو
کچھ عطا کرے تو دوسرے ساتھیوں کو چھوڑ کر خود ہی اپنے لئے اس کو مخصوص نہ کرے۔

اگر ساتھیوں میں سے کسی کو کوئی عذر (مثلاً سفر) پیش آجائے تو اس کے ساتھ خود بھی ٹھہر جائے اس کو اکیلے نہ چھوڑے
اللہ ہی نیکی کی توفیق دینے والا ہے۔

فصل ۔ ۸

آداب سماع

سماع میں بناوٹ نہ کریں اپنے اختیار سے سماع کا استقبال نہ کریں (یعنی خود وجد پیدا کرنے کی کوشش نہ کریں) اگر اتفاق
سے سماع کا موقع مل جائے تو سننے والے پر لازم ہے کہ تہذیب کے ساتھ بیٹھا دل سے اللہ کی یاد کرتا رہے اور غفلت و نسیان
کے وسوسوں سے دل کی نگہداشت میں مشغول رہے۔ جب کانوں میں کوئی آواز ٹکرائے تو قرآن پڑھنے والے (قوال) کو ایسا خیال کرے
کہ اللہ کی طرف سے ان واردات غیبیہ کا اظہار کرایا جا رہا ہے۔ جو غیب سے اس کو بتلائے جاتے ہیں یعنی وہ مضامین جن سے جنت
کی طلب دوزخ کا خوف محبت سے وابستگی ناراضگی کا ڈر اور عبادت کی زیادتی وغیرہ پیدا ہوتی ہے ایسے وقت میں واردات
قلبی کی طرف بڑھے اور اشارہ (غیبی) کا استقبال فوراً کرے۔ اگر سماع اس طرح ہو کہ گویا قاری کی زبان اس کی اپنی زبان ہو گئی
ہے مگر گویا سننے والا اپنی زبان سے پڑھ رہا ہے اور پڑھنے والے کی زبان سے (گویا) یہ خود اللہ سے خطاب کر رہا ہے تو وجد کر
سکتا ہے۔ لیکن کوئی وجدان قلبی اقتضاء عبدیت اور آداب شریعت کے خلاف نہ ہونا چاہئے خلاصہ یہ کہ طریقت میں ہو یا عالم حقیقت
میں کوئی عمل آداب شریعت کے خلاف نہ ہو۔

اگر محفل سماع میں شیخ موجود ہو تو بقدر امکان درویش پرسکون اور شیخ کے وقار کی پاسداری لازم ہے اگر کیفیت سے مغلوب
ہی ہو جائے تو بقدر غلبہ حرکت کرنا درست ہے۔ مگر مغلوبیت ختم ہوتے ہی سکون اختیار کرنا اور وقار شیخ کا لحاظ رکھنا بہتر ہے

قاری یا قوال سے درویش کا تقاضا کرنا مناسب نہیں کہ افضل کو چھوڑ کر ادنیٰ کو اختیار کرے یعنی قرآن کی قرأت
چھوڑ کر شعر خوانی شروع کر دے۔ جیسا کہ اس زمانہ والوں کا طریقہ ہو گیا ہے۔ اگر یہ لوگ اپنے ارادہ میں تخیل کی یکسوئی میں اور
تصرف روحانی میں سچے ہیں۔ تو کلام اللہ سننے سے ان کے دلوں میں اور اعضا میں پھریری کیوں نہیں پیدا ہوتی اور دوسروں
کا کلام سننے سے پھریری پیدا ہوتی ہے قرآن تو ان کے محبوب کا کلام ہے اس کا بیان ہے اس کے اندر محبوب کا ذکر اور اگلے
پچھلے گزشتہ و آئندہ اولیاء کا ذکر عاشق و معشوق مرید و مراد کا ذکر اور جھوٹے مدعیان محبت پر عتاب اور ان کی مذمت موجود ہے

جب ان صداقت اور ارادت میں ہی خلل ہے اور ظاہر ہوگیا کہ دعویٰ بلا ثبوت ہے اور جھوٹ واضح ہوگیا اور معلوم ہوگیا اور معلوم ہوگیا کہ نہ ان کا باطنی جذبہ ہے نہ صدق اندرونی نہ معرفت نہ کشف نہ علوم عجیبہ کا حصول نہ اندرونی اسرار پر اطلاع نہ مقام قرب و انس تک رسائی نہ محبوب تک پہنچ، نہ سماع حقیقی کا ورود۔ ان کا کھڑا ہونا محض رسم و عادت کے موافق ہے۔ سماع حقیقی تو ایک الہام ہوتا ہے اور اللہ کو جاننے والوں سے اور خاص اولیا ابدال اور سرداروں سے اللہ پسندیدہ مخصوص طریقہ سے کلام کرتا ہے لیکن ان (جھوٹے مدعیوں) کے باطن ان تمام امور سے خالی ہوتے ہیں۔ یہ تو ان اشعار کو سنکر کھڑے ہوجاتے ہیں جو مادی قوت میں ہیجان پیدا کرنے والے اور عاشقوں کی شہوانی آگ کو بھڑکانے والے ہوتے ہیں قلبی اور روحانی جذبات کو نہیں (بھڑکاتے) پس تمام فقرا کو چاہیئے یعنی فقیر حق ہوں یا فقیر خلق فقیر حقیقت ہوں یا فقیر صورت فقیر دنیا ہوں یا فقیر آخرت سب کو چاہیئے کہ قاری اور قوال سے مکرر اور بار بار پڑھنے کی خواہش نہ کریں بلکہ خدا کے سپرد کردیں۔ مگر اس کی مشیت ہوگی اور سننے والا فقیر سچا ہوگا اور تکرار میں اس کے مرض کا علاج اور بگاڑ کی درستی ہوگی تو بجائے اس کے اللہ کسی دوسرے شخص کو مقرر فرما دیگا۔ اور وہ تکرار کی خواہش کریگا یا قوال کے دل میں تکرار شعر کا خیال ڈال دیگا۔

وجد کی حالت میں دوسرے سے مدد لینا فقیر کو زیبا نہیں۔ ہاں اگر دوسرے درویش وجد میں اس سے مدد لینا چاہیں تو ان کی مدد کرے۔ دوسرے سے مدد لینا وجد کی کمزوری ہے۔

اگر درویش کوئی آیت یا شعر سنکر وجد میں آجائے) تو کسی کو اس کی مزاحمت کرنی ضروری نہیں (یعنی اس کو تھامنا پکڑنا لازم نہیں بلکہ اس کے وقت کو اسی کے سپرد کردیا جائے اگر اس کو تھاما جائے تو تھامنے والے کے رکنے سے تھم جائے۔ اگر درویش کسی آیت یا شعر کی وجہ سے حرکت میں آجائے تو اس کو آزاد چھوڑ دینا ضروری ہے۔ حاضرین کو اگر اس کی حرکت بیجا معلوم ہو اور اس کی کوئی کوتاہی اور کمی (یعنی بناوٹ) نظر آئے تو برداشت کرنا اور پردہ ڈھانک رکھنا لازم ہے لیکن اگر وقت کا تقاضا ہو کہ درویش کو تنبیہ کی جائے تو نرمی کے ساتھ تنبیہ کردی جائے یا صرف دل میں اس بات کو رکھا جائے زبان سے کچھ نہ کہا جائے۔ اس (شناخت) کے لئے قوت حال صفاء باطن دقیق علم اندرونی واقفیت ادب کامل اور اچھی طرح سخت نگہداشت کی ضرورت ہے۔

اگر درویش وجد میں اگر خرقہ اتار دے تو چند صورتوں سے خالی نہیں یا وہ قوال کو دینا چاہتا ہے تو خرقہ قوال کا ہوجائے گا یا مجمع کے وسط میں پھینکتا ہے تو اس کا اختیار خود اسی کو ہے اس سے دریافت کیا جائے گا کہ خرقہ پھینکتے وقت آپ کا کیا ارادہ تھا اگر وہ جواب دے کہ میں نے درویشوں کو دینے کا ارادہ کیا تھا تو اس کی طرف سے درویشوں کو یہ عطیہ ہوجائیگا اور درویش بطور فتوح اس کے مالک ہوجائیں گے۔ وہ جیسا چاہیں کریں۔ اگر درویش جواب دے کہ شیخ نے اپنا خرقہ اتار پھینکا تھا میں نے بھی اس کی موافقت میں ایسا کیا تو یقیناً ایسا درویش بڑا ضعیف الحال اور ضعیف الوجد ہے۔ خرقہ اتارنے میں موافقت تو اس شخص کے لئے زیبا ہے جو وجد اور حال میں بھی شیخ کی موافقت رکھتا ہو اور یہ بات بہت بعید ہے کہ دو آدمی ایک حال میں ہوجائیں درویشوں میں جو یہ طریقہ جاری ہوگیا ہے اور رسم قائم ہوگئی ہے کہ دوسرے کی موافقت میں خرقہ اتار پھینکتے ہیں۔ یہ کی

کچھ اصل نہیں ہے۔ جبکہ اپنے ضعف وجد کے باوجود اس درویش نے خرقہ پھینک دیا تو علم شریعت، طریقت اور حقیقت کی رو سے نہیں بلکہ رسم کا تقاضا ہے کہ اس خرقہ کا اختیار شیخ کو ہے۔ اگر خرقہ پھینکنے والا درویش کہے کہ میں نے یہ فعل حاضرین کی موافقت میں کرنا چاہا تھا تو یہ درویش اول الذکر درویش سے بھی زیادہ ضعیف الحال ہے۔ کیونکہ حال اور وجد میں موافقت قوم کے ساتھ ہوتی تو فعل میں بھی موافقت کرنی مناسب تھی۔ ایسا اتفاق بہت کم (یعنی نہیں) ہوتا ہے کہ تمام قوم مشرب اور حال میں ایک جیسے ہو جائیں۔ بہرحال اس وقت قوم کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ جو ان کے خرقوں کا حکم ہوگا وہی اس خرقہ کا حکم ہوگا۔ اگر درویش کہے کہ میرا اس وقت کوئی ارادہ اور قصد ہی نہ تھا تو اس سے کہا جائیگا اچھا اب اس کا اختیار تجھ کو ہے تو جو چاہے فیصلہ کر دے نہ حاضرین میں سے کسی کو اختیار ہے نہ شیخ کو۔ اگر شیخ موجود ہو تو اس کو اختیار ہے کیونکہ یہ بات معلوم ہوگئی کہ مالک خرقہ نے خرقہ واقعی کسی کو دیا نہ تھا نہ اس کی کوئی نیت تھی۔ نہ اس کی (یعنی ایسی حالت میں مالک کے علاوہ کسی کو خرقہ دینے کی) طریقت میں کوئی اصل ہے۔ اگر درویش کہے کہ تعیینی طور پر تو میرا کچھ ارادہ نہ تھا۔ البتہ خرقہ اتار پھینکنے کا مجھے (غیبی) اشارہ ملا تھا تو درویش کے اس قول کی حقیقت میں اصل ہے۔ اگر بادشاہ کسی کو خلعت پہنانے کا حکم دیتا ہے تو اس شخص پر لازم ہے کہ اپنا لباس اتار ڈالے اور خلعت پہن لے (گویا اپنا لباس اتار دینے کا شاہی اشارہ ہوتا ہے) یہی حکم درویش کا ہے کہ اپنے خرقہ کو اتار پھینکے اور اللہ نے نور قرب اور لطف کا جو خلعت اس کو مرحمت کیا ہو اس کو پہن لے صورت مذکورہ میں خرقہ کا اختیار شیخ کو ہے۔ اگر شیخ وہاں موجود ہو ورنہ موجودہ درویشوں کو اختیار ہے کہ وہ صرف قوال کو دیدیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ (صورت مذکورہ میں) مالک خرقہ درویش کو اپنے خرقہ کا اختیار ہے کسی دوسرے کو نہیں۔ کچھ دنیادار حاضرین محفل اس خرقہ کو اس لئے خرید لیتے ہیں کہ خرید کر مالک کو واپس کر دیں مگر طریقت میں (اس کو قبول کرنا درویش کیلئے) اچھا اور پسندیدہ فعل نہیں۔ ہاں اگر خریدنے والے میں جوانمردی ہو اور درویشوں سے اس کو عقیدت ہو اور ان کے ساتھ سلوک کرنا چاہتا ہو تو خیر حقیقت میں یہ ایک قسم کا معاوضہ اور لطیف سوال (کی شکل) ہے۔ فقیر کے لئے بہت برا ہے۔ خرقہ کو اتار کر پھینک دینے سے تو اس نے اپنے وجد کی سچائی ظاہر کی تھی۔ اب واپس لیکر اپنی رسوائی اور تکذیب خود کریگا۔ یہ فعل اچھا نہیں ہے خرقہ اتار پھینکنے والے کے لئے دوبارہ اس کو قبول کرنا مناسب نہیں۔ اگر یہ بات شیخ کے اشارہ ہو شیخ نے خرقہ قبول کرنے کا اس کو حکم دیا ہو تو حکم شیخ کی تعمیل میں بظاہر لیلے اور بعد کو اتار کر کسی دوسرے کو دیدے۔

اگر جماعت کے وسط میں کوئی چیز پڑی ہو۔ تو سب کا حق اس میں برابر ہے اگر شیخ موجود ہو تو چند لوگوں کو یا کسی ایک کو خاص طور پر دینا چاہئے۔ تو اس کا اختیار شیخ کو ہے اس کی رائے کو ماننا چاہئے۔ اگر شیخ موجود ہو اور دوسرے درویشوں نے اپنے لئے واپس لے لئے ہوں تب بھی یہ درویش اپنا خرقہ واپس نہ لے۔ شیخ کے طریقہ پر جارہے۔ دوسروں کے اتباع میں اپنے حال کو نہ بگاڑے لیکن اگر (پیر موجود نہ ہو اور) درویش اکیلا ہو تو اس کے حال کے زیادہ مناسب اور لائق یہی ہے کہ درویشوں کی جماعت کی موافقت کرے اور اپنا خرقہ بھی واپس لیلے تاکہ جماعت فقرا کو خجالت نہ ہو اور وہ اس سے ناراض نہ ہو جائیں۔

فی الحال لینے کے بعد پھر حاضرین میں سے کسی کو دیدینا اولیٰ ہے لیکن اگر کسی ایسے شخص کو دیدیا جو محفل میں موجود نہیں ہے تب بھی جائز ہے۔

گنجائش وقت کے مناسب اختیار اور خلاصہ کے طور پر ہم نے درویشوں کے آداب جمع کر دیئے اور بحث کو ختم کر دیا پھوڑ دیئے اور سیلیوں میں داخل ہونے سے تعلق رکھنے والے اور جوتہ پہننے سے متعلق آداب اور وہ تمام چیزیں جو درویشوں نے بنائی ہیں اور رسمیں بنائی ہیں اور ان کو قائم کیا ہے۔ ان کی تعلیم درویشوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے چلنے ساتھ رہنے دریافت کرنے اور ان کے اشارہ ل سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ہم نے کتاب میں اس کو نہیں لکھا اکثر مباحث کو ہم اس کتاب کے بحث الادب فی الشرع میں ذکر کر چکے ہیں۔ آخر میں ہم کتاب کو ایک باب پر ختم کرتے ہیں جس کے اندر مجاہدہ ذکر حسن اخلاق شکر صبر رضا اور صدق کا بیان ہے۔ کیونکہ یہی سات چیزیں اس طریقت کی بنیاد ہیں اور سب اچھی ہیں۔

فصل-۹

مجاہدہ

مجاہدہ کی اصل اللہ کا یہ فرمان ہے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں۔ ہم ان کو اپنے راستے خود بتا دیتے ہیں۔ اور روایت کیا ابو سعید خدریؓ سے ابو نصرہؓ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل جہاد کے بارے میں سوال کیا گیا آپ نے فرمایا ظالم بادشاہ کے حضور حق گوئی (افضل جہاد) ہے۔ (یہ حدیث بیان فرماتے وقت حضرت ابو سعید کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے) اور ابو علی دقاقؒ نے فرمایا جس شخص نے اپنے ظاہر کو مجاہدہ کے ذریعہ آراستہ کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو مشاہدہ کے ذریعہ بہتر بنا دے گا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم اپنے راستے خود ان کو بتا دیتے ہیں) جو کوئی اپنی ابتدا میں صاحب مجاہدہ نہ ہو۔ وہ طریقت کی بو بھی نہیں پاتا۔ ابو عثمان مغربیؒ نے فرمایا جو شخص یہ خیال کرے کہ بغیر پابندی مجاہدہ کے اس طریقت میں کوئی بات اس پر کھول دی جائے گی یا اس کو کسی بات کا کشف ہو جائیگا وہ غلطی پر ہے۔ ابو علی دقاقؒ نے فرمایا کہ جو شخص شروع میں محنت نہ کرے اس کے لئے آخر میں آرام نہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ حرکت کرنا برکت ہے ظاہری عمل باطن کی برکتیں کو لاتے ہیں۔ ابو یزید نے حسن بن علویہ کے حوالے سے بیان کیا کہ میں (ابو یزید) بارہ برس تک اپنے نفس کے حق میں لوہار رہا۔ اور پانچ سال تک دل کا آئینہ رہا اور ایک سال تک آئینہ کے اندر کی چیزوں کو دیکھتا رہا تو میں نے دیکھا کہ ابھی میرے اندر ظاہری زنار ہے اس کو ختم کرنے کے لئے میں نے بارہ سال تک محنت کی۔ پھر میں نے نظر کی تو اپنے باطن میں زنار پایا میں نے اس کو توڑنے کے لئے پانچ سال تک عمل کیا کہ کسی طرح اس کو ختم کر دوں۔ اس وقت مجھے کشف ہوا اس کے بعد میں نے مخلوق کی جانب نظر کی تو ان کو مردہ پایا۔ پس میں نے جنازے کی چار تکبیریں ان پر پڑھ دیں۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا میں نے خود سنا کہ

سری فرمارہے تھے۔ اے نوجوانوں کی جماعت! اس سے پہلے کہ بری حالت کو پہنچو، کوشش کرو۔ ورنہ (آخر عمر میں) کمزور ہو جاؤ گے جیسے میں قاصر رہا۔ تم بھی قاصر ہو گے اس قول کے زمانہ میں بھی سری عبادت کے اس درجہ پر تھے کہ جوان وہاں تک نہیں پہنچے حسن قزاز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس مقصد مجاہدہ کی بنیاد تین چیزوں پر رکھی گئی ہے فاقہ کے بغیر نہ کھائے نیند سے مغلوب ہو جانے کے بغیر نہ سوئے۔ بے ضرورت نہ بولے ابراہیم بن ادہم نے فرمایا کہ جب تک چھ گھاٹیاں طے نہ کرے آدمی صالحین کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا پہلی گھاٹی یہ ہے کہ اپنے اوپر نعمت کا دروازہ بند کرلے سختی کا دروازہ کھول لے ۔۲۔ اپنے لئے عزت کا دروازہ بند کرلے ذلت کا دروازہ کھول لے ۔۳۔ نیند کا دروازہ بند کردے بیداری کا دروازہ کھول لے ۔۴۔ آرام کا دروازہ بند کردے تکلیف کا دروازہ کھول لے ۔۵۔ دولت کا دروازہ بند کردے فقر کا دروازہ کھول لے ۔۶۔ امید کا دروازہ بند کردے۔ موت کی تیاری کا دروازہ کھول لے۔

ابو عمر بن نجید نے فرمایا جس شخص کو نفس عزیز ہوتا ہے اس کی نظر میں اس کا دین خوار ہوتا ہے ابو علی رودبار نے فرمایا۔ اگر صوفی پانچ دن کے بعد ہی کہنے لگے کہ میں بھوکا ہوں تو اسے بازار کا راستہ بتاؤ اور اس کو کمانے کا حکم دو۔ ذوالنون مصری نے فرمایا۔ اللہ تعالی نے بندے کو اس سے بڑھکر کوئی اور عزت نہیں دی کہ وہ اپنی ذلت نفس کو پہچانے اور اس سے بڑھکر کوئی ذلت نہیں دی کہ وہ اپنی ذلت نفس پر پردہ ڈال دے۔ ابراہیم خواص نے فرمایا کہ جس چیز نے مجھے ڈرایا میں اس پر قابض ہو گیا۔ محمد بن فضل نے فرمایا۔ راحت نفس کی خواہشوں سے چھٹکارے ہی کا نام ہے۔ منصور بن عبد اللہ نے فرمایا۔ کہ میں نے ابو علی رودباری کو فرماتے سُنا۔ آفت تین وجوہ سے آتی ہے، خرابی طبیعت سے۔ عادت کے جڑ پکڑنے سے اور خرابی صحبت سے۔ میں نے عرض کیا خرابی طبیعت کیا ہے؟ فرمایا حرام کھانا۔ میں نے عرض کیا اور عادت کا جاگزین ہونا کیا ہے؟ فرمایا بدنظری، حرام سے استفادہ اور غیبت میں نے عرض کیا۔ خرابی صحبت کیا ہے؟ فرمایا جب نفس میں کوئی خواہش ابھرے تو اس پر چلنا نصر آبادی نے فرمایا۔ تیرا قیدخانہ تیرا نفس ہے جب تو اس سے نکل جائے گا تو راحت ابدی میں رہے گا۔ ابوالحسن وراق نے فرمایا مسجد ابو عثمان کے اندر ہمارے ابتدائی دور عمل میں ہمارے اہم فرائض یہ تھے کہ ہم کو جو فتوح حاصل ہو ہم دوسروں کو دیدیں۔ رات کو کوئی سکہ ہمارے پاس نہ رہے۔ جو شخص ہمارے ساتھ برائی سے پیش آئے ہم اس سے اپنے نفسوں کی خاطر بدلہ نہ لیں۔ بلکہ اس سے معافی مانگیں۔ اور اس کے مقابلے میں عاجزی اختیار کریں اور جب کبھی ہمارے دلوں میں کسی کے بارے میں حقارت پیدا ہو تو ہم اس کی خدمت کے لئے مستعد ہو جائیں۔ عام لوگوں کا مجاہدہ اعمال کو پوری طرح انجام دینا ہے اور خواص کا مجاہدہ ہے احوال کی صفائی رکھنا کبھی بھوک اور پیاس برداشت کرنا اور بیدار رہنا آسان ہوتا ہے اور برے اخلاق کا علاج دشوار اور مشکل ہوتا ہے لوگوں کی زبانوں سے اپنی تعریف اور اچھا تذکرہ اور مدح سننے سے لذت اندوز ہونا نفس کے لئے آفت ہے نفس کبھی کبھی عبادتوں کی گرانیاں اسی قدر اٹھاتا ہے اور اس پر ریا اور نفاق غالب آجاتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ جب لوگوں کی طرف سے تعریف کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے اور مدح وغیرہ ٹوٹ جانے کا لوگ اس کی برائی کرنے لگتے ہیں تو نفس عبادت کو چھوڑ کر سستی

اور کاہلی کی طرف مائل ہو جاتا ہے نفس کی خرابیوں کا شرک کا دعویٰ کا اور جھوٹ کا پول اس وقت ہی کھلتا ہے جب دعویٰ کے مقام میں اس کی جانچ کی جائے اور امتحان لیا جائے کیونکہ نفس جب خوف پر مجبور نہ ہو۔ تب خوف رکھنے والوں کو جیسا کلام کرتا ہے اور خوف کے مقام میں اگر ضرورت ہو تو تم اس کو بے خوف پاؤ گے۔ اور جب تک اس کے تقویٰ کا امتحان نہ لیا جائے وہ نیکوں کی جیسی بات کرتا ہے لیکن جب تم اس کے تقویٰ کے ضرورت مند ہو اور اس سے تقویٰ کا مطالبہ کرو۔ تو وہ تم کو مشرک ریاکار خود پندار معلوم ہو گا اور عارفوں کے جیسے بیان کرے گا جب تک تو اس سے غایت کا طالب نہ ہو گا لیکن جب اس سے غایت کا طلبگار ہو گا تو وہ جھوٹا ثابت ہو گا جو اخلاص کی جانچ سے پہلے اہل یقین ہونے کا مدعی ہو گا اور یہ بہتو نیز ہوتا ظاہر کرے گا۔ بشرطیکہ غضب کے وقت اس کی خواہش کے خلاف کوئی چیز پیدا نہ ہو۔ اسی طرح وہ سخاوت کرم بخشش بے نیازی اور جوانمردی جیسے اخلاق حمیدہ کا جو اولیا و ابدال کے اخلاق ہیں محض آرزو اور حماقت و بیوقوفی کے زیر اثر مدعی ہوتا ہے لیکن جب تم اس سے ان اخلاق کا مطالبہ کرو اور اس کی جانچ کرو تو میدان کے سراب کی طرح ثابت ہوتا ہے جس کو پیاسا پانی سمجھتا ہے مگر پاس جانے کے بعد اس کو کچھ نہیں ملتا۔ اور اگر وہاں کچھ بھی صدق و اخلاص ہوتا اور اس کی بات صحیح ہوتی اور اس کی زبان گفتگو میں سچی ہوتی تو وہ اس مخلوق کے سامنے ہرگز اظہار بناوٹ نہ کرتا جس کے نفع کی مالک ہے نہ نقصان کی اور آزمائش کے وقت اس کے اعمال صحیح ہوتے تو پھر اس کا قول و دعویٰ اس کے عمل کے مطابق ہوتا۔

حضرت ابوحفصؒ نے فرمایا نفس سراسر اندھیرا ہے اس کا چراغ اس کا باطن یعنی اخلاص ہے اور اس کے چراغ کا نور توفیق ہے پس جس کے باطن میں اس کے رب کی توفیق شامل نہ ہو تو وہ سراسر تاریکی ہے۔ ابوعثمانؒ نے فرمایا جس شخص کو اپنے نفس کی کوئی بات بھی اچھی لگتی ہو وہ اپنے نفس کا عیب نہیں دیکھ سکتا نفس کا عیب اس کو نظر آتا ہے جو ہر حال میں نفس کو مشتبہ سمجھتا ہے۔ ابوحفصؒ نے فرمایا۔ لوگوں میں سب سے جلد ہلاک ہونے والا وہ ہے جو اپنے عیب کو نہیں پہچانتا اس لئے کہ معاصی کفر کے قاصد ہیں۔ ابوسلیمانؒ نے فرمایا میں نے اپنے نفس کے کسی عمل کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا کہ جس سے میں ثواب کی امید رکھتا سری سقطی نے فرمایا۔ دولتمندوں کے پڑوس اور بازاری قاریوں اور درباری عالموں کے قرب سے بچتے رہو۔ حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا مخلوق میں بگاڑ چھ چیزوں کی وجہ سے رونما ہوا ہے۔ اعمال آخرت کے سلسلہ میں ان کی نیت کا ضعیف ہونا۔ ان کے جسم کا خواہشات کے لئے وقف ہو جانا۔ موت کے قریب ہونے کے باوجود لمبی امیدیں باندھنا۔ مخلوق کی رضامندی کو خالق کی رضامندی سے مقدم سمجھنا۔ رسول اللہ کے طریقہ کو پس پشت پھینک کر دل کی خواہش پر چلنا۔ سلف کی معمولی لغزشوں کو اپنے نفس کی ہوا پرستی کے لئے حیلہ بنا لینا اور اکابر کے کثیر اعمال حسنہ کو دبا دینا۔

فصل مجاہدہ میں اصل خواہش نفس کی خلاف ورزی ہے پس اپنے نفس کو پسندیدہ چیزوں خواہشوں اور لذتوں سے دور رکھے اور نفس عموماً جس چیز کی خواہش کرتا ہے اس کے خلاف اس پر بار ڈالے اگر وہ خواہشات میں گھس رہا ہو تو خوف خداوندی اور تقویٰ کی اس کو لگام دے۔ پھر بھی وہ سرکشی کرے اور اوامر طاعت و تعمیل میں توقف کرے تو خوف عذاب ترک خواہشات و

اجتناب لذائذ کے کوڑے سے اس کو ہنکائے۔

فصل۔ مراقبہ کے بغیر مجاہدہ کامل نہیں ہوتا اسی کی جانب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا جبکہ جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے احسان کی حقیقت کے متعلق دریافت فرمایا تھا حضور نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے، کہ گویا تو اسے دیکھتا ہے پس اگر تو اسے نہیں دیکھتا۔ تو بلاشبہ وہ تو تجھے دیکھتا ہے۔ لہٰذا مراقبہ یقیناً بندے کا یہ جان لینا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر مطلع ہے اور اسی علم یعنی احساس کے ہمیشہ قائم رکھنے کا نام مراقبہ برائے خداوندی ہے اور یہ مراقبہ ہی تمام بھلائیوں کی اصل ہے اور اس مرتبہ تک رسائی مندرجہ ذیل چیزوں کے بغیر نہیں ہوتی۔ اعمال کا محاسبہ جلد سے جلد اپنے حال کی اصلاح اور حق پر جماؤ۔ اللہ سے اپنے قلبی تعلقات کی اچھی نگہداشت۔ پاس انفاس (یعنی کسی سانس کو مضبوطی سے تھامنے (بیکار نہ کھونے) پس سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ اس کا نگران اور اس کے دل سے قریب ہے اس کے تمام حالات اور افعال جانتا ہے اور اس کی تمام باتیں سنتا ہے نیز مجاہدہ کی تکمیل بغیر چار اوصاف کے نہیں ہوتی ۱ اللہ کو پہچاننا ۲ اللہ کے دشمن ابلیس کو پہچاننا ۳ اپنے نفس امارہ کو پہچاننا ۴ اللہ کے لئے جو عمل کیا ہو اس کو پہچاننا۔

اگر آدمی عمر بھر کوشش کے ساتھ عبادت کرتا رہے اور ان امور سے واقف نہ ہو اور ان کے موافق عمل نہ کرے تو عبادت سے اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچیگا ہمیشہ جہالت میں رہے گا اور آخر اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا ہاں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس پر مہربانی کرے تو خیر۔ معرفت خداوندی یہ ہے کہ بندہ اپنے دل میں اس یقین کو جمائے رکھے کہ اللہ اس کے قریب ہے اس کا کارساز ہے اس پر قادر ہے اس کو دیکھ رہا ہے اس کو جانتا ہے اس کا نگران ہے محافظ ہے ہر چیز کو پالنے والا ہے بزرگ ہے اس کی حکومت میں کوئی اس کا شریک نہیں وہ اپنے وعدہ میں سچا ہے اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے والا ہے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا اور پکارتا ہے مگر لوگوں کے آنے سے) وہ غنی ہے اس نے وعدہ کیا ہے جس کو پورا کرے گا اس کی دھمکی سچی ہے جس کو وہ ضرور پورا کریگا۔ اس کی ہستی کا ایسا مقام ہے جس کی طرف ساری مخلوق کا رجوع ہوگا اور ایسا سرچشمہ ہے کہ سارے احکام دین سے جاری ہونے میں اسی کو عذاب ثواب کا حق ہے اس کا کوئی مشابہ ہے نہ مانند۔ بیشک وہ کافی ہے مہربان ہے محبت کرنے والا ہے سمیع ہے علیم ہے۔ ہر دن وہ ایک (جدید) حال میں ہے اس کو کوئی حال دوسرے حال سے نہیں روکتا۔ وہ آگاہ ہے خفی سے خفی سے بڑھکر خفی سے ضمیر سے دل میں پیدا ہونے والے خیالات سے وسوسوں سے ارادوں سے نیت سے (ہر) حرکت سے آنکھ جھپکنے سے، آنکھ اور ہاتھ کے اشارہ سے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور کم سے کم خواہ کتنی باریک چیز ہو کہ گرفت نہ ہوسکتی ہو یا اتنی عظیم ہو کہ اس کا بیان نہ کیا جا سکتا ہو (غرض) ہر گذشتہ اور آئندہ سے وہ واقف ہے۔ اور بالیقین خداوند تعالیٰ غلبہ و حکمت والا ہے ہم گذشتہ کتاب میں اس کا مفصل تذکرہ معرفت خداوندی کی ذیل میں کر چکے ہیں پس جب یہ شخص ناقابل زوال یقین اور فائدہ رساں علم پر پہنچ جائیگا اور اس کا ہر حصہ جسم ہر عضو ہر پور ہر جوڑ ہر ہڈی رگ پٹھا بال اور کھال اس پر کاربند ہو جائیگا اور اس کو یقین ہو جائے گا کہ اللہ مجھ پر شاہد ہے۔ مجھ سے واقف ہے اس کا علم مجھ کو گھیرے ہوئے ہے اس کے علم سے کوئی غائب

چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے اسی نے مجھے بنایا اور خوب بنایا اسی نے مجھے صورت عطا کی اور خوب عطا کی اور یہ سب باتیں اس کے قلب میں راسخ ہو جائینگی اور اس کا عزم صحیح اور دانش کامل ہو جائے گی۔ اس وقت اس کو مرتبہ محاسبہ حاصل ہو جائیگا اور اللہ کی معرفت مل جائے گی۔ اور اللہ کے پاس اس کے خلاف حجت قائم ہو جائے گی۔ اور اس کو اللہ کی طرف سے ایک مقام عظیم حاصل ہو جائیگا اور تمام اعمال میں اللہ کا خوف اس کے ساتھ لگا رہے گا اور (منجانب اللہ) اس کے اعضا اور دل کی نگرانی رکھی جائیگی اور تمام مشاغل کو منقطع کئے اس کو ان امور میں سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ہاں وہ مشاغل باقی رہیں گے جو اس کو سوچ بوجھ کا کہہ دینے والے ہیں۔ پھر بھی اس کو دل کی پکڑ کا اندیشہ لگا رہیگا۔ کیونکہ اللہ اس کے گذشتہ اور آئندہ اعمال پر گرفت کرنے کی قدرت رکھتا ہے ادھر اس کو قرب خداوندی بھی حاصل ہے اس لئے خدا سے شرم بھی اس کے دامنگیر ہوگی اس کے کسی ارادہ کو مقصود اور کسی خطرہ و قصد کو زوال اس کے علم کے بغیر نہ ہوگا وہ جانتا ہوگا اور اسی فعل پر قائم ہوگا جو اللہ کو پسند ہوگا اور جس عمل سے اللہ کی ناراضگی ہوگی اس سے الگ رہے گا۔ اس کا کوئی خیال کوئی نگاہ کوئی وسوسہ کوئی ارادہ اور کوئی اندرونی بیرونی حرکت ایسی نہ ہوگی جس سے خدا کے واقف ہونے کا خیال پہلے سے اس کے دل میں قائم نہ ہو یہ مقام ان علمائے ربانی کا ہے۔ جو عارف، متقی، پرہیزگار اور خدا سے ڈرنے والے ہیں۔

خدا کے دشمن ابلیس کی معرفت کیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ظاہر اور باطن، اطاعت اور معصیت سب میں اس سے لڑنے اور جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور اس نے بندوں کو جتلا دیا کہ ابلیس اللہ عزوجل کا، اس کے بندوں کا، اس کے نبیوں کا، اس کے دوستوں کا، اور اس کے خلیفہ ارضی آدم علیہ السلام کا دشمن ہے اور اس نے حضرت آدم کی اولاد کو نقصان پہنچایا ہے۔ جب آدمی سوتا ہے تو وہ نہیں سوتا۔ آدمی سے بھول اور چوک ہوتی ہے۔ ابلیس نہ غافل ہوتا ہے نہ بھولتا ہے۔ آدمی سوتا ہو یا جاگتا۔ ہر حال میں وہ اس کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے اور اس بارے میں کوئی سا بھی حیلہ، مکر اور فریب نہیں اٹھا رکھتا۔ اس کے جال و لفریب اور لذت آگین ہیں جن کو آدمی کی عبادت اور نافرمانی کی حالت میں وہ لگائے رکھتا ہے جن سے بہت سے فریب خوردہ دھوکہ کھانے والے عابد اور بکثرت غافل ناواقف ہوتے ہیں۔ اس کی خواہش یہ نہیں ہے کہ ابن آدم کو صرف ریاکاری، نافرمانی اور خود پسندی میں مبتلا کر دے مگر اس کی خواہش یہ ہے کہ وہ اس کو پہنچا کر ٹھکانے جہنم میں اپنے ساتھ لے جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَہٗ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ وہ اپنے گروہ کو بلاتا ہے کہ وہ بھی دوزخ میں چلے جائیں۔ جو شخص شیطان کو ان اوصاف سے پہچان چکا ہو اس پر لازم ہے کہ بھول چوک کے ہر حق و باطل چیز میں اس کی شناخت اپنے دل میں جمائے رکھے۔ اس سے نہایت سخت جنگ اور جہاد کرے۔ جو سے باطن میں بھی اور ظاہر میں بھی۔ اندرونی اور بیرونی بھی اس میں ذرا بھی کمی نہ کرے یہاں تک کہ پختی سے اس کی کوشش شیطان کی دعوت خیر و شر کے خلاف جنگ و جہاد کرنے میں لگ دے۔ اور اللہ سے عاجزانہ التجا اور طلب امداد ترک نہ کرے۔ کہ اللہ شیطان کے مقابلے میں اس کی مدد کرے اور اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے حضور اس کا بندہ اور عاجز پیش کرے اس لئے کہ خدا کے سو

کسی کی تدبیر تدبیر اور قوۃ قوۃ نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے عاجزی اور زاری کے ساتھ فریاد کرے۔ اور دن رات ظاہر باطن خلوت اور جلوت میں انتہائی کوشش اور عاجزی کے ساتھ شیطان کے خلاف مدد کی درخواست کرے۔ تاکہ اللہ کی توفیق سے اس کو اپنی کی ہوئی معرفت الٰہی کی کوشش اپنی نظر میں حقیر دیکھنے لگے۔ حقیقت میں شیطان اللہ کا دشمن ہے۔ تمام مخلوق سے پہلے اسی نے خدا کی نافرمانی کی اور مخلوق میں اول ترین مردہ یعنی نافرمان یہی ہے۔ خدا کا ہر نافرمان مردہ ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ سب سے پہلے میری مخلوق میں جو مردہ ہے وہ ابلیس ہے۔ اسی نے تمام اولیاء اللہ، انبیاء صدیقین اور اللہ کے برگزیدہ اشخاص سے دشمنی کی۔ بندہ کو چاہیے کہ وہ یقین کرلے کہ میں جہاد عظیم میں مصروف ہوں اور خدا تعالیٰ کے قرب میں ہوں اور قرب الٰہی ایسا مقام ہے جس کی بڑائی بیان نہیں کی جاسکتی پس وہ ثابت قدم رہے اور پیچھے نہ ہٹے۔ اس لئے کہ اگر پیچھے ہٹا یا اکتایا تو اپنے رب کا نافرمان ہوگا اور دوزخ میں جا گریگا اور اللہ کا غضب اس پر نازل ہوگا کیونکہ وہ خود اپنی امیدیں اس دشمن خدا سے وابستہ کرچکا ہوگا اور اس کو اپنے اوپر غالب بنا چکا ہوگا۔ بندہ سے شیطان جو کچھ چاہتا ہے اس کی انتہا اور غایت آخری بس یہ ہے کہ بندہ اللہ کی توحید کا انکار کردے کیونکہ یقیناً وہ ابلیس بندہ کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف گھماتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس پر خدا کا غضب نازل ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے اس کے بعد وہ ہلاک ہوجاتا ہے اور جہنم میں شیطان کے ساتھ گر پڑتا ہے پس بندے کے حق میں شیطان سے زیادہ دشمن کوئی مخلوق نہیں۔ لہٰذا اس سے بچتے رہو۔ اس لئے کہ بلاشبہ ہلاکت، یا فضل و رحمت خداوندی کے طفیل نجات ان دونوں میں سے کسی کا حصول ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو شیطان اور اس کے لشکروں کے شر سے پناہ میں رکھے۔ خدا برتر و بزرگ ہی کی مدد سے غلبہ و قوت کا حصول ہوتا ہے۔

نفس امارہ کی معرفت یعنی برائی پر آمادہ کرنے والے نفس کی معرفت یہ ہے کہ اس کو اسی مقام پر رکھے جس پر خدا تعالیٰ نے رکھا ہے اور اس کی وہی حالت سمجھے جو اللہ نے بیان کی ہے اور اس کی نگرانی ویسی ہی رکھے جیسا خدا نے حکم دیا۔ اس لئے کہ نفس بندے کے حق میں ابلیس سے زیادہ دشمن ہے۔ ابلیس اسی کے ذریعہ سے اور شیطانی حکم کو اس کے قبول کرنے کی وجہ سے ہی بندہ پر غلبہ پاتا ہے لہٰذا اس کی سرشت کا ہر پہلو اس کا ارادہ اس کا حکم، اور اس کی فطرت پہچان لو۔ اس کی فطرت ضعیف ہے لیکن اس کی طمع حرص قوی ہے یہ ذخیرہ کا عادی ہے۔ خدا کی اطاعت سے باہر ہونے والا ہے تسلط جمانے والا اور امیدیں باندھنے والا اس کا خوف حقیقت میں امن اور اس کی امید (محض) آرزو ہے۔ اس کا سچ جھوٹ ہے اس کا دعویٰ باطل ہے اس کی ہر چیز دھوکہ ہے اس کا کوئی فعل محمود اور کوئی دعویٰ سچا نہیں پس بندہ نفس کے کسی بیان پر دھوکہ نہ کھائے اور نہ ہی اس کی کسی خواہش کی امید لگا رکھے۔ اگر اس کی قیدیں کھول دی جائیں تو آوارہ ہوجاتا ہے۔ اگر بندش سے اس کو آزاد کردیا جائے تو سرکش ہوجاتا ہے اگر اس کی خواہش پوری کی جاتی رہیں تو ہلاک ہوجاتا ہے اس کے محاسبہ میں جو غفلت ہو تو بدحال ہوجاتا ہے اور اس کی مخالفت میں اگر کمی ہو تو ڈوب ہی جاتا ہے اس کی خواہشوں پر چلا جائے تو دوزخ کی طرف رخ پھیر کر اس میں گر ہی پڑتا ہے اس میں حق و خیر کی طرف کوئی میلان نہیں۔ وہ رسوائی کی کان، بلاؤں کی جڑ، ابلیس کا خزانہ تمام برائیوں کا مرکز ہے اس کو سوائے اس کی خالق عزوجل کے کوئی نہیں پہچان سکتا۔ پس

پس اس کی پہچان وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی۔ جب کبھی وہ خوف ظاہر کرے تو امن ہے اور سچائی کا دعویٰ کرے تو جھوٹا ہے جب اخلاص کا اظہار کرے تو وہ ریاکاری اور خودپسندی ہے۔ واقعات کے پیش آنے پر اس کا جھوٹ سچ کھل جاتا ہے پہچان لیا جاتا ہے اور آزمائش کے موقع پر اس کا لوٹنا اس کے دعوی کی طرف کیا جاتا ہے۔ ہر بڑی مصیبت صرف اسی کی وجہ سے آدمی پر آتی ہے۔ لہٰذا بندہ پر لازم ہے کہ اس سے حساب فہمی کرکے اس کی نگرانی رکھے اس کی مخالفت کرے اور جس چیز کی یہ دعوت دے یا اس میں دخیل ہو تو اس کے خلاف جہاد کرے۔ اس کا کوئی دعوے سچا نہیں۔ بلاشبہ یہ خود اپنی ہی تباہی و بربادی میں کوشاں رہتا ہے اس کی حالت جو کچھ بیان کی جائے (برائی میں) وہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ یہ شیطان کا خزانہ آرام گاہ شیطان سے بات چیت کرنے اور داستان شب کہنے کا ٹھکانا ہے اور شیطان کا دوست ہے۔ جو بندہ اس کی علامات کے بیان کو جان لیتا ہے تو اس کو جان لیتا ہے اور اس کی نظر میں اس کا نفس ذلیل و خوار ہو جاتا ہے اور وہ خداوند تعالیٰ کی مدد سے اس پر غالب آجاتا ہے جب بندے کو یہ تینوں اوصاف حاصل ہو جائیں تو اس کو چاہئے کہ وہ ان اوصاف کے بارے میں خدا سے مدد چاہے اور اپنے نفس کی جانب سے غفلت نہ برتے اور نہ اس کی اطاعت کرے اس لئے کہ جب وہ ادب نفس اور اس کی خواہشوں کی مخالفت پر قادر ہو جائے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ ان تینوں اوصاف پر حاوی ہو جائے گا پس لازم ہے کہ وہ اللہ وحدہٗ لاشریک کی مدد کے بھروسہ پر عزم کے ساتھ پیش قدمی کرے اور ان تمام امور میں سوائے خدا عزوجل کے کسی کی جانب ہرگز رجوع نہ کرے اگر وہ غیر اللہ کی جانب رجوع کرے گا۔ تو بھلائی کی توفیق سے دور کر دیا جائیگا اور اللہ تعالیٰ اس کو اس کے نفس کے حوالے کر دیگا پس لازم ہے کہ وہ ان تمام امور میں خداوند تعالیٰ سے مدد مانگے اور اللہ تعالیٰ کی تمام اوامر و نواہی میں اس کی مرضیات کا اتباع کرے اور اس بارے ماسوا اللہ کا خیال تک نہ لائے پس جب اس پر عامل ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ توفیق و ہدایت بخشے گا اس سے محبت کرے گا اور ناپسندیدہ امور سے اس کو دور رکھیگا اور خدا اپنے برگزیدہ بندوں پر جس (رحمت کے) پردہ کے ذریعہ سے معرفت خداوندی حاصل کی وہی پردہ (رحمت) اس پر بھی ڈال دیگا۔

اللہ کے لئے عمل کرنے کی شناخت کیا ہے؟ جاننا چاہئے کہ اللہ نے بندہ کو کچھ کام کرنے کا حکم دیا ہے اور بعض کاموں سے روکا ہے جس کام کا اس کو حکم دیا ہے اس کے کرنے کا نام طاعت اور جس کام سے روکا ہے اس کے کرنے کا نام معصیت ہے۔ طاعت ہو یا گناہ ہے جناب اللہ نے دونوں میں اخلاص کو حکم دیا ہے اور قرآن و حدیث کے طریقہ پر راہ ہدایت اختیار کرنے کا امر فرمایا ہے اور یہ بھی حکم دیا کہ ایسا کرنے کے وقت اس کے دل میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی رضا جوئی یا دکھاوے کا خیال نہ ہو اور ان لوگوں کے گروہ میں شامل نہ ہو جائے جو ظاہری گناہ تو چھوڑ دیتے ہیں اور ان باطنی گناہوں کو ترک نہیں کرتے جو معاصی کی اساس اور جڑ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ترک معصیت پر مغفرت کا وعدہ نہیں فرمایا اور نہ دار آخرت میں اس کے ثواب کی ذمہ داری لی ہے۔ لہٰذا فاسد نیت اور برے ارادہ کے ساتھ بندہ صرف ظاہری عبادت کی کوشش نہ کرے ورنہ اس کی تمام اطاعتیں معاصی میں بدل جائیں گی۔ باوجود جسمانی تھکن محرومی اور ترک لذت و خواہش کے دونوں جہان کا عذاب اس پر نازل ہوگا اور دنیا و آخرت میں ناکامی حاصل ہوگی۔ بلکہ عبادت کو خلوص تقویٰ اور پرہیزگاری سے آراستہ کرے نیت میں سچائی رکھے۔ ارادہ کی نگہداشت محاسبہ کے ساتھ کرے اس کا ارادہ سچی نیت کا طالب ہو۔ اپنے

تمام اقوال، اعمال اور احوال میں اخلاص و توحید کی طلب کا عزم رکھتا ہو اور اس طرح عبادت میں مشغول ہو اور معصیت کو ترک کرے۔ یہاں تک کہ معرفت نیت، معرفت عمل کی طرح اس کو حاصل ہو جائے۔ اس کے ساتھ اس امر کا بھی لحاظ رکھے کہ کہیں شیطان مردود اپنی مکاریوں سے اس کو فریب نہ دیدے کہیں اپنی کمین گاہوں میں نہ گرا دے کہیں اپنے جالوں میں پھنسا دے اور کہیں اپنی فریب کاریوں اور دغابازیوں سے اس کو ہلاک نہ کر دے کیونکہ اس کے جال ودان پر لگے ہوئے ہیں اس کی چالبازیاں دل پسند اور خوش طبیعان اور مزیدار ہوتی ہیں جن کو نادار نور ایمان سمجھتا ہے۔ وہ شک اور اندھیرا بندہ کے سامنے وہ طاعت کے سو دروازے کھول دیتا ہے اور مقصود یہ ہوتا ہے کہ کسی دروازہ سے اس کو ایسی ادنی لغزش میں لا ڈالے کہ اس کی سارا عمل ڈبو دے پس اس سے بچو بچو۔ ڈرو ڈرو۔ اگر ہو سکے تو قرآن سیکھنے کی طرح شیطان کے فریب سے بھی واقفیت حاصل کرے۔ اس نے اس کا حکم تو اللہ عزو جل نے دیا ہے پس بندہ کو اپنی عبادت میں اس سے ایسا ہی بچتے رہنا چاہئے جس طرح معاصی سے بچتا ہے پس اگر اس کے دل میں کوئی خیال آئے اور اس کا نفس اس کو اس کی جانب بلائے یا اس کی طرف مائل ہو تو بغیر جانے بوجھے جلدی نہ کرے اور اپنے نفس کے ساتھ نرمی برتے اور علماء کی طرح آہستگی اختیار کرے اور احکام الٰہی کو جاننے والے عارفوں کی صحبت میں بیٹھے تاکہ وہ اس کو اللہ کا راستہ دکھائیں اور بتائیں اور مرض و دوا دونوں سے واقف بتائیں جیسا کہ ہم نے مجلس توبہ میں اس کو بیان کیا ہے۔ اور اس کے لئے نامناسب ہے کہ اپنے عمل سے واقف ہوئے بغیر اپنے طول قیام اور کثرت قیام اور ظاہری نوافل سے دھوکہ کھا جائے پس جب معاملہ اس طرح سے ہو جائے اور دیکھے کہ اس کا عمل معرفت نفس اور معرفت رب اور اپنے دشمن کی معرفت کے ساتھ ساتھ انجام پا رہا ہے تو پھر اس کا فعل بالکل صحیح ہو گا۔ اور اس وقت اسے علم اور دین کی سمجھ عطا ہو گی پس جو کچھ بھی علم ظاہری یا باطنی سے پیش آئے اس پر غور کرے اگر وہ خالص اور واقعی طور پر خدا کے لئے ہے تو وہ اس کو قبول فرما کر ثواب بخشے گا اور اگر ایسا نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو رد کر دے گا علم پر غور کرنے کے بعد اس کا کوئی فعل اس کی نظر سے نہ گریگا نہ کوئی اور پوشیدہ رہے گا اور ایسا ہو جائیگا۔ تو تمام اچھے اخلاق عنایت کئے جائیں گے۔ اس کی عقل صحیح ہو گی۔ اس کا عمل ثابت ہو جائیگا اور اس کی دانش بڑھ جائیگی اور وہ اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ اور دوست بندوں میں سے ہو جائے گا جو کہ اللہ ہی کی (نظر سے) دیکھتے اسی کی زبان سے بولتے اور اسی کے ہاتھوں سے لیتے دیتے ہیں، اور ان تمام امور کے حاصل ہونے کے باوجود اپنے نفس پر اعتماد نہ کرے نہ اپنی ذات اور دین کے معاملہ میں میلان طبع پر بھروسہ کرے نہ ابلیس سے مطمئن ہو بیٹھے اور اسی کے ساتھ ساتھ اپنی خود شناسی پر نفس کا اعتبار نہ کرے۔

فصل۔ اہل مجاہدہ و محاسبہ اور اولوالعزم حضرات نے دس خصائل کا خود اپنے لئے تجربہ کیا جب مضبوطی کے ساتھ بحکم الٰہی ان پر جم گئے تو بڑے بڑے مراتب پر پہنچ گئے۔

(۱) بندہ خدا کی قسم نہ کھائے چاہے سچ ہو یا جھوٹ عمداً ہو یا بھول کر جب اس پر پختہ ہو جائیگا اور زبان کو اس کا اس حد تک عادی بنا لیگا کہ بھول کر بھی قسم نہ کھائیگا اور ترک قسم کا عادی ہو جائیگا۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے انوار کے دروازے اس کے لئے کھول دیگا اور اس عادت کا نفع اپنے دل میں محسوس کریگا بدن میں قوت، درجہ میں بلندی، عزم الصارت میں طاقت دوستوں میں تعریف اور پڑوسیوں میں

عزت پائے گا۔ یہاں تک کہ ہر جاننے والا اس کا حکم مانے گا اور ہر دیکھنے والا اس کی تعظیم کریگا ۲۔ جھوٹ سے پرہیز رکھے۔ مذاق میں جھوٹ بولے نہ سنجیدگی میں۔ جب جھوٹ سے بچنے کا اپنے نفس اور زبان کو عادی کرلیگا۔ تو اللہ تعالیٰ اسے شرح صدر اور صفائی ذہن سے نوازے گا یہاں تک وہ ایسا ہو جائے گا جیسے جھوٹ کو جانتا ہی نہ ہو اور جب دوسرے سے جھوٹ بات سنے تو اس کو ٹوکے۔ اور خود اپنے دل میں اس سے عار محسوس کرے۔ اگر دوسرے سے جھوٹ کی عادت چھڑانے کے لئے دعا کرے گا تو ثواب پائیگا۔ ۳۔ جہاں تک ہو سکے کسی سے وعدہ کرکے بغیر خاص عذر کے خلاف نہ کرے۔ اور اگر اس کی عادت ہو گئی ہے تو کسی سے وعدہ کرنا ہی ختم کر دے۔ یہ طرز عمل بہتر درست کرنے کا قوی ذریعہ اور بڑا سیدھا راستہ ہے۔ وعدہ خلافی جھوٹ کی ایک شاخ ہے پس جب وعدہ خلافی سے بچنے کی عادت ڈال لیگا تو اس پر سخاوت کا دروازہ اور حیا کا زینہ کھول دیا جائیگا سچے لوگوں کے دل میں اس کی محبت پیدا ہو جائیگی۔ اور اللہ کے ہاں بڑا درجہ حاصل ہوگا ۴۔ کسی مخلوق پر لعنت کرنے اور کسی ذرہ بلکہ ذرہ سے کم درجہ مخلوق کو تکلیف پہنچانے سے اجتناب رکھے۔ یہ نیک اور سچے لوگوں کا اخلاق ہے اس کا نتیجہ اچھا ہے۔ دنیا میں بھی اللہ کی امن میں رہے گا اور آخرت میں اونچے درجہ کا ثواب اس کے لئے جمع ہو جائیگا۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو ہلاکت گاہوں سے بچائے گا اور مخلوق کے شر سے محفوظ رکھے گا اور اسے بندوں کی مہربانی اور اپنا قرب بخشے گا۔ ۵۔ کسی کے لئے بددعا نہ کرے خواہ اس نے ظلم ہی کیا ہو اس کو نہ زبان سے برا کہے اور نہ اس کے ظلم کا عمل سے بدلہ لے بلکہ اللہ پر چھوڑ دے۔ اپنے فعل یا قول سے انتقام نہ لے اگر بندہ ان اوصاف سے متصف ہو جائے۔ تو یہ اوصاف اس کو اونچے مراتب پر پہنچا دیں گے۔ دنیا و آخرت میں بڑا انعام پائے گا اور دور و نزدیک تمام مخلوق کے دلوں میں اس کو اپنی محبت اور دوستی ملیگی۔ دعا قبول ہوگی بھلائی میں بزرگی اور اہل ایمان کے دلوں میں اس کی عزت پیدا ہو جائے گی ۶۔ اہل قبلہ میں سے کسی کے شرک کفر اور نفاق پر قطعی شہادت نہ دے۔ یہ عمل رحمت خداوندی کے بہت قریب ہے اونچے درجہ کا ہے پوری سنت رسول ہے علم الٰہی میں دخیل بننے اور اس کے غضب میں (گرفتار ہونے) سے بہت دور ہے۔ اللہ کی خوشنودی اور رحمت سے بہت قریب کرنے والا ہے حقیقت میں اللہ تک پہنچنے کا یہ عزت مند دروازہ ہے۔ مخلوق پر رحم کرنے کا جذبہ اللہ بندہ کو عطا فرماتا ہے ۷۔ ظاہری و باطنی گناہ کی طرف نظر کرنے اور اس کا ارادہ کرنے سے پرہیز رکھے۔ گناہوں سے اعضا کو روکے رہے اس عمل کا ثواب دنیا میں اس کے دل و اعضا کو بہت جلد حاصل ہوگا اور اسی کے ساتھ آخرت میں اللہ اس کے لئے بھلائی کا ذخیرہ جمع رکھیگا۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کو ان فضائل پر عمل بنا کر ہم کو منت کش بنائے اور ہمارے دلوں سے خواہشوں کو نکال دے ۸۔ اپنا بار کسی مخلوق پر نہ ڈالے برا ہو یا چھوٹا بلکہ دوسروں کا بار خود اٹھائے۔ خواہ مخلوق ایسی ہو کہ اس کی اس کو حاجت ہو یا نہ ہو۔ بلاشبہ یہی عبادت گزاروں اور متقیوں کی عزت و بزرگی کا کمال ہے اور اسی وصف کی وجہ سے وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر قائم رہے گا اور اس کے نزدیک ساری مخلوق حق کے معاملہ میں برابر ہو جائے گی جب اس کا عمل ایسا ہو جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو بے نیازی الیقین اور توکل خداوندی کا مقام مرحمت فرمائے گا۔ کیونکہ وہ اپنی پسند کی بنا پر کسی کو نہیں اٹھاتا۔ سارے لوگ اس کے نزدیک حق میں یکساں ہوتے ہیں یقین کرلے کہ یہ وصف مومنوں کی عزت اور متقیوں کی بزرگی کے حصول کا دروازہ ہے اور

قریب ترین باب اخلاص بھی یہی ہے۔ وہ لوگوں سے اور جو کچھ ان کے پاس ہے سب سے قطع امید کرلے یہی سب سے بڑی عزت خالص دولتمندی بڑی حکومت بڑا فخر پختہ یقین اور شفا بخش صحیح توکل ہے۔ اللہ پر بھروسہ کرلے اور دنیا سے بے رغبت ہونے کا دروازہ ہے۔ اسی سے تقوٰی کا حصول اور عبادت کی تکمیل ہوتی ہے۔ یہ کل دنیا سے ٹوٹ کر اللہ سے رشتہ جوڑنے والوں کی علامت ہے۔ مثلاً تواضع۔ تواضع سے مرتبہ کی بزرگی میں مضبوطی آتی ہے۔ درجہ اونچا ہوتا ہے۔ اللہ اور بندوں کی نظر میں عزت و رفعت کامل ہوتی ہے دنیا و آخرت دونوں کے ہر کام پر قادر ہو جاتا ہے۔ یہ خصلت تمام اطاعتوں کی جڑ چوٹی اور کمال ہے اس کے ذریعہ بندہ ان نیک لوگوں کا مرتبہ پاتا ہے جو خدا سے تکلیف اور راحت ہر حال میں راضی رہتے ہیں اور تقوٰی کا کمال ہے۔

تواضع یہ ہے کہ جس سے بھی ملے اس کو اپنے مقابلہ میں افضل سمجھے اور کہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک مجھ سے بہتر اور بلند مرتبہ ہو چھوٹوں کے متعلق خیال کرلے کہ انہوں نے خدا کی نافرمانی نہیں کی اور میں (اپنی عمر کے اعتبار سے) کافی کر چکا ہوں۔ اس لئے یقین ہے کہ وہ مجھ سے بہتر ہیں اور بڑوں سے ملے تو خیال کرے کہ انہوں نے مجھ سے زیادہ عبادت کی ہے (کیونکہ مجھ سے بڑے ہیں ان کو عبادت کا زیادہ وقت ملا ہے) اگر عالم سے ملے تو خیال کرے کہ اسے وہ چیز بخشی گئی جس کو میں نہیں پہنچا جو چیز اس کو مل گئی مجھے نہیں ملی۔ وہ جانتا ہے میں جاہل ہوں اور وہ پھر اپنے علم کے موافق عمل بھی کرتا ہے۔ اگر جاہل سے ملے تو یوں سمجھے کہ اس نے تو نادانی میں خدا کی نافرمانی کی اور میں نے علم رکھتے ہوئے نافرمانی کی اور نہیں معلوم کہ اس کا خاتمہ کیسا ہو اور میرا کیسا ہو؟ اگر کافر سے ملے تو خیال کرے کہ ممکن ہے یہ ایمان لے آئے اور اس کی وجہ سے اس کا خاتمہ بخیر ہو اور ممکن ہے میں کفر میں مبتلا ہو جاؤں اور میرا خاتمہ برے عمل پر ہو تواضع خوف الٰہی کا دروازہ ہے۔ ساتھ رکھے جانے کے قابل اوصاف میں اس کا درجہ اول ہے اور باقی رہنے والے اوصاف میں آخری قابل بقا وصف ہے۔ بندہ جب ایسا ہو جاتا ہے تو اللہ تمام تباہیوں سے اس کو محفوظ رکھتا ہے اور اللہ ہی کے لئے خیر خواہی کرنے کے جو مراتب ہیں ان مراتب تک اس کو خدا پہنچا دیتا ہے وہ اللہ کے منتخب اور محبوب بندوں میں سے ہو جاتا ہے اور ابلیس کے دشمنوں میں اس کا شمار ہو جاتا ہے۔

تواضع رحمت کا دروازہ ہے تکبر کے راستہ کو کاٹنے اور خود پسندی کی رسیوں کو توڑنے کا ذریعہ ہے۔ دنیا اور آخرت میں سب سے اونچا بنے اور اپنے کو معزز سمجھنے کے یقین کو ترک کرانے کا سبب ہے۔ یہی عبادت کا مغز ہے زاہدوں کا شرف ہے۔ عابدوں کی نشانی ہے اس سے کوئی شے افضل نہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ مخلوق کے تذکرہ سے اپنی زبان روک لے اس کے بغیر اس کا عمل تکمیل نہیں ہوئے گا اور تمام احوال میں اپنے قلب سے کینہ، جذبۂ برتری اور تکبر کو نکال دے۔ اس کی زبان، کلام اور ارادہ ظاہر باطن میں یکساں ہو اس کے نزدیک ساری مخلوق خیر خواہی کے سلسلہ میں برابر ہو۔ اگر کسی کا ذکر برائی کے ساتھ کریگا یا کسی کو کسی فعل پر عار دلائے گا یا اس امر کو پسند کرے گا کہ اس کے سامنے کسی کی برائی بیان کی جائے یا اس کا دل کسی کی برائی کے وقت خوش ہوگا تو خیر خواہوں میں اس کا شمار نہ ہوگا۔ غیبت عابدوں کے لئے آفت اور اطاعت گذاروں کی تباہی کا ذریعہ ہے۔ اس سے وہی بچ سکتا ہے جس کو خدا اپنی رحمت سے قلب و زبان کی حفاظت کی توفیق دے۔

فصل ۱۰

توکّل کا بیان

اس میں اصل خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (ترجمہ جو اللہ پر بھروسہ رکھیگا اللہ اس
کے لئے کافی ہوگا) دوسری آیت ہے وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ (اگر تم ایمان والے ہو تو خدا ہی پر توکل کرو)
حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے زمانہ حج میں (بہت سی) خواب میں دکھائی گئیں۔
میں نے اپنی امت کو دیکھا کہ اس سے پہاڑ اور میدان بھرے ہوئے ہیں۔ مجھے ان کی وضع اور کثرت اچھی معلوم ہوئی۔ مجھ سے کہا گیا کیا
آپ اس پر راضی ہیں۔ میں نے جواب دیا جی ہاں۔ کہا گیا ان کے ساتھ ساتھ ستر ہزار ایسے بھی ہیں۔ جو بغیر حساب کے جنت میں داخل
ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو داغ نہیں لگواتے۔ نہ بدشگون لیتے ہیں۔ نہ منتر کراتے ہیں بلکہ خدا ہی پر توکل کرتے ہیں۔ یہ سنکر عکاشہ بن
محصنؓ اسدی کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ سے دعا فرما دیجئے کہ مجھے ان میں سے کر دے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اے اللہ اس کو ان میں سے کر دے۔ اس کے بعد دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اللہ سے دعا کیجئے
کہ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ حضور اکرمؐ نے جواب دیا عکاشہ تم سے سبقت لے گئے۔ توکل کی حقیقت ہے۔ تمام امور کو اللہ عز و
جل کے سپرد کر دینا۔ تدبیر و اختیار کی ظلمتوں سے پاک ہونا اور احکام و تقدیر کے میدانوں کی جانب بڑھنا۔ بندہ جب یقین کرتا ہے
کہ قسمت میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ جو کچھ اس کے مقسوم میں ہے وہ اس سے نہیں جائیگا اور جو مقدر میں نہیں وہ حاصل
نہیں ہوگا تو اس کا دل سکون پا لیتا ہے اور وہ اپنے مولیٰ کے وعدے پر مطمئن ہو جاتا ہے اور اسی سے قسمت کی چیز لیتا ہے
توکل کے تین درجے ہیں۔ اول توکل، دوم تسلیم، سوم تفویض۔ متوکل اپنے رب کے وعدہ سے سکون پا جاتا ہے۔ اور
صاحب تسلیم اللہ کے علم کو کافی سمجھتا ہے، اور صاحب تفویض اللہ کے حکم پر خوش ہوتا ہے بعض نے کہا ہے کہ توکل ابتداء ہے تسلیم
درمیانی درجہ اور تفویض انتہا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ توکل عام مومنین کی صفت ہے اور تسلیم اولیاء کرام کی اور تفویض توحید
پرستوں کی۔ اور بعض نے کہا ہے۔ توکل عوام کی تسلیم خواص کی اور تفویض خاصان خاص کی صفت ہے، اور بعض نے کہا ہے
توکل عام انبیاء کرام کی صفت ہے اور تسلیم حضرت ابراہیم کی اور تفویض ہمارے نبی صلوٰۃ اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کی پس توکل حقیقی کی
کی حیثیت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس وقت حاصل ہوا جبکہ آپ نے حضرت جبرئیل سے فرمایا تھا مجھے تمہاری حاجت نہیں کیونکہ
اس وقت ان کی خودی ختم ہو چکی تھی اس کا نشان بھی باقی نہ رہا تھا اسی وجہ سے آپ نے خدا کی موجودگی میں کسی کو نہ دیکھا۔
سہل بن عبداللہؒ نے فرمایا توکل میں پہلا مقام یہ ہے کہ بندہ خدا کے سامنے ایسا ہو جائے جس طرح مردہ غسل دینے والے کے ہاتھ
میں ہوتا ہے کہ وہ جس طرف چاہتا ہے اس کو پھیر دیتا ہے اور اس کو کسی عمل اور تدبیر کا اختیار نہیں رہتا۔ متوکل علی اللہ نہ کچھ
ہے نہ ارادہ کرتا ہے نہ رد کرتا ہے نہ روکتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ توکل (اپنے کو) چھوڑ دینے کا نام ہے۔ حمدون نے فرمایا

توکل نام ہے اللہ کے دامن کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لینے کا۔ حضرت ابراہیم خواصؒ نے فرمایا حقیقت توکل غیر اللہ سے امید و بیم کو ختم کر دینا ہے
بعض کا قول ہے۔ توکل ایک ہی دن کی زندگی پر اکتفا کرنا اور کل کا غم ترک کر دینا ہے۔ حضرت ابوعلی روذباریؒ نے فرمایا کہ توکل
میں تین باتیں قابل لحاظ ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ ملے تو شکر کرے نہ ملے تو صبر کرے دوسری بات یہ کہ ملنا نہ ملنا دونوں اس کی نظر
میں برابر ہوں۔ تیسری یہ کہ نہ ملنے پر یہ سمجھ کر شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے یہی پسند کیا ہے اور یہی بات اس کو پسند
ہو کیونکہ اللہ کو پسند ہے۔ حضرت جعفر خلدی سے روایت کی گئی کہ حضرت ابراہیم خواصؒ نے فرمایا میں مکہ کی راہ میں سفر کر رہا
تھا کہ ایک وحشی شبیہ نظر آئی میں اس کی طرف بڑھا اور پوچھا تو جن ہے یا انسان؟ اس نے کہا انسان نہیں جن ہوں۔ میں
نے کہا کہاں جاتے ہو اس نے جواب دیا مکہ کی جانب میں نے کہا بے توشہ بغیر سواری کے اس نے جواب دیا ہاں ہم میں سے کچھ لوگ
توکل پر سفر کرتے ہیں۔ میں نے کہا توکل کیا ہے اس نے کہا اللہ سے لینا۔ حضرت سہلؒ نے فرمایا کہ توکل مخلوقات کو رزق بہم پہنچانے
والے کی معرفت کا نام ہے اور کسی کا توکل صحیح نہیں جب تک کہ اس کے نزدیک آسمان تانبے کی طرح اور زمین لوہے کی طرح نہ ہو جائے
کہ نہ آسمان سے پانی برسے اور نہ زمین سے سبزہ اُگے اور یقین کرے کہ ان دونوں کے درمیان رہنے والی مخلوق کے رزق کا جو خدا
ضامن ہے وہ مجھے بھی فراموش نہیں کریگا۔ بعض نے کہا توکل یہ ہے کہ تو رزق کی خاطر خدا کی نافرمانی نہ کرے اور بعض نے کہا کہ تیرے
لئے یہی توکل کافی ہے کہ تو اللہ کے سوا اپنے نفس کے لئے کوئی اور مددگار اور اپنے رزق کے لئے کوئی دوسرا خزانچی اور اپنے عمل
کے لئے کوئی دوسرا دیکھنے والا نہ چاہے۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا توکل یہ ہے کہ تو اپنی تدبیر خدا کی تدبیر میں فنا کر دے اور
اللہ تعالیٰ سے جو کہ ذمہ دار مدبر اور مددگار ہے راضی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا (ترجمہ اور کافی ہے
اللہ کارسازی کے لئے) اور بعض نے کہا کہ توکل بندۂ حقیر کا خدائے عظیم کو کافی سمجھنا ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ
کو اس وقت کافی سمجھا تھا جبکہ حضرت جبریل علیہ السلام کی مدد کی جانب نظر بھی نہیں کی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ توکل نام ہے،
خالق دو جہان پر بھروسہ کر کے جدوجہد سے بیٹھ جانے کا۔ اور مجنون بہلول سے دریافت کیا گیا کہ بندہ متوکل کب ہوتا ہے فرمایا
جب اس کا نفس مخلوق کے اندر رہتے ہوئے بھی اجنبی ہو اور دل خدا کے پاس ہو۔ حضرت حاتم اصمؒ سے پوچھا گیا آپ کو یہ توکل
کا مقام کس طرح حاصل ہوا۔ فرمایا چار اوصاف کی بنا پر۔ مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ میرا رزق کوئی دوسرا نہیں کھائے گا۔ لہذا
میں اس میں مشغول نہیں ہوتا اور میں نے جان لیا کہ میرا عمل کوئی دوسرا نہیں انجام دے گا۔ سو میں اس میں مشغول ہو جاتا ہوں اور
اور میں نے یقین کر لیا ہے کہ موت اچانک آتی ہے لہذا میں اس سے جلدی کرتا ہوں اور میں نے جان لیا ہے کہ میں ہر حال میں خدا کی
نظر میں ہوں۔ پس میں اس سے حیا کرنے والا ہوں۔ ابوموسیٰ دیبلی نے کہا میں نے عبدالرحمن بن یحییٰ سے توکل کے بارے میں دریافت
کیا تو آپ نے فرمایا۔ اگر تو اژدہے کے منہ میں پہنچنے تک بھی ہاتھ ڈال دے تو خدا کی معیت کی وجہ سے کسی سے ہرگز نہ خوف کھائے
اس کو توکل کہتے ہیں۔ اس کے بعد ابوموسیٰ نے کہا میں ابویزید بسطامی کی جانب توکل کی حقیقت دریافت کرنے کے لئے گیا
چنانچہ شہر بسطام میں داخل ہوا اور ان کا دروازہ کھٹکھٹایا (اندر سے) انہوں نے کہا ابوموسیٰ کیا تمہارے لئے عبدالرحمن کا جواب کافی

نہیں کہ میرے پاس آئے ہو اور مجھ سے پوچھتے ہو۔ میں نے عرض کیا اے آقا! دروازہ کھول دیجئے۔ جواب دیا۔ اگر تم ملاقاتی کی حیثیت سے آئے ہوتے تو میں ضرور دروازہ کھول دیتا۔ تم دروازہ پر ہی جواب لیلو اور لوٹ جاؤ (توکل یہ ہے کہ اگر) سانپ جو عرش کو حلقہ کئے ہوئے ہے تیری جانب بڑھے تو خدا کی معیت کی بنا پر ذرا بھی خوف نہ کھانا۔ ابو موسیٰ نے بیان کیا کہ اس کے بعد میں لوٹ آیا اور دبیل پہنچا۔ وہاں ایک سال ٹھہرا رہا۔ پھر میں نے ملاقات کا ارادہ کیا اور حضرت ابویزیدؒ کی جانب چل نکلا۔ جب میں ان کے پاس پہنچا۔ تو مجھ سے فرمایا خوش آمدید۔ آؤ اب تم میرے پاس ملاقاتی کی حیثیت سے آئے ہو۔ اس کے بعد میں ان کے پاس ایک ماہ تک ٹھہرا رہا۔ اس عرصہ میں کوئی ایسی بات نہیں پیش آئی جس کی انہوں نے میرے سوال سے قبل خبر نہ دیدی ہو۔ آخر میں نے ان سے کہا۔ ابو یزید! میں جانا چاہتا ہوں۔ اور آپ سے کوئی فائدہ بھی سننا چاہتا ہوں۔ فرمایا جان لو مخلوقات کا فائدہ کوئی فائدہ نہیں۔ لہذا جاؤ میں نے اسی قول کو فائدہ بنالیا اور لوٹ آیا۔ ابن طاؤس یمانیؒ نے اپنے والد حضرت طاؤسؒ کا قول نقل کیا ہے کہ ایک اعرابی اپنی سواری کا اونٹ لایا اس کو بٹھایا اور باندھ دیا۔ پھر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا۔ اے اللہ! یہ سواری کا اونٹ اور جو کچھ اس پر سامان ہے جب تک میں لوٹوں تیری ضمانت میں ہے۔ یہ کہہ کر چلا گیا اور مسجد حرام میں داخل ہوا۔ تھوڑی دیر بعد نکلا تو اس کی سواری اور ساز وسامان چوری ہو چکا تھا اس نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا اے اللہ! میری کوئی چیز نہیں چرائی گئی۔ تیری ہی چرائی گئی ہے۔ طاؤسؒ نے بیان کیا کہ ہم اسی حالت میں تھے کہ اچانک ہم نے کوہ ابو قبیس کی چوٹی سے ایک شخص کو اترتے ہوئے دیکھا جو بائیں ہاتھ سے سواری کھینچکر لا رہا تھا اور اس کا داہنا ہاتھ کٹا ہوا گلے میں لٹک رہا تھا۔ وہ شخص اعرابی کے پاس آیا اور کہا لے اپنی سواری اور اس کا سامان۔ میں نے اس سے معاملہ کی نوعیت دریافت کی۔ اس نے کہا کوہ ابو قبیس کی چوٹی پر میرے سامنے ایک اسپ سوار آیا اور مجھ سے کہا اے چور! اپنا داہنا ہاتھ بڑھا۔ میں نے بڑھادیا۔ اس نے میرا ہاتھ ایک پتھر پر رکھا۔ پھر دوسرا پتھر لیا اور اسے کاٹ دیا اور میری گردن میں لٹکا دیا اور کہا نیچے اتر اور سواری وسامان اعرابی کو واپس کردے۔

حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم لوگ خدا پر کما حقہ توکل رکھو گے تو خداوند اللہ تعالیٰ تمہیں رزق عطا کرے گا جس طرح پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔ محمد بن کعب نے حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ بات اچھی معلوم ہو کہ لوگوں میں بزرگ شمار ہو تو اسے چاہئے کہ اللہ سے ڈرے اور جس کو یہ بات اچھی معلوم ہو کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ بے نیاز ہو تو اسے چاہئے کہ وہ خدا کے ہاتھ کی چیز پر اپنے ہاتھ کی چیز کے مقابلے میں زیادہ بھروسہ کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دو شعروں کی مثال دیا کرتے تھے

هَوِّنْ عَلَيْكَ فَإِنَّ الْأُمُوْرَ   بِأَمْرِ اللهِ مَقَادِيْرُهَا

تو اپنے پر آسانی کر اس لئے کہ تمام کاموں   کے اندازے امر خداوندی سے وابستہ ہیں

فَلَيْسَ يَاتِيْكَ مَصْرُوْفُهَا   وَلَاهَارِبٌ عَنْكَ مَقْدُوْدُهَا

تمہاری طرف سے پلٹنی ہوئی چیز تمہارے پاس نہیں آئیگی اور جو چیز تمہارے مقدر میں ہے وہ تم سے بھاگ کر نہیں جائیگی

حضرت یحییٰ بن معاذؒ سے دریافت کیا گیا کہ آدمی متوکل کب ہوتا ہے۔ فرمایا جب اللہ تعالیٰ کی کارسازی پر خوش ہو حضرت بشرؒ نے فرمایا ہر ایک بہت کہ میں نے خدا پر توکل کیا آنحالیکہ خدا کی قسم وہ جھوٹا ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ خدا پر توکل کرتا ہو، تو اس پر راضی رہتا جو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کرتا ہے۔ اور ابو تراب نخشیؒ نے کہا۔ توکل بدن کو عبودیت میں لگا دینا۔ دل کو ربوبیت سے وابستہ کر دینا اور درستی کار کی طرف سے مطمئن رہنا ہے پس اگر اس کو دیا جائے تو شکر کرے نہ دیا جائے تو صبر کرے۔ ذوالنون مصری نے فرمایا کہ توکل نفس کی تدبیر کا ترک کرنا اور اپنی قوت و غلبہ سے باہر نکلنا ہے اور حضرت ذوالنون ہی نے ایک شخص سے جس نے توکل کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ فرمایا توکل ارباب کو چھوڑنا اور ذرائع کو ختم کر دینا ہے۔ سائل نے کہا کچھ مزید فرمایئے۔ فرمایا توکل نفس کا بندگی میں لگا دینا اور ربوبیت سے نکال دینا ہے۔ اور انہوں نے ہی توکل کی یہ بھی تعریف کی ہے کہ وہ حرص و ہوس کو توڑ دینا ہے۔ رہی ظاہری کوشش، تو وہ کسب ہے سنت ثابت ہے۔ یہ قلبی توکل سے مانع نہیں ہے جبکہ بندہ اپنے دل میں راسخ کرلے کہ بلاشبہ تقدیر خدا ہی کی جانب سے ہے۔ اس لئے کہ توکل کا مقام قلب ہی ہے یعنی ایمان کو دل میں جما لینا ہی توکل ہے جس نے کسب کا انکار کیا اس نے سنت کا انکار کیا۔ اور جس نے توکل کا انکار کیا اس نے ایمان کا انکار کیا پس اسباب میں سے کوئی چیز مشکل ہو جائے تو اس کا تعلق تقدیر خداوندی سے ہے۔ اور اگر کوئی چیز سہل ہو جائے تو خدا ہی کے سہل کرنے سے ہوتی ہے۔ لہٰذا تمام اعضا اور ظاہری قوتیں سب کو اختیار کرنے میں کوشاں ہوں یہی امر الٰہی ہے۔ اور اس کا باطن اللہ تعالیٰ کے وعدہ سے مطمئن ہو۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص اپنی اونٹنی پر آیا اور کہا یا رسول اللہؐ! میں اس کو (اونٹنی کو) چھوڑے دیتا ہوں اور توکل کرتا ہوں۔ فرمایا اس کو باندھ دے۔ پھر (خدا پر) بھروسہ کر۔ کہا گیا ہے کہ متوکل اس شیرخوار بچے کی مانند ہے جو اپنی ماں کی چھاتی کے سوا کوئی اور ٹھکانا جانتا ہی نہیں اسی طرح متوکل بھی سوائے خدا کے کسی کی راہ نہیں جانتا۔ کہا گیا ہے کہ توکل شکوک کا دور کرنا اور اللہ پر بھروسہ کرنا ہے بعض نے کہا کہ توکل خدا عزوجل کی قدرت پر اعتماد کرنا اور لوگوں کے اختیار و قدرت سے ناامید ہو جانا ہے۔

فصل - ۱۱

حسن اخلاق کا بیان

پس اصل اس میں اللہ تعالیٰ کا وہ قول ہے جو اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں قرآن میں اتارا ہے۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (بلاشبہ آپ عظیم اخلاق پر فائز ہیں) اور حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ یا رسول اللہ! کس مومن کا ایمان افضل ہے فرمایا جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں حسن اخلاق

بندے کی تمام صفتوں سے افضل ہے اور اسی سے مردوں کے جوہر ظاہر ہوتے ہیں۔ انسان اپنی جسمانی بناوٹ کے لحاظ سے
پوشیدہ ہے لیکن اخلاق میں کھلا ہوا اور ظاہر ہے بعض نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی و رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کو معجزات، کرامات اور بہت سے فضائل خاص طور سے عطا کئے لیکن ان اوصاف میں کسی کی ایسی تعریف نہیں کی جیسی کہ آپ کے
اخلاق کی فرمائی۔ فرمایا۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ بعض کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلق کی اس لئے تعریف کی ہے
کہ آپ نے دونوں جہان بخش دیئے اور خدا ہی پر اکتفا کیا۔ یہ بھی بعض کا قول ہے کہ خلق عظیم یہ ہے کہ انتہا درجہ کی معرفت
خداوندی کی وجہ سے کسی سے جھگڑا نہ کرے نہ اس سے جھگڑا کیا جائے (یعنی کسی سے نہ اپنا حق مانگے کہ جھگڑا کرنا پڑے، نہ کسی
کی حق تلفی کرے کہ وہ اس سے جھگڑا کرے) اور بعض نے خلق عظیم کی یہ تعریف کی ہے کہ معاملہ حق کے بعد لوگوں کی بدخلقی اس پر اثر انداز
نہ ہو۔ ابوسعید خراز نے فرمایا حسن خلق یہ ہے کہ آدمی کے پیش نظر ارادہ اللہ کے سوا اور کوئی نہ ہو۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں
نے حارث محاسبی کو کہتے سنا ہے کہ ہم نے تین چیزوں کو کھو دیا ہے (۱) کشادہ روئی مع حفظ آبرو (۲) بغیر خیانت کے خوش کلامی
(۳) دوستی کی خوبی وفا (عہد) کرتے ہوئے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ خلق حسن یہ ہے کہ تجھ سے جو چیز دوسروں سے پہنچے اس کو حقیر
خیال کرے اور دوسروں سے جو تجھے پہنچے اس کو بڑا سمجھے اور بعض نے کہا حسن خلق یہ ہے کہ اپنی طرف سے دوسروں کو ایذا نہ دے
اور دوسروں کی طرف سے پہنچنے والے دکھ کو برداشت کرے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا تمہارے مال سے
سب لوگوں کی سمائی یقیناً نہیں ہو گی لیکن شگفتہ روئی اور حسن خلق میں تو ان کی سمائی کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن خلق یہ ہے کہ تو
اس کے اوامر کو ادا اور ممنوعات کو ترک کر دے اور تمام احوال میں بغیر کسی استحقاق ثواب کا خیال کئے اس کی اطاعت کرے اور بغیر تردد کے
تمام مقدرات کو اسی کے سپرد کر دے اور بغیر کسی شرک کے تو اس کو ایک تسلیم کرے اور بغیر کسی شک کے تو اس کو وعدے میں سچا سمجھے۔
حضرت ذوالنون مصری سے دریافت کیا گیا۔ سب سے زیادہ اندوہناک حالت کس کی ہے۔ فرمایا جو سب سے زیادہ بدخلق ہو۔
حضرت حسن بصری نے اللہ تعالیٰ کے اس قول وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (اپنے کپڑوں کو پاک رکھو) کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا یعنی اپنے خلق کو اچھا کر۔
بعض لوگوں نے آیت وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً (اور اللہ تعالیٰ نے تم کو ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی نعمتیں بھرپور
عطا کیں) کی تشریح میں کہا کہ ظاہری نعمت اعضاء جسمانی کی درستی ہے اور باطنی نعمت اخلاق کی پاکیزگی۔ حضرت ابراہیم بن ادہم سے دریافت
کیا گیا۔ کیا آپ کبھی دنیا میں خوش بھی ہوئے۔ فرمایا ہاں۔ دو مرتبہ، پہلی مرتبہ اس وقت جبکہ میں ایک دن بیٹھا تھا کہ آدمی آیا اور مجھ پر پیشاب
کر دیا۔ دوسری بار اس وقت جب میں بیٹھا تھا ایک آدمی آیا اور اس نے مجھے طمانچہ مارا۔ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت اویس قرنی کو جب بچے دیکھتے
تو ان کو پتھر مارتے۔ آپ ان سے کہتے اگر پتھر مارنے ہی ہیں تو چھوٹے پتھر مارو۔ تاکہ تم میری پنڈلیوں کو خون آلود کر کے مجھے نماز سے نہ روک دو۔
بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص احنف بن قیس کے پیچھے پیچھے گالیاں دیتا جا رہا تھا جب احنف بن قیس اپنے قبیلہ کے قریب آگئے اور ٹھہر گئے اور فرمایا
اے جوان اگر تیرے دل میں کچھ اور باقی رہ گیا ہے تو اسے بھی ابھی کہہ ڈال ایسا نہ ہو کہ (میرے قبیلہ کے) کوئی بیوقوف تیری گالیاں سن لے اور جواب میں
تجھے جواب دینے لگے۔ حضرت حاتم اصم سے کہا گیا۔ ہر ایک کی برداشت کر لیتے ہیں؟ فرمایا ہاں! سوائے اپنے نفس کے۔ وہ مردود ہے

امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے اپنے غلام کو آواز دی اس نے کوئی جواب نہیں دیا آپ نے دوسری اور تیسری بار آواز دی تب بھی اس نے کوئی جواب نہ دیا آپ اس کے پاس گئے تو اس کو لیٹے ہوئے دیکھا۔ فرمایا اے غلام کیا تو سن نہیں رہا ہے اس نے کہا ہاں سن رہا ہوں فرمایا پھر جواب نہ دینے کا کیا باعث کہنے لگا۔ مجھے آپ کی سزا کا تو کوئی اندیشہ ہی نہیں ہے اس لئے میں نے سستی کی فرمایا جا تو اللہ واسطے آزاد ہے۔ بعض کا قول ہے حسن خلق یہ ہے کہ تو لوگوں کے پاس رہتے ہوئے بھی ان کے درمیان بیگانہ بنا رہے بعض کے نزدیک حسن خلق یہ ہے کہ مخلوق کی طرف سے جو ظلم تم پر کیا جائے اس کو برداشت کر لو اور (اُن کا) حق بغیر تنگدلی اور کبیدگی خاطر کے ادا کر دو کہتے ہیں انجیل میں لکھا ہے میرے بندے! مجھے یاد رکھ جب تو غصہ میں ہو میں تجھے اپنے غضب کے وقت (رحمت کے ساتھ) یاد رکھوں گا۔ مالک بن دینارؒ سے کسی عورت نے کہا۔ اے ریاکار! آپ نے فرمایا تو نے میرا وہ نام پالیا جس کو اہل بصرہ نے گم کر دیا تھا۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا۔ اے میرے پیارے بیٹے! تین قسم کے آدمی تین ہی موقعوں پر پہچانے جاتے ہیں حلیم آدمی غصہ کے وقت، بہادر لڑائی کے موقع پر، اور دوست حاجت کے وقت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔ اے اللہ! میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے بارے میں وہ نہ کہا جائے جو مجھ میں موجود نہ ہو (یعنی مجھ پر بہتان تراشی نہ کی جائے) اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی۔ یہ تو میں نے اپنے لئے بھی نہیں کیا تیرے لئے کیسے کروں

فصل ۱۲

شکر کا بیان

اس سلسلہ میں اصل خداوند تعالیٰ کا یہ قول ہے لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ (اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور تمہارے اور زیادہ کروں گا) یہ حدیث بھی اصل شکر ہے جس کو حضرت عطا نے نقل کیا ہے۔ عطا کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ام المومنین آپ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے عمدہ وہ بات بتلائیں جو آپ نے دیکھی ہو آپ رو پڑیں اور فرمایا۔ کون سی بات ایسی تھی جو عمدہ نہ ہو ایک رات میں میرے پاس تشریف لائے۔ اور میرے ساتھ میرے بستر میں داخل ہو گئے (راوی کہتا ہے کہ شاید لحاف کہا ہو) یہاں تک کہ میری جلد آپ کی جلد سے مس ہو گئی پھر فرمایا اے ابوبکر کی بیٹی (آج رات) مجھے اپنے رب کی عبادت کرنے دے میں نے عرض کیا ہر چند کہ میں آپ کی قربت پسند کرتی ہوں لیکن آپ کی خواہش کو ترجیح دیتی ہوں میں نے آپ کو اجازت دی حضور (اٹھ کر) مشک کے پاس گئے اور وضو کیا اور وضو میں کافی پانی استعمال کیا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور رونے لگے یہاں تک کہ آپ کے آنسو سینے تک بہنے لگے پھر آپ نے رکوع فرمایا اور روئے پھر سجدہ کیا اور روتے رہے پھر سر اٹھایا اس دوران میں بھی روتے رہے یہاں تک کہ حضرت بلال آئے اور نماز (نماز فجر) کی اطلاع دی۔ اس وقت میں نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ کونسی بات آپ کے رونے کا باعث ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ بخش دیئے ہیں۔ ارشاد فرمایا۔ کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں اور کس طرح ایسا نہ کروں۔ جبکہ خداوند تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ اور اہل تحقیق کے نزدیک شکر کی حقیقت عاجزانہ طور پر نعمت منعم کا اعتراف کرنا ہے اور اسی معنی میں خدا تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے لفظ شکور مجازاً فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بندوں

کہ شکر گذاری کا بدلہ دیتا ہے۔ شکر کے بدلہ کو بھی شکر کہا گیا ہے جس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (یعنی برائی کے بدلہ کو برائی مجازاً فرمایا۔ ورنہ حقیقت میں برائی کا بدلہ برائی نہیں) اور بعض نے کہا ہے کہ شکر کی حقیقت ہے کسی محسن کے احسان کو یاد کر کے اس کی تعریف کرنا۔ لہذا بندہ کی طرف سے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا معنی ہے۔ خدا تعالیٰ کی تعریف اس کے احسان کی یاد کے ساتھ ساتھ کرنا اور خدا کی طرف سے بندہ کا شکر ادا کرنے کا معنی ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے بندہ کی شکر گزاری پر اس کی تعریف کرنا۔ بندہ کا احسان (حسن کردار) خدا کی اطاعت کرنا ہے۔ اور حق سبحانہ و تعالیٰ کا احسان بندہ پر اپنا انعام و اکرام کرتا ہے۔ بندہ کی طرف سے اللہ کا شکر ادا کرنا یہ ہے کہ اللہ کے انعام کا زبان سے ذکر اور دل سے اقرار کیا جائے۔

شکر کی کئی قسمیں ہیں ۱۔ زبان سے شکر یعنی عاجزانہ تعریف کے ساتھ اللہ کی نعمت کا اعتراف کرنا ہے۔ ۲۔ بدن اور اجزاء کے ساتھ شکر وفا اور خدمت کے ساتھ متصف ہونا ہے ۳۔ قلب کا شکر یعنی حدود کی پابندی کے ساتھ حضوری کے فرش پر یکسوئی کے ساتھ کھڑا ہو جانا۔ اور کہا گیا ہے آنکھوں کا شکر یہ ہے کہ ساتھی کے عیب کو دیکھ کر پردہ پوشی کرے اور کان کا شکر یہ ہے کہ ساتھی کے اندر کسی عیب کی خبر سنے تو اس کو چھپائے۔ حاصل یہ کہ اللہ کی نعمتیں ہوتے ہوئے اس کی نافرمانی نہ کرے بشکر ہے کہا گیا ہے کہ عالموں کا شکر قولی ہوتا ہے اور عابدوں کا عملی اور عارفوں کا شکر یہ ہے کہ اللہ کے حکم پر ہر حال میں استقامت رکھیں اور یقین رکھیں کہ ہم سے جو نیکی ہو رہی ہے اور جس طاعت عبدیت اور ذکر خداوندی کا ہم سے ظہور ہو رہا ہے۔ یہ سب اللہ کی توفیق مدد قوت طاقت اور انعام کی وجہ سے ہو رہا ہے اپنے تمام احوال سے الگ ہو جائیں اللہ کی ذات صفات اور نور فعل میں فنا ہو جائیں، اپنی عاجزی، نادانی کوتاہی کا اقرار کریں اور تمام احوال میں اپنا مرکز سکون اللہ کو سمجھیں۔

ابوبکر وراقؒ کا قول ہے۔ حفاظت حدود رکھنا اور احسان الٰہی کا مشاہدہ کرنا شکر نعمت ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اپنے نفس کو ادائے شکر میں بے طفیلی سمجھنا شکر نعمت ہے۔ ابو عثمان نے فرمایا شکر نام ہے ادائے شکر سے قاصر رہنے کی معرفت کا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شکر کا شکر ادا کرنا کامل شکر ہے یعنی ادائے شکر کو اللہ کی توفیق جاننا کامل شکر ہے اور توفیق شکر بجائے خود بڑی نعمت ہے۔ لہذا پہلے شکر ادا کرو پھر شکر کی توفیق کا شکر ادا کرو پھر توفیق شکر پر شکر کرنے کا شکر کرو اور اس طرح شکر کا غیر محدود سلسلہ جاری رکھو۔ اور کہا گیا ہے کہ عاجزانہ بیان کے ساتھ نعمت کو منعم کی طرف منسوب کرنا شکر ہے۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا شکر یہ ہے کہ تو اپنے کو نعمت کے قابل نہ سمجھے۔ بعض نے کہا شاکر وہ ہے جو نعمت موجودہ پر شکر ادا کرے اور شکور (زیادہ شکر گزار) وہ ہے جو گمشدہ نعمت پر شکر ادا کرے۔ ایک قول ہے کہ شاکر وہ ہے جو ملنے پر شکر کرے اور شکور وہ ہے جو نہ ملنے پر شکر کرے۔ یہ بھی قول ہے کہ شاکر وہ ہے جو بخشش پر شکر کرے اور شکور وہ ہے جو مصیبت پر شکر کرے۔ یہ بھی قول ہے کہ شاکر وہ ہے جو یافت نعمت پر شکر ادا کرے اور شکور وہ ہے جو نعمت کی ٹال مٹول پر بھی شکر ادا کرے۔

حضرت شبلیؒ نے فرمایا۔ شکر منعم کو دیکھنا ہے نہ کہ نعمت کو۔ بعض نے کہا کہ شکر شئے موجود کو قید کرتا اور شئے غائب کو

شکار کرتا ہے۔ ابوعثمانؒ نے کہا عوام کا شکر کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں پر ہوتا ہے اور خواص کا شکر ان حقائق پر ہوتا ہے جو ان کے دل پر وارد ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ میرے بندوں میں تھوڑے ہی شکر گزار ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا اے خدا میں تیرا کس طرح شکر ادا کروں۔ تیرا شکر کرنا بھی تو تیری نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے پس باری تعالیٰ نے ان کو وحی بھیجی کہ اب تو نے میرا شکر ادا کیا۔ اور بعض نے کہا کہ جب تیرا ہاتھ بدلہ چکانے سے کوتاہ ہے تو چاہیئے کہ تیری زبان شکر میں دراز ہو۔ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت ادریس علیہ السلام کو مغفرت کی بشارت دی گئی تو انہوں نے زندگی مانگی ان سے کہا گیا۔ زندگی کیوں چاہتے ہو۔ عرض کیا اس لئے کہ اس کا شکر ادا کروں اس سے پہلے میں مغفرت کی خاطر عمل کیا کرتا تھا اس پر فرشتے نے اپنے بازو پھیلائے اور ان کو اوپر اٹھا لیگیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ کوئی نبی کسی چھوٹے سے پتھر کے پاس سے گذرے جس میں کثیر مقدار میں پانی نکل رہا تھا۔ یہ بات دیکھکر ان کو تعجب ہوا۔ اللہ نے پتھر کو ان سے بات کرنے کے لئے گویائی عطا فرمادی اور نبی نے اس سے پانی نکلنے کی وجہ دریافت کی۔ پتھر نے جواب دیا جب سے اللہ نے آیت وقودها الناس والحجارة (آدمی اور پتھر دوزخ کا ایندھن ہوں گے) نازل کی ہے میں ڈر کے مارے روتا ہوں نبی نے دعا کی الٰہی اس پتھر کو دوزخ سے محفوظ رکھ وحی آئی ہم نے اس کو دوزخ سے نجات دی۔ نبی چلے گئے۔ لیکن جب واپس آئے تو پہلے سے بھی زیادہ پانی پتھر سے پھوٹ رہا تھا ان کو تعجب ہوا۔ اللہ نے پھر پتھر کو گویائی عطا فرمادی اور نبی نے پتھر سے رونے کی وجہ دریافت کی اور فرمایا میں نے تیری بخشش کے لئے دعا کردی ہے۔ پھر کیوں روتا ہے پتھر نے عرض کیا۔ وہ غم اور خوف کا رونا تھا اور یہ شکر و مسرت کا رونا ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ شاکر مزید نعمت سے ہمکنار ہوتا ہے کیونکہ وہ نعمت کے مشاہدہ کے مقام میں ہوتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر تم شکر کروگے تو میں تم کو مزید نعمت عطا کروں گا اور مصیبت پر صبر کرنے والا اللہ کی پناہ پکڑتا ہے۔ کیونکہ وہ مشاہدہ مصیبت (کے مقام میں) ہوتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

بعض نے کہا حمد کرنا سانسوں پر اور شکر کرنا اس کی نعمتوں پر ہے اور حدیث صحیح میں کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے حمد کرنے والے جنت کی طرف بلائے جائیں گے بعض کا قول ہے کہ اللہ نے جو (مصیبت) دفع کردی اس پر حمد ہوتی ہے اور اللہ نے جو احسان فرمایا اس کا شکر ہوتا ہے منقول ہے کہ ایک شخص نے کہا میں نے ایک سفر میں ایک بڑے بوڑھے سالخوردہ کو دیکھا اور اس سے حال دریافت کیا اس نے کہا کہ میں اپنی ابتدائی عمر میں چچا کی بیٹی سے محبت کرتا تھا اور وہ بھی اسی طرح مجھے چاہتی تھی حسن اتفاق سے میرا اس سے نکاح ہو گیا۔ جب شب زفاف ہوئی تو میں نے اس سے کہا آؤ آج رات ہم دونوں اللہ کی عبادت اس شکر یہ میں کریں کہ اس نے ہم دونوں کو ملا دیا۔ چنانچہ اس رات ہم دونوں نے نماز پڑھی۔ اور کسی نے بھی ایک دوسرے کے لئے فرصت نہ پائی۔ جب دوسری رات ہوئی وہ بھی ہم نے اسی طرح گذاردی۔ اس وقت سے ستر اسی سال ہم کو اسی حالت پر گذر چکے ہیں۔ ہر رات یہی کیفیت ہوتی ہے۔ اس وقت اس کی بیوی بھی اس کے ساتھ تھی۔

بیوی سے اس نے پوچھا کیا ایسا نہیں ہے۔ بڑھیا نے کہا واقعہ ایسا ہی ہے جیسا بڑے میاں نے کہا ہے۔

فصل ۱۳

صبر کا بیان

صبر کے سلسلہ میں اصل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ دوسری آیت ہے وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ سلسلہ صبر کی اصل وہ حدیث شریف بھی ہے جو حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا صبر وہی ہے جو اولین مصیبت پر ہو۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! میرا مال جاتا رہا اور میرا جسم بیمار ہو گیا۔ فرمایا اس بندے میں کوئی بھلائی نہیں جس کا مال نہ جائے اور جسم بیمار نہ ہو۔ اللہ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اس کی آزمائش کرتا ہے۔ اور جب اسے آزمائش میں ڈالتا ہے تو صبر بھی دیتا ہے۔ ایک اور روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آدمی کے لئے خدا کے نزدیک ضرور کوئی ایسا درجہ ہوتا ہے کہ وہاں تک وہ اپنے عمل کے ذریعہ نہیں پہنچ پاتا یہاں تک کہ وہ کسی جسمانی دکھ میں مبتلا کیا جاتا ہے اور اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ جب آیت مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِہٖ نازل ہوئی۔ تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اس آیت کے بعد فلاح کیسے ہوگی۔ فرمایا۔ ابو بکر خدا تمہاری مغفرت کرے۔ کیا تم بیمار نہیں پڑتے۔ کیا تم کو مصیبت نہیں پیش آتی۔ کیا تم صبر نہیں کرتے کیا تم رنجیدہ نہیں ہوتے۔ بس یہی ہے یہی تمہارے گناہ کا بدلہ ہو جاتا ہے مراد یہ ہے کہ جو کچھ دکھ تم پر آتے ہیں وہ تمہارے گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں۔

صبر کی تین قسمیں ہیں ۱۔ اللہ تعالیٰ کے لئے صبر کرنا یعنی اللہ کے حکم کی تعمیل اور ممانعت کے امتثال میں جو بھی دکھ پہنچے اس پر صبر رکھنا ۲۔ اللہ کی معیت پر صابر رہنا یعنی تمہارے متعلق اللہ کے جو فیصلے اور احکام جاری ہیں جن سے تم پر شدائد و مصائب نازل ہوتی ہیں ان پر صبر رکھنا۔ ۳۔ اللہ کے وعدوں پر صبر کرنا یعنی اللہ نے رزق، کشائش حالی، تکمیل ضرورت، مدد اور آخرت میں ثواب دینے کا وعدہ کیا ہے اس پر صابر رہنا بعض کا قول ہے کہ صبر کی دو قسمیں ہیں ۱۔ ان چیزوں پر صبر جن کے کرنے نہ کرنے میں اختیار عبد کو دخل ہے ۲۔ ان باتوں پر صبر جن میں بندہ کے اختیار کو دخل نہیں۔ قسم اول کی دو قسمیں ہیں ۱۔ اوامر الٰہی پر صبر ۲۔ اللہ کے نواہی پر صبر۔ دوسری قسم یعنی وہ امور جن کے اندر بندہ کو کوئی دخل و اختیار نہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ آدمی کے لئے قلبی یا جسمانی دکھ اور تکلیف کا جو حکم الٰہی اور قضا خداوندی ہو اس کی برداشت پر صبر کرے دل یوں کم حوصلہ اور نافرمان نہ ہو جائے بعض کا قول ہے۔

صبر کرنے والے تین ہوتے ہیں۔ ایک تکلف سے صبر کرنے والا دوسرا عام صبر کرنے والا اور تیسرا بہت زیادہ صبر کرنے والا۔

کہا گیا ہے کہ ایک شخص نے کھڑا ہو کر شبلی سے کہا۔ کون سا صبر اہل صبر کے لیے سب سے زیادہ سخت ہے۔ آپ نے کہا صبر فی اللہ (اللہ کی راہ میں صبر کرنا) اس نے کہا نہیں۔ فرمایا صبر للہ (اللہ کی خاطر صبر کرنا) اس نے کہا نہیں۔ فرمایا صبر مع اللہ (اللہ کی معیت کا مشاہدہ کرتے ہوئے صابر رہنا) اس نے پھر کہا "نہیں"۔ آپ نے کہا پھر کون سا؟ اس نے کہا صبر عن اللہ (اللہ کو دیکھتے ہوئے صبر رکھنا) حضرت شبلیؒ نے ایک چیخ ماری۔ قریب تھا کہ ان کی روح نکل جاتی۔

حضرت جنیدؒ نے فرمایا دنیا سے آخرت کی طرف چل دینا مومن پر آسان اور سہل ہے اور خدا کی راہ میں مخلوق کو چھوڑ دینا مشکل ہے اور نفس کو چھوڑ کر خدا کی جانب رجوع کرنا مشکل تر ہے اور صبر مع اللہ مشکل ترین ہے۔

صبر کے بارے میں آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا بغیر منہ بگاڑے کڑوی چیز کے گھونٹ پینا صبر ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا صبر ایمان سے اس طرح وابستہ ہے جس طرح سر بدن سے۔ کہا گیا ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا صبر نام ہے اللہ کی ناپسند چیزوں سے دور رہنے کا۔ اور مصائب کے غموں کو گھونٹ گھونٹ پینے کا اور باوجود تنگی معاش کے بے نیازی ظاہر کرنے کا۔ بعض نے کہا صبر مصیبت کو اچھے طور پر برداشت کرنے کا نام ہے اور کہا گیا ہے کہ صبر کا معنی ہے مصائب میں بلا اظہار شکوہ کے فنا ہو جانا۔ بعض نے کہا جس طرح عافیت کی موجودگی میں سکون کے ساتھ دل کا ٹھیراؤ ہوتا ہے۔ اسی طرح مصیبت کی حالت میں اچھی رفاقت کے ساتھ دل کا ٹھیراؤ صبر ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ عبادت کی بہترین جزا صبر کی جزا ہے اس سے بڑھکر کوئی جزا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ہم صبر کرنے والوں کے اعمال کی جزا بہترین دیں گے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صبر کرنے والوں کو ان کا پورا پورا ثواب بغیر کسی حساب کے دیا جائے گا اور بعض نے کہا کہ صبر للہ تعالیٰ کی معیت میں ثابت قدم رہنا اور اس کی بھیجی ہوئی مصیبت کے دکھوں کا خوشی اور کشادہ دلی سے استقبال کرنا ہے۔ خواص نے کہا کہ صبر مع اللہ کے معنی ہے قرآن اور سنت (رسول اللہؐ) کے احکام پر ثابت قدم رہنا۔ یحییٰ بن معاذ رازی نے کہا عاشقوں کا صبر زاہدوں کے صبر سے زیادہ سخت ہے۔ تعجب ہے کہ وہ کس طرح صبر کرتے ہیں۔ پھر یحییٰ نے شعر پڑھا۔

اَلصَّبْرُ یَجْمَلُ فِی الْمَوَاطِنِ کُلِّهَا   اِلَّا عَلَیْكَ فَاِنَّهٗ یَجْمَلُ

تمام مواقع پر صبر آجاتا ہے   مگر تیرے بارے میں صبر نہیں اٹھایا جاتا

بعض نے کہا صبر شکایت کا ترک کرنا ہے۔ بعض نے کہا خدا کے حضور عاجزی اختیار کرنا اور اس کی پناہ چاہنا صبر ہے بعض نے کہا کہ صبر کا معنی ہے خدا ہی سے مدد مانگنا اور بعض نے کہا کہ صبر اللہ تعالیٰ کے اسم کی طرح ہے۔

کہا گیا ہے کہ صبر یہ ہے کہ نہ فرق کرے نعمت اور مصیبت میں دونوں میں دلجمعی رکھے صابر بنے یعنی تکلف صبر کرنا کہ ہو تو دو دکھوں کی گراں باری کے مصیبت پر سکون خاطر رکھے۔

فصل ۱۴

رضا کا بیان

رضا کی اصل اس میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ (اللہ ان سے راضی ہوا۔ اور وہ اللہ سے راضی) دوسری آیت ہے یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَرِضْوَانٍ الخ (ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے۔ اپنی رحمت و رضامندی کی)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی گئی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھ لیا۔ جو اپنے خدا کی ربوبیت سے راضی ہوا۔ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا تھا (حمد و صلوٰۃ کے بعد) اما بعد کل بھلائی (اللہ کے حکم پر) راضی رہنے میں ہے پس اگر تم راضی رہ سکو تو فبہا ورنہ صبر کرو۔ آیت وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُھُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْھُہٗ مُسْوَدًّا (جب ان میں سے کسی کو لڑکی پیدا ہونے کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے) اس آیت کی تشریح میں حضرت قتادہ نے فرمایا یہ مشرکوں کا طریقہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خباثت عمل کی اطلاع دی ہے پس مومن کے لئے لائق ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقسوم کر دیا ہے اس پر راضی رہے۔ اللہ کا فیصلہ خود اپنے لئے فیصلہ کرنے سے بہتر ہے اے ابن آدم! جو کچھ خدا نے تیرے لئے مقرر کیا ہے اور جس کو تو ناگوار محسوس کرتا ہے وہ تیرے لئے اس سے بہتر ہے کہ خدا تعالیٰ تیرے لئے تیری پسندیدہ چیز مقدر کرتا۔ خدا سے ڈر اس کی قضا سے راضی رہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وعسیٰ ان تکرھوا شیئًا وھو شر لکم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون (جس چیز کو تم ناگوار سمجھتے ہو ہو سکتا ہے کہ وہ تمہارے بہتر ہے اور جس چیز کو تم پسند کرتے ہو شاید وہ تمہارے لئے بری ہو اللہ واقف ہے تم ناواقف ہو یعنی جس میں تمہاری دینی اور دنیوی مصلحت ہے اس کو خدا جانتا ہے تم نہیں جانتے) پس اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے ان کی مصلحتیں پوشیدہ رکھی ہیں اور ان کو اپنی بندگی پر مکلف بنایا جس سے مراد ہے اوامر کا ادا کرنا ممنوعات سے رکنا مقدر کے آگے سر جھکانا اور قضا خداوندی پر اپنے تمام منافع و نقصانات میں راضی رہنا۔ اللہ تعالیٰ نے انجاموں اور مصلحتوں کو اپنے اختیار میں رکھا ہے پس بندے کو چاہئے کہ ہمیشہ اپنے آقا کی اطاعت میں لگا رہے اور اس سے راضی رہے جو خدا نے اس کے لئے مقسوم کر دیا ہے اور اس کو تہمت نہ دے۔ یہ بات سمجھ لو کہ آدمی اپنے مقسوم کے لئے جس قدر تقدیر کے مقابلے میں کشاکش کرے گا اور جتنا بھی اپنی خواہش کے درپے ہوگا اور جس قدر رضا بالقضا کو ترک کریگا اسی قدر دکھ میں رہے گا جو شخص حکم تقدیری پر راضی رہتا ہے سکھ سے رہتا ہے اور جو تقدیر خداوندی سے ناراض رہتا ہے اس کو دکھ اور الم ترجمہ ہوتا ہے حالانکہ دنیا میں ملتا وہی ہے جو مقسوم میں ہوتا ہے جب تک خواہش نفس آدمی کی پیشوا اور حاکم رہتی ہے وہ حکم قضا پر راضی نہیں ہوتا۔ کیونکہ خواہش نفس حق تعالیٰ سے کشاکش کرتی رہتی ہے نتیجہ میں دکھ پر دکھ ہوتا رہتا اور تکلیف بڑھتی رہتی ہے حصول راحت

خواہش نفس کی مخالفت میں ہے۔ کیونکہ اس میں لامحالہ رضا بالقضا ہوتی ہے۔ اور نفس کی موافقت میں تکلیف اور مشقت کا حصول ہے۔ اس لئے کہ اس میں حق تعالیٰ سے کشاکش کرنی ضروری ہے۔ خدا کرے کہ خواہش نفس باقی نہ رہے اور وہ ہو توہم نہ ہوں۔ علمار طریقت کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ رضا حال ہے یا مقام۔ اہل عراق نے اس کو حال کہا ہے بندہ کے اختیار کو اس میں دخل نہیں۔ یہ بھی دوسرے احوال کی طرح دل میں منجانب اللہ پیدا ہونے والی ایک حالت ہے۔ جو آتی ہے۔ پھر لوٹ جاتی ہے اور اس کی جگہ دوسری حالت آجاتی ہے۔

اہل خراسان نے کہا کہ رضا ایک مقام ہے اور توکل کی آخری حد ہے۔ اس حد تک بندہ اپنی ریاضت سے پہنچ سکتا ہے۔ دونوں قولوں میں مطابقت اس طرح ہو سکتی ہے۔ ابتدار رضا بندہ کو ریاضت سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ رضا (کسب عبد کا) ایک مقام ہے اور انتہار رضا ایک حال ہے۔ جو قابل کسب نہیں۔ بہرحال صاحب رضا وہ ہے۔ جو تقدیر خداوندی پر اعتراض نہ کرے۔ ابوعلی وقاق نے فرمایا۔ رضا یہ نہیں ہے کہ تو تکلیف کا احساس ہی نہ کرے۔ ابوعلی وقاقؒ نے فرمایا رضا یہ نہیں ہے کہ تو تکلیف کا احساس ہی نہ کرے۔ بلکہ رضا یہ ہے کہ تو تقدیر و حکم خداوندی پر اعتراض نہ کرے۔ اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ تقدیر خداوندی پر رضا اختیار کرنا خدا رسی کا بہت بڑا دروازہ اور دنیا کی جنت ہے۔ یعنی جو رضا سے نوازا گیا اس نے کامل فراخی کو پا لیا اور قرب اعلیٰ سے سرفراز کیا گیا۔

نقل ہے کہ ایک شاگرد نے اپنے استاد سے کہا کیا بندہ یہ جان سکتا ہے کہ خدا اس سے راضی ہے۔ استاد نے جواب دیا نہیں جان سکتا کس طرح جان سکتا ہے جبکہ خدا کی رضا پوشیدہ ہے شاگرد نے کہا بندہ رضا کو جان لیتا ہے۔ استاد نے کہا کس طرح ؟ شاگرد نے جواب دیا کہ جب میں اپنے قلب کو خدا سے راضی پاتا ہوں۔ تو جان لیتا ہوں کہ وہ مجھ سے راضی ہے۔ استاد نے کہا لڑکے تو نے خوب کہا۔ بندہ اسی وقت خدا سے راضی ہوتا ہے جبکہ خدا اس سے راضی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا وہ خدا سے راضی ہوئے) یعنی خدا کی خوشنودی کے باعث وہ لوگ خوش ہوئے۔ اور بیان کیا گیا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی۔ الٰہی مجھے ایسا عمل بتا جس کو کرنے سے تو راضی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا۔ تجھ میں اس کی طاقت نہیں۔ موسیٰ عاجزی کے ساتھ سجدہ میں گر پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی اے عمران کے بیٹے! میری رضا اس میں ہے کہ تو میری قضا پر راضی رہے۔

کہا گیا ہے کہ جو کوئی مقام رضا پر پہنچنا چاہے اس کو چاہئے کہ اس عمل کو اختیار کرے جس میں خدا نے اپنی رضا رکھی ہے۔ سمجھا گیا ہے کہ رضا کی دو قسمیں ہیں۔ ایک خدا پر راضی رہنا اور دوسرے خدا سے راضی رہنا۔ خدا پر راضی رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو صاحب تدبیر مانے اور خدا سے راضی رہنے کے معنی یہ ہیں کہ خدا حاکم اور صاحب فیصلہ ہونے کے اعتبار سے جو فیصلے کرتا ہے۔ ان فیصلوں سے راضی رہے۔ اور بعض نے کہا ہے رضا یہ ہے کہ اگر دوزخ اسکی

داہنی جانب کر دی جائے تو اس کو بائیں جانب کرنے کا سوال نہ کرے اور کہا گیا ہے کہ رضا قلب سے ناگواری کا نکال دینا ہے کہ صرف فرحت اور مسرت ہی باقی رہے۔ رابعہ عدویہؒ سے دریافت کیا گیا کہ بندہ تقدیر پر کب راضی ہوتا ہے۔ جواب دیا جب مصیبت پر اس طرح خوش ہونے لگے جس طرح نعمت پر خوش ہوتا ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت شبلیؒ نے حضرت جنیدؒ بغدادی کے سامنے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہ۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا تیرا یہ پڑھنا سینہ کی تنگی کی وجہ سے ہے (یعنی مصیبت کو مصیبت سمجھنے اور اس سے ناخوش ہونے کی وجہ سے) اور سینہ کی تنگی رضا بالقضا کے ترک کی وجہ سے ہوتی ہے اور حضرت ابوسلیمان نے کہا رضا یہ ہے کہ نہ تو خدا سے جنت کا سوال کرے نہ دوزخ سے پناہ طلب کرے۔ ذوالنونؒ مصری نے کہا تین باتیں رضا کی علامتوں سے ہیں۔ قضا سے پہلے اختیار کو ترک کر دینا اور قضا کے بعد تلخی کو ختم کر دینا اور دوران مصیبت محبت کا جوش مارنا۔ ذوالنونؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ رضا تقدیر کی تلخی پر قلب کا خوشی محسوس کرنا ہے اور ابوعثمانؒ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا مطلب دریافت کیا گیا۔ اَسْئَلُكَ الرِّضَا بَعْدَ الْقَضَاءِ الٰہی میں تجھ سے قضا کے بعد رضا کی درخواست کرتا ہوں ابوعثمان نے کہا۔ رضا قضا سے پہلے رضا کا معنی ہے رضا کا عزم کرنا اور قضا کے بعد رضا کا معنی ہے قضا پر راضی رہنا روایت میں آیا ہے کہ حضرت حسینؓ بن امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ابوذرؓ کہتے ہیں فقر میرے نزدیک غنا سے، بیماری صحت سے اور موت حیات سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ ابوذرؓ پر رحم فرمائے میں کہتا ہوں کہ جو اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی پر بھروسہ کرے وہ کبھی بھی خدا کی پسندیدگی کے سوا کسی اور چیز کی تمنا نہ کرے گا اور فضیلؒ بن عیاض نے بشر حافی سے فرمایا کہ دنیا میں رضا زہد سے افضل ہے اس لئے کہ صاحب رضا اپنے مرتبہ سے اوپر کی تمنا نہیں کرتا۔ حضرت فضیل کا یہ قول صحیح ہے اس لئے کہ اس قول میں رضا بالحال ہے اور رضا بالحال میں تمام بھلائیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا انی اصطفیتك علی الناس برسالاتی وبکلامی فخذ ما زنیا انی اصطفیتك علی الناس برسلتی وبکلامی فخذ ما اتیتك وکن من الشاکرین (میں نے دوسرے لوگوں پر پیغام اور کلام سے سرفراز کرنے کے لئے تجھے ترجیح دی تو جو کچھ میں نے دیا اس کو لیجئے اور شکر ادا کرنیوالوں میں سے ہو جا) یعنی جو کچھ میں نے تجھ کو دیا ہے اس پر مطمئن ہو جا۔ کوئی دوسرا مرتبہ نہ مانگ اور شکر گزاروں سے ہو جا یعنی اپنے حال پر شکر کر۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا لا تمدن عینیك الی ما متعنا بہ ازواجا منہم زہرۃ الحیوۃ الدنیا لنفتنہم فیہ یعنی مختلف لوگوں کو جو ہم نے رونق دنیوی بطور امتحان عطا کی ہے تم اس کی طرف [illegible] کی نظر نہ بڑھاؤ۔ اس آیت میں اللہ نے اپنے نبی کو ادب سکھایا ہے اور آیت وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى میں حال پر قائم رہنے قضا پر راضی رہنے اور عطا پر قائم رہنے کی تعلیم دی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے جو تم کو نبوت علم قناعت صبر اور دینی ولایت وقدرت عطا کی ہے ان چیزوں سے بہتر اور دائمی ہے جو دوسروں کو عطا کی ہیں بس ساری خیر حال کی حفاظت اور اس پر راضی رہنے اور مرضی مولیٰ کے سوا ہر چیز کو ترک کر دینے میں ہے کیونکہ تیرا مطلوب تین حال سے خالی نہ ہوگا۔ یا تو وہ تیرا مقسوم ہوگا۔ یا کسی دوسرے کا مقسوم ہوگا یا پھر کسی کے لئے بھی نہ ہوگا بیکار آزمائش

کے طور پر اس کی تخلیق کی گئی ہوگی۔ اگر وہ تیرا مقسوم ہے تجھ تک ضرور پہنچنے والا ہے تو چاہے یا نہ چاہے اس لئے مناسب نہیں کہ اس کی طلب میں تجھ سے بے ادبی اور حرص کا اظہار ہو عقل و علم کا فیصلہ اس کو اچھا نہیں قرار دیتا اور اگر کسی دوسرے کا مقسوم ہے تو اس چیز کے حصول میں کیوں مشقت اٹھاتا ہے جو تجھے ملنے والی نہیں۔ نہ تجھ تک کبھی پہنچے گی۔ اور اگر وہ کسی کی مقسوم نہیں ہے بلکہ آزمائش ہے تو کس طرح عقلمند اور دانا اس پر خوش ہوگا اور اپنے نفس کے لئے آزمائش میں پڑنے کو اچھا سمجھیگا۔ اس لئے اس کی طلب ہی کیوں کرے گا۔ ایک جماعت نے کہا کہ قضا پر راضی رہنا یہ ہے کہ تیرے نزدیک اللہ کا حکم جو تجھے پسند ہو یا ناپسند۔ دونوں برابر ہوں۔ بعض نے کہا ہے کہ رضا قضا کی تلخی پر صبر کرنا ہے ایک اور نے کہا ہے کہ رضا خدا کے سامنے اپنے اختیار کو ساقط کر دینا اور اس کے احکام کو تسلیم کر لینا ہے کسی نے کہا ہے کہ مدبر حقیقی کے سامنے اپنے اختیار کا ترک کر دینا رضا ہے۔ اور کسی نے یہ تعریف کی ہے کہ رضا ترک اختیار کا نام ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اہل رضا وہ ہیں جنہوں نے اپنے دلوں سے اختیار کی جڑ کاٹ دی ہو نہ اس چیز کو اختیار کرتے ہوں جس کو ان کا جی چاہتا ہو نہ ایسی چیز اختیار کرتے ہوں جس سے اللہ کی خواستگاری ہو۔ نہ (اللہ سے) کچھ مانگتے ہوں۔ نہ نزول حکم سے پہلے حکم کے منتظر رہتے ہوں۔ بلکہ وہ حکم جس کے نہ وہ مشتاق ہوں نہ منتظر) جب آجائے تو اس پر راضی ہوں اس کو پسند کریں اس سے خوش ہوں۔ اسی قائل کا قول ہے کہ اللہ تعالےٰ کے بہت سے بندے ہیں کہ جہاں ان پر کوئی حکم مصیبت آجاتا ہے تو وہ اس کو اپنے لئے نعمت خداوندی سمجھتے ہیں اور شکر ادا کرتے اور خوش ہوتے ہیں۔ پھر نعمتوں سے خوش ہونے کے بعد وہ دیکھتے ہیں کہ بلاشبہ نعمتوں میں مشغول رہکر نعمت دینے والے کی طرف سے غافل ہوتا ضروری ہے اس لئے ان کے دل نعمت سے غم کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح مصیبت ان پر آتی ہی رہتی ہے اور ان کے دل مصائب کی طرف سے بےحس ہونے ہیں جب اس مقام پر پہنچکر ان کو قرار ہوجاتا ہے اور وہ اس کے خوگر ہو جاتے ہیں تو ان کا رب اس درجہ سے دوسرے درجہ کی طرف ان کو لے جاتا ہے کیونکہ اللہ کی بخششیں اتھاہ اور لا محدود ہیں۔

رضا کا ادنےٰ درجہ یہ ہے کہ ماسوی اللہ سے امید منقطع ہوجائے۔ اللہ نے اپنے سوا دوسروں سے آس لگانے کی مذمت فرمائی ہے۔ روایت میں آیا ہے کہ یحییٰ بن کثیر نے کہا میں نے توراۃ میں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہ ملعون ہے جس کا اعتماد اپنی ہی جیسی مخلوق پر ہو۔ اور ایک حدیث قدسی میں ہے کہ باری تعالیٰ نے فرمایا۔ اپنی عزت، جلال، سخاوت اور بزرگی کی قسم میں ہر اس امیدوار کی امید کو ناامیدی سے قطع کر دوں گا جس نے میرے سوا غیر سے امید باندھی میں ضرور اس کو لوگوں کے درمیان لباس ذلت پہناؤں گا، اور اپنے قرب سے دور کر دوں گا اور اس سے اپنا رشتہ توڑ لوں گا کیا وہ مصائب میں میرے غیر سے آس لگاتا ہے حالانکہ مصائب تو میرے ہاتھ میں ہیں اور میں زندہ ہوں وہ میرے غیر سے امید لگاتا ہے اور سوچتا ہے کہ دوسروں کے دروازے کھٹکھٹاتا ہے۔ حالانکہ ان کے دروازے بند ہیں اور کنجیاں میرے قبضہ میں ہیں۔ جو بندہ مخلوق کو چھوڑ کر مجھے پکڑتا ہے۔ اس بات کو میں اس کے دل اور نیت سے معلوم کر لیتا ہوں تو تمام آسمان و زمین اور ان کی کائنات بھی اگر اس پر داؤ چلاتی ہے تو میں اس کے واسطے نکلنے کے راستے اس کے لئے پیدا کر دیتا ہوں اور مجھے چھوڑ کر جو شخص مخلوق کا دامن تھامتا ہے تو میں اوپر سے آسمان کی تمام سیڑھیاں کاٹ دیتا

ہوں اور نیچے سے زمین کو کھینچ دیتا ہوں اور دنیا میں اس کو تباہ و دکھی کر دیتا ہوں۔ ایک صحابی نے کہا میں نے سنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ
فرما رہے تھے۔ جو لوگوں کے ذریعہ سے عزت چاہتا ہے ذلیل ہوتا ہے۔ ایک قول ہے جو اپنی ہی جیسی مخلوق پر بھروسہ کرتا ہے ذلیل
ہوتا ہے۔ ایسی چیز کی طمع کرنا جو دل کے ادھر اُدھر جھانکنے ارادوں کے پریشان ہونے اور ذلیل و خوار ہونے سے حاصل ہوتی ہے
(اس کی بازداشت کے لئے) کافی ہے ایسے آدمی کے اندر دو خرابیاں جمع ہو جاتی ہیں۔ دنیا میں ذلت اور خدا سے دوری۔ پھر
رزق میں زیادتی نہیں ہوتی۔ ایک شخص نے کہا کہ میں مریدوں اور طالبوں کے حق میں کسی چیز کو ضرر رساں قلوب کو ویران کرنے و
(مقصد سے) دور کرنے والی اور ارادوں کو پریشان رکھنے والی طمع سے زیادہ نہیں جانتا۔ ایسا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مرید جس
پر ہوں طمع (ان کے لئے) شرک ہے جس شخص نے اپنی جیسی مخلوق سے طمع کی جو نقصان پہنچانے پر قابو رکھتی ہے نہ فائدہ پہنچانے
پر نہ دینے پر نہ روکنے پر تو اس نے بادشاہ کی حکومت اس کے غلام کو دیدی اس لئے مشرک ہو گیا۔ ایسی صورت میں تقویٰ کا
تحقق تو اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جب چیزوں کو ان کے مالک کی جانب منسوب کیا جائے اسی سے مانگے دوسرے سے نہ مانگے بعض
نے کہا طمع ایک جڑ ہے اور کچھ شاخیں غفلت جڑ ہے اور ریاکاری شہرت طلبی سنگھار بناوٹ اور جاہ پسندی شاخیں ہیں۔
حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا تھا کہ طمع سفاک قاتل اور بخیل گر ہے۔ ایک شخص کا قول ہے کہ میں نے یک بار
کسی دنیوی چیز کی طمع کی۔ تو مجھے ہاتف نے پکارا۔ کہتا تھا اے شخص بندوں کی طرف دل کو جھکانا آزاد مرید کو زیبا نہیں۔ جبکہ وہ اپنی
ہر مراد اللہ سے پا سکتا ہے۔ سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے لوگوں سے پوشیدہ طمع ان چیزوں کی رکھتے ہیں جو ان کے
قبضہ میں ہوتی ہیں۔ مگر برکت ان کو وہاں سے ملتی ہے جہاں سے ان کو طمع نہیں ہوتی۔ وہ جانتے ہیں کہ طمع کی حالت احوال کی ذلت
کا سبب ہے۔ یہ متوکل عارفوں کا کمترین درجہ ہے کسی مرید کے دل میں کسی چیز کی طمع اسی وقت پیدا ہوتی اور جاگزین ہوتی ہے۔
جب اللہ سے اس کو انتہائی دوری ہو جاتی ہے کیونکہ وہ واقف ہے کہ اس کا مولیٰ اس کو دیکھ رہا ہے۔ پھر بھی وہ اپنی جیسی مخلوق
سے طمع کرتا ہے اور خوف الٰہی اس کو نہیں روکتا۔

فصل ۱۵

صدق کا بیان

صدق کی اصل یہ آیت ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اے ایمان والو اللہ سے
ڈرو اور اہل صدق کے ساتھ رہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ بندہ سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کا
قصد کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک اس کو صدیق لکھ لیا جاتا ہے اور بندہ جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کا قصد کرتا رہتا ہے۔
یہاں تک کہ خدا کے ہاں اس کو کذاب لکھ لیا جاتا ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی۔

اے داؤد جو مجھے اپنے باطن میں سچا جانے میں اس کو مخلوق کے اندر سچا کر دوں گا۔ سمجھ لو کہ سچائی ہر کام کا ستون ہے۔ ہر کام کی تکمیل اور درستی سچائی ہی سے ہوتی ہے۔ یہ نبوت سے دوسرے درجہ پر ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے فاولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين۔ صادق لفظ صدق سے اسم لازم ہے یعنی سچا اور صدیق اس سے مبالغہ کا صیغہ ہے بہت ہی سچا۔ صدیق وہ ہے جس سے بار بار سچائی ظاہر ہوتی ہو یہاں تک کہ سچائی اس کی عادت اور خصلت بن گئی ہو صدق اس پر چھا گیا ہو۔ گویا صدق نام ہے ظاہر و باطن کی یکسانیت کا۔ صادق وہ ہے جو اقوال میں سچا ہو اور صدیق وہ ہے جو اقوال اعمال اور کل احوال میں سچا ہو۔ کہا گیا ہے کہ جو شخص چاہتا ہو کہ اللہ اس کے ساتھ رہے تو سچائی سے چمٹا رہے کیونکہ اللہ سچوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جنیدؒ کا قول ہے کہ صادق ایک دن میں چالیس بار بدلتا رہتا ہے (یعنی ہر بار سچ بولتا ہے) اور ریاکار چالیس برس تک ایک حالت (ریاکاری) پر رہتا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ سچائی نام ہے ہلاکت کے مقاموں میں بھی کلمۂ حق زبان سے نکالنے کا۔ بعض نے کہا باطن کے موافق زبان سے کہنے کا نام صدق ہے۔ کسی نے کہا ناجائز چیز کو منہ سے روک لینا صدق ہے۔ کسی نے کہا اللہ کے لئے تکمیل عمل صدق ہے۔ سہل بن عبداللہ نے کہا جو شخص اپنے نفس یا کسی دوسرے کے بارے میں مداہنت (سہل انگاری) برتتا ہے۔ وہ صدق کی بو بھی نہیں سونگھ سکتا۔ ابوسعید قرشی نے کہا۔ صادق موت کے لئے تیار رہتا ہے اور اپنے اندرونی احوال کے ظاہر ہو جانے سے نہیں جھجکتا۔ اللہ نے فرمایا ہے فتمنوا الموت ان كنتم صادقين۔ کہا گیا ہے کہ بالارادہ صحت توحید کا نام صدق ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ صدق کی حقیقت یہ ہے کہ جہاں جھوٹ ہی بچا سکتا ہو تم وہاں بھی سچ بولو۔ کہا گیا ہے کہ صادق کے ہاتھ سے تین چیزیں نہیں جاتیں۔ لذت لوگوں کی نظر میں وقار اور کلام کی نمکینی۔ ذوالنورین کا قول ہے۔ صدق اللہ کی تلوار ہے جس چیز پر پڑتی ہے اس کو کاٹ دیتی ہے۔ سہل بن عبداللہ نے کہا اپنے نفسوں سے باتیں کرنا صدیقوں کا گناہ ہے فتح موصلی سے صدق کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے لوہار کی بھٹی میں ہاتھ ڈال کر دہکتا ہوا لوہا نکال کر ہاتھ پر رکھ لیا اور اتنی دیر رکھا کہ لوہا ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر فرمایا یہ صدق ہے۔ حارث محاسبی سے صدق کی علامت پوچھی گئی۔ تو فرمایا صادق وہ ہے کہ اصلاح قلب کی وجہ سے اگر لوگوں کے دلوں سے اس کی قدر بالکل جاتی رہے تو پرواہ نہ کرے اور چیونٹی برابر اپنے حسن عمل کی خبر لوگوں کو ہونے کو پسند نہ کرے اور اگر اس کے برے عمل کی لوگوں کو اطلاع ہو جائے تو برا نہ منائے اگر ناگواری محسوس کریگا تو یہ اس بات کا ثبوت ہوگا کہ وہ لوگوں کی نظر میں اپنے عمل سے زیادہ بننے کا خواستگار ہے اور یہ صدیقوں کے اخلاق نہیں۔ ایک شخص نے کہا جو دوامی فرض ادا نہیں کرتا اس کا وقتی فرض بھی قبول نہیں کیا جاتا۔ پوچھا گیا دوامی فرض کیا ہے جواب دیا صدق۔ کہا گیا کہ جب تو اللہ سے صدق کے ساتھ مانگیگا تو اللہ تجھے ایک آئینہ عنایت کر دیگا جس کے اندر دنیا اور آخرت کے تمام عجائبات تجھے دکھائی دیں گے +

تمت بالخیر

کتبہ محمد حسین قریشی خوشنویس۔ اکھاڑا بوٹا ل۔ لاہور۔ تحریر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء۔

کشف المحجوب (اردو)

ترجمہ از عبدالرحمن طارق بی اے

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تصوف اور روحانیت کے موضوع پر کشف المحجوب جیسی عالمانہ جامع مانع سیرحاصل ایمان افروز اور اطمینان بخش کتاب آجتک نہیں لکھی گئی۔ اس کتاب کی مذکورہ صفات اور عظمت و اہمیت میں اس لئے بھی بے اندازہ اضافہ و اثر پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کی مصنف ہستی حضرت مخدوم علی ہجویریؒ جیسی عالی مرتبت اور صاحب کشف عرفان ہستی ہے اب اس مشہور عالم فارسی کتاب کا اردو ترجمہ نہایت فصیح و بلیغ بامحاورہ سلیس اور عام فہم زبان میں پیش کیا جا رہا ہے جو اپنے جملہ فنی محاسن کا حامل ہوتے ہوئے قارئین کو بہمہ وجوہ مستفید و مطمئن کریگا

سائز ۲۰×۳۰/۸ بڑی تقطیع ۔ عمدہ کتابت و طباعت

قیمت مجلد چھ ۶/ روپے ۔ بے جلد پانچ ۵/ روپے

فتوح الغیب (اردو)

ترجمہ از عبدالرحمن طارق بی اے)

فتوح الغیب محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی عربی تصنیف ہے۔ جسے اب نہایت محنت و کاوش سے فصیح و جدید اور سلیس و عام فہم اردو میں منتقل کیا گیا ہے اس کتاب کے مضامین توحید و سنت معارف قرآنی اور اسرار و حکم احادیث نبوی سے معمور ہیں اور ہر سطر معرفت سے لبریز ہے تقویت ایمان احیائے قلب اور صحت عقائد و اعمال کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے لازمی ہے خصوصاً جبکہ یہ ایک زبدۃ العلماء اور امام الاولیا ہستی کی بے نظیر تصنیف ہے۔

کتابت و طباعت نہایت عمدہ

قیمت مجلد اڑھائی روپے

ناشر

ملک محمد امین پروپرائٹر مدنی کتب خانہ براہ چوک گنپت روڈ لاہور ۲

ہیڈ آفس: بیرون اکبری دروازہ لاہور

اردو پریس ۸۸ میکلوڈ روڈ لاہور میں باہتمام چوہدری علی محمد منیجر زیور طبع سے آراستہ ہو کر مارچ ۱۹۶۰ء میں شائع ہو